فیضانِ اعظم

فی شرح

مسند الامام الاعظم

سراج الامۃ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ متن

حافظ محمد نوید علوی قادری

مرتب وشارح

ابو الاحمد محمد نعیم قادری رضوی



فیضانِ اعظم

فی شرح

مسند الامام الاعظم

سراج الامۃ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ متن

حافظ محمد نوید علوی قادری

مرتب وشارح

ابو الاحمد محمد نعیم قادری رضوی

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ



فیضانِ اسلم فی شرح مسند امام اعظم

ترجمہ متن ———— حافظ محمد نوید علوی قادری

مرتب وشارح ———— ابوالاحمد محمد نعیم قادری رضوی

باہتمام ———— ملک شبیر حسین

سن اشاعت ———— اگست 2017ء

سرورق ———— اے ایف ایس ایڈورٹائزر لاہور

طباعت ———— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ———— -/800 روپے

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر، ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

تنبیہ

ہمارا ادارہ شبیر برادرز کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

انتساب

قطب الاولیاء، شیخ المشائخ، نائب غوث الوریٰ، سیدی ومرشدی،

حضور خواجہ **پیر محمد اسلم قادری** فاضلی رحمۃ اللہ علیہ

(نیک آباد مراڑیاں شریف گجرات)

کے نام جن کے اسم گرامی کے ساتھ میں نے اپنی اس کاوش کا نام رکھا۔

فقیر اللہ و رسولہ الـ نیر

ابو الاحمد محمد نعیم قادری رضوی

(فاضل ومدرس جامعہ قادریہ عالمیہ نیک آباد مراڑیاں شریف گجرات)

عرض مرتب

اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور نبی اکرم ﷺ کی نگاہ کرم سے آج 22 رمضان المبارک 18 جون 12:53 فیضانِ اسلم فی شرح مسند امام اعظم" کا اختتام ہوا۔

میں لاکھوں اور کڑوروں شکر کرتا ہوں اُس ہستی کا جس نے مجھ کم علم سے اپنے نبی اکرم ﷺ کے فرامین عالی شان کی خد ت کروائی جو حضرات میری اس کتاب سے فائدہ اُٹھائیں اُن سے عرض ہے کہ وہ مجھ گناہ گار کے لیے حسن خاتمہ اور بخشش و مغفِ ت کی دعا ضرور فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ سب کو اجر عظیم سے نوازے۔

اور دوسری عرض یہ کہ اس میں کم عملی کی وجہ سے جو غلطی کوتاہی ہے وہ میری طرف سے ہے تمام مقدس ہستیاں اس سے بری ہیں ں ان تمام غلطیوں کوتاہیوں پر جو بھول سے صادر ہوئیں قبل الظہور اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ بلند و بالا میں توبہ کرتا ہوں اور قارئین سے التما ں کرتا ہوں کہ وہ ادارہ کو ضرور مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ اس کا ازالہ کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس میں تعاون کرنے وا لے تمام افراد کو اجر عظیم عطا فرمائے اور میری ادنیٰ کاوش کو اپنی بارگاہ سے قبولیت کی سند دے کر اس کا ثواب نبی اکرم، نور مجسم، شفیع المعظم ﷺ کی باگاہ میں پہنچائے اور اس کو میری، میرے والدین، تمام اساتذہ و دوست اور تمام قارئین و مسلمین کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الحسین الامین۔

اے اللہ میرے مولیٰ و سردار حضرت محمد مصطفی ﷺ اور آپ کی آل اور آپ کے جمیع اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر لامتناہی رحمتیں نازل فرما اور اُن کے دراجات کو مزید رفعت عطاء فرما۔ آمین۔

فقیر الی اللہ ورسولہ:

"ابو الاحمد محمد نعیم قادری رضوی غفرلہ"

(فاضل و مدرس جامعہ قادریہ عالمیہ نیک آباد مراڑیاں شریف گجرات)

فہرست مضامین

؟؟؟؟؟

سیرت سراج الامت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نسب مبارک

نعمان ابن ثابت بن زوطا بن ماہ عام طور پر آپکو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ (۱)

ولادت باسعادت

آپ مورخہ 699ء بمطابق 80ھ کو عبدالملک بن مروان کی خلافت میں شہر کوفہ میں پیدا ہوئے۔ (۲)

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق بشارات:

القرآن : " وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثٰلَكُمْ ۔

ترجمہ : اور اگر تم منہ پھیرو تو وہ تمہارے سوا اور لوگ بدل لے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے (سورہ محمد)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان لوگوں کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے پوچھا : اللہ تعالیٰ ہماری جگہ کن لوگوں کو لے آئے گا؟ تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا : یہ اور اس کی قوم، یہ اور اس کی قوم۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث ۳۲٦۰ :)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے پوچھا : یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر ہم پھر گئے تو ہماری جگہ ان کو لایا جائے گا پھر وہ ہماری طرح نہیں ہوں گے؟ اور حضرت سلمان فارسی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پہلو میں تھے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت سلمان کے زانو پر ہاتھ مارا اور فرمایا : یہ اور اس کے اصحاب ہیں، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا (ایک ستارہ) پر بھی معلق ہوگا تو فارس کے مردوں میں سے اس کو، کوئی شخص حاصل کرلے گا۔ (۳)

القرآن : (وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ) (سورہ جمعہ 3 :)

ترجمہ : اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزّت وحکمت والا ہے۔

حضرت ابوہریرہ، رضی اللہ عنہ بیان کرت ہیں کہ ہم نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، جب آپ سورة

---

(۱) (المورخ والمحدث الکبیر، امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی، عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان،، ص ۳۹)

(۲) (المورخ والمحدث الکبیر، امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی، عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان، ص ۴۴)

(۳) (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۸۹۷، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۵۴۶-

الجمعہ نازل ہوئی، جب آپ نے یہ آیت پڑھی:

"واخرین منهم لما یلحقوا بهم" (الجمعہ ۳:)

اوران میں سے دوسروں کو بھی جو ابھی ان پہلوں سے نہیں ملے۔

ایک شخص نے پوچھا، یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، حتیٰ کہ اس نے دو یا تین بار پوچھا: اس وقت ہم میں حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی تھے، نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت سلمان پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اگر دین ثریا (ستارے) کے پاس بھی ہو تو فرزندان فارس وہاں جائیں گے اور دین کو حاصل کر لیں گے۔(۱)

امام ابوحنیفہ کے فضائل ومناقب میں شیخ جلال الدین سیوطی شافعی۔ (849-911ھ) اپنی کتاب "التبیيض الصحیفہ فی مناقب ال إمام أبی حنیفہ" میں تسلیم کیا ہے کہ اس پیشین گوئی کے بڑے مصداق امام اعظم ابوحنیفہ النعمان ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

"قال الإمام جلال الدين السيوطي» :قد بشر ﷺ بالإمام أبي حنيفة فى الحديث الذى أخرجه أبو نعيم فى الحلية عن أبى هريرة رضى الله عنه قال :قال رسول الله ﷺ: »لو كان العلم بالثريا لتناوله رجال من أبناء فارس.«« وأخرج الشيرازى فى الألقاب عن قيس بن سعد بن عبادة قال :قال رسولالله ﷺ لو كان العلم مُعلّقاً بالثريالتناوله قوم من أبناء فارس«

بلا شبہ نبی اکرم ﷺ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اُس حدیث میں بشارت دی ہے جس کو امام ابونعیم علیہ الرحمۃ نے حلیۃ الاولیاء میں نقل کیا کہ نبی اکرم اگر علم ثریا (ایک ستارہ) پر بھی ہوا تو فارس کے مرد اس کو پالیں گے۔ اور شیرازی نے اپنے کتاب "الالقاب" میں حضرت قیس بن عبادہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر علم ثریا کے ساتھ بھی لٹکا ہوا تو فارس کے مرد اس کو پالیں گے۔(۲)

اور یہی بات امام محمد بن یوسف الشافعی علیہ الرحمۃ نے فرمائی۔ دیکھیے، درج ذیل کتاب۔(۳)

حضرت حسن بن سلیمان علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا" لاتقوم الساعة حتى يظهر العلم " کہ اُتنی دیر تک قیامت نہیں آئے گی جب تک علم ظاہر نہیں ہو جاتا، اس علم سے کون سا علم مراد ہے؟

تو آپ نے فرمایا کہ وہ امام اعظم ابوحنیفہ کا علم ہے اور امام اعظم کا نبی اکرم ﷺ کے آثار کی تفسیر کرنا ہے۔

امام کردری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

---

(۱) سنن ترمذی رقم الحدیث ۳۹۲۳--۲۲۶۰صحیح ابن حبان رقم الحدیث :۷۱۲۳دلائل النبوۃ ج۶ص ۳۲۴مسند احمد ج۲ص ۴۱۷)

(۲) تبییض الصحیفۃ، السیوطی، ص11)

(۳) (المورخ والمحدث الکبیر، امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی، عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان، ص 45)

"نبی اکرم ﷺ کے فرمان "ترفع زينة الدنيا خمسين ومائة" کہ 150ھ کو دنیا کے زینت اُٹھالی جائے گی۔ اس سے مراد امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہے کہ آپ کی وفات 150ھ کو ہوئی۔ (1)

امام ابوزہرہ نے نقل کیا کہ۔

ولقد روى أن علياً بن أبي طالب دعا لثابت عندما رآه بالبركة فيه وفي ذريته. ويؤخذ من هذا أنه كان مسلماً وقت هذه الدعوة. وقد صرحت كتب التاريخ بأن ثابتاً ولد على الإسلام. وعلى ذلك يكون أبو حنيفة قد نشأ أول نشأته في بيت إسلامي خالص، وذلك ما يقرره العلماء جميعاً.

تحقیق حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے حضرت ثابت کو دیکھ کر ان میں اور ان کی اولا میں برکت کی دعا فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ثابت دعا کے وقت مسلمان تھے۔ کتب تاریخ نے تصریح کی ہے کہ حضرت ثابت علیہ الرحمۃ اسلام پر ہی پیدا ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ شروع سے ہی خالص اسلامی ریاست میں پلے بڑے اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کا تمام علماء اقرار کرتے ہیں (سوائے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعداء کے، ابوالاحمد غفرلہ) (أبو حنيفة، محمد ابوزہرة، ص 21)

حضرت امام اعظم کا بارگاہِ نبوی میں استغاثہ:

اگر ہم اس کی مثالیں تحریر کریں تو کتاب بہت طویل ہو جائے گی مثال کے طور پر ہم صرف امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدہ میں سے تین اشعار تبرکاً نقل کرتے ہیں جن میں حضرت امام موصوف نے کس طرح دربارِ رسالت میں اپنا استغاثہ پیش کیا ہے اس کو بہ نگاہ عبرت دیکھئے۔

يَا سَيِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُكَ قَاصِدًا
اَرْجُوْا رِضَاكَ وَاَحْتَمِيْ بِحِمَاكَ
اَنْتَ الَّذِيْ لَوْلَاكَ مَا خُلِقَ امْرَؤٌ
كَلَّا وَّلَا خُلِقَ الْوَرٰى لَوْلَاكَ
اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ
لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْاَنَامِ سِوَاكَ

(قصیدۂ نعمانیہ)

(1) المورخ والمحدث الكبير، امام محمد بن يوسف الصالحی الشافعی، عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان، ص ۴۶۔

ترجمہ: اے سید السادات! میں آپ کے پاس قصد کرکے آیا ہوں میں آپ کی خوشنودی کا امیدوار ہوں اور آپ کی پناہ گاہ میں پناہ گزین ہوں۔ آپ کی وہ ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کوئی آدمی پیدا نہ کیا جاتا اور نہ کوئی مخلوق عالم وجود میں آتی۔ میں آپ کے جود و کرم کا امیدوار ہوں۔ آپ کے سوا تمام مخلوق میں ابوحنیفہ کا کوئی سہارا نہیں!

امام اعظم کا خواب:

حضرت سیِّدُنا یوسف بن صباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی نے بتایا کہ میں نے خواب میں حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربُّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّ وَجَلَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی قبرِ انور کو کھودتے ہوئے دیکھا تو کسی کو بتائے بغیر حضرت سیِّدُنا ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے فرمایا: یہ شخص حضرت سیِّدُنا محمدِ مصطفی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی سنت کو زندہ کرے گا۔ (۱)

آغازِ طلب علم:

جب آپ کی ولادت ہوئی اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت حیات تھی، کوفہ میں ہی آپ پلے بڑے آپ کو بچپن میں کوئی ایسا آدمی نہ ملا جو آپ کی طلب علم کی طرف راہنمائی کرتا، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اکتساب علم پر ابھارتا۔ اس وجہ سے آپ خرید و فروخت میں مشغول ہو گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو امام شعبی علیہ الرحمۃ سے ملوا دیا پس امام شعبی علیہ الرحمۃ نے آپ کو سمجھایا اور طلب علم پر ابھارا تو آپ نے امام شعبی علیہ الرحمہ کی شرافت کی وجہ سے آپ کی بات مان لی، اور علم کی طلب میں نکل پڑے یہاں تک کہ اپنے زمانہ والوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ (۲)

درجہ تابعیت اور صحابہ کرام سے اخذ فیض:

آپ کے تابعی ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔

"ویُروی عن أبی حنیفة أنه قال«:سمعت أنس بن مالك رضی الله عنه یقول :سمعت رسول الله ﷺ یقول» :طلب العلم فریضة علی کل مسلم"

کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا کہ "علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (۳)

امام محمد بن یوسف الشافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام اعظم نے 8 صحابہ کرام اور ایک صحابیہ سے ملاقات کی اور ان سے احادیث نبویہ کو سنا۔

---

(۱) (تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷ النعمان بن ثابت ابو حنیفة التیمی، ذکر خبر ابتداء ابی حنیفة بالنظر فی العلم، ج ۱۳، ص ۳۳۵۔ بتغیر)

(۲) (المورخ والمحدث الکبیر، امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی، عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان، ص ۱۳۴)

(۳) (تبییض الصحیفة، السیوطی، ص ۱۶)

ان میں سے حضرت انس بن مالک، عمرو بن حریث، عبداللہ بن انیس، عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن ابی اوفی، واثلہ بن الاسقع، معقل بن یسار، عائشہ بنت عجرد، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہے۔ (۱)

تاریخ بغداد میں خطیب بغدادی علیہ الرحمۃ نے نقل کیا۔

"قال أبو حنيفة: دخلت على أبي جعفر أمير المؤمنين، فقال لي يا أبا حنيفة عمن أخذت العلم؟ قال: قلت عن حماد، عن إبراهيم، عن عُمر بن الخطاب، وعلي بن أبي طالب، وعبد الله بن مسعود، وعبد الله بن عباس، قال فقال أبو جعفر: بخ بخ استوثقت ما شئت يا أبا حنيفة الطيبين الطاهرين المباركين، صلوات الله عليهم"

امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں امیر المؤمنین حضرت ابوجعفر کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ اے ابوحنیفہ تم نے کس سے اکتساب علم کیا ہے؟ تو میں نے جواب دیا کہ میں نے حماد (بن سلیمان) کے واسطہ سے ابراھیم (بن یزید نخعی) سے اور ان کے طرق سے حضرت عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اکتساب علم کیا ہے۔ تو ابوجعفر نے فرمایا بہت خوب بہت خوب آپ نے ان طیب، پاکیزہ، اور مبارک ہستیوں "صلوات اللہ علیہم" سے حسب خواہش علمی ثقاہت اور پختگی و مضبوطی حاصل کی لی ہے۔ (۲)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں عقیدہ:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام امت اور تمام صحابہ میں افضل ترین مانتے تھے، ان کے بعد حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، پھر حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ان چاروں کے بعد وہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم افضل ہیں جو زیادہ متقی اور جان نثاران رسول ہیں، ان کے بعد تمام اصحاب رسول ﷺ کو تمام امت سے افضل مانتے تھے، اور صحابہ کے متعلق آپ کی رائے نہایت عمدہ اور خیر تھی، وہ فرمایا کرتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی یہ حال کہ اس کی زندگی کا ایک لمحہ بھی جو نبی اکرم ﷺ کی سنگت میں گزرا ہماری ساری زندگی کے اعمال سے بہتر ہے، اگرچہ ہماری زندگیاں کتنی ہی طویل ہوں اور ہمارے اعمال کتنے ہی زیادہ ہوں (ہم صحابہ کے نعلین کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے)۔ یہ بات شیعہ کو ناپسند تھی۔ (۳)

منقول ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت سیّدنا علقمہ اور حضرت سیّدنا اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے افضل کون ہے؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! میں اس مقام پر نہیں کہ ان کا

---

(۱) المورخ والمحدث الکبیر، امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی، عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان، ص ۵۱)

(۲) (1۔الکتاب: تاریخ بغداد۔ج ۱۵، ص ۴۴۴، المؤلف: أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب البغدادي (المتوفى: ۴۶۳ھ)

(۳) (موفق بن احمد مکی، مناقب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ترجمہ، علامہ فیض احمد اویسی علیہ الرحمۃ، ص ۱۱۸)

موازنہ کروں سوائے اس کے کہ ان کی عزّت وعظمت کے پیشِ نظر ان کے لئے دُعاو اِستِغفار کرتا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ ان میں افضل کون ہے۔(۱)

صحابہ کرام سے مروی روایات:

ہم یہاں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابہ سے مرویات میں سے چند احادیث پیش کرتے ہیں جن سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جلیل القدر تابعی تھے۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سماع:

1. "رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ :طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ.رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.

''حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا : علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''(۲)

2. رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ رضی الله عنه عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم أَنَّهُ قَالَ :اَلدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ.رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.

''حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والا (اجر وثواب کے حصول میں) اس نیکی کرنے والے کی طرح ہی ہے۔''

3. رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ رضی الله عنه عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ :إِنَّ اللهَ يُحِبُّ إِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ.رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.(۳)

''حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : بیشک اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی مدد کرنے والے کو پسند فرماتا ہے۔''

(۱) ربیع الابرار، باب التفاضل والتفاوت والاختلاف والاشتباہ وما قارب ذلک ووفاہ، ج۱، ص ۳۵۳

(۲) أخرجه الخوارزمی فی جامع المسانید للإمام أبی حنیفة، ۱/ ۸۳

(۳) والروبانی فی المسند بروایة أبی حنیفة من ثلاثیاته عن بریدة رضی الله عنه، ۱/ ۲۳، الرقم :۲، والترمذی فی السنن، کتاب :العلم عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم، باب :ماجاء الدال علی الخیر کفاعله، ۵/ ۴۱، رقم :۲۶۷۰.

(۴) والبیهقی فی شعب الإیمان، ۲/ ۲۵۴، الرقم :۱۱۶۴

4۔ رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ: مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ كَفَاهُ اللهُ هَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.(۱)

''حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین میں تفقہ (سمجھ بوجھ حاصل) کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہو جاتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔''

5۔ رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی الله عنه يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله عليه وآله وسلم: مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ خَالِصًا مُخْلِصًا بِهَا قَلْبَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ. وَلَوْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ كَمَا تُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا. رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.(۲)

''حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا: انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خلوص دل کے ساتھ (لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ) کہتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا اور اگر تم نے اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کیا جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تمہیں اس طرح رزق دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے وہ خالی پیٹ صبح کرتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر (واپس اپنے گھروں کو) لوٹتے ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن انیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سماع:

1۔ رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ رضی الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُنَيْسٍ رضی الله عنه صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله عليه وآله وسلم أَنَّهُ قَالَ: حُبُّكَ لِلشَّيْءِ يُعْمِي وَيُصِمُّ. رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.(۳)

''حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ سے سنا: انہوں نے حضور نبی

---

(۱) وأبو نعيم في مسند أبي حنيفة عن عبد الله بن الحارث رضي الله عنه، 25/1.

(۲) وابن ماجه في السنن، كتاب: الزهد، باب: التوكل واليقين، 1394/2، الرقم: 4164، وأحمد بن حنبل في المسند، 30/1، 52/229 : 5، والطيالسي في المسند، 11/1.

(۳) أخرجه الخوارزمي في جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، 78/1.

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری کسی چیز سے محبت تمہیں اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے (یعنی انسان اپنے محبوب کے خلاف کچھ دیکھنا سننا گوارا نہیں کرتا)۔"

2۔ رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ رضی الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُنَيْسٍ رضی الله عنه يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: رَأَيْتُ فِي عَارِضِي الْجَنَّةِ مَكْتُوْبًا ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ بِالذَّهَبِ الْأَحْمَرِ لَا بِمَاءِ الذَّهَبِ: (اَلسَّطْرُ الْأَوَّلُ) لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ. (وَالسَّطْرُ الثَّانِيْ) اَلْإِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ فَأَرْشَدَ اللهُ الْأَئِمَّةَ وَغَفَرَ لِلْمُؤَذِّنِيْنَ (وَالسَّطْرُ الثَّالِثُ) وَجَدْنَا مَا عَمِلْنَا. رَبِحْنَا مَا قَدَّمْنَا. خَسِرْنَا مَا خَلَّفْنَا. قَدِمْنَا عَلٰى رَبٍّ غَفُوْرٍ. رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.(۱)

"حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت کے افق میں سرخ سونے (یعنی خالص سونے) کے ساتھ نہ کہ سونے کے پانی کے ساتھ تین سطریں لکھی ہوئی دیکھیں: پہلی سطر میں لکھا ہوا تھا (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ) "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں" اور دوسری سطر میں لکھا ہوا تھا کہ امام ضامن ہے اور مؤذن امانت دار، پس اللہ تعالیٰ ائمہ کو ہدایت دے اور مؤذنین کی مغفرت فرمائے اور تیسری سطر میں لکھا ہوا تھا ہم نے جو عمل کیا (اس کا صلہ) ہم نے پالیا ہم نے جو جو کچھ آگے بھیجا اس کا نفع پالیا اور جو پیچھے چھوڑ آئے اس کو ہم نے کھو دیا اور ہم رب غفور کی طرف آ گئے ہیں۔"

حضرت عبد اللہ بن جزء الزبیدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سماع:

1۔ رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ رضی الله عنه قَالَ: وُلِدْتُ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ وَحَجَجْتُ مَعَ أَبِي سَنَةَ سِتٍّ وَتِسْعِيْنَ وَأَنَا ابْنُ سِتَّ عَشَرَةَ سَنَةً فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ رَأَيْتُ حَلْقَةً عَظِيْمَةً فَقُلْتُ لِأَبِي: حَلْقَةُ مَنْ هٰذِهِ؟ قَالَ حَلْقَةُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَزْءٍ الزُّبَيْدِيِّ رضی الله عنه صَاحِبِ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَتَقَدَّمْتُ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ: مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِيْنِ اللهِ كَفَاهُ اللهُ هَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.(۲)

(۱) أخرجه الموفق في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، 1/35.36، وأخرج المحدثون هذا الحديث بأسانيدهم منهم: القزويني في التدوين في أخبار قزوين، 3/91، والمناوي في فيض القدير، 3/521.

(۲) والخطيب البغدادي في تاريخ بغداد، 3/32، الرقم 956:

''حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں 80 ہجری میں پیدا ہوا اور میں نے اپنے والد کے ساتھ 96 ہجری میں 16 سال کی عمر میں حج کیا پس جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا میں نے ایک بہت بڑا حلقہ دیکھا تو میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا : یہ کس کا حلقہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا : یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت عبد اللہ بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ کا حلقہ (درس) ہے پس میں آگے بڑھا اور انہیں فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا : جو اللہ تعالیٰ کے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہو جاتا ہے اور اسے وہاں وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔''

2۔ رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ رضی الله عنه قَالَ لَقِيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ جَزْءَ الزُّبَيْدِيَّ رضی الله عنه صَاحِبَ رَسُوْلِ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم. فَقُلْتُ : أُرِيْدُ أَنْ أَسْمَعَ مِنْهُ فَحَمَلَنِي أَبِي عَلَى عَاتِقِهِ وَذَهَبَ بِي إِلَيْهِ. فَقَالَ مَا تُرِيْدُ؟ فَقُلْتُ أُرِيْدُ أَنْ تُحَدِّثَنِي حَدِيْثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم : فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ : إِغَاثَةُ الْمَلْهُوْفِ فَرْضٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِيْنِ اللهِ كَفَاهُ اللهُ هَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.(۱)

''حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن حارث جزء زبیدی رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا اور تو میں نے عرض کیا : میں چاہتا ہوں کہ ان سے سنوں تو میرے والد گرامی نے مجھے اپنے کندھے پر اٹھالیا اور مجھے ان کے پاس لے گئے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا : آپ کیا چاہتے ہیں؟ میں نے ان سے عرض کیا : میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے وہ حدیث سنائیں جو آپ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہو تو انہوں نے فرمایا : میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا : مصیبت زدہ کی مدد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور جو شخص دین میں سمجھ بوجھ پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہو جاتا ہے اور اسے وہاں وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ تصور بھی نہیں کرسکتا۔''

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سماع:

1۔ رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ رضی الله عنه قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا مَعَاوِيَةَ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رضی الله عنه أَنَّهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ : مَنْ بَنَى لِلّٰهِ مَسْجِدًا وَلَوْ كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ. رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.(۲)

''حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو معاویہ عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا : جو شخص مسجد بناتا ہے چاہے وہ تیتر کے انڈے دینے کی جگہ

---

(۱) أخرجه الموفق في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، 1/35.

(۲) وأحمد بن حنبل في المسند، 1/241، وابن حبان في الصحيح، 4/490، الرقم : 1610

کے برابر ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔"

2۔ رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ رضى الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رضى الله عنه يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم: حُبُّكَ الشَّيْئَ يُعْمِي وَيُصِمُّ، وَالدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ وَالدَّالُ عَلَى الشَّرِّ كَمِثْلِهِ، إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ إِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ. رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.(۱)

"حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری کسی چیز سے محبت (تمہیں اس کے بارے میں) اندھا اور بہرا کر دیتی ہے اور نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے اور برائی کی طرف راہنمائی کرنے والا برائی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی مدد کرنے کو پسند فرماتا ہے۔"

حضرت عائشہ بنت عجرد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے سماع:

1۔ رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ رضى الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ عَجْرَدٍ رضى الله عنها قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم: أَكْثَرُ جُنْدِ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ: الْجَرَادُ لَا آكُلُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ. رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.(۲)

"حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کو فرماتے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: زمین میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ تعداد میں لشکر ٹڈی دل ہے، نہ تو میں اسے کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام ٹھہراتا ہوں۔"

حضرت واثلہ بن اسقع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سماع:

1۔ رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ رضى الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ رضى الله عنه قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم أَنَّهُ قَالَ: لَا تُظْهِرَنَّ شَمَاتَةً لِأَخِيْكَ فَيُعَافِيَهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيَكَ. رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.(۳)

"حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تم اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کرو اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ اسے مصیبت سے نجات دے دے گا اور تمہیں اس مصیبت میں ڈال دے گا۔"

---

(۱) أخرجه الموفق في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، 1/36.

(۲) وابن ماجه في السنن، كتاب: الصيد، باب: صيد الحيتان والجراد، 2/1073، الرقم: 3219.

(۳) الترمذي في السنن، كتاب: صفة القيامة والرقائق عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، باب: (54)، 4/662،

2. رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ رضی الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی الله علیه وآله وسلم أَنَّهُ قَالَ: دَعْ مَا يَرِيْبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيْبُكَ. رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.(۱)

''حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو اس چیز کو چھوڑ دے جو تجھے شک میں ڈالے اس چیز کے لیے جو تجھے شک میں نہ ڈالے۔''

3. رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ رضی الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ رضی الله عنه يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم: لَا يَظُنُّ أَحَدُكُمْ أَنَّهُ يَتَقَرَّبُ إِلَى اللهِ بِأَقْرَبِ مِنْ هٰذِهِ الرَّكْعَاتِ يَعْنِي الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ. رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.

(أخرجه الموفق فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنيفة، 1/36.)

''حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی یہ گمان نہ کرلے کہ وہ ان رکعات یعنی پانچ وقت کی فرض نمازوں سے بڑھ کر (ان کے علاوہ) کسی اور شے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرسکتا ہے۔''

حضرت عبد اللہ بن ابی حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سماع:

1. رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ رضی الله عنه عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حَبِيْبَةَ رضی الله عنه (الصَّحَابِيِّ) قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ رضی الله عنه يَقُوْلُ: كُنْتُ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم فَقَالَ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ! مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللهِ مُخْلِصًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ؟ فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ عَادَ لِكَلَامِهِ، قَالَ: فَقُلْتُ: وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ؟ فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ عَادَ لِكَلَامِهِ، فَقُلْتُ: وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ؟ فَقَالَ: وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي الدَّرْدَاءِ. فَكَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ كُلِّ جُمُعَةٍ عِنْدَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم وَيَضَعُ إِصْبَعَهُ عَلَى أَنْفِهِ وَيَقُوْلُ: وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي الدَّرْدَاءِ. رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.

---

(۱) أخرجه السيوطی فی تبييض الصحيفة بمناقب أبی حنيفة 36؛ وأخرج المحدثون هذا الحديث بأسانيدهم منهم: الترمذی فی السنن، كتاب: صفة القيامة والرقائق عن رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم، باب: (60)، 4/668، الرقم 2518؛

(۲) ابن حبان فی الصحيح، 2/392، الرقم 169؛ وأحمد بن حنبل فی المسند، 5/166؛ وأبو عوانة فی المسند، 1/28، الرقم 36؛ والنسائی فی السنن الكبرى، 6/276، الرقم 10964؛ والبزار فی المسند، 9/354، الرقم 3920.)

''حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا سو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابودرداء! جو شخص اخلاص کے ساتھ یہ گواہی دیتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں'' تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرلے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے پھر اپنے کلام کی طرف لوٹے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگرچہ وہ زنا اور چوری ہی کیوں نہ کرے اور اگرچہ ابودرداء کی ناک خاک آلود ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ہر جمعۃ المبارک کو یہ حدیث حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کے قریب بیان فرماتے تھے اور اپنی انگلی اپنے ناک پر رکھ کر کہتے تھے اگرچہ وہ زنا اور چوری ہی کیوں نہ کرے اور اگرچہ ابو درداء کی ناک خاک آلود ہی کیوں نہ ہو۔''

تبصرہ:

ان تمام احادیث میں نبی اکرم ﷺ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان صرف ایک، ایک راوی ہے اور وہ بھی صحابی رسول ﷺ ہے، تو ان روایات میں کل دو راوی ہوئے ایک صحابی رسول اور دوسرے امام اعظم ابوحنیفہ، اور یہ روایات احادیث کی دیگر کتب میں پائی جاتیں ہیں اور بڑے بڑے محدثین نے ان کو روایت کیا ہے حالانکہ یہ تمام کتب احادیث اور محدثین بعد میں ہوئے، جس سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ احادیث بالکل صحیح ہیں، اور امام اعظم کا صحابہ اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سماع بے داغ ہے۔ دوسری بات یہ کہ ان احادیث میں دو راوی ہیں ایک صحابی رسول دوسرے امام اعظم ان میں سے کوئی بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر اعتراض نہیں کرسکتا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عادل ہیں جیسا کہ خود نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، اور اگر کوئی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کرکے آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سماع کا انکار کرے تو پھر ماننا پڑے گا کہ یہ صرف امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض وعناد ہے اور کچھ نہیں۔ (ابوالاحمد غفرلہ)

ائمہ اہل بیت کرام سے اخذِ فیض:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 9 ائمہ اہل بیت سے اکتساب علم کیا چند کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

1۔ امام محمد الباقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) امام محمد الباقر کے حدیث میں شاگرد ہیں۔ امام بن ابی خاتم، امام مزی، امام ذہبی، امام عسقلانی اور امام جلال الملۃ والدین السیوطی علیہم الرحمۃ نے اپنی اپنی کتابوں میں امام اعظم کے ترجمہ (حالاتِ زندگی) میں بیان کیا ہے کہ۔

"روی عن ابی جعفر محمد بن علی"

کہ امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے امام ابوجعفر محمد بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں۔

(۱) ابن ابی خاتم، الجرح والتعدیل، ج1، ص56، *2۔ مزی، تہذیب الکمال، ج29، ص419۔ *3۔

2۔امام زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

امام موفق بن احمد المکی علیہ الرحمۃ اور صاحب سبل الہدیٰ والرشاد امام محمد بن یوسف الشافعی نے امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حدیث کے شیوخ میں امام زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نام ذکر کیا ہے۔ (۱)

3۔امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

امام اعظم نے دو سال امام جعفر صادق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شاگردی اختیار فرمائی ان دو سالوں کا ذکر فرماتے ہوئے امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں۔

"لو لا لسنتان لھلک النعمان"

اگر (امام جعفر صادق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس گزارے ہوئے) دو سال نہ ہوتے تو نعمان بن ثابت ہلاک ہو جاتا۔ (۲)

فتویٰ نویسی:

ابو عصمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ امام حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ کے تلامذہ نے متفق ہو کر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے استاذ محترم کی مسند پر بیٹھنے کی التجاء کی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یہ کام اس شرط پر منظور ہے کہ اگر آپ میں سے کم از کم دس حضرات میرے ساتھ رہیں گے، (تو یہ کام کروں گا) ان کے شاگردوں نے آپ کی اس شرط کو قبول کرلیا تو آپ مسند افتاء پر تشریف فرما ہوئے اور ان حضرات میں سے ابو اسحاق شیبانی علیہ الرحمۃ نے آپ کا پورا پورا ساتھ دیا۔ (۳)

فقہی بصیرت کی چند مثالیں:

1۔ امام اعظم کے زمانہ میں کوفہ میں ایک عورت سیڑھی پر چڑھی تو اس کے شوہر نے اس کو کہا اگر تو سیڑھی سے مزید اوپر چڑھی تو تجھے طلاق اور اگر تو سیڑھی سے نیچے آئی تو تم کو تین طلاقیں، اس صورت حال سے بچنے کے لیے لوگ امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام صاحب نے فرمایا کہ چند عورتیں اس سیڑھی کے نیچے کھڑی ہو جائیں اور وہ عورت سیڑھی کی بجائے عورتوں کے کندھوں پر بیٹھ کر نیچے آجائے نہ تو طلاق ہوگی اور نہ مرد پر قسم واقع ہوگی۔ (۴)

2۔ ایک شخص کی بیوی پانی کا پیالہ اُٹھائے ہوئے آرہی تھی اس شخص نے کہا اگر تو نے اس پیالے سے پانی پیا تو تجھے تین طلاقیں، اور اگر زمین پر گرایا تو بھی تین طلاقیں، اور اگر کسی کو دیا تو بھی تین طلاقیں، علماء نے اس مسئلہ کو حل کرنے کی

(۱) موفق، مناقب امام اعظم ابی حنیفہ، ص44۔★صالحی عقود الجمان، ص72

(۲) محمود شکری آلوسی، مختصر التحفۃ الاثنی عشریہ

(۳) موفق بن احمد مکی، مناقب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ترجمہ، علامہ فیض احمد اویسی علیہ الرحمۃ، مکتبہ نبویہ لاہور، ص91،

(۴) (موفق بن احمد مکی، مناقب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ترجمہ، علامہ فیض احمد اویسی علیہ الرحمۃ، مکتبہ نبویہ لاہور، ص124،)

کوشش کی لیکن کو جواب نہ بن پڑا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کہ اس پانی میں کپڑا ڈال کر بھگولو اس طرح خاوند کی شرط پوری ہو جائے گی اور عورت طلاق سے بچ جائے گی۔(۱)

3۔ منقول ہے کہ ایک عورت حضرت سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد میں حاضر ہوئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رفقاء کے درمیان تشریف فرما تھے۔ اس نے ایک سیب نکالا جو ایک طرف سے سرخ اور دوسری جانب سے زرد تھا۔ اس نے بغیر کوئی بات کئے سیب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے، عورت چلی گئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احباب اس ماجرے کو نہ سمجھ سکے۔ چنانچہ، انہوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس عورت کو کبھی سیب کی ایک جانب کی طرح سرخ خون آتا ہے اور کبھی دوسری جانب کی طرح زرد خون آتا ہے گویا وہ پوچھ رہی تھی کہ وہ خون حیض کا ہے یا طہر کا۔ تو میں نے سیب کو توڑ کر اس کا اندرونی حصہ دکھایا جس سے میری مراد یہ تھی کہ جب تک اس سیب کی اندرونی سفیدی کی طرح سفیدی دکھائی نہ دے، طہر نہیں ہوگا تو وہ چلی گئی۔

سراج الأئمہ، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بصرہ میں داخل ہوا۔ سوچا تھا کہ جو بھی مجھ سے سوال کریگا میں اس کو جواب دوں گا لیکن بصرہ والوں نے مجھ سے ایسے سوالات کئے کہ میرے پاس ان کا کوئی جواب نہ تھا۔ پھر میں نے عزم کر لیا کہ آئندہ اپنے استاذ حضرت سیّدنا حماد علیہ رحمۃ اللہ الرزّاق کی صحبت کبھی نہ چھوڑوں گا۔ چنانچہ، بیس سال اُن کی صحبت میں رہا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں ہر نماز میں اپنے والدین، تمام اساتذہ اور بالخصوص حضرت سیّدنا حماد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہوں۔ (اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والدین سے بھی پہلے اپنے شیخ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعا کرتا ہوں)(۲)

حلیہ مبارکہ:

"كان الإمام أبو حنيفة، رحمه الله تعالى، فصيح اللسان، عذب المنطق، إن تكلم أحسن الناس منطقا، وأحلاهم نغمة، وأنبههم على ما يريد، وكان جميلا تعلوه سمرة، حسن الوجه والهيئة نظيف الملبس، طيب الرائحة، حتى إنه يعرف بريح الطيب إذا أقبل أو إذا خرج من منزله قبل أن يرى.

وصفه تلميذه أبو يوسف بقوله: "كان أبو حنيفة ربعا من الرجال، ليس بالقصير ولا بالطويل، وكان أحسن الناس منطقا وأحلاهم نغمة، وأنبههم على ما يريد".

(۱) موفق بن احمد مکی، مناقب امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ، ترجمہ، علامہ فیض احمد اویسی علیہ الرحمۃ، مکتبہ نبویہ لاہور، ص136،

(۲) تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابوحنیفۃ التیمی، ذکر خبر ابتداء ابی حنیفۃ بالنظر فی العلم، ج۱۳، ص ۳۳۴۔بتغیر

ووصفه عمر بن حماد بقوله :"إن أبا حنيفة كان طوالا، تعلوه سمرة، وكان لبسا، حسن الهيئة، كثير التعطر يعرف بريح الطيب إذا أقبل وإذا خرج من منزله قبل أن تراه".

قال الهيثمي :"ولا تنافي بين كونه ربعة وبين كونه طوالا لأنه قد يكون مع كونه ربعة أقرب إلى الطول"

ترجمہ : امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ فصیح اللسان اور شریں بیاں تھے، جب آپ کلام فرماتے تو اچھی اور خوبصورت آواز میں گفتگو فرماتے، اور اپنی بات کو سمجھانے کی قوت رکھتے تھے، آپ بہت حسین وجمیل چہرے والے تھے، آپ کے کپڑے صاف اور خوشبودار ہوتے، یہاں تک کہ جب آپ راستہ سے گزر جاتے یا اپنے گھر سے نکلتے تو آپ کو دیکھنے سے پہلے ہی آپ کی خوشبو کی وجہ سے معلوم ہوجاتا کہ امام اعظم یہاں سے گزر رہے ہیں یا آرہے ہیں۔

آپ کے شاگرد رشید امام ابویوسف علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ آپ درمیانہ قد والے تھے آپ کا قد نہ لمبا اور نہ چھوٹا تھا، جب آپ کلام فرماتے تو اچھی اور خوبصورت آواز میں گفتگو فرماتے، اور اپنی بات کو سمجھانے کی قوت رکھتے تھے،

حضرت عمر بن حماد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، کہ آپ لمبے قد والے تھے اور آپ کا رنگ گندمی تھا، اچھا (صاف ستھرا) لباس زیب تن فرماتے، کثیر خوشبو والے تھے، یہاں تک کہ جب آپ راستہ سے گزر جاتے یا اپنے گھر سے نکلتے تو آپ کو دیکھنے سے پہلے ہی آپ کی خوشبو کی وجہ سے معلوم ہوجاتا کہ امام اعظم یہاں سے گزر رہے ہیں یا آرہے ہیں۔

علامہ ھیثمی فرماتے ہیں کہ اس بات میں کوئی تضاد نہیں کہ آپ درمیانہ قد اور لمبے تھے، کیونکہ آپ درمیانہ قد والے تھے لیکن لمبے قد کے قریب تھے، (یعنی آپ کا قد مبارک درمیانہ تھا لیکن لمبائی کے قریب تھا)۔

امام ابونعیم فضل بن دکین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

"وَقَالَ أَبُو نَعِيمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ»: كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ حَسَنَ الْوَجْهِ وَاللِّحْيَةِ حَسَنَ الثِّيَابِ"

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوبصورت چہرے والے اور عمدہ لباس والے تھے۔ (۱)

امام اعظم کے سفر:

امام اعظم نے علم حدیث کے حصول کے لیے تین مقامات کا بطورِ خاص سفر کیا۔ آپ نے علم حدیث سب سے پہلے کوفہ میں حاصل کیا کیونکہ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے اور کوفہ علم حدیث کا بہت بڑا مرکز تھا۔ گویا آپ علم حدیث کے گھر میں پیدا ہوئے، وہیں پڑھا، کوفہ کے سب سے بڑے علم کے وارث امام اعظم خود بنے۔ دوسرا مقام حرمین شریفین کا تھا۔ جہاں سے آپ نے

---

(۱) الكتاب :مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه، ص15، المؤلف :شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى 748 :هـ)۔ والتعليق عليه :محمد زاهد الكوثري، أبو الوفاء الأفغاني۔ الناشر :لجنة إحياء المعارف النعمانية، حيدر آباد الدكن بالهند۔ الطبعة :الثالثة، 1408هـ

احادیث اخذ کیں اور تیسرا مقام بصرہ تھا۔ امام ابوحنیفہ نے تقریبًا 4 ہزار اساتذہ سے علم حاصل کیا۔

اساتذہ کرام:

ہم نے بیان کیا کہ امام اعظم نے صحابہ اور ائمہ اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اکتساب علم کیا جن کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے وہ تمام امام اعظم کے اساتذہ کرام اور شیوخ ہیں ان کے علاوہ آپ کے اساتذہ کی تعداد تقریباً 4 ہزار ہے۔ جن میں سے چند کے اسماء درج ذیل ہیں۔

1- آدم بن علی البکری۔
2- ابان بن ابوعیاش۔
3- ابراھیم بن عبدالرحمن السکسکی۔
4- اجلع بن عبداللہ بن حجیہ۔
5- اسحاق بن ثابت۔
6- اسماعیل بن امیہ۔
7- ایوب بن ابی تمیمہ۔
8- بکر بن عبداللہ بن عمرو بن ھلال المزنی۔
9- تمام بن جعفر۔
10- ثابت بن اسلم۔
11- جابر بن یزید بن الحارث الجعفی۔
12- الحارث بن عبداللہ الاعور الھمدانی۔
13- خالد بن عبدالاعلی الکوفی۔
14- داؤد بن عبدالرحمن۔
15- ذر بن عبد اللہ بن زرارہ۔
16- رباح بن زید القرشی۔
17- سالم بن عبداللہ۔
18- طاوس بن کیسان۔
19- مالک بن انس بن مالک۔
20- واصل بن حیان۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ (۱)

درس وتدریس:

آپ نے تحصیل علم کے بعد جب درس وتدریس کے سلسلہ کا آغاز کیا تو آپ کے حلقہ درس میں زبردست اژدھام ہوتا اور حاضرین میں اکثریت اس دور کے جید صاحبان علم کی ہوتی۔ علامہ کروری نے آپ کے خاص تلامذہ میں آٹھ سو فقہا محدثین اور صوفیا ومشائخ شمار کیا ہے۔ یہ ان ہزارہا انسانوں کے علاوہ تھے۔ جو ان کے حلقہ درس میں شریک ہوتے رہتے تھے۔ آپ نے فقہ حنفیہ کی صورت میں اسلام کی قانونی ودستوری جامعیت کی لاجواب شہادت مہیا کی اور اس مدت میں جو مسائل مدون کیے ان کی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار سے زائد ہے۔ آپ کی تالیف پر اجماع ہے۔ اور صحابہ سے نقل روایت بھی ثابت ہے۔ آپ شریعت کے ستون تھے۔

مورخ خطیب بغدادی نے امام کے پوتے اسماعیل سے روایت کیا ہے کہ "میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن مرزبان ہوں ہم لوگ نسلاً فارس سے ہیں۔" امام صاحب کے دادا ثابت بچپن میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے انہوں نے ان کے خاندان کے حق میں دعائے خیر کی تھی "ہمیں امید ہے۔ وہ دعا بے اثر نہیں رہی۔" تجارت ان کا ذریعہ معاش تھا۔ تجارت سے ہی رزق حلال کماتے دولت کی کمی نہ تھی۔ لیکن ان کی دولت وثروت کا فائدہ طلبا اور حاجت مندوں ہی کو

(۱) (السورخ والمحدث الکبیر، امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی، عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان، ص42)

پہنچتا۔ فروخت کیے جانے والے کپڑے کے محاسن اور عیوب آپ برابر بیان کرتے اور خرابی کو کبھی نہ چھپاتے اپنے شاگردوں کی اکثر مالی امداد کرتے۔

تلامذہ کرام:

آپ کے تلامذہ کی تعداد لاکھوں میں ہے چند مشہور کے اسماء درج ذیل ہیں۔

1۔ امام ابو یوسف۔
2۔ امام محمد بن حسن شیبانی۔
3۔ امام زفر۔
4۔ حماد بن نعمان (یہ امام اعظم کے صاحبزادے ہیں)
5۔ ابراھیم بن طہمان۔
6۔ حمزہ بن حبیب۔
7۔ عیسیٰ بن یونس۔
8۔ یزید بن زریع۔
9۔ اسد بن عمرو بجلی۔
10۔ حکام بن یعلی بن سلمہ رازی۔
11۔ خارجہ بن مصعب۔
12۔ عبدالرحمن مقری، ابونعیم، ابو عاصم وغیرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (۱)

امام اعظم امام بخاری کے شیخ الشیوخ ہیں:

امام بخاری کے والد محترم اسماعیل بن ابراھیم بن مغیرہ الجعفی البخاری ہیں اور ان کے دو شیوخ ہیں 1۔ حضرت امام عبداللہ بن مبارک 2۔ حضرت امام حماد بن زید اور یہ دونوں امام اعظم ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے شاگرد ہیں اس طرق سے امام اعظم امام بخاری کے شیخ الشیوخ ہوئے اور امام بخاری امام اعظم کے پڑپوتے شاگرد ہوئے۔

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے امام بخاری علیہ الرحمۃ کے والد محترم اسماعیل بن ابراھیم کے ترجمہ (حالاتِ زندگی) میں لکھا ہے کہ۔

"روی عن حماد بن زید و ابن مبارك"

کہ اسماعیل بن ابراھیم (امام بخاری کے والد) حضرت امام حماد بن زید اور حضرت امام عبداللہ بن مبارک سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

خود امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے والد محترم کی امام حماد بن زید اور امام عبداللہ بن مبارک سے ملاقات کی تائید و تصریح فرمائی ہے۔ دیکھیے، تاریخ کبیر از امام بخاری، ج 1، ص 342۔

اور ایک جگہ اپنی تاریخ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"نعمان بن ثابت ابو حنيفه الكوفی روی عنه ابن مبارك"

نعمان بن ثابت ابوحنیفہ کوفی سے امام ابن مبارک روایت کرتے ہیں۔ اور امام ابن مبارک امام بخاری کے والد کے اُستاذ

---

(۱) تہذیب التہذیب، امام ابن حجر عسقلانی، ج 10، ص 449

(۲) امام ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ج 1، ص 240

ہیں تو امام بخاری امام اعظم کے اس طرح شاگرد ہوئے۔

اسی طرح امام مکی بن ابراھیم امام اعظم سے روایت کرتے ہیں دیکھیے تھذیب الکمال، ج29، ص431، سیر اعلام النبلاء، ج6، ص394، تبییض الصحیفۃ بمناقب ابی حنیفہ، ص92۔

اور امام مکی بن ابراھیم کون ہیں یہ امام بخاری کے شیخ و استاذ ہیں اور امام بخاری کی ثلاثیات کے راوی ہیں۔ امام قسطلانی فرماتے ہیں کہ۔

"سمع ببلخ من مکی بن ابراھیم:

کہ امام بخاری نے بلخ میں امام مکی بن ابراھیم سے سماع کیا ہے۔ (۱)

مذکورہ حوالہ جات اور بحث سے معلوم ہوا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کے دادا اور پڑدادا اُستاذ ہیں اور امام بخاری امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے پڑپوتے شاگرد ہیں، اب کسی صاحب علم کے لیے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امام الائمہ فی الحدیث ہونے پر انکار کی گنجائش نہیں۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند خصائص:

1- آپ اُس زمانہ میں پیدا ہوئے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک کثیر جماعت موجود تھی۔
2- آپ اُس زمانہ میں پیدا ہوئے جس زمانہ کے خیر القرون ہونے کا اعلان نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔
3- آپ نے بعض صحابہ کو دیکھا اور ان سے احادیث کا سماع کیا۔
4- آپ نے تابعین کے زمانہ میں اجتہاد کیا اور فتویٰ دیا۔
5- بڑے بڑے جلیل القدر ائمہ کرام نے آپ سے روایت کیا۔
6- آپ نے 4 ہزار شیوخ سے اکتساب علم کیا۔
7- آپ پر اتنے اصحاب متفق ہوئے کہ آپ کے بعد کسی اور پر اتنے متفق نہ ہوئے۔
8- آپ نے ہی سب سے پہلے فقہ اور مدوّن کیا اور ابواب مرتب فرمائے۔
9- آپ کا مذہب ایسے ممالک میں پہنچا جہاں کسی اور کا مذہب نہیں پہنچا جیسے ہندوستان، روم، ماوراء النہر، وغیرہ۔
10- آپ اپنی کمائی سے کھاتے اور اہل علم پر خرچ کرتے تھے۔
11- آپ نے مظلوم، مقید، اور سجدہ کی حالت میں وفات پائی۔
12- آپ نے کثرت عبادت، زھد، اور کثرت حج و عمرہ میں شہرت پائی۔ (۲)

---

(۱) امام قسطلانی، ارشاد الساری لشرح صحیح بخاری، ج1، ص32، ٭امام ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج2، ص555

(۲) المورخ والمحدث الکبیر، امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی، عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان، ص 148 تا 152)

امام اعظم ائمہ اور علماء کرام کی نظر میں:

جن ائمہ وعلماء نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح سرائی فرمائی ان کی تعداد بہت زیادہ ہے چیدہ چیدہ کا بیان کیا جاتا ہے۔

امام مالک بن انس بن مالک کے قوال:

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

1۔ "سئل مالك بن أنس» :هل رأيت أبا حنيفة وناظرته؟«.فقال» :نعم, رأيت رجلاً لو نظر إلى هذهٖ السارية وهي من حجارة, فقال إنها من ذهب لقام بحجته«

امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں نے ایسا آدمی دیکھا اگر وہ اس پتھر کے ستون کو کہیں کہ سونے کا ہے تو دلائل سے ثابت کر سکتے ہیں۔ (۱)

2۔ علامہ دراوردی فرماتے ہیں کہ۔

"کتب مالك بن انس الى خالد بن محمد القطوانی یسئاله ان یحمل الیه شیاءً من کتب ابی حنیفه فعل"

امام مالک نے خالد بن محمد القطوانی کی طرف خط لکھا کہ میرے پاس امام ابو حنیفہ کی کتب میں سے کچھ لے کر آؤ تو وہ کتب لے کر گئے۔ (۲)

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال:

1۔ حدثنا الحكم قَالَ نَا يُوسُفُ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَمْرُوَيْهِ قَدِمَ عَلَيْنَا حَاجًّا عَلَى بَابِ التَّمَّارِينَ قَالَ سَمِعْتُ عَبَّاسَ بْنَ عُزَيْزٍ قَالَ سَمِعْتُ حَرْمَلَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ يَقُولُ كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ وَقَوْلُهُ فِي الْفِقْهِ مُسَلَّمًا.

امام شافعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور آپ کا قول فقہ میں مسلّم (مانا ہوا، تسلیم کیا ہوا) ہے۔ (۳)

---

(۱) المورخ و المحدث الكبير، امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی،عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان، ، ص153۔★منازل الأئمة الأربعة،أبوزكريا السلماسی،ص173★مناقب الإمام أبی حنيفة وصاحبيه،الذهبی،ص30-31)

(۲) المورخ والمحدث الكبير،امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی،عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان،،ص153)

(۳) والمحدث الكبير،امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی،عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان،،ص154)

2۔ وقال الإمام الشافعي رحمه الله تعالى: مَن أراد الفقه فهو عيال على أبي حنيفة.
امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو فقہ کا ارادہ تو وہ امام ابوحنیفہ کے عیال سے ہے۔ (۱)

3۔ "وَقَالَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ: النَّاسُ فِي الْفِقْهِ عِيَالٌ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ.
امام شافعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اولاد ہیں۔ (۲)

4۔ الْخَطِيبُ عَنِ الرَّبِيعِ قَالَ: سَمِعْت الشَّافِعِيَّ يَقُولُ: النَّاسُ عِيَالٌ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ فِي الْفِقْهِ. كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ مِمَّنْ وُفِّقَ لَهُ الْفِقْهُ.
حضرت ربیع فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اولاد ہیں اور امام ابوحنیفہ ہی وہ شخص ہیں جن کو فقہ موافق آتی ہے۔ (۳)

5۔ "عن الامام الشافعي قال: من لم ينظر في كتب ابي حنيفة لم يتبحر في العلم ولا يتفقه"
امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب کی طرف نظر نہ کرے وہ نہ علم میں متبحر ہوسکتا ہے اور نہ فقیہ بن سکتا ہے۔ (۴)

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول:

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

وقال الإمام أحمد بن حنبل»: إن أبا حنيفة من العلم والورع والزهد وإيثار الآخرة بمحل لا يدركه أحد.
کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم، تقوی و پرہیزگاری، زھد، اور ایثارِ آخرت میں ایسا مقام پر فائز تھے کہ اس پر کسی کی رسائی نہیں۔ (۵)

سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کے اقوال:

1۔ نا مُحَمَّد بن الحسن الفارض قَالَ نا علي بن عبد العزيز قَالَ نا اسماعيل بن اسحق الطائفي قَالَ نَا الْحُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ قَالَ وَقَعَتْ مسئلة بِمَرْوَ فَلَمْ أَجِدْ أَحَدًا يَعْرِفُهَا فَجِئْتُ إِلَى الْعِرَاقِ فَسَأَلْتُ عَنْهَا سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ فَقَالَ لِي يَا حُسَيْنُ لَا أَعْرِفُهَا بَعْدَ أَنْ أَطْرَقَ سَاعَةً

(۱) الانتقاء في فضائل الأئمة الفقهاء: مالك والشافعي وأبي حنيفة، لابن عبد البر" ص126،
(۲) الكتاب: مسند الإمام أبي حنيفة رواية أبي نعيم، 20
(۳) المورخ والمحدث الكبير، امام محمد بن يوسف الصالحي الشافعي، عقود الجمان في مناقب الامام اعظم النعمان،، ص 46-153)
(۴) المورخ والمحدث الكبير، امام محمد بن يوسف الصالحي الشافعي، عقود الجمان في مناقب الامام اعظم النعمان،، ص 153)
(۵) منازل الأئمة الأربعة، أبو زكريا السلماسي، ص173

فَقُلْتُ لَهُ أَنْتَ تَقُولُ لَا أَعْرِفُهَا وَأَنْتَ إِمَامٌ فَقَالَ أَقُولُ كَمَا قَالَ ابْنُ عمر سُئِلَ عَنْ شئ لَمْ يَدْرِهِ فَقَالَ لَا أَدْرِي قَالَ فَأَتَيْتُ أَبَا حَنِيفَةَ فَسَأَلْتُهُ عَنْهَا فَأَفْتَانِي فِيهَا فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِسُفْيَانَ فَقَالَ كَيْفَ قَالَ لَكَ فِيهَا قُلْتُ قَالَ فِيهَا كَذَا وَكَذَا فَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا حُسَيْنُ هُوَ عَلَى مَا قَالَ لَكَ أَبُو حَنِيفَةَ.

حضرت حسین بن واقد فرماتے ہیں مجھے مقام مرو میں ایک مسئلہ درپیش ہوا میں کوئی ایسا شخص نہ پایا جو اس کا حل بتاتا تو میں عراق میں آیا ہوا امام سفیان ثوری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے کچھ خاموشی کے بعد فرمایا اے حسین میں اس مسئلہ کو نہیں جانتا، میں نے عرض کیا کہ آپ اس مسئلہ کو نہیں جانتے حالانکہ آپ امام زمانہ ہیں؟؟ تو انہوں نے فرمایا میں نے تو ایسا ہی کہا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی چیز کے متعلق سوال کیا گیا جو آپ نہیں جانتے تھے تو آپ نے بھی یہی فرمایا تھا نہ میں نہیں جانتا، حضرت حسین فرماتے ہیں پھر میں حضرت امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس آیا تو آپ نے مجھے اس مسئلہ کے بارے فتویٰ دیا۔ تو میں نے اس کا ذکر حضرت سفیان ثوری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس کیا تو آپ نے فرمایا کہ (ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کیا کہا میں نے عرض کی انہوں نے ایسے ایسے مسئلہ بیان فرمایا ہے، تو آپ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا اے حسین مسئلہ ویسے ہی ہے جیسا تم کو امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بتایا ہے۔ (۱)

2. وسأل رجل سفيان الثورى عن مسألة فى الحج فقال له الرجل :إن أبا حنيفة قال فيها كذا. فقال سفيان :هو كما قال أبو حنيفة.

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حج کسی مسئلہ کے بارے سوال کیا گیا، (تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا) تو ایک آدمی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس مسئلہ میں یوں فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ مسئلہ اُسی طرح ہے جیسا امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا۔ (۲)

3۔ محمد بن مہاجر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنا کہ آپ نے فرمایا۔

"ان الذى يخالف اباحنيفة يحتاج ان يكون اعلى منه قدراً واوفر علماً وبعيد ما يوجد ذلك"

کہ وہ شخص جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کرتا ہے ضروری ہے کہ وہ شخص امام ابوحنیفہ سے قدر و منزلت کے لحاظ سے اعلیٰ ہو اور اس کے پاس علم بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ ہو لیکن یہ بات بعید ہے کہ (ایسا آدمی جو امام ابوحنیفہ سے اعلیٰ اور اعلم ہو) پایا جائے۔ (۳)

---

(۱) (الكتاب :الانتقاء فى فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء مالك والشافعي وأبى حنيفة رضى الله عنهم، ص 127،

(۲) الانتقاء فى فضائل الأئمة الفقهاء :مالك والشافعي وأبى حنيفة، لابن عبدالبر "ص 127، 128" طبع مطبعة المعاهد بمصر

(۳) (المورخ والمحدث الكبير، امام محمد بن يوسف الصالحى الشافعى، عقود الجمان فى [illegible] الامام اعظم النعمان، ص 156)

4۔ قال الثوری وابن المبارک :"کان أبو حنیفة أفقه أهل الأرض في زمانه"

امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے زمانہ کے تمام اہل زمین سے زیادہ فقیہ ہیں۔ (۱)

5۔ " مَاتَ أَخُو سُفْيَانَ الثَّوْرِيّ فَاجْتَمَعَ إِلَيْهِ النَّاسُ لِعَزَائِهِ. فَجَاءَ أَبُو حَنِيفَةَ فَقَامَ إِلَيْهِ سُفْيَانُ، وَأَكْرَمَهُ، وَأَقْعَدَهُ فِي مَكَانِهِ وَقَعَدَ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ قَالَ أَصْحَابُ سُفْيَانَ :رَأَيْنَاكَ فَعَلْتَ شَيْئًا عَجِيبًا! قَالَ :هَذَا رَجُلٌ مِنَ الْعِلْمِ بِمَكَانٍ، فَإِنْ لَمْ أَقُمْ لِعِلْمِهِ قُمْتُ لِسِنِّهِ، وَإِنْ لَمْ أَقُمْ لِسِنِّهِ قُمْتُ لِفِقْهِهِ، وَإِنْ لَمْ أَقُمْ لِفِقْهِهِ قُمْتُ لِوَرَعِهِ."

جب امام ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی کا انتقال ہو گیا تو لوگ تعزیت کے لیے ان کے پاس آنے لگے۔ پس امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی آپ کے پاس آئے تو حضرت امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی تعظیم و اکرام میں کھڑے ہو گے، اور امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنی جگہ بیٹھایا، جب لو چلے گئے تو امام سفیان ثوری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اصحاب نے آپ سے پوچھا کہ ہم نے دیکھا ہے کہ آپ نے بڑا عجیب کام کیا (کہ امام ابوحنیفہ کی تعظیم میں کھڑے ہو گے) تو امام سفیان ثوری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا اس آدمی کا علم میں ایک مقام ہے، اگر میں ان کے علم کی وجہ سے کھڑا نہ بھی ہوتا تو ان کے عمر کی وجہ سے کھڑا ہوتا، اور اگر میں ان کی عمر کی وجہ سے بھی کھڑا نہ ہوتا تو ان کی فقاہت کی وجہ سے کھڑا ہوتا، اور اگر میں ان کی فقاہت کی وجہ سے کھڑا نہ ہوتا تو ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے کھڑا ہوتا۔ (یعنی امام ابوحنیفہ میں وہ اوصاف ہیں کہ ہر وصف پر کھڑا ہو کر ان کی تعظیم کو دل چاہتا ہے،) (۲)

6۔ حضرت سیِّدُ نا خطیب بغدادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی ارشاد فرماتے ہیں :ایک مرتبہ حضرت سیِّدُ نا سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیبت سے اتنے دُور رہتے ہیں کہ میں نے کبھی ان کو دشمن کی غیبت کرتے ہوئے بھی نہیں سنا۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا :اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! آپ اس معاملے میں بہت سمجھ دار ہیں کہ کسی ایسی چیز کو اپنی نیکیوں پر مُسلَّط کریں جو انہیں (دوسرے کے نامۂ اعمال میں) منتقل کردے۔ حضرت سیِّدُ نا علی بن عاصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا :اگر نصف اہلِ زمین کی عقلوں سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقل کا موازنہ کیا جائے تو بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقل زیادہ ہوگی۔ (۳)

---

(۱) (کتاب :العرش۔جلددوم،ص221،حاشیہ المؤلف :شمس الدین أبو عبداللہ محمد بن أحمد بن عثمان بن قَایماز الذہبی (المتوفی748 :ھ)

(۲) الکتاب :مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح،ج1،ص30،مقدمہ، المؤلف :علی بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدین الملا الہروی القاری (المتوفی 1014 :ھ) الناشر :دار الفکر، بیروت-لبنان۔ الطبعة :الأولی، 1422ھ-2002م

(۳) تاریخ بغداد، الرقم۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابو حنیفة التیمی، ماذکر من وفور عقل ابی حنیفة و فطنته و تلطفه، ج۱۳، ص۳۶۱

امام بخاری کے استاذ، امام یحییٰ بن معین علیہ الرحمۃ کے اقوال:

1. وقال ابن کثیر فی "تاریخه" :قال یحیی بن معین :کان أبو حنیفة ثقةً، وکان من أهل الصدق، ولم یتهم بالکذب، ولقد ضربه ابن هبیرة علی القضاء فأبی أن یکون قاضیا، وسئل یحیی بن معین :هل حدّث سفیان عن أبی حنیفة؟ قال :نعم، کان أبو حنیفة ثقة صدوقا فی الحدیث والفقه.

امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ نے اپنی تاریخ (تاریخ ابن کثیر) میں فرمایا کہ امام یحیی بن معین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل صدق میں سے ہیں ان پر کذب کی تہمت نہیں ابن ھبیرہ نے آپ کو قاضی بننے کے لیے کوڑے لگوائے پھر بھی آپ نے قاضی بننے سے انکار کر دیا، امام یحیی بن معین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سوال کیا گیا کہ کیا امام ثوری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے متعلق کچھ بیان کیا ہے۔ فرمایا ہاں وہ فرماتے تھے ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فقہ اور حدیث میں اہل ثقہ اور صدوق میں سے تھے۔ (۱)

2. " قَالَ الْإِمَامُ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ :كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ ثِقَةً لَا يُحَدِّثُ بِمَا لَا يَحْفَظُ.

امام یحیی بن معین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ثقہ تھے جو حدیث آپ کو حفظ نہ ہوتی اس کو بیان نہ کرتے۔ (۲)

حضرت ابراھیم بن عبد اللہ کا قول:

وقال إبراهیم بن عبد الله الخلال :"سمعت عبد الله بن المبارك یقول -وذُکر عنده أبو حنیفة فقال :أتذکرون رجلاً عُرضت علیه الدنیا بحذافیرها ففر منها!

حضرت ابراھیم بن عبد اللہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ کے پاس حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تم اُس ہستی کا ذکر کر رہے ہو جن پر دنیا پیش کی گئی اور اُنہوں نے اس کو ٹھکرا دیا۔ (۳)

امام ابن شبرمہ علیہ الرحمۃ کا قول:

"قَالَ وَنِي جَدِّي رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ مَلِيحِ بْنِ وَكِيعٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا زيد بن كَعب قَالَ قَالَ لِي شَرِيكٌ فِي حَدِيثٍ ذَكَرَهُ قَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ عَجَزَتِ النِّسَاءُ أَنْ تَلِدَ مِثْلَ النُّعْمَانِ"

---

(۱) المحقق :أبو المنذر خالد بن إبراهیم المصری۔الناشر :مکتبة الرشد-الریاض۔الطبعة :الأولی، 1420ھ- 1999م

(۲) لکتاب :لوامع الأنوار البهیة وسواطع الأسرار الأثریة لشرح الدرة المضیة فی عقد الفرقة المرضیة، جلد دوم، ص460،

(۳) الانتقاء فی فضائل الأئمة الفقهاء :مالك والشافعی وأبی حنیفة، لابن عبد البر "ص168"

حضرت زید بن کعب فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت شریک نے ایک حدیث کے ذکر میں فرمایا کہ ابن شبرمہ فرماتے تھے کہ عورتیں (امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نعمان بن ثابت جیسا بچہ جننے سے عاجز ہیں۔ (۱)

امام بخاری کے دادا استاذ امام عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کے قول:

1۔ وقد قال عبد الله بن المبارك :ما رأيت أحدًا أتقى لله من سفيان الثوري، ولا رأيت أحدًا أعقل من أبي حنيفة۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ خوف خدا رکھنے والا کسی کو نہ دیکھا اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ عقل والا کسی کو نہ دیکھا۔ (۲)

2۔ "وَقَالَ الْإِمَامُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ :مَا رَأَيْتُ فِي الْفِقْهِ مِثْلَهُ.

امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے فقہ میں امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مثل نہیں دیکھا۔ (۳)

3۔ ابو القاسم بن کاس فرماتے ہیں کہ امام عبداللہ مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے۔

"قول ابی حنیفة عندنا کالاثر عن رسول اللہ ﷺ اذا لم نجد اثراً"

کہ جب ہم کو نبی اکرم ﷺ کوئی اثر (فرمان) نہیں ملتا تو ہم امام ابوحنیفہ کے قول کو نبی اکرم ﷺ کے اثر کی طرح تسلیم کرتے ہیں۔ (۴)

امام بخاری کے استاذ امام مکی بن ابراھیم علیہ الرحمۃ کا قول:

"وَقَالَ مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ :كَانَ أَعْلَمَ أَهْلِ زَمَانِهِ وَمَا رَأَيْتُ فِي الْكُوفِيِّينَ أَوْرَعَ مِنْهُ.

امام مکی بن ابراھیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے میں نے کوفیوں میں ان سے زیادہ متقی کسی کو نہ دیکھا۔ (۵)

علامہ حکم بن ہشام علیہ الرحمۃ کا قول:

وقال الحكم بن هشام :كان أبو حنيفة لا يرد حديثًا ثبت عنده عن رسول الله، وكان

---

(۱) الکتاب :الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء مالك والشافعي وأبي حنيفة رضي الله عنهم، ص 131، المؤلف :أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (المتوفى 463 :هـ)

(۲) الانتقاء فی فضائل الأئمة الفقهاء :مالك والشافعي وأبي حنيفة، لابن عبد البر" ص 131،

(۳) المورخ والمحدث الکبیر، امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی، عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان،، ص 154

(۴) المورخ والمحدث الکبیر، امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی، عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان،، ص 155

(۵) الکتاب :مسند الإمام أبي حنيفة رواية أبي نعيم، 20، المؤلف :أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (المتوفى 430 :هـ

من أعظم الناس أمانة. وأراده السلطان على أن يوليه مفاتيح خزانته فأبى واختار ضربهم وحبسهم على عذاب الله. فقال له رجل :والله ما رأيت أحدًا وصفه بما وصفته. فقال :هو والله ما قلت لك۔

حکم بن ہشام فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس حدیث کورد نہ فرماتے جو نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہو جاتی آپ لوگوں میں سے امانت کے لحاظ سے اعلیٰ تھے، اور سلطان (ابن ھبیرہ) نے ارادہ کیا کہ آپ کو اپنے خزانوں کی کنجیاں دے (یعنی منصب قضاۃ پر بیٹھائے) لیکن آپ نے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی بجائے کوڑوں اور قید کو اختیار فرمایا، ایک آدمی نے کہا (اے حکم بن ہشام) میں نے کسی کو بھی امام ابوحنیفہ کی ایسی تعریف کرتے ہوئے نہیں دیکھا جیسی تعریف آپ نے فرمائی ہے تو حضرت حکم بن ہشام نے فرمایا اللہ کی قسم امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایسے ہی تھے جیسا میں نے تم کو بیان کیا ہے۔(۱)

امام محمد بن یوسف شافعی علیہ الرحمۃ کا قول:

" وقال الحافظ محمد بن يوسف الصالحي الشافعي محدث الديار المصرية في (عقود الجمان) :كان أبو حنيفة من كبار حفاظ الحديث وأعيانهم،

امام محمد بن یوسف الشافعی علیہ الرحمۃ صاحب سبل الہدیٰ والرشاد، فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبار حفاظ الحدیث میں سے سرفہرست تھے۔(۲)

امام ابونعیم علیہ الرحمۃ کا قول:

حَدثَنَا إِبْرَاهِيم بن عبد الله، ثَنَا مُحَمَّد بن إِسْحَاق الثَّقَفِيّ، ثَنَا الْجَوْهَرِي، ثَنَا أَبُو نعيم، قَالَ :كَانَ أَبُو حنيفَة صَاحب غوص فِي الْمسَائِل.

امام ابونعیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسائل میں غوطہ لگانے والے تھے (یعنی مسئلہ کی تہ تک پہنچتے تھے)(۳)

حضرت یزید بن ہارون علیہ الرحمۃ کا قول:

"وَسُئِلَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ:أَيُّهُمَا أَفْقَهُ أَبُو حَنِيفَةَ أَوْ سُفْيَانُ؟ فَقَالَ:سُفْيَانُ أَحْفَظُ لِلْحَدِيثِ، وَأَبُو حَنِيفَةَ أَفْقَهُ۔

(۱) الانتقاء في فضائل الأئمة الفقهاء :مالك والشافعي وأبي حنيفة، لابن عبد البر "ص169، 170" طبع مطبعة المعاهد بمصر-

(۲) المحقق :الشيخ خليل محيي الدين الميس۔ الناشر :دار الكتب العلمية، بيروت- لبنان۔ الطبعة :الأولى، 1405ھ- 1985م

(۳) (الكتاب :مسند الإمام أبي حنيفة رواية أبي نعيم، 20، المؤلف :أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (المتوفى 430 :ھ)

حضرت یزید بن ہارون (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سوال کیا گیا کہ امام سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں کون زیادہ فقیہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حافظ الحدیث ہیں اور امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) زیادہ فقیہ ہیں۔ (۱)

حضرت أیوب السختیانی علیہ الرحمۃ کا سلام:

"نَا أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ بْنُ شُجَاعٍ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ نَا عازم قَالَ سَمِعْتُ حَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ يَقُولُ أَرَدْتُ الْحَجَّ فَأَتَيْتُ أَيُّوبَ أُوَدِّعُهُ فَقَالَ بَلَغَنِي أَنَّ فَقِيهَ أهل الْكُوفَة أَبَا حنيفة يريد الحج فَإِذَا لَقِيتَهُ فَأَقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ.

حضرت عازم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حماد بن زید سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے حج کا ارادہ کیا تو میں حضرت ایوب کے پاس ان کو الوداع کہنے آیا تو آپ نے فرمایا مجھے پتہ چلا ہے کہ اہل کوفہ کے فقیہ ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی حج پر جارہے ہیں اگر تم اُن سے ملو تو میرا سلام پیش کرنا۔ (۲)

امام حاتم بن آدم علیہ الرحمۃ کا قول:

"وقال حاتم بن آدم: قلت للفضل بن موسى السينانى: ما تقول فى هؤلاء الذين يقعون فى أبي حنيفة؟ قال: إن أبا حنيفة جاءهم بما يعقلونه، وبما لا يعقلونه من العلم، ولم يترك لهم شيئًا فحسدوه.

حضرت حاتم بن آدم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت فضل بن موسیٰ سینانی سے پوچھا آپ ان لوگوں کے بارے کیا کہتے ہیں جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسد رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے مسائل بیان فرمائے جو لوگ جانتے تھے اور ایسے مسائل بھی بیان فرمائے جو وہ نہیں جانتے تھے آپ نے ان کے تمام مسائل کا حل پیش فرمایا تو وہ ان سے حسد کرنے لگے۔ (۳)

حضرت عیسیٰ بن یونس علیہ الرحمۃ کا قول:

وقال عيسى بن يونس: لا تتكلمن فى أبي حنيفة بسوء، ولا تصدقن أحدًا يسيء فيه القول، فإني والله ما رأيت أفضل منه، ولا أورع منه، ولا أفقه منه۔

حضرت عیسیٰ بن یونس علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کبھی بھی امام ابوحنیفہ کے بارے بری بات نہ کرنا اور نہ اُس آدمی کی تصدیق کرنا جو امام ابوحنیفہ کے بارے میں بری بات بولے اللہ کی قسم میں نے امام ابوحنیفہ سے افضل، زیادہ تقویٰ والا، اور زیادہ فقیہ کسی کو نہیں

(۱) المورخ والمحدث الکبیر، امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی، عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان، ص 159

(۲) أبو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمری القرطبی (المتوفی 463 ھ) الناشر: دار الکتب العلمیۃ – بیروت)

(۳) الانتقاء فی فضائل الأئمۃ الفقہاء: مالک والشافعی وأبی حنیفۃ، لابن عبد البر" ص 136، طبع مطبعۃ المعاہد بمصر۔

دیکھا۔(۱)

ان کے علاوہ جن ائمہ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح سرائی کی ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

1۔ابن المبارک،2۔ وأبو مطیع الحکم بن عبد اللہ،3۔ وسفیان بن عیینہ،4۔ وحمّادُ ابن أبی سلیمان،5۔ ومسعر بن کدام،6۔ وأیوب السختیانی،7۔ والأعمش،،8۔ وأثنی علی شعبہ بن الحجاج،9۔ وسفیان الثوری،10۔ والحسن بن صالح،11۔ وعبد الرزاق، 12۔وسعیدُ ابن أبی عروبہ،13۔ وحمّاد بن زید،14۔ وابن جریر،15۔ وشریک القاضی،16۔ وابن شُبرمہ،17۔ ووکیع،، 18۔ ویحیی بن سعید القطان،19۔ والإمام الشافعی،20۔ والإمام مالک،21۔ والإمام أحمد،22۔ وخالد الواسطی،23۔ وعیسی بن یونس،24۔ وأبو عاصم النبیل،25۔ وعبد اللہ بن داود،26 وأبو نعیم الفضل بن دکن،27۔ وعبد العزیز بن أبی رواد،28۔ وعبد العزیز الماجشون،29۔ وأبو معاویہ،30۔ وابن أبی لیلی 31۔ ویاسین بن الزیات،32۔ وابن السماک،33۔ ویحیی بن الیمان،34 وقیس بن الربیع،35۔ وخلف بن أیوب،36۔ ویحیی بن آدم،37۔ ویوسف بن خالد السُّمتی،38۔ والنضر بن شمیل، 39۔ ویحیی بن کثم،40۔ ومقاتل ابن حیّان،41۔ ومقاتل بن سلیمان42۔، ومکی بن إبراہیم،43۔ ویزید بن ہارون،44۔ وعلیہ بن عاصم،45۔ والقاضی أبو یوسف،46۔ ومحمد بن الحسن الشیبانی،47۔ وعبد الرزاق،49۔ وأبو نعیم،50۔ وہُشیم،51۔ وجعفر الصادق،52۔ وشعبہ،53۔ وعبد الکریم الجاری،54۔ إمام أہل الجزیرۃ، وکان یفتی بقولہ،55۔ والأحوص بن حکیم،56۔ والحکم بن ہشام،57۔ ومعمر بن راشد،58۔ وشریک النخعی، 59۔ والمغیرۃ بن موسی60۔، ومقاتل بن حیان، وغیرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ان کے علاوہ امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ نے اپنے تاریخ میں سات سوتیس 730 اجل ائمہ وفقہاء کے نام بیان کیے ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح سرائی فرمائی ہے۔(۲)

امام اعظم کی مدح سرائی میں علماء کے مزید اقوال لے لیے عقود الجمان ص 142 تا 183 کا مطالعہ فرمائیں۔ابوالاحمد غفرلہ بتوسل الامام المذکور۔

احادیث کی اتباع اور مسائل میں احتیاط:

علامہ نعمان بن محمود آلوسی فرماتے ہیں۔

" فقد کان أبو حنیفة رحمه الله تعالى یقول :حرام على من لم یعرف دلیلی أن یفتی بکلامی. وکان یقول لمن أفتاه :هذا رأی أبی حنیفة، وهو أحسن ما قدرنا علیه، فمن جاءنا بأحسن منه فهو الأولى والصواب.

(۱) الانتقاء فی فضائل الأئمة الفقهاء :مالك والشافعی وأبی حنیفة، لابن عبد البر" ص 137، طبع مطبعة المعاهد بمصر۔

(۲) الکتاب :شرح سنن أبی داود، ج3، ص498، المؤلف :أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسین الغیتابی الحنفی بدر الدین العینی (المتوفى 855 :هـ)

امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے تھے مجھ پر حرام ہے کہ جس مسئلہ کی دلیل کا مجھے علم نہ ہو اس پر محض اپنے کلام کے ساتھ فتویٰ دوں، اور جو آپ سے فتویٰ پوچھتا اس سے فرماتے یہ ابوحنیفہ کی رائے ہے اور ہم نے اس میں خوب محنت کی ہے پھر بھی جو شخص اس سے بہتر فتویٰ دے تو وہی (بہتر فتویٰ) اولیٰ اور درست تسلیم کیا جائے گا۔(۱)

"وقال الحكم بن هشام: كان أبو حنيفة لا يرد حديثًا ثبت عنده عن رسول الله، وكان من أعظم الناس أمانة، وأراده السلطان على أن يوليه مفاتيح خزانته فأبَى واختار ضربهم وحبسهم على عذاب الله. فقال له رجل: والله ما رأيت أحدًا وصفه بما وصفته. فقال: هو والله ما قلت لك.

حکم بن ہشام فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس حدیث کو رد نہ فرماتے جو نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہو جاتی آپ لوگوں میں سے امانت کے لحاظ سے اعلیٰ تھے، اور سلطان (ابن ھبیرہ) نے ارادہ کیا کہ آپ کو اپنے خزانوں کی کنجیاں دے (یعنی منصب قضاۃ پر بیٹھائے) لیکن آپ نے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی بجائے کوڑوں اور قید کو اختیار فرمایا، ایک آدمی نے کہا (اے حکم بن ہشام) میں نے کسی کو بھی امام ابوحنیفہ کی ایسی تعریف کرتے ہوئے نہیں دیکھا، جیسی تعریف آپ نے فرمائی ہے تو حضرت حکم بن ہشام نے فرمایا اللہ کی قسم امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایسے ہی تھے جیسا میں نے تم کو بیان کیا ہے۔(۲)

"وروى ابن عبد البر بسنده عن الحسن بن صالح بن حي قال: كان النعمان بن ثابت فهمًا عالمًا متثبتًا في علمه إذا صح عنده الخبر عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- لم يعده إلى غيره.

امام ابن عبدالبر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت حسن بن صالح بن حی نے فرمایا کہ امام نعمان بن ثابت (امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) انتہائی عقلمند اور علم میں لگاؤ رکھنے والے عالم تھے جب ان کے پاس نبی اکرم ﷺ کی کوئی صحیح حدیث پہنچ جاتی تو اس کا خلاف نہ کرتے۔(۳)

" وَعَنْ يَحْيَى بْنِ نَصْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَنِيفَةَ يَقُولُ عِنْدِي صَنَادِيقُ مِنَ الْحَدِيثِ مَا أَخْرَجْتُ مِنْهَا إِلَّا الْيَسِيرَ الَّذِي يُنْتَفَعُ بِهِ.

(۱) (الكتاب: جلاء العينين في محاكمة الأحمدين، ص203، المؤلف: نعمان بن محمود بن عبد الله، أبو البركات خير الدين، الآلوسي (المتوفى: 1317هـ)

(۲) (الانتقاء في فضائل الأئمة الفقهاء: مالك والشافعي وأبي حنيفة، لابن عبد البر "ص169، 170" طبع مطبعة المعاهد بمصر-

(۳) (الانتقاء في فضائل الأئمة الفقهاء: مالك والشافعي وأبي حنيفة، لابن عبد البر "ص128، طبع مطبعة المعاهد بمصر-

حضرت یحیی بن نصر فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا آپ نے فرمایا میرے پاس احادیث کے خزانے ہیں میں نے ان میں سے صرف وہ آسان مسائل اخذ کیے ہیں، جس سے نفع حاصل کیا جائے۔

"وَعَنْ أَحْمَدَ بْنِ يُونُسَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ شَدِيدَ الِاتِّبَاعِ لِلْأَحَادِيثِ الصِّحَاحِ.

حضرت احمد بن یونس فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے سنا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح احادیث کی بہت زیادہ اتباع فرماتے تھے۔(۱)

زھد وتقویٰ:

" وروى الخطيب بِسَنَدِهِ عَنْ أَسَدِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ أَبَا حنيفة كان يصلي بالليل وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ، وَيَبْكِي حَتَّى يَرْحَمَهُ جِيرَانُهُ. وَمَكَثَ أَرْبَعِينَ سَنَةً يُصَلِّي الصُّبْحَ بوضوء العشاء، وختم القرآن فى الموضع الّذى توفى فيه سبعين ألف مَرَّةٍ. وَكَانَتْ وَفَاتُهُ فِي رَجَبٍ مِنْ هَذِهِ السَّنَةِ- أَعْنِي سَنَةَ خَمْسِينَ وَمِائَةٍ- وَعَنِ ابْنِ معين سنة إحدى وخمسين. وَقَالَ غَيْرُهُ :سَنَةَ ثَلَاثٍ وَخَمْسِينَ. وَالصَّحِيحُ الْأَوَّلُ.

خطیب نے اپنی سند کے ساتھ اسد بن عمرو سے روایت کیا ہے، کہ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمام رات نوافل پڑھتے اور ہر رات کو قرآن پڑھتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ آپ کے ہمسائے آپ پر ترس کھاتے، آپ نے چالیس سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی، اور جس جگہ آپ کا انتقال ہوا اس جگہ پر آپ نے 70 مرتبہ قرآن مجید ختم فرمایا تھا۔(۲)

امام ذہبی علیہ الرحمۃ نے حضرت بکر سے روایت کیا کہ

حَدَّثَنِي بَكْرٌ، سَمِعْتُ أَبَا عَاصِمٍ النَّبِيلَ، يَقُولُ» :كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يُسَمَّى الْوَتِدَ لِكَثْرَةِ صَلَاتِهِ

میں نے ابوعاصم نبیل سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کثرت نوافل کی وجہ سے میخ کہا جاتا تھا (یعنی جس طرح میخ ایک جگہ لگ جائے تو حرکت نہیں کرتی کھڑی رہتی ہے اسی طرح آپ بھی نوافل میں کھڑے رہتے تھے، سبحان اللہ)

امام ذہبی علیہ الرحمۃ اس سے آگے فرماتے ہیں۔

"وَقَالَ حُرَيْثُ بْنُ أَبِي الْوَرْقَاءِ، سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ إِسْحَاقَ السَّمَرْقَنْدِيَّ، سَمِعْتُ أَبَا يُوسُفَ، يَقُولُ: كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ فِي رَكْعَةٍ

---

(۱) الكتاب :كشف الأسرار شرح أصول البزدوی، ج1، ص17،

(۲) الانتقاء فی فضائل الأئمة الفقهاء :مالك والشافعی وأبی حنيفة، لابن عبدالبر "ص135 "طبع مطبعة المعاهد بمصر

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہررات کوایک رکعت میں قرآن ختم فرماتے تھے۔ (میں کہتا ہوں یہ آپ کی کرامت ہوسکتی ہے کیونکہ یہ کام عادتاً نہیں کیا جاسکتا، ابوالاحمد غفرلہ) (۱)

علامہ صیمری فرماتے ہیں کہ۔

أُخْبِرْنَا أَبُو الْقَاسِم عبد الله بن مُحَمَّد الْبَزَّاز قَالَ ثَنَا مكرم قَالَ ثَنَا أَحْمد قَالَ ثَنَا سَلمَة بن شبيب قَالَ كَانَ عبد الرَّزَّاق يَقُول كنت إِذا رَأَيْت أَبَا حنيفَة رَأَيْت آثَار الْبكاء فِي عَيْنَيْهِ وخديه۔

حضرت عبدالرزاق فرماتے ہیں میں نے جب بھی ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیکھا تو (خوف الٰہی سے) رونے کے آثار آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آنکھوں اور رخسار پر دیکھے۔ (۲)

"أُخْبِرْنَا عبد الله بن مُحَمَّد قَالَ ثَنَا مكرم أَحْمد بن عَطِيَّة قَالَ ثَنَا قَالَ ثَنَا أَحْمد قَالَ ثَنَا مُحَمَّد بن مقَاتل قَالَ ثَنَا سهل بن مُزَاحم قَالَ كُنَّا ندخل على أبي حنيفَة وَلَا نرى فِي بَيته شَيْئا إِلَّا البواري"

حضرت سہل بن مزاحم فرماتے ہیں کہ ہم جب بھی امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر میں داخل ہوئے تو سوائے ایک چٹائی کے کچھ نہ دیکھا۔ (۳)

حضرت امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب پہلی بار کوفی میں آیا تو لوگوں سے پوچھا کہ اس شہر میں سب سے بڑا عالم دین کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور روایت میں آتا ہے کہ امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا کہ اس شہر میں سب سے بڑا فقیہ اور سب سے بڑا متقی کون ہے تو لوگوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد حضرت امام بخاری کے اُستاذ امام مکی بن ابراھیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کئی سال کوفہ میں رہا مجھے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کو کوئی فقیہ اور متقی نہیں ملا۔ (۴)

ایک دفعہ کوفہ کی مویشی منڈی میں کچھ لوٹ مار کی بکریاں لا کر بیچی جانے لگیں اور یہ معلوم نہ رہا کہ اصل بکریاں کون سی ہیں اور چوری ولوٹ مار کی کون سی ہیں آپ نے لوگوں سے پچھا کی ایک بکری کتنے سال تک زندہ رہ سکتی ہے کہا گیا کہ زیادہ سے زیادہ سات سال تک تو آپ نے احتیاطاً سات سال تک کوفہ سے بکر کا گوشت نہ کھایا۔ (کہ کہیں چوری کی بکری کا گوست پیٹ میں نی چلا

---

(۱) عنی بتحقیقه والتعلیق علیه :محمد زاهد الکوثری، أبو الوفاء الأفغانی۔الناشر :لجنة إحیاء المعارف النعمانیة، حیدر آباد الدکن بالهند۔الطبعة :الثالثة، 1408ھ)

(۲) المورخ والمحدث الکبیر، امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی، عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان،، ص 185)

(۳) (الکتاب :أخبار أبی حنیفة وأصحابه، 47، المؤلف :الحسین بن علی بن محمد بن جعفر، أبو عبد الله الصَّیمری الحنفی

(۴) (موفق بن احمد مکی، مناقب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ترجمہ، علامہ فیض احمد اویسی علیہ الرحمة، ص 207)

جائے (۱)

انہی دنوں آپ نے ایک فوجی کو دیکھا کہ اس نے بکری کا گوشت کھا کر اس کا فضلہ کوجی کی نہر میں پھینک دیا تو آپ نے مچھلی کی طبعی عمر کے بارے میں دریافت کیا اور پھر اتنے سال مچھلی کھانے سے بھی پرہیز کی۔ (۲)

فہم وفراست:

امام علی بن عاصم فرماتے ہیں۔

"لو وزن عقل ابی حنیفۃ بعقل نصف اھل الارض لرجح بھم"

اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقل کا اہل زمین میں سے آدھے لوگوں کی عقل سے موازنہ کیا جائے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقل غالب ہوگی۔ (۳)

خارجہ بن مصعب فرماتے ہیں۔

"لقیت الفاً من العلماء فوجدت العاقل منھم ثلاثۃ وذکر فی الثلاثۃ ابا حنیفہ"

کہ میں ہزار ہا علماء سے ملا میں نے ان میں سے تین کو زیادہ عاقل پایا اور ان تین میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر بھی کیا۔ (۴)

حضرت امام عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"ما رایت رجلاً اعقل من ابی حنیفۃ"

میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ عقل والا آدمی نہیں دیکھا۔

امام اعظم کا اپنے حاسدین کے لیے دعا کرنا:

علامہ صیمری فرماتے ہیں۔

أخبرنا عمر قَالَ ثَنَا مكرم قَالَ ثَنَا أَحْمد قَالَ ثَنَا أَبُو نعيم قَالَ سَمِعت أَبَا حنيفَة يَقُول من أبغضني جعله الله مفتيا.

ابونعیم فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے جو مجھ سے بغض رکھے اللہ اس کو مفتی بنادے۔ (۵)

---

(۱) موفق بن احمد مکی، مناقب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ترجمہ، علامہ فیض احمد اویسی علیہ الرحمۃ، ص 219

(۲) الخیرات الحسان فی مناقب نعمان، امام ابن حجر ہیتمی مکی الشافعی، ص 143

(۳) (المورخ والمحدث الکبیر، امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی، عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان، ص 200)

(۴) (المورخ والمحدث الکبیر، امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی، عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان، ص 201)

(۵) (الکتاب :أخبار أبی حنیفۃ وأصحابہ، 49، المؤلف :الحسین بن علی بن محمد بن جعفر، أبو عبد اللہ الصَّیمَری الحنفی

سخاوت:

علامہ صیمری فرماتے ہیں۔

"أخبرنا احمد بن محمد الصيرفي قال ثنا علي بن عمرو الحريري قال ثنا ابن كأس النخعي قال ثنا عبد الله بن أحمد بن بهلول الكوفي قال ثنا القاسم بن محمد البجلي عن إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة ان ابا حنيفة حين حذق حماد ابنه سورة الحمد وهب للمعلم خمسمائة درهم.

امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بیٹے حضرت حماد بن ابی حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) فرماتے ہیں کہ جب میں نے قرآن پاک کی سورہ الحمد سیکھی تو امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے میرے استاذ صاحب کو 500 سو درہم عطاء فرمائے۔ (۱)

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ، 1000، درہم عطاء فرمائے، جب آپ نے استاذ صاحب کو، 1000، درہم ملے تو انہوں نے ان کو واپس کر دیا اور فرمایا میں ان کو کیا کروں (یعنی یہ تو بہت زیادہ معاوضہ ہے یا فرمایا کہ میں قرآن کی تعلیم پر معاوضہ نہیں لوں گا)، تو امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) استاذ صاحب کے پاس آئے اور کہا محترم جو کچھ آپ نے میرے بیٹے کو سکھایا ہے یہ مال اس کے آگے کچھ بھی نہیں، اللہ کی قسم اگر میرے پاس اس سے زیادہ ہوتا تو قرآن سکھانے کی عظمت کی وجہ سے میں وہ بھی آپ کو دے دیتا۔ (۲)

أخبرنا عمر بن إبراهيم قال ثنا مكرم قال ثنا أحمد قال ثنا مليح قال ثنا ابي عن أبي حنيفة قال ماملكت أكثر من أربعة آلاف درهم منذ أكثر من أربعين سنة إلا أخرجته وإنما امسكها لقول علي رضي الله عنه أربعة آلاف درهم فما دونها نفقة ولولا اني أخاف ان ألجأ إلى هؤلاء ما تركت منها درهما واحدا.

حضرت ملیح فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم نے امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیان کرتے ہیں، چالیس سال تک میں 4 ہزار درہم سے زیادہ کا مالک نہیں رہا جب بھی میرے پاس 4 ہزار سے زیادہ رقم ہوتی تو اس کو صدقہ کر دیتا اور 4 ہزار میں نے اس لیے رکھے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ 4 ہزار سے کم کم (اہل وعیال کا) نفقہ ہے اگر مجھے اہل وعیال کا خوف نہ ہوتا تو میں ایک درہم بھی اپنے پاس نہ رکھتا۔ (۳)

---

(۱) الكتاب :أخبار أبي حنيفة وأصحابه،57،المؤلف :الحسين بن علي بن محمد بن جعفر، أبو عبد الله الصيمري الحنفي (المتوفى : 436هـ)الناشر :عالم الكتب-بيروت الطبعة :الثانية،1405هـ-1985م

(۲) المورخ والمحدث الكبير، امام محمد بن يوسف الصالحي الشافعي، عقود الجمان في مناقب الامام اعظم النعمان، ص 190، بتصرف

(۳) الكتاب :أخبار أبي حنيفة وأصحابه،61،المؤلف :الحسين بن علي بن محمد بن جعفر، أبو عبد الله الصيمري الحنفي (المتوفى 436 :هـ)

ذریعہ کسب:

عمر بن حماد فرماتے ہیں۔

"کان ابو حنیفۃ خزازاً، دکانہ معروفۃ فی دار عمرو بن حریث"

کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے اور آپ کی دکان دار عمرو بن حریث میں مشہور تھی۔ (۱)

امام ابو یوسف فرماتے ہیں۔

"کان ابو حنیفۃ باذلاً للمال، مستغنیاً بنفسہ عن جمیع الناس لا یمیل الی طمع"

کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثیر المال تھے اور اپنی ذات کے لحاظ سے تمام لوگوں سے بے پروا تھے اور لالچ تو کبھی بھی آپ کے قریب سے بھی نہ گزری۔

لباس میں احتیاط:

مُفَسِّرِ قرآن، حضرت علامہ اسماعیل حَقّی حَنَفِی عَلَیہ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے رات کی نماز کے لیے ایک قیمتی لباس سلوا رکھا تھا جس میں قمیص، عمامہ، چادر اور شلوار تھی اس کی قیمت پندرہ سو درہم تھی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اسے روزانہ رات کے وقت زیبِ تن فرماتے اور ارشاد فرماتے: اَلتَّزَیُّنُ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَوْلٰی مِنَ التَّزَیُّنِ لِلنَّاسِ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے زینت اختیار کرنا لوگوں کے لیے زینت اختیار کرنے سے بہتر ہے۔ (۲)

ابو نعیم فضل بن دکین فرماتے ہیں۔

"کان ابو حنیفۃ حسن الثوب النعل"

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھے کپڑے اور جوتے استعمال فرماتے تھے۔ (۳)

امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"کان ابو حنیفۃ اذا ارادا الخروج نظر الی شسع النعلہ فاذا کان یحتاج ان یصلحہ اصلحہ کثیراً ما یلبس الخف فما رایتہ منقطع الشسع"

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نکلنے کا ارادہ فرماتے تو اپنے جوتے کے تسمے کو دیکھتے اگر اس کو اصلاح کرنے کی ضرورت ہوتی تو اس کی اصلاح کرتے میں نے کبھی بھی آپ کے جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا نہیں دیکھا۔

علی بن مغیرہ کوفی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ۔

---

(۱) المورخ والمحدث الکبیر، امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی، عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان، ص 239

(۲) تفسیر روح البیان، پ۸، الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۱، ۳/۱۵۴

(۳) (المورخ والمحدث الکبیر، امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی، عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان، ص 241)

"رایت شخصاً فی مسجد الکوفۃ یفتی الناس علیہ قلنسوۃ سوداء طویلۃ فقلت من هذا؟ قالوا ابو حنیفۃ"

میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کی مسجد میں دیکھا کہ آپ لوگوں کو فتویٰ دے رہے تھے اور آپ پر ایک سیاہ اور لمبی ٹوپی تھی میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں تو انہوں نے کہا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (۱)

علامہ ابومطیع فرماتے ہیں۔

"رایت علی ابی حنیفۃ یوم الجمعۃ رداء و قمیصاً قومتهما باربعمائۃ درهم۔

میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جمعہ کے دن دیکھا کہ آپ پر ایک چادر اور ایک قمیص تھی جن کی قیمت چار سو درہم تھی۔

وصال پر ملال:

حضرت سیِّدُنا بشر بن ولید علیہ رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ خلیفہ ابوجعفر منصور نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف قاصد بھیجا اور عہدۂ قضاء آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار فرما دیا۔ ابوجعفر نے قسم کھائی کہ تمہیں یہ کام ضرور کرنا پڑے گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی قسم کھائی کہ میں ہرگز نہیں کروں گا۔ حضرت سیِّدُنا ربیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کی : آپ دیکھتے نہیں کہ خلیفہ قسم کھا رہا ہے۔ تو فرمایا: خلیفہ اپنی قسم کا کفارہ دینے پر مجھ سے زیادہ قادر ہے۔ چنانچہ، خلیفہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔ قید خانہ میں ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیزران کے قبرستان میں سپُردِ خاک کیا گیا۔ (۲)

وروی الخطیب بِسَنَدِهِ عَنْ أَسَدِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ أَبَا حنیفۃ کان یصلی باللیل وَیَقْرَأُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ، وَيَبْكِي حَتَّى يَرْحَمَهُ جِيرَانُهُ. وَمَكَثَ أَرْبَعِينَ سَنَةً يُصَلِّي الصُّبْحَ بوضوء العشاء، وختم القرآن فی الموضع الّذی توفی فیہ سبعین ألف مَرَّةٍ، وَكَانَتْ وَفَاتُهُ فِي رَجَبٍ مِنْ هَذِهِ السَّنَةِ- أَعْنِي سَنَةَ خَمْسِينَ وَمِائَةٍ- وَعَنِ ابْنِ معین سنۃ إحدی وخمسین. وَقَالَ غَيْرُهُ :سَنَةَ ثَلَاثٍ وَخَمْسِينَ. وَالصَّحِيحُ الْأَوَّلُ.

خطیب نے اپنی سند کے ساتھ اسد بن عمرو سے روایت کیا ہے، کہ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمام رات نوافل پڑھتے اور ہر رات کو قرآن پڑھتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ آپ کے ہمسائے آپ پر ترس کھاتے، آپ نے چالیس سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی، اور جس جگہ آپ کا انتقال ہوا اس جگہ پر آپ نے 70 مرتبہ قرآن مجید ختم فرمایا تھا، آپ کی وفات رجب المرجب میں 150ھ کو ہوئی، اور امام ابن معین فرماتے ہیں کہ 151ھ کو وفات ہوئی، اور ایک روایت میں آتا ہے کہ

(۱) المورخ والمحدث الکبیر، امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی، عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم النعمان، ص 242

(۲) تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابوحنیفۃ التیمی، ذکر قدوم ابی حنیفۃ بغداد و موتہ بھا، ج ۱۳، ص ۳۲۴/۳۲۹

153ھ کو وفات ہوئی لیکن پہلا قول (150ھ والا) ہی صحیح ہے۔

ابوحسان زیادی فرماتے ہیں کہ جب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید خانے میں موت سامنے نظر آئی تو آپ سجدہ میں گر پڑے اور آپ نے ابھی سجدہ سے سر نہ اُٹھایا تھا کہ آپ کو موت نے آلیا اور آپ کی روح مبارک پرواز کر گئی" انا للہ و انا الیہ راجعون" اس روایت کے راوی ابوحسان زیادی شافعی ہیں اور یہ روایت اہل شوافع کی دیانت کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے سچے لوگوں پر اپنی رحمت کا نزول فرمائے۔ آمین۔ (۱)

"وقال روح بن عبادة : كنت عند ابن جريج سنة خمس ومائة، فقيل له : مات أبو حنيفة، فقال : رحمه الله قد ذهب معه علم كثير.

حضرت بن عبادہ فرماتے ہیں میں 150ھ کو حضرت ابن جریج علیہ الرحمۃ کے پاس تھا کسی نے حضرت ابن جریج علیہ الرحمۃ کو کہا کہ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی وفات ہوگئی ہے تو آپ نے فرمایا اللہ ان پر رحمت فرمائے ان کے ساتھ علم کثیر چلا گیا۔ (۲)

نماز جنازہ اور مدفن:

جب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اُٹھا تو لوگوں کا سمندر تھا اور ان میں اکثر لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے، آپ کے جنازہ پر اتنے لوگ آئے کہ 6 بار نماز جنازہ پڑھی گئی اور ہر بار اتنا ہجوم ہوتا کہ دور دور تک صفیں کھڑی نظر آتیں آخری بار نماز جنازہ آپ کے بیٹے حماد بن ابوحنیفہ نے پڑھائی۔ (۳)

امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"وَكَانَ مَوْلِدُهُ فِي سَنَةِ ثَمَانِينَ فَتَمَّ لَهُ مِنَ الْعُمُرِ سَبْعُونَ سَنَةً. وَصُلِّيَ عَلَيْهِ بِبَغْدَادَ سِتَّ مَرَّاتٍ لِكَثْرَةِ الزِّحَامِ، وَقَبْرُهُ هُنَاكَ رَحِمَهُ اللَّهُ.

آپ (امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) 80ھ کو پیدا ہوئے اور (150ھ کو وفات پائی) تو آپ کی کل عمر 70 سال بنتی ہے بغداد شریف میں لوگوں کی کثرت کی وجہ سے آپ پر چھ مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی اور آپ کا مدفن بھی وہیں ہے۔ (۴)

تصانیف:

1۔ کتاب العالم والمتعلم۔ 2۔ الفقہ الاکبر۔
3۔ کتاب الوصایا۔ 4۔ کتاب المقصود۔ 5۔ کتاب الاوسط۔ وغیرہ

(۱) موفق بن احمد مکی، مناقب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ترجمہ، علامہ فیض احمد اویسی علیہ الرحمۃ، ص 434

(۲) (الانتقاء فی فضائل الأئمة الفقهاء : مالك والشافعي وأبي حنيفة، لابن عبد البر "ص 135"

(۳) (موفق بن احمد مکی، مناقب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ترجمہ، علامہ فیض احمد اویسی علیہ الرحمۃ، ص 426)

(۴) (الكتاب : البداية والنهاية، ج10، ص107، المؤلف : أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي

فقہ حنفی اور استنباط کا طریقہ:

امام اعظم اپنا طریق اجتہاد و استنباط یوں بیان کرتے ہیں:

"ماجاء عن رسول اللہ ﷺ فعلی الراس والعین وما جاء عن الصحابۃ اخترنا وماجاء غیر ذلك فهم رجال ونحن رجال"

کہ جو قول رسول ﷺ کا ہے وہ ہمارے سرآنکھوں پر اور جو صحابہ کرام کا ہے اس کو بھی ہم اختیار کرتے ہیں اور جو ان کے علاوہ کسی اور کا ہے تو وہ بھی مرد ہیں ہم بھی مرد ہیں۔ (۱)

"یعنی میں سب سے پہلے کسی مسئلے کا حکم کتاب اللہ سے اخذ کرتا ہوں، پھر اگر وہاں وہ مسئلہ نہ پاؤں تو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے لیتا ہوں، جب وہاں بھی نہ پاؤں تو صحابہ کرام کے اقوال میں سے کسی کا قول مان لیتا ہوں اور ان کا قول چھوڑ کر دوسروں کا قول نہیں لیتا اور جب معاملہ ابراہیم شعبی، ابن سیرین اور عطاء و سفیان ثوری پر آجائے تو یہ لوگ بھی مجتہد تھے اور اس وقت میں بھی ان لوگوں کی طرح اجتہاد کرتا ہوں۔"

آپ کے اجتہادی مسائل تقریباً بارہ سو سال سے تمام اسلامی ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس لیے بڑی بڑی عظیم اسلامی سلطنتوں میں آپ ہی کے مسائل، قانون سلطنت تھے اور آج بھی اسلامی دنیا کا بیشتر حصہ آپ ہی کے فقہی مذہب کا پیروکار ہے۔

فقہ حنفی کی اشاعت و خدمت سب سے زیادہ ان کے شاگردوں قاضی ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی علیہما الرحمۃ نے کی۔ قاضی ابو یوسف کو ہارون رشید نے مملکت کا قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بنا دیا تھا۔ اس لیے ان کی وجہ سے فقہ حنفی کے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ (ابوالاحمد غفرلہ)

طریقہ تدوین فقہ:

تدوین فقہ کے سلسلے میں امام صاحب کا طریقہ کار یہ تھا کہ مسائل اپنے تمام ان شاگردوں کے سامنے پیش کرتے جو وقت کے قاضی اور مفتی تھے، اور انہیں اپنے خیالات بیان کرنے کی آزادی ہوتی، اس طرح بحث وتمحیص کا بازار گرم ہو جاتا، دلائل و براھین سامنے آتے، پھر امام صاحب اپنے رائے کا اظہار فرماتے۔ صرف اپنی ہی رائے پر اکتفاء نہ فرماتے تھے اور نہ ہی اپنی رائے کسی پر مسلط کرتے تھے۔ (۲)

پھر بحث وتمحیص کے بعد جو رائے قائم کی جاتی اس کو بعد میں مکمل دھیان اور یک سوئی سے سنتے، کہ کہیں کوئی غلطی نہ ہونے پائے۔ اور لکھ لیتے یوں ہی آپ نے فقہ اسلامی کے تقریباً بارہ لاکھ مسائل کا حل پیش فرمایا، ان میں سے کچھ وہ تھے جو درپیش آچکے تھے اور کچھ آنے والے تھے۔ (۳)

(۱) الفروق فی الفروع، امام محمد بن حسین نیشا پوری، مکتبہ طیبہ کوئٹہ، پاکستان، ص19

(۲) امام موفق بن احمد مکی، مناقب امام اعظم، ج2، ص133

(۳) (امام کردری، ج2، ص109)

امام اعظم کی مجلس تدوین فقہ کے اہم ارکان:

1۔ مجلس کے صدر نشین امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 150ھ۔
2۔ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 182ھ۔
3۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 189ھ۔
4۔ امام زفر بن ہذیل بن قیس العنبری رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 158ھ۔
5۔ عافیہ بن یزید الاودی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 180ھ۔
6۔ اسد بن عمرو البجلی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 188ھ۔
7۔ داؤد بن نصیر ابو سلیمان الطائی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 165ھ۔
8۔ قاسم بن معن بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 175ھ۔
9۔ علی بن مسہر رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 189ھ۔
10۔ یحییٰ بن ذکریا بن ابی زائدہ رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 182ھ۔
11۔ حبان بن علی کوفی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 172ھ۔
12۔ مندل بن علی کوفی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 168ھ۔
13۔ یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 198ھ۔
14۔ عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 181ھ۔
15۔ یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 206ھ۔
16۔ عبد الرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 211ھ۔
17۔ حماد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 179ھ۔
18۔ مکی بن ابراھیم البلخی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 215ھ۔
19۔ بشر بن غیاث المریسی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 228ھ۔
20۔ مالک بن مغول البجلی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی 159ھ۔

ان کے علاوہ جو ارکان ہیں ان کی تعداد تقریباً ایک ہزار کے قریب ہے۔ جو مختلف مقاموں میں اسلام کی خدمت میں کوشاں تھے۔

امام اعظم سے اختلاف روایات کی وجوہ:

حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے اصحاب و تلامذہ نے ایک ہی مسئلہ میں آپ سے مختلف روایات بیان کی ہیں اور یہی ایک وجہ ان کے مابین مسائل میں اختلاف حکم کی ہے امام ابو بکر البلیغی اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے "درر" میں فرماتے ہیں کہ حضرت

امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے اختلاف روایت کئی وجوہات سے ہوسکتا ہے: اوّل یہ کہ سامع کو سننے میں غلطی ہوگئی ہو۔ دوم یہ کہ امام نے اپنے قول سے رجوع فرمالیا ہو کسی نے یہ رجوع خود اپنے کانوں سے سن لیا اور کسی نے نہیں سنا تو اسے رجوع کا علم نہ ہوا۔ سوم یہ کہ امام نے ایک قول علی وجہ القیاس فرمایا اور دوسرا قول بروجہ استحسان فرمایا تو جس نے جو سنا روایت کر دیا۔ چہارم یہ کہ کسی مسئلہ کے مختلف پہلو تھے آپ نے ایک پہلو سامنے رکھ کر ایک جواب دیا اور دوسرے پہلو کو مدنظر رکھ کر دوسرا جواب دے دیا، ان کے علاوہ بھی علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ "شرح عقود رسم المفتی المنظوم" میں کچھ اور صورتیں بھی اختلاف روایات کی وجوہ میں بیان فرمائی ہیں۔ (۱)

---

(۱) مجموعۃ رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثانیۃ: شرح: عقود رسم المفتی، ج ۱، ص ۲۲.

حالاتِ زندگی الملاعلی القاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ

اسم مبارک:

نورالدین أبوالحسن علی بن سلطان محمد القاری، الہروی المکی

ولادت:

آپ کی ولادت کے بارے میں اکثر سیرت نگار خاموش ہیں کسی نے کوئی تاریخ نہیں بتائی۔لیکن آپ افغانستان کے ایک شہر ھرات میں پیدا ہوئے۔

تاریخ وفات:

1014ھ=1606م

الاقامت:

مکۃ المکرمۃ۔

مسلک:

أہل السنۃ والجماعۃ، ماتریدیۃ، أشعریۃ، صوفیۃ۔

المذہب:

حنفی۔

کنیت:

أبوالحسن۔

لقب:

نورالدین۔ (۱)

ذریعہ معاش:

کان زاهداً فی الدنیا، بعیداً عن الحکام ومجالسهم، حاملاً علی أهل البدع والضلالات فی مکة المکرمة (محل إقامته)، وکان تعلّم الخط الغربی حتی برز فیه، فکان مورد رزقه

(۱) کتاب: منح الروض الأزهر فی شرح الفقه الأکبر، تألیف: الملا علی القاری، ومعه: التعلیق المیسر علی شرح الفقه الأکبر، تألیف: الشیخ وهبی سلیمان غاوجی، الناشر: دار البشائر الإسلامیة، الطبعة الأولی 1998م، ص 15:

مصحفان يكتبهما فى كل عام. ويزين المصحف بعض القراءات (وهو من القراء). فيبيع المصحفين أما أحدهما فيتقوّت بثمنه طوال عامه. وأما الثانى فيتصدّق بثمنه. وكان ذلك يكفيه؛ إذ كان يعيش بلا زوجة ولا جارية ولا ولد ولا أهل. قال الشيخ محمد عبد الحليم النعمانى :ظلّ الملّا على القارى قانعاً بما يحصِّل من بيع كتبه. وغلب على حاله الزهد والعفاف والرضا بالكفاف. وكان قليل الاختلاط بغيره كثير العبادة والتقوى. شديد الإقبال على عالِم السر والنجوى جلّ جلاله.

ترجمہ : علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ دنیا میں زاہد تھے اور حکمرانوں اور ان کی مجالس سے دور رہتے تھے، آپ نے مکہ میں جو کہ آپ کا جائے اقامت ہے اہل بدعت کے خلاف علم بلند رکھا، آپ عربی رسم الخط میں ماہر تھے اور ہر سال دو قرآن مجید کے نسخے تیار فرماتے اور ایک اجل قاری ہونے کی حیثیت سے ان نسخوں کو قرات کے ساتھ مزین کرتے، پھر ان کو بیچتے اور ایک کی قیمت کے ساتھ سارے سال کا خرچہ چلاتے اور دوسرے کی قیمت کو صدقہ فرما دیتے، اور یہ رقم آپ کو کافی ہوتی کیونکہ نہ آپ کی زوجہ تھی نہ کنیز، نہ بچے اور گھر والے۔

شیخ عبدالعلیم نعمانی فرماتے ہیں کہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کو اپنی کتابت سے جو حاصل ہوتا اس پر قناعت کرتے ہوئے زندگی گزاری اور آپ کی حیات مبارک میں زہد، پاک دامنی، وغیرہ غالب تھی، آپ کسی سے بہت کم ملتے تھے، اکثر عبادت، تقوی میں رہتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کے راز دار عالِم دین کا بہت اکرام فرماتے تھے۔ (۱)

علمی زندگی:

آپ کی زندگی کے تین مراحل ہیں جو درج ذیل ہیں۔

المرحلة الأولى وُلد فى هراة. وتعلّم القرآن الكريم وحفظه. وتلقّى مبادىء العلوم وحضر حلقات العلماء فى بلاده وصلّى بالناس إماماً. فلُقب بالقارى. كعادتهم فى اللقب ذلك الزمان.

پہلا مرحلہ یہ کہ آپ ھرات میں پیدا ہوئے اور قرآن کی تعلیم حاصل کی اور اس کو حفظ کیا پھر ابتدائی علوم حاصل لیے اور اپنے شہر کے علماء کے حلقہ درس میں شریک ہوئے اور لوگوں سے نماز میں امام بنے، اسی وجہ سے آپ کا نام قاری پڑ گیا کیونکہ اس زمانہ کی عادت تھی کہ جو کوئی کام کرتا اس کو اسی کام کے ساتھ ملقب کیا جاتا تھے۔

اور دوسرا مرحلہ یہ کہ آپ اپنی جوانی میں مکہ مکرمہ چلے گئے آپ کی یہ ہجرت سلطان اسماعیل صفوی کے فتنہ کے بعد تھی یہ جس شہر پر بھی حملہ کرتا اس میں قتل عام کرتا اور مال و اسباب لوٹ لیتا تھا اس نے خلق کثیر کو قتل کیا جن کی تعداد لاکھ سے زیادہ تھی، ان میں

---

(۱) كتاب منح الروض الأزهر فى شرح الفقه الأكبر، تأليف :الملا على القارى، ومعه :التعليق الميسر على شرح الفقه الأكبر، تأليف: الشيخ: وهبي سليمان غاوجي، الناشر: دار البشائر الإسلامية، الطبعة الأولى، 1998 م، ص: 16-17، ... 20

سے بڑے بڑے علماء بھی تھے اور اتنی کثرت سے علماء کو قتل کیا کہ عجم میں کوئی اہل علم باقی کہ رہا، اور ان کی تمام کتب اور مصاحف کو جلادیا کیونکہ یہ اہل سنت کے مصاحف تھے۔(۱)

سلطان اسماعیل صفوی کے اسی فتنہ کی وجہ سے امام ملاعلی القاری علیہ الرحمۃ نے بھی بیت اللہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی، اور وہاں مشائخ کے حلقہ درس میں بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینہ کو کھول کر اس میں علوم فنون کی دولت کا نزول فرمایا آپ کو جب بھی دیکھا جاتا یا آپ کے پاس کوئی کتاب ہوتی یا آپ کسی استاذ کے سامنے بیٹھے ہوتے، اور 973ھ سے لیکر 1003 تک آپ کی یہی حالت رہی (یعنی آپ علم کی طلب میں لگے رہے پھر) 1003 کو آپ نے رسائل اور کتب کی تالیف شروع فرمائی۔(۲)

آپ کی زندگی کا تیسرا مرحلہ یہی تھا کہ آپ نے کتب کی تصنیف شروع فرمائی تو آپ نے 1003ھ سے لیکر 1014ھ، تک کے قلیل عرصہ میں 148 سے زائد کتب اور رسائل لکھے۔(۳)

حق بات کی طرف رجوع:

کان الإمام علی القاری رأی فترة أن" والدی الرسول " فی النار. و کتب فی هذا رسالة. لکنه رجع عن ذلك فی شرحه للشفاء للقاضی عیاض، الذی انتهی منه سنة 1011ھ أی قبل وفاته بثلاث سنوات.

امام ملاعلی قاری علیہ الرحمہ نبی اکرم ﷺ کے والدین کے متعلق یہ رائے رکھتے تھے کہ وہ (نعوذ باللہ) آگ میں ہیں اور آپ نے اس بارے ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا تھا لیکن آپ نے اپنے اس نظریے سے شرح شفاء للقاضی عیاض (جو کہ آپ کی وفات سے تین سال پہلے یعنی 1011ھ کو مکمل ہوئی) کے اندر رجوع فرمالیا۔(۴)

فقد جاء فیه بعد کلام :(وأبو طالب لم یصح إسلامه)» :وأما إسلام أبویه ففیه أقوال، والأصح إسلامهما علی ما اتفق علیه الأجلّة من الأمة. کما بیّنه السیوطی فی رسائله الثلاث المؤلفة.

---

(۱) الإعلام بأعلام بین الله الحرام، للعلامة المؤرخ الشیخ قطب الدین المکی، ص.185 :

(۲) التعلیق المیسر علی شرح الفقه الأکبر، تألیف :الشیخ وهبی سلیمان غاوجی، الناشر :دار البشائر الإسلامیة، الطبعة الأولی : 1998م، ص15 :-.17

(۳) الإمام علی القاری وأثره فی علم الحدیث، تألیف :الشیخ خلیل إبراهیم قوتلای، ص.115 :

(۴) کتاب :منح الروض الأزهر فی شرح الفقه الأکبر، تألیف :الملا علی القاری، ومعه :التعلیق المیسر علی شرح الفقه الأکبر، تألیف : الشیخ وهبی سلیمان غاوجی، الناشر :دار البشائر الإسلامیة، الطبعة الأولی 1998 :م، ص18 :-.19

اس (شرح شفاء) میں آپ نے جہاں ذکر کیا کہ "حضرت ابو طالب کا اسلام ثابت نہیں" اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اور نبی اکرم ﷺ کے والدین کے اسلام کے بارے میں کئی اقوال ہیں اور ان میں صحیح ترین قول یہ ہے کہ وہ مسلمان تھے اسی بات پر اجل ائمہ کرام کا اتفاق ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے اپنے تالیف شدہ تین رسائل میں واضح فرمایا ہے۔ (۱)

وقال» :وأما ما ذكروا من إحيائه عليه الصلاة والسلام أبويه. فالأصح أنه وقع على ما عليه الجمهور الثقات. كما قال السيوطي في رسائله الثلاث المؤلفة.

(اور ایک جگہ پر فرماتے ہیں) اور جو علماء کرام نے ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے والدین کو زندہ کیا گیا تو صحیح یہ ہے کہ ایسا ہی ہوا تھا (کہ آپ کے والدین کو زندہ کیا گیا اور وہ نبی اکرم ﷺ پر ایمان لائے) اسی پر ثقہ جمہور قائم تھے (اور اب بھی ہیں) جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اپنے تالیف شدہ تین رسائل میں فرمایا ہے۔ (۲)

شیوخ:

آپ نے بہت سے محققین سے اخذ فیض کیا جن میں دو بہت نامور اور مشہور ہیں۔

(1) أبو العباس، أحمد بن محمد بن علي، ابن حجر الهيتمي الشافعي، المتوفى سنة (973ھ)۔

(2) الشيخ علاء الدين علي بن حسام الدين، الشهير بالمتقي الهندي، والمتوفى سنة (975ھ) صاحب كتاب أكنز العمال۔ (۳)

تلامذہ:

آپ کے شاگردوں میں سے یہ دو ہستیاں مقام کمال کو پہنچیں۔

بدالرحمن المرشدي المتوفى سنة (1037ھ)۔

وعبدالقادر بن محمد. المتوفى سنة (1533ھ). رغيرهما. (۴)

رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق عقیدہ:

دنیا کی زندگی میں سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار صرف ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کو حاصل ہوا۔ ہاں دل کی نگاہ سے یا خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار دوسرے انبیاء علیہم السلام بلکہ بہت سے اولیاء کرام کو بھی نصیب ہوا۔ اور آخرت میں ہر سنی مسلمان کو اللہ تعالیٰ اپنا دیدار کرائے گا مگر یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار بلا کیف ہے۔ یعنی دیکھیں گے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے؟ اور کس طور پر دیکھیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جب دیکھیں گے۔ اس وقت بتا دیں گے۔ اس میں بحث کرنا جائز نہیں۔ یہ ایمان رکھو کہ قیامت میں ضرور اس کا دیدار ہوگا جو آخرت کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے۔

---

(۱) انظر :شرح الشفاء للقاری1/.601

(۲) انظر :النهجة الإصلاحية للشيخ مصطفى الحمامي.

(۳) خلاصة الأثر3/185، *سمط النجوم العوالي4/394، *البدر الطالع1/.445* خلاصة الأثر2/166، *البدر الطالع1/.109

(۴) خلاصة الأثر2/.369، خلاصة الأثر2/.457

میلاد کے بارے میں عقیدہ:

میلاد مبارک پر خوشی منانے کے بارے میں آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

وان كان السرور بمقدمه الشريف نفسه قربة. (۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر خوشی منانا عبادت ہے۔

حاضر وناظر کے متعلق عقیدہ:

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں : ہر مومن کے گھر میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ ؤالہ وسلم کی روح مبارک تشریف فرما رہتی ہے۔ (۲)

نور مصطفیٰ کے متعلق عقیدہ:

علامہ ملا علی قاری رَحْمَةُ اللهِ تَعالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں" وَاَیُّ مَانِعٍ مِنْ اَنْ یُجْعَلَ النَّعْتَانِ لِلرَّسُوْلِ صلّى الله تعالٰی علیه وسلّم فَاِنَّه نُوْرٌ عَظِیْمٌ لِکَمَالِ ظُهُوْرِه بَیْنَ الْاَنْوَارِ وَ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ حَیْثُ اَنَّه جَامِعٌ لِجَمِیْعِ الْاَسْرَارِ وَمُظْهِرٌ لِلْاَحْکَامِ وَالْاَحْوَالِ وَالْاَخْبَارِ"

یعنی اور کون سی رکاوٹ ہے اس بات سے کہ دونوں نعتیں یعنی نور اور کتابِ مبین رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ ؤالہ وَسَلَّم کے لیے ہوں بے شک حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ ؤالہ وَسَلَّم نورِ عظیم ہیں انوار میں ان کے کمال ظہور کی وجہ سے اور حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کتاب مبین ہیں اس حیثیت سے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جمیع اسرار کے جامع ہیں اور احکام واحوال واخبار کے مُظْہِر ہیں۔ (۳)

اولیاء کے متعلق عقیدہ:

حضرتِ سیدنا ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے ارشاد فرمایا : اَولیاء کرام رضی اللہ عنھم کی دونوں حالتوں یعنی حیات وممات میں اصلاً فرق نہیں، اسی لئے کہا گیا ہے ! کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔ (۴)

تصنیفات:

شیخ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کی تصانیف بہت زیادہ میں آپ کی طرف ایک سو چالیس سے زائد کتب کی نسبت کی گئی ہے ،جن میں سے بعد کے اسماء یہ ہیں۔

1- الأحاديث القدسية مطبوع بتحقيق أبو إسحاق الأثرى.

2- أربعون حديثا فى فضائل القرآن.

---

(۱) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب مناقب والفضائل، باب مناقب عمر رضى الله عنه، تحت الحديث ۱۰۴۸، ج ۱۰، ص ۴۰۳،

(۲) شرح شفاء، الباب الرابع، ج ۲، ص ۱۱۸

(۳) شرح شفا، القسم الاول، الباب الاول فى ثناء الله تعالى عليه۔۔۔الخ، الفصل الاول، ۱/۵۱

(۴) مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب الجمعة، الحديث ۱۳۶۶، ج ۳ ۴۵۹

-3 الاستئناس بفضائل ابن عباس رضی الله عنهما.

-4 الأسرار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة مطبوع بتحقيق محمد لطفی الصباغ.

-5 الاصطناع فی الاضطباع. رأيت نسختين منه فی مكتبة عارف حكمت.

-6 الأصول المهمة فی حصول المتمة. طبع مرتان آخرهما بتحقيق مشهور سلمان.

-7 الأعلام لفضائل بيت الله الحرام.

-8 الإنباء بأن العصا من سنن الأنبياء. فی مكتبتی مصورة منه.

-9 أنوار الحجج فی أسرار الحجج طبع بتحقيق أحمد الكردی.

-10 بداية السالك فی نهاية المسالك فی شرح المناسك.

-11 بيان فعل الخير إذا دخل مكة من حج عن الغير مطبوع سنة 1287ھ.

-12 تحسين الطوية فی تحسين النية فی مكتبة عارف حكمت نسختان منه.

-13 تزيين العبارة لتحسين الإشارة طبع بتحقيق عثمان جمعه.

-14 تسلية الأعمى عن بلية العمى وهو كتابنا هذا.

-15 رسالة الإقتداء فی الصلاة للمخالف. منه نسختان فی مكتبة عارف حكمت.

-16 رسالة فی بيان التمتع فی أشهر الحج للمقيم بمكة من عام. رأيت نسخة منه فی المكتبة المذكورة.

-17 رفع الجناح وخفض الجناح فی أربعين حديثا فی النكاح. فی مكتبة عارف حكمت نسخة منه- وقد طبع بتحقيق مشهور سلمان.

-18 شرح مسند أبی حنيفة. مطبوع بتحقيق خليل انميس.

-19 شم العوارض فی ذم الروافض. طبع سنة (1410ھ).

-25 ضوء المعالی لبدء الأمالی. مطوع.

-21 فتح الأسماع فی شرح السماع. محقق فی جامعة الإمام.

-22 فتح باب العناية فی شرح كتاب النقاية. مطبوع الجزء الأول منه.

-23 فر العون ممن يدعی إيمان فرعون. مطبوع بالقاهرة

-24 كشف الخدر فی حال الخضر. مطبوع.

-25 مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح. طبع عدة مرات.

-26 المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط. مطبوع فی بيروت.

-27 المعدن العدنی فی فضل أويس القرنی. مطبوع.

28- معرفة النساك فی معرفة السواك، مطبوع.

29- المقالة العذبة فی العمامة والعذبة، منه نسختان فی مكتبة عارف حكمت.

30- المنح الفكرية شرح المقدمة الجزرية، طبع سنة 1308ھ.

31- الهبات السنيات فی تبيين أحاديث الموضوعات، لعله المطبوع بعنوان: المصنوع فی معرفة الموضوع سنة 1398ھ.

32- الهيئة السنية العلية علی أبيات الشاطبية.(۱)

اس کے علاوہ آپ نے ایک ایک موضوع پر کئی کتب تصنیف فرمائیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

التوحید/ 17 کتابیں۔ — أصول الفقہ/ 1 کتاب۔

الفقہ/ 20 کتابیں۔ — المناسک/ 11 کتابیں۔

الفرائض/ 1 کتاب۔ — التفسیر/ 6 کتابیں۔

القراءات والتجوید/ 5 کتابیں۔ — السیرۃ والشمائل/ 6 کتابیں۔

الأدعیۃ والأذکار/ 3 کتابیں۔ — التراجم/ 5 کتابیں۔

اللغۃ/ 3 کتابیں۔ — النحو/ 6 کتابیں۔

مواعظ وکتب أخری/ 21 کتابیں۔

ان کے علاوہ وہ رسائل جو آپ کی طرف منسوب ہیں ان کی تعداد/ 24 ہے۔ (۲)

وفات:

آپ کے سیرت نگار آپ کی وفات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ۔

كانت وفاة الشيخ ملا علی القاری، بمكة المكرمة سنة (1014ھ) فی شهر شوال، وقد دفن بمقبرة (المعلاة)، رحمه الله

حضرت شیخ ملا علی القاری علیہ الرحمۃ کی وفات مکہ مکرمہ میں 1014 ہجری کو ہوئی اور آپ کو معلات کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

(امام ملا علی القاری حنفی علیہ الرحمۃ کی سیرت بہت کم ملتی ہے ہم کو جو میسر آیا ہم نے لکھ دیا،، ابوالاحمد غفرلہ)

---

(۱) (انظر مؤلفاته فی هدية العارفين 1/751-753، مقدمة كتاب الأسرار المرفوعة، ورسالة بعنوان] الإمام علی القاری وأثره فی علم الحديث[، لخليل إبراهيم،★، منح الروض الأزهر فی شرح الفقه الأكبر، تأليف: الملا علی القاری، ومعه: التعليق الميسر علی شرح الفقه الأكبر، تأليف: الشيخ وهبی سليمان غاوجی، الناشر: دار البشائر الإسلامية، الطبعة الأولی 1998م، ص: 17-18.)

(۲) انظر فی مؤلفات الإمام علی القاری: رسالة الشيخ عبد الرحمن بن القاضی محمد الشماع، وعنوانها: (الملا علی القاری، فهرس مؤلفاته وما كتب عنه)

حدیث کے بارے میں چند ضروری باتیں

ضرورت حدیث:

قرآنِ کریم مکمل ضابطہ حیات ہے اس میں انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے بارے میں رہنمائی موجود ہے مگر اسے سمجھنا آسان نہیں جب تک کہ احادیثِ معلّمِ کائنات سے مدد حاصل نہ کی جائے مثال کے طور پر اسلام کے ایک اہم ترین رکن نماز ہی کو لیجئے، قرآن کریم میں کم وبیش سات سو(۷۰۰) مقامات پر اس کا تذکرہ ہے اور کئی مقامات پر اس کے قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :(اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ) (نماز قائم کرو)۔

چنانچہ اب یہ سمجھنا کہ صلاۃ ہے کیا، اسے کس طرح قائم کیا جائے یہ صرف عقل پر موقوف نہیں اور اگر اس کا معنی سمجھنے کیلئے لغت کی طرف رجوع کیا جائے تو وہاں صرف لغوی معنی ملیں گے اور اس کے لغوی و اصطلاحی معنی کے مابین بہت فرق ہے۔

الغرض اس کے اصطلاحی معنی ہمیں صرف احادیث یعنی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اقوال وافعال واحوال سے ہی سمجھ میں آسکتے ہیں اسی طرح قرآن کریم کے دیگر احکامات کو سمجھنے کیلئے نیز زندگی کے ہر شعبے میں ہمیں ہادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی رہنمائی کی ضرورت ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو قرآن کریم سکھانے اور انہیں ستھرا کرنے کیلئے نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو مبعوث فرمایا، چنانچہ رب عزوجل فرماتا ہے:

"یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ"

ترجمہ کنزالایمان :جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلے گمراہی میں تھے۔(آل عمران : 164)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو سمجھنے کیلئے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دنیا میں بھیجا۔ اگر قرآن کریم مطلقاً آسان ہوتا اور اسے بغیر رہنمائی کے سمجھا جاسکتا تو اللہ تعالیٰ اس کے سمجھانے کیلئے خصوصی طور پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو بطورِ معلّمِ کائنات مبعوث کیوں فرماتا؟ نیز قرآن کریم کے آسان ہونے کے باوجود کسی سکھانے والے کو بھیجنا عبث قرار پاتا حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ اس کی طرف کوئی عبث وفضول راہ پائے۔

حُجّیتِ حدیث:

یاد رہے کہ جس طرح قرآن احکامِ شرع میں حجت ہے اسی طرح حدیث بھی۔ اور اس سے بہت سے احکامِ شریعت ثابت

ہوتے ہیں۔ چنانچہ رب عزّوجلّ فرماتا ہے:

"وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا"

ترجمہ کنزالایمان: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جو کچھ عطا فرمادیں وہ لے لیا جائے چاہے وہ قول کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں۔ خُذُوْهُ۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے فرمان پر عمل ضروری ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿3﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى"

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ (النجم: 3-4)

لہٰذا معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا احکامِ شریعت کے بارے میں فرمان وحیِ الٰہی ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے رب کا کوئی حکم جاری فرمانا۔ ایک جگہ یوں فرمایا:

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ"

ترجمہ کنزالایمان: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ (النساء 80)

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کو رب نے اپنی اطاعت فرمایا اور ہر عاقل جانتا ہے کہ اطاعت حکم (قول) کی ہوا کرتی ہے تو معلوم ہوا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان (حدیث) حجتِ شرعی ہے کہ جس کی اطاعت کو رب نے اپنی اطاعت فرمایا۔ حاصل یہ کہ حدیث حجت شرعی ہے اور اس کا حجت ہونا قرآن سے ثابت ہے۔

تدوینِ حدیث:

تدوین حدیث (حدیث کو جمع کرنے) کا سلسلہ عہدِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے لے کر تبع تابعین تک مسلسل جاری رہا۔ اگرچہ ابتدائی دور میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو احادیث لکھنے سے منع فرمادیا تھا کیونکہ ابتدائی دور آیاتِ قرآنیہ کے نزول کا دور تھا لہٰذا اس دور میں صرف قرآن کریم کو ہی ضبطِ تحریر میں لانا اہم ترین کام تھا، اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم احادیث لکھنے سے منع فرماتے تھے تاکہ قرآن اور احادیث میں التباس نہ ہو جائے چنانچہ ابتداءً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

"لَا تَكْتُبُوْا عَنِّیْ وَمَنْ كَتَبَ عَنِّیْ غَيْرَ الْقُرْاٰنِ فَلْيَمْحُهُ"

میرا کلام نہ لکھو اور جس نے قرآن کے علاوہ مجھ سے سن کر لکھا وہ اسے مٹا دے۔ (۱)

لیکن جوں ہی نزول قرآن کا سلسلہ ختم ہوا اور التباس کے خطرات باقی نہ رہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کتابتِ حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ امام ترمذی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

---

(۱) (صحیح مسلم شریف، کتاب الزہد، جلد ۲، ص ۴۱۴)

"كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَجْلِسُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْمَعُ مِنْهُ الْحَدِيْثَ فَيُعْجِبُهٗ وَلَا يَحْفَظُهٗ فَشَكَا

ترجمہ: انصار میں سے ایک آدمی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ارشادات سنتا اور خوش ہوتا اور انہیں یاد نہ رکھ سکتا۔

ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "اِسْتَعِنْ بِيَمِيْنِكَ وَأَوْمَأَ بِيَدِهٖ اِلَى الْخَطِّ"

تو اس نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس بات کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اپنے دائیں ہاتھ سے مدد

لو اور ساتھ ہی اپنے دست مبارک سے لکھنے کا اشارہ فرمایا۔

ایک اور حدیث نقل کرتے ہوئے امام ترمذی فرماتے ہیں، صحابہ کرام حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس بیٹھ کر احادیث لکھا کرتے تھے، ان میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"مَا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ أَكْثَرُ حَدِيْثاً مِنِّيْ اِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ فَاِنَّهٗ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا صحابہ کرام میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ احادیث محفوظ کرنے والا نہیں کیونکہ وہ احادیث لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ (جامع ترمذی)

لہذا معلوم ہوا کہ تدوین حدیث کا سلسلہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عہد مبارک ہی سے جاری ہوا اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بذات خود اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرح تدوین حدیث کا یہ سلسلہ تابعین کے دور میں بھی جاری رہا، ان تابعین میں حضرت سعید بن مسیب، حضرت سعید بن جبیر، حضرت مجاہد بن جبیر مکی، حضرت قتادہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے جلیل القدر تابعین بھی شامل ہیں۔ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

تابعین کے بعد تیسری صدی ہجری میں ان مشاہیر علماء نے تدوین حدیث کا کام انجام دیا۔ علی بن المدینی، یحیی بن معین، ابوبکر ابن ابی شیبہ، ابوزرعہ رازی، ابو حاتم رازی، محمد بن جریر طبری، ابن خزیمہ، اور اسحاق بن راہویہ۔

ان کے بعد امام بخاری و مسلم اور دیگر کئی محدثین نے تدوین حدیث کا کام کیا۔ امام بخاری و مسلم، علی بن المدینی، یحیی بن معین اور اسحاق بن راہویہ کے شاگردوں میں ہیں۔ (اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ امین)۔

یاد رہے کہ ہر بات جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف منسوب کر دی جائے حدیث نہیں ہو سکتی بلکہ اس بات کے

ثبوت کے لئے کہ یہ حدیث ہے یا نہیں اس کی سند دیکھی جاتی ہے یعنی اس حدیث کے راویوں (بیان کرنے والوں) کے حالات وصفات ودیگر لوازمات دیکھے جاتے ہیں، مثلاً ان کا ایک دوسرے سے سماع (حدیث سننا) ثابت ہے بھی یا نہیں اور آیا یہ سلسلہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم تک متصل ہے یا نہیں۔ راویوں کے اسی سلسلے کو سند یا اسناد کہتے ہیں چونکہ اس سے حدیث کی صحت و سقم یعنی اس کے صحیح وغیر صحیح ہونے کا پتا چلتا ہے اسی لئے علماء ومحدثین نے اس اہم ترین موضوع کے لئے باقاعدہ ایک مستقل فن علم اصول حدیث مدون فرمایا جس کے ذریعے انھوں نے احادیثِ صحیحہ وغیر صحیحہ کو الگ الگ کر کے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دکھایا۔

علم اصول حدیث میں اگرچہ سند ومتن دونوں سے بحث کی جاتی ہے لیکن متنِ حدیث کے مقابلے میں سندِ حدیث پر بہت زیادہ کلام کیا جاتا ہے لہذا ہم یہاں سندِ حدیث کی اہمیت بیان کرتے ہیں۔

سندِ حدیث کی اہمیت:

☆۔۔۔۔۔حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے کہ: "اَلاِسْنَادُ مِنَ الدِّیْنِ لَوْ لَا الاِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ یعنی اسناد دین کا حصہ ہے اگر اسناد نہ ہوتی تو جس کے دل میں جو آتا کہتا۔ (فتح المغیث)

☆۔۔۔۔۔انہی سے مروی ہے کہ: "مَثَلَ الَّذِیْ یَطْلُبُ أَمْرَ دِیْنِہٖ بِلَا اِسْنَادٍ کَمَثَلِ الَّذِیْ یَرْتَقِیْ السَّطْحَ بِلَا سُلَّمٍ یعنی اس شخص کی مثال جو اپنے کسی امر دینی کو بلا اسناد طلب کرتا ہے اس کی طرح ہے جو سیڑھی کے بغیر چھت پر چڑھنے میں لگا ہو۔

☆۔۔۔۔۔انہی سے منقول ہے کہ: بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْقَوَائِمُ :یَعْنِی الاِسْنَادَ یعنی ہمارے اور دیگر لوگوں کے درمیان قابل اعتماد چیز اسناد ہے۔ (فتح المغیث ومقدمۃ مسلم)

☆۔۔۔۔۔اور امام شافعی رحمہ اللہ الکافی سے منقول ہے کہ: "مَثَلَ الَّذِیْ یَطْلُبُ الْحَدِیْثَ بِلَا اِسْنَادٍ کَمَثَلِ حَاطِبِ لَیْلٍ یعنی اس شخص کی مثال جو بلا سند حدیث کو طلب کرتا ہے اس کی مانند ہے جو اندھیری رات میں لکڑیاں تلاش کرتا ہے (مطلب یہ ہے کہ جو شخص اندھیری رات میں لکڑیاں تلاش کرتا ہے تو پھر ان لکڑیوں کے علاوہ دیگر چیزیں بھی اٹھا لیتا ہے یعنی اندھیرے کی وجہ سے وہ امتیاز نہیں کر پاتا کہ میں لکڑیاں اٹھا رہا ہوں یا کوئی اور چیز۔ یہی مثال اس شخص کی ہے جو حدیث میں کلام کو خلط لط کر کے پیش کرتا ہے)۔ (فتح المغیث)

☆۔۔۔۔۔اور حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے کہ: "اَلاِسْنَادُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ فَاِذَا لَمْ یَکُنْ مَعَہٗ سِلَاحٌ فَبِأَیِّ شَیْئٍ یُقَاتِلُ یعنی اسناد مؤمن کا ہتھیار ہے اگر اس کے پاس ہتھیار ہی نہیں ہوگا تو وہ کس چیز کی مدد سے لڑے گا۔ (فتح المغیث)

☆۔۔۔۔۔بقیہ نے کہا کہ میں نے حضرت حماد بن زید کو چند احادیث سنائیں تو انھوں نے فرمایا کہ: "مَا أَجْوَدَہَا لَوْ کَانَ لَہَا أَجْنِحَۃٌ یَعْنِیْ الاَسَانِیْدَ کیا ہی اچھا ہوتا کہ ان احادیث کے پر، بازو بھی ہوتے یعنی اسانید کے ساتھ ذکر کی جاتیں۔ (فتح المغیث)

☆۔۔۔۔۔اور مطر نے اللہ تعالی کے اس فرمان (أَوْ أَثٰرَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ) (الاحقاف:4) کے بارے میں کہا کہ اس سے مراد اسناد حدیث ہے۔ (فتح المغیث)

☆ ۔۔۔۔۔ جب امام زہری کو کسی اسحاق بن ابوفروہ نامی شخص نے بغیر اسناد کے چند احادیث سنائیں تو آپ نے اس سے فرمایا:
"قَاتَلَکَ اللّٰہُ یَا ابْنَ أَبِیْ فَرْوَۃَ! مَا أَجْرَأَکَ عَلَی اللّٰہِ أَنْ لَا تُسْنِدَ حَدِیْثَکَ، تُحَدِّثُنَا بِأَحَادِیْثَ لَیْسَ لَھَا خُطُمٌ وَلَا أَزِمَّۃٌ یعنی
اے ابن ابوفروہ! تجھے اللہ تباہ کرے تجھے کس چیز نے اللہ پر جری کر دیا ہے؟ کہ تیری حدیث کی کوئی سند نہیں، تو ہم سے ایسی
حدیثیں بیان کرتا ہے جن کی نکیل ہے نہ لگام۔ (معرفۃ علوم الحدیث)

نوٹ:

خطیب کا قول ہے: "وَأَمَّا أَخْبَارُ الصَّالِحِیْنَ وَحِکَایَاتُ الزُّہَّادِ وَالْمُتَعَبِّدِیْنَ وَمَوَاعِظُ الْبُلَغَاءِ وَحِکَمُ الْأُدَبَاءِ فَالْأَسَانِیْدُ زِیْنَۃٌ لَھَا وَلَیْسَتْ شَرْطًا فِیْ تَأْدِیَتِھَا" مفہوم یہ ہے کہ: صالحین وزاہدین و بزرگان دین کے فضائل کے قصوں کے لئے سند شرط وضروری نہیں ہاں ایک طرح کی زینت واضافی خوبی ہے۔

چند ضروری اصطلاحات:

(۱) راوی:

وہ شخص جو سند کے ساتھ حدیث کو نقل کرے۔

(۲) طالبُ الحدیث:

وہ مبتدی جو روایت، درایت، شرح اور فقہ کے اعتبار سے حدیث پڑھنے میں مشغول ہو۔

(۳) مُحَدِّث:

وہ شخص جو علم حدیث میں روایۃ درایۃ مشغول ہو اور کثیر روایات اور ان کے راویوں کے حالات پر مطلع ہو۔

(۴) حافظُ الحدیث:

وہ محدث جو ایک لاکھ احادیث کی اسانید ومتون کا عالم ہو۔

(۵) حُجّت فی الحدیث:

وہ محدث جسے تین لاکھ حدیثیں اسانید ومتون کے ساتھ یاد ہوں۔

(۶) حاکم فی الحدیث:

وہ محدث جسے جملہ احادیث مرویہ اسانید ومتون کے ساتھ یاد ہوں اور وہ راویوں کے حالات سے پوری طرح واقف ہو۔

کتبِ احادیث کی بعض اقسام:

(۱) صحیح:

حدیث کی وہ کتاب جس میں صرف احادیثِ صحیحہ ذکر کرنے کا التزام کیا گیا ہو جیسے: صحیح بخاری ومسلم۔

(۲) سُنَن:

حدیث کی وہ کتاب جس میں ابوابِ فقہ کی ترتیب پر فقط احادیثِ احکام جمع کی گئی ہوں جیسے سنن ابوداود ونسائی۔

(۳) جامع:

حدیث کی وہ کتاب جس میں آٹھ عنوانات کے تحت احادیث لائی جائیں۔ وہ آٹھ عنوانات یہ ہیں: سیر، آداب، تفسیر، عقائد، فتن، احکام، اشراط، مناقب۔

(۴) مُسْنَد:

حدیث کہ وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی مرویات الگ الگ جمع کی جائیں جیسے مسند امام احمد۔

(۵) مُعْجَم:

حدیث کی وہ کتاب جس میں اسمائے شیوخ کی ترتیب سے احادیث لائی جائیں، جیسے معجم طبرانی و معجم کبیر، صغیر و اوسط۔

(۶) مُسْتَخْرَج:

وہ کتاب جس میں حدیث کی کسی دوسری کتاب کی احادیث کے اثبات کیلئے دیگر اسانید سے وہی احادیث جمع کی جائیں، جیسے ابو نعیم کی "مستخرج علی الصیحین۔"

(۷) مُسْتَدْرَک:

وہ کتاب جس میں کسی حدیث کی کتاب پر ایسی حدیثوں کو زائد کیا جائے جو اس کتاب میں قابل ذکر ہونے کے باوجود ذکور نہ ہوں جیسے حاکم کی "مستدرک علی الصیحین۔"

(۸) جُزء:

وہ چھوٹی کتاب جس میں صرف ایک موضوع کے متعلق احادیث جمع کی گئی ہوں۔

(۱۰) اَمَالی:

وہ کتاب جس میں شیخ کے املاء کرائے ہوئے فوائد و نکاتِ حدیث جمع ہوں۔

(۱۱) مُفْرَد:

وہ کتاب جس میں ایک شخص کی احادیث جمع ہوں جیسے ابراہیم بن عسکری کی مسند ابو ہریرہ۔

(۱۲) مُرْسَل:

وہ کتاب جس میں مرسل حدیثیں جمع کی گئی ہوں جیسے ابوداود کی مراسیل۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ اَئِمَّۃِ الدِّیْنِ وَصَحْبِہٖ سُرُجِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ! فَیَقُوْلُ اَضْعَفُ عِبَادِ اللّٰہِ الْغَنِیِّ مُحَمَّدُ عَابِدُ بْنِ اَحْمَدَ عَلِیِّ بْنِ الْقَاضِیِّ مُحَمَّدٍ مُرَادٍ الْوَاعِظُ اَلسِّنْدِیُّ الْاَنْصَارِیُّ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ لَمَّا کَانَ مُسْنَدُ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ وَالْھُمَّامِ الْاَقْدَمِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ النُّعْمَانِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مِنْ رِوَایَۃِ الْحَصْکَفِیِّ مُرَتَّبًا عَلٰی اَسْمَاءِ شُیُوْخِہٖ بِحَسْبِ مَا رُوِیَ عَنْھُمْ رَحِمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَکَانَ اسْتِخْرَاجُ الْحَدِیْثِ مِنْہُ مُشْکِلًا خُصُوْصًا لِّمَنْ لَّا یَدْرِیْ شَیْخَ الْاِمَامِ فِیْ ذٰلِکَ الْحَدِیْثِ اَرَدْتُّ اَنْ اُرَتِّبَہٗ عَلَی الْاَبْوَابِ الْفِقْھِیَّۃِ لِیَسْھَلَ الْبَحْثُ فِیْہِ مُسْتَعِیْنًا بِاللّٰہِ اِنَّہٗ مُفِیْضُ الْخَیْرِ وَالْجُوْدِ۔

اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان اور رحم فرمانے والا

خطبہ

تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے جوتمام جہانوں کا رب ہے۔ اور رسولوں کے سردار کی آل جو دین کے امام و پیشوا ہیں، اور آپ کے اصحاب جو اسلام کے چراغ ہیں، اور تمام مسلمانوں پر درود وسلام ہو۔

حمد وثناء کے بعد، اللہ سخی وغنی کے بندوں میں سے جو سب سے زیادہ ضعیف و ناتواں بندہ (مرتب نے اپنی طرف نسبت کرتے ہوئے یہ کلام کیا) یعنی محمد عابد بن احمد علی بن قاضی محمد مراد واعظ سندی انصاری (اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے، بیشک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے) کہتے ہیں: امام اعظم اور ہمام اقدم ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ کی مسند بہ روایت حصکفی امام اعظم کے شیوخ کے اسماء پر مرتب تھی، اور یہ آپ کے شیوخ رحمہم اللہ کی روایات کے بھی موافق تھی، لیکن اس سے حدیث کو تلاش کرنا مشکل تھا، خصوصا ایسے شخص کے لیے جو شیخ امام رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کی بابت نہیں جانتا، تو میں نے اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہوئے، آسان تلاش کی غرض سے اس (مسند امام اعظم) کو ابواب فقہیہ پر مرتب کرنے کا ارادہ کیا، بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) بھلائی اور سخاوت کا فیض دینے والا ہے۔

(۱) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ یَّحْیٰی عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ التَّیْمِیِّ عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ وَقَّاصِ اللَّیْثِیِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَلِکُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ

كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ۔

امیرالمومنین ابوحفص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عملوں کا انحصار ارادے پر ہے سو جو آدمی اللہ عزوجل اور اس کے حبیب ﷺ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے ہجرت کرے، تو اس کی ہجرت اللہ عزوجل اور اس کے حبیب ﷺ کے لیے ہوگی اور جس آدمی نے دنیاوی مطلب کو حاصل کرنے یا کسی خاتون سے شادی کرنے کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی کی جانب ہوگی جس جانب اس نے ہجرت کی تھی۔

حضرت علقمہ بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور غزوہ خندق میں شرکت فرمائی، مدینہ میں آپ کا انتقال ہوا۔

(الاعمال بالنیات) بعض روایات میں "العمل بالنیۃ" اور بعض میں "انما الاعمال بالنیات" کے الفاظ ہیں۔ (ہر آدمی کے لیے وہ ہے جو اس نے نیت کی) یعنی جو اس نے اس عمل کے ساتھ نیکی، برائی، اخلاص، ریاء، وغیرہ دنیا و آخرت کے مقاصد کا ارادہ کیا۔ (پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہو) یعنی ان دونوں کی رضا کے لیے ہو (تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہے) یعنی آخرت میں مطلب یہ کہ اس کی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت، اور اپنے معاملے اور ان کے سپرد کرنا اس کو آخرت میں کافی ہوگا۔ (اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف اس کو پانے کی غرض سے ہو) یعنی دنیا کے اغراض سے کسی غرض کی طرف ہو کہ وہ اس سے فائدہ اُٹھائے اس کے علاوہ اور کوئی ارادہ نہ ہو یعنی وہ دنیا کو آخرت کے لیے وسیلہ بھی نہ بنائے۔ (یا عورت کی طرف اس سے نکاح کرنے کے لیے ہو) یعنی عورت سے شادی کرنے کی نیت سے ہجرت کرے جیسا کہ "امام طبرانی نے مضبوط سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ہم میں سے ایک شخص نے مکہ میں ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ اُس عورت کا نام قیلہ اور اس کا لقب اُم قیس تھا (اکثر محدثین اس کا نام بھول گئے ہیں) اس عورت نے شادی سے انکار کیا اور شرط لگائی کہ اگر وہ شخص ہجرت کرے تو وہ اس سے شادی کر لے گی۔ اُس شخص نے ہجرت کر کے اس عورت سے نکاح کر لیا اس وجہ سے ہم اس شخص کو مہاجر اُم قیس کہتے تھے۔" (۱)

(تو اس کی ہجرت اُسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی) یعنی اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف ہے جس کا اس نے قصد و ارادہ کیا مطلب یہ کہ اس کی ہجرت مذموم اور نا قابلِ قبول ہے۔ (۲)

خلاصہ:

ہم کو تمام اچھے عمال میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کی نیت کرنے چاہیے۔

اس حدیث کو علماء نے ثلث ایمان کہا ہے اس لیے ہم کچھ بسط کے ساتھ اس کی مزید شرح کرتے ہیں۔

نیت کا لغوی معنی :1 ارادہ کرنا 2 قصد کرنا۔ (المنجد)

---

(۱) نعمتالباری، جلد ۱، ص 118، کشف المشکل، ج ۱، ص ۱۶، فتح الباری، ج ۱، ص ۸، فضل الباری، ج ۱، ص ۱۳۹، عمدۃ القاری ج ۱، ص ۲۸،)

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ذکر اسنادہ عن یحییٰ، ص، 222,221

نیت کی تعریف : 1: کسی کام کا ارادہ کرنا جو اُس کام سے ملا ہوا ہو۔ 2: نیت دل کے پختہ ارادے کو کہتے ہیں خواہ وہ کسی چیز کا ہو (خزائن التعریفات، ص ۳۹۵)

نیت کی شرعی تعریف : شریعت میں عبادت کے ارادے کو نیت کہتے ہیں۔(۱)

حدیث کی عظمت کے متعلق علماء کے اقوال؛

امام وعلامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کیونکہ اس حدیث میں نیت بیان ہے اور اسلام کے احکام کی بجا آوری تین طرح سے ہوتی ہے۔ ا،قول سے، ۲ فعل سے، ۳ نیت سے لہذا نیت تہائی اسلام ہے۔(عمدۃ القاری، ج ا، ص ۴۹، تحت حدیث مذکورہ،)

امام بیہقی نے اس کی توجیہ یہ فرمائی ہے کہ علم یا دل سے ہوتا ہے یا زبان سے یا بقیہ اعضاء سے اور نیت عمل دل کا ہے اس لیے یہ حدیث علم کا تیسرا حصہ ہوئی۔(مرقاۃ تحت حدیث مذکورہ،)

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ

علماء اپنی تصانیف میں اس حدیث کو سب سے پہلے لکھتے ہیں کیونکہ عموما اس کی حاجت پڑتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ تمام اعمال میں اصل چیز نیت ہے۔

عبدالرحمان مہدی یہ کہتے تھے کہ جو شخص بھی کوئی کتاب تصنیف کرے اس کو چاہیے کہ اس کتاب کی ابتداء میں اس حدیث کو لکھے۔(کتاب الاذکار، ج ا ص ۲۶)

اسی وجہ سے تمام محدثین نے اپنی تصانیف کا افتتاح اس حدیث سے کیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ اس حدیث میں فقہ کے ستر ۷۰ ابواب ہیں۔(۲)

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو ثلث علم قرار دیا ہے۔(تحت حدیث مذکورہ، فتح الباری ومرقاۃ)

امام ابن دقیق العید نے اس حدیث کو ثلث اسلام قرار دیا ہے، (تحت حدیث مذکورہ، فتح الباری)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں : کہ اصول اسلام تین احادیث پر مشتمل ہیں۔

(۱) اعمال کا مدار نیات پر ہے (صحیح بخاری ا:) (۲) حلال ظاہر اور حرام بھی ظاہر ہے (صحیح بخاری ۵۲:) (۳) جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی عبادت نکالی جس کا دین میں منشاء نہ ہو وہ مردود ہے۔(صحیح بخاری ۲۶۹:)

امام ابوداؤد نے فرمایا کہ فقہ کا مدار پانچ احادیث پر مشتمل ہے۔

(۱) اعمال کا مدار نیات پر ہے۔(بخاری ا:)۔(۲) حلال ظاہر اور حرام بھی ظاہر ہے (صحیح بخاری ۵۲:)۔(۳) میں نے تم کو جس کام سے منع کیا اس سے اجتناب کرو اور میں نے تم کو جس کام کا حکم دیا ہے اُس پر جس قدر تم عمل کر سکتے ہو عمل کرو

---

(۱) نزهة القاری شرح صحیح بخاری، ج ا، ص ۲۲۴ بحوالہ تلویح

(۲) شرح مسلم للنووی، کتاب الامارۃ، باب قولہ ﷺ انما العمال بالنیۃ، ج ۷، ص ۵۳،

(مسلم ۷،۱۳۳:)۔(۴) کسی کو ضرر نہ پہنچاؤ (سنن ابن ماجہ ۲،۲۳۴۱:)۔(۵) دین خیر خواہی ہے۔ (بخاری ۵۷:)۔

نیت اور اختلاف ائمہ کرام:

اس حدیث مبارکہ کی شرح فرماتے ہوئے استاذی المکرم شیخ الحدیث حضرت علامہ پیر محمد افضل قادری مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ۔

تمام ائمہ کرام کے نزدیک اعمال سے مراد اچھے عمل ہیں اور اعمال کا مضاف یعنی ,, حکم الاعمال،، مقدر ہے۔ احناف کے نزدیک حکم سے حکم اخروی یعنی ثواب مراد ہے۔ لیکن شوافع کہتے ہیں کہ حکم سے مراد حکمِ دنیاوی یعنی صحتِ عمل ہے۔ تو احناف کے نزدیک حدیث کا معنی ہوگا کہ اعمال کا ثواب عبادت کی نیت کے ساتھ ہے (یعنی اگر نیتِ عبادت نہیں تو عمل ہو جائے گا لیکن ثواب نہیں ملے گا) اور شوافع فرماتے ہیں کہ عمل کا صحیح ہونا عبادت کی نیت کے ساتھ ہے (یعنی اگر نیت ہوگی تو عمل صحیح ہوگا اگر نہیں ہوگی تو صحیح نہ ہوگا)۔ یہ اختلاف وضو میں ظاہر ہوتا ہے کہ احناف کے نزدیک اگر وضو کی نیت نہ ہو تو وضو ہو جاتا ہے لیکن وضو کرنے کا ثواب نہیں ملتا۔ اور شوافع کے نزدیک تو سرے سے وضو ہی نہیں ہوتا۔

احناف کی طرف سے الزامی جواب یہ ہے کہ نکاح، تجارت، سعی جمعۃ المبارک، کی نیت نہ ہو تو یہ تمام اعمال آپ (شوافع) کے نزدیک بھی صحیح ہو جاتے ہیں، یعنی آپ بھی کہتے ہیں کہ اگر نکاح میں آدمی یہ نیت نہ کرے کہ میں سنتِ نبوی کو اداء کر رہا ہوں تو نکاح ہو جائے گا۔ اسی طرح تمام مذکورہ امور کا حال ہے کہ وہ نیت کے بغیر بھی صحیح ہو جاتے ہیں لہذا شوافع کے معنی پر نقض وارد ہو گیا۔

احناف کے نزدیک حکم سے مراد حکم ثواب ہے اس پر قرینہ لفظی ومعنوی دونوں موجود ہیں۔

1: قرینہ لفظی:

حکم سے مراد صحتِ عمل لینے پر اجماع نہیں لیکن ارادہ ثواب سے عمل کرنے پر ثواب کے ملنے پر سب کا اجماع قائم ہے، کہ نیت ثواب کے ساتھ عمل کرنے سے ثواب ملتا ہے۔

2: قرینہ معنوی:

اللہ ورسول ﷺ کی طرف آنے کو حضور ﷺ نے ہجرت ہی فرمایا۔ اور عورت و دنیا کی طرف آنے کو بھی ہجرت ہی فرمایا، پتہ چلا کہ حکم سے مراد حکم اخروی (ثواب) ہے۔ حکمِ دنیاوی (صحتِ عمل) نہیں ورنہ دونوں کے لیے الفاظ مختلف ہوتے، لیکن ایسا نہیں دنیا میں دونوں کو ہجرت کہا گیا ہے۔ اگر شوافع کا معنیٰ صحیح ہوتا تو دنیا وعورت کی طرف آنے والے کو مہاجر نہ کہا جاتا ۔ (تقریرات علی البخاری از پیر محمد افضل قادری مدظلہ)

ہجرت کی تعریف اور اس کی اقسام:

ہجرت کا لغوی معنی ہے: ترک کرنا (مختار الصحاح، ص ۲۹۷، بیروت)

ہجرت کا اصطلاحی معنی: کافروں کے علاقے کو ترک کرکے مسلمانوں کے علاقے میں جانا یا دار الخوف کو ترک کرکے دار

الاسلام کی طرف جانا۔

ہجرت کی تعریف: علامہ سید میر شریف جرجانی علیہ الرحمۃ ہجرت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

,,ھی ترك الوطن الذی بین الکفار والانتقال الی دار الاسلام،،(۱)

ترجمہ: کفار کے علاقے کے درمیان جو وطن ہے اس کو چھوڑ کر اسلامی ریاست کی طرف منتقل ہونا ہجرت کہلاتا ہے۔

ہجرت کی اقسام:

(۱) ابتداء میں مسلمانوں کا مکہ معظّمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا، دارالخوف سے دارالامن کی طرف ہجرت ہے، یا جیسے اب مسلمانوں کا بھارت سے برطانیہ، امریکہ، ہالینڈ، یا بعض، افریقی، ممالک کی طرف ہجرت کرنا۔

(۲) مسلمانوں کا مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا، یا بعد میں اسلام لانے والوں کا مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا۔

(۳) جو شخص کافروں کے ملک میں رہتا ہو وہاں شعار الاسلام اور اظہار دین پر قادر نہ ہو تو اس پر دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا واجب ہے، جیسے بھارت سے مسلمانوں نے پاکستان کی طرف ہجرت کی۔

(۴) بُرے کاموں کو ترک کر کے نیک کاموں کی طرف ہجرت کرنا، حدیث میں ہے: مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کرے۔ (بخاری ۱۰:) مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں سے ہجرت کرے (سنن ابن ماجہ ۳۹۴۳:) مہاجر وہ ہے جو بُرائیوں سے ہجرت کرے (مسند احمد، ج ۲، ص ۲۰۶)

(۵) آخری زمانہ میں جب فتنوں کا ظہور ہوگا، تو لوگ شام کی طرف ہجرت کریں گے، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب ایک ہجرت کے بعد دوسری ہجرت ہوگی۔ پھر روئے زمین کے نیک لوگ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی ہجرت کو لازم پکڑیں گے، اور روئے زمین کے بُرے لوگ اپنی جگہوں پر رہیں گے۔ (سنن ابوداؤد، ص ۲۴۸۲)

ہجرت ختم ہوگئی یا باقی رہے گی:

ہجرت کے بارے میں احادیث میں تعارض ہے بعض میں فرمایا گیا کہ ہجرت قیامت تک جاری رہے گی۔ اور بعض میں فرمایا گیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہوگئی ہے۔ جن احادیث میں ہجرت کے منقطع ہونے کا بیان ہے وہ یہ ہیں۔

1: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: لَا هِجرَةَ بَعدَ الفَتحِ وَلَكِن جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا استُنفِرتُم فَانفِرُوا. (بخاری: ۲۷۸۳)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے۔

2: عَن عَطَاءِ بنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ: زُرتُ عَائِشَةَ مَعَ عُبَيدِ بنِ عُمَيرٍ اللَّيثِيِّ فَسَأَلنَاهَا عَنِ الهِجرَةِ

(۱) کتاب التعریفات، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ص ۱۸۲

فَقَالَت:لاَ هِجرَةَ اليَومَ كَانَ المُؤمِنُونَ يَفِرُّ أَحَدُهُم بِدِينِهِ إِلَى اللهِ تَعَالَى وَإِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مَخَافَةَ أَن يُفتَنَ عَلَيهِ فَأَمَّا اليَومَ فَقَد أَظهَرَ اللهُ الإِسلاَمَ وَاليَومَ يَعبُدُ رَبَّهُ حَيثُ شَاءَ وَلَكِن جِهَادٌ وَنِيَّةٌ،،(بخاری:۳۹۰۰)

ترجمہ : حضرت عطاء بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمیر لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت کی تو ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہجرت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ آج کل ہجرت نہیں پہلے مؤمنین کو خطرہ تھا۔ کہ ان کو آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا تو وہ اپنے دین کو بچانے کے لیے اللہ اور اسکے رسول کی طرف بھاگتے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطاء فرمادیا ہے اب مؤمن جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔

3: عَن أَبِي عُثمَانَ عَن مُجَاشِعٍ رَضِيَ اللهُ عَنهُ قَالَ:أَتَيتُ :النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَأَخِي فَقُلتُ :بَايِعنَا عَلَى الهِجرَةِ فَقَالَ:مَضَتِ الهِجرَةُ لِأَهلِهَا فَقُلتُ:عَلَى مَا تُبَايِعُنَا قَالَ : عَلَى الإِسلاَمِ وَالجِهَادِ،،(بخاری:2962،مسلم:1863،)

ترجمہ : حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنے بھائی معبد کو نبی اکرم ﷺ کے پاس لے کر آیا تا کہ آپ اس کو ہجرت پر بیعت فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہجرت مہاجروں کے لیے ختم ہو چکی ہے تو میں نے عرض کی پھر آپ ہماری کسی چیز پر بیعت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسلام اور جہاد پر۔

یہ وہ احادیث ہیں جن میں ہجرت کے ختم ہو جانے کا فرمایا گیا اور جس حدیث میں ہجرت کے قیامت تک باقی رہنے کا فرمایا گیا وہ یہ ہے۔

1: عَن مُعَاوِيَةَ قَالَ :سَمِعتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :لَا تَنقَطِعُ الهِجرَةُ حَتَّى تَنقَطِعَ التَّوبَةُ وَلَا تَنقَطِعُ التَّوبَةُ حَتَّى تَطلُعَ الشَّمسُ مِن مَغرِبِهَا،،(سنن ابو داؤد :۲۴۷۹)

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک توبہ منقطع نہ ہو، اور اس وقت منقطع ہوگی جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔

ان احادیث میں تطبیق یہ ہے۔ کہ ابتداء اسلام میں ہجرت فرض تھی اور فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت منسوخ ہو گئی، اب ہجرت مستحب ہے فرض نہیں ہے۔ لہذا جو ہجرت منقطع ہو چکی وہ فرض تھی اور جو ہجرت قیامت تک باقی رہے گی وہ مستحب ہے۔ (نعمۃ الباری، ج ا، ص 122،)

لیکن امام بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ نے یہ تطبیق فرمائی ہے کہ اب مکہ سے ہجرت فرض نہیں (کیونکہ وہ دارالاسلام بن چکا ہے) باقی وہ جگہیں جہاں دین اسلام کے احکام کی حفاظت نہ کی جا سکے وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہے،(عمدۃ القاری، کتاب الجہاد والسیر، باب فضل الجہاد والسیر، ج ا، ص ۷۹، حدیث ۲۷۸۳ :،) واللہ اعلم،

سوال : عورت بھی تو دنیا میں شامل تھی پھر اس کا مستقل ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب 1 :۔اس کا جواب علماء کرام یہ فرماتے ہیں کہ عورت کا فتنہ بہت سخت ہے اس لیے اس کا مستقل ذکر کیا گیا ہے۔

جواب 2:۔اس لیے عورت کا مستقل ذکر کیا گیا ہے۔ کہ عورت ہی اس حدیث کے وارد ہونے کا سبب تھی۔

قبر پر اذان دینے کی پندرہ نیتیں:

امام اہل سنت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خان البریلوی علیہ الرحمۃ نے قبر پر اذان دینے کی پندرہ نیتیں اور فاہدے بیان فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1۔ حولہ تعالیٰ شیطان رجیم کے شر سے پناہ۔

2۔ بدولت تکبیر (اذان) عذابِ نار سے امان۔

3. جوابِ سوالات کا یاد آ جانا۔

4۔ ذکرِ اذان کے باعث عذابِ قبر سے نجات پانا۔

5۔ بہ برکتِ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزولِ رحمت۔

6 ۔ بدولتِ اذان دفعِ وحشت۔

7 ۔ زوالِ غم وسرور وفرحت۔

8۔ میت کے لیے تدبیر دفعِ شیطان سے اتباعِ سنّت۔

9۔ تدبیر آسانی جواب سے اتباعِ سنّت۔

10۔ دعاء عند القبر سے اتباعِ سنت۔

11۔ بقصدِ نفعِ میت قبر پاس تکبیریں کہہ کر اتباعِ سنّت۔

12۔ مطلق ذکر کے فوائد ملنا جن سے قرآن وحدیث مالا مال۔

13۔ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب رحمتیں پانا۔

14۔ مطلق دُعا کے فضائل ہاتھ آنا جسے حدیث میں مغزِ عبادت فرمایا۔

15. مطلق اذان کے برکات ملنا جنہیں منتاے آواز تک مغفرت اور ہر تر وخشک کی استغفار وشہادت اور دلوں کو صبر وسکون وراحت ہے اور لُطف یہ کہ اذان میں اصل کلمے سات ہی ہیں۔

اللّٰہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ، اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ، حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح، اللّٰہ اکبر، لا الہ الا اللّٰہ، اور مکررات کو گنیے تو پندرہ ہوتے ہیں۔ میت کے لیے وہ سات فائدے (پہلے سات ہیں) اور احیاء کے لیے پندرہ۔ (۱)

(۱) فتاویٰ رضویہ، جلد ۵، ص ۶۴۲۔

مسجد میں جانے کی 63 نیتیں:

ہم نے حضور ﷺ کی ظاہری زندگی کے لحاظ سے تحریر کیں ہیں۔

امام اہل سنت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خان البریلوی علیہ الرحمۃ نے مسجد میں جانے کی چالیس نیتیں بیان فرمائی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں ,,نیۃ المومن خیر من عملہ رواہ البیھقی عن انس و الطبرانی فی الکبیر عن سھل بن سعد رضی اللہ تعالی عنھما،، مسلمان کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے، اسے بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے، طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا۔(۱)

اور بیشک جو علم نیت جانتا ہیا یک ایک فعل کو اپنے لیے کئی کئی نیکیاں کرسکتا ہے۔ مثلاً جب نماز کے لیے مسجد کو چلا اور صرف یہی قصد کیا ہے کہ نماز پڑھوں گا تو بیشک اس کا یہ چلنا محمود، ہر قدم پر (فرشتے) ایک نیکی لکھیں گے، اور دوسرے (قدم) پر گناہ محو کریں گے مگر عالم نیت اس ایک ہی فعل میں اتنی نیتیں کرسکتا ہے۔

1 اصل مقصود یعنی نماز کو جاتا ہوں۔

2 خانۂ خدا کی زیارت کروں گا۔

3 شعارِ اسلام ظاہر کروں گا۔

4 داعی اللہ کی اجابت کروں گا۔

5 تحیۃ المسجد پڑھنے جاتا ہوں۔

6 مسجد سے خس وخاشاک وغیرہ دور کروں گا۔

7 اعتکاف کرنے جاتا ہوں کہ مذہب مفتیٰ بہ پر (نفلی) اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں اور ایک ساعت کا بھی ہوسکتا ہے جب سے داخل ہو باہر آنے تک اعتکاف کے نیت کرلے انتظار نماز و ادائے نماز کے ساتھ ساتھ اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا۔

8 امر الٰہی ,,خذوا زینتکم عند کل مسجد،، (اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ) امتثال کو جاتا ہوں۔

9 جو وہاں علم والا ملے گا اس سے مسائل پوچھوں گا، دین کی باتیں سیکھوں گا۔

10 جاہلوں کو مسئلہ بتاؤں گا، دین سیکھاؤں گا۔

11 جو علم میں میرے برابر ہوگا اس سے علم کی تکرار کروں گا۔

12 علماء کی زیارت۔

13 نیک مسلمانوں کا دیدار۔

---

(۱) المعجم الکبیر مرویات سہل الساعدی حدیث: ۵۹۴۲، مطبوعہ المکتبہ الفیصلیۃ بیروت، ج۶، ص۱۸۵

14 دوستوں سے ملاقات۔

15 مسلمانوں سے میل۔

16 جو رشتہ دار ملیں گے اس سے بکشادہ پیشانی مل کر صلہ رحم۔

17 اہل اسلام کو سلام۔

18 مسلمانوں سے مصافحہ۔

19 اُن کے سلام کا جواب۔

20 نماز جماعت میں مسلمانوں کی برکتیں حاصل کروں گا۔

21، :22- مسجد میں جاتے، نکلتے حضور ﷺ پر سلام عرض کروں گا۔ بسم اللہ الحمد و السلام علی رسول اللہ۔

23، :24- دخول وحروج میں حضور ﷺ وآلِ حضور، وازواجِ حضور، پر درود بھیجوں گا، صلِ علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و علی ازاوج سیدنا محمد۔

25- بیمار کی مزاج پرسی۔

26- اگر کوئی غمی والا ملا تعزیت کروں گا۔

27- جس مسلمان کو چھینک آئی اور اس نے الحمدللہ کہا اُسے یرحمک اللہ کہوں گا۔

28، :29- امر بالمعروف ونہی عن منکر کروں گا۔

30- نمازیوں کو وضو کا پانی دوں گا۔

31، :32- خود موذن ہے یا مسجد میں کوئی موذن مقرر نہیں تو نیت کرے کہ اذان واقامت کہوں گا، اب اگر یہ کہنے نہ پایا دوسرے نے کہہ دی تاہم اپنی نیت پر اذان وا قا-ت کا ثواب پا چکا، ,,فقد وقع اجرہ علی اللہ،، اللہ تعالیٰ اسے اجر عطاء فرمائے گا۔

33- جو بھولا ہو گا راستہ بتاؤں گا۔

34- اندھے کی دستگیری کروں گا۔

35- جنازہ ملا تو نماز پڑھوں گا۔

36- موقع پایا تو ساتھ دفن تک جاؤں گا۔

37- دو مسلمانوں میں نزاع ہوئی تو حتی الوسع صلح کراؤں گا۔

38، :39- مسجد میں جاتے وقت دہنے اور نکلتے وقت بائیں پاؤں کی تقدیم سے اتباعِ سنت کروں گا۔

40- راہ میں جو لکھا ہوا کاغذ پاؤں گا اُٹھا کر ادب سے رکھوں گا۔ (۱)

,,الیٰ غیر ذلک من نیات کثیرۃ،، تو دیکھیے کہ جوان ارادوں کے ساتھ گھر سے مسجد کو چلا وہ صرف حسنۂ نماز کے لیے

(۱) فتاویٰ رضویہ، جلد ۵، ص ۶۷۳ تا ۶۷۵

نہیں جاتا بلکہ ان چالیس حسنات کے لیے جاتا ہے تو گویا اُس کا یہ چلنا چالیس طرف چلنا ہے اور ہر قدم چالیس قدم پہلے اگر ہر قدم ایک نیکی تھا اب چالیس نیکیاں ہوگا۔

علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمۃ نے ان کے علاوہ 14 نیتیں اور لکھی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

41- اگر کوئی ضرورت مند نظر آیا تو اس کی مدد کروں گا۔

42- کسی سائل کو حسب استطاعت خیرات دوں گا۔

43- اگر راستہ میں کوئی تکلیف دہ چیز پڑی ملی تو اُٹھا کر ایک طرف کر دوں گا۔

44- راستہ میں اگر عورتیں نظر آئیں تو نگاہ نیچی کر کے گزر جاؤں گا۔

45- کسی مسلمان سے بات کرنی پڑی تو شائستگی اور ملائمت سے کروں گا۔

46- اگر راستہ میں کوئی جنازہ ملا تو اس کی تعظیم کے لیے سواری سے اُتر جاؤں گا یا کھڑا ہو جاؤں گا۔

47- اگر کہیں سے میوزک (گانے) کی آواز آئی تو وہاں سے جلدی گزر جاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ کی طرح کانوں میں انگلیاں دے کر گزروں گا۔

48- مسجد میں جانے کے لیے طویل مسافت کی راہ اختیار کروں گا، تاکہ زیادہ چلنے کی وجہ سے زیادہ اجر وثواب ملے۔

49- جب تک مسلمان مسجد میں باوضو رہتا ہے فرشتے اس کے لیے رحمت ومغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ سو وہ فرشتوں کی دعا کے حصول کی نیت کرے۔

50- خلوت میں بیٹھ کر یاد خدا میں مشغول رہوں گا۔

51- قرآن مجید کی تلاوت کروں گا۔

52- اگر مسجد میں وعظ ہو رہا ہو گا تو وعظ سنوں گا۔

53- سنت الوضو پڑھنے کی نیت کرے۔

54- مسجد میں بیٹھ کر امورِ آخرت میں غور وفکر اور توبہ استغفار کرنے کی نیت کرے۔ (۱)

اور چند نیتیں ہم اپنی طرف سے شامل کرتے ہیں۔

55- مسجد میں اگر گرد وغبار ہوا تو صفائی کروں گا۔

56- مسجد کو بدعقیدہ لوگوں کے انتشار سے محفوظ رکھوں گا۔

57- مسجد کی اشیاء کو باحفاظت مسجد میں ہی استعمال کروں گا۔

58- مسجد میں لائبریری ہو تو اس سے استفادہ کروں گا۔

59- مسجد میں لوگوں کو اپنے قول اور فعل سے تکلیف نہ دوں گا۔

60- مسجد میں نماز کے لیے عمامہ کا استعمال کروں گا۔

---

(۱) (شرح صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، ج۵، ص۹۲۵، ۹۲۴)

61- مسجد کو بچوں کے شور شرابے سے محفوظ رکھوں گا۔

62- مسجد کی اپنی طاقت کے مطابق مالی خدمت کروں گا۔

63- اور مسجد میں نبی اکرم ﷺ کی شان کے منکروں اور بدمذہبوں کو مسجد سے حتی الامکان نکالوں گا۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی نیتیں ہیں۔ اور آپ جتنی اچھی نیتیں کریں سب کا ثواب ملے گا۔

خوشبو استعمال کرنے کی 6 نیتیں:

اسی طرح خوشبو لگانا ایک عمل ہے اس میں نیت کرے کہ۔

1- آپ ﷺ خوشبو پسند فرماتے تھے اس لیے خوشبو لگاتا ہوں۔

2- خوشبو لگانے سے مسجد کی تعظیم کا اظہار ہو۔

3- مسجد میں بیٹھنے والوں کو اس کے جسم سے بُری بو نہ آئے۔

4- اگر اس کے جسم سے بُری بو آئی تو نمازیوں کو تکلیف ہوگی اور ممکن ہے کہ وہ اس کی غیبت میں پڑ جائیں گے۔

5- نمازیوں اور فرشتوں کو خوشبو سے راحت ہو۔

6- خوشبو سے دماغ کو راحت پہنچتی ہے اور ذکر وفکر میں تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی خوشبو کی اچھی وجوہات تلاش کر کے ان کی نیت کرے۔ (شرح صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، ج ۵، ص ۹۲۵)

حدیث مذکورہ سے مستنبط ہونے والے دس فوائد:

اس حدیث مبارکہ کی شرح کرتے ہوئے فقیہ اعظم محمد شریف محدث کوٹلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ۔

ہجرت ایک عمل ہے اگر اس میں حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا اور امتثال امر مقصود ہے تو موجب برکات ہے، اگر یہ نہیں تو کچھ نہیں اسی طرح انسان جو عمل کرتا ہے۔ اگر اس میں رضائے حق مقصود ہے تو باعث اجر ہے ورنہ نہیں۔ اب اس حدیث سے جو فوائد مستنبط ہوئے۔ (وہ دس ہیں جو درج ذیل ہیں)

1- ایک شخص اپنے قریبی کو کچھ خیرات دیتا ہے۔ اگر صرف اس کی غریبی کا خیال کر کے دیتا ہے، صلہ رحمی کی نیت نہیں کی تو صدقہ کا تو ثواب پائے گا۔ لیکن صلہ رحمی نہیں ہوگی، اگر محض صلہ رحمی کے لیے دیتا ہے تو صلہ رحمی کا ثواب تو ہوگا، صدقہ کا ثواب نہ ہوگا۔ اگر دونوں کی نیت کرے تو دونوں کا ثواب پائے گا، معلوم ہوا کہ ایک کام میں متعدد نیتیں کرنے سے ہر ایک نیت کا ثواب ملتا ثواب ملتا ہے۔

2- مسجد میں بیٹھنا ایک عمل ہے۔ اگر اس میں بہ نیت اعتکاف بیٹھے تو اعتکاف کا ثواب پائے گا۔ اگر اعتکاف کی نیت کے ساتھ یہ نیت بھی ہو کہ جماعت کا انتظار ہے۔ تو بحکم حدیث (جماعت کا منتظر نماز میں ہے) اس کو نماز کا ثواب بھی ملے گا۔ پھر اس کے ساتھ اگر یہ نیت کرے کہ آنکھ، کان اور تمام اعضاء کی جملہ منہیات سے حفاظت ہوگی، تو یہ ثواب بھی حاصل ہوگا۔ پھر اس پر یہ نیت بھی کرے کہ صلوٰۃ وسلام آنحضرت ﷺ پر بیٹھ کر پڑھوں گا، تو اس کا ثواب بھی پائے گا۔ اگر یہ نیت بھی کرے کہ حج وعمرہ کا ثواب ملے گا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، (کہ جو شخص وضو کر کے مسجد میں جائے اس کو حج

وعمرہ کا ثواب ملتا ہے) تو اس کو یہ ثواب بھی ملے گا۔ پھر اس پر یہ نیت بھی کرے، کہ مسجد میں علم کا افادہ یا استفادہ ہوگا، یا امر بالمعروف اور نہی عن منکر حاصل ہوگا، تو اس کا ثواب بھی ضرور حاصل کرے گا۔ پھر اگر یہ نیت بھی کرے کہ کوئی دینی بھائی مسجد میں ملے گا، اس کی زیارت سے مستفیض ہوں گا، تو یہ اور اجر ہوگا۔ اسی طرح اگر نیت تفکر و مراقبہ کی کرے، کہ مسجد میں تنہا ہو کر دل کی جمعیت کے ساتھ مراقبہ کروں گا، تو یہ اجر بھی پائے گا۔ الغرض جتنی نیتیں کرے گا سب کا ثواب پائے گا۔ کیونکہ حدیث شریف کے الفاظ ,, وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی،، کا یہی مطلب ہے کہ جو نیت کرے گا وہ پائے گا ۔(فقہ الفقیہ، فرید بکسٹال لاہور، ص ۸۳،)

3۔ اسی طرح اگر کسی میت کے ساتھ کوئی شخص نقدی یا غلّہ قبر پر لے جائے اور اُس کی نیت یہ ہو کہ قبر پر مساکین مل سکتے ہیں، نیز عام مساکین جنازہ میں شامل ہو جاتے ہیں، تو کوئی حرج نہیں ہے، میت کے لیے جو کچھ دیا جائے گا، حق سبحانہ وتعالیٰ اُس کا ثواب اس میت کو ضرور پہنچائے گا ہاں اگر اُس کی نیت درست نہیں بلکہ محض دکھاوا ہے۔ تو خواہ گھر کی کوٹھری میں بیٹھ کر خیرات کرے گا تو اس کا بھی ثواب نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ نیت صحیح نہیں، معلوم ہوا کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اگر نیت خدا کے لیے اور ایصال ثواب کی ہے تو قبر پر لے جانے سے کوئی حرج واقعہ نہیں ہوتا، اور اگر نیت میں ریاء ہے تو گھر میں بھی کچھ نہیں۔ لہذا مسلمانوں کو لازم ہے کہ ایسے امور میں نیت صحیح ہو نہ یہ کہ ایسے کام ہی چھوڑ دیں۔

4۔ اسی طرح میت کے بعد تیسرے، یا ساتویں یا چالیسویں، دن کھانا پکا کر مساکین کو کھلایا جائے اس میں بھی اگر وارثوں کی نیت یہ ہے، کہ ان دنوں میں مساکین جمع ہو جاتے ہیں یا دوسرے خویش واقارب آجاتے ہیں یا معین کرنے کے سبب کچھ نہ کچھ اداء ہو جاتا ہے۔ تو معین کرنے میں کوئی حرج نہیں، اگر یہ نیت ہو کہ ان اوقاتِ مخصوصہ میں کھانا کھلانا تو پہنچتا ہے، آگے پیچھے کا نہیں پہنچتا تو یہ نیت غلط ہے اس کی اصلاح کر دینی چاہیے۔ کہ میت کو جس روز بھی ثواب پہنچانا چاہے تو اس کو پہنچتا ہے۔ کھانا ہو یا نقدی یا قرآن کی تلاوت، کسی دن کو خاص کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ ہاں اگر (کسی خاص دن کو معین کرنے میں) مصلحت ہو حرج بھی نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ نیت پر اعمال کا مدار ہے، نیت ایصال ثواب کی ہے تو جس روز بھی صدقہ، خیرات، عبادات، تلاوت قرآن کریم وغیرہ کا ثواب جتنے مسلمانوں بخشے گا۔ تو سب کو پورا، پورا پہنچے گا۔ تیسرا دن ہو یا ساتواں یا دسواں اگر ریاء کاری کے لیے کرتا ہے تو سب کچھ بیکار ہے۔

5۔ اسی طرح انسان کے قبر میں جانے کے بعد لوگ بیٹھتے ہیں، اور کلمہ پڑھتے ہیں ان کی نیت یہ ہوتی کہ لوگ خالی بیٹھیں گے تو حقہ نوشی کریں گے یا فضول باتیں کریں گے، کلمہ طیبّہ جس کی نسبت حدیث شریف میں افضل الذکر ہے پڑھتے رہیں تو یقینا موجب برکت ہے۔ پھر اگر بعض روایات کے مطابق ستر 70 ہزار بار ہو جائے اور میت کو بخشا جائے تو میت کی بخشش کی اُمید ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ موجب حدیث, وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی، کلمہ پڑھنے والوں کو ان کی نیت کے مطابق نہ ملے؟؟۔ جب حضور علیہ السلام نے فرمادیا ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جو اس نے نیت کی تو ضرور اجر ملے گا پھر وہ میت کو بخشیں گے تو ضرور میت کو بھی پہنچے گا۔

6۔ اسی طرح محفل میلاد کرنا اور جلوس نکالنا، تاکہ رسول اللہ ﷺ کی شان ظاہر ہو اور سلام کی عزت، عظمت، اور ہیبت مخالفین

اسلام کے دلوں میں جاگزین ہو تو اسی حدیث کی روح سے جائز ہے کہ ان کاموں میں نیت نیک ہے۔

7- اسی طرح ہر وہ کام جس کی ممانعت رسول کریم ﷺ نے نہ فرمائی ہو، جیسے (ختم گیارہویں شریف، بزرگانِ دین کے عرس وغیرہ، نیک نیت کے ساتھ جائز اور کارِ ثواب ہے۔

8- قرآن شریف جنابت کی حالت میں پڑھنا منع ہے لیکن اگر بہ نیت دعا پڑھے تو درست ہے۔ مثلاً وہ آیات جن میں دعا ہے جنبی کو بہ نیت قرآت پڑھنا حرام ہے اور بہ نیت دعا درست ہے۔

9- اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ احادیث میں آیا ہے کہ جب ملائکہ بندوں کے اعمال آسمان پر لے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اَلْقِ تلک الصّحیفۃ، اَلْقِ تلک الصّحیفۃ، اس صحیفہ کو ڈال دے، اس صحیفہ کو ڈال دے، وہ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ خدایا تیرے اس بندے نے نیک باتیں کیں، نیک عمل کیے ہم نے سنا دیکھا اس کے نیکیوں کے دفتر میں لکھا اب اسے کس طرح ڈال دیں؟ حکم ہوگا کہ ,, لم یرد بہ وجھی،، کہ اس بندہ نے اس عمل میری رضا کا ارادہ نہیں کیا یعنی اس کی نیت اس عمل میں میری رضا کی نہ تھی، اس لیے میرے حضور میں قبول نہیں۔ اسی طرح ای دوسرے فرشتے کو حکم ہوگا ,, اُکتب لفلان کذا و کذا،، فلاں بندے کے نامہ اعمال میں فلاں فلاں نیک عمل لکھدے، فرشتہ عرض کرے گا کہ خدایا اس نے تو یہ کام کیا ہی نہیں، تو کیسے لکھوں؟ حکم ہوگا کہ اس نے نیت کی تھی اس کا ارادہ کرنے کا تھا مگر اس سے نہ ہوسکا۔ سبحان اللہ دیکھئے نیت نیک کرنے سے بغیر کیے اعمال کا ثواب مل گیا۔ اور بُری نیت سے کیے ہوئے اعمال ضائع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اخلاص کی توفیق دے۔

10 الحاصل : ہر کام میں نیک نیت ہونا چاہیے، (اور جتنی زیادہ نیتیں ہوں گئیں ثواب بھی زیادہ ہوگا) حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ نے مثنوی شریف میں ایک حکایت نقل فرمائی ہے کہ ایک شخص نے مسجد کے پاس اپنا مکان بنوایا اور مسجد کی طرف ایک دریچہ رکھا، اس کے پیر نے پوچھا یہ دریچہ کس لیے رکھا ہے؟ اس نے کہا کہ ہوا کے لیے، آپ نے فرمایا اگر تو یہ نیت کرتا کہ یہ دریچہ محض اس لیے رکھا ہے کہ مسجد سے اذان کی آواز آجائے، یا جماعت کے کھڑے ہونے کا علم ہوجایا کرے تو ہوا تو خود بخود آجایا کرتی اور تجھے اس کا ثواب بھی ہوتا۔ (فقہ الفقیہ، فرید بکسٹال لاہور، ص ۸۲ تا ۸۶،)

خلوص کی وجہ سے حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت:

ایک آدمی پیر کامل کی تلاش میں تھے بہت کوشش کی مگر پیر کامل نہ ملا، (لیکن) ان کی طلب میں خلوص تھا، تو مجبور ہو کر ایک رات عرض کیا: اے رب تیری عزت کی قسم آج صبح کی نماز سے پہلے جو ملے گا اس سے بیعت کرلوں گا، صبح کی نماز پڑھنے جا رہے تھے، تو سب سے پہلے راہ میں ایک چور ملا جو چوری کیے آرہا تھا انہوں نے ہاتھ پکڑ لیا کہ حضرت بیعت لیجئے، وہ حیران ہوا، بہت انکار کیا نہ مانے آخر اس نے مجبور ہوکر کہہ دیا حضرت میں چور ہوں یہ دیکھیے چوری کا مال میرے پاس موجود ہیں آپ نے فرمایا کہ میرا تو میرے رب سے عہد ہے کہ آج صبح کی نماز سے پہلے جو ملے گا اس سے بیعت کرلوں گا، اتنے میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تشریف لائے، اور اس چور کو مراتب دیئے، تمام مقامات فوراً طے کرائے، ولی کیا (ولی بنایا) اور اس سے بیعت لی اور انہوں نے اس سے بیعت لی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْاِيْمَانِ وَالْاِسْلَامِ وَالْقَدْرِ وَالشَّفَاعَةِ

ایمان، اسلام، تقدیر اور شفاعت کا بیان

(۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمُرَ قَالَ بَيْنَا مَعَ صَاحِبٍ لِّيْ بِمَدِيْنَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ بَصُرْنَا بِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ فَقُلْتُ لِصَاحِبِيْ هَلْ لَّكَ اَنْ تَاْتِيَهٗ فَنَسْأَلُهٗ عَنِ الْقَدْرِ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ دَعْنِيْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا الَّذِيْ اَسْأَلُهٗ فَاِنِّيْ اَعْرِفُ بِهٖ مِنْكَ قَالَ فَانْتَهَيْنَا اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنَّا نَتَقَلَّبُ فِيْ هٰذِهِ الْاَرْضِ فَرُبَّمَا قَدِمْنَا الْبَلْدَةَ بِهَا قَوْمٌ يَّقُوْلُوْنَ لَا قَدْرَ فَبِمَا نَرُدُّ عَلَيْهِمْ قَالَ اَبْلِغْهُمْ مِنِّيْ اِنِّيْ مِنْهُمْ بَرِيْئٌ وَّلَوْ اَنِّيْ وَجَدْتُّ اَعْوَانًا لَجَاهَدْتُّهُمْ ثُمَّ اَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ رَهْطٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ اِذْ اَقْبَلَ شَابٌّ جَمِيْلٌ اَبْيَضُ حَسَنُ اللِّمَّةِ طَيِّبُ الرِّيْحِ عَلَيْهِ ثِيَابٌ بِيْضٌ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ قَالَ فَرَدَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَدَدْنَا مَعَهٗ۔ فَقَالَ اَدْنُوْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اُدْنُ فَدَنَا دَنْوَةً اَوْ دَنْوَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ مُوَقِّرًا لَّهٗ ثُمَّ قَالَ اَدْنُوْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اُدْنُهٗ فَدَنَا حَتّٰى اَلْصَقَ رُكْبَتَهٗ بِرُكْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَلِقَائِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ فَقَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَعَجِبْنَا مِنْ تَصْدِيْقِهٖ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلِهٖ صَدَقْتَ كَاَنَّهٗ يَعْلَمُ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنْ شَرَائِعِ الْاِسْلَامِ مَاهِيَ قَالَ اِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَحَجُّ الْبَيْتِ لِمَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَ صَوْمُ رَمَضَانَ وَالْاِغْتِسَالُ مِنَ الْجَنَابَةِ قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لِقَوْلِهٖ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِحْسَانِ مَا هُوَ قَالَ الْاِحْسَانُ اَنْ تَعْمَلَ لِلّٰهِ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ فَاِذَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ فَاَنَا مُحْسِنٌ قَالَ

نَعَمْ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَةِ مَتٰی هِیَ قَالَ مَا الْمَسْؤُلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلٰكِنْ لَهَا شَرَائِطُ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ قَالَ صَدَقْتَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَنَحْنُ نَرَاهُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَیَّ بِالرَّجُلِ فَقُمْنَا فِیْ اَثَرِهٖ فَمَا نَدْرِیْ اَیْنَ تَوَجَّهَ وَلَا رَاَيْنَا شَيْئًا فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ مَّعَالِمَ دِيْنِكُمْ وَاللّٰهِ مَا اَتَانِیْ بِصُوْرَةٍ اِلَّا وَاَنَا اَعْرِفُهٗ فِيْهَا اِلَّا هٰذِهِ الصُّوْرَةَ۔

حضرت یحییٰ بن یعمر سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے شہر مدینہ میں تھا کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ میں نے اپنے رفیق کو کہا : کیا ہم ان (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) کے پاس جائیں، اور ان سے تقدیر کے بارے میں پوچھتے ہیں؟ تو اس نے کہا : ٹھیک ہے۔ میں نے کہا : چونکہ میں تجھ سے زیادہ معرفت رکھتا ہوں اس لیے حضرت عبداللہ بن عمر سے میں سوال کروں گا۔ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ کے پاس پہنچے۔ میں نے عرض کی : اے ابوعبدالرحمٰن! ہم زمین پر سفر کرتے رہتے ہیں، کبھی ہم ایسے شہر میں بھی پہنچتے ہیں جس کے باسی کہتے ہیں کہ کوئی تقدیر نہیں ہے، تو ہم ان کو کیا جواب دیں؟ تو حضرت عبداللہ نے جواب ارشاد فرمایا : ان لوگوں کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ میں ان سے بری ہوں، اور اگر میں مددگار پاؤں (یعنی اگر مجھ سے ہوسکا) تو میں ان سے ضرور جہاد کروں گا، پھر وہ ہم کو بیان فرمانے لگے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے اصحاب میں سے ایک گروہ تھا، اچانک ایک حسین و جمیل سفید رنگ چمکتا ہوا نوجوان، جس سے پاکیزہ خوشبو آرہی تھی اور اس پر سفید رنگ کے کپڑے تھے، آیا۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ پر سلام ہو، (اے لوگو) تم پر بھی سلام۔ تو رسول اللہ ﷺ اور ہم نے اس پر سلام لوٹایا۔ اس نے عرض کی : کیا میں قریب ہو جاؤں یارسول اللہ ﷺ؟ آپ نے فرمایا : ہو جاؤ، تو وہ ایک دفعہ یا دو دفعہ قریب ہو گیا، پھر وہ آپ ﷺ کی تعظیم کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا، اور پھر عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں (مزید) قریب ہو جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا : قریب ہو جاؤ۔ وہ قریب ہو گیا حتیٰ کہ اس نے اپنے گھٹنے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک گھٹنوں سے ملا دیئے۔

پھر عرض کی : مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے؟ فرمایا : ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اسکی کتابوں، اسکے رسولوں، اس سے ملاقات کرنے، آخرت اور اچھی و بری تقدیر پر ایمان لائے۔ اس نے کہا : آپ نے سچ فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم کو اس کی رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرنے پر تعجب ہوا، گویا وہ پہلے ہی جانتا ہو۔

پھر عرض کی: مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا : نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، طاقت ہو تو بیت اللہ کا حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور غسل جنابت کرنا۔ اس نے کہا : آپ نے سچ فرمایا۔ ہمیں اس

کے قول (آپ نے سچ کہا) پر تعجب ہوا۔

پھر اس نے کہا: مجھے احسان کے بارے میں بتائیے؟ فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا تو وہ تو تجھے دیکھ ہی رہا ہے۔ اس نے عرض کی: اگر میں یہ سب بجالاؤں تو کیا میں محسن ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: آپ نے سچ کہا۔

پھر اس نے عرض کی: مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے، وہ کب ہے؟ فرمایا: جس سے قیامت کے بارے میں پوچھا گیا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ ہاں اسکی کچھ علامات ہیں۔ پس آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی: بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے، وہی بارش نازل فرماتا ہے، جو کچھ ارحام میں ہے وہ جانتا ہے، کوئی جان یہ نہیں جانتی کہ اس کے ساتھ کل کیا بیتے گی، اور نہ ہی کسی کو یہ معلوم ہے کہ وہ کہاں مرے گا، بیشک (ان تمام کا تو) اللہ تعالیٰ کو علم ہے اور وہی (اس کی) خبر دینے والا ہے۔ اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ پھر وہ شخص چلا گیا، اور ہم اسے دیکھ رہے تھے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس شخص کو تلاش کرو، پس ہم سب نے انہیں تلاش کرنا شروع کر دیا، لیکن ہم نے اس کے نشان تک نہ دیکھے۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ جبرائیل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ واللہ! سوائے اس صورت کے وہ جب بھی میرے پاس کسی شکل وصورت میں آئے، میں نے ان کو پہچان لیا۔

شرح:

یعنی میں نے اپنے ساتھی کو رغبت دلائی کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تقدیر کے بارے میں مسئلہ پوچھیں کہ ایمان میں کن چیزوں کا قرار، اور کن چیزوں کی نفی کرنی ضروری ہے۔ کیونکہ اس بارے میں لوگوں کی رائے مختلف ہے۔ جب میرے ساتھی نے ہاں میں جواب دیا تو میں نے کہا کہ تم نہ بولنا میں ان سے بات کروں گا کیونکہ میں حضرت عبداللہ کو تجھ سے زیادہ جانتا ہوں۔ تو ہم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آکر عرض کی کہ اے ابوعبدالرحمن (یہ آپ کی کنیت ہے) ہم تابعین زمین میں سفر کرتے ہیں تو بسا اوقات ہم ان لوگوں کے پاس بھی جاتے ہیں جو کہتے ہیں کہ قضاء وتقدیر وغیرہ کچھ نہیں، تو ہم ان لوگوں کو کیا جواب دیں کہ جسے وہ سن کر ایسی باتوں سے اجتناب کریں؟ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو میری طرف یہ خبر دے دو کہ میں ان سے بری ہوں اس سے معلوم ہوا کہ صحابی کا قول حجت ہوتا ہے، جیسا کہ خود نبی اکرم ﷺ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ" اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" کہ میرے اصحاب ستاروں کی مثل ہیں جس کی بھی اقتداء کرلو گے ہدایت پاجاؤ گے۔ پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس لشکر ہوتا تو میں دین کو غالب کرنے کے لیے ایسے لوگوں کے ساتھ جہاد کرتا جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔

پھر ہم کو نبی اکرم ﷺ کی حدیث سنانے لگے اور فرمایا کہ ہم (صحابہ) نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی آیا جو روشن چہرے والا تھا اور شکل وصورت کے لحاظ سے حسین وجمیل تھا اس سے بہت عمدہ قسم کی خوشبو آرہی تھی اور اس نے سفید لباس پہنا ہوا تھا، اس نے آتے ہی" السلام علیک یارسول اللہ" کے الفاظ کے ساتھ خصوصاً نبی اکرم ﷺ کو اور" السلام علیکم: کے ساتھ عموماً تمام صحابہ کرام کو سلام کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے اچھے طریقے سے اس کو سلام کا جواب دیا اور ہم

نے بھی نبی اکرم ﷺ کی طرح جواب دیا۔ پھر اس نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ میں قریب ہو جاؤں تو آپ ﷺ نے فرمایا ہو جاؤ تو وہ ایک دو قدم آپ ﷺ کے قریب ہو گیا، پھر اس نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ میں اور قریب ہو جاؤں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہو جاؤ تو وہ نبی اکرم ﷺ کے اتنا قریب ہو گیا کہ اس نے اپنے گھٹنوں کو نبی اکرم کے مبارک گھٹنوں کے ساتھ ملا دیا۔

بعض رویات میں آتا ہے کہ اس نے کمال تقرب کے لیے ادب کو بجالاتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی مقدس رانوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے، اور پھر عرض کی مجھے ایمان یعنی مؤمن کے بارے اجمالاً بیان فرمائیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور اس کے ساتھ ملاقات پر ایمان رکھے، یعنی قبر اور بعث پر یا جنت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت پر ایمان رکھے، اور حشر ونشر، اچھی بری تقدیر یعنی تقدیر کے نفع ونقصان پر ایمان رکھے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قضاء اور حکم سے ہے اور اس میں بغیر اللہ تعالیٰ کی تبدیلی کے تغیر نہیں ہو سکتا۔ تو اس آدمی نے کہا کہ آپ ﷺ نے سچ کہا ہم (صحابہ) کو اس کی نبی اکرم ﷺ کی تصدیق کرنے پر بہت تعجب ہوا کہ اور ایسا لگا کہ یہ جانتا ہے اور نبی اکرم ﷺ سے امتحان لے رہا ہے، اس نے پھر عرض کی مجھے اسلام کے بارے میں خبر دیں یعنی اس کے ارکان وفرائض کے بارے میں بتائیں کہ وہ کیا ہے جس پر تمام احکام کا مدار ہے ؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نماز کو قائم کرنا یعنی تمام شرائط وارکان کے ساتھ پڑھنا، (زکوۃ دینا) یعنی مال سے جو واجب آتا ہے مستحق کو اس کا مالک بنانا، (حج کرنا) یعنی بیت اللہ اور معظم جگہوں کی زیارت کا ارادہ کرنا، (رمضان کے روزے رکھنا) یعنی روزے رکھ کر اس ماہ کی تعظیم وتوقیر کرنا، (غسل جنابت کرنا) یعنی اپنے بدن کے تمام اعضاء کا دھونا۔

بعض مشہور روایات میں اس پانچویں بات (غسل جنابت) کی جگہ "شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ" کا ذکر ہے اور یہ اسلام کا پہلا رکن ہے۔ اور حدیث "بنی الاسلام علی خمس" اسی کی موافقت کرتی ہے۔ پھر اس آدمی نے کہا آپ نے سچ کہا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ پہلا سوال وجواب تحقیق ایمان اور باطنی جہت سے اس کی تصدیق کے متعلق ہے، اور دوسرا سوال وجواب ظاہری بجا آوری کے متعلق ہے یہ لغوی فرق ہے شرعی اعتبار سے ایمان اور اسلام کا مفہوم ایک ہی ہے پس ہر مؤمن مسلم ہے اور ہر مسلم مؤمن ہے۔ ہاں اس بات پر حدیث دلالت کرتی ہے کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے، اور اقرار کے لیے اسلام کے احکام کا بجالانا شرط ہے، اور باقی اعمال کمال کے لیے ہیں واللہ اعلم الاحوال۔

(پھر اس آدمی نے عرض کی مجھے احسان کے بارے میں خبر دیں) یعنی ایسی بات کے متعلق بتایئے جس کے ساتھ ایمان اور اسلام حسین وجمیل ہوتا ہے۔ (تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ کے لیے عمل کرے) مشہور روایت میں ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کرے، (اس طرح کہ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ تیرے پاس ہے اور تو اس کی طرف دیکھ رہا ہے، (اور اگر تجھے یہ حالت نصیب نہ ہو تو کم از کم یہ خیال کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے) یعنی جان لے کہ وہ تجھے تمام احوال میں دیکھ رہا ہے تو تجھ پر لازم ہے کہ اپنے اعمال کو خوبصورت بنائے۔ اس نے عرض کی (اگر میں نے ایسا کیا تو کیا میں محسن ہوں تو

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تو اس نے پھر کہا کہ آپ نے سچ کہا، اور پھر عرض کی کہ مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے) کہ وہ کب آئے گی اور اس کا وقت کیا ہے؟ (تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس سے سوال کرتے ہو وہ اس بارے میں سائل سے زیادہ نہیں جانتا) یعنی جس طرح سائل اس کا جواب دینے سے عاجز ہے اسی طرح ہر وہ آدمی جس سے قیامت کے بارے میں سوال کیا جائے اس کے جواب سے عاجز ہے، بیشک اللہ تعالیٰ نے اس کے علم کو پردہ میں رکھا پس اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ (یہ شروع اسلام کی بات ہے بعد میں جب نبی اکرم ﷺ کے علم میں اضافہ ہوتا گیا تو آپ ﷺ کو تمام چیزوں کی خبر دی گئی، ابوالاحمد غفرلہ)۔ (لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں) یعنی اس کے کچھ علامات ہیں جو اس کے قرب پر دلالت کرتی ہیں۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی "اِنَّ اللہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ" (تو اس نے کہا کہ آپ نے سچ کہا اور پھر جانے لگا) یعنی پھر اُٹھ کر جانے لگا اور ہم اس کو دیکھ رہے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس آدمی کو بلاؤ (تو ہم اس کے پیچھے بھاگے ہم کچھ پتا نہ چلا کہ تو کہاں گیا اور نہ ہم نے کچھ دیکھا، تو ہم نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ وہ ہمیں نہیں ملا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ جبرئیل تھے تمہارے پاس تم کو تمہارے دین کی باتیں سکھلانے آئے تھے) یعنی سوال و جواب کے طریقہ سے تم کو دین سکھلانے آئے تھے۔ (۱)

خلاصہ:

اس باب میں اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھی بری تقدیر پر ایمان ضروری ہے، اور تقدیر کا انکار کفر ہے۔

(۳) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ جِبْرِیْلُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ صُوْرَۃِ شَابٍّ عَلَیْہِ ثِیَابٌ بَیَاضٌ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہِ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْکَ السَّلَامُ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللہِ اُدْنُوْ فَقَالَ اُدْنُہٗ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللہِ مَا الْاِیْمَانُ فَقَالَ الْاِیْمَانُ بِاللہِ وَمَلَائِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لِقَوْلِہٖ صَدَقْتَ کَاَنَّہٗ یَدْرِیْ ثُمَّ قَالَ یَارَسُوْلَ اللہِ فَمَا شَرَائِعُ الْاِسْلَامِ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِقَامُ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءُ الزَّکٰوۃِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَ غُسْلُ الْجَنَابَۃِ قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لِقَوْلِہٖ صَدَقْتَ کَاَنَّہٗ یَدْرِیْ ثُمَّ قَالَ فَمَا الْاِحْسَانُ قَالَ اَنْ تَعْمَلَ لِلّٰہِ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَمَتٰی قِیَامُ السَّاعَۃِ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ فَقَفّٰی فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیَّ بِالرَّجُلِ

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ذکر اسنادہ عن علقمۃ، ص، 327، 328

فَطَلَبْنَا فَلَمْ نَرَلَهُ اَثَرًا فَاَخْبَرْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذٰلِكَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ جَاءَ كُمْ يُعَلِّمُكُمْ مَّعَالِمَ دِيْنِكُمْ۔

حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک نوجوان کی شکل وصورت میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے، اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام پر نہایت سفید لباس تھا۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو السلام علیک یارسول اللہ کہا، آپ علیہ السلام نے وعلیک السلام فرمایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی : میں قریب ہو جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہو جائیں، پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر ایمان کیا ہے؟ فرمایا : ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اسکی کتابوں، اسکے رسولوں، آخرت اور اچھی وبُری تقدیر پر ایمان لانا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی : آپ نے سچ فرمایا۔ ہمیں اس کے اس قول" آپ نے سچ فرمایا" پر تعجب ہوا، گویا، وہ پہلے ایمان کو جانتے ہیں (پھر سوال کیوں کر رہے ہیں)۔

پھر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ شرائع اسلام کے بارے مجھے بتائے، آپ صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا : نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، غسل جنابت کرنا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی : آپ نے سچ فرمایا ۔ہمیں اس کے اس قول" آپ نے سچ فرمایا" پر تعجب ہوا، گویا، وہ پہلے شرائع اسلام کو جانتے ہیں (پھر سوال کیوں کیا)۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: مجھے احسان کے بارے میں بتایئے؟ فرمایا : تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا تو وہ تو تجھے دیکھ ہی رہا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی : آپ نے سچ فرمایا۔ پھر عرض کی: مجھے قیامت کے بارے میں بتایئے؟ فرمایا: جس سے قیامت کے بارے میں پوچھا گیا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔

پھر حضرت جبریل علیہ السلام (اچانک) چلے گئے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : اس شخص کو تلاش کرو، پس ہم سب نے انہیں تلاش کرنا شروع کر دیا، لیکن ہم نے حضرت جبریل علیہ السلام کے نشان تک نہ دیکھے۔ پھر آپ علیہ السام نے فرمایا : یہ جبرائیل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

شرح:

یہ حدیث ماقبل کے ہم معنی ہے اور مضمون کے اعتبار سے مکرر ہے اس کی بھی شرح وہی ہے جو ماقبل میں بیان ہو چکی واللہ اعلم

ابوالاحمد غفرلہ۔



باب التوحید والرسالۃ

توحید اور رسالت کا بیان

(۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ اَنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثُوْهُ اَنَّ عَبْدَاللهِ بْنَ رَوَاحَةَ كَانَتْ لَهٗ رَاعِيَةٌ تَتَعَاهَدُ غَنَمَهٗ وَاَنَّهٗ اَمَرَهَا تَتَعَاهَدُ شَاةً فَتَعَاهَدَتْهَا حَتّٰى سَمُنَتِ الشَّاةُ وَاشْتَغَلَتِ الرَّاعِيَةُ بِبَعْضِ الْغَنَمِ فَجَاءَ الذِّئْبُ فَاخْتَلَسَ الشَّاةَ وَقَتَلَهَا فَجَاءَ عَبْدُ اللهِ وَفَقَدَ الشَّاةَ فَاَخْبَرَتْهُ الرَّاعِيَةُ بِاَمْرِهَا فَلَطَمَهَا ثُمَّ نَدِمَ عَلٰى ذٰلِكَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَظَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ وَقَالَ ضَرَبْتَ وَجْهَ مُؤْمِنَةٍ فَقَالَ سَوْدَاءُ لَا عِلْمَ لَهَا فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهَا اَيْنَ اللهُ فَقَالَتْ فِي السَّمَآءِ قَالَ فَمَنْ اَنَا قَالَتْ رَسُوْلُ اللهِ قَالَ اِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ فَاَعْتِقْهَا فَاَعْتَقَهَا۔

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ کو نبی اکرم ﷺ کے کچھ اصحاب نے خبر دی کہ حجرت عبداللہ بن رواحہ کی ایک لونڈی تھی جو انکی بکریاں چرایا کرتی تھی، اور حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اس لونڈی سے بکریاں چرانے کا معاہدہ کیا ہوا تھا، لونڈی نے معاہدہ نبھایا حتی کہ بکریاں خوب موٹی تازی ہوگئیں، (ایک دن) لونڈی کچھ بکریوں کے ساتھ مشغول تھی کہ ایک بھیڑیا آیا، اور ایک بکری اچک کرلے گیا اور اسے مار دیا، جب حضرت عبداللہ بن رواحہ آئے اور ایک بکری کو مفقود پایا۔ بکریاں چرانے والی نے ان کو اس بکری کی بابت خبر دی، تو انہوں نے اس لونڈی کو ایک طمانچہ رسید کیا، پھر خود ہی اس پر نادم ہوئے۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو نبی ﷺ کو یہ امر نا گوار گزرا، اور فرمایا: تو نے ایک مومنہ کے چہرے پر مارا؟ عرض کی: اس کالی کو (ایمان کا) کوئی علم نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس لونڈی کو بھلا بھیجا، جب وہ آئی تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا آسمانوں کی طرف۔ فرمایا: میں کون ہوں؟ اس نے جواب دیا آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ مومنہ ہے، اس کو آزاد کردو، تو حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اسے آزاد کردیا۔

شرح:

حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری خزرجی ہیں اور نقباء میں سے ایک ہیں، عقبہ، بدر، احد، خندق، اور ان کے علاوہ غزوات میں شریک ہوئے سوائے فتح مکہ کے، آپ آٹھ ہجری کو یوم موتہ میں شہید ہوئے، آپ بڑے شعراء میں سے ایک تھے۔

یعنی جب حضرت عبداللہ نے اس جاریہ کو طمانچہ مارہ تو اپنے اس فعل پر بہت نادم ہوئے اور اس کا ذکر نبی اکرم ﷺ کے سامنے کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس کام کو جوان سے صادر ہوا تھا اور جس میں ملازمہ کا جرم بھی نہیں تھا بہت اہمیت دی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایک مؤمنہ کے چہرا پر بغیر اس کے کسی جرم کے طمانچہ مارا تو انہوں نے کہا کہ وہ ایک حبشی عورت ہے اس کو اللہ تعالیٰ اور اس پر ایمان کا تو علم ہی نہیں (یعنی وہ مؤمن نہیں ہے) تو نبی اکرم ﷺ نے اس ملازمہ کو بلایا تو وہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی تو نبی اکرم نے اس سے پوچھا اللہ کہاں ہے؟ یعنی تیرا معبود اور الٰہ کہاں ہے اس نے کہا کہ آسمان میں، یادرہے کہ اللہ تعالیٰ مکان زمان اور تمام جہانوں کے حوادث سے منزہ ہے، آسمان کی طرف اس کی اسی طرح نسبت کی گئی جس طرح خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قال تعالی :وَهُوَ الَّذِی فِی السَّمَاءِ إِلٰه وَفِی الأَرْضِ إِلٰه" (الزخرف.84)

وقال عزوجل "وَهُوَ اللهُ فِی السَّمَاوَاتِ وفِی الأَرْضِ" (الأنعام.3)

پھر نبی اکرم ﷺ نے میں کون ہوں؟ اس نے کہا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ مؤمنہ ہے اس کو آزاد کردو (یہ حکم استحبابی ہے) تو اس کو حضرت عبداللہ نے طمانچہ مارنے کے فعل میں کفارۃً آزاد کر دیا۔(۱)

خلاصہ:

اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کسی کا مالک بنادیتا ہے تو اس کے حقوق کو پورا کرو اور جو جرم اس نے نہیں کیا اس کی سزا اس کو نہ دو، اور جو کیا ہے اس کو معاف کردو۔

(۵) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِاَصْحَابِهٖ اِنْهَضُوْا بِنَا نَعُوْدُ جَارَنَا الْیَهُوْدِیَّ قَالَ فَدَخَلَ عَلَیْهِ فَوَجَدَهٗ فِی الْمَوْتِ فَسَأَلَهٗ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ فَنَظَرَ اِلٰى اَبِیْهِ فَلَمْ یُكَلِّمْهُ اَبُوْهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ فَنَظَرَ اِلٰى اَبِیْهِ فَقَالَ اَبُوْهُ اِشْهَدْ لَهٗ فَقَالَ الْفَتٰى اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ فَقَالَ

(۱) (شرح الملا علی القاری رحمة الله تعالى علیه، علی مسندالامام الاعظم،، ذکر اسناده عن عطاء رحمة الله تعالی علیه، ،ص، 157،158)

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْقَذَنِيْ نَسَمَةً مِّنَ النَّارِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ لِاَصْحَابِهٖ اِنْهَضُوْا بِنَا نَعُوْدُ جَارَنَا الْيَهُوْدِيَّ قَالَ فَوَجَدَهٗ فِي الْمَوْتِ فَقَالَ اَتَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ قَالَ فَنَظَرَ الرَّجُلُ اِلٰى اَبِيْهِ قَالَ فَاَعَادَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَصَفَ الْحَدِيْثَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ اِلٰى اٰخِرِهٖ عَلٰى هٰذِهِ الْهَيْاَةِ اِلٰى قَوْلِهٖ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْقَذَنِيْ نَسَمَةً مِّنَ النَّارِ۔

حضرت ابن بریدہ کے والد روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو فرمایا: ہمارے ساتھ چلو ہم اپنے پڑوسی یہودی کی عیادت کریں، بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ اس (یہودی) کے پاس گئے تو اس کو قرب الموت پایا، آپ ﷺ نے اس کچھ پوچھا اور فرمایا: اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا لیکن اس کے باپ نے کوئی کلام نہ کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے پھر اس سے فرمایا: اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے پھر اپنے باپ کی طرف دیکھا، تو اس کے والد نے اس کو کہا: گواہی دے دو۔ پس نوجوان نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے میری وجہ سے (اس کو) آگ سے بچالیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دن اپنے اصحاب کو فرمایا: ہمارے ساتھ چلو ہم اپنے پڑوسی یہودی کی عیادت کریں، بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ اس (یہودی) کے پاس گئے تو اس کو قرب الموت پایا، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں؟۔ اس نے کہا: ہاں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ راوی کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے پھر اس سے یہی فرمایا، اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے اس قول کو آخر تک تین مرتبہ بیان فرمایا، تو نوجوان نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے میری وجہ سے (اس کو) آگ سے بچالیا۔

شرح:

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے تو آپ نے اپنے پاس موجود صحابہ کرام کو فرمایا کہ اُٹھو ہم اپنے یہودی پڑوسی کی عیادت کرنے چلتے ہیں (عیادت پڑوسیوں کے حقوق میں سے ایک حق ہے) جیسا کہ امام بزار، ابوشیخ نے الثواب کے اندر، اور امام ابونعیم نے حلیۃ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، کہ پڑوسی تین قسم کے ہیں ان میں سے ایک کا ایک حق ہے، ایک کے دو حق ہیں اور ایک کے تین حقوق ہیں،

جس کا ایک حق ہے وہ مشرک پڑوسی ہے اس کو حق جوار ہے۔

جس کے دو حق ہیں وہ مسلمان پڑوسی ہے اس کو حق سلام اور حق جوار ہے۔

اور جس کے تین حقوق ہیں وہ مسلمان اور قریبی رشتہ دار پڑوسی ہے اس کو حق سلام، حق صلہ رحمی، اور حق جوار ہے۔

(حضرت بریدہ فرماتے ہیں) نبی اکرم ﷺ اس یہودی کے پاس پہنچے تو اس کو موت کی سختیوں میں پایا (یعنی وہ قریب المرگ تھا) تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے اس کا حال پوچھا، پھر نبی اکرم ﷺ اس سے ایمان کی امید کرتے ہوئے اور اس کو نار جہنم سے بچانے کے لیے، فرمایا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو اس نے مشورہ کی نگاہ سے اپنے باپ کی طرف دیکھا تو اس کے باپ نے اس کو جواب نہ دیا اس میں اشارہ تھا کہ وہ راضی نہیں، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو اس نے پھر اپنے باپ کی طرف دیکھا اور اس کے حکم کا انتظار کرنے لگا۔ تو اس کے باپ نے حالات کی رعایت کی وجہ سے اس کو کہا کہ گواہی دے دو (یعنی ایمان لے آؤ) تو اس نوجوان نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اس ذات کے لیے جس نے اس کو آگ سے بچالیا اور اس کو میرے سبب کفار کے عذاب سے نجات دی۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کو کہا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں میں گواہی دیتا ہوں کیونکہ وہ اہم کتاب تھا اور اس پر توحید غالب تھی، آپ نے پھر فرمایا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ (یعنی میں عرب، عجم، یہود، نصاریٰ وغیرہ کے طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟) تو اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اس میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ اسلام کی طرف میلان رکھتا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے دوبارہ اپنی بات دہرائی پھر آپ نے تیسری بار کہا تو اس کے باپ نے اس کو ایمان لانے کو کہا اور وہ ایمان لے آیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے اس کو آگ سے بچالیا۔ (۱)

خلاصہ:

پڑوسی چاہے جس مذہب سے بھی ہو اس کا دوسرے پڑوسی پر حق ہے۔



(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ذکر اسنادہ عن علقمۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص، 336-337

باب التوقف فی ذرای المشرکین

مشرکین کی اولاد کے بارے میں فیصلہ دینے سے توقف کرنے کا بیان

(٦) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عن عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ قِيْلَ فَمَنْ مَّاتَ صَغِيْرًا يَّارَسُوْلَ اللهِ قَالَ اللهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، اس کے والدین اس کو یہودی و نصرانی بناتے ہیں، پوچھا گیا: یارسول اللہ ﷺ جو بچپن کی حالت میں ہی فوت ہو جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو علم ہے جو وہ کرنے والے تھے۔

شرح:

یعنی ہر بنی آدم توحید کے لحاظ سے فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ اگر کوئی رکاوٹ نہ ہو تو اس کی طبع ایمان کا راستہ اختیار کرتی ہے، اور بعض لوگوں نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہر بچہ اس معرفت اور اقرار پر پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات کا بنانے والا ہے، اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو الہ مان بھی لے، یہ قول امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے موافق ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب مکلف کے پاس کوئی رسول نہ پہنچے تو اس پر لازم ہے کہ صرف اپنی عقل سے ہی اللہ تعالیٰ کی معرفت کرلے، جیسے وہ اپنے محل کی معرفت کرتا ہے۔

اور اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اہل کتاب ہونے کے باوجود بچے کو یہودیت یا نصرانیت کا مقلد بنا دیتے ہیں اور اس کے کفر کا سبب بنتے ہیں۔ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ" یا اس کو مجوسی بنا دیتے ہیں یعنی آگ کی عبادت کرنے والا یا بتوں کی عبادت کرنے والا وغیرہ۔ (١)

خلاصہ:

اہل کبائر مؤمن ہی رہتے ہیں ان کے گناہ ان کو ایمان سے خارج نہیں کرتے، سوائے اللہ تعالیٰ کی شریک ٹھہرانے کے کوئی گناہ کفر نہیں۔



---

(١) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ذکر اسنادہ عن عبدالرحمن بن ہرمز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص، 226،225

بَابُ الْاَمْرِ بِقِتَالِ النَّاسِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ

جب تک لوگ "لا الٰہ الا اللہ" نہ کہہ دیں، اس وقت تک ان کے ساتھ جنگ کرنے کا بیان

(۷) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْهَا عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جب تک لوگ "لا الہ الا اللہ" نہ کہہ دیں اس وقت تک ان سے قتال کروں، اور جب وہ اس کلمہ کو کہہ لیں تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور اموال بچا لیے، مگر کسی حق کے عوض، اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔

شرح:

یعنی مجھے کفار کے ساتھ جہاد کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کا اور میرے رسول ﷺ ہونے کا اقرار نہیں کر لیتے (جیسا کہ ایک دوسری روایت میں آتا ہے) جب وہ اس بات کا اس کی تمام شرائط کے ساتھ اقرار کر لیں تو ان کی جانیں اور مال محفوظ ہیں سوائے حق شرعی کے (مثلاً قصاصاً قتل کرنا، یا رجم کرنا، یا کسی کی چیز کے ضائع کرنے پر اس کا تاوان دینا وغیرہ، ابو الاحمد غفرلہ) اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے یعنی وہ عمل کرتے ہیں یا ترک عمل کرتے ہیں مخلص ہیں یا نہیں، دکھلاوے کے لیے کرتے ہیں یا اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں ان سب کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔ (۱)

خلاصہ:

اسلام کی ریاست کو وسیع سے وسیع تر کرنا چاہیے اور اسلام کو ہر صورت غلبہ دینا چاہیے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام کے بھی بندوں پر کچھ حقوق ہیں۔

باب عدم الکفر اهل الکبائر

اہل کبائر سے کفر لازم نہ آنے کا بیان

(۸) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ قَالَ قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ مَا کُنْتُمْ تَعُدُّوْنَ الذُّنُوْبَ شِرْکًا،

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ذکر اسنادہ عن ابی الزبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص، 165

قَالَ لَا قَالَ اَبُو سَعِيْدٍ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ هَلْ فِىْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ذَنْبٌ يَبْلُغُ الْكُفْرَ قَالَ لَا اِلَّا الشِّرْكُ بِاللهِ تَعَالٰى۔

حضرت ابوالزبیر سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ کو کہا: کیا آپ گناہوں کو شرک خیال کرتے تھے، تو آپ نے فرمایا: نہیں، حضرت ابوسعید نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ کیا اس امت میں کوئی ایسا گناہ بھی ہے جو حد کفر تک پہنچادے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، سوائے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے کے۔

شرح:

حضرت ابوزبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ گناہ کبیرا مثلاً قتل، زنا، چوری، وغیرہ کو کیا شمار کرتے ہو؟؟ یعنی ان گناہوں کو کیا کہتے ہو شرک وکفر یا کچھ اور تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا نہیں ہم گناہوں میں سے کسی گناہ کو کفر نہیں کہتے، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول میں خوارج اور بعض اہل سنۃ کا رد ہے جو ترک نماز کو کفر کہتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ اس امت یعنی امت اجابت میں گناہ کفر کو پہنچ جائے گا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے کوئی گناہ کفر تک نہیں پہچاتا، یہاں شرک سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک ماننا ہے، یا یہاں شرک سے مراد ریاء کاری ہے جس کو شرک خفی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ بھی بندے کو شرک جلی تک پہنچا دیتی ہے۔ (خیال رہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات بندوں میں نہیں پائی جاتیں اسی طرح بندوں کی صفات سے اللہ تعالیٰ منزہ ومبرہ ہے اگر کوئی کسی بندے کی صفت کو اللہ تعالیٰ کی صفت کہے تو وہ بھی مشرک ہے مثلاً جیسے کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھی عطائی علم ہے، نعوذ باللہ من ذلک، ابوالاحمد غفرلہ) (۱)

خلاصہ:

اہل کبائر مؤمن ہی رہتے ہیں ان کے گناہ ان کو ایمان سے خارج نہیں کرتے، سوائے اللہ تعالیٰ کی شریک ٹھہرانے کے کوئی گناہ کفر نہیں۔

(۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ ابْنِ اَبِى الْمُخَارِقِ عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ عُمَرَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَرَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَكْسِرُوْنَ اَغْلَاقَنَا وَيَنْقُبُوْنَ بُيُوْتَنَا وَ يُغِيْرُوْنَ عَلٰى اَمْتِعَتِنَا اَكَفَرُوْا قَالَ لَا قَالَ اَرَاَيْتَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَتَاَوَّلُوْنَ عَلَيْنَا

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ذکر اسنادہ عن ابی الزبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص، 163

وَيَسْفِكُوْنَ دِمَاءَنَا اَكَفَرُوْا قَالَ لَا حَتّٰى يَجْعَلُوْا مَعَ اللهِ شَيْئًا قَالَ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلٰى اِصْبَعِ ابْنِ عُمَرَ وَهُوَ يُحَرِّكُهَا وَيَقُوْلُ سُنَّةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا الْحَدِيْثُ رَوَاهُ جَمَاعَةٌ فَرَفَعُوْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت طاؤس روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور پوچھا: اے ابوعبدالرحمٰن! آپ کا ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جو ہمارے تالے توڑتے ہیں، ہمارے گھروں میں ڈاکہ زنی کرتے ہیں اور ہمارے ساز و سامان میں تغیر کرتے ہیں، کیا ایسے لوگ کافر ہیں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، پوچھا: آپ کا ان لوگوں کے متعلق کیا نظریہ ہے جو ہم تاویلیں کرتے ہیں اور ہمارا خون بہاتے ہیں، کیا ایسے لوگ کافر ہیں؟ فرمایا: نہیں، جب تک وہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہ ٹھہرادیں، (راوی کہتے ہیں) اور میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی انگلی کو دیکھ رہا تھا آپ اس کو حرکت دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔

یہ وہ حدیث ہے جس کو صحابہ کرام کی ایک جماعت نے نقل کیا، اور انہوں نے اس روایت کا سلسلہ نبی اکرم ﷺ تک پہنچایا۔

شرح:

حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے اور ان سے امام زہری اور ان کے علاوہ بہت سے لوگ روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمرو بن دینار فرماتے ہیں میں نے امام طاؤس کی مثل کوئی نہیں دیکھا، آپ علم و عمل میں اپنے زمانہ کے سردار تھے، آپ مکہ میں میں 105ھ کو فوت ہوئے۔

حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور ان سے ایک عملی سوال کیا کہ اے ابوعبدالرحمن یعنی آپ کی تعظیم کرتے ہوئے آپ کو کنیت سے پکارا اور عرض کیا کہ مجھے ان لوگوں کی بارے میں بتایئے جو ہمارے تالے توڑتے ہیں اور ہمارے گھروں کی دیواروں کو نقب لگاتے ہیں، اور ہمارے مال کو زبردستی لے جاتے ہیں؟۔ کیا وہ ان افعال کی وجہ سے کافر ہو جاتے ہیں؟۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نہیں اس میں بھی خوارج کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرا مثلاً چوری، غصب، ظلم، کرنے والا کفر کرتا ہے، یہ اہل سنت کے مذہب کے خلاف ہے۔

اور معتزلہ نے تو کہا کہ ایسا کام کرنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور کفر میں داخل نہیں ہوتا۔ پھر سائل نے سوال کیا ان کا کیا حکم ہے جو تاویلیں کر کے ہمارا خون بہاتے ہیں؟ جیسے خوارج اور باغی وغیرہ، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ فاسد تاویلات کر کے ہمارے قتل کو مباح سمجھتے ہیں کیا وہ اس سے کافر ہو جاتے ہیں؟؟۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نہیں (وہ بھی کافر نہیں ہوتے) کیونکہ ان کو ان کے اجتہاد میں غلطی لگی ہے، اور انہوں نے اپنی مراد کے خلاف کام کیا ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ دین میں تقصیر کی وجہ سے قتل کرنا جائز

ہے۔

حاصل کلام یہ کہ ایسے لوگ اتنی دیر تک کافر نہیں ہوتے جب تک وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ مان لیں رہی بات گناہوں کی تو اس سے مؤمن ایمان سے خارج نہیں ہوتا اسی کی طرف اللہ تعالیٰ کا فرمان اشارہ فرماتا ہے کہ۔

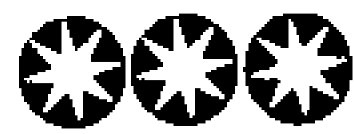
"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا" (النساء :48)

ترجمہ : بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے، اور جس نے خدا کا شریک ٹھرایا اُس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔

حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انگلیوں کو دیکھ رہا تھا آپ ان کو حرکت دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت یہی ہے یعنی نبی اکرم ﷺ کی شریعت یہی ہے کہ (اہل کبائر) کافر نہیں ہوتے، (ملا علی قاری فرماتے ہیں) یہ حدیث بظاہراً موقوف ہے لیکن اس کو ایک جمار نے نبی اکرم ﷺ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ (۱)

خلاصہ:

اہل کبائر مؤمن ہی رہتے ہیں ان کے گناہ ان کو ایمان سے خارج نہیں کرتے، سوائے اللہ تعالیٰ کی شریک ٹھہرانے کے کوئی گناہ کفر نہیں۔



بَابُ مَا جَآءَ فِيْمَنْ شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ

جو شخص گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، ایسے شخص کے متعلق روایات

(۱۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ حَبِيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا اَنَا رَدِيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اَبَا الدَّرْدَاءِ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ قَالَ

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ذکر اسنادہ عن ابی الزبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص، 395 تا 397

فَسَکَتَ عَنِّیْ سَاعَةً ثُمَّ سَارَ سَاعَةً فَقَالَ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ فَسَکَتَ عَنِّیْ سَاعَةً ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قَالَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ وَاِنْ رَّغِمَ اَنْفُ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ فَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اِصْبَعِ اَبِی الدَّرْدَاءِ السَّبَّابَةِ یُوْمِیْ اِلٰی اَرْنَبَتِهٖ۔

حضرت عبداللہ بن حبیبہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالدرداء جو رسول اللہ کے ساتھی تھے، سے سنا، آپ نے فرمایا: ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کا ردیف تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوالدرداء! جو شخص گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو اس پر جنت واجب ہے۔ میں نے عرض کی: اگر چہ وہ زنا کرے، چوری کرے؟، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک گھڑی خاموش ہو گئے، پھر تھوڑا آگے چلے، اور پھر فرمایا: جو شخص گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو اس پر جنت واجب ہے۔ میں نے عرض کی: اگر چہ وہ زنا کرے، چوری کرے؟، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک گھڑی خاموش ہو گئے، پھر تھوڑا آگے چلے، اور پھر فرمایا: جو شخص گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو اس پر جنت واجب ہے۔ میں نے عرض کی: اگر چہ وہ زنا کرے، چوری کرے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر چہ زنا کرے، چوری کرے، اگر چہ ابوالدرداء کی ناک خاک آلود ہو جائے، (تب بھی وہ جنت میں ہی جائے گا) راوی کہتے ہیں کہ گویا میں حضرت ابوالدرداء کی سبابہ انگلی (ابھی بھی) دیکھ رہا ہوں جس سے آپ اپنی ناک کے بھانسے کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔

شرح:

حضرت عبداللہ (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا بسا اوقات میں نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سوار ہوتا تھا، تو ایک دن نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابودرداء جو "لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدنیت اور میرے رسول ہونے، اور میری شریعت کا اقرار کرے تو اس لے لیے جنت واجب یعنی ثابت ہے اور وہ اس میں داخل ہونے کا مستحق ہے چاہے اولاً داخل ہو یا آخراً یعنی جنت اس کو ضرور ملے گی۔ حضرت ابو درداء فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول ﷺ اگر چہ وہ زنا اور چروی کرے تب بھی؟ یعنی وہ اللہ کے حقوق اور حقوق العباد میں کبائر کا مرتکب ہو تب بھی وہ جنت میں جائے گا۔؟ تو نبی اکرم ﷺ خاموش ہو گئے۔

پھر کچھ دیر چلنے کے بعد آپ نے فرمایا "لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ" یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی صفات جلال و جمال کے ساتھ اللہ پر ایمان لایا اور مجھے ایسا رسول مانا جو۔

"الموصوف بحسن الشمائل و مکارم الفضائل"

جو اچھے شمائل و فضائل والا ہے، اس کے لیے جنت واجب ہے، حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر وہی سوال کیا کہ

کیا صرف اس گواہی کے ساتھ ہی اس کو جنت مل جائے گی اگر چہ وہ زنا و چوری وغیرہ کرتا پھرے؟؟ تو نبی اکرم ﷺ پھر خاموش ہو گئے اور کچھ دیر چلنے کے بعد پھر فرمایا "لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدنیت اور میرے رسول ہونے، اور میری شریعت کا اقرار کرئے تو اس لے لیے جنت واجب یعنی ثابت ہے۔ حضرت ابودرداء فرماتے ہیں میں نے پھر وہی سوال کیا تو نبی اکرم ﷺ نے بطور زجر فرمایا ہاں وہ جنت میں ضرور جائے گا اگر چہ ابودرداء کا ناک خاک آلود ہو جائے یعنی آپ نے جواب میں مبالغہ کیا راوی حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی انگلی کو دیکھا رہا ہوں کہ آپ نے اس کے ساتھ اپنے ناک کے بانسے کی طرف اشارہ کیا۔

اس حدیث میں معتزلہ اور خوارج کا رد ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اہل کبائر جنت میں دال نہیں ہوں گے۔ اور اس حدیث کو بعینہ امام طبرانی حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ۔

"قال: من قال لا إله إلا الله دخل الجنة، وإن زنى، وإن سرق، على رغم أنف أبي الدرداء."

اس کے علاوہ امام احمد بن حنبل، ابن ماجہ، ابن حبان وغیرہ نے بھی اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ۔

"ما من رجل يشهد أن لا إله إلا الله إلاَّ دخل الجنة وإن زنى وإن سرق وإن رغم أنف أبي الدرداء."(۱)

اور امام بخاری و مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا کہ۔

"ما من عبد قال لا إله إلا الله، ثم مات على ذلك إلا دخل الجنة، قال أبو ذر: قلت: وإن زنى، وإن سرق، قال: وإن زنى وإن سرق قال: في الرابعة وإن رغم أنف أبي ذر."(۲)

اور احمد کی روایت میں یوں ہے کہ۔

"من قال لا إله إلا الله وحده لا شريك له دخل الجنة قال أبو الدرداء: وإن زنى وإن سرق ثلاثاً. قال في الثالثة: على رغم أنف أبي الدرداء."

اور امام احمد اور امام ترمذی، نسائی، ابن حابن، اور ابن ماجہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ۔

"أتاني جبريل عليه السلام فقال: بشر أمتك أنه من مات لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة، قلتيا جبريل وإن زنى وإن سرق قال: نعم قلت: وإن زنى وإن سرق قال: نعم

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی دداء عویمر، ج 45، ص 430

(۲) (بخاری، باب الثیاب البیض، ج 7، ص 149، مسلم، باب من مات لا یشرک باللہ شیاء، ج 1، ص 94)

(۳) (صحیح مسلم، باب الترغیب فی الصدقۃ)

وإن شرب الخمر." (۳)

ترجمہ : نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ کی امت کے لیے خوشخبری ہے کہ ان میں سے جو اس حال میں مرا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا میں نے کہا اے جبرئیل اگر چہ وہ زنا و چوری کرے؟ تو حضرت جبرئیل نے کہا ہاں میں نے پھر پوچھا اگر وہ زنا اور چوری کتنے تب بھی جنت میں جائے گا) تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں اگر وہ شراب پیے تب بھی (جنت میں جائے گا)۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے کہا "اے معاذ بن جبل جو کوئی بھی سچے دل سے یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، تو اللہ تعالیٰ اس پر آگ حرام فرما دے گا، تو حضرت معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ بات میں لوگوں کو نہ بتاؤ کہ وہ اسے سن کر خوش ہوں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا (نہیں اگر ایسا کیا گیا تو) وہ اللہ پر توکل کر کے (عمل ترک) کر دیں گے۔ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوت ہوتے وقت یہ حدیث سنائی تا کہ وہ علم کو چھپانے کے گناہ سے بری ہو جائیں۔ (۱)

(۱۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِيْ مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ قَالَ لَمَّا نَزَلَ مُعَاذٌ حِمْصَ اَتَاهُ رَجُلٌ شَابٌّ فَقَالَ مَا تَرٰى فِيْ رَجُلٍ وَصَلَ الرَّحِمَ وَبَرَّ وَصَدَقَ الْحَدِيْثَ وَاَدَّى الْاَمَانَةَ وَعَفَّ بَطْنَهٗ وَفَرْجَهٗ وَعَمِلَ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ خَيْرٍ غَيْرَ اَنَّهٗ شَكَّ فِي اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قَالَ اِنَّهَا تُحْبِطُ مَا كَانَ مَعَهَا مِنَ الْاَعْمَالِ قَالَ فَمَا تَرٰى فِيْ رَجُلٍ رَكِبَ الْمَعَاصِيَ وَسَفَكَ الدِّمَآءَ وَاسْتَحَلَّ الْفُرُوْجَ وَالْاَمْوَالَ غَيْرَ اَنَّهٗ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ مُخْلِصًا قَالَ مُعَاذٌ اَرْجُوْ وَاَخَافُ عَلَيْهِ قَالَ الْفَتٰى وَاللّٰهِ اِنْ كَانَتْ هِيَ الَّتِيْ اَحْبَطَتْ مَا مَعَهَا مِنْ عَمَلٍ مَا تَضُرُّ هٰذِهٖ مَا عَمِلَ مَعَهَا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ مُعَاذٌ مَا اَزْعَمُ اَنَّ رَجُلًا اَفْقَهُ بِالسُّنَّةِ مِنْ هٰذَا ۔

حضرت مسلم خولانی سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاذ حمص آئے، تو ان کے پاس ایک نوجوان شخص آیا، اور پوچھا : آپ کا ایسے شخص کے متعلق کیا نظریہ ہے، جو صلہ رحمی کرتا ہے، نیکی کرتا ہے، سچ بولتا ہے، امانت ادا کرتا ہے، اپنے پیٹ اور شرمگاہ کو بچاتا ہے، اور حسب طاقت بھلائی کے کام کرتا ہے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ میں شک کرتا ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا : اس کے ساتھ جتنے بھی اعمال ہیں سارے ضائع گئے۔ اس نوجوان نے پوچھا : آپ کا ایسے شخص کے متعلق کیا نظریہ ہے، جو گناہوں پر سوار ہوا، خون بہایا، شرمگاہ اور اموال کو (ناجائز) حلال ٹھہرایا، لیکن وہ صدق دل سے اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

(۱) شرح السلا علی القاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ذکر اسنادہ عن عبد اللہ بن جبیبقر رحمۃ اللہ تعالی علیہ، ص، 311

مجھے اس کی بخشش کی امید ہے، لیکن اس معاملہ میں مجھے اس پر خوف بھی ہے۔ نوجوان نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ایسا ہے کہ جو بھی اس کے اعمال تھے وہ ضائع ہو گئے تو یہ کلمہ (شہادت) ایسا ہے کہ جو بھی اس نے اعمال کیے، یہ اس کو نقصان نہیں دے گا۔ جب وہ نوجوان چلا گیا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے خیال میں یہ شخص اس سے زیادہ سنت کو جاننے والا نہیں۔

شرح:

حضرت ابو مسلم خولانی کا نام مبارک عبد اللہ بن الشوب ہے اور آپ یمن کے ایک قبیلہ خولان سے ہیں، آپ نے حضرت ابو بکر و عمر اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی ہے آپ سے ایک کثیر جماعت نے روایت کیا ہے آپ کے مناقب بہت زیادہ ہیں آپ 62ھ کو فوت ہوئے۔

فرماتے ہیں جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دمشق کی ایک بستی حمص میں آئے تو آپ سے ایک نوجوان نے سوال کیا کہ ایسے آدمی کا کیا حکم ہے جو صلہ رحمی اور نیکیاں کرتا ہے اور لوگوں کے ساتھ اس کے معاملات اچھے ہیں سچ بولتا ہے، امانت میں خیانت نہیں کرتا، اپنے پیٹ کو حرام کھانے سے اور شرم گاہ کو زنا وغیرہ سے محفوظ رکھتا ہے، اور اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرتا ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی وحدنیت میں اور صفات میں شک کرتا ہے اور رسول ﷺ کی میں یا آپ کے معجزات میں یا عموم رسالت میں شک کرتا ہے،؟؟

آپ نے جواب دیا ایسا شک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے کیونکہ اعمال کے صحت کے لیے ایمان شرط ہے اور ایسا شک کرنے والا ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس آدمی نے پھر سوال کیا کہ آپ گناہ گار آدمی جو قتل جیسا قبیح کام اور محرمات کو حلال، اور لوگوں کے مال میں بغیر اجازت کے تصرف کرتا ہے، کے بارے کیا فتویٰ جاری فرماتے ہیں؟؟

تو آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ ایسے آدمی کو اس کے ایمان کی وجہ سے بخش دیا جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ ہر گناہ بخش دیتا ہے مگر اپنے ساتھ شریک ٹھہرانے والے کو نہیں بخشتا اس لیے مجھے ایسے آدمی پر خوف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا۔

" اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا " (النساء :48)

ترجمہ: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے، اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اُس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔

ہم کہتے ہیں کہ ان دو مسئلوں میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جو جواب ہیں وہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے، پھر اس نوجوان نے کہ اگر ایسا شک اس کے تمام اعمال کو ضائع کر دیتا ہے تو اس کے عمال سیئہ اس کے ایمان اور اخلاص کو ضرر نہیں پہنچائیں گے اور پھر وہ نوجوان چلا گیا تو حضرت معاذ نے فرمایا میرے خیال میں اس سے زیادہ سنت کو سمجھنے والا کوئی نہیں۔

اعتراض:

اس نوجوان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا مذہب مرجئیہ تھا جو کہتے ہیں کہ گناہ ایمان کو نقصان نہیں دیتا۔ جیسا کہ نیکی

کفر کو فائدہ نہیں دیتی اور وہ کہتے ہیں کہ کہ اگر کوئی آدمی "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھنے کے بعد گناہ کرے تو بھی جہنم میں بالکل نہیں جائے گا۔

جواب:

اس مسئلہ کی تحقیق بسط کے ساتھ ہم نے شرح فقہ اکبر میں کی ہے اور اس میں ہمارے اہل سنت کے امام اعظم نے واضح کیا ہے کہ یہ بات مناسب نہیں کہ حضرت معاذ کا یہ کلام کہ "میرے خیال میں اس سے زیادہ سنت کو سمجھنے والا کوئی نہیں۔" آپ کی رضا کی علامت ہے اور آپ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ اس نوجوان کے کلام کی تاویل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ گناہ ایمان کو ضرر کلی نہیں دیتے یعنی ایسا آدمی جو گناہ گار ہے وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا، یہ تاویل اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہیں کی لیکن اس بات کے سب سے پہلے قائل حضرت امام حسن بن محمد بن حنفیہ بن علی بن ابی طالب ہیں اور اس کو امام دلجی نے شرح شفاء میں ذکر کیا ہے۔

اور قطب ربانی السید شیخ عبد القادر الجیلانی غنیۃ الطالبین میں گمراہ فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، "کہ حنفیہ مرجئیہ کا ایک فرقہ ہے اور وہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کے ماننے والے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ایمان اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی معرفت اور اقرار کا نام ہے" حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جملہ کے بارے میں امام برقی نے اپنی کتاب "کتاب الشجرۃ" میں فرمایا کہ محدثین فرماتے ہیں کہ یہ جملہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں داخل کیا گیا ہے آپ کا نہیں ہے۔

(اس کے اوپر دوسری دلیل یہ ہے کہ) حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اسی کتاب غنیۃ الطالبین میں ایمان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"ان الایمان قول باللسان، ومعرفۃ بالجنان، وعمل بالارکان،"

کہ ایمان زبان کے قول، دل کی معرفت اور ارکان پر عمل کرنے کا نام ہے۔

اور امام اعظم نے ان میں سے پہلے دو اقوال پر اقتصار کیا تو یہ گمان کیا جاتا ہے کہ وہ مرجی ہیں بات اس طرح نہیں بلکہ ارکان پر عمل اہل سنت کے نزدیک کمال ایمان کی نشانی ہے، معتزلہ، خوارج، اور اہل بدعت کی ایک جماعت کا اس میں اختلاف ہے، یہ بات ہم نے اس لیے کی ہے تا کہ اس غنیۃ الطالبین میں مقام سے غافل کو اطلاع ہو جائے اور وہ فرقہ ناجیہ کے امام (امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں شک وشبہ نہ رکھے جن کی اہل اسلام میں سے اکثریت ایسے اصول وفروع علیہ، میں مقلد ہے جو کہ قواعد شرعیہ سے مستنبط ہیں۔ (۱)

عقیدہ:

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم،، ذکر اسنادہ عن حارث عن خولانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص، 452

مرتکب کبیرہ مسلمان ہے اور جنت میں جائے گا، خواہ اللہ عزوجل اپنے محض فضل سے اس کی مغفرت فرمادے، یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے بعد، یا اپنے کیے کی کچھ سزا پا کر، اُس کے بعد کبھی جنت سے نہ نکلے گا۔

اسی پر چند عبارات پیش کی جاتی ہیں۔

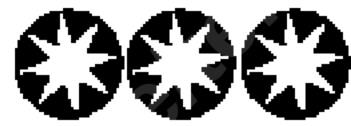
في "العقائد" لعمر النسفي، ص ۲۲۱ :(والكبيرة لا تخرج العبد المؤمن من الإيمان ولا تدخله في الكفر، والله تعالى لا يغفر أن يشرك به ويغفر مادون ذلك لمن يشاء من الصغائر والكبائر)۔

في "شرح العقائد النسفية"، ص ۱۱۲ :(إنّ مرتكب الكبيرة ليس بكافر والإجماع المنعقد على ذلك على مامرّ)۔

"فتاوىٰ رضويه"، ج ۲۱، ص ۱۳۱ پر ہے :اھلسنت کا اجماع ہے کہ مومن کسی کبیرہ کے سبب اسلام سے خارج نہیں ہوتا

في "العقائد" لعمر النسفي، ص ۲۲۱ :(وأهل الكبائر من المؤمنين لا يخلدون في النار)۔

في "شرح العقائد النسفية"، ص ۱۱۷ :(وأهل الكبائر من المؤمنين لا يخلدون في النار وإن ماتوا من غير توبة لقوله تعالى :(فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه)۔۔۔إلخ۔ في "عمدة القاري"، ج ۱، ص ۳۰۵ :(مذهب أهل الحق على أنّ من مات موحداً لا يخلد في النار وإن ارتكب من الكبائر غير الشرك ما ارتكب وقد جاءت به الأحاديث الصحيحة منها قوله عليه السلام :((وإن زنى وإن سرق))۔ وانظر "الحديقة الندية"، ج ۱، ص ۲۷۶۔



بَابُ يَدْرُسُ الْاِسْلَامُ كَمَا يَدْرُسُ وَشْيُ الثَّوْبِ

اسلام ایسے پرانا ہوجائے گا جیسے کپڑے کے نقش ونگار پرانے ہوجاتے ہیں

(۱۲) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ مَالِكِ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ يَدْرُسُ الْاِسْلَامُ كَمَا يَدْرُسُ وَشْيُ الثَّوْبِ وَلَا يَبْقٰى اِلَّا شَيْخٌ كَبِيْرٌ اَوْ عَجُوْزٌ فَانِيَةٌ يَقُوْلُوْنَ قَدْ كَانَ قَوْمٌ يَقُوْلُوْنَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَهُمْ لَا يَقُوْلُوْنَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ قَالَ فَقَالَ صِلَةُ بْنُ زَيْدٍ فَمَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ يَا عَبْدَاللهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَهُمْ لَا يَصُوْمُوْنَ وَلَا يُصَلُّوْنَ وَلَا يَحُجُّوْنَ وَلَا يَتَصَدَّقُوْنَ قَالَ يَنْجُوْنَ بِهَا مِنَ النَّارِ۔

حضرت حذیفہ بن الیمان (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا :اسلام ایسا ہی پرانا ہوجائے گا، جیسے کپڑے کے نقش ونگار پرانے ہوجاتے ہیں، اور لوگوں میں سے بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں باقی رہ جائیں گے، وہ کہیں گے کہ ایک ایسی قوم تھی جو "لا الہ الا اللہ" کہتی تھی اور ایک قوم ایسی بھی تھی جو "لا الہ الا اللہ" نہیں کہتی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ صلہ بن زید نے کہا :اے عبداللہ! کیا "لا الہ الا اللہ" کہنا ان کو کفایت کرجائے گا، جبکہ انہوں نے روزہ، نماز، حج

اور صدق میں سے کچھ بھی ادا نہ کیا؟ تو فرمایا: وہ آگ سے نجات پا جائیں گے۔

شرح:

اسلام کو مٹایا جائے گا اور اس کے آثار و اقلام کو ختم کیا جائے گا، جس طرح کپڑے سے ہر رنگ دار داغ کو مٹایا جاتا ہے، اور ان لوگوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا جنہیں سلام پہنچا سوائے ایک بوڑھے آدمی یا عورت کے (یہ راوی کا شک ہے کہ آپ نے بوڑھے آدمی کا ذکر کیا یا عورت کا) مراد یہ ہے کہ انسان کی انہی دو جنسوں میں سے کوئی ایک ہوگا وہ کہیں کہ پچھلے زمانہ میں ایک قوم ہوا کرتی تھی جو "لا الہ الا اللہ" کہا کرتے تھے، روای حدیث حضرت صلہ بن زفر فرماتے ہیں کہ اے عبد اللہ ان کو کونسی چیز نفع دے گی کیا صرف "لا الہ الا اللہ" اور نبوت کا اقرار؟ (ملا علی قاری فرماتے ہیں) جب بھی یہ کلمہ ذکر کیا جاتا ہے اس سے توحید ورسالت دونوں گواہیاں مراد ہوتی ہیں یا ایک کو دوسرے کو کافی ہے اس لیے کہ توحید اور رسالت میں سے کوئی بھی دوسرے سے مستغنی نہیں (یعنی توحید بغیر رسالت کے اور رسالت بغیر توحید کے نہیں ہو سکتی، ابو الاحمد) کیونکہ یہ دونوں یقین کے مقام پر ایک دوسرے کو لازم ہیں۔

اور وہ نہ روزہ رکھیں گے نہ نماز پڑھیں گے نہ حج کریں گے اور نہ صدقہ وخیرات کریں گے (یعنی زکوٰۃ بھی نہیں دیں گے) کیا وہ پھر بھی نجات پا جائیں گے؟؟ تو حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ وہ آگ سے بچ جائیں گے پھر آپ نے بآوازِ بلند کہا کہ وہ آگ سے بچ جائیں کہ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ"

ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ نے اس پر آگ حرام فرما دی، یہ فرمان یا تو اس بات پر محمول ہے کہ وہ اس وقت ارکان کے وجوب سے بے علم ہوں گے یا صرف "لا الہ الا اللہ" کے ساتھ ہی آخری زمانہ میں ان کی جہنم سے نجات ہو جائے گی اگر چہ ان کی نجات آگ میں داخل ہونے کے بعد ہو۔ (۱)

(۱۳) اَبُوْ حَنِیْفَةَ وَالْمِسْعَرُ عَنْ یَّزِیْدَ قَالَ کُنْتُ اَرٰی رَأْیَ الْخَوَارِجِ فَسَاَلْتُ بَعْضَ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِخِلَافِ مَا کُنْتُ اَقُوْلُ فَانْقَذَنِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ۔

یزید بیان کرتے ہیں کہ میں خارجیوں کی رائے رکھتا تھا، تو میں نے ایک رسول ﷺ کے ساتھی سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ اس خلاف کلام فرمایا ہے، جو میں کہتا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے مجھے بچا لیا۔

شرح:

حضرت یزید فرماتے ہیں کہ میں خوارج جیسی رائے رکھتا تھا کہ اہل کبائر کافر ہیں اور ان کے حق میں کسی کو شفاعت کی اجازت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

(۱) (شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم،، ذکر اسناد حماد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،، ص، 563)

"فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ" (المدثر :48)

تو انہیں سفارشیوں کی سفارش کام نہ دے گی۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ (المؤمن :18)

اور ظالموں کا نہ کوئی دوست نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔

پھر میں نے بعض اصحاب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا مثلاً حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ وغیرہ سے پوچھا تو انہوں نے مجھ پر واضح کیا کہ نبی اکرم ﷺ کا فیصلہ اہل کبائر کے بارے میں میری رائے کے خلاف ہے تو صحابہ کی اس خبر نے مجھے آگ سے بچالیا۔(۱)

(۱۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ عَلْقَمَةَ وَعَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ فَسَأَلَهٗ عَلْقَمَةُ فَقَالَ لَهٗ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ اِنَّ بِبِلَادِنَا قَوْمًا لَّا يُثْبِتُوْنَ لِاَ نْفُسِهِمُ الْاِيْمَانَ وَيَكْرَهُوْنَ اَنْ يَّقُوْلُوْا اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ بَلْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَقَالَ وَمَا لَهُمْ لَا يَقُوْلُوْنَ قَالَ يَقُوْلُوْنَ اِذَا اَثْبَتْنَا لِاَنْفُسِنَا الْاِيْمَانَ جَعَلْنَا لِاَنْفُسِنَا الْجَنَّةَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ هٰذَا مِنْ خُدَعِ الشَّيْطَانِ وَحَبَائِلِهٖ وَحِيَلِهٖ اَلْجَأَهُمْ اِلٰى اَنْ دَفَعُوْا اَعْظَمَ مِنَّةِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ وَهُوَ الْاِسْلَامُ وَخَالَفُوْا سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ عَنْهُمْ يُثْبِتُوْنَ الْاِيْمَانَ لِاَنْفُسِهِمْ وَيَذْكُرُوْنَ ذٰلِكَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ وَلَا يَقُوْلُوْنَ اِنَّا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَوْ عَذَّبَ اَهْلَ سَمٰوٰتِهٖ وَاَهْلَ اَرْضِهٖ لَعَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ فَقَالَ لَهٗ عَلْقَمَةُ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَوْ عَذَّبَ الْمَلَائِكَةَ الَّذِيْنَ لَمْ يَعْصُوْهُ طَرْفَةَ عَيْنٍ عَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ قَالَ نَعَمْ قَالَ هٰذَا عِنْدَنَا عَظِيْمٌ فَكَيْفَ نَعْرِفُ هٰذَا فَقَالَ لَهٗ يَا ابْنَ اَخِيْ مِنْ هٰهُنَا ضَلَّ اَهْلُ الْقَدَرِ فَاِيَّاكَ اَنْ تَقُوْلَ بِقَوْلِهِمْ فَاِنَّهُمْ اَعْدَاءُ اللّٰهِ تَعَالٰى الرَّادُّوْنَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اَلَيْسَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ فَقَالَ لَهٗ عَلْقَمَةُ اِشْرَحْ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ شَرْحًا يُذْهِبُ عَنْ قُلُوْبِنَا هٰذِهِ الشُّبْهَةَ فَقَالَ اَلَيْسَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى دَلَّ الْمَلَائِكَةَ عَلٰى تِلْكَ الطَّاعَةِ وَاَلْهَمَهُمْ اِيَّاهَا

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ذکر اسنادہ عن یزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص 505

وَعَزَّمَهُمْ عَلَيْهَا وَجَبَرَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ وَهٰذِهٖ نَعَمْ اَنْعَمَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهَا عَلَيْهِمْ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلَوْ طَالَبَهُمْ بِشُكْرِ هٰذِهِ النِّعَمِ مَا قَدَرُوْا عَلٰى ذٰلِكَ وَقَصَرُوْا وَكَانَ لَهٗ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِتَقْصِيْرِ الشُّكْرِ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَّهُمْ.

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم علقمہ اور عطاء بن ابی رباح کے پاس تھے، اس دوران حضرت علقمہ نے حضرت عطاء سے پوچھتے ہوئے کہا : اے ابومحمد! ہمارے شہروں میں کچھ ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں، جو اپنے لیے ایمان کو ثابت نہیں کرتے، اور وہ خود کو صراحۃً مومن کہتے ہوئے گھبراتے ہیں، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ نے چاہا تو ہم مومن ہیں۔ حضرت عطاء نے پوچھا کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ جب وہ اپنے لیے ایمان کو ثابت کریں گے تو گویا اپنے آپ کو جنت کا مستحق سمجھیں گے۔

حضرت عطاء نے فرمایا : سبحان اللہ! یہ تو شیطان کی طرف سے دھوکہ اور مکر و فریب ہے، جس میں شیطان نے انہیں مبتلاء کر کے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت "اسلام" سے دور کر رکھا ہے۔ اور وہ نبی اکرم ﷺ کی سنت کی مخالفت کر رہے ہیں کیوں کہ میں نے بذات خود نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام کو دیکھا ہے جو اپنے لئے ایمان ثابت کرتے تھے اور اس کی بابت نبی اکرم ﷺ کا حوالہ دیتے تھے۔

پھر حضرت عطاء نے فرمایا : صحابہ کرام یہ تو کہتے تھے کہ ہم مومن ہیں لیکن وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ ہم یقینی طور پر جنتی ہیں، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اہل زمین و آسمان پر عذاب مسلط کر دے تو بھی وہ ظالم نہیں ہوگا۔ حضرت علقمہ نے ان سے پوچھا : اے ابومحمد! اگر اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو جو پلک جھپکنے کی مقدار بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، کو عذاب میں مبتلاء کر دے، تب بھی ظالم نہیں ہوگا؟ تو حضرت عطاء نے فرمایا : ہاں، (پھر بھی وہ ظالم نہیں ہوگا) حضرت علقمہ نے کہا : ہمارے خیال میں یہ بہت بڑی بات ہے۔ ہم یہ معاملہ کیسے پہچانیں؟ فرمایا : اے بھتیجے! یہیں سے تو قدریہ گمراہ ہوئے، تم ان کے عقائد اختیار کرنے سے خود کو بچاؤ، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن اور اس کی بات کا انکار کرنے والے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے نہیں فرمایا: آپ اعلان کر دیجیے، واضح اور بلیغ حجت اللہ ہی کی ہے، اگر وہ چاہے تو تم سب کو ہدایت سے نوازے۔

حضرت علقمہ نے عرض کی : اے ابومحمد! اس کی وضاحت فرما دیجئے، تاکہ ہمارے دلوں سے شکوک شبہات دور ہو جائیں۔

فرمایا : کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی اس فرمانبرداری کی طرف ملائکہ کو متوجہ فرمایا، ان کے ذہن میں یہ بات ڈالی، اور اسے ان پر لازم کر دیا؟۔ حضرت علقمہ نے عرض کی : ہاں، ایسا ہی ہے۔ حضرت عطاء نے پوچھا: کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ہی ان پر انعام فرمائیں؟ حضرت علقمہ نے جواب دیا کہ ایسا ہی ہے، حضرت عطاء نے فرمایا : اب اگر اللہ تعالیٰ ان سے اپنی عطاء کردہ نعمتوں پر شکر کا مطالبہ کرتا ہے تو یقیناً وہ اس پر قادر نہیں ہو سکیں گے، اور اس میں ان سے ضرور کوتاہی ہو گی، اور اس کوتاہی پر انہیں سزا دینا اللہ تعالیٰ کا حق ہوگا، یوں اس میں وہ ان پر ظلم کرنے والا نہیں ہوگا۔

شرح:

یعنی حضرت علقمہ نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کہ ہمارے شہروں یعنی کوفہ اور عراق میں ایسے لوگ ہیں جو ایمان پر بالیقین ثابت نہیں ہیں اور وہ اپنے آپ کو مطلقاً مؤمن کہنے کو برا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انشاء اللہ ہم مؤمن ہیں، تو حضرت عطاء نے فرمایا کونسی چیز ان کو مطلق مؤمن کہلوانے سے مانع ہے اور وہ اس میں شک وتردد کیوں کرتے ہیں اور یقین سے کیونکہ نہیں کہتے کہ ہم مؤمن ہیں؟ کیا وہ یہ اس لیے کہتے ہیں کہ جب ہم نے اپنے لیے مؤمن ہونے کا دعوی کیا تو ہم نے اپنے لیے جنت ہونے کا بھی دعوی کیا؟

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو جنت کی بشارت دی ہے پس جن ہم نے اپنے مؤمن ہونے کا دعوی کیا تو ہم کو یہ کہنا بھی مناسب ہے کہ ہم جنتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ" (الشوری :7)

ایک گروہ جنّت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں۔

اور جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ" یہ لوگ جنت کے لیے ہیں اور مجھے کوئی پروا نہیں اور یہ دوزخ کے لیے ہیں اور مجھے ان کی بھی کوئی پروا نہیں"۔

پھر حضرت عطاء نے فرمایا سبحان اللہ اس کا یہ تو قول شیطان کا فریب ہے یعنی اس کا انکار کرنا اور ایمان میں شک اور تردد کرنا شیطان کے فریب سے ہے کہ وہی ان کو ایمان میں شک وتردد پر مجبور کرتا ہے ایسے لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کی سنت کی مخالفت کی ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ایسا ایمان نہیں رکھا جیسا یہ لوگ رکھتے ہیں اور نہ ہی میں کسی کو جانتا ہوں کہ اس نے اپنے ایمان میں شک کیا ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ وہ پکے مؤمن ہیں اور وہ پکے کافر ہیں، (یعنی اللہ تعالیٰ بھی کسی کے ایمان میں شک نہیں کرتا جو بھی فیصلہ کرتا ہے یقین کے ساتھ کرتا ہے)۔

پھر مزید فرمایا کہ میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے ان میں سے کوئی بھی اپنے ایمان میں شک وتردد کا شکار نہیں تھا اور وہ یہی بات نبی اکرم ﷺ سے بھی روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنے ایمان قولاً، فعلاً، تقریراً کسی طرح بھی میں شک وتردد نہ کیا۔ اور صحابہ کہا کرتے تھے کہ ہم مؤمن ہیں لیکن وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ ہم جنتی ہیں، پس اگر اللہ تعالیٰ اہل آسمان یعنی مقرب فرشتوں کو اور اہل زمین یعنی انبیاء ورسل کو عذاب دینا چاہے تو دے سکتا ہے اس کے باوجود وہ ظالم نہیں ہوگا، (ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے یہاں بہت پیاری بات فرمائی ہے کہ۔) لیکن اللہ تعالیٰ کے ظالم ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، چاہے ظلم بمعنی چیز کو غیر محل میں رکھنا ہو یا کسی غیر کی ملک میں تعدی کرنا ہو (اللہ تعالیٰ سے کسی قسم کے بھی ظلم کا تصور جائز نہیں) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ" (آل عمران :182)

اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

اور فرماتا ہے۔

"لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ" (الانبیاء :23)

اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔

اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ پر مطیع کو ثواب دینا اور گناہ گار کو سزا دینا واجب نہیں، حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر سوال کیا کہ اے ابو محمد اگر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو عذاب دے جنہوں نے اس کی کوئی نافرمانی نہیں کی تو پھر بھی ظالم نہیں؟ اس قیاس پر کہا جا سکتا کہ کہ اگر اللہ تعالیٰ انبیاء کو جو کہ معصوم ہیں تو پھر بھی عذاب دے سکتا ہے؟؟ تو حضرت عطاء نے فرمایا ہاں حضرت علقمہ نے پھر عرض کی یہ معاملہ ہمارے نزدیک تو بہت عجیب ہے ہم تفصیلاً بیان فرمائیں،۔تو حضرت عطاء نے فرمایا اے بھتیجے! یعنی اے میرے دین کے بھائی کے بیٹے اس لیے کہ مؤمن ایک دوسرے کے بھائی ہیں، اسی بات سے اہل قدر یعنی معتزلہ اور تمام اہل بدعت گمراہ ہو گئے تم اس مسئلہ میں ایسے قول سے بچو معتزلہ تو اللہ تعالیٰ کے دین دشمن ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں کرتے رہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے نہیں فرمایا کہ ان کو بطور حجت فرما دو کہ اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیتا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو ہدایت دی اور ایک کو گمراہ کیا اسی بارے میں حدیث میں بیان ہوا کہ جو اللہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، اس کی ملک میں سوائے اس کی رضا کے کوئی چیز بھلائی و برائی سے نہیں ہو سکتی۔

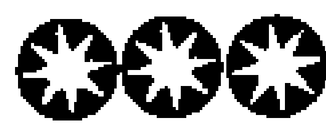
حضرت علقمہ نے پھر سوال کیا کہ ہم پر یہ بات واضح فرمائیے کہ ہمارے دل اس بارے میں مزید صاف ہو جائیں تو حضرت عطاء نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی جو وہ اطاعت کرتے ہیں اس کی طرف راہنمائی نہیں فرمائی؟ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے اطاعت کرنے کی ہدایت نہیں دی؟ اور ان کو اطاعت کے طریقے نہیں بتائے اور ان کے دلوں میں اپنی عظمت بٹھا کر ان کو اس کو پر جمائے نہیں رکھا۔یعنی ان سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا وہ وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم ہوتا ہے۔تو حضرت علقمہ نے عرض کیا جی ہاں تو حضرت عطاء نے فرمایا فرشتوں پہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کی ان پر اگر اللہ ان سے کما حقہ شکر کا مطالبہ فرمائے تو وہ اس کا ان نعمتوں پر کما حقہ شکر نہیں کر سکتے اور وہ اپنے اس قول کے ساتھ اعتراف کریں کہ اے اللہ ہم نے کما حقہ تیری عبادت نہیں کی، اور وہ اللہ تعالیٰ کا کما حقہ شکر اور ذکر کرنے سے عاجز ہیں، تو اگر اللہ تعالیٰ ان کو ان نعمتوں میں شکر کی تقصیر پر عذاب دے تو وہ دے سکتا ہے اور وہ ظلم نہیں ہوگا، اسی مضمون کی ایک حدیث مبارکہ، امام حمد، ابو داؤد، ابن ماجہ نے ابن دیلمی روایت کی ہے کہ۔

"ابن دیلمی بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں تقدیر کے متعلق ایک شک پیدا ہوا اور مجھے یہ خدشہ ہوا کہ کہیں اس سے میرا دین فاسد نہ ہو جائے اور ایمان نہ جاتا رہے۔ پس میں حضرت ابی بن کعب (رضی اللہ تعالیٰ) کے پاس گیا' اور میں نے عرض کیا اے ابو المنذر! اس تقدیر کے متعلق میرے دل میں ایک شک پیدا ہوا ہے' اور مجھے خدشہ ہوا ہے کہ اس سے میرا دین اور ایمان فاسد نہ ہو جائے۔آپ میری تسلی کے لیے کوئی حدیث بیان کیجئے۔ شاید اللہ اس سے مجھے نفع پہنچائے۔حضرت ابی بن کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہا: اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان والوں اور تمام زمین والوں کو عذاب دے تو وہ ان کو عذاب دے گا' اور وہ ان پر ظلم کرنے

والا نہیں ہوگا۔ (کیونکہ وہ ان سب کا مالک ہے اور سب اس کی مملوک ہیں) اور اگر وہ ان پر رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے' اور اگر تمہارے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو جس کو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو وہ تم سے اس وقت تک قبول نہیں کیا جائے گا جب تک کہ تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ۔ پس تم یہ یقین رکھو کہ تم کو جو مصیبت پہنچی ہے' وہ تم سے ٹلنے والی نہیں تھی اور جو مصیبت تم سے ٹل گئی ہے' وہ تم کو پہنچنے والی نہیں تھی' اور اگر تم اس کے علاوہ کسی دوسرے عقیدہ پر مر گئے تو دوزخ میں داخل ہو گئے اور تم پر کوئی اعتراض نہیں ہے' تم جا کر حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پوچھ لو' میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے سوال کیا؟ تو انہوں نے حضرت ابی بن کعب کی طرح جواب دیا اور فرمایا: تم پر کوئی اعتراض نہیں ہے' تم جا کر حضرت حذیفہ سے سوال کرو۔ میں نے حضرت حذیفہ سے سوال کیا' ؟ تو انہوں نے بھی ان دونوں کی طرح جواب دیا اور کہا اب تم جا کر حضرت زید بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سوال کرو میں نے حضرت زید بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سوال کیا؟ تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور تمام زمینوں والوں کو عذاب دے تو وہ عذاب دے گا' اور وہ ان پر ظلم کرنے والا نہیں ہوگا اور اگر وہ رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے' اور اگر تمہارے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو جس کو تم اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تو وہ اس وقت تم سے ٹلنے والی نہیں تھی اور جو مصیبت تم سے ٹل گئی ہے وہ تم کو پہنچنے والی نہیں تھی اور اگر تم اس کے سوا کسی اور عقیدہ پر مر گئے تو تم دوزخ میں داخل ہو گئے۔" (۱)

اسی کی مثل ایک روایت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہیں۔

حضرت زید بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر اللہ تمام آسمان والوں اور تمام زمین کو عذاب دے تو وہ ان کو ضرور عذاب دے گا درآں حالیکہ وہ ظلم کرنے والا نہیں ہوگا اور اگر وہ ان پر رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے۔



باب وجوب الایمان بالقدر

تقدیر پر ایمان لانے کے ضروری ہونے کا بیان

(۱۵) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ سُرَاقَةَ قَالَ یَارَسُوْلَ اللهِ حَدِّثْنَا عَنْ دِیْنِنَا کَاَنَّا وُلِدْنَا لَهٗ اَنَعْمَلُ بِشَیْءٍ قَدْ جَرَتْ بِهِ الْمَقَادِیْرُ وَجَفَّتْ بِهِ الْاَقْلَامُ اَمْ فِیْ شَیْءٍ نَسْتَقْبِلُ

(۱) (سنن ابن ماجہ ج ۱' رقم الحدیث: ۷۷' سنن ابوداؤد ج ۳' رقم الحدیث: ۴۶۹۹' مسند احمد ج ۸' رقم الحدیث: ۲۱۶۶۷' طبع دارالفکر' بیروت' علامہ احمد شاکر متوفی ۱۳۷۷ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اس کے تمام رجال کی توثیق کی گئی ہے۔ مسند احمد' بتحقیق احمد شاکر ج ۱۶' رقم الحدیث: ۲۱۴۸۱' ۲۱۵۰۲' ۲۱۵۴۶' طبع دارالحدیث' قاہرہ ۱۴۱۶ھ)

فِيْهِ الْعَمَلَ قَالَ بَلْ فِيْ شَيْئٍ قَدْ جَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيْرُ وَجَفَّتْ بِهِ الْاَقْلَامُ قَالَ فَفِيْمَ الْعَمَلُ قَالَ اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سراقہ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ہمیں ہمارے دین کی بابت بتائیں جس کے لیے ہم پیدا کیے گئے ہیں، کیا ہم کوئی عمل کرتے ہیں تو تقدیر اس پر جاری ہو چکی ہوتی ہے اور قلم انہیں لکھ کر خشک ہو چکے ہوتے ہیں یا ہمارا کام پہلے ہوتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے اعمال ان اشیاء میں سے ہیں جن پر تقدیر چل چکی ہوتی ہے، اور قلم ان کو لکھ کر خشک ہو چکے ہوتے ہیں۔ انہوں نے عرض کی: پھر عمل کا کیا فائدہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم عمل کرتے رہو، اس لیے کہ ہر انسان جن کاموں کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اس کے لیے وہ کام بھی آسان کر دیے جاتے ہیں، (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) جو شخص اپنا مال راہِ خدا میں دوسروں کو دیتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اور اچھی باتوں کی تصدیق کرتا ہے، ہم اس کے لیے آسانیاں مہیا کر دیں گے۔ اور جو شخص بخل کرتا ہے، بے نیازی برتتا ہے اور اچھی باتوں کی تکذیب کرتا ہے، ہم اس کے لیے مشکلات مہیا کر دیں گے۔

شرح:

یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ ہم کو ہمارے ایمان کی حقیقت یعنی اللہ تعالیٰ کی قضاء اور تقدیر سے آشنا فرمائیں۔ کہ ہم اسی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں کیا عمل وہی ہے جو تقدیر کرواتی ہے، اور جس عمل کو تقدیر نے لکھ دیا ہے۔ اور قلم خشک ہو گئے ہیں یا تقدیر وہ چیز ہے جس میں ہم عمل کریں گے؟؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عمل تقدیر کے مطابق ہوتے ہیں اور قلم لکھ کر خشک ہو گئے، تو حضرت سراقہ نے عرض کیا تو پھر ہم عمل کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا عمل کروں پس ہر ایک کو اسی کی طرف آسانہ ہو گی جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے یعنی نیکی و بدی میں سے جس کے لیے جو پیدا کیا گیا ہے اور جس پر جنت دوزخ کا مدار ہے اس کو اسی کام میں آسانی ہوگی، پھر نبی اکرم نے بطورِ شہادت یہ آیات تلاوت فرمائیں (خیال رہے کہ نبی اکرم ﷺ اگر قرآن سے کوئی دلیل نہ بھی دیں تو بھی حضرت کا فرمان وہ فرمان ہے جس میں شک جائز نہیں یہاں حضرت ملاعلی قاری کا بطور شہادت کہنا اس لیے ہے تا کہ اس ساتھ مزید تقویت حاصل ہو)۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى، وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى، فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى، وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى، وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى، فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى.(اللیل :5تا10)

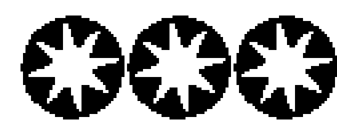
ترجمہ: تو وہ جس نے دیا، اور پرہیزگاری کی، اور سب سے اچھی کو سچ مانا، تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کر دیں گے، اور وہ جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا، اور سب سے اچھی کو جھٹلایا، تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کر دیں گے،

اس حدیث کو امام احمد اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

"حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ ح و حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا

أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ بَيِّنْ لَنَا دِينَنَا كَأَنَّا خُلِقْنَا الْآنَ فِيمَا الْعَمَلُ الْيَوْمَ أَفِيمَا جَفَّتْ بِهِ الْأَقْلَامُ وَجَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيرُ أَمْ فِيمَا نَسْتَقْبِلُ قَالَ لَا بَلْ فِيمَا جَفَّتْ بِهِ الْأَقْلَامُ وَجَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيرُ قَالَ فَفِيمَ الْعَمَلُ قَالَ زُهَيْرٌ ثُمَّ تَكَلَّمَ أَبُو الزُّبَيْرِ بِشَيْءٍ لَمْ أَفْهَمْهُ فَسَأَلْتُ مَا قَالَ فَقَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ"

ترجمہ احمد بن یونس زہیر ابوزبیر، یحیی بن یحیی، ابوخیثمہ ابوزبیر، حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ سراقہ بن مالک بن جعشم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آ کر عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ ہمارے لئے ہمارے دین کو واضح کریں۔ گویا کہ ہمیں ابھی پیدا کیا گیا ہے آج ہمارا عمل کس چیز کے مطابق ہے کیا ان سے متعلق ہے جنہیں لکھ کر قلم خشک ہو چکے ہیں اور تقدیر جاری ہو چکی ہے یا اس چیز سے متعلق ہیں جو ہمارے سامنے آتی ہے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا نہیں بلکہ ان سے متعلق ہیں جنہیں لکھ کر قلم خشک ہو چکے ہیں اور تقدیر جاری ہو چکی ہے سراقہ نے عرض کیا پھر ہم عمل کیوں کریں؟ زہیر نے کہا پھر ابوالزبیر نے کوئی کلمہ ادا کیا لیکن میں اسے سمجھ نہ سکا میں نے پوچھا آپ نے کیا فرمایا؟ تو انہوں نے کہا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا عمل کئے جاؤ ہر ایک کے لئے اس کا عمل آسان کر دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث :2234)(۱)



باب الحث علی العمل

عمل کی ترغیب دینے کا بیان

(۱۶) حَمَّادٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ مُصْعَبٍ عَنْ سَعْدٍ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَّفْسٍ إِلَّا وَقَدْ كَتَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَدْخَلَهَا وَمَخْرَجَهَا وَمَا هِيَ لَاقِيَةٌ قِيلَ فَفِيمَ الْعَمَلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ يُيَسَّرَ لِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ يُيَسَّرَ لِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ قَالَ الْأَنْصَارِيُّ الْآنَ حَقَّ الْعَمَلُ۔

حضرت مصعب سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر جان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ذکر اسنادہ عن ابی الزبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، کراچی، ص، 174

اس کے داخل ہونے کی جگہ کونسی ہے، اس کے نکلنے کی جگہ کونسی ہے، اسکو کیا نئی چیزیں پیش آنے والی ہیں۔ عرض کی گئی تو پھر عمل کا کیا فائدہ؟ یارسول اللہ ﷺ! تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم عمل کرتے رہو، اس لیے کہ ہر انسان جن کاموں کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اس کے لیے وہ کام بھی آسان کر دیے جاتے ہیں، جو اہل جنت میں سے ہوتا ہے اس کے لیے اہل جنت والے اعمال آسان کر دیے جاتے ہیں اور جو جہنمی ہوتا ہے اس کے لیے اہل نار والے کام آسان کر دیے جاتے ہیں۔ ان انصاری صحابی نے کہا: اب عمل کی حقیقت واضح ہوگئی۔

شرح:

حضرت سعد عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہر نفس کی تقدیر اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ پر لکھ دی ہے یعنی اس کے لیے قضاء وتقدیر ثابت ہے اس کا طاعت و معصیت اور طلب رزق وغیرہ میں نکلنا اور واپس آنا سب لکھا ہوا ہے۔ اور جو اس کو دنیا اور آخرت میں ملنے والا ہے سب لکھا ہوا ہے عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ تو پھر ہم عمل کیوں کرتے ہیں؟؟ یعنی اگر ہر آدمی نے جو کچھ کرنا ہے وہ لکھا ہوا ہے تو ہم عمل کیوں کرتے ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عمل کرو یعنی عمل کے بغیر کوئی چارہ نہیں پس ہر ایک کے لیے وہ آسان کر دیا جاتا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا پس جو اہل جنت سے ہوگا تو اس کے لیے اہم جنت کے کام آسان ہوں گے یعنی یہاں تک کہ وہ اپنے عمل پر ہی فوت ہوگا، اور جو اہل دوزخ سے ہوا تو اس کے لیے اہل دوزخ کے عمل آسان ہوں گے یہاں تک کہ وہ بھی اپنے اسی عمل پر مرے گا اس میں اعمال اور احوال کے خاتمہ کے ساتھ عبرت حاصل ہوتی ہے۔ (۱)

(۱۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ ابْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ نَفْسٍ اِلَّا وَقَدْ كَتَبَ اللهُ مَدْخَلَهَا وَمَخْرَجَهَا وَمَا هِيَ لَاقِيَةٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَفِيْمَ الْعَمَلُ اِذًا يَّارَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ اَمَّا اَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسِّرُوْا لِعَمَلِ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ وَاَمَّا اَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسِّرُوْا لِعَمَلِ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ اَلْاٰنَ حَقَّ الْعَمَلُ. وَفِيْ رِوَايَةٍ اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ يُسِّرَ لِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلَ النَّارِ يُسِّرُ لِعَمَلِ اَهْلِهَا فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ اَلْاٰنَ حَقَّ الْعَمَلُ.

حضرت سعد بن ابی وقاص اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر جان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ اس کے دخل ہونے کی جگہ کونسی ہے، اس کے نکلنے کی جگہ کونسی ہے، اسکو کیا نئی چیزیں پیش آنے والی ہیں۔ ایک انصاری صحابی نے عرض کی: تو پھر عمل کا کیا فائدہ؟ یارسول اللہ ﷺ! تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم عمل کرتے

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ذکر اسنادہ عن عبد العزیز بن رفیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص 555

رہو، اس لیے کہ ہر انسان جن کاموں کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اس کے لیے وہ کام بھی آسان کر دیے جاتے ہیں، برے لوگوں کے لیے برے اعمال آسان کر دیے جاتے ہیں، اور اچھے لوگوں کے لیے اچھے اعمال آسان کر دیے جاتے ہیں۔ ان انصاری صحابی نے کہا: اب عمل کی حقیقت واضح ہو گئی۔

ایک روایت میں ہے: تم عمل کرتے رہو، اس لیے کہ ہر انسان جن کاموں کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اس کے لیے وہ کام بھی آسان کر دیے جاتے ہیں، جو اہل جنت میں سے ہوتا ہے اس کے لیے اہل جنت والے اعمال آسان کر دیے جاتے ہیں اور جو جہنمی ہوتا ہے اس کے لیے اہل ناروالے کام آسان کر دیے جاتے ہیں۔ ان انصاری صحابی نے کہا: اب عمل کی حقیقت واضح ہو گئی۔

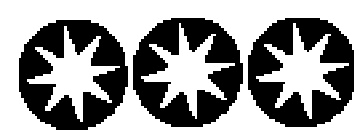
شرح:

یہ حدیث ماقبل کے ہم معنی ہے اس کی شرح میں چند مزید باتیں یہ ہیں کہ۔

اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کا گھر سے نکلنا، داخل ہونا، اس کی ولادت، اس کی موت اور اس کے عمل کا منقطع ہونا لکھ دیا ہے۔

اس مضمون پر ایک حدیث بخاری و مسلم نے بھی روایت کی ہے۔

"صحیحین اور ترمذی میں حضرت علی شیر خدا سے مروی ہے، ہم بقیع میں جنازہ میں تھے نبی کریم تشریف لائے آپ بیٹھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ بیٹھ گئے آپ کے پاس ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ زمین کو کرید رہے تھے رسول اللہ نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا، فرمایا، ہر نفس کے داخل ہونے کی جگہ کو لکھ دیا گیا ہے لوگوں نے عرض کی، یا رسول اللہ کیا ہم اپنے کیے پر بھروسہ نہ کریں؟ جو سعادت مند ہوگا تو وہ سعادت کا کام کرے گا اور جو بد بخت ہوگا تو وہ بد بختوں کا کام کرے گا فرمایا بلکہ تم عمل کرو ہر ایک کو توفیق دی گئی جو سعادت مند ہوتا ہے تو اسے سعادت کے عمل کی توفیق دی جاتی ہے اور جو بد بخت ہوتا ہے تو اسے بد بختی کے عمل کا موقع دیا جاتا ہے پھر پڑھا، جس نے مال عطا کیا تقوی اختیار کیا اور حسنی کی تصدیق کی تو ہم اسے آسان عمل کی توفیق دیں گے اور جس نے بخل کیا غنی بنا اور حسنی کی تکذیب کی تو ہم اسے عسری کا موقع دیں گے۔ الفاظ ترمذی کے ہیں، اس حدیث کے بارے میں ارشاد فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے دونو جوانوں نے رسول اللہ سے پوچھا کیا عمل ایسی چیز ہے جس کے بارے میں ارشاد فرمایا، یہ حدیث حسن صحیح ہے دونو جوانوں نے رسول اللہ سے پوچھا کیا عمل ایسی چیز ہے جس کے بارے میں قلم خشک ہو گئے ہیں اور تقدیر جاری ہو چکی ہے یا عمل ایسی چیز ہے جس کا فیصلہ بعد میں ہوتا ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا، بلکہ یہ ایسا عمل ہے جس کے بارے میں قلم خشک ہو چکے ہیں اور تقدیر جاری ہو چکی ہے دونوں نے عرض کیا پھر عمل کس لیے فرمایا، فرمایا عمل کرو ہر ایک کو ایسے عمل کی توفیق دی جاتی ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے دونوں نے کہا، اب ہم کوشش کریں گے اور ہم عمل کریں گے۔ (۱)



(۱) تحت تفسیر قرطبی، سورہ اللیل : 7، شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ذکر اسنادہ عن عبد العزیز بن رفیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص، 374

باب ذم القدریه

(فرقہ) قدریہ کی مذمت کا بیان

(۱۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ، عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيْءُ قَوْمٌ يَّقُوْلُوْنَ لَا قَدَرَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ مِنْهُ اِلَى الزَّنْدِقَةِ فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَلَا تُسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ وَاِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَاِنْ مَّاتُوْا فَلَا تُشَيِّعُوْهُمْ فَاِنَّهُمْ شِيْعَةُ الدَّجَّالِ وَمَجُوْسُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ حَقٌّ عَلَى اللهِ اَنْ يُّلْحِقَهُمْ بِهِمْ فِي النَّارِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ایک ایسی قوم بھی آئے گی جو کہے گی کہ کوئی تقدیر نہیں ہے۔ پھر وہ اس سے زندیقیت کی طرف نکل جائیں گے، لہذا جب تم ان سے ملو، تو ان پر سلام مت کہنا، اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو عیادت نہ کرنا، اور اگر وہ مرجائیں تو انکے گروہ میں (نماز جنازہ کے لیے) داخل نہ ہونا، بیشک ایسے لوگ دجال کے گروہ سے ہیں، اور اس امت کے مجوسی ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ ان کو دجال کے گروہ کے ساتھ آگ میں ملائے۔

شرح:

یعنی ایک قوم آئے گی جو کہے گی چیزوں میں ان کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تقدیر نہیں ہوتی، حالانکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔

"مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللهِ يَسِيْرٌ" (الحدید: 22)

ترجمہ: نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں بیشک یہ اللہ کو آسان ہے۔

یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ قدریہ کا وہ فرقہ برا اور مذموم ہے جو تقدیر کی نفی کرتے ہیں اور اس پر ایمان نہیں رکھتے، پھر وہ اپنے اس عقیدے کی وجہ سے زندیق ہو جائیں گے، یعنی ظاہر پر عقیدہ کی وجہ سے باطنی شریعت (ایمان) سے بھی نکل جائیں گے۔ جب تم ان سے ملو تو ان کو سلام نہ کہو یعنی اگر وہ تم کو سلام کرے بھی تو تم ان کا جواب نہ دو کیونکہ وہ سلام کے جواب کے مستحق نہیں، اور اہل بدعت تو ان سے بھی زیادہ شریر ہیں، اگر بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اور اگر مرجائیں تو ان کے جنازے میں شرکت نہ کرو یعنی نہ ان کا جنازہ پڑھو اور نہ ان کے دفن میں شریک ہو، بے شک یہ دجال کا گروہ ہے یعنی اُس کا مقدمۃ الجیش ہے اور اس امت کے مجوسی ہیں اور دوزخی ہیں۔

فرقہ قدریہ، معتزلہ، اوران کے علاوہ اہل بدعت فرقوں کے بارے میں احادیث بہت مشہور ہیں۔

(۱۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيْءُ قَوْمٌ يَّقُوْلُوْنَ لَا قَدَرَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ مِنْهُ اِلَى الزَّنْدِقَةِ فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَلَا تُسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ وَاِنْ مَّرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَاِنْ مَّاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْا جَنَائِزَهُمْ فَاِنَّهُمْ شِيْعَةُ الدَّجَّالِ وَمَجُوْسُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَحَقًّا عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ يُّلْحِقَهُمْ بِهِمْ فِي النَّارِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک ایسی قوم بھی آئے گی جو کہے گی کہ کوئی تقدیر نہیں ہے۔ پھر وہ اس سے زندیقیت کی طرف نکل جائیں گے، لہٰذا جب تم ان سے ملو، تو ان پر سلام مت کہنا، اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو عیادت نہ کرنا، اور اگر وہ مر جائیں تو انکے گروہ میں (نماز جنازہ کے لیے) داخل نہ ہونا، بیشک ایسے لوگ دجال کے گروہ سے ہیں، اور اس امت کے مجوسی ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ ان کو دجال کے گروہ کے ساتھ آگ میں ملائے۔

شرح:

یہ حدیث ماقبل کے ہم معنی ہے واللہ اعلم۔

(۲۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْقَدَرِيَّةَ وَقَالَ مَا مِنْ نَّبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَبْلِيْ اِلَّا حَذَّرَ اُمَّتَهٗ مِنْهُمْ وَلَعَنَهُمْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قدریہ پر لعنت ہو، اور پھر فرمایا: مجھ سے پہلے کوئی نبی بھی ایسا نہیں اللہ تعالیٰ نے بھیجا جس نے اپنی امت کو ان (قدریہ گروہ) سے ڈرایا نہ ہو، اس نے ان پر لعنت نہ کی ہو۔

شرح:

یعنی اللہ تعالیٰ نے منکرین قضاء پر لعنت فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے ہر نبی نے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے پہلے بھیجا اس نے اپنے امت کو اس سے آگاہ کیا یعنی ان کے برعقیدے اور ان کے فساد سے اپنی قوم کو آگاہ کیا اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کی دعا کی اور ان پر لعنت فرمائی، حضرت علی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قدریوں پر ستر انبیاء کرام علیہم السلام کی زبان پر لعنت فرمائی، یعنی ستر انبیاء کرام نے ان پر لعنت فرمائی ہے۔(۱)

(۲۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْقَدَرِيَّةَ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ وَّلَا رَسُوْلٍ اِلَّا لَعَنَهُمْ وَنَهٰى اُمَّتَهٗ عَنِ الْكَلَامِ مَعَهُمْ۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ کے والد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قدریہ پر لعنت ہو، (اور

---

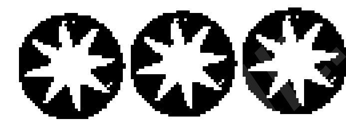
(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم،، ذکر اسنادہ عن سالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص، 203

پھر فرمایا) مجھ سے پہلے کوئی نبی یا رسول بھی ایسا نہیں جس نے ان پر لعنت نہ کی ہو، اور اپنی امت کو ان سے کلام کرنے سے منع نہ فرمایا ہو۔

شرح:

یہ حدیث ماقبل کے ہم معنی ہے واللہ اعلم، ابوالاحمد غفرلہ۔

(۲۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقَدَرِيَّةُ مَجُوْسُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَهُمْ شِيْعَةُ الدَّجَّالِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ  نے فرمایا: قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں، اور وہ دجال کے گروہ میں سے ہیں۔

شرح:

قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں یعنی اپنے برے عقائد کی وجہ سے مجوسی کی طرح ہیں اور وہ دجال کا گروہ ہے یعنی کفر و فجور میں اس کا تابع ہے ایک روایت میں (جیسا کہ ابھی گزرا) آتا ہے اگر وہ گروہ بیمار ہو جائیں تو ان عیادت نہ کرو، اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں نہ جاؤ۔ (۱)

❁❁❁

باب الشفاعة

شفاعت کا بیان

(۲۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ يُخْرِجُ اللهُ مِنَ النَّارِ مِنْ اَهْلِ الْاِيْمَانِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَزِيْدُ فَقُلْتُ اِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا قَالَ جَابِرٌ اِقْرَأْ مَا قَبْلَهَا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّمَا هِيَ فِي الْكُفَّارِ وَفِيْ رِوَايَةٍ يُّخْرِجُ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْاِيْمَانِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَزِيْدُ قُلْتُ اِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا فَقَالَ جَابِرٌ اِقْرَأْ مَا قَبْلَهَا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ذٰلِكَ الْكُفَّارُ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ يَّزِيْدَ قَالَ سَاَلْتُ جَابِرًا عَنِ

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ذکر اسنادہ عن نافع مولی ابن عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص، (۱۰۳

الشَّفَاعَةِ فَقَالَ يُعَذِّبُ اللهُ تَعَالٰى قَوْمًا مِّنْ اَهْلِ الْاِيْمَانِ بِذُنُوْبِهِمْ ثُمَّ يُخْرِجُهُمْ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ فَاَيْنَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ اِلٰى اٰخِرِهٖ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ محمد (ﷺ) کی شفاعت سے مومنین کو آگ سے نکال لے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ یزید نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ وہ آگ سے نکلنے والے نہیں ہیں؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے پہلے بھی پڑھو: بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، یعنی اس سے مراد کفار ہیں۔ ایک روایت میں ہے: اللہ تعالیٰ محمد (ﷺ) کی شفاعت سے مومنین کو آگ سے نکال لے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ یزید نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ وہ آگ سے نکلنے والے نہیں ہیں؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے پہلے بھی پڑھو: بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، یعنی اس سے مراد کفار ہیں۔ ایک روایت میں یزید سے مروی ہے آپ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے شفاعت کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ان کے گناہوں کی سزا دے گا پھر ان کو محمد ﷺ کی شفاعت سے نکال لے گا، تو میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کا فرمان پھر کہاں گیا، پھر آخر تک حدیث ذکر کی۔

شرح:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان میں سے بعض لوگوں کو جو گناہ گار ہوں گے میری شفاعت سے نکالے گا حضرت یزید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ۔

"وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ" (المائدة : 37)

دوزخ سے نکلنا چاہیں گے اور وہ اس سے نہ نکلیں گے اور اُن کو دوامی سزا ہے۔

یعنی اس آیت کا ظاہر تو یہی کہتا ہے کہ اگر وہ ایک بار آگ میں چلے گے تو دوبارہ نہیں نکالے جائیں گے جیسا کہ بعض بدعتی لوگوں کا گمان ہے، تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس سے پہلی آیت بھی تو پڑھو یعنی۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" (المائدة :36)

بے شک وہ جو کافر ہوئے جو کچھ زمین میں سب اور اس کے برابر اور، اگر انکی مِلک ہو کہ اسے دے کر قیامت کے عذاب سے اپنی جان چھڑائیں تو ان سے نہ لیا جائے گا اور ان کے لئے دُکھ کا عذاب ہے۔

مطلب یہ کہ یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور اہل فجار کا دوزخ میں داخل ہونا تو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ

افۡتَرٰۤی اِثۡمًا عَظِیۡمًا " (النساء :48)

ترجمہ : بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے، اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اُس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔

اور ان لوگوں کا یہاں سے نکلنے پر بہت سی قطعی دلائل موجود ہیں، اور ان میں سے ایک دلیل نبی اکرم ﷺ کا فرمان "من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ" بھی ہے۔

اور دوسری روایت میں فرمایا کہ اہل ایمان جو کہ گناہ گار ہیں کو آگ سے محمد ﷺ کی شفاعت کے ساتھ رہائی ملے گی، (اس کے آگے تمام وہی حدیث ہے جو اوپر مذکور ہے)(۱)

(۲۴) اَبُوۡ حَنِیۡفَۃَ عَنۡ حَمَّادٍ عَنۡ اِبۡرَاھِیۡمَ عَنِ الۡاَسۡوَدِ عَنۡ رِبۡعِیِّ بۡنِ حِرَاشٍ عَنۡ حُذَیۡفَۃَ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُخۡرِجُ اللّٰہُ تَعَالٰی قَوۡمًا مِّنَ الۡمُوَحِّدِیۡنَ مِنَ النَّارِ بَعۡدَ مَا امۡتُحِشُوۡا وَصَارُوۡا فَحۡمًا فَیُدۡخِلُھُمُ اللّٰہُ تَعَالَی الۡجَنَّۃَ فَیَسۡتَغِیۡثُوۡنَ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مِمَّا تُسَمِّیۡھِمۡ اَھۡلُ الۡجَنَّۃِ الۡجَھَنَّمِیِّیۡنَ فَیُذۡھِبُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُمۡ ذٰلِکَ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ ایک ایسی موحد قوم کو جہنم سے نکالے گا جو عذاب کی وجہ سے کوئلہ ہو چکے ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل فرمائے گا، تو وہ اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کریں گے کہ اہل جنت ان کو "جہنمی" کہہ کر پکارتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان سے یہ (برا لقب) بھی دور فرما دے گا۔

شرح:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مؤحدین میں سے ایک قوم کو یعنی مؤمنین میں سے ایک قوم کو ان کی جلدیں اور گوشت جلنے بعد کے آگ سے نجات عطاء فرمائے گا، اور ان کو جنت میں داخل فرمائے گا، اور اہل جنت ان کو ان پر دوزخ کے اثرات جیسے جلن وغیرہ کی وجہ سے دوزخی کہیں گے، تو وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے کہ ان سے اس نام (دوزخی) کو دور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ ان سے اس دوزخ کی علامت کو دور فرما دے گا تو یہ بھی جنت میں بغیر کسی کی ملامت کے زندگی بسر کریں گے۔

اس حدیث کو امام ابو نعیم اور امام قرطبی نے بھی روایت کیا ہے۔

اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ فرماتے تھے 'تم دنیا میں اپنے گھروں اور بیویوں کو اس قدر نہیں پہچانتے جس قدر تم جنت میں اپنے گھروں اور بیویوں کو پہچانو گے۔ پھر رسول اللہ نے فرمایا میں شفاعت کروں گا اور یہ کہوں گا 'اے میرے رب! میری امت میں سے جو لوگ دوزخ میں گر گئے ہیں اللہ عزوجل فرمائے گا' جاؤ جن کی صورت تم پہچانتے ہو اُن کو دوزخ سے نکال لو۔ پھر ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا حتی کہ دوزخ میں میرا ایک امتی بھی نہیں رہے گا۔ پھر اللہ عزوجل شفاعت کی اجازت دے

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ذکر اسنادہ عن یزید بن صہیب رحمۃ اللہ تعالی علیہ، ص،

گا۔ اور ہر نبی، ہر شہید اور لعنت کرنے والے کے سوا ہر مومن شفاعت کرے گا، کیونکہ لعنت کرنے والے کو نہ شہید لکھا جائے گا اور نہ اس کی شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ پھر اللہ عزوجل فرمائے گا جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی ایمان ہو، اس کو دوزخ سے نکال لو۔ پھر فرمائے گا جس کے دل میں دو تہائی دینار کے برابر بھی ایمان ہو، پھر فرمائے گا جس کے دل میں نصف دینار کے برابر بھی ایمان ہو، پھر فرمائے گا جس کے دل میں ایک تہائی دینار کے برابر بھی ایمان ہو، پھر فرمائے گا، جس کے دل میں ایک قیراط (چھ جو) کے برابر بھی ایمان ہو، پھر فرمائے گا جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو، اس کو دوزخ سے نکال لو اور بے شک ابلیس لعنہ اللہ اس دن یہ امید کرے گا کہ اس کی بھی کوئی شفاعت کرے گا۔

اور جب ہر شخص شفاعت کر چکے گا اور دوزخ میں کوئی ایسا شخص نہیں باقی بچے گا جس نے اللہ کے لیے کوئی نیکی کی ہو، تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اب میں باقی رہ گیا ہوں، اور میں سب سے زیادہ نیکی کرنے والا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ دوزخ میں اپنا ہاتھ داخل کرے گا۔ اور بے شمار لوگوں کو دوزخ سے نکال لے گا جن کی تعداد کو وہی جانتا ہے، وہ لوگ جلی ہوئی لکڑیوں کی طرح ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ انکو نہر الحیوان میں ڈال دے گا، وہ اس طرح اگنے لگیں گے جیسے دریا کے کنارے کی مٹی میں دبا ہوا دانہ اگنے لگتا ہے، جو سورج کی دھوپ میں سرسبز اور سائے میں زرد ہو جاتا ہے۔ عربوں نے جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ سنا تو وہ کہنے لگے، یا رسول اللہ لگتا ہے کہ آپ جنگل میں رہے ہیں۔ وہ شاداب سبزیوں کی طرح اگیں گے اور ذرات کی طرح پھیلے ہوئے ہوں گے۔ ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوا ہو گا رحمن کے آزاد کیے ہوئے دوزخی اس تحریر سے اہل جنت ان پہچانیں گے، جب تک اللہ چاہے گا، وہ جنت میں اسی طرح رہیں گے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے، اے اللہ! یہ تحریر ہم سے مٹا دے، سو اللہ تعالیٰ ان سے یہ تحریر مٹا دے گا۔ (۱)

(۲۵) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَطِیَّةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا قَالَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الشَّفَاعَةُ یُعَذِّبُ اللّٰهُ تَعَالٰی قَوْمًا مِّنْ اَهْلِ الْاِیْمَانِ بِذُنُوْبِهِمْ ثُمَّ یُخْرِجُ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیُؤْتٰی بِهِمْ نَهْرًا یُقَالُ لَهُ الْحَیَوَانُ فَیَغْتَسِلُوْنَ فِیْهِ ثُمَّ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فَیُسَمُّوْنَ فِی الْجَنَّةِ الْجَهَنَّمِیِّیْنَ ثُمَّ یَطْلُبُوْنَ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی فَیُذْهِبُ عَنْهُمْ ذٰلِكَ الْاِسْمَ. وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ یُخْرِجُ اللّٰهُ تَعَالٰی قَوْمًا مِّنْ اَهْلِ النَّارِ مِنْ اَهْلِ الْاِیْمَانِ وَالْقِبْلَةِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَذٰلِكَ هُوَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ فَیُؤْتٰی بِهِمْ نَهْرًا یُقَالُ لَهُ الْحَیَوَانُ فَیُلْقَوْنَ فِیْهِ فَیَنْبُتُوْنَ بِهٖ كَمَا یَنْبُتُ الثَّعَارِیْرُ ثُمَّ یُخْرَجُوْنَ مِنْهُ وَیَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فَیُسَمُّوْنَ فِیْهَا الْجَهَنَّمِیِّیْنَ ثُمَّ

---

(۱) کتاب العظمۃ، رقم الحدیث: ۳۸۸، ۱۳۷، جامع البیان، ج۲٤، ص۳۹، ۳۸، تفسیر امام ابن ابی حاتم، ج۱، ص۳۳٦۲، ۳۲۵٦، تفسیر ابن کثیر، ج۳، ص۵۲، ٤٦، تفسیر درمنثور، ج۷، ص۲٦۲۔۲۵٦، شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم،، ص، 60)

يَطْلُبُوْنَ اللهَ تَعَالَى اَنْ يُّذْهِبَ عَنْهُمْ ذٰلِكَ الْاِسْمَ فَيُذْهِبُ عَنْهُمْ. وَزَادَ فِيْ اٰخِرِهٖ وَعُتَقَاءُ اللهِ تَعَالَى. وَرَوٰى اَبُوْ حَنِيْفَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِيْ رُوْبَةَ شَدَّادِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان : عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا، میں مقام محمود سے مراد شفاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ان کے گناہوں کی سزا دے گا پھر ان کو محمد ﷺ کی شفاعت نکال لے گا، پھر ان کو ایک نہر پر لایا جائے گا جس کو الحیوان کہا جاتا ہے، وہ اس میں غسل کریں گے پھر جنت میں داخل ہوں گے، اس کے بعد جنت میں ان کا نام جہنمی رکھا جائے گا، وہ اللہ تعالیٰ سے اس (کو دور کرنے) کا مطالبہ کریں گے، تو اللہ تعالیٰ ان سے یہ نام دور فرما دے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنم سے اہل ایمان وقبلہ کے ایک گروہ کو محمد ﷺ کی شفاعت سے نکالے گا، اور یہ وہی مقام محمود ہے، پھر ان کو ایک نہر پر لایا جائے گا، جس کو الحیوان کہا جاتا ہے، وہ اس میں غسل کریں گے پھر جنت میں داخل ہوں گے، اس کے بعد جنت میں ان کا نام جہنمی رکھا جائے گا، وہ اللہ تعالیٰ سے اس (کو دور کرنے) کا مطالبہ کریں گے، تو اللہ تعالیٰ ان سے یہ نام دور فرما دے گا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو ابی روبہ شداد بن عبد الرحمٰن از ابی سعید بھی روایت کیا ہے۔

شرح:

اس حدیث میں سے پہلی روایت کی شرح ہو چکی ہے ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے دوسرے مقام پر دوسری روایت کی شرح یوں فرمائی ہے کہ۔

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ان قریب اللہ تعالیٰ مجھے مقام محمود پر کھڑا فرمائے گا، تو محمد ﷺ کی شفاعت جو کہ شفاعت کبریٰ ہے اور تمام خلق کو شامل ہے کے ساتھ اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اہل قبلہ یعنی ملت اسلام کی ایک جماعت جو کہ مردوں عورتوں پر مشتمل ہوگی کو آگ سے نکالے گا۔ پس یہی مقام محمود ہے، پھر ان کو ایک نہر جس کا نام حیوان ہوگا اس میں لایا جائے گا اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔" وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ" (العنکبوت :64)

اور ان کو اس میں ڈال دای جائے گا، تو وہ دوبارہ ایسے اُگیں گے جیسے ککڑیاں اُگتی ہیں پھر ان کو اس نہر سے باہر نکالا جائے گا اور وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ تو اہل جنت ان کو ان پر دوزخ کے اثرات جیسے جلن وغیرہ کی وجہ سے دوزخی کہیں گے، تو وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے کہ ان سے اس نام (دوزخی) کو دور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ ان سے اس دوزخ کی علامت کو دور فرما دے گا تو یہ بھی جنت میں بغیر کسی کی ملامت کے زندگی بسر کریں گے۔ اور ایسے ہو جائیں گے جیسے اہل جنت میں سے ہی تھے۔ (۱)

(۱) (شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، قدیمی، ص، 554)

(۲۶) حَمَّادٌ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَطِیَّةَ الْعَوْفِیِّ قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیَّ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَاُ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا قَالَ یُخْرِجُ اللّٰهُ تَعَالٰی قَوْمًا مِّنَ النَّارِ مِنْ اَهْلِ الْاِیْمَانِ وَالْقِبْلَةِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذٰلِكَ هُوَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ فَیُؤْتٰی بِهِمْ نَهْرًا یُّقَالُ لَهُ الْحَیَوَانُ فَیُلْقَوْنَ فِیْهِ فَیَنْبُتُوْنَ كَمَا یَنْبُتُ الثَّعَارِیْرُ ثُمَّ یُخْرِجُوْنَ فَیَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فَیُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِیِّیْنَ ثُمَّ یَطْلُبُوْنَ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی اَنْ یُّذْهِبَ عَنْهُمْ ذٰلِكَ الْاِسْمَ فَیُذْهِبُ عَنْهُمْ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جہنم سے اہل ایمان وقبلہ کے ایک گروہ کو محمد ﷺ کی شفاعت سے نکالے گا، اور یہ وہی مقام محمود ہے، پھران کو ایک نہر پر لایا جائے گا، جس کو الحیوان کہا جاتا ہے، وہ اس میں ڈالیں جائیں گے، جس سے وہ ایسے اگ آئیں گے جیسے چھوٹی ککڑیاں اگتی ہیں، پھران کو وہاں سے نکالا جائے گا، پھر جنت میں داخل ہوں گے، اس کے بعد جنت میں ان کا نام جہنمی رکھا جائے گا، وہ اللہ تعالیٰ سے اس (کو دور کرنے) کا مطالبہ کریں گے، تو اللہ تعالیٰ ان سے یہ نام دور فرمادے گا۔

شرح:

یہ حدیث ماقبل کے ہم معنی ہے، واللہ اعلم۔

(۲۷) حَمَّادٌ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَدْخُلُ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْاِیْمَانِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ النَّارَ بِذُنُوْبِهِمْ فَیَقُوْلُ لَهُمُ الْمُشْرِكُوْنَ مَا اَغْنٰی عَنْكُمْ اِیْمَانُكُمْ وَنَحْنُ وَاَنْتُمْ فِیْ دَارٍ وَّاحِدَةٍ نُّعَذَّبُ فَیَغْضِبُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُمْ فَیَاْمُرُ اَنْ لَّا یَبْقٰی فِی النَّارِ اَحَدٌ یَّقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَیُخْرِجُوْنَ وَقَدِ احْتَرَقُوْا حَتّٰی صَارُوْا كَالْحُمَمَةِ السَّوْدَاءِ اِلَّا وُجُوْهُهُمْ فَاِنَّهٗ لَا یُزَرِّقُ اَعْیُنَهُمْ وَلَا تَسْوَدُّ وُجُوْهُهُمْ فَیُؤْتٰی بِهِمْ نَهْرًا عَلٰی بَابِ الْجَنَّةِ فَیَغْتَسِلُوْنَ فِیْهِ فَیَذْهَبُ كُلُّ فِتْنَةٍ وَّاَذًی ثُمَّ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فَیَقُوْلُ لَهُمُ الْمَلَكُ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خَالِدِیْنَ فَیُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِیِّیْنَ فِی الْجَنَّةِ قَالَ ثُمَّ یَدْعُوْنَ فَیَذْهَبُ عَنْهُمْ ذٰلِكَ الْاِسْمُ فَلَا یُدْعَوْنَ بِهٖ اَبَدًا فَاِذَا خَرَجُوْا قَالَ الْكُفَّارُ یَالَیْتَنَا كُنَّا مُسْلِمِیْنَ فَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِیْنَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ یوم قیامت اہل ایمان کا ایک گروہ اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے آگ میں داخل ہوگا، تو مشرکین انہیں کہیں گے کہ تمہارے ایمان نے تمہیں کس چیز سے ... [illegible]

تم ایک ہی گھر میں عذاب دیے جا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ صفت جلال میں حکم دے گا کہ آگ میں کوئی ایک بھی ایسا باقی نہ رہے جو : لا الہ الا اللہ، کہتا ہو، پھر ان کو وہاں سے نکالا جائے گا جب کہ ماسوا انکے چہروں کے وہ بالکل سیاہ کوئلہ ہو چکے ہوں گے، ان کی آنکھیں نیلی نہ ہوئی ہوں گی اور نہ ہی ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، پھر انہیں جنت کے دروازے پر ایک بہتی ہوئی نہر پر لایا جائے گا، وہ اس میں غسل کریں گے، تو ان سے ہر تکلیف اور داغ دھبہ دور کر دیا جائے گا، پھر وہ جنت میں داخل ہوں گے، ایک فرشتہ ان کا استقبال کرتے ہوئے کہے گا : تم خوب رہے، اب ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جاؤ، جنت میں ان لوگوں کو جہنمی کے نام سے پکارا جائے گا، کچھ عرصہ بعد وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے یہ نام دور فرما دے گا، اور اس کے بعد انہیں کبھی اس نام نہیں پکارا جائے گا۔ جس وقت یہ لوگ جہنم سے نکلنے لگیں گے، اس وقت تک کفار تمنا کریں گے، کاش ہم بھی مسلمان ہوتے، اللہ تعالیٰ کے فرمان "کفار تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے"، سے مراد ہے۔

شرح:

یہ حدیث بھی ماقبل کے ہم معنی ہے سوائے چند الفاظ کے اور وہ یہ ہیں۔ کہ جب اہل ایمان میں سے گناہ گار دوزخ میں جائیں گے تو کفار ان سے کہیں گے تمہارے ایمان نے تم کو نفع نہیں دیا کہ تم بھی آگ میں داخل کر دیے گے، ہم یعنی اہل کفر اور تم ایمان دار گناہ گار آج ایک ہی جگہ پر ہیں اور ہم کو اور تم کو ایک ہی عذاب دیا جا رہا ہے، کفار یہ اس لیے کہیں گے کہ وہ مؤمنین کے گناہوں سے بے خبر ہوں گے اور ان کو کفاروں کے ساتھ عذاب اس لیے دیا جائے گا تا کہ ان کو عبرت ہو، لیکن ان کے اور کفار کے عذاب میں کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے فرق ہوگا۔

تو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے گناہوں کے کفار پر غضب ناک ہوگا، اور فرمائے گا کہ دوزخ میں ایسا کوئی بھی باقی نہ رہے جس نے "لا الہ الا اللہ" کہا ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ کی وحدنیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اعتراف کرتے ہیں ان سن کو دوزخ سے نکالا جائے، پھر ان کو نکلا جائے گا تو سوائے ان کے چہروں کے یہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے، اور کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی اور ان کے چہرے کالے نہ ہوں گے، پھر ان کو جنت کے دروازے پر ایک نہر پر لایا جائے گا، وہ اس میں غسل کریں گے تو ان سے دوزخ کے تمام اثرات ختم ہو جائیں گے، پھر ان کو جنت میں داخل کرنے کے لیے لایا جائے گا۔ تو جنت کا دروغہ ان سے کہے گا کہ تمہیں مبارک ہو تمہارا باطن ایمان کے ساتھ عمدہ ہو گیا اور ظاہر آگ سے پاک ہو گیا پھر ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ تو اہل جنت ان کو ان پر دوزخ کے اثرات جیسے جلن وغیرہ کی وجہ سے دوزخی کہیں گے، تو وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے کہ ان سے اس نام (دوزخی) کو دور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ ان سے اس دوزخ کی علامت کو دور فرما دے گا، اور جب ان کو آگ سے نکالا جائے گا تو کفار کہیں گے ہائے افسوس کاش کہ ہم بھی مسلمان ہوتے، اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے قول میں اشارہ فرمایا ہے۔

"رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ" (الحجر :2)

(۱) (شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 564)

بہت آرزوئیں کریں گے کافر کاش مسلمان ہوتے۔(۱)

(۲۸) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ یَبْقٰی اَحَدٌ مِّنَ الْمُوَحِّدِیْنَ فِی النَّارِ قَالَ نَعَمْ رَجُلٌ فِیْ قَعْرِ جَهَنَّمَ یُنَادِیْ بِالْحَنَّانِ الْمَنَّانِ حَتّٰی یَسْمَعَ صَوْتَهٗ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَیَتَعَجَّبُ مِنْ ذٰلِكَ الصَّوْتِ فَقَالَ الْعَجَبُ الْعَجَبُ ثُمَّ لَمْ یَصْبِرْ حَتّٰی یَصِیْرَ بَیْنَ یَدَیْ عَرْشِ الرَّحْمٰنِ سَاجِدًا فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی اِرْفَعْ رَأْسَكَ یَاجِبْرِیْلُ فَیَرْفَعُ رَأْسَهٗ فَیَقُوْلُ مَارَأَیْتَ مِنَ الْعَجَائِبِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا رَاٰهُ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنْ قَعْرِ جَهَنَّمَ یُنَادِیْ بِالْحَنَّانِ الْمَنَّانِ فَتَعَجَّبْتُ مِنْ ذٰلِكَ الصَّوْتِ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی یَا جِبْرِیْلُ اِذْهَبْ اِلٰی مَالِكٍ قُلْ لَّهٗ اَخْرِجِ الْعَبْدَ الَّذِیْ یُنَادِیْ بِالْحَنَّانِ الْمَنَّانِ فَیَذْهَبُ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلٰی بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ جَهَنَّمَ فَیَضْرِبُهٗ فَیَخْرُجُ اِلَیْهِ مَالِكٌ فَیَقُوْلُ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَخْرِجِ الْعَبْدَ الَّذِیْ یُنَادِیْ بِالْحَنَّانِ الْمَنَّانِ فَیَدْخُلُ فَیَطْلُبُهٗ فَلَا یُوْجَدُ وَاَنَّ مَالِكًا اَعْرَفُ بِاَهْلِ النَّارِ مِنَ الْاُمِّ بِاَوْلَادِهَا فَیَخْرُجُ فَیَقُوْلُ لِجِبْرِیْلَ اِنَّ جَهَنَّمَ زَفَرَتْ زَفْرَةً لَا اَعْرِفُ الْحِجَارَةَ مِنَ الْحَدِیْدِ وَلَا الْحَدِیْدَ مِنَ الرِّجَالِ فَیَرْجِعُ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ حَتّٰی یَصِیْرَ بَیْنَ یَدَیْ عَرْشِ الرَّحْمٰنِ سَاجِدًا فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی اِرْفَعْ رَأْسَكَ یَا جِبْرِیْلُ لِمَ لَمْ تَجِیْ بِعَبْدِیْ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اِنَّ مَالِكًا یَّقُوْلُ اِنَّ جَهَنَّمَ قَدْ زَفَرَتْ زَفْرَةً لَا اَعْرِفُ الْحَجَرَ مِنَ الْحَدِیْدِ وَلَا الْحَدِیْدَ مِنَ الرِّجَالِ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قُلْ لِّمَالِكٍ اِنَّ عَبْدِیْ فِیْ قَعْرٍ كَذَا وَ كَذَا فِیْ سِتْرٍ كَذَا وَ كَذَا وَ فِیْ زَاوِیَةٍ كَذَا وَ كَذَا فَیَدْخُلُ جِبْرِیْلُ فَیُخْبِرُهٗ بِذٰلِكَ فَیَدْخُلُ مَالِكٌ فَیَجِدُهٗ مَطْرُوْحًا مَّنْكُوْسًا مَشْدُوْدًا نَاصِیَتُهٗ اِلٰی قَدَمَیْهِ وَیَدَاهُ اِلٰی عُنُقِهٖ وَاجْتَمَعَتْ عَلَیْهِ الْحَیَاتُ وَالْعَقَارِبُ فَیَجْذِبُهٗ جِذْبَةً حَتّٰی تَسْقُطَ عَنْهُ الْحَیَاتُ وَالْعَقَارِبُ ثُمَّ یَجْذِبُهٗ جِذْبَةً اُخْرٰی حَتّٰی تَنْقَطِعَ مِنْهُ السَّلَاسِلُ وَالْاَغْلَالُ ثُمَّ یُخْرِجُهٗ مِنَ النَّارِ فَیُصَیِّرُهٗ فِیْ مَاءِ الْحَیَاةِ وَیَدْفَعُهٗ اِلٰی جِبْرِیْلَ فَیَأْخُذُ بِنَاصِیَتِهٖ وَیَمُدُّهٗ مَدًّا فَمَامَرَّ بِهٖ جِبْرِیْلُ عَلٰی مَلَاءٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ اِلَّا وَهُمْ یَقُوْلُوْنَ اُفٍّ لِّهٰذَا الْعَبْدِ حَتّٰی یَصِیْرَ بَیْنَ یَدَیْ عَرْشِ الرَّحْمٰنِ سَاجِدًا فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی اِرْفَعْ رَأْسَكَ یَا جِبْرِیْلُ وَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی عَبْدِیْ اَلَمْ اَخْلُقْكَ

بِخَلْقٍ حَسَنٍ اَلَمْ اُرْسِلْ اِلَيْكَ رَسُوْلاً اَلَمْ يَقْرَأْ عَلَيْكَ كِتَابِيْ اَلَمْ يَأْمُرْكَ وَيَنْهَكَ حَتّٰى يُقِرَّ الْعَبْدُ فَيَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰى فَلِمَ فَعَلْتَ كَذَا وَ كَذَا فَيَقُوْلُ الْعَبْدُ يَارَبِّ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ حَتّٰى بَقِيْتُ فِي النَّارِ كَذَا وَ كَذَا خَرِيْفًا لَمْ اَقْطَعْ رَجَائِيْ مِنْكَ يَا رَبِّ دَعَوْتُكَ بِالْحَنَّانِ الْمَنَّانِ وَاَخْرَجْتَنِيْ بِفَضْلِكَ فَارْحَمْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فَيَقُوْلُ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى اِشْهَدُوْا يَا مَلَائِكَتِيْ بِاَنِّيْ رَحِمْتُهٗ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ! کیا موحدین میں سے کوئی شخص جہنم میں باقی رہے گا، فرمایا : ہاں، ایک آدمی ایسا ہوگا جو جہنم کی سب سے نچلی تہہ میں اللہ تعالیٰ کو اس دو ناموں : یاحنان یامنان، سے پکار رہا ہوگا، وہاں سے حضرت جبریل علیہ السلام کا گذر ہوگا، اور وہ اس کی آواز سن لیں گے، انہیں اس آواز پر تعجب ہوگا اور وہ کہیں گے کہ تعجب ہے جہنم سے ایسی آواز آرہی ہے، پھر ان سے رہا نہ جائے گا اور وہ عرش الٰہی کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا : جبریل! سر اٹھاؤ، وہ سر اٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کے باوجود کہ وہ ہر شے سے واقف ہے، فرمائے گا تم نے کیا عجیب چیز دیکھی ہے؟ وہ عرض کریں گے : پروردگار میں نے جہنم کی سب سے نچلی تہہ سے ایک آواز سنی ہے، جو آپ کو یاحنان، یامنان کہہ کر پکار رہا ہے، مجھے اس آواز پر تعجب ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا جبریل! مالک (داروغہ جہنم) کے پاس جاؤ اور اس کو کہو کہ اس بندے کو میرے پاس لے کر آئے، چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام جہنم کے ایک دروازے پر پہنچ کر دستک دیں گے، مالک نکلے گا وہ اس سے کہیں گے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میرے اس فلاں بندے کو جہنم سے نکال لو جو یاحنان یامنان کہہ کر پکار رہا ہے۔ مالک یہ سن کر جہنم میں داخل ہو گا لیکن تلاش کے باوجود بندہ اسے نہیں ملے گا، حالانکہ مالک اہل جہنم کو اس سے بھی زیادہ پہچانتا ہے جتنا ماں اپنی اولاد کو پہچانتی ہے، چنانچہ مالک حضرت جبریل سے کہے گا کہ جہنم کی آگ بہت بھڑک رہی ہے جس کی وجہ سے اب صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ میں پتھر اور لوہے، لوہے اور آدمی میں فرق نہیں کر سکتا۔

جبریل یہ سن کر لوٹ جائیں گے اور عرش الٰہی کے سامنے پہنچ کر سجدہ کریں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جبریل سر اٹھاؤ میرے بندے کو کیوں نہیں لے کر آئے؟ وہ عرض کریں گے کہ اے پروردگار! مالک کہہ رہا ہے کہ جہنم کی آگ بہت بھڑک رہی ہے، جس کی وجہ سے مجھے پتھر، لوہے اور آدمی میں امتیاز نہیں ہو رہا۔ اللہ تعالیٰ سے فرمائے گا کہ مالک سے جا کر کہہ دو کہ میرا وہ بندہ جہنم کی فلاں تہہ فلاں پردے اور فلاں کونے میں پڑا ہوا ہے۔

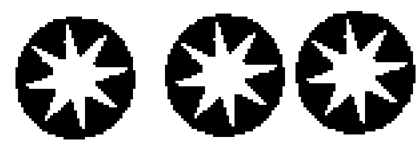
جبریل علیہ السلام وہاں پہنچ کر مالک کو یہ سب کچھ بتائیں گے، مالک جب مقررہ جگہ پر پہنچے گا تو اس شخص کو پھٹکار زدہ، دھتکارا ہوا، پیشانی کو پاؤں سے جکڑا ہوا، اور ہاتھوں کو گردن سے بندھا ہوا پائے گا، اور اسے سانپ اور بچھو چمٹے ہوئے ہوں گے، مالک اسے ایک مرتبہ اپنی طرف کھینچے گا تو وہ سانپ اور بچھو گر جائیں گے، دوبارہ کھینچنے پر اس کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں وغیرہ ٹوٹ جائیں گی، پھر مالک سے جہنم سے نکال لائے گا، اور اسے نہر حیات میں غوطہ دلا کر جبریل علیہ السلام کے حوالے کر دے گا۔

حضرت جبریل علیہ السلام اسے پیشانی سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے روانہ ہوں گے راستے میں فرشتوں کی جس جماعت پر بھی ان کا گذر ہوگا، وہ یہی کہے گا کہ اس بندے پر افسوس ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام عرش الٰہی کے سامنے پہنچ کر سجدہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جبریل سر اٹھاؤ، پھر اس بندے کو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے بندے کیا میں نے تجھ کو بہترین صورت میں پیدا نہیں کیا تھا؟ کیا میں نے تمہارے پاس اپنے پیغمبر کو نہیں بھیجا تھا؟ کیا اس پیغمبر نے تیرے سامنے میری کتاب کی تلاوت نہیں کی تھی؟ کیا اس نے تجھے اچھے کاموں کا حکم اور برے کاموں سے منع نہیں تھا؟ وہ بندہ ان تمام باتوں کا اقرار کرے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا : تو تم نے فلاں فلاں کام کیوں کیے؟ وہ عرض کرے گا اے پروردگار! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا جس کی وجہ سے مجھے اتنی دیر جہنم میں رہنا پڑا، لیکن اس دوران میں نے تجھ سے امید کا ناطہ نہ توڑا، اور میں تجھے یا حنان یا منان کہہ کر پکارتا ہی رہا۔ اب تو نے اپنے فضل سے مجھے جہنم سے نکال ہی دیا ہے تو مجھ پر رحم بھی فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا : اے فرشتو! گواہ رہو کہ میں نے اس پر رحم فرما دیا۔

شرح:

یعنی وہ آدمی یا تو اللہ تعالیٰ کی تعریف میں یا حنان یا منان کہے گا یا اللہ کے سامنے فریاد کرتے ہوئے کہے گا، حضرت علی فرماتے ہیں حنان اس کو کہتے ہیں جو عرض کو سنتا ہے اور منان اس کو کہتے ہیں جو سوال سے پہلے عطاء فرماتا ہے، بعض لوگوں نے کہ یہی اسم اعظم ہے واللہ اعلم، الغرض وہ اللہ تعالیٰ کے ان صفاتی ناموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مبالغہ کرے گا۔



بَابُ مَا جَآءَ فِي الشَّفَاعَةِ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ

اہل کبائر کی شفاعت کے متعلق روایات کا بیان

(۲۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ مَنْصُوْرِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ الْبَلْخِيِّ وَ مُحَمَّدِ بْنِ عِيْسٰى وَيَزِيْدَ الطُّوْسِيِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ اُمَيَّةَ الْحَذَّاءِ الْعَدَوِيِّ عَنْ نُّوْحِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ يَّزِيْدَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَنْ تَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ وَاَهْلِ الْعَظَائِمِ وَاَهْلِ الدِّمَاءِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن کن لوگوں کے لیے شفاعت ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بڑے بڑے گناہ والوں اور خون بہانے والوں کے لیے۔

شرح:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم عرض کی یارسول اللہ ﷺ قیامت کے دن آپ ﷺ کی شفاعت کن لوگوں کے لیے ہوگی؟؟ تو نبی اکرم ﷺ فرمایا میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہوسکتا ہے کہ یہ شفاعت دخول نار کے بعد ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے پہلے اور اور اس صورت سے بھی کوئی چیز مانع نہیں کہ حضور ﷺ کچھ لوگوں کی شفاعت آگ میں داخل ہونے سے پہلے فرمالیں اور کچھ کی بعد میں،۔

دوسرے لوگ جن کے لیے شفاعت ہوگی وہ لوگ ہیں جو علانیہ گناہ کرتے تھے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اہل کبائر سے مراد اللہ تعالیٰ کے حقوق میں کوتاہی کرنے والے ہوں اور اہل عظائم سے مراد حقوق العباد میں کوتاہی کرنے والے ہوں،۔

تیسرے نمبر پر جن کی شفاعت ہوگی وہ لوگ ہوں گے جو قاتل ہیں قاتل بھی اہل کبائر میں داخل تھے ان کو اس لیے خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ کسی کو قتل کرنا سب سے بڑا گناہ ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس بڑے گناہ کے باوجود وہ مسلمان ہیں اور ان کی شفاعت ہوسکتی ہے۔

اس روایت کو امام احمد، امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان، حاکم، اور ابن ماجہ وغیرہ نے حجرت انس سے روایت کیا ہے،۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہوگی یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (۱)

(۳۰) حَمَّادٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ إِسْمٰعِيلَ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ وَبَيَانِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُوْلُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا تَضَامُوْنَ فِي رُؤْيَتِهِ فَانْظُرُوْا أَنْ لَا تُغْلَبُوْا فِي صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا قَالَ حَمَّادٌ يَّعْنِي الْغَدْوَةَ وَالْعَشِيَّ.

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح چودہویں کا چاند دیکھتے ہو کہ اس کے دیکھنے میں تمہیں کسی قسم کی دشواری نہیں ہوتی۔ لہذا تم خصوصی توجہ رکھو کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور بعد کی نماز چھوٹ نہ جائے۔ بقول حضرت حماد کے یہ صبح اور رات کی نماز ہے۔

شرح:

آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے متعلق احادیث:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

(۱) سنن الترمذی رقم الحدیث 2435؛۔ مسند البزار رقم الحدیث 3469؛۔ مسند ابو یعلی رقم الحدیث 3284 :۔ صحیح ابن حبان رقم الحدیث 6468؛۔ المعجم الاوسط رقم الحدیث 8513؛۔

(۲) (صحیح البخاری ج ۱ رقم الحدیث: ۵۵۴ ج ۸ رقم الحدیث: ۷۴۳۶، ۷۴۳۵۔

حضرت جریر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' اچانک آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا۔ آپ نے فرمایا تم عنقریب اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ تمھیں اس کو دیکھنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی' پس اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ طلوع آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو اور غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو تو اس طرح کرو۔ (۱)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت صہیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا

للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ"۔ (یونس ۲۶ :)

ترجمہ : جن لوگوں نے نیک کام کیے انکے لیے اچھی جزاء ہے اور اس سے بھی زیادہ۔

آپ نے فرمایا جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک منادی ندا کرے گے' کہ اللہ کے پاس تمہارا ایک وعدہ ہے' وہ کہیں گے : کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے چہرے سفید نہیں کیے اور ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی اور ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا؟ وہ کہیں گے' کیوں نہیں! آپ نے فرمایا پھر حجاب کھول دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا جنتیوں کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں۔ (۱)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اہل جنت کا ادنی درجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی جنتوں' اپنی بیویوں اور اپنی نعمتوں اور اپنے خادموں اور اپنی باندیوں کی طرف ایک ہزار سال کی مسافت سے دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم وہ ہوگا جو صبح اور شام اس کے چہرے کی زیارت کرے گا۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ آیت تلاوت کی :

وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ" (القیامہ ۲۳ :۔۲۲)

ترجمہ : کتنے ہی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوئے۔

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن' صحیح' غریب ہے۔

حضرت ابوبکر بن عبداللہ بن قیس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا دو جنتیں چاندی کی ہیں۔ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے چاندی کا ہے' اور دو جنتیں سونے کی ہیں۔ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے' سونے کا ہے' اور ان لوگوں اور ان کے رب کے دیدار میں صرف اللہ کی کبریائی کی چادر ہے جو جنت عدن میں اس کے چہرے پر ہے۔ (۲)

---

(۱) سنن ترمذی' ج۴' رقم الحدیث: ۲۵۶۱۔

(۲) صحیح مسلم' ایمان' ۲۹۶' (۱۸۰) ۴۴۱۔ صحیح ابن حبان' ج۱۰' رقم الحدیث: ۲۶۱۱۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْعِلْمِ

علم کا بیان

(۳۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔

(۳۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّاصِحٍ عَنْ يَّحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔

شرح:

یہاں پر امام قاضی بیضاوی فرماتے ہیں۔

"یہاں علم سے مراد وہ علم ہے جس کے بغیر آدمی کا چارہ نہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کی معرفت، اور اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کا علم اللہ تعالیٰ کے انبیاء ورسل کا علم، نماز کی کیفیت کا علم جو کہ فرض عین ہے۔

شیخ سہروردی فرماتے ہیں، جو علم ہر آدمی پر فرض ہے اس سے مراد اخلاص کا علم ہے جس کے ساتھ نفس کو آفات سے محفوظ رکھا جاتا ہے، اور اعمال کو فاسد ہونے سے بچایا جاتا ہے کیونکہ اس کا ہم کو حکم دیا گیا ہے، اور بعض نے کہا اس سے مراد حلال کا علم ہے کیونکہ حلال کھانا ہم پر فرض ہے، بعض نے کہا اس علم سے مراد خرید و فروخت، نکاح طلاق، اور ہر اُس چیز کا علم فرض ہے جس کام کو وہ کرنا چاہتا ہے، (شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا بھی یہی مؤقف ہے، ابوالاحمد)۔

اور بعض نے کہا اس سے مراد اُن پانچ ارکان علم ہے جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد علم توحید اور بعض کے نزدیک علم باطنی ہے جس کے ساتھ بندے کا اللہ تعالیٰ پر یقین زیادہ ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي فَضْلِ مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِيْنِ اللهِ

اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھنے والے کی فضیلت کے متعلق روایات

(۳۲) قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وُلِدْتُّ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ وَحَجَجْتُ مَعَ اَبِيْ سَنَةَ سِتٍّ وَّتِسْعِيْنَ وَاَنَا ابْنُ سِتَّ عَشَرَةَ سَنَةً فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَرَأَيْتُ حَلْقَةً عَظِيْمَةً فَقُلْتُ لِاَبِيْ حَلْقَةٌ مَّنْ هٰذِهٖ فَقَالَ حَلْقَةُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءِ الزَّبَيْدِيِّ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَقَدَّمْتُ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَفَقَّهَ فِيْ دِيْنِ اللهِ كَفَاهُ اللهُ تَعَالٰى مُهِمَّهٗ وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں 80 ہجری میں پیدا ہوا، اور میں نے اپنے والد کے ساتھ 16 برس کی عمر میں 96 ہجری کو حج کیا، جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا، تو میں نے ایک بہت بڑا حلقہ دیکھا، میں نے اپنے والد سے پوچھا: یہ کس کا حلقہ ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھی حضرت عبداللہ بن حارث بن جزئی زبیدی حلقہ کا ہے۔ میں آگے بڑا تو میں نے ان کو یہ فرماتے ہوا سنا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوا سنا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھے تو اللہ تعالیٰ اسکی مہمات میں اسے کافی ہے، اور اس کو وہاں سے رزق عطا فرمائے گا، جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہ ہو۔

شرح:

علم دین کے فضائل:

حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص کسی راستہ پر علم کی تلاش میں نکلتا ہے اللہ اس کو جنت کے راستہ کی طرف لے جاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے پر جھکاتے ہیں اور بے شک جو آسمانوں میں ہیں، اور جو زمینوں میں ہیں اور جو مچھلیاں پانی کی گہرائی میں ہیں یہ سب عالم کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور بے شک انبیاء دینار اور درہم کے وارث نہیں بناتے، وہ صرف علم کے وارث بناتے ہیں، سو جس شخص نے علم کو حاصل کیا اس نے بہت بڑے حصہ کو حاصل کیا۔(۱)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔(۲)

---

(۱) سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۶۸۲: سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۳۶۴۱:

(۲) المعجم الکبیر رقم الحدیث ۱۱۰۹۹: مسند الشامیین رقم الحدیث ۱۱۰۹: الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۰۰۴، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۲۴

حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرماتا ہے، میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے اور یہ امت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور کسی کی مخالفت ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گی حتیٰ کہ قیامت آجائے گی۔ (۱)

(۳۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لِيَكُنْ شِعَارُكِ الْعِلْمَ وَالْقُرْاٰنَ۔

حضرت ام ہانی سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تمہارا شعار علم و قرآن ہونا چاہیے۔

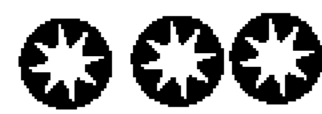
شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اے عائشہ علم یعنی حدیث کو اور قرآن کو اپنا شعار بنالو۔ (۲)

ایک روایت میں آتا ہے۔

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عُثْمَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ".

عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور اسے سکھائے"۔ (۳)



باب فیضلۃ اھل الذکر

ذکر والوں کی فضیلت کا بیان

(۳۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ مَرَّ بِقَوْمٍ يَّذْكُرُوْنَ اللهَ تَعَالٰى فَقَالَ اَنْتُمْ مِّنَ الَّذِيْنَ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِيْ مَعَهُمْ وَمَا جَلَسَ عِدَّتُكُمْ مِنَ النَّاسِ فَيَذْكُرُوْنَ اللهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ بِاَجْنِحَتِهَا وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ

(۱) صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۹، مسند احمد ج۴ ص۱۰۱، المعجم الکبیر ج۱۹ ص۳۲۹، رقم الحدیث: ۷۷۵

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم،، ص، 483

(۳) سنن الترمذی/فضائل القرآن ۱۵ (۲۹۰۷، ۲۹۰۸)۔ سنن ابن ماجہ/المقدمۃ ۱۶ (۲۱۲)۔

فِيمَنْ عِنْدَهُ.

نبی اکرم ﷺ ایک قوم کے پاس سے گزرے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھی آپ ﷺ نے فرمایا تم وہ لوگ ہو جن کے ساتھ رہنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے تم جیسے لوگ جب بھی اللہ کے ذکر کے لیے بیٹھتے ہیں تو فرشتے ان کو اپنے پروں کے سایہ میں لے لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ اپنے (مقرب) فرشتوں میں کرتا ہے۔

شرح:

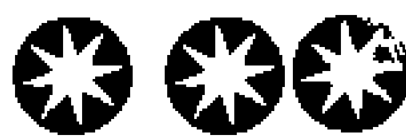
یعنی نبی اکرم ﷺ ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہی تھی، اللہ تعالیٰ کا ذکر عام ہے چاہے تلاوت سے ہو یا تسبیح، تحمید اور تھلیل وغیرہ سے ہو۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم ہی وہ لوگ ہو جن کے ساتھ رہنے کا مجھے حکم ہے یہ اللہ تعالیٰ کی اس آیت کی طرف اشارہ تھا کہ۔

"وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا" (الکھف: 28)

ترجمہ: اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انھیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں کیا تم دنیا کی زندگانی کا سنگھار چاہو گے، اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا،

اور تم جیسے لوگ جب بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے بیٹھے ہیں تو فرشتے ان کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں، یعنی فرشتے ان کے بہت قریب آجاتے ہیں یہاں تک کہ ان کو اپنے پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں، اور اللہ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے یعنی دوسرا انعام ان پہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی ان کو ڈھانپ لیتی ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے مقرب فرشتوں میں کرتا ہے، یعنی تیسرا انعام ان پر یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے مقرب فرشتوں میں فرماتا ہے۔(۱)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا (القرآن) اور ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ذکر کرنے والوں کو ڈھانپ لیتی ہیں اور ان پر سکون نازل ہوتا ہے۔(ابن ماجہ)



(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ، علی مسند الامام الاعظم،، ص، 274)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْمَنْ یَّجْعَلُ اللّٰہُ حِکْمَتَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ

جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت رکھی، اسکے متعلق روایات

(۳۶) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الْعُلَمَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ لَمْ اَجْعَلْ حِكْمَتِيْ فِيْ قُلُوْبِكُمْ اِلَّا وَاَنَا اُرِيْدُ بِكُمُ الْخَيْرَ اِذْهَبُوْا اِلَى الْجَنَّةِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ عَلٰى مَا كَانَ مِنْكُمْ۔

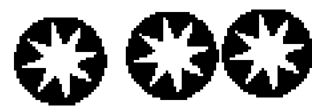
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علماء کو جمع فرمائے گا اور فرمائے گا: میں نے تمہارے دلوں میں اپنی حکمت اسی لیے رکھی تھی کہ میرا تمہارے ساتھ بھلائی کرنے کا ارداہ تھا، پس تم جنت کی طرف چلے جاؤ، جس پر تم تھے، اس کی وجہ سے (یعنی دلوں میں حکمت کی وجہ سے) میں نے تم کو بخش دیا ہے۔

شرح:

ایک حدیث جو اس حدیث کی شرح میں کافی ہے بیان کرتا ہوں۔

ابونعیم علیہ الرحمۃ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندوں کو اٹھائے گا پھر ان میں سے عالموں کو علیحدہ فرمائے گا، اور ان سے فرمائے گا اے علماء کی جماعت میں نے کچھ جان کر تم کو علم دیا تھا، اور اس لیے نہیں دیا تھا کہ تم کو عذاب دوں، جاؤ میں نے تم سب کو معاف فرمادیا۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تم کو علم وحکمت اسی لیے دیا تھا کہ تم کو معاف کردوں، تم میں سے جو کچھ بھی ہے میں اس کی پرواہ نہیں کرتا (اور تم کو جنت میں جانے کا حکم دیتا ہوں)۔ (۱)



(۱) مسند امام اعظم مترجم، فرید بکسٹال لاہور، ص38

بَابُ مَا جَآءَ فِي تَغْلِيظِ الْكِذْبِ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَعَمِّدًا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھنے کے گناہ کے متعلق روایات

(۳۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا اَوْ قَالَ مَالَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔

حضرت قاسم اپنے والد سے، اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا، یا اس نے (میری طرف منسوب کر کے) وہ کہا جو میں نے نہیں کہا، تو وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں تلاش کرے۔

شرح:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ کہا یا میری طرف ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنے ٹھکانہ دوزخ میں تلاش کرے، یہ حدیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے، یہ حدیث مختلف روایتوں اور مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے واللہ اعلم۔ (۱)

(۳۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ وَرَوَاهُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ رُوْبَةَ شَدَّادِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ۔

حضرت ابوسعید سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ جان بوجھ کر افتراء باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کو ابورو بہ شداد بن عبدالرحمٰن از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

شرح:

اس کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس پر ہم کلام کر چکے ہیں۔ (۲)

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 441

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 293

(۳۹) حَمَّادٌ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَطِیَّةَ الْعَوْفِیِّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ قَالَ عَطِیَّةُ وَاَشْهَدُ اَنِّیْ لَمْ اَكْذِبْ عَلٰى اَبِیْ سَعِیْدٍ وَاَنَّ اَبَا سَعِیْدٍ لَّمْ یَكْذِبْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جس نے مجھ جان بوجھ کر افتراء باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرے۔

حضرت عطیہ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے کبھی بھی حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ پر افتراء نہیں باندھا، اور انہوں نے کبھی بھی رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ نہیں باندھا۔

شرح:

یہاں پر شرح کرتے ہوئے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ" اس حدیث پر پہلے بیان ہو چکا ہے۔مزید یہ کہ حضرت عطیہ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں یعنی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جھوٹ نہیں کہا (یعنی میں نے جس طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا تھا بلکہ اسی طرح بیان کر دیا ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی نبی اکرم ﷺ پر جھوٹ نہیں کہا، یعنی نہ اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ پر جھوٹ کہا اور نہ کسی اور میں۔ (۱)

(۴۰) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جس نے مجھ جان بوجھ کر افتراء باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرے۔

شرح:

ملا علی قاری فرماتے ہیں اس حدیث پر ہم کلام کر چکے ہیں۔(اور وہ کلام آگے آ رہا ہے کیونکہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے راویوں کی ترتیب کے لحاظ سے جو مسند امام اعظم تھی اُس کی شرح کی ہے اس لحاظ سے یہ حدیث بعد میں آتی ہے لیکن یہاں پہلے آ گئی ،ابوالاحمد غفرلہ) (۲)

(41)عن الزهری عن انس ان النبی ﷺ قال من كذب علی متعمدا فلیتبواء مقعده من لنار۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جس نے مجھ جان بوجھ کر افتراء

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 556

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 486

باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرے۔

شرح:

ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمۃ یوں اس کی شرح فرماتے ہیں کہ۔

یعنی جس نے مجھ پر قولاً یا فعلاً غلطی اور بھول کے ساتھ نہیں بلکہ جان بوجھ کر جھوٹ باندھا، تو وہ اپنے ٹھکانہ دوزخ میں تلاش کرئے، اس حدیث کو عشرہ مبشرہ اور ان کے علاوہ ستر جلیل القدر صحابہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث احادیث متواترہ میں سے ایک ہے۔ (۱)

اس حدیث پر اور ماقبل میں اس حدیث کے ہم معنی احادیث پر ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے کچھ تفصیل سے شرح نہیں فرمائی ہم ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کے خادم ہونے کی حثیت سے اس کمی کو کچھ پورا کرتے ہیں۔ (ابوالاحمد غفرلہ)

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

یعنی جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا دوزخی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث گھڑنا گناہ کبیرہ بلکہ کبھی کفر بھی ہے کیونکہ اس میں جھوٹ بھی ہے اور دین میں فتنہ پھیلانا بھی، بعض جاہل صوفیوں نے نماز تہجد اور قرآنی سورتوں کے فضائل میں کچھ حدیثیں گھڑیں وہ اس سے عبرت پکڑیں۔ خیال رہے کہ حدیث موضوع (گھڑی ہوئی) اور ہے، حدیث ضعیف کچھ اور، حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے، حدیث موضوع کہیں معتبر نہیں، اسی لیئے محدثین نے خدمت حدیث میں اپنی عمریں صرف کردیں۔ الحمدللہ ان کوششوں سے موضوع حدیثیں چھٹ گئیں۔ خیال رہے کہ یہاں عمداً کی قید ہے اگر کوئی بے خبری میں موضوع حدیث بیان کرجائے تو گنہگار نہیں۔ (۲)

اور ایک جگہ یوں فرماتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کی کئی صورتیں ہیں: ایک یہ کہ جان بوجھ کر حدیث گھڑے اور اسے حضور کی طرف نسبت کردے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، دوسرے یہ کہ کوئی موضوع حدیث بیان کرے اور اس کا موضوع ہونا نہ بتائے۔ خیال رہے کہ روایت بالمعنی جائز ہے، یہ وضع حدیث نہیں بلکہ حدیث کا مضمون اپنے الفاظ میں بیان کرنا ہے، ہم کہتے ہیں کہ رب نے فرمایا نماز قائم کرو حالانکہ قرآن مجید اردو نہیں ہے ہمارا یہ قول قرآن کا ترجمہ ہے، اس کی مثال وہ وائل ابن حجر کی روایت ہے آمین کے متعلق رفع بہا صوتہ ترجمہ ہے مد بہا صوتہ کا، راوی نے مد کا ترجمہ رفع کیا اور اسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا یہ حدیث گھڑنا نہیں یہ فرق خیال رہے۔ اپنا گھر آگ میں بنانے کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کو دوزخی سمجھ لے۔ جھوٹ بولنا گناہ ہے اور جھوٹ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا بدترین گناہ ہے۔ (۳)

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 208

(۲) مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، ج 1، ص 196

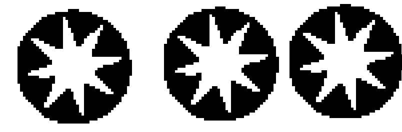
(۳) مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، ج 8، ص 186

شیخ ابومحمد جوینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر جھوٹ باندھنا کفر ہے۔ جبکہ بعض متاخرین علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ اللہ عزوجل یا اس کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر جھوٹ باندھنا ایسا کفر ہے، جو انسان کو ملتِ اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے اور بلاشبہ حرام کو حلال یا حلال کو حرام قرار دینے میں اللہ عزوجل یا اس کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر جھوٹ باندھنا کفرِ محض ہے، جبکہ ہمارا کلام تو حرام کو حلال یا حلال کو حرام ٹھہرانے کے علاوہ معاملہ میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر جھوٹ باندھنے کے بارے میں ہے۔

حضرت سیدنا جلال بلقینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بہت سی احادیثِ مبارکہ میں یہ وعید آئی ہے: جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ اور علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: یہ حدیثِ مبارکہ حدِ تواتر تک پہنچ چکی ہے۔

سیدنا بزار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: محدثینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس حدیثِ مبارکہ کو تقریباً 40 صحابہ کرام علیہم الرضوان سے روایت کیا ہے۔ علامہ ابن صلاح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: یہ حدیثِ مبارکہ حدِ تواتر تک پہنچ چکی ہے، 80 کے لگ بھگ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت نے اسے روایت کیا ہے۔

حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیثِ پاک کی اسناد کو ایک ضخیم جلد میں جمع کیا اور ارشاد فرمایا 70: سے زائد صحابہ کرام علیہم الرضوان اس حدیث کے راوی ہیں۔ اور پھر ان کے راویوں میں عشرہ مبشرہ میں سے حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ 9 صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اسماء ذکر فرمائے، طبرانی اور ابن مندہ نے اس کے راویوں کو 87 تک پہنچایا جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔ (۱)



(۱) اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر، شیخ الاسلام شہاب الدین، امام احمد بن حجر المکی الہیتمی الشافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی، اَلْمُتَوَفّٰی ۹۷۴ھ، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی ص322

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الطَّهَارَةِ

پاکیزگی کا بیان

(۴۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَآءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ مِنْهُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی کھڑے پانی میں بول نہ کرے، کہ پھر اس سے وضو کرے۔) یعنی اگر بول والا پانی ہو گیا تو پھر اس سے وضو نہ کرے)

شرح:

یعنی تم میں سے کوئی بھی رکے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے اور پھر اس سے وضو کرے، اور مسلم شریف کی روایت میں وضو کی جگہ غسل کا ذکر ہے، جان لو کہ کثیر پانی بالاجماع پاک ہے اور جب پانی دو گھڑے ہوں تو امام شافعی اور آپ کے متبعین کے نزدیک پاک ہے اور امام مالک کے نزدیک جب تک پانی نجاست کی وجہ سے متغیر نہ ہو پاک ہے، ان میں سے ہر ایک کے پاس دلیل ہے لیکن یہ مقام تفصیل کا نہیں ہے، اور بر تقدیر پر اگر بول پانی کو ناپاک کر دے تو اس سے وضو کرنا حرام ہے ورنہ مکروہ تحریمی ہے۔ (۱)

مسئلہ:

یہ کہ رکے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے اور ایسے پانی سے وضو جائز نہیں جس میں پیشاب کیا گیا ہو جب کہ قلیل ہو۔

(۴۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ الصَّوَّافِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّبَالَ فِي الْمَآءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يُغْتَسَلَ مِنْهُ اَوْ يُتَوَضَّأَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے پانی میں بول کرنے سے منع فرمایا ہے، کہ پھر اس سے غسل کیا جائے یا وضو کیا جائے۔

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 162

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے رکے ہوئے پانی میں بول اور پاخانہ کرنے سے منع فرمایا ہے یہاں بول سے مراد" بالمعنی الاعم" مطلب یہ کہ پانی میں نجاست نہ ڈالی جائے، ہمارے احناف کے نزدیک یہ حدیث اُس پانی پر محمول ہے جو دہ دردہ سے کم ہو، اور ہمارے غیر یعنی امام شافعی کے نزدیک جب پانی دو گھڑوں سے کم ہوتو یہ حکم ہے، اور یہ نہی تحریمی ہے جب کہ پانی دہ دردہ سے کم ہو اور اگر پانی اس سے کثیر ہوتو نہی تنزیہی ہے کیونکہ ایسا پانی طہارت میں وسوسے کا سبب بنتا ہے۔ (۱)

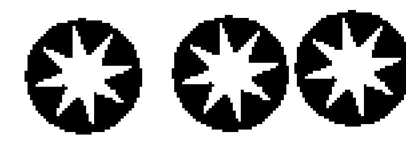
فقہی مسائل:

مسئلہ: دس ہاتھ لنبا، دس ہاتھ چوڑا جو حوض ہو اسے دَہ دردَہ اور بڑا حوض کہتے ہیں۔ یوہیں بیس ۲۰ ہاتھ لنبا، پانچ ہاتھ چوڑا، یا پچیس ہاتھ لنبا، چار ہاتھ چوڑا، غرض کل لنبائی چوڑائی سو ہاتھ ہو اور اگر گول ہوتو اس کی گولائی تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ ہو اور سو ہاتھ لنبائی نہ ہوتو چھوٹا حوض ہے اور اس کے پانی کو تھوڑا کہیں گے اگر چہ کتنا ہی گہرا ہو۔ (۲)

مسئلہ: اگر تالابِ خشک میں نجاست پڑی ہو اور مینھ برسا اور اس میں بہتا ہوا پانی پاک اس قدر آیا کہ بہاؤ رکنے سے پہلے دَہ در دَہ ہو گیا تو وہ پانی پاک ہے اور اگر اس مینھ سے دَہ دردَہ سے کم رہا دوبارہ بارش سے دَہ دردَہ ہوا تو سب نجس ہے۔ ہاں اگر وہ بھر کر بہ جائے تو پاک ہو گیا اگر چہ ہاتھ دو ہاتھ بہا ہو۔ (الفتاوی الرضویہ، ج ۲، ص ۳۷۰)

مسئلہ: دَہ دردَہ پانی میں نجاست پڑی پھر اس کا پانی دَہ دردَہ سے کم ہو گیا تو وہ اب بھی پاک ہے ہاں اگر وہ نجاست اب بھی اس میں باقی ہو اور دکھائی دیتی ہوتو اب ناپاک ہو گیا اب جب تک بھر کر بہ نہ جائے پاک نہ ہوگا۔ (۳)

مسئلہ: چھوٹا حوض ناپاک ہو گیا پھر اس کا پانی پھیل کر دہ دردہ ہو گیا تو اب بھی ناپاک ہے مگر پاک پانی اگر اسے بہا دے تو پاک ہو جائے گا۔ (۴)



باب الوضوء من سور الهرة

بلی کے جھوٹے سے وضو کرنے کا بیان

(۴۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ ذَاتَ يَوْمٍ فَجَاءَتِ الْهِرَّةُ فَشَرِبَتْ مِنَ الْاِنَاءِ فَتَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص 406

(۲) الفتاوی الرضویۃ، ج ۲، ص ۲۸۷، ۲۷۴۔

(۳) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث فی المیاہ، الفصل الاوّل ج ۱، ص ۱۹۔

(۴) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الثالث فی المیاہ، الفصل الاوّل ج ۱، ص ۱۹۔

مِنْهُ وَرَشَّ مَا بَقِيَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن وضو کے لیے پانی منگوایا، تو ایک بلی آئی اور اس نے برتن سے پانی پیا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے وضو فرمایا اور باقی کو انڈھیل دیا۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے ابھی وضو کا ارادہ فرمایا تھا کہ ایک بلی آئی تو اس نے اس پانی سے جو برتن میں تھا پی لیا، تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے وضو فرمایا یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بلی کا جھوٹا پاک ہے جبکہ اس نے کوئی نجس چیز نہ کھائی ہو، یا کھائی ہو تو کچھ دیر بعد پانی پیا تو بھی پاک ہے، یہ ہمارے علماء کے اقوال کے خلاف نہیں کہ بلی کا جھوٹا مکروہ ہے ان کے اقوال کا مطلب یہ ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ایسے پانی سے وضو نہ کیا جائے۔

امام طحاوی اور دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ بلی کے لیے برتن انڈھیل دیتے تھے یہاں تک کہ بلی پانی پی لیتی۔ اور کامل میں علامہ عدی نے امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے ترجمہ (حالات زندگی) میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسف حضرت نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں، کہ نبی اکرم ﷺ بلی کے لیے برتن انڈھیل دیتے تھے یہاں تک کہ بلی پانی پی لیتی۔ پھر نبی اکرم اس سے وضو فرماتے اور باقی پانی زمین پر بہا دیتے تا کہ کوئی اس کو آپ ﷺ کی اس پانی میں برکت کی وجہ سے ضائع نہ کرے۔ (۱)

فقہی مسائل:

مسئلہ: جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے چوپائے ہوں یا پرند ان کا جھوٹا پاک ہے اگر چہ نر ہوں جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری، کبوتر، تیتر وغیرہ۔ (۲)

مسئلہ: مرغی چھوٹی پھرتی اور غلیظ پر منہ ڈالتی ہو اس کا جھوٹا مکروہ ہے اور بندرہتی ہو تو پاک ہے۔ (۳)

مسئلہ: وہیں بعض گائیں جن کی عادت غلیظ کھانے کی ہوتی ہے ان کا جھوٹا مکروہ ہے اور اگر ابھی نجاست کھائی اور اس کے بعد کوئی ایسی بات نہ پائی گئی جس سے اس کے موتھ کی طہارت ہو جائے (مثلاً آبِ جاری میں پانی پینا یا غیر جاری میں تین جگہ سے پینا) اور اس حالت میں پانی میں موتھ ڈال دیا تو ناپاک ہو گیا۔ اسی طرح اگر بیل، بھینسے، بکرے نروں نے حسبِ عادت مادہ کا پیشاب سونگھا اور اس سے ان کا موتھ ناپاک ہوا اور نگاہ سے غائب نہ ہوئے نہ اتنی دیر گزری جس میں طہارت ہو جاتی تو ان کا جھوٹا ناپاک ہے اور اگر چار پانیوں میں موتھ ڈالیں تو پہلے تین ناپاک چوتھا پاک۔

مسئلہ: گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے۔

مسئلہ: سُوئر، کتا، شیر، چیتا، بھیڑیا، ہاتھی، گیدڑ اور دوسرے درندوں کا جھوٹا ناپاک ہے۔

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 258

(۲) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الثالث فی المیاہ، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۲۳۔

(۳)

مسئلہ: کُتّے نے برتن میں مونھ ڈالا تو اگر وہ چینی یا دھات کا ہے یا مٹی کا روغنی یا استعمالی چکنا تو تین بار دھونے سے پاک ہو جائے گا ورنہ ہر بار سُکھا کر۔ ہاں چینی میں بال ہو یا اور برتن میں درار ہو تو تین بار سُکھا کر پاک ہوگا فقط دھونے سے پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ: مٹکے کو کُتّے نے اوپر سے چاٹا اس میں کا پانی ناپاک نہ ہوگا۔

مسئلہ: اڑنے والے شکاری جانور جیسے شکرا، باز، بہری، چیل وغیرہ کا جھوٹا مکروہ ہے اور یہی حکم کچّے کا ہے اور اگر ان کو پال کر شکار کے لیے سِکھا لیا ہو اور چونچ میں نَجاست نہ لگی ہو تو اس کا جھوٹا پاک ہے۔

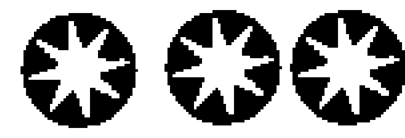
مسئلہ: گھر میں رہنے والے جانور جیسے بلّی، چوہا، سانپ، چھپکلی کا جھوٹا مکروہ ہے۔ (۱)

مسئلہ: اگر کسی کا ہاتھ بلّی نے چاٹنا شروع کیا تو چاہیے کہ فوراً کھینچ لے یوہیں چھوڑ دینا کہ چاٹتی رہے مکروہ ہے اور چاہیے کہ ہاتھ دھوڈالے بے دھوئے اگر نماز پڑھ لی تو ہو گئی مگر خلافِ اَولیٰ ہوئی۔

مسئلہ: بلّی نے چوہا کھایا اور فوراً برتن میں موبھ ڈال دیا تو ناپاک ہو گیا اور اگر زبان سے مونھ چاٹ لیا کہ خون کا اثر جاتا رہا تو ناپاک نہیں۔

مسئلہ: پانی کے رہنے والے جانور کا جھوٹا پاک ہے خواہ ان کی پیدائش پانی میں ہو یا نہیں۔

مسئلہ: گدھے، خچر کا جھوٹا مشکوک ہے یعنی اس کے قابلِ وُضو ہونے میں شک ہے، ولہٰذا اس سے وُضو نہیں ہوسکتا کہ حدث متیقن طہارت مشکوک سے زائل نہ ہوگا۔



بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَبُوْلُ قَائِمًا

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والے کے متعلق روایت

(۴۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبُوْلُ عَلٰى سُبَاطَةِ قَوْمٍ قَائِمًا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہو کر لوگوں کے کوڑھا پھینکنے کی جگہ پر بول فرماتے ہوئے دیکھا۔

شرح:

اس کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں۔

(۱) (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، الباب الثالث فی المیاہ، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۲۴. و الدر المختار و رد المحتار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، فصل فی البئر، مطلب فی السؤر، ج ۱، ص ۴۲۲)

(کھڑے ہو کر پیشاب اس لیے کیا) یا تو وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی کیونکہ کوڑی پر ہر جگہ نجاست ہی ہوتی ہے، یا پاؤں شریف میں زخم، یا پیٹھ میں درد تھا جس کے لیے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مفید تھا۔ اطباء کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر انگارے پر پیشاب کرنا ستر بیماریوں کا علاج ہے۔ (مرقاۃ، اشعۃ اللمعات) خیال رہے کہ اس موقع پر سرکار اونچی جگہ کھڑے ہوئے ہوں گے جس سے پیشاب کی چھینٹوں سے محفوظ رہے ہوں۔

فقہی مسائل:

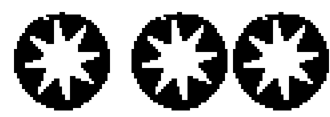
مسئلہ: پاخانہ، پیشاب کرتے وقت سورج اور چاند کی طرف نہ مونھ ہو، نہ پیٹھ۔ یوہیں ہَوا کے رُخ پیشاب کرنا ممنوع ہے۔

مسئلہ: کوئیں یا حوض یا چشمہ کے کنارے یا پانی میں اگرچہ بہتا ہوا ہو یا گھاٹ پر یا پھلدار درخت کے نیچے یا اس کھیت میں جس میں زراعت موجود ہو یا سایہ میں جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں یا مسجد اور عیدگاہ کے پہلو میں یا قبرستان یا راستہ میں یا جس جگہ مویشی بندھے ہوں ان سب جگہوں میں پیشاب، پاخانہ مکروہ ہے۔ یوہیں جس جگہ وُضو یا غُسل کیا جاتا ہو وہاں پیشاب کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: اونچی جگہ بیٹھنا اور پیشاب کی دھار اونچی جگہ گرے یہ ممنوع ہے۔

مسئلہ: ایسی سخت زمین پر جس سے پیشاب کی چھینٹیں اُڑ کر آئیں پیشاب کرنا ممنوع ہے، ایسی جگہ کو کرید کر نرم کر لے یا گڑھا کھود کر پیشاب کرے۔

مسئلہ: کھڑے ہو کر یا لیٹ کر یا ننگے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ نیز ننگے سر پاخانہ، پیشاب کو جانا یا اپنے ہمراہ ایسی چیز لے جانا جس پر کوئی دُعا یا اللہ و رسول یا کسی بزرگ کا نام لکھا ہو ممنوع ہے۔ یوہیں کلام کرنا مکروہ ہے۔



بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَوَضَّأْ مِنَ اللَّبَنِ

باب: جو شخص دودھ (نوش کر کے) وضو نہیں کرتا

(۴۶) أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَتَمَضْمَضَ وَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پیتے ہوئے دیکھا، پس آپ ﷺ نے کلی فرمائی اور نماز ادا کی، (نیا) وضو نہ کیا۔

شرح:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے دودھ پیا اور کلی فرمائی یعنی

اپنے منہ کو دھویا، اور نماز پڑھی اور وضو نہ فرمایا، اور ابن ماجہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ" جب تم دودھ پیوؤ تو کلی کرو کیونکہ اس میں چکنائی ہوتی ہے۔ (۱)

مسئلہ : دودھ پینے سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن کلی وغیرہ کرنا یا وضو کرنا نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے اور مستحب ہے۔



بَابُ مَا جَاءَ فِيمَا مَسَّتْهُ النَّارُ

آگ کے چھوئی ہوئی اشیاء کے متعلق روایات

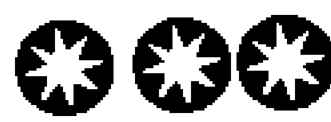
(۴۷) أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَقًا بِلَحْمٍ ثُمَّ صَلَّى۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گوشت کا شوربا تناول فرمایا اور پھر نماز ادا فرمائی۔

شرح:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے گوشت کا شوربا تناول فرمایا یعنی یا تو اس میں گوشت ملا ہوا تھا یا یہ شوربا گوشت سے بنایا گیا تھا، لیکن یہاں کھانے کا ذکر ہے جو پہلے معنیٰ کی طرف اشارہ کرتا ہے، (پھر نماز پڑھی) یعنی وضو نہ فرمایا اور نماز پڑھی یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کہ جس چیز کو آگ چھوئے اس سے وضو کرو (یعنی آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرو) یہ حدیث منسوخ ہے یا پھر عرفی وضو یعنی ہاتھ دھونے اور کلی کرنے پر محمول ہے یا پھر شرعی وضو پر ہی محمول ہے لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ وضو کرنا مستحب ہے، اور یہ حدیث آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد ہاتھ دھونے اور کلی کرنے یا شرعی وضو ترک کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم گوشت پکاؤ تو اس کا شوربا زیادہ رکھو کیونکہ اس میں پڑوسی کا بھی حق ہے بعض اطباء فرماتے ہیں کہ شوربا گوشتوں میں سے ایک گوشت ہے۔ (۲)

مسئلہ : آگ پر پکی ہوئی کسی چیز کے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔



---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 489

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 173

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاَمْرِ بِالسِّوَاكِ

مسواک کرنے کے حکم کی بابت روایت

(۴۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ الزَّرَّادِ عَنْ تَمَّامٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلُوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا اَرَاكُمْ قُلَّحًا اِسْتَاكُوْا فَلَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ وَّ فِيْ رِوَايَةٍ مَا اَرَاكُمْ تَدْخُلُوْنَ عَلَىَّ قُلَّحًا اِسْتَاكُوْا فَلَوْ لَا اَنَّ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يَّسْتَاكُوْا عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ اَوْ عِنْدَ كُلِّ وُضُوْءٍ۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے کچھ اصحاب آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں تمہارے دانت زرد دیکھ رہا ہوں؟ مسواک کیا کرو، اگر میں اپنی امت پر گراں نہ سمجھتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔

ایک روایت میں ہے : کیا بات ہے کہ تم مجھ پر زرد دانت کے ساتھ داخل ہوتے ہو؟ مسواک کیا کرو، اگر میں اپنی امت پر گراں نہ سمجھتا تو میں ان کو ہر نماز یا ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔

شرح:

یعنی کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ان کے دانت زرد تھے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں تمہارے دانتوں کو زرد دیکھتا ہوں مسواک کیا کرو یعنی حضور ﷺ نے ان کو مسواک کرنے کا حکم دیا، اگر میں اپنی امت پر دشواری کا خوف نہ کرتا تو ان کو پر ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا، یعنی اگر مجھے اپنی امت کی تکلیف اور دشوری کی فکر نہ ہوتی تو ان کو حکم دیتا کہ ہر نماز کے وضو کے ساتھ مسواک بھی کیا کرو، یہاں نماز سے مراد وضو ہے جو کہ نماز کے لیے کیا جاتا ہے (جیسا کہ بعض روایات میں صراحتاً وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم ہے نہ نماز کے ساتھ) اس لیے کہ اگر نماز میں مسواک کرے گا تو نماز ٹوٹ جائے گی اور بسا اوقات نماز میں مسواک کرنے سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے جیسے کہ نماز میں مسوال کر رہا تھا تو دانتوں سے خون جاری ہو گیا۔

مسواک کے فوائد:

ایک روایت میں ہے کہ مسواک اچھی چیز ہے، تم پر مسواک لازم ہے کہ وہ دانتوں سے پیلا پن ختم کرنے، دانتوں کو مضبوط کرنے، بلغم کو نکالنے، نظر کو تیز کرنے، مسوڑھوں کو مضبوط کرنے، گندگی کو ختم کرنے، معدے کی اصلاح کرنے، جنت میں

درجات کی بلندی، فرشتوں کی تعریف، رب کے رضا، اور شیطان کی ناراضگی کا سبب ہے۔ (۱)

فقہی مسائل:

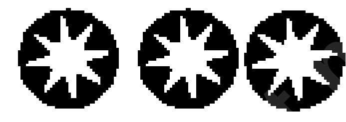
مسئلہ : مِسواک نماز کے لیے سنت نہیں بلکہ وُضو کے لیے، تو جو ایک وُضو سے چند نمازیں پڑھے، اس سے ہر نماز کے لیے مِسواک کا مطالبہ نہیں، جب تک تغیّرِ رائحہ نہ ہو گیا ہو، ورنہ اس کے دفع کے لیے مستقل سنت ہے البتہ اگر وُضو میں مِسواک نہ کی تھی تو اب نماز کے وقت کرلے۔ (۲)

مسئلہ : مسواک وضو کی سنّتِ قبلیہ ہے البتہ سنّتِ مؤکدہ اس وقت ہے جبکہ منہ میں بدبو ہو۔

(فتاوی رضویہ، ج ۱، ص ۶۲۳)

مسئلہ: روزہ میں مسواک کرنا مکروہ نہیں، بلکہ جیسے اور دنوں میں سنّت ہے روزہ میں بھی مسنون ہے۔ مسواک خشک ہو یا تر اگرچہ پانی سے تر کی ہو، زوال سے پہلے کرے یا بعد کسی وقت مکروہ نہیں۔ (عامہ کتب) اکثر لوگوں میں مشہور ہے کہ دوپہر بعد روزہ دار کے لیے مسواک کرنا مکروہ ہے، یہ ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔

مسئلہ: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ اگر مسواک چبانے سے رَیشے چھوٹیں یا مزہ محسوس ہو تو ایسی مسواک روزے میں نہیں کرنا چاہیے۔



بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوُضُوْءِ ثَلٰثًا ثَلٰثًا

وضو میں (اعضاء کو) تین تین دفعہ (دھونے) متعلق روایات

(۴۹) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلٰثًا وَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلٰثًا ثَلٰثًا وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلٰثًا وَذِرَاعَيْهِ ثَلٰثًا وَّمَسَحَ رَأْسَهُ وَغَسَلَ قَدَمَيْهِ وَقَالَ هٰذَا وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عبد خیر سے مروی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے وضو فرمایا، آپ رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ اپنی ہتھیلیوں کو دھویا، تین دفعہ کلی کی، تین دفعہ ناک میں پانی ڈالا، تین دفعہ اپنے چہرے اور کلائیوں کو دھویا اور سر کا مسح کیا اور اپنے دونوں قدموں کو دھویا، اور فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے۔

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 540

(۲) الدرالمختار ورد المحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب فی دلالۃ المفہوم، ج ۱، ص ۲۴۸.

شرح:

یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو فرمایا تو سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ تین بار دھوئے پھر تین بار کلی فرمائی، پھر تین بار ناک میں پانی چڑھایا، پھر تین بار چہرا مبارک دھویا، اور اپنی کلائیوں کو تین بار دھویا، اور سر کا مسح کیا اور اپنے پاؤں بھی تین بار دھوئے اور فرمایا یہ نبی اکرم ﷺ کا وضو ہے۔ (اس بارے میں مزید تفصیل اگلی احادیث کی شرح میں آرہی ہے ابوالاحمد غفرلہ) (۱)

(۵۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ دَعَا بِمَاءٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلٰثًا وَتَمَضْمَضَ ثَلٰثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلٰثًا وَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا وَذِرَاعَيْهِ ثَلٰثًا وَّمَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثَلٰثًا وَغَسَلَ قَدَمَيْهِ ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ هٰذَا وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ دَعَا بِمَاءٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلٰثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلٰثًا وَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا وَذِرَاعَيْهِ ثَلٰثًا وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ مَرَّةً وَغَسَلَ قَدَمَيْهِ ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ هٰذَا وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَامِلًا.

حضرت عبد خیر سے مروی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا، تو تین دفعہ آپ نے اپنی ہتھیلیوں کو دھویا، تین دفعہ کلی کی، تین دفعہ ناک میں پانی ڈالا، تین دفعہ اپنے چہرے اور کلایوں کو دھویا، تین دفعہ سر کا مسح کیا اور اپنے دونوں قدموں کو تین دفعہ دھویا، اور فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کا وضو ہے۔

اور ایک روایت میں حضرت عبد خیر فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا، تو تین دفعہ آپ نے اپنی ہتھیلیوں کو دھویا، تین دفعہ ناک میں پانی ڈالا، تین دفعہ اپنے چہرے اور کلایوں کو دھویا، ایک دفعہ سر کا مسح کیا اور اپنے دونوں قدموں کو تین دفعہ دھویا، اور فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کا کامل وضو ہے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ دَعَا بِمَاءٍ فَاُتِيَ بِاِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ وَّطَسْتٍ قَالَ عَبْدُ خَيْرٍ وَّنَحْنُ نَنْظُرُ اِلَيْهِ فَاَخَذَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى الْاِنَاءَ فَاَكْفَاَ عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى الْاِنَاءَ فَمَلَاَ يَدَهٗ وَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ فَعَلَ هٰذَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهٗ اِلَى الْمَرَافِقِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَخَذَ الْمَاءَ بِيَدِهٖ ثُمَّ مَسَحَ بِهَا رَاْسَهٗ مَرَّةً وَّاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ ثَلٰثًا ثَلٰثًا ثُمَّ غَرَفَ بِكَفِّهٖ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى طُهُوْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهٰذَا طُهُوْرُهٗ

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 572

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پانی طلب کیا تو آپ کی خدمت میں پانی کا برتن اور طشت پیش کیا گیا۔ حضرت عبد خیر کا بیان ہے کہ ہم یہ منظر دیکھ رہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دائیں ہاتھ سے برتن پکڑا، اور اسے الٹا کر کے اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا، تین بار ہاتھ دھوئے، دایاں ہاتھ پانی میں ڈالا، چلو لے کر کلی کی، ناک میں تین بار پانی ڈالا، چہرہ تین بار دھویا، دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت تین بار دھوئے، ہاتھ میں چلو لے کر ایک بار اپنے سر کا مسح کیا، اور پھر تین بار اپنے دونوں پاؤں دھوئے، پھر ایک چلو پانی لے کر نوش کیا، اور فرمایا: جو شخص پسند کرتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا وضو دیکھے، تو یہ آپ ﷺ کا وضو ہے۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ اَنَّهٗ دَعَا بِمَاءٍ فَغَسَلَ كَفَّیْهِ ثَلٰثًا وَمَضْمَضَ ثَلٰثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلٰثًا وَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا وَ غَسَلَ ذِرَاعَیْهِ ثَلٰثًا ثُمَّ اَخَذَ مَاءً فِیْ كَفِّهٖ فَصَبَّهٗ عَلٰی صَلْعَتِهٖ ثُمَّ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی طُهُوْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَنْظُرْ اِلٰی هٰذَا

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا، اور اپنے ہاتھوں کو تین بار دھویا، تین بار کلی کی، ناک میں تین بار پانی ڈالا، چہرہ تین بار دھویا، دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت تین بار دھوئے، پھر اپنے ہاتھ میں پانی لے کر تالو پر ڈالا، اور فرمایا: جو شخص پسند کرتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا وضو دیکھے، تو یہ آپ ﷺ کا وضو ہے۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنْ عَلِیٍّ اَنَّهٗ تَوَضَّأَ ثَلٰثًا ثَلٰثًا وَقَالَ هٰذَا وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْقُوْبَ يَعْنِیْ بِهٖ مَنْ رَّوٰی عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ فِیْ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ خَالِدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ رَاْسَهٗ ثَلٰثًا عَلٰی اَنَّهٗ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰی يَافُوْخِهٖ ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ اِلٰی مُؤَخَّرِ رَاْسِهٖ ثُمَّ اِلٰی مُقَدَّمِ رَاْسِهٖ فَجَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَاِنَّمَا ذٰلِكَ مَرَّةٌ وَّاحِدَةٌ لِاَنَّهٗ لَمْ يُبَايِنْ يَدَهٗ وَلَا اَخَذَ الْمَاءَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَهُوَ كَمَنْ جَعَلَ الْمَاءَ فِیْ كَفِّهٖ ثُمَّ مَدَّهٗ اِلٰی كُوْعِهٖ اَلَا تَرٰی اَنَّهٗ بَيَّنَ فِی الْاَحَادِيْثِ الَّتِیْ رُوِیَ عَنْهُ وَهُمُ الْجَارُوْدُ بْنُ زَيْدٍ وَّ خَارِجَةُ بْنُ مُصْعَبٍ وَاَسَدُ بْنُ عَمْرٍو اَنَّ الْمَسْحَ كَانَ مَرَّةً وَّاحِدَةً وَّبَيَّنَ اَنَّ مَعْنَاهُ مَا ذَكَرْنَا قَالَ وَقَدْ رُوِیَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرَةٍ عَلٰی هٰذَا اللَّفْظِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ رَاْسَهٗ ثَلٰثًا مِّنْهُمْ عُثْمَانُ وَعَلِیٌّ وَّ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَغَيْرُهُمْ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ الْبَيْهَقِیُّ وَقَدْ رُوِیَ مِنْ اَوْجُهٍ غَرِيْبَةٍ عَنْ عُثْمَانَ تَكْرَارُ الْمَسْحِ اِلَّا اَنَّهٗ مَعَ خِلَافِ الْحُفَّاظِ لَيْسَ بِحُجَّةٍ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ فَهَلْ كَانَ مَعْنَاهُ اِلَّا عَلٰی مَا ذَكَرْنَا فَمَنْ جَعَلَ اَبَا حَنِيْفَةَ غَالِطًا فِیْ رِوَايَةِ الْمَسْحِ ثَلٰثًا فَقَدْ وَهِمَ وَكَانَ هُوَ بِالْغَلَطِ اَوْلٰی

وَاَخْلَقُ وَقَدْ غَلَطَ شُعْبَةُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ غَلَطًا فَاحِشًا عِنْدَ الْجَمِيْعِ وَهُوَ رِوَايَةُ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ مَّالِكِ بْنِ عُرْفَطَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ عَلِيٍّ فَصَحَّفَ الْاِسْمَيْنِ فِيْ اِسْنَادِهٖ فَقَالَ بَدَلُ خَالِدٍ مَّالِكٌ وَّ بَدَلُ عَلْقَمَةَ عُرْفُطَةُ وَلَوْ كَانَ هٰذَا الْغَلَطُ مِنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ لَنَسَبُوْهُ اِلَى الْجَهَالَةِ وَقِلَّةِ الْمَعْرِفَةِ وَلَاَخْرَجُوْهُ مِنَ الدِّيْنِ وَهٰذَا مِنْ قِلَّةِ الْوَرَعِ وَاتِّبَاعِ الْهَوٰى۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعضاء وضو تین تین مرتبہ دھوئے اور فرمایا: یہ نبی کریم ﷺ کا وضو ہے۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے سر کا مسح تین بار اس انداز سے فرمایا کہ اپنا دست اقدس اپنی پیشانی مبارک پر رکھ کے سر کے نیچے کھینچ لائے، پھر آپ ﷺ نے پیشانی کی طرف کھینچا، ایسا آپ ﷺ نے تین بار کیا۔ یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ سر کا مسح ایک بار ہے، اس لیے کہ نہ تو آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک سر سے الگ ہوا اور نہ تین بار نیا پانی لیا۔ یہ تو اس طرح ہے کہ کوئی شخص اپنی ہتھیلی میں پانی لیکر انگوٹھے کی جڑ تک پہنچا دے۔حضرت جارود بن زید، حضرت خارجہ بن مصعب، اور حضرت اسد بن عمر رضی اللہ عنہم کی روایات ملاحظہ فرمائیں، جن میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سر کا ایک بار مسح کیا تھا۔ان کے مقابل تین بار سر کا مسح کرنے والی روایت کیسے تسلیم کی جا سکتی ہے؟

امام اعظم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت، جن میں حضرت عثمان غنی، حضرت علی، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں کی روایات سے سر کا مسح تین بار کرنا ثابت ہوتا ہے، اس کی بابت امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت غریب طریقہ سے بیان ہوئی ہے، اور یہ روایت حفاظ حدیث کی روایت سے متصادم بھی ہے، اس لیے علماء کے نزدیک حجت نہیں، سر کے مسح سے مراد وہی ہے جو ابھی ہم نے بیان کر دیا۔ تین بار سر کا مسح والی روایت کو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرنے والوں نے خود غلطی کی ہے۔ البتہ حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ سے ایک غلطی یہ سرزد ہوئی، جو تمام محدثین نے تسلیم کی ہے کہ وہ اس حدیث کی سند کو یوں بیان کیا: عن مالک بن عرطفہ عن خیر، عن علی۔ ان سے اس سند میں دو طرح کی غلطی ہوئی ہے: خالد کی بجائے مالک بیان کر دیا، اور علقمہ کی جگہ عرطفہ کہہ دیا۔ اگر یہ غلطی امام اعظم رحمہ اللہ سے واقع ہوتی تو یہی لوگ آپ کو حدیث کے حوالے سے جاہل بلکہ دین سے خارج ہونے تک کا طعنہ دیتے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ان لوگوں (معترضین) کی تقوٰی میں کمی اور خواہش نفسانی کی پیروی کا پھل ہے۔

شرح:

اس حدیث میں بیان ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی منگوایا تو اس میں اپنے ہاتھوں کو پہچوں تک تین بار دھویا، پھر تین بار کلی فرمائی، پھر تین بار ناک میں پانی چڑھایا، یعنی کلی کے لیے علیحدہ اور ناک میں پانی چڑھانے کے لیے علیحدہ پانی لیا، پھر تین بار چہرا مبارک دھویا، اور اپنی کلائیوں کہنیوں تک کو تین بار دھویا، اور سر کا مسح بھی تین بار کیا جیسا کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کا مذہب ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں تین سے مراد تین اوقات ہوں تا کہ یہ حدیث اُس صحیح حدیث کے مطابق ہو جائے جس میں ایک بار مسح کا ذکر ہے اور جو متعدد روایات سے مروی ہے (اور اپنے پاؤں بھی تین بار دھوئے اور فرمایا یہ نبی اکرم ﷺ کا وضو

ہے۔) یعنی نبی اکرم اس طرح وضو فرماتے تھے۔ (۱)

(۵۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ اَنَّ عُثْمَانَ تَوَضَّأَ ثَلٰثًا ثَلٰثًا وَقَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ۔

حضرت حمران جو حضرت عثمان بن عفان کے آزاد کردہ غلام ہیں، فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان نے تین تین دفعہ وضو میں اعضاء کو دھویا اور فرمایا: اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا۔

شرح:

یہ حدیث ماقبل احادیث کے ہم معنی ہے اس میں جو ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے مزید شرح کی ہے صرف وہی پیش کی جاتی ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تین بار اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھوئے اس میں اہل تشیع کا رد ہے جنہوں نے اس بارے میں احادیث کو بدل ڈالا ہے پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو سے فارغ ہو کر وضو کے بچے ہوئے پانی سے ایک چلو لیا اور پیا پھر فرمایا کہ جو پسند کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے وضو کو دیکھے تو یہ نبی اکرم ﷺ کا وضو ہے۔ (۲)

ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سر کا مسح تین بار کیا وہ اس طرح کہ نبی اکرم ﷺ نے آپنا ہاتھ مبارک سر کے اگلے حصہ پر رکھا پھر اس کو سر کے پچھلے حصہ کی طرف لے گئے پھر آگے لائے یعنی آپ نے ایک صورت میں تین بار ہاتھ پھیرا تو یہ تو حقیقتاً ایک ہی بار مسح بنتا ہے آپ کا تین بار ہاتھ پھیرنا تو استعاب کے لیے تھا، اور اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ سر کے اگلے حصہ پر رکھے پھر ان کو پیچھے لے گئے پھر دائیں ہاتھ کو دائیں جانب سے اور بائیں ہاتھ کو بائیں جانب سے آگے لائے (تو دیکھنے والے نے اس کو تین بار گمان کیا) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک ہاتھ سر کے اگلے حصہ پر رکھا ہو اور اس کے ساتھ سر کا مسح کیا ہو پھر اسی کے ساتھ دائیں جانب کا پھر بائیں جانب کا مسح کیا ہو (تو دیکھنے والے نے اس کو تین بار گمان کیا ہو) مسح میں ایسا فاصلہ نقصان دہ نہیں کیونکہ یہ ملانے کے حکم میں ہی ہے۔ (۳)

اور ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام کی ایک کثیر جماعت سے یہی لفظ مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مسح تین بار کیا ان میں سے حضرت عثمان، ابن مسعود، اور حضرت علی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں، امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسح کے بارے میں مکرر روایات ہیں لیکن وہ غریب ہونے کی وجہ سے اہل علم کے نزدیک حجہ نہیں، اور مزید اس بارے میں اوپر متن میں اس کا جواب ہو چکا ہے۔

فقہی مسائل:

مسئلہ: مسح کرنے کے لیے ہاتھ تر ہونا چاہیئے، خواہ ہاتھ میں تری اعضا کے دھونے کے بعد رہ گئی ہو یا نئے پانی سے ہاتھ تر کر لیا

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 442
(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 444
(۳) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 446

ہو۔

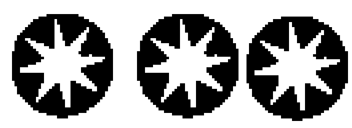
مسئلہ: کسی عُضو کے مسح کے بعد جو ہاتھ میں تَری باقی رہ جائے گی وہ دوسرے عُضْو کے مسح کے لیے کافی نہ ہوگی۔

مسئلہ: سر پر بال نہ ہوں تو جِلد کی چوتھائی اور جو بال ہوں تو خاص سر کے بالوں کی چَوتھائی کا مسح فرض ہے اور سر کا مسح اسی کو کہتے ہیں۔

مسئلہ: عمامے، ٹوپی، دُوپٹے پر مسح کافی نہیں۔ ہاں اگر ٹوپی، دُوپٹا اتنا باریک ہو کہ تَری پُھوٹ کر چوتھائی سر کو تَر کر دے تو مسح ہو جائے گا۔

مسئلہ: سر سے جو بال لٹک رہے ہوں ان پر مسح کرنے سے مسح نہ ہوگا۔

مسحِ سر میں مستحب طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھے اور کلمے کی اُنگلی کے سوا ایک ہاتھ کی باقی تین اُنگلیوں کا سرا، دوسرے ہاتھ کی تینوں اُنگلیوں کے سرے سے ملائے اور پیشانی کے بال یا کھال پر رکھ کر گُدّی تک اس طرح لے جائے کہ ہتھیلیاں سر سے جدا رہیں وہاں سے ہتھیلیوں سے مسح کرتا واپس لائے اور کلمہ کی اُنگلی کے پیٹ سے کان کے اندرونی حصہ کا مسح کرے۔



بَابُ الْوُضُوْءِ مَرَّةً مَرَّةً

وضو (میں اعضاء کو) ایک ایک دفعہ (دھونے) کا بیان

(۵۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مَرَّةً مَرَّةً

حضرت ابن بریدہ کے والد روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھویا۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے دھونے والے تمام اعضاء کو ایک ایک بار دھویا اور سر کا مسح بھی ایک بار کیا، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وضو میں ایک بار دھونا واجب ہے (کہ اس کے بغیر وضو نہیں ہوگا) اور دھونے والے اعضاء کو تین بار دھونا سنت ہے، اور سر کے مسح میں جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ ایک بار مسح کرنا ہی سنت ہے سوائے امام شافعی کے، (سر کے مسح میں مسح ایک بار ہی سنت ہے اور ایک بار ہی فرض ہے دونوں میں فرق یہ ہے کہ ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض اور ایک بار پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے)۔

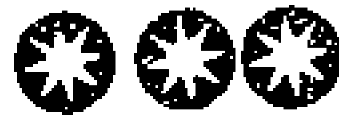
امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ "نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے ایک بار وضو کیا تو یہ ایسی چیز ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں (یعنی ایک بار ضروری ہے) اور جس نے دو بار وضو کیا تو یہ اس کو کافی ہے، اور جس نے تین بار وضو کیا تو یہ مجھ سے پہلے انبیاء کا وضو ہے (یعنی ہر عضو کو تین بار دھونا انبیاء کرام علیہ

السلام کی سنت مبارکہ ہے)(۱)

فقہی مسائل:

مسئلہ : اگر کسی نے وضو کیا اور ہر عضو کو ایک ایک بار دھویا تو اس کا وضو ہو جائے گا۔

فائدہ : کسی عُضْو کے دھونے کے یہ معنی ہیں کہ اس عُضْو کے ہر حصہ پر کم سے کم دو بوند پانی بہ جائے۔ بھیگ جانے یا تیل کی طرح پانی چُپڑ لینے یا ایک آدھ بوند بہ جانے کو دھونا نہیں کہیں گے نہ اس سے وُضو یا غسل ادا ہو ، اس امر کالحاظ بہت ضروری ہے لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نمازیں اکارت جاتی ہیں۔ بدن میں بعض جگہیں ایسی ہیں کہ جب تک ان کا خاص خیال نہ کیا جائے ان پر پانی نہ بہے گا جس کی تشریح ہر عُضْو میں بیان کی جائے گی۔ کسی جگہ مَوضَعِ حَدَث پر تری پہنچنے کو مسح کہتے ہیں۔ (۲)



بَابُ مَا جَآءَ فِي غَسْلِ الْأَعْقَابِ

ایڑھیاں دھونے کا بیان

(۵۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَارِبٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِّلْعَرَاقِيْبِ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایڑھیوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

شرح:

عرقوب ایڑیوں کے پیچھے اُس حصہ کو کہتے ہیں جو پاؤں اور پنڈلی کے درمیان چاروں طرف ہوتا ہے ہوتا ہے، ایک روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایڑیوں کے لیے آگ سے ہلاکت ہے، یہاں پر نبی اکرم ﷺ نے ایڑیوں کو اس لیے خاص فرمایا کہ اکثر ان کو صحیح طرح دھویا نہیں جاتا۔ اسی لیے آپ نے فرمایا کہ جب تم وضو کرو تو ایڑیوں کے پچھلے حصہ تک پانی ضرور پہنچاؤ، مطلب یہ کہ جب پاؤں دھوؤ تو سارے پاؤں پر پانی بہاؤ۔ (۳)

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 374

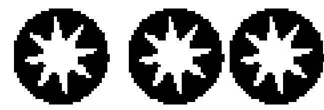
(۲) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الطھارۃ، مطلب فی الفرض القطعی والظنی، ج ۱، ص ۲۱۷. و الفتاوی الرضویۃ، کتاب الطھارۃ، باب الوضوء، ج ۱، ص ۲۱۸.

(۳) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 267

فقہی مسائل :

بعض لوگ کسی بیماری کی وجہ سے پاؤں کے انگوٹھوں میں اس قدر کھینچ کرتا گا باندھ دیتے ہیں کہ پانی کا بہنا در کنار تا گے کے نیچے تر بھی نہیں ہوتا ان کو اس سے بچنا لازم ہے کہ اس صورت میں وُضو نہیں ہوتا۔

مسئلہ: گھائیاں اور انگلیوں کی کروٹیں، تلوے، ایڑیاں، کونچیں، (یعنی ایڑیوں کے اوپر موٹے پٹھے۔) سب کا دھونا فرض ہے۔(۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّضْحِ

پانی چھڑ کنے کا بیان

(۵۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ ثَقِيْفٍ يُقَالُ لَهُ الْحَكَمُ اَوِ ابْنُ الْحَكَمِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ تَوَضَّاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخَذَ حُفْنَةً مِّنْ مَّاءٍ فَنَضَحَهُ فِيْ مَوَاضِعِ طُهُوْرِهٖ۔

حضرت حکم یا ابن حکم کے والد روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، پھر (باقی ماندہ) پانی کو چلو لیکر اپنے اعضائے وضو (شرمگاہ) پر چھڑک لیا۔

شرح:

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور ایک چلو پانی لیا اور اس کے ساتھ اپنی شرم گاہ پر چھینٹے مارے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے شرم گاہ سے اوپر چھینٹے مارے ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ اپنے ازار کے اوپر سے مارے ہوں، اور یہ اس لیے کیا تا کہ وسوسہ دور ہو جائے ۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور ایک چلو پانی لے کر اس کو اپنی شرم گاہ پر چھڑکا، اس روایت کو امام ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے لیکن اس سے آگے ان الفاظ کی زیادتی ہے کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اے محمد جب تم وضو کرو تو (ایسے) پانی چھڑکا کرو۔(۲)

مسئلہ : بعدِ وُضو میانی (پاجامہ کا وہ حصہ جو پیشاب گاہ کے قریب ہوتا ہے۔) پر پانی چھڑک لے۔(۳)

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج ۱، ص ۲۴۵.

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الا...

(۳) بہارِ شریعت، جلد اوّل، ص 300، دعوت اسلامی

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

موزوں پر مسح کا بیان

(۵۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ شُرَيْحٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ اَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ قَالَتْ اِئْتِ عَلِيًّا فَاسْأَلْهُ فَاِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شُرَيْحٌ فَاَتَيْتُ عَلِيًّا فَقَالَ لِيْ اِمْسَحْ۔

حضرت شریح سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: میں موزوں پر مسح کروں؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھیے وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کرتے رہے ہیں۔ حضرت شریح کہتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، تو انہوں نے مجھے فرمایا: مسح کرلیا کرو۔

شرح:

حضرت شریح نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا میں موزوں پومسح کروں تو آپ نے فرمایا کہ موزورں پر مسح نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے لیکن اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کے اصحاب ہی زیادہ جانتے ہیں تم حضرت علی سے جا کر پوچھو یہ اس لیے فرمایا کہ شاید یہ سوال اُس وقت تھا جب کہ صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی صحابہ میں سب سے بڑے عالم تھے، الغرض آپ نے فرمایا کہ جاؤ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھو! کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر میں ہوتے تھے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اکثر سفر میں موزوں پر مسح کرتے تھے اور حضر میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے نہیں دیکھا، حضرت شریح فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور ان سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ مسح کرو، یعنی میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ موزوں پر مسح فرماتے تھے اور مسح کا حکم بھی دیتے تھے، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطلق فرمانے کی وجہ سے کہ مسح کرو سفر وحضر میں مسح کے جواز کے دلیل ہے جیسا صراحتاً کہ آگے احادیث میں آرہا ہے۔ (۱)

(۵۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَصَلّٰى خَمْسَ صَلَوَاتٍ۔

حضرت ابن بریدہ کے والد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا، دونوں موزوں پر مسح فرمایا، اور پانچ نمازیں ادا کیں۔

---

(۱) شرح السلا علی القاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 259

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے وضو فرمایا اور موزوں پر مسح فرما کر اسی وضو سے پانچ نمازیں پڑھیں اس میں اس وہم کو دور کرنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے موزوں پر مسح نہیں کیا جیسا کہ بعض اہل بدعت کا نظریہ ہے، اور موزوں پر مسح کرنے پر اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے۔(۱)

(۵۷) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ صَلّٰی خَمْسَ صَلَوَاتٍ بِوُضُوْءٍ وَّاحِدٍ وَّمَسَحَ عَلٰی خُفَّیْهِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ مَا رَأَیْنَاكَ صَنَعْتَ هٰذَا قَبْلَ الْیَوْمِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَمْدًا صَنَعْتُهٗ یَا عُمَرُ۔

حضرت ابن بریدہ کے والد روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن ایک وضو سے پانچ نمازیں ادا کیں، اور اپنے موزوں پر مسح فرمایا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ہم نے آپ کو اس سے پہلے اس طرح کرتے ہوئے نہیں دیکھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عمر! میں نے عمداً ایسا کیا ہے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے وقت یا فتح مکہ کے دن پانچ نمازیں ایک وضو کے ساتھ پڑھیں یعنی آپ نے خلاف عادت پانچ نمازیں ایک وضو کے ساتھ پڑھیں کیونکہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ یا قرآن پر عمل کرتے ہوئے کہ "یا ایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ" یا پھر استحباب پر عمل کرتے ہوئے ہر نماز کے لیے نیا وضو فرماتے تھے، اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ہر نماز کے لیے وضو کرنا نبی اکرم ﷺ پر فرض تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔

اور موزوں پر مسح کیا یعنی آپ کا یہ کام بھی خلاف عادت تھا کیونکہ عادتاً آپ پاؤں مبارک دھوتے تھے، اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا کی یا رسول اللہ ہم نے آپ کو پہلے کبھی ایسا کرتے نہیں دیکھا؟ جیسا کہ آج آپ نے کیا ہے؟ یعنی پہلے کبھی بھی آپ نے پانچ نمازیں ایک وضو کے ساتھ، یا موزوں پر مسح کے ساتھ نہیں پڑھیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے عمر میں نے ایسا قصداً کیا ہے یعنی تا کہ معلوم ہو جائے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا واجب نہیں ہے، اور یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ موزوں پر مسح جائز ہے، حاصل کلام یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے ان مجمل مسائل کو ظاہر کر دیا کہ ایک وضو کے ساتھ کئی نمازیں پڑھنا اور موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔(۲)

(۵۸) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِیْمِ اَبِیْ اُمَیَّةَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنِیْ مَنْ سَمِعَ جَرِیْرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ یَقُوْلُ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ بَعْدَ مَا اُنْزِلَتْ سُوْرَةُ الْمَائِدَةِ۔

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 364

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 374

حضرت جریر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سورہ المائدہ کے نازل ہونے کے بعد دونوں موزوں پر مسح فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔

شرح:

حضرت جریر بن عبد الملک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تابعی) نبی اکرم ﷺ سے مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ موزوں پر مسح فرما رہے تھے حالانکہ سورۃ مائدہ نازل ہو چکی تھے، حاصل کلام یہ کہ سورۃ مائدہ میں جو آیت وہ اختلاف روایات کی وجہ سے مجمل (غیر ظاہر) ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے ایک فائدہ ظاہر فرمادیا کہ سورۃ نزعل کے اعتبار سے آخری سورتوں میں سے ہے لہذا وہ منسوخ نہیں۔ (۱)

مطلب یہ کہ سورہ مائدۃ میں جو آیت کریمہ۔

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ" (المائدۃ :6)

ترجمہ :اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ۔

اس میں "ارجلکم" کی لام پر اگر کسرہ پڑھا جائے تو اس کا معنی ہے کہ موزوں پر مسح کرو، اور اگر فتح پڑھا جائے تو اس کا معنی ہے کہ پاؤں کو دھوؤ، تو نبی اکرم ﷺ نے ظاہر کر دیا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ غیر منسوخ ہے اس سے پاؤں دھونا ہی مراد ہے اور موزوں پر مسح میرے عمل کی وجہ سے جائز ہے۔

(۵۹) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّهٗ رَاٰی جَرِیْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰی خُفَّیْهِ فَسَأَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنِّیْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُهٗ وَاِنَّمَا صَحِبْتُهٗ بَعْدَ مَا نَزَلَتِ الْمَائِدَةُ.

حضرت ہمام بن حارث نے حضرت جریر بن عبد اللہ کو دیکھا، انہوں نے وضو کیا، اور اپنے موزوں پر مسح کیا، حضرت ہمام بن حارث نے ان سے اس کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور میں سورہ المائد کے نازل ہونے کے بعد سے ان کے ساتھ رہا ہوں۔

شرح:

حضرت جریر بن عبد اللہ نے وضو فرمایا اور موزوں پر مسح فرمایا تو ان سے سفر و حضر میں موزوں پر مسح کے جواز کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے حالانکہ مجھے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ

(۱) . شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 397

شرف صحبت سورۃ مائدۃ کے نازل ہونے کے بعد حاصل ہوا۔ (یہاں پر بھی وہی بحث ہے جو ہم ماقبل کر آئے ہیں کہ سورۃ مائدہ میں دو قراتیں ہیں) نبی اکرم ﷺ نے موزوں پر مسح کے مسئلے کو ظاہر فرمادیا اس لیے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو فرماتا ہے کہ۔

"وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ" (سورۃ النحل: 44)

ترجمہ: اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کردو جوان کی طرف اترا۔

اور موزوں پر مسح کے بارے میں احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ بلکہ وہ معنی کے لحاظ سے بھی متواتر ہیں، اور تمام علماء کا موزوں پر سفر و حضر میں مسح کے بارے میں اجماع ہے سوائے امام مالک کی ایک روایت کے اور اس اجماع کی مخالفت خارجیوں اور رافضیوں نے کی ہے۔ (۱)

(۶۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّهٗ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضٰى حَاجَتَهٗ ثُمَّ رَجَعَ وَ عَلَيْهِ جُبَّةٌ رُوْمِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ فَرَفَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ضِيْقِ كُمَّيْهَا قَالَ الْمُغِيْرَةُ فَجَعَلْتُ اَصُبُّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ مِنْ اِدَاوَةٍ مَّعِيْ فَتَوَضَّاَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ وَلَمْ يَنْزِعْهُمَا ثُمَّ تَقَدَّمَ وَصَلّٰى۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ وہ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ سفر پر نکلے، دوران سفر آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے، فارغ ہو کر جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ﷺ نے جو رومی جبہ زیب تن کیا ہوا تھا، اس کی آستینیں تنگ تھیں، اس لیے وہ اتر نہ سکا، نبی کریم ﷺ نے آستین کی جگہ سے اسے اوپر اٹھالیا۔ حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے پاس موجود ایک برتن سے نبی کریم ﷺ کے دست اقدس پر پانی ڈالنے لگا، نبی اکرم ﷺ نے نماز جیسا وضو فرمایا، اور موزوں پر مسح کیا، انہیں اتارا نہیں پھر آگے بڑھ کر نماز پڑھی۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے ایک شامی جبہ پہنا ہوا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں، تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک جبے کے نیچے سے باہر نکالے۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں تو آپ اپنی سواری سے اترے اور ایک طرف چل دیئے حتی کہ رات کی تاریکی کی وجہ سے میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، پھر آپ تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ نے

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم،، ص، 66

پانی بہایا تو آپ نے اس سے اپنے چہرا اور ہاتھ مبارک دھوئے، اور آپ نے ایک صوف کا شامی جبہ پہنا ہوا تھا تو اس کے بازو تنگ ہونے کی وجہ سے آپ اس سے اپنے بازو نہ نکال سکے تو میں نے جبہ کے نیچے سے آپ کے مبارک باوز باہر نکالے، تو آپ نے ان کو دھویا اور سر کا مسح کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔ (ان دونوں احادیث سے بھی موزوں پر مسح کا جواز ملتا ہے)(۱)

(۶۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَّأْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ رُوْمِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ فَاَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِهَا وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَ عَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ فَاَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ اَسْفَلِ الْجُبَّةِ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو وضو کرایا، آپ ﷺ پر رومی جبہ تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں، آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو اس کے نیچے سے نکالا، اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا، جب کہ آپ پر ایک شامی جبہ تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں، آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو جبہ کے نیچے سے نکالا۔

شرح:

یہ حدیث ماقبل کے ہم معنی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۶۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

شرح:

یعنی میں نے نبی اکرم ﷺ کو سفر حضر میں موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ستر صحابہ (کو میں نے دیکھا جو) موزوں پر مسح کرتے تھے۔

اسی طرح ائمہ صحاح ستہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت جریر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور موزوں پر مسح کیا امام ابراھیم نخعی فرماتے ہیں کہ ائمہ کرام کو اس حدیث سے بہت تعجب ہوتا تھا اس لیے کہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام قبول کیا۔ (۲)

(۶۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِي الْجَهْمِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰى غَزْوَةٍ فِي الْعِرَاقِ فَاِذَا سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقُلْتُ مَاهٰذَا فَقَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ اِذَا قَدِمْتَ عَلٰى اَبِيْكَ

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 72

فَسْئَلْهُ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ فَاتَيْتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ فَمَسَحْنَا. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ قَدِمْتُ الْعِرَاقَ لِلْغَزْوِ فَإِذَا سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ إِذَا قَدِمْتَ عَلٰى عُمَرَ فَسْئَلْهُ فَقَالَ قَدِمْتُ عَلٰى عُمَرَ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ فَمَسَحْنَا. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ قَدِمْتُ الْعِرَاقَ لِغَزْوَةِ جَلُوْلاً فَرَأَيْتُ سَعْدَ ابْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ يَّمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقُلْتُ مَا هٰذَا يَا سَعْدُ فَقَالَ إِذَا لَقِيْتَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاسْأَلْهُ قَالَ فَلَقِيْتُ عُمَرَ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا صَنَعَ فَقَالَ عُمَرُ صَدَقَ سَعْدٌ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهٗ فَصَنَعْنَا. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ قَدِمْنَا عَلٰى غَزْوَةِ الْعِرَاقِ فَرَأَيْتُ سَعْدَ ابْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَاَنْكَرْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لِيْ إِذَا قَدِمْتَ عَلٰى عُمَرَ فَاسْأَلْهُ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَيْهِ سَأَلْتُهٗ وَذَكَرْتُ لَهٗ مَا صَنَعَ سَعْدٌ فَقَالَ عَمُّكَ اَفْقَهُ مِنْكَ رَأَيْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ فَمَسَحْنَا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایک غزوہ کے سلسلہ میں عراق آیا تو وہاں حضرت سعد بن مالک کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا، میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب تم اپنے والد کے پاس پہنچو تو اس کی بابت ان سے پوچھنا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں واپس پہنچا تو میں نے والد صاحب سے اس کے متعلق استفسار کیا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے اس لیے ہم بھی مسح کرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایک غزوہ کے سلسلہ میں عراق آیا تو وہاں حضرت سعد بن مالک کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا، میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب تم اپنے والد کے پاس پہنچو تو اس کی بابت ان سے پوچھنا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں واپس پہنچا تو میں نے والد صاحب سے اس کے متعلق استفسار کیا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے اس لیے ہم بھی مسح کرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ میں غزوہ جلولا کے سلسلہ میں عراق آیا تو وہاں حضرت سعد بن ابی وقاص کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا، میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب تم امیر المؤمنین کے پاس پہنچو تو اس کی بابت ان سے پوچھنا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں واپس پہنچا تو میں نے والد صاحب سے اس کے متعلق استفسار کیا، انہوں نے فرمایا کہ سعد نے سچ کہا، میں نے نبی کریم ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے اس لیے ہم بھی مسح کرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے : حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ کے سلسلہ میں عراق آئے تو وہاں حضرت سعد بن ابی وقاص کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا، میں نے ان پر اس چیز کا انکار کیا۔ انہوں نے کہا کہ جب تم حضرت عمر کے پاس پہنچو تو اس کی بابت ان سے پوچھنا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں واپس پہنچا تو میں نے والد صاحب سے اس کے متعلق استفسار کیا، انہوں نے فرمایا کہ تمہارا چچا تم سے زیادہ فقیہہ ہے، ہم نے نبی کریم ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے اس لیے ہم بھی مسح کرتے ہیں۔

شرح:

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن مالک یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ سوال اس لیے تھا کہ آپ نے اس سے پہلے نہ کسی کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا تھا اور نہ سنا تھا، تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا جب آپ اپنے والد محترم حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ گے تو ان سے اس بارے میں پوچھ لینا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد محترم کے پاس حاضر ہوا تو میں نے آپ سے موزوں پر مسح کے بارے میں سوال کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا ہے اس لیے ہم بھی کرتے ہیں، یعنی ہم بھی نبی اکرم ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے موزوں پر مسح کرتے ہیں اور سنت نبوی کے علاوہ ہم کو کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں، یہ بات بعض کے اس قول کی منافی نہیں جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ وضو والی آیت دو قراءتوں کی وجہ سے مجمل (غیر ظاہر) ہے، تو نبی اکرم ﷺ کا فعل مبارک اس کو واضح کرنے والا ہے یعنی پاؤں دھونا اور موزوں پر مسح دونوں جائز ہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے تو ان سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موزوں پر مسح کے بارے میں پوچھا تو حضرت عمر نے فرمایا کہ سعد نے صحیح کیا یعنی آپ کا فعل نقل کے مطابق ہے میں نے نبی اکرم ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے تو میں بھی کرتا ہوں (یعنی اس کے جواز میں ہم کو یہی دلیل کافی ہے کہ نبی اکرم ﷺ موزوں پر مسح فرماتے تھے)(۱)

(۶۴) اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ تَنَازَعَ اَبُوْهُ وَسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَ سَعْدٌ اَمْسَحُ وَقَالَ عَبْدُ اللهِ مَا يُعْجِبُنِيْ قَالَ سَعْدٌ فَاجْتَمَعْنَا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ عُمَرُ عَمُّكَ اَفْقَهُ مِنْكَ سُنَّةً۔

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ان کے والد اور حضرت سعد بن ابی وقاص کا موزوں پر مسح کرنے میں اختلاف ہو گیا، حضرت سعد نے کہا، میں مسح کرتا ہوں، حضرت عبداللہ نے کہا : مجھے یہ بہت عجیب لگ رہا ہے، حضرت سعد فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پاس جمع ہوئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : (اے عبداللہ) تمہارا چچا تم سے زیادہ سنت کو

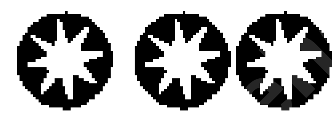
(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 542

جاننے والا ہے۔

شرح:

یعنی میرے اور حضرت سعد کے درمیان اس بات میں تنازع ہوا کہ موزوں پر مسح افضل ہے یا دھونا اکمل ہے، تو حضرت سعد نے کہا میں تو موزوں پر مسح کرتا ہوں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہاں "امسح" سے امر مراد ہو تو معنی ہوگا کہ موزوں پر مسح کرو تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی مجھے یہ پسند نہیں یعنی مسح کی بنسبت دھونے میں صفائی وستھرائی ہے حضرت سعد فرماتے ہیں کہ ہم (یعنی حضرت سعد اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جمع ہوئے تو میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا کہ ہمارے درمیان موزوں پر مسح کے بارے میں اختلاف ہوا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرمایا اے بیٹے تیرا چچا (سعد) تجھ سے سنت کو زیادہ جاننے والا ہے۔

سیدی وسندی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُس وقت تک موزوں پر مسح کے متعلق فتویٰ نہ دیا جب جب میرے پاس روزِ روشن کی طرح (یعنی کثیر) دلائل نہ آگئے، اور آپ ہی فرماتے ہیں کہ جو موزوں پر مسح کا قائل نہیں میں اس پر کفر کا خوف کرتا ہوں اس لیے کہ موزوں پر مسح کے بارے میں جو آثار ہیں وہ حدِ تواتر کو پہنچ چکے ہیں۔ (۱)



باب توقیت المسح

مسح کی مدت مقرر کرنے کا بیان

(۶۵) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ فِی السَّفَرِ وَلَمْ یُوَقِّتْهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے، آپ نے اس کا وقت مقرر نہیں کیا۔

شرح:

صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تین دن اور تین راتیں مسافر کے لیے اور ایک دن ایک رات مقیم کے لیے موزوں پر مسح کرنے کی مدت مقرر فرمائی۔ (۲)

(۶۶) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخْعِیِّ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِیِّ عَنْ خُزَیْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 71

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 235

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُقِيْمِ يَوْمًا وَّلَيْلَةً وَّلِلْمُسَافِرِ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيْهَا لَايَنْزِعُ خُفَّيْهِ اِذَا لَبِسَهُمَا وَهُوَ مُتَوَضِّئٌ. وَ فِيْ رِوَايَةٍ اَلْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُسَافِرِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَّلِلْمُقِيْمِ يَوْمًا وَّلَيْلَةً اِنْ شَآءَ اِذَا تَوَضَّاَ قَبْلَ اَنْ يَّلْبِسَهُمَا.

حضرت خزیمہ بن ثابت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقیم کے لیے موزوں پر مسح کی مدت ایک دن اور رات، جبکہ مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں مدت مقرر فرمائی۔ اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب ایسا شخص حالتِ وضو میں موزے پہنے اور اس نے (اس دوران) ان کو اتارا نہ ہو۔

اور ایک روایت میں ہے : موزوں پر مسح کرنا مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں جبکہ مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات ہے۔ اگر وہ ایسا چاہتے ہیں، اور یہ اس صورت میں ہے کہ اس نے موزے پہننے سے پہلے وضو کرلیا ہو۔

شرح:

نبی اکرم ﷺ نے "خفین" موزوں کے مسح کے متعلق فرمایا تین دن اور تین راتیں مسافر کے لیے اور ایک دن ایک رات مقیم کے لیے، آپ کا خفین کا لفظ استعمال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ایک موزے پر مسح جائز نہیں، اس حدیث میں امام مالک کے خلاف حجت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ موزوں پر مسح اتنی دیر تک جائز ہے جب تک پہننے والا ان کو اتارتا نہیں یا اس کو جنبت لاحق نہیں ہوتی اور یہ امام شافعی کا ایک پہلا (پرانا) قول ہے۔ (۱)

(۶۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنِ الْاَوْدِيِّ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ قَالَ لِلْمُسَافِرِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَلَيَالِيْهِنَّ وَلِلْمُقِيْمِ يَوْمًا وَّلَيْلَةً.

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ سے موزوں پر مسح کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں جبکہ مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات ہے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ سے موزوں پر مسح کی مدت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لیے ایک دن ایک رات مسح کی مدت ہے، اس پر پہلے کلام ہو چکا ہے۔ (۲)

---

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 93

(۲) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 476

(۶۸) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْحَکَمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ شُرَیْحِ بْنِ هَانِیءٍ عَنْ عَلِیٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ الْمُسَافِرُ عَلَی الْخُفَّیْنِ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ وَّلَیَالِیْهِنَّ وَالْمُقِیْمُ یَوْمًا وَّلَیْلَةً۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مسافر موزوں پر تین دن اور تین راتیں جبکہ مقیم ایک دن اور ایک رات موزوں پر مسح کرے۔

شرح:

یعنی موزوں کو کامل طہارت پر پہننے کے بعد ان کے حدث کی مدت مسافر کے لیے تین دن تین راتیں اور مقیم کے لیے ایک دن رات ہے اس پر پہلے بھی کئی بار کلام ہو چکا ہے۔ (۱)

فقہی مسائل:

جو شخص موزہ پہنے ہوئے ہو وہ اگر وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کرے جائز ہے اور بہتر پاؤں دھونا ہے بشرطیکہ مسح جائز سمجھے۔ اور اس کے جواز میں بکثرت حدیثیں آئی ہیں جو قریب قریب تواتر کے ہیں، اسی لیے امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو اس کو جائز نہ جانے اس کے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ امام شیخ الاسلام فرماتے ہیں جو اسے جائز نہ مانے گمراہ ہے۔

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہلسنّت و جماعت کی علامت دریافت کی گئی فرمایا:

"تَفْضِیْلُ الشَّیْخَیْنِ وَحُبُّ الْخَتَنَیْنِ وَمَسْحُ الْخُفَّیْنِ"

یعنی حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق و امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تمام صحابہ سے بزرگ جاننا اور امیر المومنین عثمانِ غنی و امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا اور موزوں پر مسح کرنا۔

اور ان تینوں باتوں کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ حضرت کوفہ میں تشریف فرما تھے اور وہاں رافضیوں ہی کی کثرت تھی تو وہی علامات ارشاد فرمائیں جو ان کا رد ہیں۔ اس روایت کے یہ معنی نہیں کہ صرف ان تین باتوں کا پایا جانا سُنّی ہونے کے لیے کافی ہے۔ علامت شے میں پائی جاتی ہے، شے لازم علامت نہیں ہوتی جیسے حدیثِ صحیح بخاری شریف میں وہابیہ کی علامت فرمائی:۔

((سِیْمَاهُمُ التَّحْلِیْقُ)) ان کی علامت سر منڈانا ہے۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ سر منڈانا ہی وہابی ہونے کے لیے کافی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس کے جواز پر کچھ خدشہ نہیں کہ اس میں چالیس صحابہ سے مجھ کو حدیثیں پہنچیں۔

مسئلہ : جس پر غسل فرض ہے وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔ (۲)

مسئلہ : عورتیں بھی مسح کر سکتی ہیں۔

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 259

(۲) ،الدر المختار، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الخفین، ج۱، ص۴۹۵

مسح کرنے کے لیے چند شرطیں ہیں:

(۱) موزے ایسے ہوں کہ ٹخنے چھپ جائیں اس سے زِیادہ ہونے کی ضرورت نہیں اور اگر دو ایک اُنگل کم ہو جب بھی مسح درست ہے، ایڑی نہ کھلی ہو۔

(۲) پاؤں سے چپٹا ہو، کہ اس کو پہن کر آسانی کے ساتھ خوب چل پھر سکیں۔

(۳) چمڑے کا ہو یا صرف تلا چمڑے کا اور باقی کسی اور دبیز چیز کا جیسے کرمچ وغیرہ۔

مسئلہ: ہندوستان میں جو عموماً سوتی یا اُونی موزے پہنے جاتے ہیں اُن پر مسح جائز نہیں ان کو اتار کر پاؤں دھونا فرض ہے۔

(۴) وُضو کر کے پہنا ہو یعنی پہننے کے بعد اور حدث سے پہلے ایک ایسا وقت ہو کہ اس وقت میں وہ شخص باوُضو ہو خواہ پورا وُضو کر کے پہنے یا صرف پاؤں دھو کر پہنے بعد میں وُضو پورا کرلیا۔

مسئلہ: اگر پاؤں دھو کر موزے پہن لیے اور حدث سے پہلے مونھ ہاتھ دھو لیے اور سر کا مسح کرلیا تو بھی مسح جائز ہے اور اگر صرف پاؤں دھو کر پہنے اور بعد پہننے کے وُضو پورا نہ کیا اور حدث ہو گیا تو اب وُضو کرتے وقت مسح جائز نہیں۔

مسئلہ: بے وُضو موزہ پہن کر پانی میں چلا کہ پاؤں دُھل گئے اب اگر حدث سے پیشتر باقی اعضائے وُضو دھو لیے اور سر کا مسح کرلیا تو مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔(۱)

مسئلہ: وُضو کر کے ایک ہی پاؤں میں موزہ پہنا اور دوسرا نہ پہنا، یہاں تک کہ حدث ہوا تو اس ایک پر بھی مسح جائز نہیں دونوں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔

مسئلہ: تیمم کر کے موزے پہنے گئے تو مسح جائز نہیں۔(۲)

مسئلہ: معذور کو صرف اس ایک وقت کے اندر مسح جائز ہے جس وقت میں پہنا ہو۔ ہاں اگر پہننے کے بعد اور حدث سے پہلے عذر جاتا رہا تو اس کے لیے وہ مدت ہے جو تندرست کے لیے ہے۔

(۵) نہ حالت جنابت میں پہنا نہ بعد پہننے کے جنب ہوا ہو۔

مسئلہ: جنب نے جنابت کا تیمم کیا اور وُضو کر کے موزہ پہنا تو مسح کرسکتا ہے مگر جب جنابت کا تیمم جاتا رہا تو اب مسح جائز نہیں۔(۳)

مسئلہ: جنب نے غُسل کیا مگر تھوڑا سا بدن خشک رہ گیا اور موزے پہن لیے اور قبل حدث کے اس جگہ کو دھو ڈالا تو مسح جائز ہے اور اگر وہ جگہ اعضائے وُضو میں دھونے سے رہ گئی تھی اور قبل دھونے کے حدث ہوا تو مسح جائز نہیں۔

(۶) مُدّت کے اندر ہو اور اس کی مدت مقیم کے لیے ایک دن رات ہے اور مسافر کے واسطے تین دن اور تین راتیں۔(۴)

---

(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، الفصل الاول، ج۱، ص ۳۳
(۲) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، الفصل الاول، ج۱، ص ۳۳
(۳) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، الفصل الاول، ج۱، ص ۳۳
(۴) المرجع السابق.

مسئلہ: موزہ پہننے کے بعد پہلی مرتبہ جو حدث ہوا اس وقت سے اس کا شمار ہے مثلاً صبح کے وقت موزہ پہنا اور ظہر کے وقت پہلی بار حدث ہوا تو مقیم دوسرے دن کی ظہر تک مسح کرے اور مسافر چوتھے دن کی ظہر تک۔

مسئلہ: مقیم کو ایک دن رات پورا نہ ہوا تھا کہ سفر کیا تو اب ابتدائے حدث سے تین دن، تین راتوں تک مسح کر سکتا ہے اور مسافر نے اقامت کی نیت کر لی تو اگر ایک دن رات پورا کر چکا ہے مسح جاتا رہا اور پاؤں دھونا فرض ہو گیا۔ اور نماز میں تھا تو نماز جاتی رہی اور اگر چوبیس گھنٹے پورے نہ ہوئے تو جتنا باقی ہے پورا کر لے۔

(۷) کوئی موزہ پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹا نہ ہو یعنی چلنے میں تین اُنگل بدن ظاہر نہ ہوتا ہو اور اگر تین انگل پھٹا ہو اور بدن تین اُنگل سے کم دکھائی دیتا ہے تو مسح جائز ہے اور اگر دونوں تین تین اُنگل سے کم پھٹے ہوں اور مجموعہ تین اُنگل یا زِیادہ ہے تو بھی مسح ہو سکتا ہے۔ سلائی کھل جائے جب بھی یہی حکم ہے کہ ہر ایک میں تین انگل سے کم ہے تو جائز ورنہ نہیں۔

مسئلہ: موزہ پھٹ گیا یا سِیون کھل گئی اور ویسے پہنے رہنے کی حالت میں تین انگل پاؤں ظاہر نہیں ہوتا مگر چلنے میں تین انگل دکھائی دے تو اس پر مسح جائز نہیں۔

مسئلہ: ایسی جگہ پھٹا یا سیون کھلی کہ انگلیاں خود دکھائی دیں، تو چھوٹی بڑی کا اعتبار نہیں بلکہ تین انگلیاں ظاہر ہوں۔

مسئلہ: ایک موزہ چند جگہ کم سے کم اتنا پھٹ گیا ہو کہ اس میں سوتالی جا سکے اور ان سب کا مجموعہ تین انگل سے کم ہے تو مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔ (۱)

مسئلہ: ٹخنے سے اوپر کتنا ہی پھٹا ہو اس کا اعتبار نہیں۔ (۲)

مسح کا طریقہ:

یہ ہے کہ دہنے ہاتھ کی تین انگلیاں، دہنے پاؤں کی پُشت کے سرے پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں پاؤں کی پُشت کے سرے پر رکھ کر پنڈلی کی طرف کم سے کم بقدر تین انگل کے کھینچ لی جائے اور سنّت یہ ہے کہ پنڈلی تک پہنچائے۔ (۳)

مسئلہ: انگلیوں کا تر ہونا ضروری ہے، ہاتھ دھونے کے بعد جو تری باقی رہ گئی اس سے مسح جائز ہے اور سر کا مسح کیا اور ہنوز ہاتھ میں تری موجود ہے تو یہ کافی نہیں بلکہ پھر نئے پانی سے ہاتھ تر کر لے کچھ حصہ ہتھیلی کا بھی شامل ہو تو حَرَج نہیں۔ (۴)

مسئلہ: مسح میں فرض دو ہیں:

(۱) ہر موزہ کا مسح ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہونا۔

---

(۱) ،الفتاوی الھندیۃ،، کتاب الطہارۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، الفصل الأول، ج ۱، ص ۳۴

(۲) ،الفتاوی الھندیۃ،، کتاب الطہارۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، الفصل الأول، ج ۱، ص ۳۴

(۳) المرجع السابق، ص ۳۳

(۴) ،غنیۃ المتملی،، فصل فی مسح علی الخفین، ص ۱۱۰

(۲) موزے کی پیٹھ پر ہونا

مسئلہ: ایک پاؤں کا مسح بقدر دو انگل کے کیا اور دوسرے کا چار انگل تو مسح نہ ہوا۔

مسئلہ: موزے کے تلے یا کروٹوں یا ٹخنے یا پنڈلی یا ایڑی پر مسح کیا تو مسح نہ ہوا۔

مسئلہ: پوری تین انگلیوں کے پیٹ سے مسح کرنا اور پنڈلی تک کھینچنا اور مسح کرتے وقت انگلیاں کھلی رکھنا سنّت ہے۔

مسئلہ: انگلیوں کی پُشت سے مسح کیا یا پنڈلی کی طرف سے انگلیوں کی طرف کھینچا، یا موزے کی چوڑائی کا مسح کیا یا انگلیاں ملی ہوئی رکھیں یا ہتھیلی سے مسح کیا تو ان سب صورتوں میں مسح ہو گیا مگر سنّت کے خلاف ہوا۔

مسئلہ: اگر ایک ہی انگلی سے تین بار نئے پانی سے ہر مرتبہ تر کر کے تین جگہ مسح کیا جب بھی ہو گیا مگر سنّت ادا نہ ہوئی اور اگر ایک ہی جگہ مسح ہر بار کیا یا ہر بار تر نہ کیا تو مسح نہ ہوا۔

مسئلہ: انگلیوں کی نوک سے مسح کیا تو اگر ان میں اتنا پانی تھا کہ تین انگل تک برابر ٹپکتا رہا تو مسح ہوا ورنہ نہیں۔

مسئلہ: موزے کی نوک کے پاس کچھ جگہ خالی ہے کہ وہاں پاؤں کا کوئی حصہ نہیں، اس خالی جگہ کا مسح کیا تو مسح نہ ہوا اور اگر بہ تکلف وہاں تک انگلیاں پہنچا دیں اور اب مسح کیا تو ہو گیا مگر جب وہاں سے پاؤں ہٹے گا فوراً مسح جاتا رہے گا۔

مسئلہ: مسح میں نہ نیّت ضروری ہے نہ تین بار کرنا سنّت ایک بار کر لینا کافی ہے۔ (۱)

مسئلہ: موزے پر پاتابہ پہنا اور اس پاتابہ پر مسح کیا تو اگر موزے تک تری پہنچ گئی مسح ہو گیا ورنہ نہیں۔

مسئلہ: موزے پہن کر شبنم میں چلا، یا اس پر پانی گر گیا یا مینھ کی بوندیں پڑیں اور جس جگہ مسح کیا جاتا ہے بقدر تین انگل کے تر ہو گیا تو مسح ہو گیا ہاتھ پھیرنے کی بھی حاجت نہیں۔ (۲)

مسئلہ: انگریزی بوٹ جوتے پر مسح جائز ہے اگر ٹخنے اس سے چھپے ہوں، عمامہ اور برقع اور نقاب اور دستانوں پر مسح جائز نہیں۔

مسح کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے:

مسئلہ: جن چیزوں سے وُضو ٹوٹتا ہے ان سے مسح بھی جاتا رہتا ہے۔

مسئلہ: مدت پوری ہو جانے سے مسح جاتا رہتا ہے اور اس صورت میں صرف پاؤں دھو لینا کافی ہے پھر سے پورا وُضو کرنے کی حاجت نہیں اور بہتر یہ ہے کہ پورا وُضو کر لے۔

مسئلہ: مسح کی مدت پوری ہو گئی اور قوی اندیشہ ہے کہ موزے اتارنے میں سردی کے سبب پاؤں جاتے رہیں گے تو نہ اتارے اور ٹخنوں تک پورے موزے کا (نیچے اوپر اغل بغل اور ایڑیوں پر) مسح کرے کہ کچھ رہ نہ جائے۔ (۳)

مسئلہ: موزے اتار دینے سے مسح ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ ایک ہی اتارا ہو۔ یوہیں اگر ایک پاؤں آدھے سے زِیادہ موزے سے

---

(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، الفصل الثانی، ج۱، ص۳۶، وغیرہ۔

(۲) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، الفصل الاول، ج۱، ص۳۳

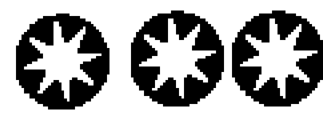
(۳) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، الفصل الثانی، ج۱، ص۳۴

باہر ہو جائے تو جاتا رہا، موزہ اتارنے یا پاؤں کا اکثر حصہ باہر ہونے میں پاؤں کا وہ حصہ معتبر ہے جو گٹوں سے پنجوں تک ہے پنڈلی کا اعتبار نہیں ان دونوں صورتوں میں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ (۱)

مسئلہ: موزہ ڈھیلا ہے کہ چلنے میں موزے سے ایڑی نکل جاتی ہے تو مسح نہ گیا۔ ہاں اگر اتارنے کی نیت سے باہر کی تو ٹوٹ جائے گا۔ (۲)

مسئلہ: موزے پہن کر پانی میں چلا کہ ایک پاؤں کا آدھے سے زیادہ حصہ دُھل گیا یا اور کسی طرح سے موزے میں پانی چلا گیا اور آدھے سے زیادہ پاؤں دھل گیا تو مسح جاتا رہا۔ (۳)

مسئلہ: پائتابوں پر اس طرح مسح کیا کہ مسح کی تری موزوں تک پہنچی تو پائتابوں کے اتارنے سے مسح نہ جائے گا۔



بَابٌ فِي الْجُنُبِ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّعُوْدَ

جنابت کا بیان، جب ایسا شخص دوبارہ جماع کا ارادہ کرے

(۶۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصِيْبُ مِنْ اَهْلِهٖ مِنْ اَوَّلِ اللَّيْلِ فِيْ نَامُ وَلَا يُصِيْبُ مَاءً فَاِذَا اسْتَيْقَظَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ عَادَ وَاغْتَسَلَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سوتے وقت رات کے اول حصہ میں اپنے اہلیہ کے پاس آتے، اور غسل نہ فرماتے، جب رات کے دوسرے حصہ میں اٹھتے تو دوبارہ (صحبت) فرماتے اور غسل ادا فرماتے۔

شرح:

یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ کبھی کبھی نبی اکرم ﷺ اپنی کسی زوجہ محترمہ سے اوّل رات میں جماع فرماتے تو بغیر وضو وغسل کے سو جاتے اور جب رات کے آخری حصہ میں دوسری بار جماع فرمانے کے لیے بیدار ہوتے تو ایسے ہی جماع فرما لیتے، یہ امت کی سستی کی وجہ سے ان کو رخصت کی بنا پر ہے لیکن افضل یہ ہے کہ جماع کے بعد وضو، غسل یا تیمم کرلے جیسا کہ (دوسری احادیث میں) آپ ﷺ کے بعض احوال سے معلوم ہوتا ہے۔

---

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب الطهارة، الباب الخامس فی المسح علی الخفين، الفصل الثانی، ج۱، ص۳۴، وغیرہ۔ و الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطهارة، باب مسح علی الخفين، مطلب نواقض المسح، ج۱، ص۵۱۰، ۵۰۸

(۲) الفتاوی الهندية، كتاب الطهارة، الباب الخامس فی المسح علی الخفين، الفصل الثانی، ج۱، ص۳۴۔

(۳) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الطهارة، باب المسح علی الخفين، مطلب: نواقض المسح، ج۱، ص۵۱۲۔

(۶۰) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ إِسْحَاقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصِيْبُ اَهْلَهٗ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَلَا يُصِيْبُ مَاءً فَاِذَا اسْتَيْقَظَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ عَادَ وَاغْتَسَلَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سوتے وقت رات کے اول حصہ میں اپنے اہلیہ کے پاس آتے، اور غسل نہ فرماتے، جب رات کے دوسرے حصہ میں اٹھتے تو دوبارہ (صحبت) فرماتے اور غسل ادا فرماتے۔

شرح:

یہ حدیث ماقبل کے ہم معنی ہے واللہ اعلم۔

فقہی مسائل:

(1) جماع کی ابتداء بسم اللہ سے کرے ورنہ بچہ میں شیطان شریک ہوجاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے قربت کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے: "بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا" یعنی اللہ کے نام سے، اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو (اولاد) تو ہمیں دے اِسکو بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔ تو اگر اس صحبت میں ان کے نصیب میں بچہ ہوا تو اسے شیطان کبھی نقصان نہ دے سکے گا۔ (۱)

اس حدیث مبارکہ کی تشریح میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

یہ دعا ستر کھولنے سے پہلے پڑھے۔ پھر فرماتے ہیں: اس صحبت میں نہ شیطان شریک ہو اور نہ بچے کو شیطان کبھی بہکائے، بسم اللہ سے مراد پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے: خیال رہے کہ جیسے شیطان کھانے پینے میں ہمارے ساتھ شریک ہوجاتا ہے ایسے ہی صحبت میں بھی، اور جیسے کھانے پینے کی برکت شیطان کی شرکت سے جاتی رہتی ہے ایسے ہی صحبت میں شیطان کی شرکت سے اولاد نالائق اور جناتی بیماریوں میں گرفتار رہتی ہے اور جیسے بسم اللہ پڑھ لینے سے شیطان کھانے پینے میں ہمارے ساتھ شریک نہیں ہوسکتا ایسے ہی بسم اللہ کی برکت سے صحبت میں شیطان کی شرکت نہیں ہوتی جس سے بچہ نیک ہوتا ہے اور آسیب وغیرہ سے بھی بفضلہ تعالیٰ محفوظ رہتا ہے، بہتر یہ ہے خاوند بیوی دونوں پڑھ لیں۔

(2) اس وقت شرمگاہِ زن (عورت کے مخصوص مقام) پر نظر نہ کرے کہ بچہ کے اندھے ہونے کا اندیشہ ہے۔

(3) زیادہ باتیں نہ کرے کہ گونگے یا توتلے ہونے کا خطرہ ہے۔

(4) مرد و زن کپڑا اوڑھ لیں جانوروں کی طرح برہنہ نہ ہوں کہ بچہ کے بے حیا ہونے کا خدشہ ہے۔ (۲)

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب مایقول إذا أتی أہلہ، ج ۴، ص ۲۱۴، الحدیث ۶۳۸۸ :

(۲) مَشْعَلَةُ الْاِرْشَادِ فِيْ حُقُوْقِ الْاَوْلَادِ، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان البریلوی علیہ الرحمۃ، ص 15، دعوت اسلامی

باب لا ینام الجنب حتّٰی یتوضاء

جنبی اس وقت تک نہ سوئے جب تک وضو نہ کر لے

(۷۱) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ تَوَضَّاَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ۔

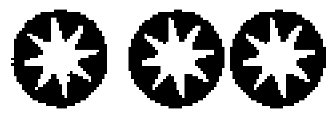
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حالت جنابت میں جب سونے کا ارادہ فرماتے، تو نماز جیسا وضو فرماتے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ بحالت جنابت ہوتے تو سونے سے پہلے پوری طہارت (غسل) کے بجائے نماز کا سا وضو فرما لیتے، اس حدیث کو شیخین ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ جن نبی اکرم ﷺ بحالت جنابت ہوتے تو سونے سے پہلے اپنی شرمگاہ کو دھوتے اور نماز کا سا وضو فرما لیتے تھے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا کہ اگر بندہ سستی کی وجہ سے وضو بھی نہیں کر سکتا تو تیمم کر لے کیونکہ حدث یا جنابت کی حالت پر سونے سے بہتر ہے لہ طہارت میں سے کسی بھی ایک نوع (یعنی غسل، وضو، تیمم) پر سوئے۔

طبرانی شریف میں روایت موجود ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب اپنی کسی زوجہ سے جماع فرماتے تو کبھی کبھی دیوار پر ہاتھ مار کر تیمم فرما لیتے، اور کبھی غسل اور کبھی وضو فرما کر سوتے تھے، حالت جنابت میں سونے سے پہلے غسل، وضو یا تیمم کرنا مستحب ہے، کیونکہ کبھی کبھی نبی اکرم ﷺ حالت جنابت میں سو جاتے تھے اور پانی کو چھوتے بھی نہ تھے۔(۱)

حاصل کلام یہ کہ جنبی بغیر غسل، وضو، یا تیمم کے بھی سو سکتا ہے لیکن ان میں سے کسی ایک کو کر لینے مستحب ہے۔



---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 48

بَابُ الْمُؤْمِنُ لَا يَنْجُسُ

مومن کے ناپاک نہ ہونے کا بیان

(۶۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدَّيَدَهُ اِلَيْهِ فَدَفَعَهَا عَنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَكَ قَالَ اِنِّيْ جُنُبٌ قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرِنَا يَدَيْكَ فَاِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيْسَ بِنَجِسٍ وَّفِيْ رِوَايَةٍ اَلْمُؤْمِنُ لَا يَنْجُسُ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف اپنا ہاتھ مبارک بڑھایا تو انہوں اس کو اپنے سے روک دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا معاملہ ہے؟ عرض کی: میں جنبی ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنے ہاتھ دکھاؤ، بیشک مومن تو ناپاک نہیں ہوتا۔ ایک روایت میں ہے: مومن ناپاک نہیں ہوتا۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے مصافحہ کرنے کی غرض سے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہاتھ مبارک بڑھایا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ پسند نہ کیا کہ میرا ہاتھ نبی اکرم ﷺ کے دستِ مبارک سے مس کرے اس لیے وہ حالت جنابت میں تھے تو آپ نے خیال کیا کہ میں ظاہراً پاک نہیں ہوں اس لیے نبی اکرم ﷺ سے مصافحہ کرنا مناسب نہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم کو کس چیز نے منع کیا کہ تم میرے ساتھ مصافحہ کرو؟ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ میں جنبی ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ دو مؤمن نجس نہیں ہوتا، یعنی مؤمن نہ حقیقتاً، نہ ظاہراً، نہ باطناً نجس ہوتا ہے صرف بعض احکام میں حکماً نجس ہوتا ہے، بخلاف کافر کے کیونکہ کافر باطنی طور پر بھی نجس ہوتا ہے، اور ظاہراً بھی نجس ہوتا ہے جیسا کہ اس کی طرف اللہ تعالیٰ کا فرمان اشارہ فرماتا ہے کہ۔

"انما المشرکون نجس" (التوبہ :28) بے شک مشرکین ناپاک ہیں۔

یہ جمہور کا قول ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مشرکین کے جسم ایسے نجس ہیں جیسے کتا اور خنزیر نجس ہوتا ہے، اور امام حسن فرماتے ہیں کہ مشرک نجس العین ہیں، جس نے مشرکین کے ساتھ مصافحہ کیا اس پر ہاتھ کو دھونا واجب ہے،

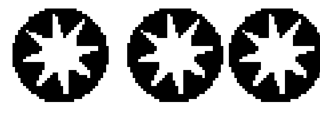
(۶۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عن حَمَّادٍ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدَّيَدَهُ اِلَيْهِ فَاَمْسَكَهَا عَنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف اپنا ہاتھ مبارک بڑھایا تو انہوں اس کو اپنے

سے روک دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا معاملہ ہے؟ عرض کی: میں جنبی ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنے ہاتھ دکھاؤ، بیشک مومن تو ناپاک نہیں ہوتا۔

شرح:

یہ حدیث ماقبل کے ہم معنی ہے واللہ اعلم۔



بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مُنَاوَلَةِ الْخُمْرَةِ فِي الْحَيْضِ

حیض کی حالت میں چٹائی پکڑانے کا بیان

(۴۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا نَاوِلِيْنِي الْخُمْرَةَ فَقَالَتْ اِنِّيْ حَائِضٌ فَقَالَ اِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِيْ يَدِكِ۔

حجرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: چٹائی پکڑانا، انہوں نے جواب دیا کہ میں ایام سے ہوں، فرمایا: تمہاری ناپاکی تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

شرح:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے چٹائی طلب فرمائی تو میں نے عرض کیا کہ میں حائضہ ہوں یعنی آپ نے سوچا کہ حائضہ تو مسجد میں داخل نہیں ہوسکتی تو چٹائی کو ہاتھ لگانا بھی اس کے لیے جائز نہیں، یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گمان کیا کہ میں حائضہ ہوں اور حائضہ کے لیے چٹائی کو ہاتھ لگانا جائز نہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تیرا حیض تیرے ہاتھ میں تو نہیں ہے یعنی اے عائشہ تیرا جسم پاک ہے۔ (۱)

فقہی مسائل:

(1) حیض و نفاس کی حالت میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا حرام ہے۔ (۲)

(2) ان دنوں میں نمازیں مُعاف ہیں ان کی قضا بھی نہیں۔ البتّہ روزوں کی قضا ہے دوسرے دنوں میں رکھنا فرض ہے۔ (۳)

(3) حیض و نفاس والی کو قرآنِ مجید پڑھنا حرام ہے خواہ دیکھ کر پڑھے یا زبانی پڑھے۔ یوں ہی قرآنِ مجید کا چھونا بھی حرام ہے۔ ہاں اگر جُزدان میں قرآن مجید ہو تو اُس جُزدان کو چھونے میں کوئی حرج نہیں۔

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 43

(۲) بہارِ شریعت حصہ ۲ ص ۱۰۲، عالمگیری ج ۱ ص ۳۸

(۳) بہارِ شریعت حصہ ۲ ص ۱۰۲، دُرِّ مختار ج ۱ ص ۵۳۲

(4) قرآنِ مجید پڑھنے کے علاوہ دوسرے تمام اوراد و وظائف کلمہ شریف اور دُرُود شریف وغیرہ حیض و نِفاس کی حالت میں اسلامی بہن بلا کراہت پڑھ سکتی ہے بلکہ مُستحب ہے کہ نَمازوں کے اوقات میں وُضو کر کے اتنی دیر تک دُرُود شریف اور دوسرے وظائف پڑھ لیا کرے جتنی دیر میں نَماز پڑھ سکتی تھی تا کہ عادت باقی رہے۔

(5) حیض و نِفاس کی حالت میں ہمبستری حرام ہے۔اس حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن کو مرد اپنے کسی عُضو سے نہ چھوئے کہ یہ بھی ناجائز ہے جب کہ کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو شَہوت سے ہو یا بے شَہوت اور اگر ایسا حائل ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہوگی تو حَرَج نہیں۔ہاں ناف سے اوپر اور گھٹنے کے نیچے کے بدن کو چھونا اور بوسہ وغیرہ دینا جائز ہے۔ اس حالت میں عورت مرد کے ہر حصہ بدن کو ہاتھ لگا سکتی ہے۔

(6) حیض ونفاس کی حالت میں اسلامی بہن کو مسجد میں جانا حرام ہے۔ہاں اگر چور یا درندے سے ڈر کر یا کسی بھی شدید مجبوری سے مجبور ہو کر مسجد میں چلی جائے تو جائز ہے مگر اس کو چاہئے کہ تیمم کر کے مسجد میں جائے۔

(7) حیض ونفاس والی عورت اگر عیدگاہ میں داخل ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔(اَیضاً ص ۱۰۲) اِسی طرح فِنائے مسجد میں بھی جا سکتی ہے۔

(8) حیض ونفاس کی حالت میں اگر مسجد کے باہَر رہ کر اور ہاتھ بڑھا کر مسجد سے کوئی چیز اٹھا لے یا مسجد میں کوئی چیز رکھ دے تو جائز ہے۔

(9) حیض و نِفاس والی کو خانۂ کعبہ کے اندر جانا اور اس کا طواف کرنا اگرچِہ مسجد الحرام کے باہَر سے ہو حرام ہے۔

(10) حیض ونفاس کی حالت میں بیوی کو اپنے بِستر پر سُلانے میں غلبۂ شَہوت یا اپنے کو قابو میں نہ رکھنے کا اندیشہ ہو تو شوہر کے لئے لازِم ہے کہ بیوی کو اپنے بستر پر نہ سُلائے بلکہ اگر گمان غالِب ہو کہ شَہوت پر قابو نہ رکھ سکے گا تو شوہر کو ایسی حالت میں بیوی کو اپنے ساتھ سلانا گناہ ہے۔

(11) حیض ونفاس کی حالت میں بیوی کے ساتھ ہمبستری کو حلال سمجھنا کفر ہے اور حرام سمجھتے ہوئے کر لیا تو سخت گنہگار ہوا اس پر توبہ کرنا فرض ہے۔اور اگر شروع حیض و نِفاس میں ایسا کر لیا تو ایک دینار اور اگر قریب ختم کے کیا تو نصف (یعنی آدھا) دینار خیرات کرنا مُستَحَب ہے

فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۳۵۶ پر ایک دینار دس درہم کے برابر لکھا ہے اس سے ماخوذ کر کے دینار سے مراد (دو تولہ ساڑے سات ماشہ 30.618 گرام) چاندی یا اس کی رقم) بنتی ہے۔

عجب نہیں کہ یہاں سونا دینا ہی انسب (یعنی مناسب تر) ہو۔(۱)

تا کہ خدا کے غضب سے امان پائے ۔اِس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ خیرات کر دینے کا ذہن بنا کر معاذ اللہ عزوجل جان بوجھ کر جماع میں مبتلا ہو، اگر ایسا کیا تو سخت گنہگار اور جہنّم کا حقدار ہے۔دُرِمُختار میں ہے :اس کا مَصرف وُہی ہے جو زکوۃ کا ہے۔

---

(۱) فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۳۶۴

کیا عورت پر بھی صَدَقہ کرنا مُستَحَب ہے؟ ظاہر بات یہ ہے کہ عورت پر یہ حکم نہیں ہے۔

(12) روزے کی حالت میں اگر حیض و نِفاس شروع ہو گیا تو وہ روزہ جاتا رہا اس کی قضا رکھے، فرض تھا تو قضا فرض ہے اور نفل تھا تو قضا واجب ہے۔

(13) حیض اگر پورے دس دن پر ختم ہوا تو پاک ہوتے ہی اس سے جماع کرنا جائز ہے اگرچہ اب تک غسل نہ کیا ہو لیکن مُستَحَب یہ ہے کہ نہانے کے بعد صُحبت کرے۔

(14) اگر دس دن سے کم میں حیض بند ہو گیا تو تاوقتیکہ غسل نہ کرے یا وہ وقت نماز جس میں پاک ہوئی نہ گزر جائے صُحبت کرنا جائز نہیں۔

(15) حیض و نِفاس کی حالت میں سجدۂ تِلاوت بھی حرام ہے اور سجدہ کی آیت سننے سے اس پر سجدہ واجب نہیں۔

(16) رات کو سوتے وقت عورت پاک تھی اور صبح کو سو کر اٹھی تو حیض کا اثر دیکھا تو اُسی وقت سے حیض کا حکم دیا جائے گا رات سے حائِضہ نہیں مانی جائے گی۔

(17) حیض والی صبح کو سو کر اٹھی اور گدّی پر کوئی نشان حیض کا نہیں تو رات ہی سے پاک مانی جائے گی۔

(18) جب تک عورت کو خون آئے نماز چھوڑے رکھے البتہ اگر خون کا بہنا دس دن رات کامل سے آگے بڑھ جائے تو غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے یہ اس صورت میں ہے کہ پچھلا حیض بھی دس دن رات آیا ہو اور اگر پچھلا حیض دس دن سے کم تھا۔ مثلاً 6 دن کا تھا تو اب غسل کر کے چار دن کی قضا نمازیں پڑھے اور اگر پچھلا حیض چار دن کا تھا تو اب چھ دن کی قضا نمازیں پڑھے گی۔

(19) جو حیض اپنی پوری مُدّت یعنی دس دن کامل سے کم میں ختم ہو جائے اس میں دو صورتیں ہیں:

(۱) یا تو عورت کی عادت سے بھی کم مدت میں ختم ہوا یعنی اس سے پہلے مہینے میں جتنے دن حیض آیا تھا اتنے دن بھی ابھی نہیں گزرے تھے کہ خون بند ہو گیا۔ لہٰذا اس صورت میں صحبت ابھی جائز نہیں اگرچہ غسل بھی کر لے۔

(۲) اور اگر عادت سے کم مُدّت حَیض نہیں آیا۔ مَثَلاً پہلے مہینے سات دن حیض آیا تھا اب بھی سات دن یا آٹھ دن حیض آ کر ختم ہو گیا یا یہ پہلا ہی حیض ہے جو اس عورت کو آیا اور دس دن سے کم میں ختم ہوا تو ان صورتوں میں صحبت جائز ہونے کے لئے دو باتوں میں سے ایک بات ضَروری ہے:

(الف) یا تو عورت غسل کر لے اور اگر بوجہ مرض یا پانی نہ ہونے کے تَیَمُّم کرنا ہو تو تَیَمُّم کر کے نماز بھی پڑھ لے صرف تَیَمُّم کافی نہیں۔

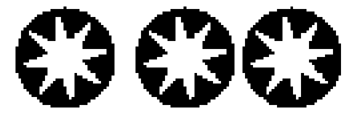
(ب) یا عورت غسل نہ کرے تو اتنا ہو کہ اس عورت پر کوئی نمازِ فرض، فرض ہو جائے یعنی نماز پنجگانہ سے کسی نماز کا وقت گزر جائے جس میں کم سے کم اس نے اتنا وقت پایا ہو جس میں وہ نہا کر سر سے پاؤں تک ایک چادر اوڑھ کر تکبیر تحریمہ کہہ سکتی ہے تو اس صورت میں بغیر طہارت یعنی غسل کے بغیر بھی اس سے صُحبت جائز ہو جائے گی۔ (۱)

---

(۱) فتاوٰی رضویہ مُخرّجہ ج ۴، ص ۳۵۲

(20) نفاس میں خون جاری ہوتا ہے اگر پانی جاری ہو تو وہ کوئی چیز نہیں لہٰذا چالیس دن کے اندر جب بھی خون لوٹے گا شُروعِ ولادت سے ختمِ خون تک سب دن نفاس ہی کے گنے جائیں گے۔ جو دن بیچ میں خون نہ آنے کی وجہ سے خالی رہ گئے وہ بھی نِفاس ہی میں شمار ہوں گے مثلاً بچّے کی ولادت کے بعد دو مِنَٹ تک خون آ کر بند ہو گیا۔ عورت نے طہارت کا گمان کر کے غسل کیا اور نماز، روزہ وغیرہ ادا کرتی رہی مگر چالیس دن پورے ہونے میں ابھی دو مِنَٹ باقی تھے کہ پھر خون آ گیا تو یہ سارے دن نِفاس ہی کے ٹھہریں گے، نمازیں بیکار گئیں، فرض یا واجب روزے یا اگلی قضا نمازیں جتنی پڑھی ہوں انھیں پھر پھیرے۔ (۱)

(21) حیض والی عورت کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی جائز اور اسے اپنے ساتھ کھانا کھلانا بھی جائز، ان باتوں سے اِحتراز واجتناب یہود و مجوس کا مسئلہ ہے کہ وہ ایسا کرتے ہیں۔



بَابُ الْمَرْأَةُ تَرٰی فِیْ مَنَامِهَا مَا يَرَی الرَّجُلُ

باب : عورت کا خواب میں مرد کی طرح دیکھنا

(۷۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَنْ سَمِعَ اُمَّ سُلَيْمٍ اَنَّهَا سَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَرْاَةِ تَرٰی مَا يَرَی الرَّجُلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَغْتَسِلُ۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے عورت کے وہ چیز جو مرد دیکھتا ہے (مادہ منویہ، احتلام) کے متعلق پوچھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عورت غسل کرے۔

شرح:

یعنی اگر عورت کو احتلام یا تری نظر آئے تو نبی اکرم ﷺ نے اس کا حکم یہ بیان فرمایا کہ وہ بھی مرد کی طرح غسل ہی کرے گی۔ اس حدیث کو امام نسائی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔

مسئلہ : اگر عورت کو احتلام وغیرہ ہو جائے تو اس پر بھی غسل لازم ہے۔

مسئلہ : گر مَنی پتلی پڑ گئی کہ پیشاب کے وقت یا ویسے ہی کچھ قطرے بلاشَہوت نکل آئیں تو غُسل واجب نہیں البتہ وُضو ٹوٹ جائے گا۔

(۲) اِحتلام یعنی سوتے سے اٹھا اور بدن یا کپڑے پر تری پائی اور اس تری کے مَنی یا مَذی ہونے کا یقین یا احتمال ہو تو غُسل

(۱) فتاوٰی رضویہ مخرجہ جلد ۴ ص ۳۵۴

واجب ہے اگرچہ خواب یاد نہ ہو اور اگر یقین ہے کہ یہ نہ مَنی ہے نہ مذی بلکہ پسینہ یا پیشاب یا وَدی یا کچھ اور ہے تو اگرچہ اِحتِلام یاد ہو اور لذّتِ اِنزال خیال میں ہو غُسل واجب نہیں اور اگر مَنی نہ ہونے پر یقین کرتا ہے اور مذی کا شک ہے تو اگر خواب میں اِحتِلام ہونا یاد نہیں تو غُسل نہیں ورنہ ہے۔

مسئلہ: اگر احتلام یاد ہے مگر اس کا کوئی اثر کپڑے وغیرہ پر نہیں غُسل واجب نہیں۔

مسئلہ: عورت کو خواب ہوا تو جب تک مَنی فرجِ داخل سے نہ نکلے غُسل واجب نہیں۔

مسئلہ: مرد و عورت ایک چار پائی پر سوئے، بعد بیداری بستر پر مَنی پائی گئی اور ان میں ہر ایک اِحتِلام کا منکر ہے، اِحتِیاط یہ ہے کہ بہر حال دونوں غُسل کریں اور یہی صحیح ہے۔ (۱)

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحَمَامِ

حمام کے متعلق روایت

(۷۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ الْبَيْتُ الْحَمَّامُ هُوَ بَيْتٌ لَّا يَسْتُرُ وَمَاءٌ لَّا يُطَهِّرُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حمام کتنا ہی برا گھر ہے کہ وہاں پردہ نہیں ہوتا اور پانی پاک نہیں ہوتا۔

شرح:

یعنی تمام جگہوں میں سے بدترین جگہ حمام ہے جہاں سترِ عورت کا پردہ نہیں ہوتا اور جس کا پانی ناپاک ہے، اس حدیث میں دلیل ہے کہ استعمال کیا ہوا پانی ناپاک ہوتا ہے۔

اسی کی مثل حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ بدترین جگہ حمام ہے جہاں آوازیں بلند کی جائیں اور شرمگاہوں کو کھولا جائے۔ (۲)

فقہی مسائل:

مسئلہ: عورت کو حمام میں جانا مکروہ ہے اور مرد جا سکتا ہے مگر سِتْر کا لحاظ ضروری ہے۔ لوگوں کے سامنے سِتْر کھول کر نہانا حرام ہے۔

مسئلہ: بغیر ضرورت صبح تڑکے حمام کو نہ جائے کہ ایک مخفی امر لوگوں پر ظاہر کرنا ہے۔ (۳)

---

(۱) الدر المختار، و، رد المحتار، کتاب الطهارة، مطلب في تحرير الصاع...إلخ، ج ۱، ص ۳۳۳.

(۲) شرح الملا علی القاری رحمة الله تعالیٰ علیه، علی مسند الامام الاعظم، ص، 156

(۳) الدر المختار، و، رد المحتار، کتاب الطهارة، فصل الاستنجاء، مطلب في الفرق بين الاستبراء...إلخ، ج ۱، ص ۶۲۲

بَابُ فَرْكِ الْمَنِيِّ

مادہ منویہ کھرچنے کا بیان

(۷۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَفْرُكُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے مادہ منویہ کھرچتی تھی۔

شرح:

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑوں سے خشک منی کھرچ دیتی تھی، اسی حدیث کو ابی عوانہ نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے، حاصل کلام یہ کہ منی ناپاک ہے اگر خشک ہو تو کھرچ کر پاک ہو جائے گی اور اگر تر ہو تو دھونا ضروری ہے، یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں منی خشک ہو یا تر اس کو دھونا ضروری ہے۔ (۱)

(۷۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هَمَّامٍ اَنَّ رَجُلًا اَضَافَتْهُ عَائِشَةُ اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِ بِمِلْحَفَةٍ فَالْتَحَفَ بِهَا اللَّيْلَ فَاَصَابَتْهُ جَنَابَةٌ فَغَسَلَ الْمِلْحَفَةَ كُلَّهَا فَقَالَتْ مَا اَرَادَ بِغَسْلِ الْمِلْحَفَةِ اِنَّمَا كَانَ يُجْزِيْهِ اَنْ يَّفْرُكَهٗ لَقَدْ كُنْتُ اَفْرُكُهٗ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يُصَلِّيْ فِيْهِ۔

حضرت ہمام سے مروی ہے کہ ایک آدمی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مہمان بنا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی طرف ایک لحاف بھیجا، اس نے رات کو وہ لحاف اوڑھ لیا، رات کو اسے احتلام ہو گیا، اس نے سارا لحاف ہی دھو ڈالا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس آدمی نے اس سے کیا ارادہ کیا، اس کو کھرچ دینا ہی کافی تھا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے کھرچتی تھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کپڑے میں نماز ادا فرماتے۔

شرح:

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مہمان خانہ میں ایک مہمان آیا تو آپ نے اس کو اوڑھنے کے لیے ایک لحاف دیا، اس نے رات کو وہ لحاف اوڑھ لیا اور سو گیا تو اس کو رات کو احتلام ہو گیا اور منی لحاف کے ساتھ لگ گئی، تو اس نے سارا لحاف دھو ڈالا، جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو دھونے کی کوئی حاجت نہیں تھی اس کو تو خشک ہونے کے بعد صرف کھرچ دینا ہی کافی تھا، میں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں سے منی کھرچ دیتی تھی، تو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی کپڑوں میں نماز پڑھتے تھے، (یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہو) (۱)

(۱) [illegible]

فقہی مسائل:

(1) مَنی کپڑے میں لگ کر خشک ہوگئی تو فقط مَل کر جھاڑنے اور صاف کرنے سے کپڑا پاک ہو جائے گا اگرچہ بعد ملنے کے کچھ اس کا اثر کپڑے میں باقی رہ جائے۔

(2) اِس مسئلے میں عورت و مرد اور انسان و حیوان و تندرُست و مریضِ جریان سب کی مَنی کا ایک حکم ہے۔

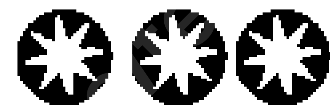
(3) بدن میں اگر مَنی لگ جائے تو بھی اسی طرح پاک ہو جائے گا۔

(4) پیشاب کر کے طہارت نہ کی پانی سے نہ ڈھیلے سے اور مَنی اس جگہ پر گزری جہاں پیشاب لگا ہوا ہے، تو یہ ملنے سے پاک نہ ہوگی بلکہ دھونا ضروری ہے اور اگر طہارت کر چکا تھا یا مَنی جَست کر کے (یعنی اُچھل کر) نکلی کہ اس موضعِ نجاست (یعنی ناپاک جگہ) پر نہ گزری تو ملنے سے پاک ہو جائے گی۔

(5) جس کپڑے کو مَل کر پاک کر لیا (اب) اگر وہ پانی سے بھیگ جائے تو ناپاک نہ ہوگا۔

(6) اگر مَنی کپڑے میں لگی ہے اور اب تک تَر ہے (بغیر سکھائے پاک کرنا چاہیں) تو دھونے سے پاک ہوگا (سوکھنے سے قبل) ملنا کافی نہیں۔

مسئلہ: موزے یا جوتے میں دَلدار نَجاست لگی، جیسے پاخانہ، گوبر، مَنی تو اگرچہ وہ نَجاست تر ہو کھرچنے اور رگڑنے سے پاک ہو جائیں گے۔(۱)



بَابُ اَیُّمَا اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ

دباغت شدہ کھال کے پاک ہونا کا بیان

(۷۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جونسی کھال دباغت کرلی جائے وہ پاک ہوگئی۔

شرح:

یعنی جس جانور کی کھال کی بھی دباغت کرلی جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے اس سے علماء نے خنزیر کی جلد کا استثناء فرمایا ہے کیونکہ خنزیر نجس العین ہے، اور آدمی کہ جلد بھی پاک نہیں ہوتی اس کی عزت و کرامت کی وجہ سے، اور کتے کی کھال کے بارے میں اختلاف ہے، اس حدیث کو بعینہ امام احمد بن حنبل، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے

(۸۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 70

(۲) ،الفتاوی الھندیۃ،، کتاب الطھارۃ، الباب السابع فی النجاسۃ وأحکامھا، الفصل الاول، ج ۱، ص ۴۴

بِشَاةٍ مَّيِّتَةٍ لِّسَوْدَةٍ فَقَالَ مَا عَلٰى اَهْلِهَا لَوِ انْتَفَعُوْا بِاَهَابِهَا فَسَلَخُوْا جِلْدَ الشَّاةِ فَجَعَلُوْهُ سِقَاءً فِي الْبَيْتِ حَتّٰى صَارَتْ شَنًّا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سودہ کی ایک مردہ بکری کے پاس سے گذرے، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اس کے مالک اس سے فائدہ اٹھا لیتے تو کیا حرج تھا، چنانچہ انہوں نے اس بکری کی کھال اتار کر گھر میں ایک مشکیزہ بنالیا، حتیٰ کہ وہ پرانا ہو گیا۔

شرح:

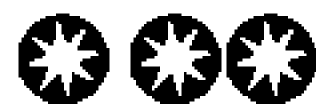
یعنی نبی اکرم ﷺ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک مری ہوئی بکری کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ ان کے مالکوں کو کیا ہے کہ اس کی کھال کے ساتھ نفع حاصل کرتے، یعنی اس کی کھال کو دباغت کے بعد استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، تو انہوں نے اس مری ہوئی بکری کی کھال کو اتار لیا اور اس کا مشکیزہ بنالیا، یہاں تک کہ یہ مشکیزہ کثرت استعمال کی وجہ سے کافی پرانا ہو گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک مشکیزے سے وضو فرمارہے تھے تو آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یہ مشکیزہ تو ایک مردار جانور کی کھال سے بنا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دباغت اس کی نجاست کو دور کر دیتی ہے۔ (۱)

فقہی مسائل:

مسئلہ: سُوئر کے سوا ہر جانور حلال ہو یا حرام جب کہ ذبح کے قابل ہو اور بسم اللہ کہہ کہ ذبح کیا گیا، تو اس کا گوشت اور کھال پاک ہے کہ نمازی کے پاس اگر وہ گوشت ہے یا اس کی کھال پر نماز پڑھی تو نماز ہو جائے گی مگر حرام جانور ذبح سے حلال نہ ہوگا حرام ہی رہے گا۔ (۲)

مسئلہ: سُوئر کے سوا ہر مردار جانور کی کھال سکھانے سے پاک ہو جاتی ہے، خواہ اس کو کھاری نمک وغیرہ کسی دوا سے پکایا ہو یا فقط دھوپ یا ہوا میں سکھالیا ہو اور اس کی تمام رطوبت فنا ہو کر بدبو جاتی رہی ہو کہ دونوں صورتوں میں پاک ہو جائے گی اس پر نماز درست ہے۔

مسئلہ: درندے کی کھال اگر چہ پکالی گئی ہو نہ اس پر بیٹھنا چاہیے، نہ نماز پڑھنی چاہیے کہ مزاج میں سختی اور تکبر پیدا ہوتا ہے، بکری اور مینڈھے کی کھال پر بیٹھنے اور پہننے سے مزاج میں نرمی اور انکسار پیدا ہوتا ہے، کتّے کی کھال اگر چہ پکالی گئی ہو یا وہ ذبح کرلیا گیا ہو استعمال میں نہ لانا چاہیے کہ آئمہ کے اختلاف اور عوام کی نفرت سے بچنا مناسب ہے۔



---

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص 272،

(۲) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطھارۃ، فصل فی النجاسۃ التی تصیب الثوب... الخ، ج ۱، ص ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الصَّلٰوةِ

نماز کا بیان

(۸۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اَنَّهٗ صَلّٰى صَلٰوةً فَخَفَّفَهَا وَاَكْثَرَ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَهٗ رَجُلٌ اَنْتَ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُصَلِّيْ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ اَلَمْ اُتِمَّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ قَالَ بَلٰى قَالَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَجَدَ لِلّٰهِ سَجْدَةً رَفَعَ بِهَا دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ فَاَحْبَبْتُ اَنْ تُؤْتٰى لِيْ دَرَجَاتٌ اَوْ تُكْتَبَ لِيْ دَرَجَاتٌ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ عَمَّنْ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ مَرَّ بِاَبِيْ ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَهُوَ يُصَلِّيْ صَلٰوةً خَفِيْفَةً يُكْثِرُ فِيْهَا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَلَمَّا سَلَّمَ اَبُوْ ذَرٍّ قَالَ لَهُ الرَّجُلُ تُصَلِّيْ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ وَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَجَدَ لِلّٰهِ سَجْدَةً رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ فَلِذٰلِكَ اُكْثِرُ فِيْهَا السُّجُوْدَ۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ ہلکی سی نماز پڑھی اور کثرت سے رکوع وسجود کیے، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص کہنے لگا کہ آپ صحابی رسول ﷺ ہو کر اتنی ہلکی سی نماز پڑھتے ہیں؟ فرمایا: کیا میں نے رکوع وسجدہ مکمل نہیں کیا، اس نے کہا کیوں نہیں، فرمایا کہ پھر میں نے جناب رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک سجدہ کرے، اللہ تعالیٰ جنت میں اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے، میری خواہش ہوئی کہ میرے لیے کئی درجات لکھ دیے جائیں۔

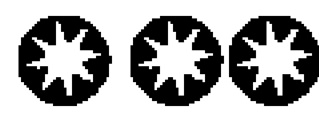
ایک روایت میں ہے: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے پاس سے کچھ آدمی گذرے، آپ نے ہلکی سی نماز پڑھی اور کثرت سے رکوع وسجود کیے، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص کہنے لگا کہ آپ صحابی رسول ﷺ ہو کر اتنی ہلکی سی نماز پڑھتے ہیں؟ فرمایا: میں نے جناب رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک سجدہ کرے، اللہ

تعالیٰ جنت میں اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے، اسی لیے میں نے کثرت سے سجود کیے۔

شرح:

یعنی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھی تو اس کو لمبا نہ کیا بلکہ مختصر اور مکمل پڑھی، اور اس میں رکوع اور سجود کثرت سے کیے تو جب آپ نے نماز کو مکمل کیا تو آپ صحابہ یا تابعین میں سے ایک آدمی نے کہا آپ نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں اور ایسی نماز پڑھتے ہیں یعنی اس نے نماز کو ہلکا کرنے کا انکار کیا اور کثرت رکوع وسجود سے نماز کو لمبا کرنا افضل گمان کیا، تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا میں نے رکوع وسجود پورے نہیں کیے اس میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ لوگوں میں سے سب سے بدترین وہ شخص ہے جو نماز میں چوری کرتا ہے یعنی رکوع وسجود پورے نہیں کرتا، تو اس آدمی نے کہا ہاں آپ نے رکوع وسجود پورے کیے ہیں، تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے نبی اکرم ﷺ نے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے ایک سجدہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے جنت میں اس کا ایک درجہ بلند کر دیا، تو میں نے یہ بات پسند کی کہ میرے درجات بلند کیے جائیں، یا میرے لیے درجات لکھے جائیں، حاصل کلام یہ کہ عبادت میں مقدار کے لحاظ سے زیادتی کیفیت کے لحاظ سے زیادتی سے افضل ہے، اور علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، (یعنی بعض کہتے ہیں کہ کثرت رکوع وسجود سے نماز کو لمبا کرنا افضل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نماز کو لمبا کرنے سے کثرت رکوع وسجود افضل ہیں۔) (۱)

بعض علماء اس میں تطبیق فرماتے ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے بھی ظاہر ہوتا کہ جب آدمی امام ہو تو نماز میں تخفیف افضل ہے اور اگر آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو قیام ورکوع وغیرہ میں طوالت افضل ہے۔



بَابُ مَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَالرُّكْبَةِ عَوْرَةٌ

باب: ناف اور گھٹنے کا درمیانی حصہ شرمگاہ ہے

(۸۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ قَالَ عَبْدُاللهِ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ السُّرَّةِ وَالرُّكْبَةِ عَوْرَةٌ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ناف اور گھٹنے کا درمیانی حصہ شرمگاہ ہے۔

شرح:

اس حدیث کو مستدرک نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دارقطنی نے حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو گھٹنے سے اوپر ہے ستر ہے اور جو ناف کے نیچے ہے

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 126

وہ ستر ہے، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ گھٹنا بھی ستر سے ہے۔

خیال رہے کہ اجنبی سے ستر عورت بالاجماع واجب ہے اور یہی نمازیں بھی مشروع ہے، اور علماء اس بات پہ متفق ہیں کہ آدمی کی ناف عورت نہیں اور گھٹنہ بھی امام مالک امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک عورت میں داخل نہیں، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک گھٹنہ عورت سے ہے (جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے) اور بعض شوافع کا بھی یہی مؤقف ہے۔

فقہی مسائل:

مسئلہ: ستر عورت ہر حال میں واجب ہے، خواہ نماز میں ہو یا نہیں، تنہا ہو یا کسی کے سامنے، بلا کسی غرض صحیح کے تنہائی میں بھی کھولنا جائز نہیں اور لوگوں کے سامنے یا نماز میں تو ستر بالاجماع فرض ہے۔ یہاں تک کہ اگر اندھیرے مکان میں نماز پڑھی، اگرچہ وہاں کوئی نہ ہو اور اس کے پاس اتنا پاک کپڑا موجود ہے کہ ستر کا کام دے اور ننگے پڑھی، بالاجماع نہ ہوگی۔ مگر عورت کے لیے خلوت میں جب کہ نماز میں نہ ہو، تو سارا بدن چھپانا واجب نہیں، بلکہ صرف ناف سے گھٹنے تک اور محارم کے سامنے پیٹ اور پیٹھ کا چھپانا بھی واجب ہے اور غیر محرم کے سامنے اور نماز کے لیے اگرچہ تنہا اندھیری کوٹھڑی میں ہو، تمام بدن سوا پانچ عضو کے جن کا بیان آئے گا چھپانا فرض ہے، بلکہ جوان عورت کو غیر مردوں کے سامنے مونھ کھولنا بھی منع ہے۔ (۱)

مسئلہ: مرد کے لیے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت ہے، یعنی اس کا چھپانا فرض ہے۔ ناف اس میں داخل نہیں اور گھٹنے داخل ہیں۔ (۲)

اس زمانہ میں بہتیرے ایسے ہیں کہ تہبند یا پاجامہ اس طرح پہنتے ہیں، کہ پیڑو (ناف کے نیچے۔) کا کچھ حصہ کھلا رہتا ہے، اگر کرتے وغیرہ سے اس طرح چھپا ہو کہ جلد کی رنگت نہ چمکے تو خیر، ورنہ حرام ہے اور نماز میں چوتھائی کی مقدار کھلا رہا تو نماز نہ ہوگی اور بعض بے باک ایسے ہیں کہ لوگوں کے سامنے گھٹنے، بلکہ ران تک کھولے رہتے ہیں، یہ بھی حرام ہے اور اس کی عادت ہے تو فاسق ہیں۔

مسئلہ: آزاد عورتوں اور خنثیٰ مشکل (جس میں مرد و عورت دونوں کی علامتیں پائی جائیں اور یہ ثابت نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت) کے لیے سارا بدن عورت ہے، سوا مونھ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلووں کے، سر کے لٹکتے ہوئے بال اور گردن اور کلائیاں بھی عورت ہیں، ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔ (۳)

مسئلہ: باندی کے لیے سارا پیٹ اور پیٹھ اور دونوں پہلو اور ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت ہے، خنثیٰ مشکل رقیق (یعنی غلام۔) ہو، تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

---

(۱) الدرالمختار، و، ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی ستر العورۃ، ج ۲، ص ۹۳، ۹۷۔

(۲) الدرالمختار، و، ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، مطلب فی ستر العورۃ، ج ۲، ص ۹۳۔

(۳) الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ ج ۲، ص ۹۵۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ جَوَازِ الصَّلٰوۃِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ

ایک ہی کپڑے میں نماز کے جواز کا بیان

(۸۳) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ اَمَّهُمْ فِیْ قَمِیْصٍ وَّاحِدٍ وَّ عِنْدَهٗ فَضْلُ ثِیَابٍ یُعْرِفُنَا بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْ قُرَّةَ قَالَ ذَكَرَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ يُصَلِّي الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ۔ قَالَ اَبُوْ قُرَّةَ فَسَمِعْتُ اَبَا حَنِیْفَةَ يَذْكُرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ كُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ۔

حضرت عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک ہی قمیص میں انہیں نماز پڑھائی، حالانکہ ان کے پاس زائد کپڑے موجود تھے، درحقیقت وہ ہمیں نبی کریم ﷺ کی سنت سکھانا چاہتے تھے۔

ایک روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ایک کپڑے میں آدمی نماز پڑھ سکتا ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں۔

ایک روایت میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر کوئی دو کپڑے نہیں پاتا۔

شرح:

یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قوم کو ایک قمیص میں نماز پڑھائی یعنی آپ کے پاس چادر نہ تھی، حالانکہ آپ کے پاس ضرورت سے زائد کپڑے موجود تھے، اسی طرح حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا تو عرض کیا اے ابا جان کیا آپ ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے ہیں حالانکہ آپ کے پاس دوسرے کپڑے ہیں؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا اے میری بیٹی وہ آخری نماز جو نبی اکرم ﷺ نے میرے پیچھے پڑھی وہ ایک کپڑے میں تھی۔ اور حدیث کو ابن ابی شیبہ اور امام ابویعلی نے روایت کیا ہے۔(۱)

(۱) (شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم،، ص، 146

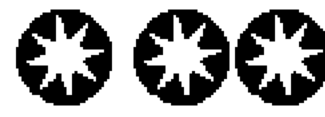
(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں) یعنی تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم ایک کپڑے میں نماز پڑھو اس حدیث میں صرف آدمی کا ذکر ہے معلوم ہوا کہ عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایک کپڑے میں نماز پڑھے کیونکہ عورت کے لیے ایک کپڑا نماز پڑھنے کے لیے کافی نہیں ہاں اگر ایسی بڑی چادر ہو جس سے عورت کا سارا جسم چھپ جائے تو اس میں نماز پڑھ سکتی ہے۔(۱)

(۸۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُّتَوَشِّحًا بِهٖ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لِاَ بِي الزُّبَيْرِ غَيْرُ الْمَكْتُوْبَةِ قَالَ الْمَكْتُوْبَةُ وَ غَيْرُ الْمَكْتُوْبَةِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھی۔ کسی نے حضرت ابوالزبیر سے پوچھا: غیر فرض؟ آپ نے فرمایا: فرض اور غیر فرض دونوں۔

شرح:

اس پر کلام ہو چکا مزید یہ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کو کوئی خرج نہ سمجھتے تھے، حضرت عمار فرماتے ہیں کہ ہم کو نبی اکرم ﷺ نے ایک کپڑے میں امامت کرائی، بعض لوگوں کا یہ سوال کرنا کہ وہ فرض نماز تھی یا نفل؟ تو اس کا جواب حضرت زبیر نے یہ دیا کہ فرض ونفل دونوں نمازیں نبی اکرم ﷺ نے ایک کپڑے میں پڑھی ہیں۔(۲)



بَابُ فَضْلُ الصَّلٰوةِ فِيْ مَوَاقِيْتِهَا

نماز کے اوقات میں نماز کی فضیلت

(۸۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ الصَّلٰوةُ فِيْ مَوَاقِيْتِهَا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: وقت پر نماز ادا کرنا۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ سے افضل ترین عمل کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا نماز کو اس ک وقت

---

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص،210

(۲) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص،163

میں پڑھنا، اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے، اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا ہے پھر والدین کے ساتھ نیکی کرنا پھر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا پسندیدہ ہے۔ (۱)

فقہی مسائل:

قال اللہ تعالیٰ:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (پ۵، النسآء ۱۰۳:)

بے شک نماز ایمان والوں پر فرض ہے، وقت باندھا ہوا۔

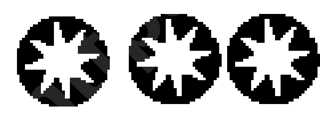
وقت فجر: طلوع صبح صادق سے آفتاب کی کرن چمکنے تک ہے۔ (مختصر القدوری،، کتاب الصلاۃ، ص۔ ۱۵۳)

وقت ظہر وجمعہ: آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ہے، کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے دو چند ہو جائے۔

وقت عصر: بعد ختم ہونے وقت ظہر کے یعنی سوا سایہ اصلی کے دو مثل سایہ ہونے سے، آفتاب ڈوبنے تک ہے۔

وقت مغرب: غروب آفتاب سے غروب شفق تک ہے۔ (۲)

وقت عشاء و وتر: غروب سپیدی مذکور سے طلوع فجر تک ہے، اس جنوباً شمالاً پھیلی ہوئی سپیدی کے بعد جو سپیدی شرقاً غرباً طویل باقی رہتی ہے، اس کا کچھ اعتبار نہیں، وہ جانب شرق میں صبح کاذب کی مثل ہے۔ (۳)



بَابُ مَا جَاءَ فِيْ فَضْلِ الْاِسْفَارِ بِالصُّبْحِ

صبح (کی نماز کو) روشن کرنے کی فضیلت کا بیان

(۸۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْفِرُوْا بِالصُّبْحِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلثَّوَابِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں: صبح کو روشن کرو، کیونکہ اس میں ثوب زیادہ ہے۔

شرح:

اس حدیث کو طبرانی اور امام شافعی نے عبد بن حمید سے اور امام دارمی نے رافع بن خدیج سے رایت کیا ہے یہ حدیث

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 319

(۲) مختصر القدوری،، کتاب الصلاۃ، ص۔ ۱۵۴

(۳) الفتاوی الرضویۃ،، کتاب الصلاۃ، باب الاوقات، ج ۵، ص۔ ۱۵۳

اپنی تمام اسناد کے ساتھ ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل ہے۔(۱)

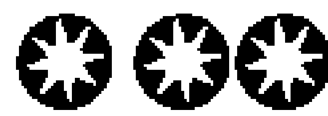
فجر میں تاخیر مستحب ہے، یعنی اسفار میں (جب خوب اُجالا ہو یعنی زمین روشن ہو جائے) شروع کرے مگر ایسا وقت ہونا مستحب ہے، کہ چالیس سے ساٹھ آیت تک ترتیل کے ساتھ پڑھ سکے پھر سلام پھیرنے کے بعد اتنا وقت باقی رہے، کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو طہارت کر کے ترتیل کیساتھ چالیس سے ساٹھ آیت تک دوبارہ پڑھ سکے اور اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ طلوع آفتاب کا شک ہو جائے۔(۲)

جاڑوں کی ظہر میں جلدی مستحب ہے، گرمی کے دنوں میں تاخیر مستحب ہے، خواہ تنہا پڑھے یا جماعت کے ساتھ، ہاں گرمیوں میں ظہر کی جماعت اوّل وقت میں ہوتی ہو تو مستحب وقت کے لیے جماعت کا ترک جائز نہیں، موسم ربیع جاڑوں کے حکم میں ہے اور خریف گرمیوں کے حکم میں۔ جمعہ کا وقت مستحب وہی ہے، جو ظہر کے لیے ہے۔

عصر کی نماز میں ہمیشہ تاخیر مستحب ہے، مگر نہ اتنی تاخیر کہ خود قرص آفتاب میں زردی آجائے، کہ اس پر بے تکلّف بے غبار و بخار نگاہ قائم ہونے لگے، دھوپ کی زردی کا اعتبار نہیں۔(۳)

روز ابر کے سوا مغرب میں ہمیشہ تعجیل مستحب ہے اور دو رکعت سے زائد کی تاخیر مکروہِ تنزیہی اور اگر بغیر عذر سفر و مرض وغیرہ اتنی تاخیر کی کہ ستارے گتھ گئے، تو مکروہِ تحریمی۔

مسئلہ: عشا میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر مباح یعنی جب کہ آدھی رات ہونے سے پہلے فرض پڑھ چکے اور اتنی تاخیر کہ رات ڈھل گئی مکروہ ہے، کہ باعثِ تقلیل جماعت ہے۔(۴)



بَابُ مَا جَآءَ فِيْمَنْ تَفُوْتُهٗ صَلٰوةُ الْعَصْرِ

نماز عصر فوت ہونے کا بیان

(۸۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ شِيْبَانَ عَنْ يَّحْيٰى عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكِّرُوْا بِصَلٰوةِ الْعَصْرِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ بُرَيْدَةَ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 236

(۲) ،الدرالمختار، و، ردالمحتار،، کتاب الصلاۃ، مطلب فی طلوع الشمس من مغربہا، ج ۲، ص. ۳۰، و، الفتاوی الھندیۃ،، کتاب الصلاۃ، الباب الاول فی المواقیت، الفصل الثانی، ج ۱، ص. ۵۱

(۳) الفتاوی الھندیۃ،، کتاب الصلاۃ، الباب الاول فی المواقیت، الفصل الثانی، ج ۱، ص. ۵۲ و، الدرالمختار، و، ردالمحتار،، کتاب الصلاۃ، ج ۲، ص. ۳۵، البحرالرائق،، کتاب الصلاۃ، ج ۱، ص. ۴۲۹۔

(۴) الدرالمختار،، کتاب الصلاۃ، ج ۲، ص ۳۲، و، البحرالرائق،، کتاب الصلاۃ، ج ۱، ص. ۴۳۰

اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَکِّرُوْا بِصَلٰوۃِ الْعَصْرِ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ عن بُرَیْدَۃَ الْاَسْلَمِیِّ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :بَکِّرُوْا بِصَلٰوۃِ الْعَصْرِ فِیْ یَوْمِ غَیْمٍ فَاِنَّ مَنْ فَاتَہٗ صَلٰوۃُ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا :رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نمازعصر جلدی ادا کیا کرو۔

ایک روایت میں حضرت بریدہ سلمی سے روایت ہے، فرماتے ہیں :رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نمازعصر جلدی ادا کیا کرو۔

ایک روایت میں حضرت بریدہ سلمی سے روایت ہے، فرماتے ہیں :رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابر چھانے کے دن نماز عصر جلدی ادا کیا کرو۔ کیونکہ جس کی نماز عصر فوت ہوجائے، گویا اس کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نمازِ عصر میں جلدی کرو یعنی اس کو اس کے فوت ہونے سے پہلے ادا کرلو، پیچھے والی روایت میں آرہا ہے کہ یہ حکم اس دن کے ساتھ مقید ہے جس دن ابر آلود ہو۔ اور اگر ابر آلود نہ ہو تو سورج کے زرد ہونے سے پہلے تک تاخیر مستحب ہے۔ اور سورج کے زرد ہونے تک مکروہ ہے۔

ایک روایت میں ہے حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ابر آلود دن میں نماز عصر میں جلدی کرو جس نے نماز کو سورج غروب ہونے تک نہ پڑھا تو اس کا عمل ضائع ہو گیا، اس حدیث کو امام احمد، ابن ماجہ، ابن حبان، نے حضرت یزید سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ" نماز عصر میں جلد کرو جس نے نماز عصر کو چھوڑ دیا اس کا عمل ضائع ہو گیا۔ (یہ دونوں احادیث اور ان جیسی احادیث ہی نماز عصر کی تعجیل میں احناف کے دلائل ہیں) (۱)

(۸۸) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ شَیْبَانَ عَنْ یَّحْیٰی عَنِ ابْنِ بُرَیْدَۃَ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :مَنْ فَاتَتْہُ صَلٰوۃُ الْعَصْرِ فَکَاَنَّمَا وَتِرَ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جس شخص کی نماز عصر فوت ہوگئی، گویا اس کا مال وعیال جاتا رہا۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے اختیار کے ساتھ نہ کہ بھول اور مجبوری کی وجہ سے نماز عصر کو ترک کردیا تو اس کے اہل اور مال کی کمی کی گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

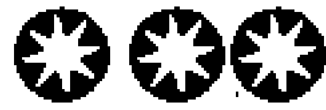
"وَاللہُ مَعَکُمْ وَلَنْ یَّتِرَکُمْ اَعْمَالَکُمْ" (محمد :35)

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص،515

ترجمہ :اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تمہارے اعمال میں تمہیں نقصان نہ دے گا۔

اس حدیث کو امام بخاری، نسائی، نے حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے نماز کو ترک کیا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔ (۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّاعَاتِ الَّتِي نُهِيَ عَنْهَا الصَّلٰوةُ فِيهَا

ممنوعہ اوقات نماز کا بیان

(۸۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْغَدْوَةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ وَلَا يُصَامُ هٰذَانِ الْيَوْمَانِ الْاَضْحٰى وَالْفِطْرُ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ اِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى وَاِلٰى مَسْجِدِيْ هٰذَا وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْاَةُ يَوْمَيْنِ اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : صبح کی نماز کے بعد طلوع فجر تک کوئی نماز نہیں، اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز نہیں ہے۔ اور عید الضحیٰ اور عید الفطر کے دن روزہ نہ رکھا جائے، تین مساجد کے علاوہ کی طرف سفر نہ کیا جائے : مسجد حرام مسجد اقصی، اور میری یہ مسجد۔ اور عورت اپنے محرم کے سوا دو دن کا سفر نہ کرے۔

شرح:

یعنی نماز فجر کے بعد نماز نفل وغیرہ پڑھنا جائز نہیں اور یہی حکم طواف کا ہے، اور یہ کراہت اس وقت تک ہے جب تک سورج طلوع نہیں ہو جاتا، اور اس کے طلوع ہونے کے وقت تو مطلقاً حرام ہے، اور نماز عصر کے بعد بھی نماز نفل وغیرہ پڑھنا جائز نہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے، اور سورج کے غروب ہونے کے وقت سوائے اس دن کی عصر کے تمام نمازیں حرام ہیں۔

اور یوم اضحیٰ (ایام تشریق و ایام نحر) اور عید الفطر کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں، اور کسی کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ مسجد کی زیارت سے ثواب کی نیت سے تین مساجد کے علاوہ کسی اور کی طرف سفر کرے یعنی مسجد حرام، مسجد نبوی، اور مسجد اقصیٰ، (یعنی ان

---

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 514

کے علاوہ دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت جائز ہے ان مساجد کی زیارت جائز بھی ہے اور کارِ ثواب بھی۔ (۱)

مکہ معظمہ اور حسانہ کعبہ کی زیارت :

جب مکہ معظمہ نظر پڑے ٹھہر کر یہ دُعا پڑھے:

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ بِھَا قَرَارًا وَّارْزُقْنِیْ فِیْھَا رِزْقًا حَلَالًا."

(ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! تو مجھے اس میں برقرار رکھ اور مجھے اس میں حلال روزی دے۔)

جب مَدعیٰ میں پہنچے یہ وہ جگہ ہے جہاں سے کعبہ معظّمہ نظر آتا تھا جب کہ درمیان میں عمارتیں حائل نہ تھیں، یہ عظیم اجابت و قبول کا وقت ہے یہاں ٹھہرے اور صدقِ دل سے اپنے اور تمام عزیزوں، دوستوں، مسلمانوں کے لیے مغفرت و عافیت مانگے اور جنت بلا حساب کی دُعا کرے اور درود شریف کی کثرت اس موقع پر نہایت اہم ہے۔ اس مقام پر تین بار اَللّٰہُ اَکْبَر، اور تین مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اور یہ پڑھے:

"رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَالَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔"

ترجمہ: اے رب! تو دنیا میں ہمیں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور جہنم کے عذاب سے ہمیں بچا، اے اللہ (عزوجل)! میں اس خیر میں سے سوال کرتا ہوں، جس کا تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجھ سے سوال کیا اور تیری پناہ مانگتا ہوں اُن چیزوں کے شر سے جن سے تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پناہ مانگی۔

اور یہ دعا بھی پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَوَفَآءً بِعَھْدِکَ وَاتِّبَاعًا لِّسُنَّۃِ نَبِیِّکَ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلَیْہِ وَسَلِّمْ اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَکَ ھٰذَا تَعْظِیْمًا وَّتَشْرِیْفًا وَّمَھَابَۃً وَّزِدْ مِنْ تَعْظِیْمِہٖ وَتَشْرِیْفِہٖ مَنْ حَجَّہٗ وَاعْتَمَرَہٗ تَعْظِیْمًا وَّتَشْرِیْفًا وَّمَھَابَۃً "

ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! تجھ پر ایمان لایا اور تیری کتاب کی تصدیق کی اور تیرے عہد کو پورا کیا اور تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع کیا، اے اللہ (عزوجل)! تو اپنے اس گھر کی تعظیم و شرافت و ہیبت زیادہ کر اور اس کی تعظیم و تشریف سے اس شخص کی عظمت و شرافت و ہیبت زیادہ کر جس نے اس کا حج و عمرہ کیا۔

اور یہ دعائے جامع کم از کم تین بار اس جگہ پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا بَیْتُکَ وَاَنَا عَبْدُکَ اَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلِعُبَیْدِکَ اَمْجَدَ عَلِیٍّ اَللّٰھُمَّ انْصُرْہُ نَصْرًا عَزِیْزًا۔ اٰمِیْن

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 249

ترجمہ :اے اللہ (عزوجل)! یہ تیرا گھر ہے اور میں تیرا بندہ ہوں عفو وعافیت کا سوال تجھ سے کرتا ہوں، دین ودنیا وآخرت میں میرے لیے اور میرے والدین اور تمام مومنین ومومنات کے لیے اور تیرے حقیر بندہ امجد علی کے لیے، الٰہی! تو اس کی قوی مدد کر۔آمین۔

مسجد نبوی شریف کی زیارت:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا" (پ۵، النساء، ۶۴:)

اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں اور تمھارے حضور حاضر ہو کر اللہ (عزوجل) سے مغفرت طلب کریں اور رسول بھی اُن کے لیے استغفار کریں تو اللہ (عزوجل) کو توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا پائیں گے۔

حدیث: دارقطنی وبیہقی وغیرہما عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :، جو میری قبر کی زیارت کرے، اس کے لیے میری شفاعت واجب۔(۱)

حدیث: طبرانی کبیر میں اُنھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :، جو میری زیارت کو آئے سوا میری زیارت کے اور کسی حاجت کے لیے نہ آیا تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اُس کا شفیع بنوں۔،

حدیث: دارقطنی وطبرانی اُنھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :جس نے حج کیا اور بعد میری وفات کے میری قبر کی زیارت کی تو ایسا ہے جیسے میری حیات میں زیارت سے مشرف ہوا۔،

حدیث: بیہقی نے حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اُس نے میری زندگی میں زیارت کی اور جو حرمین میں مرے گا، قیامت کے دن امن والوں میں اُٹھے گا۔(۲)

حدیث: بیہقی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے سُنا :، جو شخص میری زیارت کریگا، قیامت کے دن میں اُس کا شفیع یا شہید ہوں گا اور جو حرمین میں مرے گا، اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن امن والوں میں اُٹھائے گا۔(۳)

حدیث: ابن عدی کامل میں اُنھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی، اُس نے مجھ پر جفا کی۔(الکامل فی ضعفاء الرجال،، الحدیث ۱۹۵۶ :، ج۸، ص ۲۴۸، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما۔)

---

(۱) ،سنن الدار قطنی،، کتاب الحج، باب المواقیت، الحدیث :۲۶۶۹، ج۲، ص ۳۵۱۔

(۲) شعب الإیمان،، باب فی المناسک، فضل الحج والعمرۃ، الحدیث :۴۱۵۱، ج۳، ص ۴۸۸۔

(۳) ،السنن الکبری، للبیہقی، کتاب الحج، باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث :۱۰۲۷۳، ج۵، ص ۴۰۳۔

(۱) زیارتِ اقدس قریب بواجب ہے۔ بہت لوگ دوست بن کر طرح طرح ڈراتے ہیں راہ میں خطر ہے، وہاں بیماری ہے، یہ ہے، وہ ہے۔ خبردار! کسی کی نہ سُنو اور ہرگز محرومی کا داغ لے کر نہ پلٹو۔ جان ایک دن ضرور جانی ہے، اس سے کیا بہتر کہ اُن کی راہ میں جائے اور تجربہ ہے کہ جو اُن کا دامن تھام لیتا ہے، اُسے اپنے سایہ میں بآرام لے جاتے ہیں، کیل کا کھٹکا نہیں ہوتا۔

ہم کو تو اپنے سایہ میں آرام ہی سے لائے حیلے بہانے والوں کو یہ راہ ڈر کی ہے

(۲) حاضری میں خالص زیارت اقدس کی نیت کرو، یہاں تک کہ امام ابن الہمام فرماتے ہیں: اِس بار مسجد شریف کی نیت بھی شریک نہ کرے۔ (۱)

(۳) حج اگر فرض ہے تو حج کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہو۔ ہاں اگر مدینہ طیبہ راستہ میں ہو تو بغیر زیارت حج کو جانا سخت محرومی و قساوت قلبی ہے اور اس حاضری کو قبولِ حج وسعادت دینی ودنیوی کے لیے ذریعہ ووسیلہ قرار دے اور حج نفل ہو تو اختیار ہے کہ پہلے حج سے پاک صاف ہو کر محبوب کے دربار میں حاضر ہو یا سرکار میں پہلے حاضری دے کر حج کی مقبولیت و نورانیت کے لیے وسیلہ کرے۔ غرض جو پہلے اختیار کرے اسے اختیار ہے مگر نیت خیر درکار ہے کہ: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَلِکُلِّ امْرِیٍٔ مَّا نَوٰی. اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر ایک کے لیے وہ ہے، جو اُس نے نیت کی۔ (۲)

(۴) راستے بھر درود و ذِکر شریف میں ڈوب جاؤ اور جس قدر مدینہ طیبہ قریب آتا جائے، شوق وذوق زیادہ ہوتا جائے۔

(۵) جب حرم مدینہ آئے بہتر یہ کہ پیادہ ہو لو، روتے، سر جھکائے، آنکھیں نیچی کیے، درود شریف کی اور کثرت کرو اور ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ

اے سرست اینکہ تو پا می ہی پائے نہ بینی کہ کجا می نہی

حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

جب قبہ انور پر نگاہ پڑے، درود وسلام کی خوب کثرت کرو۔

(۶) جب شہر اقدس تک پہنچو، جلال و جمال محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصور میں غرق ہو جاؤ اور دروازہ شہر میں داخل ہوتے وقت پہلے دہنا قدم رکھو اور پڑھو:

بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ ' اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِیْ مِنْ زِیَارَةِ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَ اَوْلِیَآئَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَاَنْقِذْنِیْ مِنَ النَّارِ وَاغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ یَاخَیْرَ مَسْئُوْلٍ"

---

(۱) "فتح القدیر"، کتاب الحج، مسائل منثورۃ، ج ۳، ص ۹۴۔

(۲) "صحیح البخاری"، کتاب بدء الوحی، [الحدیث ۱]، ج ۱، ص ۵۔

ترجمہ: اللہ (عزوجل) کے نام سے میں شروع کرتا ہوں جو اللہ (عزوجل) نے چاہا، نیکی کی طاقت نہیں مگر اللہ (عزوجل) سے، اے رب! سچائی کے ساتھ مجھ کو داخل کر اور سچائی کے ساتھ باہر لے جا۔ الٰہی! تو اپنی رحمت کے دروازے میرے لیے کھول دے اور اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مجھے وہ نصیب کر جو اپنے اولیاء اور فرمانبردار بندوں کے لیے تو نے نصیب کیا اور مجھے جہنم سے نجات دے اور مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، اے بہتر سوال کیے گئے۔

✿✿✿

بَابُ مَا جَآءَ فِي بَدْءِ الْاَذَانِ

اذان کی ابتداء کا بیان

(۹۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ اَنَّ رَجُلاً مِّنَ الْاَنْصَارِ مَرَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاٰهُ حَزِيْنًا وَّكَانَ الرَّجُلُ اِذَا طَعِمَ تُجْمَعُ اِلَيْهِ فَانْطَلَقَ حَزِيْنًا بِمَا رَاٰى مِنْ حُزْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَرَكَ طَعَامَهٗ وَمَا كَانَ يَجْتَمِعُ اِلَيْهِ وَدَخَلَ مَسْجِدَهٗ يُصَلِّيْ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذَا نَعَسَ فَاَتَاهُ اٰتٍ فِي النَّوْمِ فَقَالَ هَلْ عَلِمْتَ مِمَّا حَزِنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا قَالَ فَهُوَ لِهٰذَا التَّاْذِيْنِ فَاْتِهٖ فَمُرْهُ اَنْ يَّاْمُرَ بِلَالاً اَنْ يُّؤَذِّنَ فَعَلَّمَهُ الْاَذَانَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ مَرَّتَيْنِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَرَّتَيْنِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ مَرَّتَيْنِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ مَرَّتَيْنِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ عَلَّمَهُ الْاِقَامَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَقَالَ فِيْ اٰخِرِهٖ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَاَذَانِ النَّاسِ وَاِقَامَتِهِمْ فَاَقْبَلَ الْاَنْصَارِيُّ فَقَعَدَ عَلٰى بَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ اسْتَاْذِنْ لِيْ وَقَدْ رَاٰى مِثْلَ ذٰلِكَ فَاَخْبَرَ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَاْذَنَ لِلْاَنْصَارِيِّ فَدَخَلَ فَاَخْبَرَ بِالَّذِيْ رَاٰى فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مِثْلَ ذٰلِكَ فَاَمَرَ بِلَالاً يُّؤَذِّنَ بِذٰلِكَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ رَجُلاً مِّنَ الْاَنْصَارِ مَرَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاٰهُ حَزِيْنًا وَّكَانَ الرَّجُلُ ذَا طَعَامٍ يُغْشٰى مَعَهٗ فَانْصَرَفَ لِمَا رَاٰى مِنْ حُزْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَرَكَ طَعَامَهٗ فَدَخَلَ مَسْجِدَهٗ يُصَلِّيْ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ نَعَسَ فَاَتَاهُ اٰتٍ فِي النَّوْمِ

فَقَالَ لَہٗ اَتَدْرِیْ مَا اَحْزَنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا قَالَ ھُوَ النِّدَاءُ فَأْتِہٖ بِاَنْ یَّاْمُرَ بِلَالًا قَالَ الرَّجُلُ فَعَلَّمَہُ الْاَذَانَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ مَرَّتَیْنِ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مَرَّتَیْنِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ مَرَّتَیْنِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ مَرَّتَیْنِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ مَرَّتَیْنِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ عَلَّمَہُ الْاِقَامَۃَ کَذٰلِکَ ثُمَّ قَالَ فِیْ اٰخِرِہٖ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ مَرَّتَیْنِ کَاَذَانِ النَّاسِ وَاِقَامَتِھِمْ فَانْتَبَہَ الْاَنْصَارِیُّ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ بِالْبَابِ فَجَاءَ اَبُوْبَکْرٍ فَقَالَ الْاَنْصَارِیُّ اِسْتَاْذِنْ لِیْ فَدَخَلَ اَبُوْبَکْرٍ فَاَخْبَرَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذٰلِکَ ثُمَّ دَخَلَ الْاَنْصَارِیُّ فَاَخْبَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالَّذِیْ رَاٰی فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَکْرٍ فَقَالَ مُرْ بِلَالًا بِمِثْلِ ذٰلِکَ۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری صحابی کا نبی کریم ﷺ کے پاس سے گذر ہوا تو اس نے نبی ﷺ کو غمگین پای، ان صحابی کی یہ عادت تھی کہ جب بھی وہ کھانا کھاتے، تو ان کے پاس ایک مجمع لگ جاتا۔ نبی اکرم ﷺ کو غمگین پا کر وہ بھی بغیر کھانا کھائے چلا گیا، اور وہ مجمع بھی چلا گیا جو اس کے پاس ہوتا تھا، وہ انصاری صحابی مسجد میں آ کر نماز پڑھنے لگا۔ وہ اسی حال میں تھا کہ اسے اونگھ آ گئی۔

خواب میں اس کا پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ تمھیں نبی کریم ﷺ کے غمگین ہونے کی وجہ معلوم ہے؟ اس نے کہا: نہیں، تو اس آدمی نے کہا دراصل آپ ﷺ اس اذان کے معاملے میں متفکر ہیں اس لیے ان کے پاس جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ بلال کو اذان کا حکم دیں، پھر اس نے حالت خواب میں اذان کے کلمات سکھائے: اللہ اکبر اللہ اکبر (دو مرتبہ)، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ (دو مرتبہ) اشھد ان محمدا رسول اللہ (دو مرتبہ)، حی علی الصلوٰۃ (دو مرتبہ)، حی علی الفلاح (دو مرتبہ)، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ۔ اس کے بعد اسے اقامت کے کلمات بھی اسی طرح سکھائے اور کہا کہ آخر میں یوں کہنا: قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ۔

یہ اذان و اقامت کہ وہی کلمات ہیں جو آج تک رائج ہیں، جب وہ انصاری صحابی بیدار ہوئے تو نبی اکرم ﷺ کے دروازے پر آ کر بیٹھ گئے۔ اتفاقاً وہاں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا، تو انصاری صحابی نے کہا کہ میرے لیے بھی اجازت طلب کیجیے گا، جبکہ خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا تھا، چنانچہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو اس سے مطلع فرما کر انصاری کے لیے اجازت طلب کی، انصاری صحاب نے اندآ کر خواب کا پورا واقعہ سنایا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر نے بھی ایسی ہی بات بتائی ہے، پھر نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال کو اسی طرح اذان کہنے کا حکم دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک انصاری صحابی کا نبی کریم ﷺ کے پاس سے گذر ہوا تو اس نے نبی ﷺ غمگین پایا، ان

صحابی کی یہ عادت تھی کہ جب بھی وہ کھانا کھاتے، توان کے پاس ایک مجمع لگ جاتا۔ نبی اکرم ﷺ کو غمگین پا کر وہ بھی بغیر کھانا کھائے چلا گیا، اور وہ مجمع بھی چلا گیا جو اس کے پاس ہوتا تھا، وہ انصاری صحابی مسجد میں آ کر نماز پڑھنے لگا۔ وہ اسی حال میں تھا کہ اسے اونگھ آ گئی۔

خواب میں اس کا پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ تمھیں نبی کریم ﷺ کے غمگین ہونے کی وجہ معلوم ہے؟ اس نے کہا: نہیں، تو اس آدمی نے کہا دراصل آپ ﷺ اس اذان کے معاملے میں متفکر ہیں اس لیے ان کے پاس جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ بلال کو اذان کا حکم دیں، پھر اس نے حالت خواب میں اذان کے یہ کلمات سکھائے: اللہ اکبر اللہ اکبر (دو مرتبہ)، اشہد ان لا الہ الا اللہ (دو مرتبہ) اشہدان محمدا رسول اللہ (دو مرتبہ)، حی علی الصلوٰۃ (دو مرتبہ)، حی علی الفلاح (دو مرتبہ)، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ۔ اس کے بعد اسے اقامت کے کلمات بھی اسی طرح سکھائے اور کہا کہ آخر میں یوں کہنا: قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ، یعنی لوگوں کی اذان اور اقامت کی مثل۔

جب وہ انصاری صحابی بیدار ہوئے تو نبی اکرم ﷺ کے دروازے پر آ کر بیٹھ گئے۔ اتفاقاً وہاں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا، تو انصاری صحابی نے کہا کہ میرے لیے بھی اجازت طلب کیجیے گا، جبکہ خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا تھا، چنانچہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو اس سے مطلع فرما کر انصاری کے لیے اجازت طلب کی، انصاری صحاب نے اندآ کر خواب کا پورا واقعہ سنایا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر نے بھی ایسی ہی بات بتائی ہے، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت بلال کو اسی طرح اذان کہنے کا حکم دو۔

شرح:

یہ حدیث اپنے معنی میں ظاہر ہے اس کو اگر دل میں محبت نبوی رکھ کر پڑھے گئے تو صحابہ کے عشق اور تعظیم رسول ﷺ کا اندازہ ہو جائے گا۔

فقہی مسائل:

اذان عرف شرع میں ایک خاص قسم کا اعلان ہے، جس کے لیے الفاظ مقرر ہیں، الفاظِ اذان یہ ہیں:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ	اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ	اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ	اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ
حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ	حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ	حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ	لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

اَذان سنت مؤکدہ ہے اوراس کا حکم مثل واجب ہے کہ اگراذن نہ کہی تو وہاں کے سب لوگ گنہگار ہوں گے، یہاں تک کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر کسی شہر کے سب لوگ اَذان ترک کردیں، تو میں ان سے قِتال کروں گا اور اگر ایک شخص چھوڑ دے تو اسے ماروں گا اور قید کروں گا۔

مسئلہ: مسجد میں بلا اَذان و اِقامت جماعت پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: قضا نماز مسجد میں پڑھے تو اَذان نہ کہے، اگر کوئی شخص شہر میں گھر میں نماز پڑھے اور اَذان نہ کہے تو کراہت نہیں، کہ وہاں کی مسجد کی اَذان اس کے لیے کافی ہے۔ اور کہہ لینا مستحب ہے۔ (۱)

مسئلہ: گاؤں میں مسجد ہے کہ اس میں اَذان و اِقامت ہوتی ہے، تو وہاں گھر میں نماز پڑھنے والے کا وہی حکم ہے، جو شہر میں ہے اور مسجد نہ ہو تو اَذان و اِقامت میں اس کا حکم مسافر کا سا ہے۔ (۲)

مسئلہ: اگر بیرون شہر و قریہ باغ یا کھیتی وغیرہ میں ہے اور وہ جگہ قریب ہے تو گاؤں یا شہر کی اَذان کِفایت کرتی ہے، پھر بھی اَذان کہہ لینا بہتر ہے اور جو قریب نہ ہو تو کافی نہیں، قریب کی حد یہ ہے کہ یہاں کی اَذان کی آواز وہاں تک پہنچتی ہو۔

(۹۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ قَالَ مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ۔

حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: جب مؤذن اذان کہتا تو نبی اکرم ﷺ موذن (کے کلمات) کی مثل کلمات ادا فرماتے۔

شرح:

یعنی جو الفاظ مؤذن کہتا ہے تو بھی وہی الفاظ کہو اور ایک روایت میں کہ جب نبی اکرم ﷺ اذان سنتے تو جب مؤذن "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کہتا تو نبی اکرم ﷺ اس کے جواب میں "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" کہتے تھے۔ اور ایک رایت میں آتا ہے کہ جب مؤذن "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کہتا تو نبی اکرم ﷺ اس کے جواب میں "اللھم اجعلنا من المفلحین" کہتے۔

اذان کے جواب کا طریقہ:

مُؤَذِّن صاحِب کو چاہئے کہ اَذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کر کہیں۔ اَللّٰہُ اَکبَر اَللّٰہُ اَکبَر دونوں مل کر (بغیر سَکتہ کئے ایک ساتھ پڑھنے کے اعتبار سے) ایک کَلِمہ ہیں دونوں کے بعد سَکتہ کرے (یعنی چُپ ہوجائے) اور سَکتہ کی مقدار یہ ہے کہ جواب دینے والا جواب دے لے۔ (۳)

(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الأول، ج ۱، ص ۵۴.

(۲) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الأول، ج ۱، ص ۵۴.

(۳) دُرِّمختار، رَدُّالمحتار ج2 ص66

جواب دینے والے کو چاہئے کہ جب مُؤَذِّن صاحِب اَللّٰہُ اَکبَر اَللّٰہُ اَکبَر کہہ کر سَکتہ کریں یعنی خاموش ہوں اُس وقت اَللّٰہُ اَکبَر اَللّٰہُ اَکبَر کہے۔ اسی طرح دیگر کلِمات کا جواب دے۔ جب مُؤَذِّن پہلی بار اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللہ کہے تو یہ کہے :۔ صَلَّی اللہُ عَلَیکَ یا رَسُولَ اللہ ترجمہ : آپ پر دُرُود ہو یا رسولَ اللہ (عَزَّوَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم) (رَدُّالمُحتار، ج2، ص84) جب دوبارہ کہے تو یہ کہے :۔ قُرَّۃُ عَینِی بِکَ یَا رَسُولَ اللہِ (ایضاً) یارسولَ اللہ! آپ سے میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اور ہر بار انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں سے لگالے آخر میں کہے :۔ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِی بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ۔ (ایضاً) اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ میری سننے اور دیکھنے کی قُوّت سے مجھے نفع عطا فرما۔

جو ایسا کرے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم اسے اپنے پیچھے پیچھے جنّت میں لے جائیں گے۔ (اَیضاً) حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے جواب میں (چاروں بار) لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللہ کہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کہے (یعنی مُؤَذِّن نے جو کہا وہ بھی کہے اور لاحول بھی) بلکہ مزید یہ بھی مِلا لے :۔

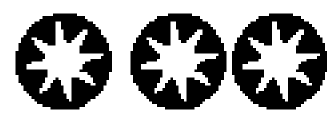
مَاشَاءَ اللہُ کَانَ وَمَالَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ۔ (۱)

ترجمہ : اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو چاہا ہوا، جو نہیں چاہا نہ ہوا۔

اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں کہے :

صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ وَبِالْحَقِّ نَطَقْتَ۔

ترجمہ : تُو سچّا اور نیکوکار ہے اور تُو نے حق کہا ہے۔ (۲)



بَابُ مَا جَاءَ فِیْ مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا

اللہ تعالیٰ کے لیے مسجد بنانے والے کے متعلق روایت

(۹۲) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللہِ بْنَ اَبِیْ اَوْفٰی یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا وَلَوْ کَمَفْحَصِ قَطَاۃٍ بَنَی اللہُ تَعَالٰی لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ۔

حضرت عبداللہ بن اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائے، اگرچہ اس کا حصہ قطا گھونسلے کے برابر ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

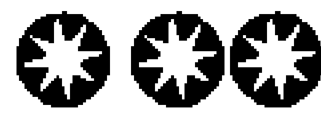
شرح:

اس حدیث کو بعینہ ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے، ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے

(۱) دُرِّمختار، رَدُّالمحتار ج2 ص 82، عالمگیری ج1 ص 57

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائی (تو جس طرح کی اس نے مسجد بنائی) رواس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں اسی طرح کا گھر بنائے گا۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے رایت کیا ہے، اور امام طبرانی نے ابوامامہ سے رایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ جنت میں اس مسجد سے وسیع گھر اس کے لیے بنائے گا۔ (۱)

حاصل کلام یہ کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہو چھوٹی سے چھوٹی مسجد بھی بنوائی یا تھوڑا سا حصہ ڈالا تو اس کا یہ عمل جنت میں گھر بنانے کے مترادف ہے اور ایک اور ایسا عمل ہے جس کا اجر اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔



بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں گمشدہ اشیاء کے اعلان کی ممانعت کا بیان

(۹۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلاً يُنْشِدُ جَمَلاً فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ لَا وَجَدْتَّ وَ فِيْ رِوَايَةٍ سَمِعَ رَجُلاً يُنْشِدُ بَعِيْرًا فَقَالَ لَا وَجَدْتَّ اِنَّ هٰذِهِ الْبُيُوْتَ بُنِيَتْ لِمَا بُنِيَتْ لَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ رَجُلاً اِطَّلَعَ رَاْسَهٗ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَنْ دَعَا اِلَى الْجَمَلِ الْاَحْمَرِ فَقَالَ لَهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا وَجَدْتَّ اِنَّمَا بُنِيَتْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهٗ.

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ کے والد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو مسجد میں اپنے گمشدہ اونٹ کا اعلان کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: تو اس کو نہ ہی پائے۔

ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو مسجد میں اپنے گمشدہ اونٹ کا اعلان کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا تو اس کو نہ ہی پائے، کیونکہ یہ مساجد اسی مقصد کے لیے ہیں جس کے لیے بنائے گئی ہیں۔

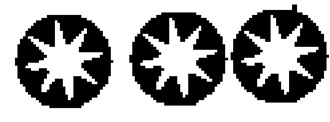
ایک روایت میں ہے: ایک شخص نے اپنا سر مسجد میں داخل کرتے ہوئے کہا: مجھے میرے سرخ اونٹ کا بارے میں کون بتائے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو اسے نہ ہی پائے، کیونکہ یہ مساجد اسی مقصد کے لیے ہیں جس کے لیے بنائے گئی ہیں۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ مسجد میں اپنے گم شدہ اونٹ کا علان کر رہا تھا، تو آپ نے فرمایا کہ اس کو اس کا اونٹ نہ ملے، اور ایک روایت میں آتا کہ آپ نے فرمایا کہ تجھے تیرا اونٹ نہ ملے، یہ اللہ تعالیٰ کے گھر (یعنی مسجدیں) نماز کے لیے بنائی گئی ہیں، اور ایک روایت میں آتا کہ کہ جب تم دیکھو کہ کوئی آدمی مسجد میں گم شدہ چیز کا علان کر رہا ہے تو تم کہو اللہ تعالیٰ

وہ چیز تم کو نہ لوٹائے بے شک مساجد اس لیے نہیں بنائی گئیں۔ (۱)

مسئلہ : مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور اس سائل کو دینا بھی منع ہے، مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کرنا منع ہے۔ (۲)



بَابُ اِلٰی اَیْنَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ

باب : نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے

(۹۴) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِهِمَا شَحْمَةَ اُذُنَیْهِ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنْ وَائِلٍ اَنَّهٗ رَأَی النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِی الصَّلٰوةِ حَتّٰی یُحَاذِیَ شَحْمَةَ اُذُنَیْهِ۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کی لو تک بلند فرماتے۔

ایک روایت میں ہے : حضرت وائل بن حضر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ دیکھا، آپ ﷺ نماز میں اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کی لو تک بلند فرماتے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کی لو تک اٹھاتے ظاہراً اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ کانوں کی لو کو چھوتے نہیں تھے۔ اور حضرت وائل بن حجر کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ کانوں کی لو تک اُٹھاتے تھے۔۔ اس کے علاوہ بھی احادیث ہین جن میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے لیکن وہ احادیث جو کثرت سے وارد ہوئیں ان میں کانوں کی لو تک کا ذکر ہے، لیکن اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانا مستحب ہے اور اس کے علاوہ دوسری جگہوں پر یعنی رکوع وسجود میں اختلاف ہے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس وقت بھی مستحب ہے۔ (۳)

حاصل کلام یہ کہ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں کی لو تک ہاتھوں کو اٹھایا جائے گا۔

تکبیر تحریمہ کا طریقہ:

حقیقۃً یہ شرائط نماز سے ہے مگر چونکہ افعال نماز سے اس کو بہت زیادہ اتصال ہے، اس وجہ سے فرائض نماز میں اس کا

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 360

(۲) الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، ج ۲، ص ۵۲۳

(۳) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص 492

شمار ہوا۔ باوضو قبلہ رُو دونوں پاؤں کے پنجوں میں چار انگل کا فاصلہ کر کے کھڑا ہو اور دونوں ہاتھ کان تک لے جائے کہ انگوٹھے کان کی لَو سے چُھو جائیں اور انگلیاں نہ ملی ہوئی رکھے نہ خوب کھولے ہوئے بلکہ اپنی حالت پر ہوں اور ہتھیلیاں قبلہ کو ہوں، نیت کر کے اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے باندھ لے۔

مسئلہ: جو شخص تکبیر کے تلفظ پر قادر نہ ہو مثلاً گونگا ہو یا کسی اور وجہ سے زبان بند ہو، اس پر تلفظ واجب نہیں، دل میں ارادہ کافی ہے۔

(۹۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ عِنْدَ التَّكْبِيْرِ وَيُسَلِّمُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَيُسَارِهٖ۔

حضرت وائل بن حجر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ نے تکبیر کے وقت اپنے ہاتھوں کو بلند فرمایا اور اپنے دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرا۔

شرح:

اس حدیث میں بیان کیا گیا کہ نبی اکرم ﷺ کی نماز کی ابتداء تکبیر تحریمہ سے ہوتی اور انتہاء سلام کے ساتھ ہوتی تھی۔

مسائل فقہی:

اگر سلام کے علاوہ کوئی دوسرا منافی نماز قصداً پایا گیا، تو نماز واجب الاعادہ ہوئی اور بلا قصد کوئی منافی پایا گیا تو نماز باطل۔ مثلاً بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد تیمم والا پانی پر قادر ہوا، یا موزہ پر مسح کیے ہوئے تھا اور مدت پوری ہوگئی یا عمل قلیل کے ساتھ موزہ اتار دیا، یا بالکل بے پڑھا تھا اور کوئی آیت بے کسی کے پڑھائے محض سننے سے یاد ہوگئی یا ننگا تھا اب پاک کپڑا بقدر ستر کسی نے لا کر دے دیا جس سے نماز ہو سکے یعنی بقدر مانع اس میں نجاست نہ ہو، یا ہو تو اس کے پاس کوئی چیز ایسی ہے جس سے پاک کر سکے یا یہ بھی نہیں، مگر اس کپڑے کی چوتھائی یا زیادہ پاک ہے یا اشارہ سے پڑھ رہا ہے اب رکوع و سجود پر قادر ہو گیا یا صاحب ترتیب کو یاد آیا کہ اس سے پہلے کی نماز نہیں پڑھی ہے اگر وہ صاحب ترتیب امام ہے تو مقتدی کی بھی گئی یا امام کو حدث ہوا اور امّی کو خلیفہ کیا اور تشہد کے بعد خلیفہ کیا تو نماز ہوگئی یا نماز فجر میں آفتاب طلوع کر آیا یا نماز جمعہ میں عصر کا وقت آ گیا یا عیدین میں نصف النہار شرعی ہو گیا یا پٹی پر مسح کیے ہوئے تھا اور زخم اچھا ہو کر وہ گر گئی یا صاحب عذر تھا اب عذر جاتا رہا یعنی اس وقت سے وہ حدث موقوف ہوا یہاں تک کہ اس کے بعد کا دوسرا وقت پورا خالی رہا یا نجس کپڑے میں نماز پڑھ رہا تھا اور اسے کوئی چیز مل گئی جس سے طہارت ہو سکتی ہے یا قضا پڑھ رہا تھا اور وقت مکروہ آ گیا یا باندی سر کھولے نماز پڑھ رہی تھی اور آزاد ہو گئی اور فوراً سر نہ ڈھانکا، ان سب صورتوں میں نماز باطل ہو گئی۔



بَابُ مَا جَآءَ فِی رَفْعِ الْیَدَیْنِ

ہاتھوں کو اٹھانے کے متعلق روایات

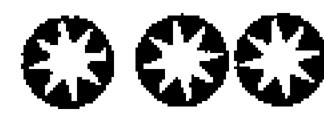
(٩٦) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ فِیْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَعْرَابِیٌّ لَمْ یُصَلِّ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً قَبْلَهَا قَطُّ اَهُوَ اَعْلَمُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَصْحَابِهٖ حَفِظَ وَلَمْ یَحْفَظُوْا یَعْنِیْ رَفْعَ الْیَدَیْنِ وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ ذَكَرَ حَدِیْثَ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ فَقَالَ اَعْرَابِیٌّ صَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا صَلّٰی صَلٰوةً قَبْلَهَا هُوَ اَعْلَمُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ ذُكِرَ عِنْدَهٗ حَدِیْثُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ یَدَیْهِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَعِنْدَ السُّجُوْدِ فَقَالَ هُوَ اَعْرَابِیٌّ لَا یَعْرِفُ الْاِسْلَامَ لَمْ یُصَلِّ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا صَلٰوةً وَّاحِدَةً وَّقَدْ حَدَّثَنِیْ مَنْ لَا اُحْصِیْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ رَفَعَ یَدَیْهِ فِیْ بَدْءِ الصَّلٰوةِ فَقَطْ وَحَكَاهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ عَبْدُ اللّٰهِ عَالِمٌ بِشَرَائِعِ الْاِسْلَامِ وَ حُدُوْدِهٖ مُتَفَقِّدٌ لِاَحْوَالِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُلَازِمٌ لَّهٗ فِیْ اِقَامَتِهٖ وَفِیْ اِسْفَارِهٖ وَقَدْ صَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَالَا یُحْصٰی۔

حضرت ابراہیم نخعی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی بابت لکھتے ہیں کہ یہ دیہات کہ رہنے والے تھے، اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ اس سے پہلے انہیں کوئی نماز پڑھنے کا شرف حاصل نہیں ہوا، تو کیا یہ حضرت عبد اللہ اور آپ کے اصحاب سے بڑے عالم ہیں کہ حضرت وائل بن حجر نے رفع یدین کو یاد کرلیا، اور یہ اسے محفوظ نہ کر سکے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی کے پاس حضرت وائل بن حجر کی یہ حدیث بیان کی گئی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو رکوع اور سجدہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے، تو حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا: وہ دیہات کہ رہنے والے تھے، اسلام کی مکمل معرفت سے قاصر تھے، انہوں نے صرف ایک نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ ادا فرمائی ہے، جبکہ دوسری طرف مجھے اتنے زیادہ راویوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پہنچائی ہے کہ میں انہیں شمار نہیں کرسکتا، اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صرف نماز کی ابتداء میں ہی ہاتھ اٹھاتے تھے اور اس کی بابت وہ نبی کریم ﷺ کا حوالہ بھی دیتے تھے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود شرائع وحذود اسلام سے واقف بھی تھے، نبی اکرم ﷺ کے احوال کی تلاش میں ہی رہتے تھے، آپ ﷺ کے ساتھ سفر وحضر میں ساتھ رہتے تھے، اور ان کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیشمار نمازیں پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔

شرح:

اس حدیث میں رفع یدین کا ذکر ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کہاں رفع یدین کیا اور کہاں نہیں کیا، حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین فرماتے تھے تو دوسروں کی بنسبت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو ترجیح ہوگی اس لیے کہ آپ اسلام کے شرائع اور حدود کے عالم تھے، اور نبی اکرم ﷺ کے اقوال، افعال، احبار، اور اسرار کی تحقیق کرنے والے تھے، اور آپ کو یہ بھی شرف حاصل تھا کہ آپ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر وحضر میں رہتے تھے، اور آپ کی ایک اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بے شمار نمازیں پڑھی ہیں۔
(علاوہ ازیں آئندہ حدیث اس کی شرح میں اپنی مثل آپ ہے)(۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِي اجْتِمَاعِ اَبِي حَنِيفَةَ وَالْاَوْزَاعِيِّ

حضرت ابوحنیفہ اور امام اوزاعی کے اجتماع کا بیان

(۹۷) سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ اجْتَمَعَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَالْاَوْزَاعِيُّ فِيْ دَارِ الْحَنَّاطِيْنَ بِمَكَّةَ فَقَالَ الْاَوْزَاعِيُّ لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ مَا بَالُكُمْ لَا تَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَكُمْ فِي الصَّلٰوةِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَعِنْدَ الرَّفْعِ مِنْهُ فَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لِاَجْلِ اَنَّهُ لَمْ يَصِحَّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ شَيْئٌ قَالَ كَيْفَ لَا يَصِحُّ وَقَدْ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَعِنْدَ الرُّكُوْعِ وَعِنْدَ الرَّفْعِ مِنْهُ فَقَالَ لَهُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَحَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَلَا يَعُوْدُ لِشَيْئٍ مِّنْ ذٰلِكَ فَقَالَ الْاَوْزَاعِيُّ اُحَدِّثُكَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ وَتَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ لَهُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ كَانَ حَمَّادٌ اَفْقَهَ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَكَانَ اِبْرَاهِيْمُ اَفْقَهَ مِنْ سَالِمٍ وَعَلْقَمَةُ لَيْسَ بِدُوْنِ ابْنِ عُمَرَ فِي الْفِقْهِ وَاِنْ كَانَتْ لِابْنِ عُمَرَ صُحْبَةٌ وَّلَهُ فَضْلُ صُحْبَةٍ فَالْاَسْوَدُ لَهُ فَضْلٌ كَثِيْرٌ وَعَبْدُ اللّٰهِ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ فَسَكَتَ الْاَوْزَاعِيُّ۔

حضرت سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مکہ کے دار الحناطین میں امام اعظم ابوحنیفہ اور امام اوزاعی اکٹھے ہو گئے، امام

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 121

اوزاعی نے امام اعظم کو کہا کہ آپ لوگ رکوع کرتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے ہاتھ کیوں نہیں اٹھاتے؟ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ نبی کریم ﷺ سے اس کی بابت کوئی صحیح حدیث منقول نہیں ہے۔ امام اوزاعی نے کہا کہ کیسے صحیح حدیث موجود نہیں ہے، حالانکہ مجھے امام زہری نے سالم کے واسطے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز شروع کرتے وقت، رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین فرمایا کرتے تھے۔

امام صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے برعکس ہمارے پاس یہ حدیث اس سند سے موجود ہے: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، کہ نبی کریم ﷺ صرف ابتداء نماز میں ہی رفع یدین کیا کرتے تھے۔

امام اوزاعی یہ سن کر کہنے لگے کہ میں آپ کے سامنے زہری بواسطہ حضرت ابن عمر بیان کر رہا ہوں اور آپ حماد عن ابراہیم کہہ رہے ہیں ؟ (یعنی آپ کی سند میں واسطے زیادہ ہیں اور میری سند میں صرف دو واسطے ہیں) تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حماد زہری سے بڑے فقیہہ تھے، ابراہیم نخعی سالم سے بڑے فقیہ تھے، اور علقمہ فقہ کے معاملے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کم نہ تھے، اگرچہ نبی کریم علیہ السلام کی صحابیت کا شرف ان کو حاصل ہے، لیکن اسود کو اور دیگر کثیر فضائل حاصل ہیں، اور رہی بات حضرت عبد اللہ بن مسعود کی تو وہ عبد اللہ بن مسعود ہیں (یعنی ان کے فضائل سے تو تم بھی واقف ہے، یہ سن کر) امام اوزاعی خاموش ہو گئے۔

شرح:

یہ حدیث ایک واقع کی صورت میں وارد ہوئی ہے جو اپنے معنی میں ظاہر ہے واللہ اعلم۔

علاوہ ازیں اس کی شرح میں مفتی احمد یار خان صاحب فرماتے ہیں۔

معظّمہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسئلہ رفع یدین میں مناظرہ ہوا، امام اوزاعی نے رفع یدین کے لیے حضرت ابن عمر کی حدیث پیش کی، امام اعظم نے جواب دیا کہ مجھ سے حماد نے روایت کی انہوں نے ابراہیم نخعی سے انہوں نے علقمہ اور اسود سے انہوں نے حضرت ابن مسعود سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوائے تکبیر اولیٰ کے کبھی رفع یدین نہ کرتے اور فرمایا کہ میری حدیث کے تمام راوی بڑے فقیہ وعالم ہیں، لہذا تمہاری حدیث سے یہ حدیث راجح ہے۔ مرقات، فتح القدیر وغیرہ۔

اعلیٰ حضرت سے کسی نے اس بارے میں ایک مسئلہ پوچھا۔

اگر امام رفع یدین کرتا ہے اور آمین پکارتا ہے اور سب مقتدی حنفی المذہب ہیں کہ آمین بالجہر اور رفع یدین نہیں کرتے اور مقتدی اس کی امامت سے پناہ مانگتے ہیں مگر وہ نماز جبراً پڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس فعل کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا خواہ میرے پیچھے کوئی نماز نہ پڑھے اور وہ علم بھی رکھتا ہے پس ایسے امام کے واسطے کیا حکم ہے اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ کیا حکم شرع شریف دیتی ہے؟

الجواب: ان بلاد میں آمین بالجہر و رفع یدین والے غیر مقلدین ہیں اور غیر مقلدین گمراہ بد دین اور ان کے پیچھے نماز ناجائز،

"کما حققنا فی النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید (اس کی پوری تحقیق ہم نے اپنے رسالے

النھی الا کید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلیدین میں کی ہے۔ت)(جو آگے آرہا ہے) اور اگر بالفرض کوئی سُنّی صحیح العقیدہ شافعی مذہب بھی آگیا ہو تو اسے ہرگز حلال نہیں کہ کراہت جمیع جماعت ونفرت جملہ مقتدیان کے ساتھ بالجبر ان کی امامت کرے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے بالشت بھر اُوپر نہیں اُٹھتی یعنی مردود ہے قبول بارگاہ کی طرف بلند نہیں کی جاتی۔

"واحد منھم من امر قوما وھم له کارھون" اُن میں ایک وہ ہے جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ ناراض ہوں (دوسرا غلام ہے جو اپنے آقا سے بھاگ جائے، تیسری وہ عورت ہے جو رات اس طرح گزارے کہ اس کا شوہر اس پر غضبناک رہے۔ (۱)

(۹۸) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ طَرِیْفٍ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْوُضُوْءُ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ وَالتَّکْبِیْرُ تَحْرِیْمُهَا وَالتَّسْلِیْمُ تَحْلِیْلُهَا وَفِیْ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ فَسَلِّمْ وَلَا تُجْزِیْ صَلٰوةٌ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ وَمَعَهَا غَیْرُهَا۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی عَنِ الْمُقْرِیِّ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ مِثْلَهٗ وَزَادَ فِیْ اٰخِرِهٖ قُلْتُ لِاَبِیْ حَنِیْفَةَ مَا یَعْنِیْ بِقَوْلِهٖ فِیْ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ فَسَلِّمْ فَقَالَ یَعْنِی التَّشَهُّدَ قَالَ الْمُقْرِیُّ صَدَقَ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ نَحْوَهٗ وَزَادَ فِیْ اٰخِرِهٖ وَلَا یُجْزِئُ صَلٰوةٌ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ وَمَعَهَا شَیْئٌ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وضو نماز کی کنجی ہے، اور تکبیر نماز میں دوسری اشیاء کو حرام کر دیتی ہے، اور سلام ان کو حلال کر دیتا ہے، اور ہر دو رکعات پر سلام پڑھو، اور سورت فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورت ملائے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

ایک روایت میں حضرت مقری امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی روایت کرتے ہیں، اور اس کے آخر میں یہ زیادتی ہے: میں (مقری) نے حضرت امام ابو حنیفہ سے پوچھا: آپ ﷺ کے اس فرمان: ہر دو رکعات پر سلام پڑھو، سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے جواب دیا اس سے مراد تشہد ہے، حضرت مقری نے کہا: سچ ہے۔

ایک روایت میں اسی کی مثل ہے، اور اس کے آخر میں ہے: اور سورت فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور شے (کوئی سورت وغیرہ) ملائے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

شرح:

وضو نماز کی کنجی ہے یعنی اس کی شرائط میں سے ایک شرط ہے کہ اس کے بغیر یا اس کے قائم مقام یعنی غسل وتیمم کے بغیر نماز میں داخل ہونا جائز نہیں، اور تکبیر تحریمہ بھی ایسی شرط ہے جو نماز کے ارکان کے ساتھ ملی ہوئی ہے، بعض لوگوں نے اس کو نماز کے

(۱) المصنف لعبد الرزاق باب الآبق من سیدہ مطبوعہ المجلس العلمی بیروت ۱۱/۲۴۷، فتاویٰ رضویہ، ج 6، ص 377

ارکان سے شمار کیا ہے، اور اس کو تحریمہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ نماز پڑھنے والے پر وہ افعال جو اس کے لیے پہلے جائز تھے حرام کر دیتی ہے (جیسے کلام، مشی، کھانا، پینا، وغیرہ) اور سلام ان افعال کو پھر حلال کر دیتا ہے۔ اور ہر دو رکعت میں تشہد ہے یعنی اس میں نبی اکرم ﷺ اور صالحین پر رحمت کی دعا کی جائے، اور نماز اتنی دیر تک کامل نہیں جب تک اس میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ اس کا غیر یعنی ایک چھوٹی سورت یا تین آیات کی تلاوت نہ کرے، امام شافعی کے نزدیک سورہ فاتحہ نماز کا رکن ہے اور اس کے ساتھ سورت ملانا سنت ہے۔ (۱)

امام کے پیچھے قراءت:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ) (پ۲۹، المزمل: ۲۰.)

قرآن سے جو میسّر آئے پڑھو۔

اور فرماتا ہے:

(وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾) (پ۹، الاعراف. ۲۰۴:)

جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سُنو اور چپ رہو، اس امید پر کہ رحم کیے جاؤ۔

امام بخاری و مسلم نے عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی، اس کی نماز نہیں۔ (۲)

یعنی نماز کامل نہیں، چنانچہ دوسری روایت صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے (فَهِيَ خِدَاجٌ) وہ نماز ناقص ہے (۳)

یہ حکم اس کے لیے ہے جو امام ہو یا تنہا پڑھتا ہو اور مقتدی کو خود پڑھنا نہیں، بلکہ امام کی قراءت اس کی قراءت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو امام کے پیچھے ہو تو امام کی قراءت، اس کی قراءت ہے۔

اس حدیث کو امام محمد اور ترمذی و حاکم نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اسی کے مثل امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کی امام حلبی نے فرمایا: کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (۴)

امام ابوجعفر شرح معانی الآثار میں روایت کرتے ہیں، کہ حضرت عبداللہ بن عمر و زید بن ثابت و جابر بن عبداللہ رضی اللہ

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم ص، 314

(۲) ،صحیح البخاری،، کتاب الأذان، باب وجوب القراءۃ...إلخ، الحدیث: ۷۵۶، ج۱، ص۲۶۷.

(۳) ،صحیح مسلم،، کتاب الصلاۃ، باب وجوب القراءۃ الفاتحۃ...إلخ، الحدیث: ۳۹۵، ص۲۰۸.

(۴) المسند، للإمام أحمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، الحدیث: ۱۴۶۴۹، ج۵، ص۱۰۰.

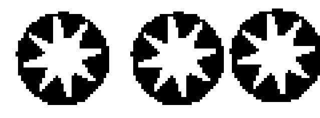
تعالیٰ عنہم سے سوال ہوا ان سب حضرات نے فرمایا :، امام کے پیچھے کسی نماز میں قراءت نہ کر۔ (۱)

امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مؤطا میں روایت کی، کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام کے پیچھے قراءت کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا :، خاموش رہ کہ نماز میں شغل ہے اور امام کی قراءت تجھے کافی ہے۔ (۲)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :، میں دوست رکھتا ہوں کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرے، اس کے مونھ میں انگارا ہو۔ (۳)

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :، جو امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے، کاش اس کے مونھ میں پتھر ہو۔ (۴)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے، کہ فرمایا :، جس نے امام کے پیچھے قراءت کی، اس نے فطرت سے خطا کی۔ (۵)



بَابُ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِقِرَاءَۃٍ وَلَوْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ

قراءت کے بغیر نماز نہیں ہے، اگرچہ قراءت سورہ فاتحہ ہی کیوں نہ ہو

(۹۹) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ نَادٰی مُنَادِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِقِرَاءَۃٍ وَّلَوْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے مدینہ میں یہ ندا لگائی : قراءت کے بغیر نماز نہیں ہے، اگرچہ قراءت سورہ فاتحہ ہی کیوں نہ ہو۔

شرح:

یعنی سورہ فاتحہ واجب ہے جو فرض کے قائم مقام ہے، اور نماز اتنی دیر تک صحیح نہیں ہوگی جب تک اس میں سورت فاتحہ نہ پڑھی جائے، اور مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ" قرات کے بغیر نماز نہیں،" یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرات نماز کا رکن ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر قرات نہ کی

(۱) شرح معانی الآثار، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ خلف الامام، الحدیث ۱۲۷۸ :، ج ۱، ص ۲۸۴

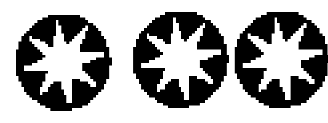
(۲) الموطا، باب القراءۃ فی الصلاۃ خلف الامام، الحدیث ۱۱۹ :، ص ۶۲

(۳) المصنف، لابن آبی شیبۃ، کتاب الصلاۃ، باب من کرہ القراءۃ خلف الامام، الحدیث ۷ :، ج ۱، ص ۴۱۲

(۴) المصنف، لعبدالرزاق، باب القراءۃ خلف الامام، الحدیث ۲۸۰۹ :، ج ۲، ص ۹۰

(۵) المصنف، لابن آبی شیبۃ، کتاب الصلاۃ، باب من کرہ القراءۃ خلف الامام، الحدیث ۶ :، ج ۱، ص ۴۱۲

جائے تو نماز نہیں ہوگی۔اور قرات امام شافعی کے نزدیک نماز کی ہر رکعت میں فرض ہے اس لیے کہ ہر رکعت نماز ہے تو نماز قرات کے بغیر نہیں ہوتی لہذا امام شافعی کے نزدیک قرات ہر رکعت میں فرض ہے۔اور امام مالک کے نزدیک تین رکعات میں فرض ہے اکثر کو کل کے قائم مقام کرتے ہوئے،اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دو رکعتوں میں فرض ہے کیونکہ حدیث میں صرحتاً صلوۃ کا ذکر ہے اور اس سے صلوۃ کامل یعنی دو رکعت والی نماز مراد ہوگی،(باقی قرات کے متعلق کافی کلام ہو چکا، ابو الاحمد غفرلہ)(۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَرْکِ الْجَهْرِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو اونچی آواز سے نہ پڑھنے کا بیان

(۱۰۰) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ لَا یَجْهَرُوْنَ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ،حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اونچی آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔

شرح:

اس حدیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو بسم اللہ سورت فاتحہ وغیرہ کے شروع میں پڑھی جاتی ہے اس کو جہر نہیں کرتے تھے،امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو وائل سے اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ،آپ بسم اللہ ،تعوذ ،ربنا لک الحمد،آہستہ کہتے تھے،۔حاصل کلام یہ کہ بسم اللہ کو آہستی آواز سے پڑھا جائے گا۔

امام طبرانی نے حضرت حسن سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ابو بکر، حضرت عمر،حضرت عثان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسم اللہ کو آہستہ آواز سے پڑھتے تھے۔(علاوہ ازیں آئندہ حدیث اس کی شرح میں اپنی مثل آپ ہے)(۱)

حاصل کلام یہ کہ نماز میں بسم اللہ کو آہستہ آواز کے ساتھ پڑھا جائے گا،اور یہی نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت مبارکہ ہے۔

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،علی مسند الامام الاعظم،ص، 140

(۱۰۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ اَنَّهٗ صَلّٰى خَلْفَ اِمَامٍ فَجَهَرَ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اِحْبِسْ عَنَّا نَغْمَتَكَ هٰذِهٖ فَاِنِّيْ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْهُمْ يَجْهَرُوْنَ بِهَا وَهٰذَا صَحَابِيٌّ قَالَ الْجَامِعُ وَرَوَتْ جَمَاعَةٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ وَهُوَ الصَّوَابُ لِاَنَّ هٰذَا الْخَبَرَ مَشْهُوْرٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ۔

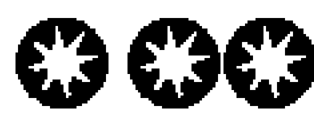
حضرت یزید بن عبداللہ مغفل سے مروی ہے کہ انہوں نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اونچی آواز سے پڑھی، جب اس نے سلام پھیرا، تو حضرت یزید بن عبداللہ نے کہا: اے اللہ کے بندے اپنی آوز کو ہم سے روک، کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی، خلفائے ثلاثہ کا مقتدی بھی رہا، لیکن میں نے کبھی ان کو تسمیہ اونچی آواز سے پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

یہ صحابی رسول ہیں، جامع نے کہا ہے کہا اس حدیث کو ایک بڑی جماعت نے اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے: عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، کہا گیا ہے کہ یہی سند صحیح ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مغفل سے یہ خبر مشہور ہے۔

شرح:

حضرت یزید کا یہ فرمان کہ میں نے نبی اکرم ﷺ اور خلفائے اربعہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صحابی ہیں، اور یہ حدیث متصل مرفوع ہے،

ایک روایت میں حضرت انس فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ بسم اللہ میں جہر نہیں کرتے تھے اور آپ سے ہی روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ اور خلفائے اربعہ کے پیچھے نماز پڑھی ان میں سے ہر ایک بسم اللہ کو آہستہ آواز سے پڑھتا تھا۔ (۱)



(۱) [illegible]

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَآءِ

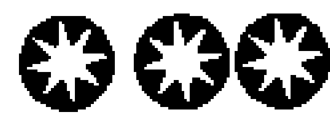
عشاء میں قراءت کے متعلق روایت

(۱۰۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَدِيٍّ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ وَقَرَاَ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی، آپ ﷺ نے اس میں والتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ تلاوت فرمائی۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے والتین پہلی رکعت میں پڑھی اور دوسری میں انا انزلناہ فی لیلۃ القدر" پڑھی اور صحیحین میں ہے کہ آپ نے عشاء کی نماز میں "اذا السماء انشقت" پڑھی اور حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم نماز عشاء میں سورۃ البروج اور انشقاق کی مانند کیوں نہیں پڑھتے۔



بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ

نماز فجر میں قرات کا بیان

(۱۰۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَمِسْعَرٌ عَنْ زِيَادٍ عَنْ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِيْ اِحْدٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ۔

حضرت قطبہ بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فجر کی دو رکعات میں سے ایک میں" وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ" تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے۔

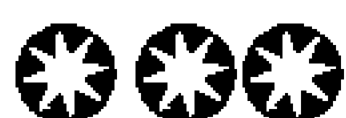
شرح:

یعنی میں نے نبی اکرم ﷺ کو فجر کے فرائض میں سے کسی ایک رکعت میں "وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ، وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ، پڑھتے سنا۔ (ان احادیث کے پیش نظر احناف نے فجر میں طوال مفصل کا پڑھنا مسنون قرار دیا ہے)(۱)

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 277

مسئلہ: حضر میں جب کہ وقت تنگ نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر وظہر میں طوال مفصل پڑھے اور عصر وعشا میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل اور ان سب صورتوں میں امام ومنفرد دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔(۱)

فائدہ: حجرات سے آخر تک قرآن مجید کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں، اس کے یہ تین حصے ہیں، سورۂ حجرات سے بروج تک طوال مفصل اور بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل اور لم یکن سے آخر تک قصار مفصل۔



بَابُ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ قِرَاءَةٌ لِّمَنْ خَلْفَهُ

باب: امام کی قراءت ہی پیچھے کھڑے ہونے والوں کی قراءت ہے

(۱۰۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُوْسٰى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ رَجُلًا قَرَاَ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ اَوِ الْعَصْرِ وَاَوْمَا اِلَيْهِ رَجُلٌ فَنَهَاهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَتَنْهَانِيْ اَنْ اَقْرَءَ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَذَاكَرَا ذٰلِكَ حَتّٰى سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْاِمَامِ فَاِنَّ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ جَابِرٌ قَرَاَ رَجُلٌ خَلْفَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهَاهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ فَقَرَاَ رَجُلٌ خَلْفَهُ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ اَيُّكُمْ قَرَاَ خَلْفِيْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَجُلٌ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْاِمَامِ فَاِنَّ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اِنْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ اَوِ الْعَصْرِ فَقَالَ مَنْ قَرَاَ مِنْكُمْ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى فَسَكَتَ الْقَوْمُ حَتّٰى سَاَلَ عَنْ ذٰلِكَ مِرَارًا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُكَ تُنَازِعُنِيْ اَوْ تُخَالِجُنِي الْقُرْاٰنَ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نماز ظہر یا عصر میں نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں قراءت کی، ایک شخص نے اس کو

---

(۱) الدر المختار، کتاب الصلاۃ، فصل فی القراءۃ، ج ۲، ص ۳۱۷ وغیرہ۔

اشارہ کر کہ اس سے منع فرمایا، پس جب اس نے سلام پھیرا تو اس نے کہا : کیا تو مجھے نبی کریم ﷺ کے پیچھے قراءت کرنے سے منع کرتے ہو؟ ان دونوں کی اس معاملے میں آواز اتنی بلند ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ نے سن لیا، آپ ﷺ نے فرمایا : جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قراءت کی تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔

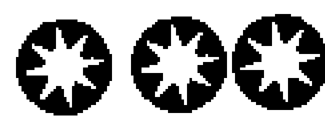
ایک رویت میں ہے : رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، تو ایک آدمی نے آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کی، جب آپ ﷺ نے نماز مکمل فرمالی تو فرمایا : تم میں سے کس نے میرے پیچھے قراءت کی، تین مرتبہ آپ ﷺ نے یہ کلام فرمایا، تو ایک آدمی نے عرض کی : میں نے یارسول اللہ ﷺ !۔ آپ ﷺ نے فرمایا : جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے، تو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔

اور ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نماز ظہر یا عصر سے فارغ ہوئے تو فرمایا : تم میں سے کس نے "سبح اسم ربک الاعلیٰ" تلاوت کی؟ لوگ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے کئی مرتبہ پوچھا، لوگوں میں سے ایک آدمی نے عرض کی : میں نے یارسول اللہ ﷺ ! تلاوت کی، آپ ﷺ نے فرمایا : میں دیکھ رہا تھا کہ قرآن کے معاملے میں تم مجھ سے جھگڑ رہے ہو۔

شرح:

امام ابوداؤد نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "جب امام قرآن میں جہر کرے تو تم کچھ بھی نہ پڑھو"۔

(اس حدیث کی مزید شرح کے لیے حدیث نمبر 98 کی شرح کا مطالعہ فرمائیے۔)



بَابُ مَا جَآءَ فِي نَسْخِ التَّطْبِيقِ

تطبیق کے منسوخ ہونے کا بیان

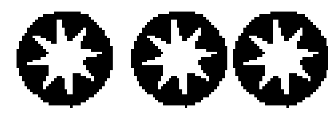
(۱۰۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ يَعْفُوْرَ عَمَّنْ حَدَّثَهٗ عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُطَبِّقُ ثُمَّ اُمِرْنَا بِالرُّكَبِ.

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم پہلے تطبیق کیا کرتے تھے، پھر ہمیں گھٹنے (پکڑنے) کا حکم ہوا۔

شرح:

حضرت سعد بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم تطبیق کرتے تھے پھر ہم کو حکم دیا گیا کہ ہم رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھیں،

تطبیق رکوع میں اپنی رانوں پر ہاتھ رکھنے کو کہتے ہیں، امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا اے بیٹے جب تم رکوع کرو تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھو اور اپنی انگلیوں کو کشادہ رکھو، اور اپنے بازو اپنے پہلو سے دور رکھو۔ (خیال رہے کہ یہ مرد کے رکوع کا طریقہ ہے عورت جتنا سمٹ سکتی ہے مناسب ہے کہ سمٹ کر تمام نماز پڑھے اس لیے کہ اس میں ہی اس کا پردہ ہے، ابوالاحمد غفرلہ)(۱)



بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ

باب: جب اپنا سر رکوع سے اٹھائے تو کیا کہے

(۱۰۶) اِبْنُ اَبِي السَّبْعِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ رَأَيْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ يَسْأَلُ عَطَاءً عَنِ الْاِمَامِ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَيَقُوْلُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ قَالَ مَا عَلَيْهِ اَنْ يَّقُوْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ رَوٰى عَنِ ابْنِ عُمَرَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقَالَ رَجُلٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ذَا الْمُتَكَلِّمُ بِهٰذِهٖ قَالَهَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ الرَّجُلُ اَنَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ فَوَالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ لَقَدْ رَأَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلٰثِيْنَ مَلَكًا يَّبْتَدِرُوْنَ اَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا لَكَ وَاَوَّلُ مَنْ يَّرْفَعُهَا۔

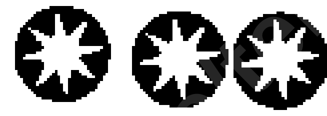
حضرت ابن ابی السبع بن طلحہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے امام کے "سمع اللہ لمن حمدہ" کی بابت سوال کیا، کہ کیا امام بھی "ربنا لک الحمد" کہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ اس پر ضروری نہیں ہے۔ پھر آپ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ ہم کو نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی، جب آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا، تو پڑھا: "سمع اللہ لمن حمدہ" تو اس کے جواب میں ایک آدمی نے کہا: "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ"، جب نبی کریم ﷺ نے نماز مکمل فرمالی تو فرمایا: ان کلمات کو کس نے پڑھا؟ تین مرتبہ آپ ﷺ نے پوچھا، تو ایک آدمی نے کہا: یا نبی اللہ ﷺ میں نے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں نے تیس (30) سے زائد فرشتے ایسے دیکھے جو تمہارے لیے نیکیاں لکھنے میں جلدی کر رہے تھے، اور ان کلمات کو اوپر لی جانے میں جلدی کر رہے تھے۔

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 545

شرح:

یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کہ جب امام "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے کیا اس نے "ربنا لک الحمد" بھی کہنا ہے؟ تو حضرت عطاء بن ابی رباح نے فرمایا کہ اس پر کچھ نہیں، اور شرح اقطع میں امام اعظم سے مروی ہے کہ امام ان دونوں کلمات کو جمع کرے گا اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے صحیح قول کے مطابق اسی کو امام ابو یوسف اور امام محمد نے اختیار کیا ہے جیسا کہ ابن مالک نے شرح مشارق میں فرمایا۔

اور مذہب میں مشہور یہ ہے کہ اگر منفرد ہو تو دونوں کلمات پڑھے گا ورنہ امام کو صرف تسبیح اور مقتدی کو صرف تحمید کافی ہے۔ اسی قول کو امام شافعی اور آپ کے اصحاب نے اختیار کیا ہے اور یہی امام مالک، امام احمد، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا مذہب ہے اور اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ "جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد" کہو اس لیے کہ تقسیم شرکت کے منافی ہے (یعنی نبی اکرم ﷺ نے امام اور مقتدی کے درمیان سمع اللہ لمن حمدہ" اور "اللھم ربنا لک الحمد" میں تقسیم فرمادی ہے اور تقسیم میں ایک دوسرے کا شریک نہیں ہوتا) جیسا کہ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مذکورہ حدیث وارد ہوئی ہے۔ (۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِيْ وَضْعِ الرُّكْبَتَيْنِ قَبْلَ الْيَدَيْنِ فِي السُّجُوْدِ

سجدے میں ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھنے کا بیان

(۱۰۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَامَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھتے، اور جب کھڑے ہوتے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھوں کو اٹھاتے۔

شرح:

یعنی جب نبی اکرم ﷺ سجدہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو زمین پر اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنے رکھتے اور جب رکعت سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھ اٹھاتے تھے، اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (۲)

---

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 159

(۲) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 494

بَابُ مَا جَآءَ فِي السُّجُوْدِ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْضَاء

سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا بیان

(۱۰۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَوْ غَيْرِهٖ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُوْحِيَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ۔

حضرت ابن عباس یا کسی اور صحابی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔

شرح:

حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اصحاب رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے اگرچہ ان کے نام معلوم نہیں پھر بھی ان کے ناموں کی جہالت کوئی نقصان نہیں دیتی اس لیے کہ تمام اصحاب رسول ﷺ عادل ہیں۔ (نبی اکرم ﷺ کی طرف وحی فرمائی گئی کہ آپ سات ہڈیوں پر سجدہ کریں) اور وہ پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، اور دونوں قدم ہیں۔

شیخین، امام ابو داؤد، امام نسائی علیہم الرحمۃ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کرو، پیشانی، دو ہاتھ، دو گھٹنے، اور قدموں کی طرفوں پر"۔ تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ سجدہ سات ہڈیوں پر ہی مشروع ہے، اور وہ سات ہڈیاں چہرا، دو گھٹنے، دو ہاتھ، اور دونوں قدموں کی انگلیوں کی طرفیں ہیں، اور اس میں فرض کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سجدہ میں فرض پیشانی اور ناک ہے، اور ایک روایت میں قدموں کی اطراف کا بھی ذکر ہے،۔ اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کا پیشانی کے بارے میں ایک قول ہے اور باقی اعضاء کے بارے میں دو قول ہیں اور ان میں سے مشہور قول وجوب کا ہے، یہی امام احمد کا قول ہے اور امام مالک کے مذہب میں روایات مختلف ہیں ابن قاسم نے فرض کو صرف پیشانی کے ساتھ اختیار کیا ہے۔ (۱)

(۱۰۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِنْسَانُ يَسْجُدُ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظَمٍ جَبْهَتِهٖ وَيَدَيْهِ وَرُكْبَتَيْهِ وَمُقَدَّمِ قَدَمَيْهِ وَاِذَا سَجَدَ اَحَدُكُمْ فَلْيَضَعْ كُلَّ عُضْوٍ مَوْضِعَهٗ وَاِذَا رَكَعَ فَلَا يُدَبِّحْ تَدْبِيْحَ الْحِمَارِ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان سات ہڈیوں پر سجدہ کرے: پیشانی، دونوں ہاتھ۔ دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں کا اگلا حصہ۔ اور تم سے کوئی شخص جب سجدہ کرے تو ہر عضو کو اس کے مقام پر رکھے، اور جب رکوع کرے تو گدھوں کی طرح حد سے زیادہ سر کو نہ جھکائے۔

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم ص ۱۹۰

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انسان (مصلی) سات ہڈیوں پر سجدہ کرتا ہے پیشانی، دو ہاتھ، دو گھٹنے، اور قدموں اگلے حصے پر" جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو ہر عضو کو اپنی جگہ پر رکھے یعنی ہر عضو کو اس کا حق دے، اور جب رکوع کرے تو گدھے کی طرح نہ جھکے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ سر کو اتنا جھکا لے کہ سر کمر سے بھی نیچے چلا جائے۔ (۱)

(۱۱۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَمُدَّ رِجْلَيْهِ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ يَسْجُدُ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ جَبْهَتِهٖ وَيَدَيْهِ وَرُكْبَتَيْهِ وَرِجْلَيْهِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ اِذَا سَجَدَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَمُدَّ صُلْبَهٗ. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّمُدَّ الرَّجُلُ صُلْبَهٗ فِيْ سُجُوْدِهٖ.

حضرت ابونضرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اپنی ٹانگوں کو لمبا مت کرے، کیونکہ انسان سات ہڈیوں پر سجدہ کرتا ہے: پیشانی، دونوں ہاتھ۔ دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں۔

ایک روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اپنی پشت کو لمبا مت کرے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آدمی کا سجدہ میں پشت کو لمبا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

شرح:

اس کی شرح ماقبل حدیث میں دیکھ لی جائے۔ واللہ اعلم،

(۱۱۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ وَلَا اَكُفَّ شَعْرًا وَّلَا ثَوْبًا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے (نماز میں) سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے، بال اور کپڑے نہ سمیٹنے کا حکم دیا گیا ہے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے میرے اس رب نے حکم دیا ہے جس کے علاوہ کسی کا حکم نہیں کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کرواور بالوں کو نہ سمیٹوں یعنی ان کو چھوڑ دوں باندھوں نہ، اور نہ کپڑے کو سمیٹوں یعنی اس کو زمین سے دور نہ کرو، (جیسا کہ اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ جب سجدہ کرتے ہیں تو اپنے کپڑے سمیٹ لیتے ہیں) نماز میں بالوں اور کپڑوں کو سمیٹنا مکروہ ہے، اس حدیث کو شیخین، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ علیہم الرحمۃ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (۲)

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 315

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 185

بَابُ لَایَفْتَرِشُ ذِرَاعَیْهِ فِی السُّجُوْدِ

سجدے میں کلائیاں نہ پھیلانے کا بیان

(۱۱۲) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَیْمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی فَلَایَفْتَرِشْ ذِرَاعَیْهِ اِفْتِرَاشَ الْکَلْبِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو نماز ادا کرے، وہ ا کلائیوں کو کتے کی طرح نہ بچھائے۔

شرح:

یعنی جو فرض و نوافل پڑھے تو اپنے بازو کتے کی طرح زمین پر نہ بچھائے کو امام عبدالرزاق نے مصنف میں امام سفیان ثور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، حضرت آدم بن علی الکبری فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور میں اپنے بازو زمین سے نہ کرتا تھا میرے چچا نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے بھتیجے درندوں کی طرح نہ پھیلو اور اپنے بازو دور رکھو، حضرت عبداللہ بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے بازو پھیلاتے تھے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھائی دیتی تھی۔ (۱)

فقہی مسائل:

حدیث میں ہے: ،سب سے زیادہ قرب بندہ کو خدا سے اس حالت میں ہے کہ سجدہ میں ہو، لہٰذا دُعا زیادہ کرو۔،

اس حدیث کو مُسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ پیشانی کا زمین پر جمنا سجدہ کی حقیقت ہے اور پاؤں ک ایک انگلی کا پیٹ لگنا شرط۔ (مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ رحمۃ الرحمن، فتاویٰ رضویہ، میں فرماتے ہیں: ،حالت سجدہ میں قدم کی دس انگلیوں میں سے ایک کے باطن پر اعتماد مذہب معتمد اور مفتیٰ بہ میں فرض ہے اور دونوں پاؤں کی تمام یا اکثر انگلیوں اعتماد بعید نہیں کہ واجب ہو، اس بنا پر جو، حلیہ، میں ہے اور قبلہ کی طرف متوجہ کرنا بغیر کسی انحراف کے سنت ہے۔ (۲)

تو اگر کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے، نماز نہ ہوئی بلکہ اگر صرف انگلی کی نوک زمین سے لگی جب بھی نہ ہوئی اس مسئلہ سے بہت لوگ غافل ہیں۔ (۳)

مسئلہ: اگر کسی عذر کے سبب پیشانی زمین پر نہیں لگا سکتا، تو صرف ناک سے سجدہ کرے پھر بھی فقط ناک کی نوک لگنا کاف نہیں، بلکہ ناک کی ہڈی زمین پر لگنا ضرور ہے۔ (۴)

---

(۱) صحیح مسلم،، کتاب الصلاۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود، الحدیث ۴۸۲: ص ۲۵۰.

(۲) الفتاوی الرضویۃ،، ج ۷، ص ۳۷۶.

(۳) الدرالمختار،، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج ۲، ص ۱۶۷، ۲۴۹۔ ۲۵۱، و، الفتاوی الرضویۃ،، ج ۷، ص ۳۶۳۔ ۳۷۶.

(۴) الفتاوی الھندیۃ،، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع فی صفۃ الصلاۃ، الفصل الأول، ج ۱، ص ۷۰.

مسئلہ: رخسارہ یا ٹھوڑی زمین پر لگانے سے سجدہ نہ ہوگا خواہ عذر کے سبب ہو یا بلا عذر، اگر عذر ہو تو اشارہ کا حکم ہے۔

مسئلہ: ہر رکعت میں دو بار سجدہ فرض ہے۔

مسئلہ: کسی نرم چیز مثلاً گھاس، روئی، قالین وغیرہا پر سجدہ کیا تو اگر پیشانی جم گئی یعنی اتنی دبی کہ اب دبانے سے نہ دبے تو جائز ہے، ورنہ نہیں۔(۱)

بعض جگہ جاڑوں میں مسجد میں پیال (یعنی چاول کا بھس۔) بچھاتے ہیں، ان لوگوں کو سجدہ کرنے میں اس کا لحاظ بہت ضروری ہے کہ اگر پیشانی خوب نہ دبی، تو نماز ہی نہ ہوئی اور ناک ہڈی تک نہ دبی تو مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوئی، کمانی دار (یعنی اسپرنگ والے۔) گدّے پر سجدہ میں پیشانی خوب نہیں دبتی لہٰذا نماز نہ ہوگی، ریل کے بعض درجوں میں بعض گاڑیوں میں اسی قسم کے گدّے ہوتے ہیں اس گدّے سے اتر کر نماز پڑھنی چاہیے۔

مسئلہ: دو پہیا گاڑی یکّہ وغیرہ پر سجدہ کیا تو اگر اس کا جوا (یعنی وہ لکڑی جو گاڑی یا ہل کے بیلوں کے کندھے پر رکھی جاتی ہے۔) یا بَم (یعنی گھوڑا گاڑی کا بانس جس میں گھوڑا جوتا جاتا ہے۔) بیل اور گھوڑے پر ہے، سجدہ نہ ہوا اور زمین پر رکھا ہے، تو ہو گیا۔

بہلی کا کھٹولا (یعنی بیلوں کی چھوٹی گاڑی کی چھوٹی سی چارپائی۔) اگر بانوں سے بنا ہوا ہو تو اتنا سخت بنا ہو کہ سر ٹھہر جائے دبانے سے اب نہ دبے، ورنہ نہ ہوگی۔

مسئلہ: جوار، باجرہ وغیرہ چھوٹے دانوں پر جن پر پیشانی نہ جمے، سجدہ نہ ہوگا البتہ اگر بوری وغیرہ میں خوب کس کر بھر دیئے گئے کہ پیشانی جمنے سے مانع نہ ہوں، تو ہو جائے گا۔(۲)

مسئلہ: اگر کسی عذر مثلاً اژدہام (یعنی بھیڑ۔مجمع۔) کی وجہ سے اپنی ران پر سجدہ کیا جائز ہے۔ اور بلا عذر باطل اور گھٹنے پر عذر و بلا عذر کسی حالت میں نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ: اژدہام کی وجہ سے دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کیا اور وہ اس نماز میں اس کا شریک ہے، تو جائز ہے ورنہ ناجائز، خواہ وہ نماز ہی میں نہ ہو یا نماز میں تو ہے مگر اس کا شریک نہ ہو، یعنی دونوں اپنی اپنی پڑھتے ہوں۔

مسئلہ: ہتھیلی یا آستین یا عمامہ کے پیچ یا کسی اور کپڑے پر جسے پہنے ہوئے ہے سجدہ کیا اور نیچے کی جگہ ناپاک ہے تو سجدہ نہ ہوا، ہاں ان سب صورتوں میں جب کہ پھر پاک جگہ پر سجدہ کر لیا، تو ہو گیا۔(۲)

مسئلہ: عمامہ کے پیچ پر سجدہ کیا اگر ماتھا خوب جم گیا، سجدہ ہو گیا اور ماتھا نہ جما بلکہ فقط چھو گیا کہ دبانے سے دبے گا یا سر کا کوئی حصہ لگا، تو نہ ہوا۔

مسئلہ: ایسی جگہ سجدہ کیا کہ قدم کی بہ نسبت بارہ اونگل سے زیادہ اونچی ہے، سجدہ نہ ہوا، ورنہ ہو گیا۔

مسئلہ: کسی چھوٹے پتھر پر سجدہ کیا، اگر زیادہ حصہ پیشانی کا لگ گیا ہو گیا، ورنہ نہیں۔

---

(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع فی صفۃ الصلاۃ، الفصل الأول، ج ۱، ص ۷۰۔

(۲) منیۃ المصلی، مسائل الفریضۃ الخامسۃ ای السجود، ص ۲۶۳۔

بَابُ الْقُنُوْتِ فِي الْفَجْرِ

نمازِ فجر میں قنوت کا بیان

(۱۱۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقْنُتْ فِي الْفَجْرِ قَطُّ اِلَّا شَهْرًا وَّاحِدًا لَمْ يُرَ قَبْلَ ذٰلِكَ وَلَا بَعْدَهٗ يَدْعُوْ عَلٰى نَاسٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ.

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صرف ایک ماہ فجر میں قنوت ادا فرمائی، اس سے پہلے اور بعد میں آپ ﷺ کو (نمازِ فجر میں) دعائے قنوت پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ (اس ایک ماہ میں) آپ ﷺ مشرکین کے خلاف دعا فرماتے۔

شرح:

دارقطنی وغیرہ نے جو ابوجعفر رازی سے حضرت انس کی رایت نقل کی ہے کہ " نبی اکرم ﷺ ہمیشہ فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھتے رہے یہاں تک کہ دنیا سے انتقال فرما گئے، یہ حدیث حضرت عاصم بن سلیمان کی حدیث کے معارض ہے حضرت عاصم بن سلیمان فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فجر کی نماز میں ہمیشہ دعائے قنوت پڑھی ہے تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے تو صرف ایک ماہ مشرکین کے خلاف دعائے قنوت پڑھی ہے۔

امام طبرانی نے حضرت غالب بن فرقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ کے پاس دو ماہ رہا آپ نے ان دو ماہ میں کبھی بھی فجر کی نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھی۔ (۱)

(۱۱۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ لَمْ يَقْنُتْ اِلَّا اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا يَّدْعُوْ عَلٰى عُصَيَّةَ وَذَكْوَانَ ثُمَّ لَمْ يَقْنُتْ اِلٰى اَنْ مَّاتَ.

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صرف 40 دن دعائے قنوت ادا فرمائی، ان دنوں آپ ﷺ قبیلہ ذکوان اور عصیہ کے خلاف دعا فرماتے تھے، اس کے بعد تاوفات آپ ﷺ نے (نمازِ فجر میں) دعائے قنوت ادا نہ فرمائی۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے فجر کی نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھی سوائے چالیس دن کے اور یہ ایک عارضہ کی وجہ سے تھا

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 105

جیسا کہ اگلے مفہوم سے ظاہر ہے اس میں نبی اکرم ﷺ قبیلہ عصیہ، ذکوان کے خلاف دعا کرتے تھے، اس کے بعد آپ ﷺ نے نماز فجر میں دعائے قنوت نہیں پڑھی یہاں تک کہ آپ ﷺ وصال فرما گئے،

امام بزار، ابن شیبہ، طبرانی اور امام طحاوی علیہم الرحمۃ نے روایت کیا ہے، حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے صرف ایک ماہ ہی دعائے قنوت پڑھی ہے پھر آپ نے اس کو چھوڑ دیا نہ اس سے پہلے پڑھی اور نہ بعد میں، یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فجر میں دعائے قنوت پڑھنے منسوخ ہو چکا ہے۔ (۱)

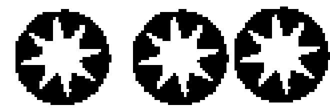
امام شافعی علیہ الرحمہ کا بارگاہِ امام ابوحنیفہ (علیہ الرحمہ) میں ادب و احترام کا یہ عالم تھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور آپ کی قبر پر حاضری دیتا ہوں اور جب مجھے کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز نفل ادا کرتا ہوں اور ان کی قبر کے قریب آ کر اس کے حل کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو میری حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔ اور ایک مستند روایت یہ ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے نماز فجر امام اعظم علیہ الرحمہ کی قبر کے نزدیک ادا کی تو اس میں قنوت نہیں کیا۔ جبکہ شوافع کے یہاں قنوت نماز فجر میں پڑھی جاتی ہے کسی نے آپ سے سوال کیا کہ حضور یہ کیا کیا، آپ نے فجر میں قنوت نہیں کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہ صاحبِ قبر کا ادب و احترام ہے۔ (۲)

فقہی مسائل :

مسئلہ: وتر کی نماز شافعی المذہب کے پیچھے پڑھ سکتا ہے، بشرطیکہ دوسری رکعت کے بعد سلام نہ پھیرے ورنہ صحیح نہیں اور اس صورت میں قنوت امام کے ساتھ پڑھے یعنی تیسری رکعت کے رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد جب وہ شافعی امام پڑھے۔

مسئلہ: فجر میں اگر شافعی المذہب کی اقتدا کی اور اس نے اپنے مذہب کے موافق قنوت پڑھا تو یہ نہ پڑھے، بلکہ ہاتھ لٹکائے ہوئے اتنی دیر چپ کھڑا رہے۔ (۳)

مسئلہ: وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔ ہاں اگر حادثۂ عظیمہ واقع ہو تو فجر میں بھی پڑھ سکتا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ رکوع کے قبل قنوت پڑھے۔ (۴)



---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 299

(۲) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول ... الخ، ج ۱، ص ۱۳۵

(۳) الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج ۲، ص ۵۳۸، وغیرہ۔

(۴) الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج ۲، ص ۵۴۱، والفتاوی الرضویہ، ج ۷، ص ۴۹۰

بَابُ صِفَةِ الْجُلُوْسِ فِي التَّشَهُّدِ

تشہد میں بیٹھنے کا بیان

(۱۱۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ وَّائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ فِي الصَّلٰوةِ اَضْجَعَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَقَعَدَ عَلَيْهَا وَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں جب بیٹھتے تو اپنا بایاں قدم بچھ کراس پر بیٹھتے، اور اپنا دایاں قدم کھڑا کرتے۔

شرح:

یعنی جن نبی اکرم ﷺ نماز میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں کو بچھا لیتے اور اس کے اوپر بیٹھ جاتے اور دائیں پاؤں کھڑا کر دیتے تھے اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ حجرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ نے نماز کو اب بھی دیکھ رہا ہوں جب آپ (تشہد میں) بیٹھتے تو بائیں پاؤں بچھا لیتے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم ﷺ کی تشہد سکھایا تو جب آپ نماز کے درمیان میں یا آخر میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ بائیں پاؤں کو بچھاتے اور دائیں کو کھڑا کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز کی سنتوں میں سے ایک سنت یہ بھی ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کیا جائے اور اس کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کیا جائے اور بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے مگر اس میں انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے کا ذکر نہیں۔ (۱)

قعدہ کے فقہی مسائل:

مردوں کے لیے قعدہ میں بیٹھنے کا طریقہ وہی ہے جو ہم نے اوپر حدیث کی رو سے واضح کر دیا اور عورتوں کے لیے قعدہ میں بیٹھنے کا طریقہ آئندہ حدیث میں بیان کیا جائے گا، (ابو الاحمد غفرلہ)

نماز کی رکعتیں پوری کرنے کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا کہ پوری التحیات یعنی رسولہ تک پڑھ لی جائے، (اس کو قعدہ کہتے ہیں اور یہ) فرض ہے۔ (۲)

مسئلہ: چار رکعت پڑھنے کے بعد بیٹھا پھر یہ گمان کر کے کہ تین ہی ہوئیں کھڑا ہو گیا، پھر یاد کر کے کہ چار ہو چکیں بیٹھ گیا پھر

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 494

(۲) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع فی صفۃ الصلاۃ، الفصل الاول، ج ۱، ص ۷۰

سلام پھیر دیا، اگر دونوں بار کا بیٹھنا مجموعۃً بقدر تشہد ہو گیا فرض ادا ہو گیا، ورنہ نہیں۔

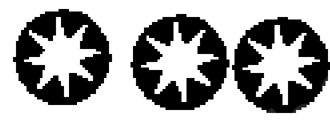
مسئلہ: پورا قعدۂ اخیرہ سوتے میں گزر گیا بعد بیداری بقدر تشہد بیٹھنا فرض ہے، ورنہ نماز نہ ہوگی، یونہیں قیام، قراءت، رکوع، سجود میں اوّل سے آخر تک سوتا ہی رہا، تو بعد بیداری ان کا اعادہ فرض ہے، ورنہ نماز نہ ہوگی اور سجدۂ سہو بھی کرے، لوگ اس میں غافل ہیں خصوصاً تراویح میں، خصوصاً گرمیوں میں۔

مسئلہ: پوری رکعت سوتے میں پڑھ لی، تو نماز فاسد ہوگئی۔

مسئلہ: چار رکعت والے فرض میں چوتھی رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا، تو جب تک پانچویں کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے اور پانچویں کا سجدہ کرلیا یا فجر میں دوسری پر نہیں بیٹھا اور تیسری کا سجدہ کرلیا یا مغرب میں تیسری پر نہ بیٹھا اور چوتھی کا سجدہ کرلیا، تو ان سب صورتوں میں فرض باطل ہو گئے۔ مغرب کے سوا اور نمازوں میں ایک رکعت اور ملالے۔

مسئلہ: بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد یاد آیا کہ سجدۂ تلاوت یا نماز کا کوئی سجدہ کرنا ہے اور کرلیا تو فرض ہے کہ سجدہ کے بعد پھر بقدر تشہد بیٹھے، وہ پہلا قعدہ جاتا رہا قعدہ نہ کریگا، تو نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: سجدۂ سہو کرنے سے پہلا قعدہ باطل نہ ہوا، مگر تشہد واجب ہے یعنی اگر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دیا تو فرض ادا ہو گیا، مگر گناہ گار ہوا۔ اعادہ واجب ہے۔



بَابُ كَيْفَ تَجْلِسُ الْمَرْاَةُ فِي التَّشَهُّدِ

تشہد میں عورت کے بیٹھنے کی ہیئت کا بیان

(۱۱۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ سُئِلَ كَيْفَ كُنَّ النِّسَاءُ يُصَلِّيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنَّ يَتَرَبَّعْنَ ثُمَّ اُمِرْنَ اَنْ يَّحْتَفِزْنَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں عورتیں کیسے نماز پڑھتی تھیں تو آپ نے فرمایا پہلے تو چار زانو بیٹھتی تھیں پھر ان کو حکم ہوا کہ اپنی سرین پر بیٹھیں۔

شرح:

یعنی حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوایت کرتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں عورتیں کیسے نماز پڑھتی تھیں؟؟ تو آپ نے فرمایا کہ بیٹھنے کی حالت میں چار زانوں بیٹھتی تھیں پھر ان کو حکم دیا گیا کہ اپنی سرین پر بیٹھیں، یعنی اپنے اعضاء کو ملا کر اپنے بیٹھنے میں تورک کریں۔

جامع کبیر میں حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ کو چار زانو بیٹھ کر نماز پڑھتے دیکھا، یہ نماز یا تو نفل تھے، یا اس طرح بیٹھنے کی آپ ﷺ کو ضرورت تھی، یا بیان جواز کے لیے اس طرح بیٹے

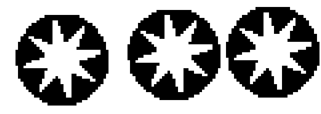
تھے، امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں چارزانو بیٹھنے کو مکروہ جانتے تھے۔

فقہی مسائل:

عورت دوسری رَکْعت کے سَجدوں سے فارِغ ہو کر دونوں پاؤں سیدھی جانب نکال دے اور اُلٹی سُرِین پر بیٹھے، دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے۔

عورتوں کے لیے قعدہ کی یہ سنتیں ہیں:

(1) سیدھا ہاتھ سیدھی ران پر اور (2) اُلٹا ہاتھ اُلٹی ران پر رکھنا (3) اُنگلیاں اپنی حالت پر چھوڑنا کہ نہ زِیادہ کُھلی ہوئیں نہ بالکل ملی ہوئیں (4) اَلتَّحِیّات میں شہادت پر اِشارہ کرنا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ چھُنگلیا اور پاس والی کو بند کر لیجئے، اَنگوٹھے اور بیچ والی کا حلقہ باندھئے اور "لَآ" پر کلمہ کی اُنگلی اُٹھائیے اس کو اِدھر اُدھر مت ہلایئے اور "اِلَّا" پر رکھ دیجئے اور سب اُنگلیاں سیدھی کر لیجئے (5) دوسرے قَعدہ میں بھی اسی طرح بیٹھئے جس طرح پہلے میں بیٹھی تھیں اور تَشَہُّد بھی پڑھئے (6) تَشَہُّد کے بعد دُرُود شریف پڑھئے (دُرُودِ ابراہیم پڑھنا افضل ہے) (بہارِ شریعت، حصّہ 3 ص 98۔99) (7) نوافِل اور سنّتِ غیر مُؤَکَّدہ (عصر وعشاء کی سنّتِ قَبلیہ) کے قعدۂ اُولیٰ میں بھی تَشَہُّد کے بعد دُرُود شریف پڑھنا سنّت ہے۔ (۱)



بَابُ التَّشَهُّدِ

تشہد کا بیان

(۱۱۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ.

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہمیں تشہد ایسے سکھاتے تھے جیسے قرآن کی کوئی سورت سکھا رہے ہوں۔

شرح:

نبی اکرم ﷺ ہم کو تشہد کی تعلیم دیتے اور وہ "التحیات للہ .... الخ ہے۔ جیسے کہ ہم کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے یعنی بڑے اہتمام کے ساتھ ہم کو تشہد کی تعلیم دیتے تھے جیسا قرآن کی تعلیم اہتمام کے ساتھ دیتے تھے، اس حدیث کی مثل ائمہ صحاح ستہ نے بھی روایت کی ہے۔ (۲)

---

(۱) رَدُّ الْمُحتار، ج 2 ص 281 (8) دُرُود شریف کے بعد دعا پڑھنا۔ (بہارِ شریعت، حصہ 3 ص 102)

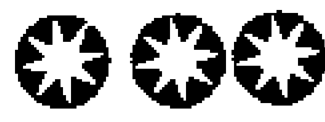
(۲) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 239

(۱۱۸) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةَ الصَّلٰوةِ يَعْنِي التَّشَهُّدَ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو نماز کا خطبہ یعنی تشہد سکھاتے تھے۔

شرح:

ہم کو نبی اکرم ﷺ نماز کے خطبہ کی تعلیم دیتے یعنی اللہ تعالیٰ پر حمد و ثناء کی تعلیم دیتے تھے، حضرت ابن مسعود نے اس سے تشہد مراد لیا ہے جیسا کہ آپ سے مروی مشہور روایات میں آتا ہے۔ (۱)



بَابُ كَيْفَ عَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهُ التَّشَهُّدَ؟

باب: رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو تشہد کی تعلیم کیسے دی

(۱۱۹) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ شَقِیْقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ زِيَادَةٌ مِّنْ عِبَادِهِ السَّلَامُ عَلٰى جِبْرِيْلَ وَ مِيْكَائِيْلَ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ فَاِذَا تَشَهَّدَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلٰى جِبْرِيْلَ اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْلُوا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اِلٰى اٰخِرِ التَّشَهُّدِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُمْ اَلتَّحِيَّاتُ اِلٰى اٰخِرِ التَّشَهُّدِ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَلَّمَنَا۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَقُوْلُ اِذَا جَلَسْنَا فِيْ اٰخِرِ الصَّلٰوةِ اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى مَلَائِكَتِهٖ نُسَمِّيْهِمْ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْلُوْا كَذَا وَقُوْلُوا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے تو (حالت تشہد) میں یوں کہہ دیتے" السلام علی اللہ" ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے:" (السلام علی اللہ) ومِنْ عِبَادِہٖ السَّلَامُ عَلٰی جِبْرِیْلَ وَ مِیْکَائِیْلَ"۔ تو نبی کریم ﷺ نے ہماری طرف التفات فرما کر فرمایا: اللہ تو خود ہی سلام ہے، اس لیے جب تم میں سے کوئی حالت تشہد میں بیٹھے تو یوں کہے" (ترجمہ:) تمام قولی، بدنی اور مالی عبادتیں، اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہیں، اے نبی! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں، ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر سلام ہو، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور رسول ہیں"۔

اور ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام یہ کہا کرتے تھے:" اَلسَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلٰی جِبْرِیْلَ اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ"، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم السلام علی اللہ نہ کہا بلکہ کہو" (ترجمہ:) تمام قولی، بدنی اور مالی عبادتیں، اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہیں تشہد کے آخر تک"۔

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو التحیات تشہد کے آخر تک تعلیم فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے ان کو التحیات تشہد کے آخر تک تعلیم فرمائی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ہم جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو نماز کے آخر میں جب بیٹھتے تو کہتے:" اَلسَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی مَلَائِکَتِہٖ" ہم ملائکہ کا نام لیتے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس طرح نہ کہا کرو بلکہ کہو: اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ۔ الخ۔

شرح:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہم (تشہد میں) السلام علی اللہ" کہتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم" السلام علی جبرئیل، میکائیل،" کہتے تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے یعنی مخلوقات میں سے کسی کی دعا کا محتاج نہیں ہے، جب تم میں سے کوئی تشہد پڑھے تو یعنی جب تم میں سے کوئی تشہد پڑھنے کا ارادہ کرے تشہد کو تشہد اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دعا و شہادتوں پر مشتمل ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی ثناء بھی ہے اور رسول اللہ ﷺ اور عباد صالحین پر سلامتی کی دعا بھی، اس کے بعد آپ نے تشہد کی تعلیم فرمائی کہ اس طرح تشہد پڑھو۔ التحیات للہ..... الخ تک ---

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کو ائمہ صحاح ستہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث تشہد کے بارے میں صحیح ترین حدیث ہے اور اکثر اہل علم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اسی پر عمل رہا ہے جیسا کہ امام ترمذی نے ذکر کیا ہے، اختلاف صرف افضلیت کے بارے میں ہے اگر آپ تشہد کی روایات کے تمام طرق کو پڑھنا چاہتے ہیں تو حصن حصین پر ہماری شرح کا مطالعہ فرمائیں۔

... کہ ... کہتے تھے" السلام علی رسول اللہ ﷺ: اس حدیث کا

ظاہر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ اس کو اپنی طرف سے کہتے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "السلام علی اللہ" نہ کہا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ خود سلام ہے جیسا کہ ماقبل میں بھی گزرا بلکہ تم" التحیات للہ..... الخ تک --- پڑھا کرو۔(۱)

مکمل التحیات اس طرح پڑھے کہ داہنا قدم کھڑا کر کے بایاں قدم بچھا کر بیٹھ جائے اور

"اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

پڑھے اور اس میں کوئی حرف کم و بیش نہ کرے اور اس کو تشہد کہتے ہیں اور جب کلمہ لَا کے قریب پہنچے، دہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور چھنگلیا اور اس کے پاس والی کو ہتھیلی سے ملا دے اور لفظ لَا پر کلمہ کی انگلی اٹھائے مگر اس کو جنبش نہ دے اور کلمہ اِلَّا پر گرا دے اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کر لے، اگر دو سے زیادہ رکعتیں پڑھنی ہیں تو اٹھ کھڑا ہو اور اسی طرح پڑھے مگر فرضوں کی ان رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا ضرور نہیں، اب پچھلا قعدہ جس کے بعد نماز ختم کریگا، اس میں تشہد کے بعد درود شریف

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

پڑھے پھر

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ تَوَالَدَ وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّكَ مُجِيْبُ الدَّعْوَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

یا اور کوئی دُعائے ماثور پڑھے۔ مثلاً

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

یا یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ۔

یا یہ پڑھے۔

---

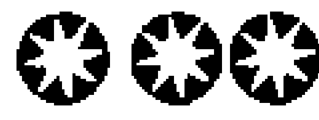
(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 73

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ فِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَمِنَ الْمَغْرَمِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَ قَهْرِ الرِّجَالِ.

یا یہ پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

اور اس کو بغیر اَللّٰھُمَّ کے نہ پڑھے، پھر دہنے شانے کی طرف موںھ کر کے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللهِ کہے، پھر بائیں طرف۔



بَابُ مَا جَآءَ فِی التَّسْلِيْمَتَيْنِ

دو سلام کہنے کا بیان

(۱۲۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ حَتّٰى يُرٰى شِقُّ وَجْهِهٖ وَعَنْ يُّسَارِهٖ مِثْلَ ذٰلِكَ. وَ فِیْ رِوَايَةٍ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهِ الْاَيْمَنِ وَعَنْ شِمَالِهٖ مِثْلَ ذٰلِكَ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دائیں طرف "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" فرماتے تو آپ ﷺ کے دائیں رخسار کی سفیدی نظر آتی، اور بائیں طرف بھی اسی کے مثل ہوتا۔

شرح:

یعنی جب نبی اکرم ﷺ نماز کی انتہاء کو پہنچتے تو دائیں جانب سلام پھیرتے اس لیے کہ دائیں جانب اشرف جہت ہے، اور آپ یوں سلام کہتے تھے" السلام علیکم ورحمۃ اللہ" یعنی اپنے ساتھ تمام مقتدیوں اور مقرب فرشتوں کو اس میں شریک کرتے تھے، اور جب ﷺ سلام کہتے تو آپ ﷺ کی رخسار مبارک نظر آتی اور پھر بائیں جانب بھی اسی کی مثل سلام کہتے۔

اس حدیث کو دیگر ائمہ نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس کو صحیح فرمایا ہے اور یہ حدیث حضرت امام مالک کی روایت کردہ حدیث کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نماز میں ایک سلام کہتے تھے،" سے زیادہ راجح ہے۔

(121) عن القاسم عن ابیه عن عبد الله قال کان رسول الله ﷺ یسلم عن یمینه و عن یساره تسلیمتین۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دائیں بائیں دو سلام پھیرتے تھے۔

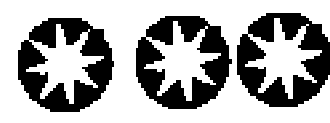
شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ ایک دائیں جانب اور ایک بائیں جانب دو سلام کہتے تھے۔ (اس کے آگے ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے وہی شرح فرمائی ہے جس کا ترجمہ ہم نے اوپر کر دیا، ابو الاحمد غفرلہ۔)

فقہی مسائل:

یہاں نماز کے ساتویں فرض یعنی خروج بصنعہ کا ذکر ہوا ہے اس بارے میں چند مسائل درج ذیل ہیں۔

قعدۂ اخیرہ کے بعد سلام و کلام وغیرہ کوئی ایسا فعل جو منافی نماز ہو بقصد کرنا خروج بصنعہ کہلاتا ہے، مگر سلام کے علاوہ کوئی دوسرا منافی قصداً پایا گیا، تو نماز واجب الاعادہ ہوئی اور بلا قصد کوئی منافی پایا گیا تو نماز باطل۔ مثلاً بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد تیمم والا پانی پر قادر ہوا، یا موزہ پر مسح کیے ہوئے تھا اور مدت پوری ہو گئی یا عمل قلیل کے ساتھ موزہ اتار دیا، یا بالکل بے پڑھا تھا اور کوئی آیت بے کسی کے پڑھائے محض سننے سے یاد ہو گئی یا ننگا تھا اب پاک کپڑا بقدر ستر کسی نے لا کر دے دیا جس سے نماز ہو سکے یعنی بقدر مانع اس میں نجاست نہ ہو، یا ہو تو اس کے پاس کوئی چیز ایسی ہے جس سے پاک کر سکے یا یہ بھی نہیں، مگر اس کپڑے کی چوتھائی یا زیادہ پاک ہے یا اشارہ سے پڑھ رہا ہے اب رکوع و سجود پر قادر ہو گیا یا صاحب ترتیب کو یاد آیا کہ اس سے پہلے کی نماز نہیں پڑھی ہے اگر وہ صاحب ترتیب امام ہے تو مقتدی کی بھی گئی یا امام کو حدث ہوا اور اُمّی کو خلیفہ کیا اور تشہد کے بعد خلیفہ کیا تو نماز ہو گئی یا نماز فجر میں آفتاب طلوع کر آیا یا نماز جمعہ میں عصر کا وقت آ گیا یا عیدین میں نصف النہار شرعی ہو گیا یا پٹی پر مسح کیے ہوئے تھا اور زخم اچھا ہو کر وہ گر گئی یا صاحب عذر تھا اب عذر جاتا رہا یعنی اس وقت سے وہ حدث موقوف ہوا یہاں تک کہ اس کے بعد کا دوسرا وقت پورا خالی رہا یا نجس کپڑے میں نماز پڑھ رہا تھا اور اسے کوئی چیز مل گئی جس سے طہارت ہو سکتی ہے یا قضا پڑھ رہا تھا اور وقت مکروہ آ گیا یا باندی سر کھولے نماز پڑھ رہی تھی اور آزاد ہو گئی اور فوراً سر نہ ڈھانکا، ان سب صورتوں میں نماز باطل ہو گئی۔



بَابُ الْاَمْرِ بِالتَّخْفِيْفِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں تخفیف کا بیان

(۱۲۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَ حُذَيْفَةُ وَاَبُوْ مُوْسٰى وَغَيْرُهُمْ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْتَمَعُوْا فِيْ مَنْزِلٍ فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَجَعَلُوْا يَقُوْلُوْنَ تَقَدَّمْ يَا فُلَانُ لِصَاحِبِ الْمَنْزِلِ فَاَبٰى فَقَالَ تَقَدَّمْ اَنْتَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى صَلٰوةً خَفِيْفَةً وَّجِيْزَةً اَتَمَّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ الْقَوْمُ لَقَدْ حَفِظَ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ حضرت عبداللہ بن مسعود، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم وغیرہ ایک گھر میں اکٹھے ہوئے، جب نماز قائم ہونے لگی تو وہ صاحب منزل کو فرمانے لگے کہ آگے بڑھیے نماز پڑھائیے، انہوں نے (امامت سے) انکار کر دیا، تو فرمایا: اے ابوعبدالرحمٰن آپ آگے بڑھیے، تو وہ آگے بڑھے اور ہلکی سی نماز پڑھائی لیکن رکوع وسجود مکمل فرمائے، جب فارغ ہوئے تو لوگ کہنے لگے کہ ابوعبدالرحمٰن نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کو محفوظ کیا ہوا ہے۔

شرح:

یعنی یہ مذکورہ اصحاب رسول ﷺ انہی میں سے کسی ایک کے گھر یا ان کے علاوہ کسی کے گھر میں جمع ہوئے، تو نماز کا وقت ہو گیا تو وہ کہنے لگے اے فلاں آگے ہو جاؤ (اور جماعت کراؤ) یعنی وہ صاحب خانہ کو آگے کرنے لگے، تو اس صاحب خانہ نے آگے ہو کر نماز پڑھانے سے انکار کر دیا، اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے عرض کی کہ اے ابوعبدالرحمن آپ آگے ہو کر جماعت کرائیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لیے کہا کہ آپ خلفائے اربعہ کے صحابہ میں سے افضل اور زیادہ فقیہ تھے، تو حضرت عبداللہ بن مسعود امامت کے لیے آگے ہو گئے، تو ان کو ہلکی سی جماعت کروائی، جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگوں نے آپ کے حق میں گواہی دیتے ہوئے کہا کہ ابوعبدالرحمن یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کی حفاظت فرمائی ہے۔ (یعنی جس طرح نبی اکرم ﷺ جماعت کراتے تھے ایسے ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کرائی ہے)

امام بخاری، ابوداؤد، اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جماعت کرائے تو ہلکی جماعت کرائے کیونکہ (مقتدیوں میں) کمزور، بیمار، اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں، اور جب کوئی اکیلا نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی کرے۔ (۱)

فقہی مسائل:

امامت کی چند شرائط ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) اسلام۔	(۲) بلوغ۔
(۳) عاقل ہونا۔	(۴) مرد ہونا۔
(۵) قراءت۔	(۶) معذور نہ ہونا۔

مسئلہ: عورتوں کے امام کے لیے مرد ہونا شرط نہیں، عورت بھی امام ہو سکتی ہے، اگرچہ مکروہ ہے۔

مسئلہ: نابالغوں کے امام کے لیے بالغ ہونا شرط نہیں، بلکہ نابالغ بھی نابالغوں کی اِمامت کر سکتا ہے، اگر سمجھ وال ہو۔ (۲)

مسئلہ: معذور اپنے مثل یا اپنے سے زائد عذر والے کی اِمامت کر سکتا ہے، کم عذر والے کی اِمامت نہیں کر سکتا اور اگر امام و

---

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص 127،

(۲) ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الاِمامۃ، مطلب: شروط الاِمامۃ الکبریٰ، ج ۲، ص ۳۳۷

مقتدی دونوں کو دو قسم کے عذر ہوں، مثلاً ایک کو ریاح کا مرض ہے، دوسرے کو قطرہ آنے کا، تو ایک دوسرے کی اِمامت نہیں کرسکتا۔(۱)

مسئلہ: طاہر معذور کی اقتدا نہیں کرسکتا جبکہ حالت وضو میں حدث پایا گیا، یا بعد وضو وقت کے اندر طاری ہوا، اگرچہ نماز کے بعد اور اگر نہ وضو کے وقت حدث تھا، نہ ختم وقت تک اس نے عود کیا تو یہ نماز جو اس نے انقطاع پر پڑھی، اس میں تندرست اس کی اقتدا کرسکتا ہے۔(۲)

مسئلہ: معذور اپنے مثل معذور کی اقتدا کرسکتا ہے اور ایک عذر والا دو عذر والے کی اقتدا نہیں کرسکتا، نہ ایک عذر والا دوسرے عذر والے کی اور دو عذر والا ایک عذر والے کی اقتدا کرسکتا ہے، جب کہ وہ ایک عذر اسی کے دو میں سے ہو۔

مسئلہ: معذور نے اپنے مثل دوسرے معذور اور صحیح کی اِمامت کی، صحیح کی نہ ہوگی اوروں کی ہوجائے گی۔(۳)

مسئلہ: وہ بدمذہب جس کی بدمذہبی حد کفر کو پہنچ گئی ہو، جیسے رافضی اگرچہ صرف صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت یا صحبت سے انکار کرتا ہو، یا شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شانِ اقدس میں تبرّا کہتا ہو۔ قدری، جہمی، مشبہ اور وہ جو قرآن کو مخلوق بتاتا ہے اور وہ جو شفاعت یا دیدار الٰہی یا عذابِ قبر یا کراماً کاتبین کا انکار کرتا ہے، ان کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی۔

اس سے سخت تر حکم وہابیہ زمانہ کا ہے کہ اللہ عزوجل و نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتے یا توہین کرنے والوں کو اپنا پیشوا یا کم از کم مسلمان ہی جانتے ہیں۔

مسئلہ: جس بدمذہب کی بدمذہبی حد کفر کو نہ پہنچی ہو، جیسے تفضیلیہ اس کے پیچھے نماز، مکروہ تحریمی ہے۔(۴)

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْحَصِيْرِ

چٹائی پر نماز کا بیان

(۱۲۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِیْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهٗ يُصَلِّیْ عَلٰی حَصِيْرٍ يَّسْجُدُ عَلَيْهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوسعید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان کو نماز میں چٹائی پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

---

(۱) ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ، مطلب: الواجب کفایۃ...إلخ، ج۲، ص۳۸۹. و الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب [illegible] امس فی الإمامۃ، الفصل الثالث، ج۱، ص۸۴.

(۲) الدر[illegible]تار، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ، ج۲، ص۳۸۹.

(۳) الدرالمخ[illegible] [illegible] الصلاۃ، باب الإمامۃ، ج۲، ص۳۸۹، وغیرہ.

(۴) الفتاوی الھندیۃ، [illegible] [illegible]لاۃ، الباب الخامس، الفصل الثالث، ج۱، ص۸۴.

شرح:

حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ ایک چٹائی پر نماز پڑھ رہے تھے اور اسی پر آپ ﷺ سجدہ فرماتے، امام بخاری، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، حضرت میمون فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ خمرہ پر نماز پڑھتے تھے خمرہ ایک ایسی چٹائی ہے جو کھجور کی چھال اور دھاگوں سے بنتی ہے اور وہ اتنی چھوٹی تھی کہ اس پر سجدہ بھی صحیح نہیں ہوتا تھا،

امام حاکم نے حضرت مغیرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ چٹائی اور دباغت شدہ کھال پر نماز پڑھتے تھے۔ (۱)

بَابُ صَلٰوةِ الْمَرِيْضِ

مریض کی نماز کا بیان

(۱۲۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى قَاعِدًا وَّ قَائِمًا وَّ مُحْتَبِيًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیٹھنے، کھڑے ہونے اور احتباء کی حالت میں نماز ادا فرمائی ہے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے کسی عذر کی وجہ سے فرضی نماز یا نفلی نماز بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر پڑھی ہے اور کبھی کبھی کھڑے ہو کر اور کبھی حالت احتباء میں نماز پڑھی ہے "احتباء:" کہتے ہیں اپنی پنڈلیوں کو اپنے پیٹ کے ساتھ کسی کپڑے یا ہاتھوں کے ذریعے ملانا، اسی سے حدیث احتباء ہے، ممکن ہے کہ آپ ﷺ کی یہ نماز بھی کسی عذر کی وجہ سے ہو یا یہ نماز نفلی ہو، واللہ اعلم۔ (۲)

(۱۲۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى مُحْتَبِيًا مِّنْ رَّمَدٍ كَانَ بِعَيْنِهٖ۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے گھٹنے میں تکلیف کی وجہ سے احتباء کی حالت میں نماز ادا کی۔

شرح:

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ نے جو نماز حالت احتباء میں پڑھی تھی وہ آنکھ کی بیماری کی وجہ سے تھی،

---

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 318

(۲) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 147

بَابُ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّصَلِّيْ قَائِمًا

باب: جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی سکت نہیں رکھتا

(۱۲۶) مُحَمَّدُ بْنُ بُكَيْرٍ قَاضِي الدَّامِغَانِ قَالَ كَتَبْتُ اِلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْمَرِيْضِ اِذَا ذَهَبَ عَقْلُهٗ كَيْفَ يَعْمَلُ بِهٖ فِيْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَكَتَبَ اِلَيَّ يُخْبِرُنِيْ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَرِضْتُ فَعَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ وَقَدْ اُغْمِيَ عَلَيَّ فِيْ مَرَضِيْ وَجَاءَتِ الصَّلٰوةُ فَتَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَّضُوْئِهٖ فَاَفَقْتُ فَقَالَ كَيْفَ اَنْتَ يَا جَابِرُ ثُمَّ قَالَ صَلِّ مَا اسْتَطَعْتَ وَلَوْ اَنْ تُوْمِئَ.

محمد بن بکیر جو دامغان کے قاضی تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ جس مریض کی عقل جاتی رہے، وہ نماز کے وقت میں کیسا عمل کرے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے میری طرف خط لکھا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بیمار ہو گیا تو نبی کریم ﷺ ، حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما میری عیادت کرنے آئے، اس وقت بیماری کی شدت کی وجہ سے مجھ پر بیہوشی سی طاری تھی۔ جب نماز کا وقت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور اپنے وضو کے پانی سے مجھ پر چھڑکا، مجھے اس سے افاقہ ہو گیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: جابر کیسے ہو؟ (سلام و دعا کے بعد فرمایا:) جب تک طاقت رکھو نماز ادا کرتے رہو اگرچہ اشارے سے ہی سہی۔

شرح:

حضرت محمد بن بکیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف خط لکھا کہ جب کسی کی عقل کسی مرض کی وجہ سے جاتی رہے تو وہ نماز کے اوقات میں کیا عمل کرے؟؟ تو انہوں نے مجھے جواباً یہ فتویٰ جاری فرمایا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور آپ ﷺ نے ساتھ حضرت ابو بکر اور حجرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے مجھے پر بے ہوشی طاری تھی اور نماز کا وقت بھی ہو گیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے وضو فرمایا اور میرے چہرے پر اپنے وضو کا پانی ڈالا، اور فرمایا اے جابر اب کیسے ہو؟ پھر فرمایا کہ جتنی طاقت رکھتے ہو نماز پڑھو، یعنی اگر کھڑے ہونے کی طاقت ہے تو کھڑے ہو کر نہیں تو بیٹھ کر نماز پڑھو، اور اگر اشارے کی طاقت ہے تو رکوع و سجود کو اشارے سے اداء کرو۔ (ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نبی اکرم ﷺ کے وضو کا پانی ڈال گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے ہوشی جاتی رہی اور آپ بالکل صحیح سلامت ہو گے۔ ابو الاحمد غفرلہ)(۱)

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 215

بَابُ اَھْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَۃِ

اہل علم وفضل امامت کے زیادہ حقدار ہیں

(۱۲۷) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَتْ لَمَّا اُغْمِیَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقِیْلَ اِنَّ اَبَابَکْرٍ رَجُلٌ حَصِرٌ وَّھُوَ بِنَفْسِہٖ یَکْرَہُ اَنْ یَّقُوْمَ مَقَامَکَ قَالَ اِفْعَلُوْا مَا اٰمُرُکُمْ بِہٖ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ پر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک بیہوشی سی طاری ہوئی تو فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، عرض کی گئی: ابوبکر رقیق القلب ہیں اور وہ بذات خود بھی آپ علیہ السلام کی جگہ کھڑا ہونا خلاف ادب سمجھتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا میں نے حکم دیا ہے وہ بجالاؤ۔

شرح:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ پر غشی طاری ہوئی تو آپ نے فرمایا حضرت عائشہ یا اپنے گھر والوں کو یا جو آپ کے ارگرد موجود تھے ان کو کہا کہ ابوبکر کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، یعنی لوگوں کے امام بنے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت ابوصدیق ہی خلافت کے زیادہ حق دار تھے، اور بعض صحابہ نے تو کہا تھا کہ نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر پر ہمارے دین میں راضی تھے (یعنی ہم کو نماز پڑھانے کا حکم دیا) تو ہم ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی دنیا میں کیوں نہ راضی ہوں، (تو نبی اکرم ﷺ سے عرض کی گئی) یا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقیق القلب انسان ہیں وہ آپ کی جگہ پر نہیں کھڑے ہوسکتے، یعنی ان پر بکاء کا غلبہ ہوجائے گا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہی کرو جس کا تمہیں حکم ہے، یعنی حضرت ابوبکر کے حق میں ایسے مقالات کے ساتھ عذر نہ پیش کرو، اور ہم اس کی شرح بسط کے ساتھ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں کردی ہے۔ (۱)

(۱۲۸) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَتْ لَمَّا اُغْمِیَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقِیْلَ لَہٗ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اَبَابَکْرٍ رَجُلٌ حَصِرٌ وَّھُوَ یَکْرَہُ اَنْ یَّقُوْمَ مَقَامَکَ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ یَاصُوَیْحِبَاتِ یُوْسُفَ وَکَرَّرَ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ پر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک بیہوشی سی طاری ہوئی تو فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! ابوبکر رقیق القلب ہیں اور وہ بذات خود بھی

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 52

آپ علیہ السلام کی جگہ کھڑا ہونا خلاف ادب سمجھتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے یوسف علیہ السلام کی عورتوں والیو! جس کا میں نے حکم دیا ہے وہ بجالاؤ۔ آپ ﷺ نے اپنی بات کا تکرار فرمایا۔

شرح:

یعنی جب نبی اکرم ﷺ پر اُس مرض میں جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی ہے غشی طاری ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو جماعت کرئیں، یعنی میرے نائب اور خلیفۃ بن کر لوگوں کو نماز پڑھائیں، تو حضرت عائشہ یا حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں کسی ایک نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رقیق القلب انسان ہیں وہ (تعظیماً) آپ کی جگہ کھڑا ہونا پسند نہیں کرتے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہی کرو جس کا تمہیں حکم ہے، یہ حدیث ماقبل کی ہم معنی ہے۔ واللہ اعلم، (۱)

(۱۲۹) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا مَرِضَ الْمَرَضَ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْهِ خَفَّ مِنَ الْوَجْعِ فَلَمَّا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ قَالَ لِعَائِشَةَ مُرِیْ اَبَابَكْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاَرْسَلَتْ اِلٰی اَبِیْ بَكْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَأْمُرُكَ اَنْ تُصَلِّیَ بِالنَّاسِ فَاَرْسَلَ اِلَیْهَا اَنِّیْ شَیْخٌ كَبِیْرٌ رَقِیْقٌ وَّاِنِّیْ مَتٰی لَا اَرٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَقَامِهٖ اَرِقُّ لِذٰلِكَ فَاجْتَمِعِیْ اَنْتِ وَحَفْصَةُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیُرْسِلُ اِلٰی عُمَرَ فَیُصَلِّیْ بِهِمْ فَفَعَلْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْتُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ مُرِیْ اَبَابَكْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ فَلَمَّا نُوْدِیَ بِالصَّلٰوةِ سَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤَذِّنَ وَهُوَ یَقُوْلُ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ارْفَعُوْنِیْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ قَدْ اَمَرْتَ اَبَابَكْرٍ اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ وَاَنْتَ فِیْ عُذْرٍ قَالَ ارْفَعُوْنِیْ فَاِنَّهٗ جُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَرَفَعْتُ بَیْنَ اثْنَیْنِ وَ قَدَمَاهُ تَخُدَّانِ الْاَرْضَ فَلَمَّا سَمِعَ اَبُوْ بَكْرٍ لَحْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَاَخَّرَ فَاَوْمَا اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ یَّسَارِ اَبِیْ بَكْرٍ وَّكَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِذَاءَهٗ یُكَبِّرُ وَ یُكَبِّرُ اَبُوْبَكْرٍ بِتَكْبِیْرِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَیُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِیْرِ اَبِیْ بَكْرٍ حَتّٰی فَرَغَ ثُمَّ مَا صَلّٰی بِالنَّاسِ غَیْرَ تِلْكَ الصَّلٰوةِ حَتّٰی قُبِضَ وَ كَانَ اَبُوْ بَكْرِ الْاِمَامَ وَالنَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجِعٌ حَتّٰی قُبِضَ۔

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص 139،

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مرض الموت میں مبتلاء ہوئے تو ایک دن درد کی شدت میں افاقہ ہوا، جب نماز کا وقت آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک قاصد کے ذریعے پیغام بھیجا کہ نبی کریم ﷺ آپ کو نماز پڑھانے کا حکم ارشاد فرمار ہے ہیں۔ تو انہوں نے جواباً کہلا بھیجا کہ میں عمر دراز اور دل کا کمزور ہوں جب میں نبی کریم ﷺ کو ان کی جگہ نہ پاؤں گا تو مجھ پر مزید رقت طاری ہو جائے گی، اس لیے تم اور حفصہ دونوں نبی کریم ﷺ سے عرض کرو کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم بھیج دیں، جب حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم علیہ السلام سے اس کی بابت عرض کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم یوسف کی عورتوں کی مثل ہو، ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

جب اذان شروع ہوئی اور مؤذن نے "حی علی الصلوٰۃ" کہا تو آپ نے فرمایا: مجھے اٹھاؤ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ رنہ کو نماز پڑھانے کا حکم بھیج چکی ہوں، اور آپ اس وقت حالت عذر میں ہیں۔ فرمایا: مجھے اٹھاؤ، کیونکہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اور دو کی مدد سے آپ کو اٹھایا، آپ کے قدم مبارک زمین پر لگ رہے تھے۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک کا احساس ہوا، تو پیچھے ہٹنے لگے، نبی اکرم ﷺ نے انہیں اشارہ فرمایا اور ان کی بائیں جانب آ کر تشریف فرما ہوئے، اب نبی کریم ﷺ تکبیر فرماتے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی تکبیر پر تکبیر فرماتے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکبیر پر لوگ تکبیر کہتے، حتیٰ کہ نماز مکمل ہو گئی۔

پھر اس نماز کے علاوہ آپ ﷺ نے ظاہراً پردہ فرمانے تک لوگوں کو امامت نہ کروائی بلکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے، حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ اس دنیا سے ظاہراً پردہ فرما گئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

شرح:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھانے سے معذرت کی، اور عرض کی کہ میں بوڑھا آدمی ہوں رقیق القلب ہوں جب میں نبی اکرم ﷺ کو ان کی جگہ پر نہیں دیکھوں گا تو شدت غم کی وجہ سے نڈھال ہو جاوں گا، اور نماز نہیں پڑھا سکوں گا (واہ صدیق اکبر آپ کی محبت نبوی ﷺ کی مثال نہیں ملتی) اے عائشہ تم اور حفصہ نبی اکرم ﷺ کے پاس جاؤ اور ان کو عرض کرو کہ وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، تو حضرت عائشہ نے جب نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ تم بھی ہم نشینان یوسف ہو، ابوبکر کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں،

اور ایک روایت میں آتا ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت حفصہ سے کہا کہ تم نبی اکرم ﷺ کے پاس میرے والد محترم کی عرض پیش کرو، تو حضرت حفصہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عرض نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کی،۔

ان احادیث میں مریض کی نماز کا ذکر ہوا ہم اس بارے میں چند مسائل پیش کرتے ہیں۔

فقہی مسائل:

مریض اگر کھڑا ہو سکتا ہے مگر اس سے مرض میں زیادتی ہوتی ہے یا دیر میں اچھا ہوگا یا نا قابلِ برداشت تکلیف ہوگی، تو بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ: معذور اپنے مثل یا اپنے سے زائد عذر والے کی امامت کر سکتا ہے، کم عذر والے کی امامت نہیں کر سکتا اور اگر امام و مقتدی دونوں کو دو قسم کے عذر ہوں، مثلاً ایک کو ریاح کا مرض ہے، دوسرے کو قطرہ آنے کا، تو ایک دوسرے کی امامت نہیں کر سکتا۔ (۱)

مسئلہ: جو شخص بوجہ بیماری کے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہیں کہ کھڑے ہو کر پڑھنے سے ضرر لاحق ہوگا یا مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا یا چکّر آتا ہے یا کھڑے ہو کر پڑھنے سے قطرہ آئے گا یا بہت شدید درد نا قابل برداشت پیدا ہو جائے گا تو ان سب صورتوں میں بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھے۔

مسئلہ: اگر اپنے آپ بیٹھ بھی نہیں سکتا مگر لڑکا یا غلام یا خادم یا کوئی اجنبی شخص وہاں ہے کہ بٹھا دے گا تو بیٹھ کر پڑھنا ضروری ہے اور اگر بیٹھا نہیں رہ سکتا تو تکیہ یا دیوار یا کسی شخص پر ٹیک لگا کر پڑھے یہ بھی نہ ہو سکے تو لیٹ کر پڑھے اور بیٹھ کر پڑھنا ممکن ہو تو لیٹ کر نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: بیٹھ کر پڑھنے میں کسی خاص طور پر بیٹھنا ضروری نہیں بلکہ مریض پر جس طرح آسانی ہو اس طرح بیٹھے۔ ہاں دوزانو بیٹھنا آسان ہو یا دوسری طرح بیٹھنے کے برابر ہو تو دوزانو بہتر ہے ورنہ جو آسان ہو اختیار کرے۔

مسئلہ: نفل نماز میں تھک گیا تو دیوار یا عصا پر ٹیک لگانے میں حرج نہیں ورنہ مکروہ ہے اور بیٹھ کر پڑھنے میں کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ: چار رکعت والی نماز بیٹھ کر پڑھی، قعدۂ اخیرہ کے موقع پر تشہد پڑھنے سے پہلے قراءت شروع کر دی اور رکوع بھی کیا تو اس کا وہی حکم ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھنے والا چوتھی کے بعد کھڑا ہو جاتا، لہٰذا اس نے جب تک پانچویں کا سجدہ نہ کیا ہو تشہد پڑھے اور سجدۂ سہو کرے اور پانچویں کا سجدہ کر لیا تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ: بیٹھ کر پڑھنے والا دوسری کے سجدہ سے اٹھا اور قیام کی نیت کی مگر قراءت سے پہلے یاد آ گیا تو تشہد پڑھے اور نماز ہو گئی اور سجدۂ سہو بھی نہیں۔

مسئلہ: مریض نے بیٹھ کر نماز پڑھی چوتھی کے سجدہ سے اٹھا تو یہ گمان کر کے کہ تیسری ہے قراءت کی اور اشارہ سے رکوع و سجود کیا نماز جاتی رہی اور دوسری کے سجدہ کے بعد یہ گمان کر کے کہ دوسری ہے قراءت شروع کی پھر یاد آیا تو تشہد کی طرف عود نہ کرے بلکہ پوری کرے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے۔

مسئلہ: کھڑا ہو سکتا ہے مگر رکوع و سجود نہیں کر سکتا یا صرف سجدہ نہیں کر سکتا مثلاً حلق وغیرہ میں پھوڑا ہے کہ سجدہ کرنے سے بہے گا تو بھی بیٹھ کر اشارہ سے پڑھ سکتا ہے بلکہ یہی بہتر ہے اور اس صورت میں یہ بھی کر سکتا ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھے اور

---

(۱) "ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، مطلب: الواجب کفایۃ...إلخ، ج۲، ص۳۸۹، و"الفتاوی الهندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس فی الامامۃ، الفصل الثالث، ج۱، ص۸۴.

رکوع کے لیے اشارہ کرے یا رکوع پر قادر ہو تو رکوع کرے پھر بیٹھ کر سجدہ کے لیے اشارہ کرے۔

مسئلہ: اشارہ کی صورت میں سجدہ کا اشارہ رکوع سے پست ہونا ضروری ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ سر کو بالکل زمین سے قریب کر دے سجدہ کے لیے تکیہ وغیرہ کوئی چیز پیشانی کے قریب اٹھا کر اس پر سجدہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے، خواہ خود اسی نے وہ چیز اٹھائی ہو یا دوسرے نے۔

مسئلہ: اگر کوئی چیز اٹھا کر اس پر سجدہ کیا اور سجدہ میں بہ نسبت رکوع کے زیادہ سر جھکایا، جب بھی سجدہ ہو گیا مگر گنہگار ہوا اور سجدہ کے لیے زیادہ سر نہ جھکایا تو ہوا ہی نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی اونچی چیز زمین پر رکھی ہوئی ہے اُس پر سجدہ کیا اور رکوع کے لیے صرف اشارہ نہ ہوا بلکہ پیٹھ بھی جھکائی تو صحیح ہے بشرطیکہ سجدہ کے شرائط پائے جائیں مثلاً اس چیز کا سخت ہونا جس پر سجدہ کیا کہ اس قدر پیشانی دب گئی ہو کہ پھر دبانے سے نہ دبے اور اس کی اونچائی بارہ اُنگل سے زیادہ نہ ہو۔ ان شرائط کے پائے جانے کے بعد حقیقۃً رکوع و سجود پائے گئے، اشارہ سے پڑھنے والا اسے نہ کہیں گے اور کھڑا ہو کر پڑھنے والا اس کی اقتدا کر سکتا ہے اور یہ شخص جب اس طرح رکوع و سجود کر سکتا ہے اور قیام پر قادر ہے تو اس پر قیام فرض ہے یا اثنائے نماز میں قیام پر قادر ہو گیا تو جو باقی ہے اسے کھڑے ہو کر پڑھنا فرض ہے لہٰذا جو شخص زمین پر سجدہ نہیں کر سکتا مگر شرائط مذکورہ کے ساتھ کوئی چیز زمین پر رکھ کر سجدہ کر سکتا ہے، اس پر فرض ہے کہ اسی طرح سجدہ کرے اشارہ جائز نہیں اور اگر وہ چیز جس پر سجدہ کیا ایسی نہیں تو حقیقۃً سجود نہ پایا گیا بلکہ سجدہ کے لیے اشارہ ہوا لہٰذا کھڑا ہونے والا اس کی اقتدا نہیں کر سکتا اور اگر یہ شخص اثنائے نماز میں قیام پر قادر ہوا تو سرے سے پڑھے۔

مسئلہ: پیشانی میں زخم ہے کہ سجدہ کے لیے ماتھا نہیں لگا سکتا تو ناک پر سجدہ کرے اور ایسا نہ کیا بلکہ اشارہ کیا تو نماز نہ ہوئی۔

مسئلہ: اگر مریض بیٹھنے پر بھی قادر نہیں تو لیٹ کر اشارہ سے پڑھے، خواہ داہنی یا بائیں کروٹ پر لیٹ کر قبلہ کو مونھ کرے خواہ چت لیٹ کر قبلہ کو پاؤں کرے مگر پاؤں نہ پھیلائے، کہ قبلہ کو پاؤں پھیلانا مکروہ ہے بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر اونچا کر لے کہ مونھ قبلہ کو ہو جائے اور یہ صورت یعنی چت لیٹ کر پڑھنا افضل ہے۔

مسئلہ: اگر سر سے اشارہ بھی نہ کر سکے تو نماز ساقط ہے، اس کی ضرورت نہیں کہ آنکھ یا بھوں یا دل کے اشارہ سے پڑھے پھر اگر چھ وقت اسی حالت میں گزر گئے تو ان کی قضا بھی ساقط، فدیہ کی بھی حاجت نہیں ورنہ بعد صحت ان نمازوں کی قضا لازم ہے اگرچہ اتنی ہی صحت ہو کہ سر کے اشارہ سے پڑھ سکے۔

مسئلہ: مریض اگر قبلہ کی طرف نہ اپنے آپ مونھ کر سکتا ہے نہ دوسرے کے ذریعہ سے تو ویسے ہی پڑھ لے اور صحت کے بعد اس نماز کا اعادہ نہیں اور اگر کوئی شخص موجود ہے کہ اس کے کہنے سے قبلہ رُو کر دے گا مگر اس نے اس سے نہ کہا تو نہ ہوئی، اشارہ سے جو نمازیں پڑھی ہیں صحت کے بعد ان کا بھی اعادہ نہیں۔ یوہیں اگر زبان بند ہو گئی اور گونگے کی طرح نماز پڑھی پھر زبان کُھل گئی تو ان نمازوں کا اعادہ نہیں۔

مسئلہ: مریض اس حالت کو پہنچ گیا کہ رکوع و سجود کی تعداد یاد نہیں رکھ سکتا تو اس پر ادا ضروری نہیں۔

مسئلہ: تندرست شخص نماز پڑھ رہا تھا، اثنائے نماز میں ایسا مرض پیدا ہو گیا کہ ارکان کی ادا پر قدرت نہ رہی تو جس طرح ممکن ہو بیٹھ کر لیٹ کر نماز پوری کر لے، سرے سے پڑھنے کی حاجت نہیں۔

مسئلہ: بیٹھ کر رکوع وسجود سے نماز پڑھ رہا تھا، اثنائے نماز میں قیام پر قادر ہو گیا تو جو باقی ہے کھڑا ہو کر پڑھے اور اشارہ سے پڑھتا تھا اور نماز ہی میں رکوع وسجود پر قادر ہو گیا تو سرے سے پڑھے۔

مسئلہ: رکوع وسجود پر قادر نہ تھا کھڑے یا بیٹھے نماز شروع کی رکوع وسجود کے اشارہ کی نوبت نہ آئی تھی کہ اچھا ہو گیا تو اسی نماز کو پورا کرے سرے سے پڑھنے کی حاجت نہیں اور اگر لیٹ کر نماز شروع کی تھی اور اشارہ سے پہلے کھڑے یا بیٹھ کر رکوع و سجود پر قادر ہو گیا تو سرے سے پڑھے۔ (۱)

مسئلہ: چلتی ہوئی کشتی یا جہاز میں بلا عذر بیٹھ کر نماز صحیح نہیں بشرطیکہ اتر کر خشکی میں پڑھ سکے اور زمین پر بیٹھ گئی ہو تو اترنے کی حاجت نہیں اور کنارے پر بندھی ہو اور اتر سکتا ہو تو اتر کر خشکی میں پڑھے ورنہ کشتی ہی میں کھڑے ہو کر اور بیچ دریا میں لنگر ڈالے ہوئے ہے تو بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں، اگر ہوا کے تیز جھونکے لگتے ہوں کہ کھڑے ہونے میں چکّر کا غالب گمان ہو اور اگر ہوا سے زیادہ حرکت نہ ہو تو بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے اور کشتی پر نماز پڑھنے میں قبلہ رُو ہونا لازم ہے اور جب کشتی گھوم جائے تو نمازی بھی گھوم کر قبلہ کو مونھ کر لے اور اگر اتنی تیز گردش ہو کہ قبلہ کو مونھ کرنے سے عاجز ہے تو اس وقت ملتوی رکھے ہاں اگر وقت جاتا دیکھے تو پڑھ لے۔ (۲)

مسئلہ: جنون یا بے ہوشی اگر پورے چھ وقت کو گھیر لے تو ان نمازوں کی قضا بھی نہیں، اگرچہ بے ہوشی آدمی یا درندے کے خوف سے ہو اور اس سے کم ہو تو قضا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کسی وقت ہوش ہو جاتا ہے تو اس کا وقت مقرر ہے یا نہیں اگر وقت مقرر ہے اور اس سے پہلے پورے چھ وقت نہ گزرے تو قضا واجب اور وقت مقرر نہ ہو بلکہ دفعۃً ہوش ہو جاتا ہے پھر وہی حالت پیدا ہو جاتی ہے تو اس اِفاقہ کا اعتبار نہیں یعنی سب بے ہوشیاں متصل سمجھی جائیں گی۔

مسئلہ: شراب یا بنگ پی اگرچہ دوا کی غرض سے اور عقل جاتی رہی تو قضا واجب ہے اگرچہ بے عقلی کتنے ہی زیادہ زمانہ تک ہو۔ یوہیں اگر دوسرے نے مجبور کر کے شراب پلا دی جب بھی قضا مطلقاً واجب ہے۔

مسئلہ: سوتا رہا جس کی وجہ سے نماز جاتی رہی تو قضا فرض ہے اگرچہ نیند پورے چھ وقت کو گھیر لے۔

مسئلہ: اگر یہ حالت ہو کہ روزہ رکھتا ہے تو کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا اور نہ رکھے تو کھڑے ہو کر پڑھ سکے گا تو روزہ رکھے اور نماز بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ: مریض نے وقت سے پہلے نماز پڑھ لی اس خیال سے کہ وقت میں نہ پڑھ سکے گا تو نماز نہ ہوئی اور بغیر قراءت بھی نہ ہو گی مگر جبکہ قراءت سے عاجز ہو تو ہو جائے گی۔

---

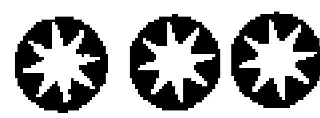
(۱) ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المریض، ج۲، ص۶۸۹

(۲) الدرالمختار، و ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المریض، مطلب فی الصلاۃ فی السفینۃ، ج۲، ص۶۹۰

مسئلہ: عورت بیمار ہو تو شوہر پر فرض نہیں کہ اسے وضو کرادے اور غلام بیمار ہو تو وضو کرا دینا مولیٰ کے ذمہ ہے۔

مسئلہ: چھوٹے سے خیمہ میں ہے کہ کھڑا نہیں ہو سکتا اور باہر نکلتا ہے تو مینھ (بارش) اور کیچڑ ہے تو بیٹھ کر پڑھے۔ یوہیں کھڑے ہونے میں دشمن کا خوف ہے تو بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔

مسئلہ: بیماری کی نمازیں قضا ہوگئیں اب اچھا ہو کر انھیں پڑھنا چاہتا ہے تو ویسے پڑھے جیسے تندرست پڑھتے ہیں اس طرح نہیں پڑھ سکتا جیسے بیماری میں پڑھتا مثلاً بیٹھ کر یا اشارہ سے اگر اسی طرح پڑھیں تو نہ ہوئیں اور صحت کی حالت میں قضا ہوئیں بیماری میں انھیں پڑھنا چاہتا ہے تو جس طرح پڑھ سکتا ہے پڑھے ہو جائیں گی، صحت کی سی پڑھنا اس وقت واجب نہیں۔ (۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِمَامَةِ وَلَدِ الزِّنَا وَالْعَبْدِ وَالْاَعْرَابِیِّ

ولد زنا، غلام اور دیہاتی کی امامت کا بیان

(۱۳۰) حَمَّادٌ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ یَؤُمُّ الْقَوْمَ وَلَدُ الزِّنَا وَالْعَبْدُ وَالْاَعْرَابِیُّ اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ۔

حضرت ابراہیم سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ولد الزنا، غلام اور دیہاتی جب قرآن پڑھ سکتے ہوں تو امامت کروا سکتے ہیں۔

شرح:

یعنی والد الزنا کی امامت درست ہے اور غلام کی بھی جائز یعنی جو مملوک ہے اور غلام اکثر جاہل ہوتے ہیں (لیکن جاہل امامت نہیں کرا سکتا جیسا کہ آگے اسی حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے علم کی قید لگائی ہے) اور اعرابی کی امامت بھی جائز ہے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ،

"اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ" (التوبۃ :97)

گنوار (جنگل میں رہنے والے) کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور اسی قابل ہیں کہ اللہ نے جو حکم اپنے رسول پر اتارے اس سے جاہل رہیں اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

(اگر قرآن پڑھ سکتا ہو) یعنی ان میں سے ہر ایک کی امامت تب جائز ہوگی جب وہ قرآن پڑھ سکتا ہو یہ اس زمانے کی بات ہے جس میں قرآن پڑھنے والا نماز کے مسائل کا عالم ہوتا تھا، اسی وجہ سے تو حدیث میں آتا ہے کہ لوگوں کو وہ آدمی جماعت کرائے جو ان میں قرآن زیادہ پڑھنے والا ہے۔

---

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب الصلاة، الباب الرابع عشر فی صلاة المریض، ج ۱، ص ۱۳۸

بعض علماء نے ان تینوں کی امامت کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ ان میں قرات وسنت سے اکثر جاہل ہوتے ہیں، لیکن جب معلوم ہو جائے کہ یہ اہل علم میں سے ہے تو بلاشبہ ان کی اقتداء جائز ہے (یعنی یہ امامت کرا سکتے ہیں) بلکہ بسا اوقات ایسے آدمی عام لوگوں سے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ جب بعض غزوات کے لیے مدینہ سے نکلے تو آپ نے حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حالانکہ آپ نابینا تھے بے شک نابینے کی امامت جب کہ اس سے زیادہ جاننے والا ہو مکروہ ہے (لیکن نبی اکرم نے اس لیے مقرر کیا کہ جو صحابہ پیچھے رہ گئے تھے ان میں سے زیادہ علم والے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم تھے) (۱)

فقہی مسائل:

امامت کا زیادہ حق دار کون؟: سب سے زیادہ مستحق اِمامت وہ شخص ہے جو نماز و طہارت کے احکام کو سب سے زیادہ جانتا ہو، اگرچہ باقی علوم میں پوری دستگاہ (یعنی مہارت) نہ رکھتا ہو، بشرطیکہ اتنا قرآن یاد ہو کہ بطور مسنون پڑھے اور صحیح پڑھتا ہو یعنی حروف مخارج سے ادا کرتا ہو اور مذہب کی کچھ خرابی نہ رکھتا ہو اور فواحش (یعنی بے حیائیوں اور ایسے کاموں سے بچتا ہو، جو مروّت کے خلاف ہیں۔) سے بچتا ہو، اس کے بعد وہ شخص جو تجوید (قراءت) کا زیادہ علم رکھتا ہو اور اس کے موافق ادا کرتا ہو۔ اگر کئی شخص ان باتوں میں برابر ہوں، تو وہ کہ زیادہ ورع رکھتا ہو یعنی حرام تو حرام شبہات سے بھی بچتا ہو، اس میں بھی برابر ہوں، تو زیادہ عمر والا یعنی جس کو زیادہ زمانہ اسلام میں گزرا، اس میں بھی برابر ہوں، تو جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں، اس میں بھی برابر ہوں، تو زیادہ وجاہت والا یعنی تہجد گزار کہ تہجد کی کثرت سے آدمی کا چہرہ زیادہ خوبصورت ہو جاتا ہے، پھر زیادہ خوبصورت، پھر زیادہ حسب والا پھر وہ کہ باعتبار نسب کے زیادہ شریف ہو، پھر زیادہ مالدار، پھر زیادہ عزت والا، پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں، غرض چند شخص برابر کے ہوں، تو ان میں جو شرعی ترجیح رکھتا ہو زیادہ حق دار ہے اور اگر ترجیح نہ ہو تو قرعہ ڈالا جائے، جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ اِمامت کرے یا ان میں سے جماعت جس کو منتخب کرے وہ امام ہو اور جماعت میں اختلاف ہو تو جس طرف زیادہ لوگ ہوں وہ امام ہو اور اگر جماعت نے غیر اولیٰ کو امام بنایا، تو بُرا کیا، مگر گنہگار نہ ہوئے۔ (۱)

مسئلہ: غلام، دہقانی (اس سے مراد دیہات کا رہنے والا نہیں بلکہ جاہل مراد ہے چاہے وہ شہری ہی کیوں نہ ہو۔)، اندھے، ولد الزنا، امرد، کوڑھی، فالج کی بیماری والے، برص والے کی جس کا برص ظاہر ہو، سفیہ (یعنی بے وقوف کہ تصرفات مثلاً بیع وشرا (یعنی خرید و فروخت۔) میں دھوکے کھاتا ہو) کی اِمامت مکروہ تنزیہی ہے اور کراہت اس وقت ہے کہ اس جماعت میں اور کوئی ان سے بہتر نہ ہو اور اگر یہی مستحق اِمامت ہیں تو کراہت نہیں اور اندھے کی اِمامت میں تو بہت خفیف کراہت ہے۔

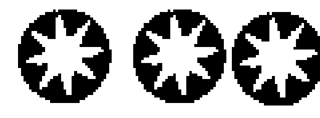
مسئلہ: عورت، خنثیٰ، نابالغ لڑکے کی اقتدا مرد بالغ کسی نماز میں نہیں کرسکتا، یہاں تک کہ نماز جنازہ و تراویح و نوافل میں اور مرد

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 570

(۲) الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج ۲، ص ۳۵۰۔۳۵۴، وغیرہ

بالغ ان سب کا امام ہوسکتا ہے، مگر عورت بھی اس کی مقتدی ہو تو امامتِ عورت کی نیت کرے سوا جمعہ وعیدین کے کہ ان میں اگرچہ امام نے امامتِ عورت کی نیت نہ کی، اقتدا کرسکتی ہے اور عورت وخنثیٰ عورت کے امام ہوسکتے ہیں، مگر عورت کو مطلقاً امام ہونا مکروہ تحریمی ہے، فرائض ہوں یا نوافل پھر بھی اگر عورت عورتوں کی اِمامت کرے، تو امام آگے نہ ہو بلکہ بیچ میں کھڑی ہو اور آگے ہوگی جب بھی نماز فاسد نہ ہوگی اور خنثیٰ کے لیے یہ شرط ہے کہ صف سے آگے ہو ورنہ نماز ہوگی ہی نہیں، خنثیٰ خنثیٰ کا بھی امام نہیں ہوسکتا۔



بَابُ الْاِثْنَيْنِ جَمَاعَةٌ

دو آدمی جماعت ہیں

(۱۳۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِرَجُلٍ فَصَلّٰى خَلْفَهٗ وَامْرَاَةٌ خَلْفَ ذٰلِكَ صَلّٰى بِهِمْ جَمَاعَةً۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کے ساتھ نماز ادا... وں کہ وہ مرد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اور ایک عورت اس آدمی کے پیچھے تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بطور جماعت نماز ادا فرمائی۔

شرح:

عورت کو مرد کے پیچھے اس لیے رکھا تا کہ مرد کی نماز باطل نہ ہوجائے ظاہر یہ ہے کہ یہ جماعت نوافل کی تھی اس کے جواز پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے جبکہ جماعت اعلانیہ نہ ہو، اور علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جمعہ کے علاوہ جن لوگوں کے ساتھ جماعت منعقد ہوجاتی ہے ان کی تعداد دو ہے ایک امام دوسرا مقتدی جو اس کی دائیں جانب کھڑا ہوگا۔

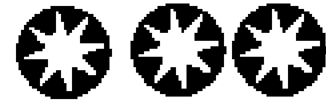
فقہی مسائل:

مسئلہ: دو شخصوں نے باہم یوں نماز پڑھی کہ ہر ایک نے اِمامت کی نیت کی نماز ہوگئی اور اگر ہر ایک نے اقتدا کی نیت کی، تو دونوں کی نہ ہوئی۔

مسئلہ: اکیلا مقتدی مرد اگرچہ لڑکا ہو امام کی برابر دہنی جانب کھڑا ہو، بائیں طرف یا پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے، دو مقتدی ہوں تو پیچھے کھڑے ہوں، برابر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے، دو سے زائد کا امام کی برابر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی۔

مسئلہ: دو مقتدی ہیں ایک مرد اور ایک لڑکا تو دونوں پیچھے کھڑے ہوں، اگر اکیلی عورت مقتدی ہے تو پیچھے کھڑی ہو، زیادہ عورتیں ہوں جب بھی یہی حکم ہے، دو مقتدی ہوں ایک مرد ایک عورت تو مرد برابر کھڑا ہو اور عورت پیچھے، دو مرد ہوں ایک عورت تو مرد امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور عورت ان کے پیچھے۔

مسئلہ: امام کی برابر کھڑے ہوتے کے یہ معنی ہیں کہ مقتدی کا قدم امام سے آگے نہ ہو یعنی اس کے پاؤں کا گٹا اُس کے گٹے سے آگے نہ ہو، سر کے آگے پیچھے ہونے کا کچھ اعتبار نہیں، تو اگر امام کی برابر کھڑا ہوا اور چونکہ مقتدی امام سے دراز قد ہے لہٰذا سجدے میں مقتدی کا سر امام سے آگے ہوتا ہے، مگر پاؤں کا گٹا گٹے سے آگے نہ ہو تو حرج نہیں۔ یو ہیں اگر مقتدی کے پاؤں بڑے ہوں کہ اُنگلیاں امام سے آگے ہیں جب بھی حرج نہیں، جب کہ گٹا آگے نہ ہو۔ (۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يَصِلُ الصُّفُوفَ

صفوں کو ملانے والے کا بیان

(۱۳۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ وَمَلَآئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ الصُّفُوْفَ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ صفوں کو ملانے والے پر رحمت فرماتا ہے، اور، اسکے فرشتے ان کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

شرح:

اس حدیث کو امام احمد، ابن ماجہ، ابن حبان، اور امام حاکم نے روایت کیا ہے اور اس میں ان الفاظ کی زیادتی فرمائی ہے کہ جو شخص صف میں خلا کو پُر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے، اور ایک روایت میں ہے جو صف کو ملاتا ہے تو اللہ اس سے وصل فرماتا ہے اور جو صف کو کاٹتا ہے تو اللہ کی رحمت اس سے دور ہو جاتی ہے۔

فقہی مسائل:

مسئلہ: مرد اور بچے اور خنثیٰ (ہیجڑا۔) اور عورتیں جمع ہوں تو صفوں کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے مردوں کی صف ہو پھر بچوں کی پھر خنثیٰ کی پھر عورتوں کی اور بچہ تنہا ہو تو مردوں کی صف میں داخل ہو جائے۔

مسئلہ: صفیں مل کر کھڑی ہوں کہ بیچ میں کشادگی نہ رہ جائے اور سب کے مونڈھے برابر ہوں۔

مسئلہ: امام کو چاہیے کہ وسط میں کھڑا ہو، اگر دہنی یا بائیں جانب کھڑا ہوا، تو خلافِ سنت کیا۔

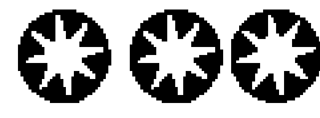
مسئلہ: مردوں کی پہلی صف کہ امام سے قریب ہے، دوسری سے افضل ہے اور دوسری تیسری سے وعلیٰ ہذا القیاس۔ مقتدی کے لیے افضل جگہ یہ ہے کہ امام سے قریب ہو اور دونوں طرف برابر ہوں، تو دہنی طرف افضل ہے۔

مسئلہ: صف مقدم کا افضل ہونا، غیر جنازہ میں ہے اور جنازہ میں آخر صف افضل ہے۔

(۱) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ، مطلب: إذا صلی الشافعی... إلخ، ج ۲، ص ۳۶۸

مسئلہ: امام کوستونوں کے درمیان کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

مسئلہ: پہلی صف میں جگہ ہو اور پچھلی صف بھر گئی ہو تو اس کو چیر کر جائے اور اس خالی جگہ میں کھڑا ہو، اس کے لیے حدیث میں فرمایا: کہ، جو صف میں کشادگی دیکھ کر اسے بند کر دے، اس کی مغفرت ہو جائے گی۔(۱)



بَابُ مَنْ شَهِدَ الْفَجْرَ وَ الْعِشَآءَ فِيْ جَمَاعَةٍ

نماز فجر اور عشاء کی نماز باجماعت ادا کرنے والے کا بیان

(۱۳۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْفَجْرَ وَالْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ كَانَتْ لَهٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ وَبَرَاءَةٌ مِّنَ الشِّرْكِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فجر اور عشاء کی نماز باجماعت ادا کرنے والے کے لیے دو براءتیں ہیں، ایک نفاق سے اور دوسری شرک سے۔

شرح:

ایک روایت میں آتا ہے جس نے دوٹھنڈی نمازیں یعنی فجر اور عشاء پڑھیں وہ جنت میں داخل ہو چکا، یعنی وہ اولا جب کہ اس پر اور کوئی گناہ ہو جنت میں داخل ہونے کا مستحق ہے، ان دو نمازوں کو اس لیے خاص فرمایا کہ یہ ایسے وقت میں ہیں جس میں لوگ مشغول ہوتے ہیں یا غفلت میں ہوتے ہیں تو جو شخص ان دو نمازوں کی رعایت کرے گا تو وہ بدرجہ اولیٰ دوسری نمازوں کی بھی رعایت کرے گا۔

(۱۳۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ دَاوَمَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا عَلٰى صَلٰوةِ الْغَدٰوةِ وَالْعِشَاءِ فِيْ جَمَاعَةٍ كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ وَبَرَاءَةٌ مِّنَ الشِّرْكِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص 40 دن تک ہمشگی کے ساتھ فجر اور عشاء ادا کرے اس کے لیے دو براءتیں لکھ دی گئی ہیں، ایک نفاق سے اور دوسری شرک سے۔

شرح:

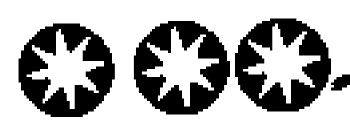
یعنی جس نے چالیس دن فجر اور عشاء کی جماعت پر ہمیشگی کی تو وہ آدمی نفاق سے بری ہے یعنی اس کا ظاہر شرک سے بری ہے

---

(۱) (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس فی الإمامۃ، الفصل الخامس، ج ا، ص ۸۹. و، مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب صلۃ الصفوف سدّ الفرج، الحدیث: ۲۵۰۳، ج ۲، ص ۲۵۱

تو اسکا باطن بھی شرک سے بری ہوگا اور یہ حسن خاتمہ کی نشانی ہے۔

چالیس دن کے ساتھ خاص کرنے میں یہ بھی حکمت ہوسکتی ہے کہ اس مدت میں آدمی عبادت کی لذت حاصل کر لیتا ہے، اور اس مدت میں اس کو دین پر استقامت حاصل ہو جاتی ہے، اور چلّے کے اور بھی بہت احکام ہیں یہاں ان کو ذکر کرنے کا مقام نہیں، اور فجر وعشاء کو اس لیے خاص کیا کہ ان کا وقت راحت اور آرام کا وقت ہے تو جو شخص ان دو نمازوں پر پابندی کرے گا تو وہ دوسری نمازوں پر بدرجہ اولیٰ پابندی کرے گا، اور اس لیے بھی کہ منافقین ان دو نمازوں میں شریک نہیں ہوتے تھے اس لیے کہ ان میں ریا نہیں تھی (یعنی اندھیرے کی وجہ سے لوگ ان کو دیکھتے نہیں تھے تو جو لوگوں کی نماز پڑھتے تھے وہ ان دو نمازوں میں شریک نہ ہوتے تھے)۔(۱)



بَابُ خُرُوْجِ النِّسَاءِ اِلَی الْمَسَاجِدِ

عورتوں کا مساجد کی طرف جانے کا بیان

(۱۳۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْخُرُوْجِ لِصَلٰوةِ الْغَدَاوةِ وَالْعِشَاءِ لِلنِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ اِذًا يَتَّخِذُوْنَه دَغلاً فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اُخْبِرُكَ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُ هٰذَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو صبح اور عشاء کی نماز کے لیے نکلنے کی رخصت عطا فرمائی۔ ایک مرد نے کہا تب تو عورتیں اس کو دلیل بناتی ہوں گی؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں اور تو یہ کہہ رہا ہے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے فجر اور عشاء اندھیرا ہونے کی وجہ سے عورتوں کو جماعت میں شریک ہونے کہ اجازت دی تھی، ایک صاحب نے عرض کی کہ لوگ ان کو مکروفریب کا جال بنائیں گے اس پر حضرت عبداللہ بن عمرو بولے میں تم کو نبی اکرم ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم یہ کہتے ہو، یعنی تم منقول کی مخالفت کرتے ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ فجر اور عشاء کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھتی تھیں ان سے کہا گیا کہ آپ مسجد میں کیوں جاتی ہیں حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عمر اس کو ناپسند کرتے ہیں اور اس پر غیرت کھاتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا تو پھر وہ مجھے خود کیونکہ نہیں منع کرتے؟ تو کہا گیا کہ ان کو نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان نے

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 127

روک رکھا ہے کہ "اللہ کی بندیوں کو مسجد سے منع نہ کرو"
اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسجد کی طرف جانے کے لیے اجازت طلب کرتیں تو حضرت عمر خاموش ہو جاتے۔
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاموشی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ عورتیں مسجد میں جائیں لیکن منع اس لیے نہیں فرماتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے اجازت دی ہوئی تھی لیکن نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد تو اس حدیث پر بھی عمل کرنا ہوگا کہ "تم پر میری اور میرے خلفاء کی سنت لازم ہے اس کو مضبوطی سے پکڑلو۔ واللہ اعلم۔
اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ایک سوال کے جواب میں یوں فرماتے ہیں کہ۔
اول یہ کہ ہماری شریعت مطہرہ اعلیٰ درجہ حکمت ومتانت ومراعات دقائق مصلحت میں ہے، اور جو حکم عرف ومصالح پر مبنی ہوتا ہے انھیں چیزوں کے ساتھ دائر رہتا ہے، اور اعصار وامصار میں ان کے تبدل سے متبدل ہو جاتا ہے، اور وہ سب احکام شرع ہی قرار پاتے ہیں، مثلاً زمان برکت نشان حضور سرو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بوجہ کثرت خیر ونایابی فتنہ وشدت تقوٰی وقوت خوف خدا عورتوں پر ستر واجب تھا نہ حجاب، اور زنان مسلمین برائے نماز پنجگانہ مساجد میں جماعتوں کے لئے حاضر ہوتیں، بعد حضور کے جب زمانے کا رنگ قدرے متغیر ہوا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا :

"لو ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأی من النساء ما رأینا لمنعھن من المسجد کما منعت بنو اسرائیل نساءھا۔ رواہ احمد و بخاری ومسلم۔"

ترجمہ" یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے زمانے کی عورتوں کو ملاحظ فرماتے تو انھیں مساجد جانے سے منع کرتے جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو منع کر دیا تھا۔ (۱)
جب زمانہ رسالت سے اور بُعد ہوا ائمہ دین نے جوان عورتوں کو ممانعت فرمادی، جب اور فساد پھیلا، علماء نے جوان وغیر جوان کسی کے لئے اجازت نہ رکھی۔
درمختار میں ہے :

"یکرہ حضور من الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقا لو عجوز الیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان"

رات کو عورتوں کا خواہ بوڑھی ہوں جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے اور اگر جمعہ، عید اور وعظ کی مجلس ہو تو مفتی بہ مذہب میں مطلقاً مکروہ ہے زمانہ کے فساد کی وجہ سے۔ (۲)
فتح القدیر میں فرمایا :

---

(۱) مسند احمد بن حنبل مروی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دار الفکر بیروت ۶/ ۹۱

(۲) درمختار باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳

"عمم المتاخرون المنع العجائز والشواب فی الصلوات کلھا لغلبۃ الفساد فی سائر الاوقات"

غلبہ فساد کی وجہ سے تمام اوقات کی نمازوں میں عموماً بوڑھی اور جوان عورتوں کا نکلنا متاخرین علماء نے منع فرمایا ہے۔

حالانکہ صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا :

اذا استأذنت احد کم امرأتہ الی المسجد فلا یمنعھا"

رواہ احمد والشیخان والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما جب تم میں کسی کی عورت مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے (اسے احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا۔)(۱)

دوسری حدیث میں فرمایا : "لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ" رواہ احمد و مسلم عن ابن عمر واحمد وابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو، (اسے امام احمد اور مسلم نے ابن عمر سے اور احمد و ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت کیا۔)(۲)

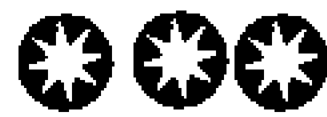
پھر ان ائمہ علماء کے یہ احکام ہرگز حکم اقدس کے خلاف نہ ٹھہرے بلکہ عین مطابق مقصود شرع قرار پائے، اس طرح رفتہ رفتہ حاملان شریعت وحکمائے امت نے حکم حجاب دیا اور چہرہ چھپانا کہ صدر اول میں واجب نہ تھا واجب کردیا۔

نہایہ میں ہے : سدل الشیئ علی وجھا واجب علیھا۔ چہرے پر پردہ لٹکانا عورت پر واجب ہے۔

شرح لباب میں ہے : دلت المسئلۃ علی ان المرأۃ منھیۃ عن اظھار وجھھا للاجانب بلا ضرورۃ : یہ مسئلہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو بلا ضرورت اجنبی لوگوں پر اپنا چہرہ کھولنا منع ہے۔

تنویر میں ہے : تمنع من کشف الوجہ بین رجال لخوف الفتنۃ۔ فتنہ کے خوف سے مردوں میں عورت کو چہرہ کھولنے سے روکا جائے۔

تو جب عورتیں مسجد میں جاتی ہیں تو بے پردگی ہوتی ہے جو جائز نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت ہماری ماں حضرت سیدہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نہیں دیتی تھیں۔



بَابُ اِذَا حَضَرَ الْعِشَآءُ وَالْعَشَآءُ

باب : جب رات کا کھانا اور نماز عشاء اکٹھے ہو جائیں

(۱۳۶) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(۱) صحیح بخاری باب استیذان المرأۃ زوجھا بالخروج الی المسجد ۱/۱۲۰

(۲) صحیح مسلم ۱ ... ۱/۱۸۳

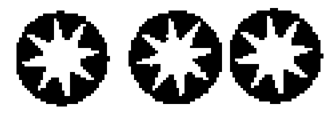
اِذَا نُوْدِیَ بِالْعِشَآءِ وَاُذِنَ الْمُؤَذِّنُ فَابْدَءُ وْا بِالْعَشَآءِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کھانے کی طرف بلایا جائے، اور اس وقت مؤذن نے اذان شروع کر دے تو کھانے سے پہل کرو۔

شرح:

یعنی جب مؤذن عشاء کی نماز کے لیے اذان دے اور مکبر تکبیر کہے اور کھانا آجائے تو پہلے کھانا کھالو یہاں پہلی اذان سے مراد اذان ہے اور دوسرے سے مراد اقامت ہے، عشاء عین کے فتح کے ساتھ شام کے کھانے کو کہتے ہیں، کیونکہ یہ وقت العشیۃ یعنی شام کے وقت کھایا جاتا ہے، اس کا مقابل ہے "الغدا" (ناشتہ) جو دن کے شروع میں کھایا جاتا ہے۔

اس حدیث کو امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔



باب ماجاء فِی الرَّجُلِ یُصَلِّیْ وَحْدَہٗ ثُمَّ یُدْرِکُ الْجَمَاعَةَ

باب: جو تنہا نماز ادا کر کے پھر جماعت کو بھی پالے

(۱۳۷) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ الْاَسْوَدِ اَوِالْاَسْوَدِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَجُلَیْنِ صَلَّیَا الظُّهْرَ فِیْ بُیُوْتِهِمَا عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُمَا یَرَیَانِ اَنَّ النَّاسَ قَدْ صَلُّوْا ثُمَّ اَتَیَا الْمَسْجِدَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الصَّلٰوةِ فَقَعَدَا نَاحِیَةً مِّنَ الْمَسْجِدِ وَهُمَا یَرَیَانِ اَنَّ الصَّلٰوةَ لَا تَحِلُّ لَهُمَا فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَاٰهُمَا اَرْسَلَ اِلَیْهِمَا فَجِیْءَ بِهِمَا وَ فَرَائِصُهُمَا تَرْتَعِدُ مَخَافَةَ اَنْ یَّکُوْنَ قَدْ حَدَثَ فِیْ اَمْرِهِمَا شَیْءٌ فَسَاَلَهُمَا فَاَخْبَرَاهُ الْخَبَرَ فَقَالَ اِذَا فَعَلْتُمَا ذٰلِكَ فَصَلِّیَا مَعَ النَّاسِ وَاجْعَلَا الْاُوْلٰی هِیَ الْفَرْضُ۔ وَقَدْ رَوٰی هٰذَا الْحَدِیْثَ جَمَاعَةٌ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ فَقَالُوْا عَنِ الْهَیْثَمِ یَرْفَعُهٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد روایت کرتے ہیں کہ عہد نبوت ﷺ میں دو آدمیوں نے اپنے گھر میں ہی نماز ظہر ادا کر لی، ان کا گمان یہ تھا کہ شاید لوگ نماز پڑھ چکے ہوں گے، جب وہ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں، وہ دونوں مسجد کے ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئے، ان کا خیال تھا کہ اب دوبارہ وہی نماز پڑھنا ان کے لیے جائز نہ رہا، بہرحال جب نبی اکرم ﷺ فارغ ہوئے اور انہیں بیٹھا دیکھا تو انہیں بلوایا، جب وہ دونوں آئے، تو ان کے اعضائے جسم تھر تھر کانپ رہے تھے اس خوف کی وجہ سے کہ ان کے بارے میں کوئی نیا حکم نہ آ گیا ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے ان سے اس کی بابت پوچھا تو انہوں نے ساری بات بتائی، آپ ﷺ نے فرمایا: جب ایسا معاملہ ہو جائے تو لوگوں کے ساتھ بھی نماز پڑھ لیا کرو، ہاں فرض وہ پہلے والی ہی نماز ہوئی۔

یہ حدیث ایک جماعت نے از ابو حنیفہ از ہیثم روایت کی ہے، اور ہیثم کی بابت انہوں نے کہا کہ وہ اس کو نبی اکرم ﷺ تک مرفوع قرار دیتے تھے۔

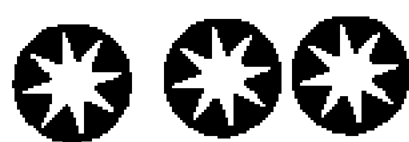
شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ کے زمانے اقدس میں دو آدمیوں نے اپنے گھروں میں نماز ظہر پڑھ لی یعنی علیحدہ علیحدہ اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ جماعت کرا رہے ہیں تو وہ دونوں مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ گے، یعنی یہ گمان کرتے ہوئے مسجد کے کونے میں بیٹھ گے کہ ان کے لیے جماعت میں نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نفل بھی جائز نہیں، اس لیے کہ انہوں نے نماز پڑھ لی ہے، جب نبی اکرم ﷺ نے ان کر دیکھا کہ وہ ایسے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے منافقین اور مشرک جماعت سے الگ بیٹھتے ہیں ۔تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو طلب فرمایا تو وہ آپ ﷺ کے پاس اس حالت میں حاضر ہوئے کہ ان کے شانوں کے درمیان کا گوشت اس خوف سے لرز رہا تھا کہ شاید ان کے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے یعنی ان کی سزا کے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے جو ان پر نبی اکرم ﷺ کے غضب کا سبب بنی ہے،! جب حاضر خدمت ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے ہماری اقتداء کیوں نہیں کی، انہوں نے آپ کو سارا قصہ بیان کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب ایسا معاملہ ہو جائے تو لوگوں کے ساتھ شریک ہو جایا کرو اور اپنی پہلی نماز کو فرض سمجھو، اور دوسری کو نفل۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب ایسا معاملہ پیش آئے تو وہ آدمی جماعت کے ساتھ نفل پڑھے گا جب کہ وقت مکروہ نہ ہو، پس وہ فجر کے بعد اور عصر کے بعد اور مغرب کی جماعت میں شریک نہیں ہوگا کیونکہ عصر اور فجر کے بعد نفل جائز نہیں اور مغرب میں تین رکعات ہوں گی تو تین رکعت نفل نہیں ہوتے، اور اگر چار کرے گا یا دو کرے گا تو امام کی مخالفت لازم آئے گی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم گھر میں نماز پڑھ لو پھر مسجد میں امام کو نماز میں پاؤ تو اس کے ساتھ نماز پڑھو سوائے فجر اور مغرب کے کیونکہ یہ نمازیں دو بار نہیں پڑھی جاتی اور عصر بھی فجر کے حکم میں ہی ہے،۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر گھر میں کوئی نماز پڑھ چکا پھر مسجد میں آیا تو امام جماعت کروا رہا تھا تو اگر یہ جماعت ظہر یا عشاء کی ہے تو اس کے ساتھ نفل کی نیت کر کے شریک ہو جائے اور ان نمازوں کے علاوہ کوئی اور نماز ہے تو شریک نہ ہو۔



بَابُ مَا جَآءَ فِی الْغُسْلِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن غسل کرنے کا بیان

(۱۳۸) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ یَّحْیٰی عَنْ عُمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانُوْا یَرُوْحُوْنَ اِلَی الْجُمُعَةِ وَقَدْ عَرِقُوْا وَتَلَطَّخُوْا بِالطِّیْنِ فَقِیْلَ لَهُمْ مَّنْ رَاحَ اِلَی الْجُمُعَةِ فَلْیَغْتَسِلْ. وَفِیْ رِوَایَةٍ کَانَ النَّاسُ عُمَّارَ اَرْضِهِمْ وَکَانُوْا یَرُوْحُوْنَ یُخَالِطُهُمُ الْعَرَقُ وَالتُّرَابُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَضَرْتُمُ الْجُمُعَةَ فَاغْتَسِلُوْا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگ دوسرے پہر نماز جمعہ کے لیے نکلتے تو مٹی میں لتھڑنے کی وجہ سے وہ پسینے میں شرابور ہوتے، اس لیے ان کو حکم دیا گیا کہ جو شخص جمعہ کے لیے نکلے تو غسل کر کے آئے۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ لوگ اپنی زمینوں میں کھیتی باڑی کے ذریعے خود ہی آباد رکھتے تھے، اور جب نماز جمعہ کے لیے نکلتے تو پسینہ اور مٹی میں خلط ملط ہوتے، اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز جمعہ کے لیے آؤ تو غسل کر کے آؤ۔

شرح:

یعنی جب لوگ مسجد میں آتے تو پسینے میں شرابور اور مٹی میں لتھڑے ہوتے اس لیے کہ یہ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اور عمارتیں بناتے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا تم میں سے جو جمعہ کی نماز میں شریک ہونے کا ارادہ کرے تو وہ غسل کرے یہ حکم استحبابی ہے اور بعض نے کہا کہ ایجابی ہے۔

اور ایک روایت میں کہ لوگ یعنی انصار زمینوں میں کام کرتے تھے تو وہ جمعہ میں شریک ہوتے اس حال میں کہ پسینہ اور مٹی میں خلط ملط ہوتے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا جب تم جمعہ میں حاضر ہو تو غسل کر لیا کرو تا کہ نہ تم کسی کو تکلیف دو اور نہ تم کو کوئی تکلیف دے اور اس لیے بھی کہ طہارت میں مبالغہ کی باطن کی صفائی میں ایک خاص تاثیر ہے۔(۱)

(۱۳۹) اَبُوْ حَنِیْفَةَ وَالْمَنْصُوْرُ وَ مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ کُلُّهُمْ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْغُسْلُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰی مَنْ اَتَی الْجُمُعَةَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جمعہ پڑھنے آئے اس جمعہ کے دن غسل لازم ہے۔

شرح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو جمعہ میں شریک ہو اس پر غسل واجب ولازم ہے،، ایک روایت میں آتا ہے کہ جمعہ کے

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 220

دن غسل ہر بالغ پر واجب ہے، اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل سنت ہے، اور ایک روایت میں آتا ہے کہ ہر بالغ ہو سات دن میں ایک بار غسل واجب ہے، الحاصل جمعہ کے دن جو آدمی جمعہ میں شریک ہو اس پر غسل مستحب ہے اس لیے کہ خود نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو وہ اچھا ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے اس سے غسل کا مستحب ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

جمعہ کے دن غسل پر چند دیگر احادیث :

حدیث: صحیح بخاری میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ،جو شخص جمعہ کے دن نہائے اور جس طہارت کی استطاعت ہو کرے اور تیل لگائے اور گھر میں جو خوشبو ہو ملے پھر نماز کو نکلے اور دو شخصوں میں جدائی نہ کرے یعنی دو شخص بیٹھے ہوئے ہوں انھیں ہٹا کر بیچ میں نہ بیٹھے اور جو نماز اس کے لیے لکھی گئی ہے پڑھے اور امام جب خطبہ پڑھے تو چپ رہے، اس کے لیے ان گناہوں کی جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہیں مغفرت ہو جائے گی۔ (۱)

اور اسی کے قریب قریب ابو سعید خدری و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی متعدد طرق سے روایتیں آئیں۔

حدیث: احمد ابو داود و ترمذی بافادۂ تحسین ونسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم بافادۂ تصحیح اَوس بن اَوس اور طبرانی اوسط میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ،جو نہلائے اور نہائے اور اوّل وقت آئے اور شروع خطبہ میں شریک ہو اور چل کر آئے سواری پر نہ آئے اور امام سے قریب ہو اور کان لگا کر خطبہ سُنے اور لغو کام نہ کرے، اس کے لیے ہر قدم کے بدلے سال بھر کا عمل ہے، ایک سال کے دنوں کے روزے اور راتوں کے قیام کا اسکے لیے اجر ہے۔

اور اسی کے مثل دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایتیں ہیں۔

حدیث: بخاری و مسلم ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ،ہر مسلمان پر سات دن میں ایک دن غسل ہے کہ اس دن میں سر دھوئے اور بدن۔

حدیث: احمد و ابو داود و ترمذی ونسائی و دارمی سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں : ،جس نے جمعہ کے دن وضو کیا، فبہا اور اچھا ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔

حدیث: ابو داود عکرمہ سے راوی، کہ عراق سے کچھ لوگ آئے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا کہ جمعہ کے دن آپ غسل واجب جانتے ہیں؟ فرمایا نہ، ہاں یہ زیادہ طہارت ہے اور جو نہائے اس کے لیے بہتر ہے اور جو غسل نہ کرے تو اس پر واجب نہیں۔ (۲)

حدیث: ابن ماجہ بسند حسن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں : ،اس دن کو اللہ (عزوجل) نے مسلمانوں کے لیے عید کیا تو جو جمعہ کو آئے وہ نہائے اور اگر خوشبو ہو تو لگائے۔

---

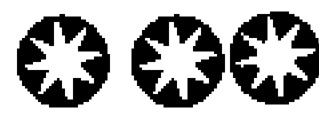
(۱) صحیح البخاری،، کتاب الجمعۃ، باب الدھن للجمعۃ، الحدیث ۸۸۳ : ، ج ۱، ص ۳۰۶

(۲) سنن أبی داود،، کتاب الطھارۃ، باب الرخصۃ فی ترک الغسل یوم الجمعۃ، الحدیث ۳۵۳ : ، ج ۱، ص ۱۶۰

حدیث: احمد وترمذی بسند حسن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: ،مسلمان پر حق ہے کہ جمعہ کے دن نہائے اور گھر میں جو خوشبو ہو لگائے اور خوشبو نہ پائے تو پانی یعنی نہانا بجائے خوشبو ہے۔،

حدیث: طبرانی کبیر و اوسط میں صدیق اکبر و عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی، کہ فرماتے ہیں: ،جو جمعہ کے دن نہائے اس کے گناہ اور خطائیں مٹا دی جاتی ہیں اور جب چلنا شروع کیا تو ہر قدم پر بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔،

اور دوسری روایت میں ہے،، ہر قدم پر بیس سال کا عمل لکھا جاتا ہے اور جب نماز سے فارغ ہو تو اسے دو سو برس کے عمل کا اجر ملتا ہے۔ (۱)



باب فی الخطبة

خطبہ کا بیان

(۱۴۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ جَلَسَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ جَلْسَةً خَفِيْفَةً۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن جب منبر پر تشریف فرما ہوتے تو خطبہ سے پہلے کچھ لمحات بیٹھتے۔

شرح:

یعنی جب نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھتے تو خطبہ سے پہلے تھوڑی دیر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ مؤذن آپ کے سامنے اذان دیتا، اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ جمعہ کے دن منبر تشریف فرما ہوتے تو اس پر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ مؤذن اذان سے فارغ ہو جاتا تو پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔

(۱۴۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ رَجُلاً حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَاَلَ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ عَنْ خُطْبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ لَهٗ اَمَا تَقْرَاُ سُوْرَةَ الْجُمُعَةِ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لَّا اَعْلَمُ قَالَ فَقَرَاَ عَلَيْهِ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا۔

حضرت ابراہیم سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے ان کو بیان کیا کہ اس نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ کے یوم جمعہ خطبہ کی بابت پوچھا، تو آپ نے فرمایا: کیا تم نے سورۃ الجمعہ نہیں پڑھی؟ اس نے کہا: کیوں نہیں، لیکن میں نہیں جانتا (کہ نبی اکرم ﷺ اس سے کیا تلاوت فرماتے تھے) تو آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی: وَاِذَا رَاَوْا

(۱) ،المعجم الأوسط،، باب الجیم، الحدیث ۳۳۹۷:، ج ۲، ص ۳۱۴

تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا۔

شرح:

یعنی ایک آدمی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ نبی اکرم ﷺ کا جمعہ کا خطبہ کیسا تھا؟؟ یعنی آپ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے یا کھڑے ہو کر،؟؟ تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ کیا تم نے سورۃ جمعہ نہیں پڑھی؟؟ کہ وہ جمعہ کے احکام کے لیے جامعہ ہے تو سائل نے کہا ہاں میں نے پڑھی ہے لیکن میں اس سے حکم نکالنے سے قاصر ہوں، تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت کہ" وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ "(الجمعۃ :11) ترجمہ: اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا اس کی طرف چل دیئے اور تمہیں خطبہ میں کھڑا چھوڑ گئے تم فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل سے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا"

پڑھی اور فرمایا کہ جب نبی اکرم ﷺ اس آیت کے ساتھ خطبہ دینے کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہو جاتے، یعنی نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ (یعنی آپ نے: وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا: سے استدلال کیا)(۱)

فقہی مسائل:

مسئلہ: خطبہ جمعہ میں شرط یہ ہے، کہ:

(۱) وقت میں ہو اور

(۲) نماز سے پہلے اور

(۳) ایسی جماعت کے سامنے ہو جو جمعہ کے لیے شرط ہے یعنی کم سے کم خطیب کے سوا تین مرد اور

(۴) اتنی آواز سے ہو کہ پاس والے سُن سکیں اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو اگر زوال سے پیشتر خطبہ پڑھ لیا یا نماز کے بعد پڑھا یا تنہا پڑھا یا عورتوں بچوں کے سامنے پڑھا تو ان سب صورتوں میں جمعہ نہ ہوا اور اگر بہروں یا سونے والوں کے سامنے پڑھا یا حاضرین دور ہیں کہ سنتے نہیں یا مسافر یا بیماروں کے سامنے پڑھا جو عاقل بالغ مرد ہیں تو ہو جائے گا۔

مسئلہ: خطبہ ذکر الٰہی کا نام ہے اگرچہ صرف ایک بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یا سُبْحٰنَ اللّٰهِ یا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اسی قدر سے فرض ادا ہو گیا مگر اتنے ہی پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: چھینک آئی اور اس پر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا یا تعجب کے طور پر سُبْحٰنَ اللّٰهِ یا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا تو فرض ادا نہ ہوا۔

مسئلہ: خطبہ و نماز میں اگر زیادہ فاصلہ ہو جائے تو وہ خطبہ کافی نہیں۔

مسئلہ: سنت یہ ہے کہ دو خطبے پڑھے جائیں اور بڑے بڑے نہ ہوں اگر دونوں مل کر طوال مفصّل سے بڑھ جائیں تو مکروہ ہے خصوصاً جاڑوں میں۔

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 130

مسئلہ: خطبہ میں یہ چیزیں سنت ہیں:

(۱) خطیب کا پاک ہونا۔ (۲) کھڑا ہونا۔
(۳) خطبہ سے پہلے خطیب کا بیٹھنا۔ (۴) خطیب کا منبر پر ہونا۔ اور
(۵) سامعین کی طرف موتھ۔ اور (۶) قبلہ کو پیٹھ کرنا اور بہتر یہ ہے کہ منبر محراب کی بائیں جانب ہو۔
(۷) حاضرین کا متوجہ بامام ہونا۔ (۸) خطبہ سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ آہستہ پڑھنا۔
(۹) اتنی بلند آواز سے خطبہ پڑھنا کہ لوگ سنیں۔ (۱۰) الحمد سے شروع کرنا۔
(۱۱) اللہ عزوجل کی ثنا کرنا۔
(۱۲) اللہ عزوجل کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینا۔
(۱۳) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر درود بھیجنا۔ (۱۴) کم سے کم ایک آیت کی تلاوت کرنا۔
(۱۵) پہلے خطبہ میں وعظ و نصیحت ہونا۔ (۱۶) دوسرے میں حمد و ثنا و شہادت و درود کا اعادہ کرنا۔
(۱۷) دوسرے میں مسلمانوں کے لیے دُعا کرنا۔ (۱۸) دونوں خطبے ہلکے ہونا۔
(۱۹) دونوں کے درمیان بقدر تین آیت پڑھنے کے بیٹھنا۔ مستحب یہ ہے کہ دوسرے خطبہ میں آواز بہ نسبت پہلے کے پست ہو اور خلفائے راشدین و عمین مکرمین حضرت حمزہ و حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر ہو بہتر یہ ہے کہ دوسرا خطبہ اس سے شروع کریں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِى اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ.

(۲۰) مرد اگر امام کے سامنے ہو تو امام کی طرف موتھ کرے اور دہنے بائیں ہو تو امام کی طرف مڑ جائے۔ اور
(۲۱) امام سے قریب ہونا افضل ہے مگر یہ جائز نہیں کہ امام سے قریب ہونے کے لیے لوگوں کی گردنیں پھلانگے، البتہ اگر امام ابھی خطبہ کو نہیں گیا ہے اور آگے جگہ باقی ہے تو آگے جا سکتا ہے اور خطبہ شروع ہونے کے بعد مسجد میں آیا تو مسجد کے کنارے ہی بیٹھ جائے۔
(۲۲) خطبہ سننے کی حالت میں دوزانو بیٹھے جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں۔

مسئلہ: بادشاہ اسلام کی ایسی تعریف جو اس میں نہ ہو حرام ہے، مثلاً مالک رقاب الامم کہ یہ محض جھوٹ اور حرام ہے۔

مسئلہ: خطبہ میں آیت نہ پڑھنا یا دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ نہ کرنا یا اثنائے خطبہ میں کلام کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر خطیب نے نیک بات کا حکم کیا یا بُری بات سے منع کیا تو اسے اس کی ممانعت نہیں۔

مسئلہ: غیر عربی میں خطبہ پڑھنا یا عربی کے ساتھ دوسری زبان خطبہ میں خلط کرنا خلاف سنت متوارثہ ہے۔ یوہیں خطبہ میں اشعار پڑھنا بھی نہ چاہیے اگرچہ عربی ہی کے ہوں، ہاں دو ایک شعر پند و نصائح کے اگر کبھی پڑھ لے تو حرج نہیں۔



بَابُ مَا يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ

باب: (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) جمعہ میں کیا تلاوت فرماتے تھے

(۱۴۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمٰعِيْلَ الْكُوْفِيِّ عَنْ يَّعْقُوْبَ بْنِ يُوْسُفَ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِيْ جُنَادَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عن سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ سُوْرَةَ الْجُمُعَةِ وَالْمُنَافِقِيْنَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن سورۃ الجمعہ اور سورۃ المنافقین پڑھا کرتے تھے۔

(۱۴۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ سَالِمٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَقْرَاُ فِي الْعِيْدَيْنِ وَيَوْمِ الْجُمُعَةِ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَهَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور یوم جمعہ یہ تلاوت فرمایا کرتے تھے: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَهَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ۔

شرح:

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الضحیٰ جو کہ اغنیاء کے عید ہے اور جمعہ جو کہ فقراء کی عید ہے "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى" اور هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ" پڑھتے تھے یعنی ان نمازیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ آیات پڑھنا ہے،

فقہی مسائل:

عیدین کی نماز واجب ہے مگر سب پر نہیں بلکہ انھیں پر جن پر جمعہ واجب ہے اور اس کی ادا کی وہی شرطیں ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور عیدین میں سنت، اگر جمعہ میں خطبہ نہ پڑھا تو جمعہ نہ ہوا اور اس میں نہ پڑھا تو نماز ہوگئی مگر برا کیا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ قبل نماز ہے اور عیدین کا بعد نماز، اگر پہلے پڑھ لیا تو برا کیا، مگر نماز ہوگئی لوٹائی نہیں جائے گی اور خطبہ کا بھی اعادہ نہیں اور عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت، صرف دوبارا اتنا کہنے کی اجازت ہے۔ اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ۔ بلاوجہ عید کی نماز چھوڑنا گمراہی و بدعت ہے۔ (۱)

مسئلہ: گاؤں میں عیدین کی نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔ (۲)

---

(۱) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ص ۱۱۹

(۲) الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ج ۳، ص ۵۲۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مَنْ مَّاتَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ

جو شخص جمعہ کی رات کو فوت ہو جائے

(۱۴۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ طَارِقٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ لَيْلَةِ جُمُعَةٍ اِلَّا وَيَنْظُرُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰى خَلْقِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَّغْفِرُ اللهُ لِمَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر جمعہ کی رات کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف تین مرتبہ (خصوصی) نظر فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو بخش دیتا ہے جس نے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔

شرح:

یعنی جمعہ کی ہر رات کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف تین بار نظر رحمت فرماتا ہے ظاہر ہے کہ پہلی نظر رات کے پہلے حصے میں اور دوسرے حصے میں اور تیسری رات کے تیسرے حصے میں فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس میں سوائے مشرکین کے تمام کو بخشتا ہے یہ شرک عام ہے چاہے کوئی شرک جلی کرے یا شرک خفی دونوں رحمت الٰہی سے محروم اور بخشش سے دور رہتے ہیں، ریاء کاری اور دکھلاوا شرک خفی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اعمال اللہ کی بارگاہ میں جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن کو پیش کیا جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہر اس آدمی کو بخش دیتا ہے جس نے شرک خفی و جلی نہیں کیا ہوتا، سوائے ان دو آدمیوں کے جن کی آپس میں دشمنی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کو میری رحمت سے دور لے جاؤ یہاں تک کہ صلح کرلیں۔

(۱۴۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وُقِيَ عَذَابُ الْقَبْرِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کی رات کو فوت ہونے والا شخص عذاب قبر سے بچایا جاتا ہے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو مؤمن جمعہ کے دن فوت ہوا تو وہ عذاب قبر سے محفوظ ہو گیا یعنی یا تو اس کو بالکل عذاب قبر نہیں ہوگا یا اس کی شدت سے بچ جائے گا یا ہر جمعہ کے دن اس سے عذاب اٹھالیا جائے گا۔

جمعہ کے دن فوت ہونے والے کے بارے چند دیگر احادیث:

حدیث: احمد وترمذی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں:، جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے گا، اللہ تعالیٰ اسے فتنۂ قبر سے بچا لے گا۔

حدیث: ابو نعیم نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں:، جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے گا، عذاب قبر سے بچا لیا جائے گا اور قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس پر شہیدوں کی مُہر ہوگی۔ (۱)

حدیث: حمید نے ترغیب میں ایاس بن بکیر سے روایت کی، کہ فرماتے ہیں:، جو جمعہ کے دن مرے گا، اس کے لیے شہید کا اجر لکھا جائے گا اور فتنۂ قبر سے بچا لیا جائے گا۔ (۲)

حدیث: عطا سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں:، جو مسلمان مرد یا مسلمان عورت جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے، عذاب قبر اور فتنۂ قبر سے بچا لیا جائے گا اور خدا سے اس حال میں ملے گا کہ اس پر کچھ حساب نہ ہوگا اور اس کے ساتھ گواہ ہوں گے کہ اس کے لیے گواہی دیں گے یا مُہر ہوگی۔

حدیث: بیہقی کی روایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں:، جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن چمکدار دن۔ (۳)

بَابُ الرُّخْصَةِ لِلنِّسَاءِ فِي الْخُرُوْجِ إِلَى الْخَيْرِ وَدَعْوَةِ الْمُسْلِمِيْنَ

مسلمانوں کے دعا کرنے اور بھلائی کے کاموں میں عورتوں کے خروج میں رخصت

(۱۳۶) أَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَمَّنْ سَمِعَ أُمَّ عَطِيَّةَ تَقُوْلُ رُخِّصَ لِلنِّسَاءِ فِي الْخُرُوْجِ إِلَى الْعِيْدَيْنِ حَتّٰى لَقَدْ كَانَتِ الْبِكْرَانِ تَخْرُجَانِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ حَتّٰى لَقَدْ كَانَتِ الْحَائِضُ تَخْرُجُ فَتَجْلِسُ فِيْ عُرْضِ النَّاسِ يَدْعُوْنَ وَلَا يُصَلِّيْنَ۔

حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ عورتوں کو عیدین کے دن نکلنے کی رخصت دی، دو دو کنواری عورتیں ایک ہی کپڑے میں نکلتیں، حتیٰ کہ حائضہ عورت بھی خروج کرتی اور لوگوں کی ایک طرف بیٹھتی، یہ دعا میں شریک ہوتی اور نماز نہ پڑھتی۔

شرح:

اس بارے میں ایک روایت میں آتا ہے کہ ہر کمر بند والی پر لازم ہے کہ وہ عیدین کی طرف نکلے، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی کی مثل مروی ہے، (لیکن اس بارے میں موجودہ مسئلہ کیا ہے اس کی تفصیل کے لیے حدیث نمبر : 135 کی

---

(۱) حلیۃ الاولیاء،، رقم ۳۶۲۹ :، ج ۳، ص ۱۸۱.

(۲) شرح الصدور، للسیوطی، باب من لا یسئل فی القبر، ص ۱۵۱.

(۳) [illegible]

شرح کا مطالعہ ضرور فرمائیں واللہ اعلم، ابوالاحمد غفرلہ)

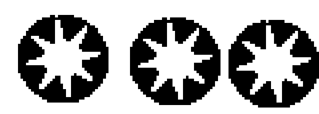
(۱۴۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عِنْدَ عَبْدِالْكَرِيْمِ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كَانَ يُرَخَّصُ لِلنِّسَاءِ فِي الْخُرُوْجِ اِلَى الْعِيْدَيْنِ مِنَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَتْ اِنْ كَانَ الطَّامِثُ لَتَخْرُجُ فَتَجْلِسُ فِيْ عُرْضِ النِّسَاءِ فَتَدْعُوْ فِي الْعِيْدَيْنِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَتْ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّخْرِجَ يَوْمَ النَّحْرِ وَيَوْمَ الْفِطْرِ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ وَالْحُيَّضِ فَاَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلٰوةَ وَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَتْ اِمْرَاَةٌ يَارَسُوْلَ اللهِ اِذَا كَانَتْ اِحْدٰنَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ لِتُلْبِسْهَا اُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا.

حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ عورتوں کو عید فطر وضحیٰ کی طرف نکلنے کی رخصت دی جاتی تھی۔ایک روایت میں ہے کہ اگر حائضہ عورتیں عیدین کے لیے نکلتیں تو عورتوں کے ایک کونے میں جا کر بیٹھ جاتیں اور دعا میں شامل ہوتیں۔

ایک روایت میں ہے کہ :ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ ہم عیدین کے دن پردہ میں رہنے والی اور حائضہ عورتوں کو عیدگاہ کی طرف لے جایا کریں۔حائضہ عورتیں نماز میں الگ رہتیں اور دعاوغیرہ میں شامل ہوتیں۔ایک عورت نے عرض کی :یارسول اللہ ﷺ !اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہوتو کیا کرے؟فرمایا اس کی بہن اسے اپنے ساتھ چادر اوڑھالے۔

شرح:

امام ابن ھمام علیہ الرحمۃ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں کہ عید کے لیے بوڑھی عورتیں نکلیں جوان نہ نکلیں ،کیونکہ اس زمانہ میں مردوں عورتوں کے اختلاط میں فساد عظیم ہے،اور ایک روایت میں آتا ہے کہ حائضہ بھی عیدگاہ کی طرف نکلتی اور عورتوں سے الگ ہو کر بیٹھ کاتی تا کہ ان کی صف میں خلل نہ آئے اور کبھی دعا مانگتی اور کبھی آمین کہتی تا کہ اس کو بھی عید کی برکات حاصل ہوں۔



بَابُ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ قَبْلَ الْعِيْدِ وَلَا بَعْدَهَا

عید سے پہلے اور بعد میں نماز نہ پڑھنے والے کا بیان

(۱۴۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ اِلَى الْمُصَلّٰى فَلَمْ يُصَلِّ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَلَا بَعْدَهَا شَيْئًا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ عید کے دن عیدگاہ کی طرف نکلتے ،آپ ﷺ نماز سے پہلے اور بعد میں کوئی نماز نہ پڑھتے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ عید کے دن عیدگاہ کی طرف نکلتے جو کہ مدینہ سے باہر تھی، تو نہ عید سے پہلے اور نہ بعد میں کوئی نماز بھی نہ پڑھتے تھے یعنی نوافل وغیرہ نہ پڑھتے تھے، اور ہدایہ شریف میں ہے کہ عیدگاہ میں نماز عید سے پہلے نوافل جائز نہیں، عام مشائخ نماز عید سے پہلے عیدگاہ اور گھر دونوں میں نوافل پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں، اور نماز عید کے بعد عیدگاہ میں مکروہ ہیں جیسا کہ کتب ستہ میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ نبی اکرم ﷺ عیدگاہ کی طرف نکلے تو لوگوں کو عید کی نماز پڑھائی پھر نہ اس سے پہلے اور نہ بعد میں کچھ پڑھا، امام اہمام فرماتے ہیں کہ نماز عید کے بعد نفل کی نفی عیدگاہ میں پڑھنے پر محمول ہے، جیسا کہ ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ عید سے پہلے کوئی نماز نہ پڑھتے تھے جب عید سے لوٹتے تو اپنے گھر میں دو رکعت پڑھتے تھے۔ (۱)

عید کے بارے میں فقہی مسائل:

مسئلہ: عید کے دن یہ امور مستحب ہیں:

(۱) حجامت بنوانا۔ (۲) ناخن ترشوانا۔
(۳) غسل کرنا۔ (۴) مسواک کرنا۔
(۵) اچھے کپڑے پہننا، نیا ہو تو نیا ورنہ دُھلا۔ (۶) انگوٹھی پہننا۔
(۷) خوشبو لگانا۔ (۸) صبح کی نماز مسجد محلّہ میں پڑھنا۔
(۹) عیدگاہ جلد چلا جانا۔ (۱۰) نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا۔
(۱۱) عیدگاہ کو پیدل جانا۔ (۱۲) دوسرے راستہ سے واپس آنا۔
(۱۳) نماز کو جانے سے پیشتر چند کھجوریں کھا لینا۔ تین، پانچ، سات یا کم و بیش مگر طاق ہوں، کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھا لے، نماز سے پہلے کچھ نہ کھایا تو گنہگار نہ ہوا مگر عشا تک نہ کھایا تو عتاب کیا جائے گا۔ (۲)

مسئلہ: سواری پر جانے میں بھی حرج نہیں مگر جس کو پیدل جانے پر قدرت ہو اس کے لیے پیدل جانا افضل ہے اور واپسی میں سواری پر آنے میں حرج نہیں۔

مسئلہ: عیدگاہ کو نماز کے لیے جانا سنت ہے اگرچہ مسجد میں گنجائش ہو اور عیدگاہ میں منبر بنانے یا منبر لے جانے میں حرج نہیں۔

(۱۴) خوشی ظاہر کرنا

---

(۱) (شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 127)

(۲) الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر فی صلاة العيدين، ج ۱، ص ۱۴۹. و، الدر المختار، كتاب الصلاة، باب العيدين، ج ۳، ص ۵۴، وغیرہما۔

(۱۵) کثرت سے صدقہ دینا

(۱۶) عیدگاہ کو اطمینان و وقار اور نیچی نگاہ کیے جانا

(۱۷) آپس میں مبارک دینا مستحب ہے اور راستہ میں بلند آواز سے تکبیر نہ کہے۔(۱)

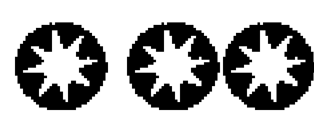
مسئلہ: نماز عید سے قبل نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے، عیدگاہ میں ہو یا گھر میں اس پر عید کی نماز واجب ہو یا نہیں، یہاں تک کہ عورت اگر چاشت کی نماز گھر میں پڑھنا چاہے تو نماز ہو جانے کے بعد پڑھے اور نماز عید کے بعد عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے، گھر میں پڑھ سکتا ہے بلکہ مستحب ہے کہ چار رکعتیں پڑھے۔ یہ احکام خواص کے ہیں، عوام اگر نفل پڑھیں اگرچہ نماز عید سے پہلے اگرچہ عیدگاہ میں انھیں منع نہ کیا جائے۔

مسئلہ: نماز کا وقت بقدر ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے سے ضحوۂ کبریٰ یعنی نصف النہار شرعی تک ہے، مگر عید الفطر میں دیر کرنا اور عید اضحیٰ میں جلد پڑھ لینا مستحب ہے اور سلام پھیرنے کے پہلے زوال ہو گیا ہو تو نماز جاتی رہی۔

زوال سے مراد نصف النہار شرعی ہے، جس کا بیان باب الاوقات میں گزرا۔

نماز عید کا طریقہ:

نماز عید کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت واجب عید الفطر یا عید اضحیٰ کی نیت کر کے کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے پھر ثنا پڑھے پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ چھوڑ دے پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے یعنی پہلی تکبیر میں ہاتھ باندھے، اس کے بعد دو تکبیروں میں ہاتھ لٹکائے پھر چوتھی تکبیر میں باندھ لے۔ اس کو یوں یاد رکھے کہ جہاں تکبیر کے بعد کچھ پڑھنا ہے وہاں ہاتھ باندھ لیے جائیں اور جہاں پڑھنا نہیں وہاں ہاتھ چھوڑ دیے جائیں، پھر امام اعوذ اور بسم اللہ آہستہ پڑھ کر جہر کے ساتھ الحمد اور سورت پڑھے پھر رکوع وسجدہ کرے، دوسری رکعت میں پہلے الحمد وسورت پڑھے پھر تین بار کان تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر کہے اور ہاتھ نہ باندھے اور چوتھی بار بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے، اس سے معلوم ہو گیا کہ عیدین میں زائد تکبیریں چھ ہوئیں، تین پہلی میں قراءت سے پہلے اور تکبیر تحریمہ کے بعد اور تین دوسری میں قراءت کے بعد، اور تکبیر رکوع سے پہلے اور ان چھوؤں تکبیروں میں ہاتھ اٹھائے جائیں گے اور ہر دو تکبیروں کے درمیان تین تسبیح کی قدر سکتہ کرے اور عیدین میں مستحب یہ ہے کہ پہلی میں سورۂ جمعہ اور دوسری میں سورۂ منافقون پڑھے یا پہلی میں سَبِّحِ اسْمَ اور دوسری میں هَلْ أَتٰكَ۔



---

(۱) ،الدرالمختار، و،ردالمحتار،، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ج ۳، ص ۵۶.

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَقْصِیْرِ الصَّلٰوۃِ فِی السَّفَرِ

سفر میں نماز قصر کرنے کا بیان

(۱۴۹) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ صَلَّیْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الظُّھْرَ اَرْبَعًا وَّالْعَصْرَ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ رَکْعَتَیْنِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ظہر کی چار اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعات ادا کیں۔

شرح:

یعنی ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ظہر سفر میں نکلنے سے پہلے مدینہ شریف میں چار رکعت پڑھی اور عصر کو ذی الحلیفہ میں دو رکعت کے ساتھ ادا کیا کیونکہ اس وقت ہم مسافر ہو چکے تھے۔

(۱۵۰) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِی السَّفَرِ رَکْعَتَیْنِ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَّعُمَرُ لَا یَزِیْدُوْنَ عَلَیْہِ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں دو رکعات ادا فرماتے تھے، اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اس (دو رکعت) پر زیادتی نہیں فرماتے تھے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ سفر شرعی میں دو رکعتیں پڑھتے تھے یعنی چار رکعتوں والی نماز کو قصر کر کے دو رکعات پڑھتے تھے نبی اکرم ﷺ کا سفر میں قصر پر ہمیشگی فرمانا قصر کے واجب ہونے کی دلیل ہے، جیسا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے اس میں رخصت نہیں یعنی کوئی آدمی سفر شرعی میں مکمل نماز نہیں پڑھ سکتا، بخلاف ائمہ ثلاثہ کے، کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ سفر میں مکمل نماز پڑھ سکتے ہیں، اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اس سے زیادتی نہیں کرتے تھے یعنی دو ہی پڑھتے تھے، سوائے مغرب کے کیونکہ اس میں قصر نہیں ہو سکتی۔

(۱۵۱) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عن حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّہٗ اُتِیَ فَقِیْلَ صَلّٰی عُثْمَانُ بِمِنًی اَرْبَعًا فَقَالَ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ ومع اَبِیْ بَکْرٍ رَکْعَتَیْنِ وَمَعَ عُمَرَ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ حَضَرَ الصَّلٰوۃَ مَعَ عُثْمَانَ فَصَلّٰی مَعَہٗ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ فَقِیْلَ لَہٗ اِسْتَرْجَعْتَ وَ قُلْتَ مَا قُلْتَ ثُمَّ صَلَّیْتَ اَرْبَعًا قَالَ الْخِلَافُ ثُمَّ

قَالَ :وَکَانَ اَوَّلَ مَنْ اَتَمَّہَا اَرْبَعًا بِمِنًی۔

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: حضرت عثمان غنی نے ایام حج میں میدان منیٰ میں چار رکعات نماز ادا کی، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ، حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ دو رکعات ادا کیں ہیں، پھر جب نماز کا وقت آیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے حضرت عثمان غنی کے ساتھ چار رکعات ادا کیں، کسی نے پوچھا کہ آپ نے تو کچھ اور کہا تھا اور پھر بھی آپ چار رکعات ادا کر رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا : خلافت کے پیشِ نظر میں نے ایسا کیا، اور یہ حضرت عثمان غنی منیٰ میں پوری چار رکعات ادا کرنے والے پہلے شخص ہیں۔

فقہی مسائل :

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا " (پ۵، النسآء ۱۰۱ :)

ترجمہ : جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر اس کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو اگر خوف ہو کہ کافر تمھیں فتنہ میں ڈالیں گے۔

حدیث: صحیح مسلم شریف میں ہے، یعلی بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں :امیرالمؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے عرض کی، کہ اللہ عزوجل نے تو یہ فرمایا:

(اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا " (پ۵، النسآء ۱۰۱ :)

ترجمہ : اور اب تو لوگ امن میں ہیں (یعنی امن کی حالت میں قصر نہ ہونا چاہیے) فرمایا :اس کا مجھے بھی تعجب ہوا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا ارشاد فرمایا :یہ ایک صدقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر تصدق فرمایا اس کا صدقہ قبول کرو۔ (۱)

حدیث: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں مروی، کہ حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں :رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھائی حالانکہ نہ ہماری اتنی زیادہ تعداد کبھی تھی نہ اس قدر امن۔ (۲)

مسافر کی تعریف :

شرعاً مسافر وہ شخص ہے جو تین دن کی راہ تک جانے کے ارادہ سے بستی سے باہر ہوا۔

مسئلہ: دن سے مراد سال کا سب میں چھوٹا دن اور تین دن کی راہ سے یہ مراد نہیں کہ صبح سے شام تک چلے کہ کھانے پینے، نماز اور دیگر ضروریات کے لیے ٹھہرنا تو ضرور ہی ہے، بلکہ مراد دن کا اکثر حصہ ہے مثلاً شروع صبح صادق سے دوپہر ڈھلنے تک

(۱) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب صلاۃ المسافرین وقصرھا، الحدیث ۶۸۶ : ص ۳۴۷۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الصلاۃ بمنی، الحدیث ۱۶۵۶ : ج ۱، ص ۵۵۴۔

پھر ٹھہر گیا پھر دوسرے اور تیسرے دن یوہیں کیا تو اتنی دور تک کی راہ کو مسافت سفر کہیں گے دو پہر کے بعد تک چلنے میں بھی برابر چلنا مراد نہیں بلکہ عادۃً جتنا آرام لینا چاہیے اس قدر اس درمیان میں ٹھہرتا بھی جائے اور چلنے سے مراد معتدل چال ہے کہ نہ تیز ہو نہ سُست، خشکی میں آدمی اور اونٹ کی درمیانی چال کا اعتبار ہے اور پہاڑی راستہ میں اسی حساب سے جو اس کے لیے مناسب ہو اور دریا میں کشتی کی چال اس وقت کی کہ ہوا نہ بالکل رُکی ہو نہ تیز۔

مسئلہ: سال کا چھوٹا دن اس جگہ کا معتبر ہے جہاں دن رات معتدل ہوں یعنی چھوٹے دن کے اکثر حصہ میں منزل طے کر سکتے ہوں لہٰذا جن شہروں میں بہت چھوٹا دن ہوتا ہے جیسے بلغار کہ وہاں بہت چھوٹا دن ہوتا ہے، لہٰذا وہاں کے دن کا اعتبار نہیں۔ (۱)

مسئلہ: کوس کا اعتبار نہیں کہ کوس کہیں چھوٹے ہوتے ہیں کہیں بڑے بلکہ اعتبار تین منزلوں کا ہے اور خشکی میں میل کے حساب سے اس کی مقدار ۵۷ ۳/۸ میل ہے۔ (بہارِ شریعت کے مطبوعہ نسخوں میں فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے ۵۷ ۳/۸ میل مرقوم ہے، یہ کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ، فتاویٰ رضویہ، (جدید)، ج ۸، ص ۲۷۰، اور، فتاویٰ رضویہ، (قدیم)، ج ۳، ص ۶۶۹، میں مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے ساڑھے ستاون (۵۷ ۱/۲) میل لکھا ہے۔)

فقیہ اعظم ہند علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی، نزھۃ القاری،، جلد 2، صفحہ 655 پر فرماتے ہیں: مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے ظاہر مذہب کو اختیار فرما کر تین منزل کی یہ مسافت (ساڑھے ستاون میل) بیان فرمائی ہے۔

جدالممتار، میں لکھتے ہیں: والمعتاد المعهود في بلادنا أن كل مرحلة كوس، وقد جربت مرارا كثيرة بمواضع شهيرة أن الميل الرائج في بلادنا خمسة أثمان كوس المعتبر ههنا، فاذا ضربت الاكواس فى ٨، وقسم الحاصل على ٥ كانت أميال رحلة واحدة ١٩ ـ ١/٥، وأميال مسيرة ثلاثة أيام ٥٧ ـ ٣/٥ أعني ٥٧ ـ ٦. (٢)

ہمارے بلاد میں معتاد و معہود یہ ہے کہ ہر منزل بارہ کوس کی ہوتی ہے میں نے بار بار بکثرت مشہور جگہوں میں آزمایا ہے کہ اس وقت ہمارے بلاد میں جو میل رائج ہے۔ وہ ۵/۸ کوس جب کوسوں کو ۸ میں ضرب دیں اور حاصل ضرب کو ۵ پر تقسیم کریں تو حاصل قسمت میل ہوگا، اب ایک منزل ۱۹ ۱/۵ میل کی ہوئی اور تین دن کی مسافت ۵۷ ۳/۵ میل یعنی ۵۷ ـ ۶ میل۔ (۳)

مسئلہ: کسی جگہ جانے کے دو راستے ہیں ایک سے مسافت سفر ہے دوسرے سے نہیں تو جس راستہ سے یہ جائے گا اس کا اعتبار ہے، نزدیک والے راستے سے گیا تو مسافر نہیں اور دور والے سے گیا تو ہے، اگرچہ اس راستہ کے اختیار کرنے میں اس کی کوئی غرض صحیح نہ ہو۔

---

(۱) ردالمحتار،، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ج ۲، ص ۷۲۵.

(۲) جدالممتار،، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ج ۱، ص ۳۵۹.

مسئلہ: کسی جگہ جانے کے دو راستے ہیں، ایک دریا کا دوسرا خشکی کا ان میں ایک دو دن کا ہے دوسرا تین دن کا، تین دن والے سے جائے تو مسافر ہے ورنہ نہیں۔

مسئلہ: تین دن کی راہ کو تیز سواری پر دو دن یا کم میں طے کرے تو مسافر ہی ہے اور تین دن سے کم کے راستہ کو زیادہ دنوں میں طے کیا تو مسافر نہیں۔

مسئلہ: تین دن کی راہ کو کسی ولی نے اپنی کرامت سے بہت تھوڑے زمانہ میں طے کیا تو ظاہر یہی ہے کہ مسافر کے احکام اس کے لیے ثابت ہوں مگر امام ابن ہمام نے اس کا مسافر ہونا مستبعد فرمایا۔

مسئلہ: محض نیت سفر سے مسافر نہ ہوگا بلکہ مسافر کا حکم اس وقت سے ہے کہ بستی کی آبادی سے باہر ہو جائے شہر میں ہے تو شہر سے، گاؤں میں ہے تو گاؤں سے اور شہر والے کے لیے یہ بھی ضرور ہے کہ شہر کے آس پاس جو آبادی شہر سے متصل ہے اس سے بھی باہر ہو جائے۔

مسئلہ: فنائے شہر سے جو گاؤں متصل ہے شہر والے کے لیے اس گاؤں سے باہر ہو جانا ضرور نہیں۔ یوہیں شہر کے متصل باغ ہوں اگر چہ ان کے نگہبان اور کام کرنے والے ان میں رہتے ہوں ان باغوں سے نکل جانا ضروری نہیں۔

مسئلہ: فنائے شہر یعنی شہر سے باہر جو جگہ شہر کے کاموں کے لیے ہو مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان، کوڑا پھینکنے کی جگہ اگر یہ شہر سے متصل ہو تو اس سے باہر ہو جانا ضروری ہے۔ اور اگر شہر و فنا کے درمیان فاصلہ ہو تو نہیں۔

مسئلہ: آبادی سے باہر ہونے سے مراد یہ ہے کہ جدھر جا رہا ہے اس طرف آبادی ختم ہو جائے اگر چہ اس کی محاذات میں دوسری طرف ختم نہ ہوئی ہو۔

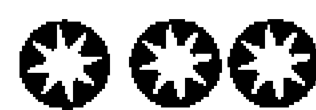
مسئلہ: کوئی محلہ پہلے شہر سے ملا ہوا تھا مگر اب جدا ہو گیا تو اس سے باہر ہونا بھی ضروری ہے اور جو محلہ ویران ہو گیا خواہ شہر سے پہلے متصل تھا یا اب بھی متصل ہے اس سے باہر ہونا شرط نہیں۔

مسئلہ: اسٹیشن جہاں آبادی سے باہر ہوں تو اسٹیشن پر پہنچنے سے مسافر ہو جائے گا جبکہ مسافت سفر تک جانے کا ارادہ ہو۔

مسئلہ: سفر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں سے چلا وہاں سے تین دن کی راہ کا ارادہ ہو اور اگر دو دن کی راہ کے ارادہ سے نکلا وہاں پہنچ کر دوسری جگہ کا ارادہ ہوا کہ وہ بھی تین دن سے کم کا راستہ ہے، یوہیں ساری دنیا گھوم آئے مسافر نہیں۔

مسئلہ: یہ بھی شرط ہے کہ تین دن کا ارادہ متصل سفر کا ہو، اگر یوں ارادہ کیا کہ مثلاً دو دن کی راہ پر پہنچ کر کچھ کام کرنا ہے وہ کر کے پھر ایک دن کی راہ جاؤں گا تو یہ تین دن کی راہ کا متصل ارادہ نہ ہوا مسافر نہ ہوا۔ (۱)

مزید مسائل کے لیے بہار شریعت حصہ سوم کا مطالعہ فرمائے۔



(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج۸، ص ۲۷۰

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الرَّاحِلَةِ

سواری پر نماز کا بیان

(۱۵۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ اَنَّهٗ صَحِبَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ مِنْ مَّكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ يُوْمِئُ اِيْمَاءً اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ وَالْوِتْرَ فَاِنَّهٗ كَانَ يَنْزِلُ لَهُمَا عَنْ دَابَّتِهٖ قَالَ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ صَلَاتِهٖ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَوَجْهُهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لِيْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ تَطَوُّعًا حَيْثُ كَانَ وَجْهُهٗ يُوْمِئُ اِيْمَاءً.

حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ وہ مکہ معظّمہ سے مدینہ شریف کی طرف واپس لوٹتے وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی سواری کا رخ مدینہ شریف کی طرف کر کے اشارے کے ساتھ نماز ادا کرتے رہے، جبکہ فرائض اور نماز وتر وہ سواری سے اتر کر پڑھتے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسی سواری پر نماز ادا کرنے کی بابت دریافت کیا کہ جس کا رخ مدینہ شریف کی طرف ہو، آپ رضی اللہ عنہ نے جواب ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ اپنی سواری پر اشارے سے نوافل ادا فرماتے تھے، خواہ سواری کا رخ کسی بھی طرف ہو۔

شرح:

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے شریک سفر تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ کی طرف منہ کر کے اپنی سواری پر نوافل پڑھے، وہ رکوع وسجود کو اشارے کے ساتھ ادا فرماتے تھے رکوع اور سجود کے اشارے میں یہ فرق ہے کہ سجدے کا اشارہ رکوع سے نیچے ہوتا ہے، سوائے فرض اور وتر نمازوں کے یعنی اپنی سوار پر نوافل پڑھتے تھے مگر جب فرض یا وتر پڑھنے ہوتے تو سواری سے نیچے اتر جاتے تھے، فرض اور وتر کی فضیلت کے لیے، سواری سے نیچے اتر کر پڑھتے تھے، اس میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی دلیل ہے کہ وتر واجب ہیں اور فرض عملی ہیں اعتقادی نہیں، اس لیے کہ یہ دلیل ظنی سے ثابت ہیں بخلاف فرض نماز کے کہ وہ دلیل قطعی سے ثابت ہے، حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سواری پر نماز کے بارے میں سوال کیا کہ کیا سواری پر نماز جائز ہے، جب کہ منہ قبلہ کی طرف نہ ہو؟؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی اکرم ﷺ سواری پر نفلی نماز پڑھتے تھے یعنی فرض اور وتر کے علاوہ سنن اور نوافل سواری پر پڑھتے تھے، اور جس طرف بھی آپ کا منہ ہوتا اسی طرف منہ کر کے پڑھتے تھے، یعنی اسی طرف منی کرتے چاہے اس طرف سمت قبلہ نہ بھی ہو، اور رکوع وسجود اشارے سے فرماتے تھے۔

فقہی مسائل :

مسئلہ: بیرون شہر (بیرون شہر سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سے مسافر پر قصر واجب ہوتا ہے۔) سواری پر بھی نفل پڑھ سکتا ہے اور اس صورت میں استقبالِ قبلہ شرط نہیں بلکہ سواری جس رُخ کو جارہی ہو اِدھر ہی مونھ ہو اور اگر اُدھر مونھ نہ ہو تو نماز جائز نہیں اور شروع کرتے وقت بھی قبلہ کی طرف مونھ ہونا شرط نہیں بلکہ سواری جدھر جارہی ہے اُس طرف ہو اور رکوع سجود اشارہ سے کرے اور سجدہ کا اشارہ بہ نسبت رکوع کے پست ہو۔ (۱)

مسئلہ: سواری پر نفل پڑھنے میں اگر ہانکنے کی ضرورت ہو اور عملِ قلیل سے ہانکا مثلاً ایک پاؤں سے ایڑ لگائی یا ہاتھ میں چابک ہے اُس سے ڈرایا تو حرج نہیں اور بلا ضرورت جائز نہیں۔ (۲)

مسئلہ: سواری پر نماز شروع کی پھر عملِ قلیل کے ساتھ اترآیا تو اسی پر بنا کرسکتا ہے خواہ کھڑے ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر مگر قبلہ کو مونھ کرنا ضروری ہے اور زمین پر شروع کی تھی پھر سوار ہوا تو بنا نہیں کرسکتا نماز جاتی رہی۔

مسئلہ: گاؤں یا خیمہ کا رہنے والا جب گاؤں یا خیمہ سے باہر ہوا تو سواری پر نفل پڑھ سکتا ہے۔

مسئلہ: بیرون شہر سواری پر شروع کی تھی پڑھتے پڑھتے شہر میں داخل ہو گیا تو جب تک گھر نہ پہنچا سواری پر پوری کرسکتا ہے۔

مسئلہ: محمل اور سواری پر نفل نماز مطلقاً جائز ہے جبکہ تنہا پڑھے اور نفل نماز جماعت سے پڑھنا چاہے تو اس کے لیے شرط ہے کہ امام ومقتدی الگ الگ سواریوں پر نہ ہوں۔

مسئلہ: محمل پر فرض نماز اُس وقت جائز ہے کہ اترنے پر قادر نہ ہو، ہاں اگر ٹھہرا ہوا ہو اور اس کے نیچے لکڑیاں لگا دیں کہ زمین پر قائم ہو گیا تو جائز ہے۔

مسئلہ: گاڑی کا جُوا (یعنی وہ لکڑی جو گاڑی یا ہل کے بیلوں کے کندھے پر رکھی جاتی ہے۔) جانور پر رکھا ہو گاڑی کھڑی ہو یا چلتی اُس کا حکم وہی ہے جو جانور پر نماز پڑھنے کا ہے یعنی فرض وواجب وسنت فجر بلا عذر جائز نہیں اور اگر جوا جانور پر نہ ہو اور رُکی ہوئی ہو تو نماز جائز ہے۔

یہ حکم اس گاڑی کا ہے جس میں دو پہیے ہوں چار پہیے والی جب رُکی ہو تو صرف جُوا جانور پر ہو گا اور گاڑی زمین پر مستقر ہو گی، لہٰذا جب ٹھہری ہوئی ہو اس پر نماز جائز ہو گی جیسے تخت پر۔

مسئلہ: گاڑی اور سواری پر نماز پڑھنے کے لیے یہ عذر ہیں۔ (۱) مینھ برس رہا ہے، (۲) اس قدر کیچڑ ہے کہ اُتر کر پڑھے گا تو مونھ دھنس جائے گا یا کیچڑ میں سن جائے گا یا جو کپڑا بچھا جائے گا وہ بالکل لتھڑ جائے گا اور اس صورت میں سواری نہ ہو تو کھڑے کھڑے اشارے سے پڑھے (۳) ساتھی چلے جائیں گے، (۴) یا سواری کا جانور شریر ہے کہ سوار ہونے میں دشواری ہو گی مددگار کی ضرورت ہو گی اور مددگار موجود نہیں، (۵) یا وہ بوڑھا ہے کہ بغیر مددگار کے اُتر چڑھ نہ سکے گا

---

(۱) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی الصلاۃ علی الدابۃ، ج ۲، ص ۵۸۸

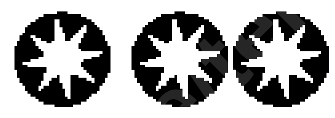
(۲) رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی الصلاۃ علی الدابۃ، ج ۲، ص ۵۸۹

مددگار موجود نہیں اور یہی حکم عورت کا ہے، (۶) یا مرض میں زیادتی ہوگی، (۷) جان (۸) یا مال، (۹) یا عورت کو آبرو کا اندیشہ ہو۔

چلتی ریل گاڑی پر بھی فرض وواجب وسنت فجر نہیں ہوسکتی اور اس کو جہاز اور کشتی کے حکم میں تصور کرنا غلطی ہے کہ کشتی اگر ٹھہرائی بھی جائے جب بھی زمین پر نہ ٹھہرے گی اور ریل گاڑی ایسی نہیں اور کشتی پر بھی اسی وقت نماز جائز ہے جب وہ بیچ دریا میں ہو کنارہ پر ہو اور خشکی پر آسکتا ہو تو اس پر بھی جائز نہیں ہے لہٰذا جب اسٹیشن پر گاڑی ٹھہرے اُس وقت یہ نمازیں پڑھے اور اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو پڑھ لے پھر جب موقع ملے اعادہ کرے کہ جہاں مِن جھة العباد (2) کوئی شرط یا رکن مفقود ہو (3) اُس کا یہی حکم ہے۔

مسئلہ: محمل کی ایک طرف خود سوار ہے دوسری طرف اس کی ماں یا زوجہ یا اور کوئی محارم میں ہے جو خود سوار نہیں ہوسکتی اور یہ خود اُتر چڑھ سکتا ہے مگر اس کے اُترنے میں محمل گر جانے کا اندیشہ ہے، اسے بھی اُسی پر پڑھنے کا حکم ہے۔ (۱)

مسئلہ: جانور اور چلتی گاڑی پر اور اس گاڑی پر جس کا جوا جانور پر ہو بلا عذر شرعی فرض وسنت فجر وتمام واجبات جیسے وتر ونذر اور نفل جس کو توڑ دیا ہو اور سجدۂ تلاوت جب کہ آیت سجدہ زمین پر تلاوت کی ہو ادا نہیں کرسکتا اور اگر عذر کی وجہ سے ہو تو اُن سب میں شرط یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو قبلہ رُو کھڑا کر کے ادا کرے ورنہ جیسے بھی ممکن ہو۔ (۲)



بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَثِّ عَلَى الْوِتْرِ

وتر کی ترغیب کا بیان

(۱۵۳) أَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ أَبِي يَعْفُوْرٍ الْعَبْدِيِّ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ زَادَكُمْ صَلوٰةً وَّهُوَ الْوِتْرُ. وَفِي رِوَايَةٍ إِنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْكُمْ وَزَادَكُمُ الْوِتْرَ وَفِي رِوَايَةٍ إِنَّ اللهَ زَادَكُمْ صَلوٰةَ الْوِتْرِ. وَفِي رِوَايَةٍ إِنَّ اللهَ زَادَكُمْ صَلوٰةً وَّهِيَ الْوِتْرُ فَحَافِظُوْا عَلَيْهَا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک نماز زیادہ دی ہے اور وہ (نمازِ) وتر ہے۔ ایک روایت میں ہے: اللہ تعالیٰ نے تمہیں فرائض دیے ہیں اور وتر (کی نماز) زیادہ کی۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر نماز وتر کو زیادہ فرمایا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک

---

(۱) الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی القادر بقدرۃ غیرہ، ج ۲، ص ۵۹۳۔

(۲) المرجع السابق، ص ۵۹۴۔

نماز زیادہ فرمائی، اور وہ وتر ہے، پس تم اس کی حفاظت کرو۔

شرح:

یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر پانچ نمازوں کے علاوہ ایک اور نماز زائد فرمائی ہے اور وہ وتر ہیں، یعنی نماز وتر ہے وتروں کو بھی فرض ہونا چاہیے لیکن ان کے ثبوت کی دلیل ظنی اس لیے ہمارے امام (ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ وتر اعتقاد کے لحاظ سے واجب ہیں اور عمل کے لحاظ سے فرض ہیں۔ امام حسن سے روایت ہے کہ وتر تین رکعات ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم ایک نماز زائد فرمائی ہے اور وہ وتر ہیں ان کی حفاظت کرو، بعض لوگوں نے کہا کہ صلوٰۃ وسطہ سے مراد وتر ہی ہیں، اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے اس میں وتروں پر محافظت کا حکم فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَا لصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ"

ترجمہ: نگہبانی کروسب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

اس حدیث کو محدثین کی جماعت نے روایت کیا ہے۔ (۱)

(۱۵۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ الْوِتْرِ اَحَقٌّ هُوَ قَالَ اَمَّا كَحَقِّ الصَّلٰوةِ فَلَا وَلٰكِنْ سُنَّةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّتْرُكَهٗ۔

حضرت عاصم بن ضمرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نماز وتر حق ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: فرض نماز کی طرح تو نہیں، لیکن یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، کسی شخص کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اسے چھوڑے۔

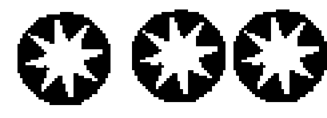
شرح:

حضرت عاصم بن ضمرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عشاء اور وتر کی نماز کے بارے میں سوال کیا، کہ یہ وتر واجب ہے یا فرض ہیں؟؟؟ تو آپ نے فرمایا کہ وتر فرض نماز کی طرح تو فرض نہیں یعنی جس طرح نماز فرض ہے اس طرح وتر فرض نہیں کیونکہ یہ دلیل قطعی سے ثابت نہیں بلکہ دلیل ظنی سے ثابت ہیں، (لیکن وتر نبی اکرم ﷺ کی سنت ہیں) یعنی یہ نبی اکرم ﷺ کی سنت ہیں اور اس پر نبی اکرم ﷺ نے ہمیشگی فرمائی ہے، پس کسی کے لیے ان کو چھوڑنا مناسب نہیں۔

اور یہ بھی ایک روایت ملتی ہے کہ وتر حق ہیں جو وتر نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں ہے، اس کو امام احمد، ابوداؤد، اور امام حاکم نے

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص544،

روایت کیا ہے، اور ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز زائد فرمائی ہے اور وہ وتر ہیں جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو عشاء اور طلوع فجر کے درمیان رکھا۔



بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي الْوِتْرِ

وتر میں تلاوت کا بیان

(۱۵۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِثَلٰثٍ يَقْرَأُ فِي الْاُوْلٰى سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَاۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الْوِتْرِ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَ فِي الثَّانِيَةِ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَ قُلْ يَاۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَ فِي الثَّالِثَةِ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلٰثٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر ادا فرماتے تھے، پہلی رکعت میں: فاتحہ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى، دوسری رکعت میں: فاتحہ اور قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، تیسری رکعت میں: فاتحہ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، تلاوت فرماتے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں فاتحہ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى، دوسری رکعت میں: فاتحہ اور قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، تیسری رکعت میں: فاتحہ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد"، تلاوت فرماتے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی تین رکعات ادا فرماتے تھے۔

شرح:

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہمیشہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے، اور اس کی رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں "سبح اسم ربک الاعلیٰ" اور دوسری میں "قل یا ایھا الکافرون" اور تیسری میں قل ھو اللہ احد" پڑھتے تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں ام الکتاب یعنی سورت فاتحہ اور سبح اسم ربک الاعلیٰ" پڑھتے، اور دوسری میں ام الکتاب اور قل یا ایھا الکافرون" اور تیسری میں ام الکتاب اور قل ھو اللہ احد" پڑھتے تھے، (ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں) (۱)

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص50،

(۱۵۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ زُبَيْدِ بْنِ الْحَارِثِ الْيَامِيْ عَنْ اَبِيْ عُمَرَ عن عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِيْ وِتْرِهٖ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَقُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ فِي الثَّانِيَةِ وقُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ فِي الثَّالِثَةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَقْرَاُ فِي الْوِتْرِ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَ فِي الثَّانِيَةِ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَعْنِيْ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ فَهٰكَذَا فِيْ قِرَاءَةِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ كَانَ يَقْرَاُ فِي الْوِتْرِ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ وَّفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلٰثِ رَكَعَاتٍ يَّقْرَاُ فِيْهَا سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَقُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ.

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی، دوسری رکعت میں: قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ، تیسری رکعت میں: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، تلاوت فرماتے۔

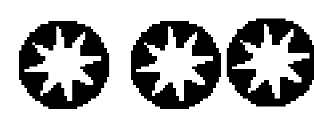
ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی، دوسری رکعت میں: قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا (یعنی) قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں یہ اسی طرح ہے)، تیسری رکعت میں: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد" ، تلاوت فرماتے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی، دوسری رکعت میں: قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ، تیسری رکعت میں: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، تلاوت فرماتے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی تین رکعات ادا فرماتے، اور ان میں: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی، قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد" ، تلاوت فرماتے۔

شرح:

یہ حدیث ماقبل کے ہم معنی ہے واللہ اعلم۔



بَابُ لَا فَصْلَ فِي الْوِتْرِ

وتر میں کوئی فاصلہ نہیں

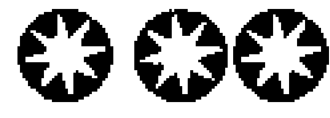
(۱۵۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا فَصْلَ فِي الْوِتْرِ.

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا: وتر میں کوئی فاصلہ نہیں۔

شرح:

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ افضل یہ ہے کہ وتر کی تینوں رکعتوں میں سلام کے ساتھ فاصلہ نہ کیا جائے، اور وتروں میں سلام کے ساتھ فاصلہ کرنے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ (۱)



بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوِتْرِ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَأَوْسَطَهُ وَآخِرَهُ

رات کے شروع، درمیان اور آخر میں وتر کا بیان

(۱۵۸) أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْوِتْرُ أَوَّلُ اللَّيْلِ مَسْخَطَةٌ لِلشَّيْطَانِ وَأَكْلُ السُّحُورِ مَرْضَاةُ الرَّحْمٰنِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: رات کے اول حصہ میں نماز ادا کرنا شیطان کی ناراضی لاتا ہے، (جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے) اور سحری کھانا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب ہے۔

شرح:

یعنی اول رات میں وتر پڑھنا شیطان کی ناراضگی اور کدورت کا سبب ہیں یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو رات کے آخری حصہ میں بیدار نہیں ہو سکتے، ورنہ رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھنا، افضل ہے اور اس کا ثواب بھی زیادہ ہے، اور اس بارے میں حدیث بھی وارد ہوئی ہے کہ اپنی رات کی اخری نماز وتر بناؤ اور حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ وتر کو آخری رات تک مؤخر کرتے تھے۔ (اور سحری کا کھانا اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا سبب ہے) اس لیے کہ سحری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر قوت ملتی ہے اور سحری اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے مددگار ہے، پس دنیا کی ہر نعمت اللہ کی رضا سے استعمال کرنے سے آخرت میں درجات بلند ہوتے ہیں لیکن سحری اللہ تعالیٰ کا اجر اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

امام احمد نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سحری کا کھانا برکت ہے اس کو نہ چھوڑو اگرچہ تم میں سے کوئی ایک گھونٹ پانی کے ساتھ سحری کرے (پھر بھی سحری ضرور کرو کیونکہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کرنے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔ (۲)

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 316

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 229

(۱۵۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الْجَدَلِيِّ عَنِ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَاَوْسَطَهٗ وَاٰخِرَهٗ لِكَيْ يَكُوْنَ وَاسِعًا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَيَّ ذٰلِكَ اَخَذُوْا بِهٖ كَانَ صَوَابًا غَيْرَ اَنَّهٗ مَنْ طَمِعَ لِقِيَامِ اللَّيْلِ فَلْيَجْعَلْ وِتْرَهٗ فِيْ اٰخِرِ اللَّيْلِ فَاِنَّ ذٰلِكَ اَفْضَلُ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الْجَدَلِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَاَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنَّهُمَا قَالَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ اَحْيَانًا اَوَّلَ اللَّيْلِ وَاَوْسَطَهٗ وَاٰخِرَهٗ لِيَكُوْنَ سَعَةً لِّلْمُسْلِمِيْنَ۔

حضرت ابوسعید انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز وتر رات کے اول، درمیان اور آخر میں ادا فرمائی ہے، تا کہ مسلمانوں پر اس کی وسعت ہو جائے، اور یہی عمل بہتر ہے، ہاں ایسا شخص جو تمام رات عبادت میں گذارنا چاہتا ہے تو وہ نماز وتر رات کے آخری حصہ میں ادا کرے کیونکہ یہ سب سے زیادہ فضیلت والا عمل ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی رات کے شروع، کبھی رات کے درمیان والے حصہ میں اور کبھی رات کے آخری حصہ میں نماز وتر ادا فرماتے، تا کہ مسلمانوں کے لیے آسانی ہو جائے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے کبھی رات کے اوّل میں اور کبھی اخری حصے میں وتر پڑھے ہیں تا کہ عبادت کرنے والوں پر خرج اور تنگی نہ ہو، (لہٰذا رات کے جس حصہ میں بھی وتر پڑھے جائیں گے وہ وقت سنت ہی ہوگا لیکن رات کے آخری حصے میں وتر پڑھنا افضل ہے جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا)(۱)

فقہی مسائل:

وتر واجب ہے اگر سہواً یا قصداً نہ پڑھا تو قضا واجب ہے اور صاحب ترتیب کے لیے اگر یہ یاد ہے کہ نماز وتر نہیں پڑھی ہے اور وقت میں گنجائش بھی ہے تو فجر کی نماز فاسد ہے، خواہ شروع سے پہلے یاد ہو یا درمیان میں یاد آجائے۔ (۲)

مسئلہ: وتر کی نماز بیٹھ کر یا سواری پر بغیر عذر نہیں ہو سکتی۔ (۳)

مسئلہ: نماز وتر تین رکعت ہے اور اس میں قعدۂ اُولیٰ واجب ہے اور قعدۂ اُولیٰ میں صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے، نہ درود پڑھے نہ سلام پھیرے جیسے مغرب میں کرتے ہیں اُسی طرح کرے اور اگر قعدۂ اُولیٰ بھول کر کھڑا ہو گیا تو لوٹنے کی اجازت نہیں بلکہ سجدۂ سہو کرے۔

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 92

(۲) الدر المختار، معہ، رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج ۲، ص ۵۲۹۔ ۵۳۲، وغیرہ۔

(۳) الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج ۲، ص ۵۳۲، وغیرہ۔

مسئلہ: وتر کی تینوں رکعتوں میں مطلقاً قراءت فرض ہے اور ہر ایک میں بعد فاتحہ سورت ملانا واجب اور بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سبّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى یا "اِنَّآ اَنْزَلْنَا"

دوسری میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے۔ اور کبھی کبھی اور سورتیں بھی پڑھ لے، تیسری رکعت میں قراءت سے فارغ ہو کر رکوع سے پہلے کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہے جیسے تکبیر تحریمہ میں کرتے ہیں پھر ہاتھ باندھ لے اور دعائے قنوت پڑھے، دعائے قنوت کا پڑھنا واجب ہے اور اس میں کسی خاص دعا کا پڑھنا ضروری نہیں، بہتر وہ دعائیں ہیں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور ان کے علاوہ کوئی اور دعا پڑھے جب بھی حرج نہیں، سب میں زیادہ مشہور دُعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَ نَسْتَغْفِرُكَ وَ نُؤْمِنُ بِكَ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَ نَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ.

اور بہتر یہ ہے کہ اس دعا کے ساتھ وہ دعا بھی پڑھے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعلیم فرمائی وہ یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْ مَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْ مَنْ عَافَيْتَ وَ تَوَلَّنِيْ فِيْ مَنْ تَوَلَّيْتَ وَ بَارِكْ لِيْ فِيْ مَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ وَ تَعَالَيْتَ سُبْحَانَكَ رَبَّ الْبَيْتِ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَاٰلِهٖ.

اور ایک دُعا وہ ہے جو مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر وتر میں پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ.

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عذابک الجِدَّ بالکُفَّارِ مُلْحِق کے بعد یہ پڑھتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ وَانْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ كَفَرَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَآئَكَ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَاَنْزِلْ عَلَيْهِمْ بَأْسَكَ الَّذِيْ لَمْ يُرَدَّ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ.

دُعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا بہتر ہے۔

مسئلہ: دعائے قنوت آہستہ پڑھے امام ہو یا منفرد یا مقتدی، ادا ہو یا قضا، رمضان میں ہو یا اور دنوں میں۔

مسئلہ: جو دعائے قنوت نہ پڑھ سکے یہ پڑھے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ کہے۔(۱)

مسئلہ: اگر دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو نہ قیام کی طرف لوٹے نہ رکوع میں پڑھے اور اگر قیام کی طرف لوٹ آیا اور قنوت پڑھا اور رکوع نہ کیا، تو نماز فاسد نہ ہوگی، مگر گنہگار ہوگا اور اگر صرف الحمد پڑھ کر رکوع میں چلا گیا تھا تو لوٹے اور سورت وقنوت پڑھے پھر رکوع کرے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے۔ یوہیں اگر الحمد بھول گیا اور سورت پڑھ لی تھی تو لوٹے اور فاتحہ وسورت وقنوت پڑھ کر پھر رکوع کرے۔(۲)

مسئلہ: امام کو رکوع میں یاد آیا کہ دعائے قنوت نہیں پڑھی تو قیام کی طرف عود نہ کرے، پھر بھی اگر کھڑا ہو گیا اور دُعا پڑھی تو رکوع کا اعادہ نہ چاہیے اور اگر اعادہ کرلیا اور مقتدیوں نے پہلے رکوع میں امام کا ساتھ نہ دیا اور دوسرا امام کے ساتھ کیا، یا پہلا رکوع امام کے ساتھ کیا دوسرا نہ کیا، دونوں حال میں ان کی نماز بھی فاسد نہ ہوگی۔(۳)

مسئلہ: قنوت وتر میں مقتدی امام کی متابعت کرے، اگر مقتدی قنوت سے فارغ نہ ہوا تھا کہ امام رکوع میں چلا گیا تو مقتدی بھی امام کا ساتھ دے اور اگر امام نے بے قنوت پڑھے رکوع کر دیا اور مقتدی نے ابھی کچھ نہ پڑھا، تو مقتدی کو اگر رکوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو جب تو رکوع کر دے، ورنہ قنوت پڑھ کر رکوع میں جائے اور اُس خاص دعا کی حاجت نہیں جو دعائے قنوت کے نام سے مشہور ہے، بلکہ مطلقاً کوئی دُعا جسے قنوت کہہ سکیں پڑھ لے۔

مسئلہ: اگر شک ہوا کہ یہ رکعت پہلی ہے یا دوسری یا تیسری تو اس میں بھی قنوت پڑھے اور قعدہ کرے، پھر اور دو رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں قنوت بھی پڑھے اور قعدہ کرے۔ یوہیں دوسری اور تیسری ہونے میں شک واقع ہو تو دونوں میں قنوت پڑھے۔

مسئلہ: بھول کر پہلی یا دوسری میں دعائے قنوت پڑھ لی تو تیسری میں پھر پڑھے یہی راجح ہے۔

مسئلہ: مسبوق امام کے ساتھ قنوت پڑھے بعد کو نہ پڑھے اور اگر امام کے ساتھ تیسری رکعت کے رکوع میں ملا ہے تو بعد کو جو پڑھے گا اس میں قنوت نہ پڑھے۔

مسئلہ: وتر کی نماز شافعی المذہب کے پیچھے پڑھ سکتا ہے، بشرطیکہ دوسری رکعت کے بعد سلام نہ پھیرے ورنہ صحیح نہیں اور اس صورت میں قنوت امام کے ساتھ پڑھے یعنی تیسری رکعت کے رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد جب وہ شافعی امام پڑھے۔

---

(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الثامن فی صلاۃ الوتر، ج۱، ص۱۱۱.

(۲) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الثامن فی صلاۃ الوتر، ج۱، ص۱۱۱.

مسئلہ: فجر میں اگر شافعی المذہب کی اقتدا کی اور اس نے اپنے مذہب کے موافق قنوت پڑھا تو یہ نہ پڑھے، بلکہ ہاتھ لٹکائے ہوئے اتنی دیر چپ کھڑا رہے۔

مسئلہ: وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔ ہاں اگر حادثۂ عظیمہ واقع ہو تو فجر میں بھی پڑھ سکتا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ رکوع کے قبل قنوت پڑھے۔(۱)

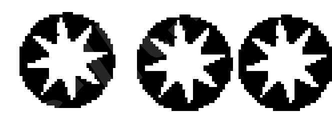
مسئلہ: وتر کی نماز قضا ہو گئی تو قضا پڑھنی واجب ہے اگرچہ کتنا ہی زمانہ ہو گیا ہو، قصداً قضا کی ہو یا بھولے سے قضا ہو گئی اور جب قضا پڑھے، تو اس میں قنوت بھی پڑھے۔ البتہ قضا میں تکبیر قنوت کے لیے ہاتھ نہ اٹھائے جب کہ لوگوں کے سامنے پڑھتا ہو کہ لوگ اس کی تقصیر پر مطلع ہوں گے۔

مسئلہ: رمضان شریف کے علاوہ اور دنوں میں وتر جماعت سے نہ پڑھے اور اگر تداعی کے طور پر ہو تو مکروہ ہے۔(۲)

مسئلہ: جسے آخر شب میں جاگنے پر اعتماد ہو تو بہتر یہ ہے کہ پچھلی رات میں وتر پڑھے، ورنہ بعد عشا پڑھ لے۔

مسئلہ: اوّل شب میں وتر پڑھ کر سو رہا، پھر پچھلے کو جاگا تو دوبارہ وتر پڑھنا جائز نہیں اور نوافل جتنے چاہے پڑھے۔(۳)

مسئلہ: وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا بہتر ہے، اس کی پہلی رکعت میں اِذَا زُلْزِلَت، دوسری میں قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْن پڑھنا بہتر ہے۔ حدیث میں ہے: کہ، اگر رات میں نہ اُٹھا تو یہ تہجد کے قائم مقام ہو جائیں گی۔، یہ مضامین احادیث سے ثابت ہیں۔



بَابُ مَا جَآءَ فِيْمَنْ نَقَصَ صَلٰوتَهٗ اَوْ زَادَ

نماز میں کمی یا زیادتی کرنے کا بیان

(۱۶۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً اِمَّا الظُّهْرَ وَاِمَّا الْعَصْرَ فَزَادَ اَوْ نَقَصَ فَلَمَّا فَرَغَ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ لَهٗ اَحَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ اَمْ نَسِيْتَ قَالَ اُنْسٰى كَمَا تُنْسَوْنَ فَاِذَا اُنْسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ ثُمَّ حَوَّلَ وَجْهَهٗ اِلَى الْقِبْلَةِ وَسَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَتَشَهَّدَ فِيْهِمَا ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر یا عصر ادا فرمائی، تو آپ نے اس میں کمی یا زیادتی فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی، نماز میں کوئی چیز نئی آ گئی ہے، یا آپ کو نسیان ہو گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے

(۱) الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج۲، ص۵۴۱، و، الفتاوی الرضویۃ، ج۷، ص۴۹۰

(۲) الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج۲، ص۶۰۴۔

(۳) غنیۃ المتملی، صلاۃ الوتر، ص۴۲۴۔

بھلا دیا گیا، جیسے تمہیں بھلا دیا جاتا ہے، تو جب مجھے بھلا دیا جائے، تو تم مجھے یاد دلا دیا کرو، پھر آپ ﷺ نے اپنا چہرہ قبلہ رخ کیا، اور دو سجدے سہو کے ادا فرمائے، (اس کے بعد) تشہد پڑھا، پھر اپنے دائیں اور بائیں سلام پھیرا۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی تو اس میں ایک رکعت زیادہ یا کم کر دی جب آپ ﷺ فارغ ہوئے اور سلام پھیرا تو صحابہ نے کہا ہے کیا نماز میں کوئی نیا حکم آ گیا ہے؟؟ یعنی یارسول اللہ ﷺ نماز کے رکعات کی تعداد کے بارے کوئی نیا حکم تو نازل نہیں ہوا؟؟ یا حضور نے توجہ نہیں فرمائی؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس طرح تم کو نسیان ہوتا ہے مجھے بھی نسیان ہو جاتا ہے، جب مجھے نسیان ہو تو تم مجھے یاد کرا دیا کرو، پھر آپ نے اپنے چہرا قبلہ کی طرف کیا اور سہو کے دو سجدے کیے، یہ اس وقت کے بات ہے جب نماز میں کلام کرنا جائز تھا اور جب کلام کرتے ہوئے قبلہ سے منہ پھر جانے کا باوجود بھی نماز باطل نہیں ہوتی تھی، امام اعظم کے نزدیک نماز میں کلام کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھا اور پھر دائیں بائیں جانب سلام پھیرا، اس حدیث کا ظاہر امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مذہب پر دلیل ہے کہ سجدہ سہو سلام سے پہلے ہوگا اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ سجدہ سہو (ایک سلام) کے بعد کیا جائے گا، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

خیال رہے کہ سجدہ سہو کے بارے میں جو احادیث صحیحہ وارد ہوئیں ہیں وہ تین ہیں،

1۔ جو امام بخاری و مسلم نے روایت کی (کہ ایسا ہی ایک معاملہ پیش آیا) تو حضرت ذوالیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا آپ نے توجہ نہیں کی یا نماز قصر ہو گی ہے؟؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے نسیان نہیں ہوا اور نہ ہی نماز میں کمی ہوئی ہے پھر فرمایا کیا ایسا ہی کیا ایسا ہی جیسا ذوالیدن کہہ رہے ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں حضور ایسا ہی ہوا کہ (کہ آپ نے نماز میں کم رکعتیں پڑھائی ہیں) تو نبی اکرم ﷺ نے سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سجدہ (سہو) کیا پھر اٹھے، امام ابن سرین فرماتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں (سجدے سے اٹھنے کے بعد) پھر نبی اکرم ﷺ نے سلام پھیرا۔

2۔ دوسری حدیث ابن بحینہ کی حدیث ہے جا کو امام مالک نے باب القیام من اثنین" میں ذکر کیا ہے۔

3۔ اور تیسری حدیث حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس کو امام ابخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھا دیں، اس حدیث کو ہم نے وضاحت اور اس کی بحث حکمیہ کے ساتھ شرح شفاء میں ذکر کر دیا ہے۔۔(نبی اکرم ﷺ کا یہ نسیان بھی ایک نعمت ہے کہ اس کے ساتھ سجدہ سہو کا حکم ثابت ہوا اگر یہ نہ ہوتا تو امت کو نئے سرے سے نماز پڑھنی پڑتی اس کی مزید تفصیل نیچے کرتے ہیں ابوالاحمد غفرلہ)

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان تمام صورتوں میں سجدہ سہو کیا اگر آپ کو یہ سہو واقع نہ ہوتا تو آپ کی نمازیں تو ہو جاتیں لیکن جب ہماری نمازوں میں سہو ہوتا تو ہماری نمازیں کس کے دامن میں پناہ لیتیں۔ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس طرح تم بھول جاتے ہو اسی طرح میں بھول جاتا ہوں یہ تشبیہ نفس نسیان میں ہے ورنہ نسیان کی کیفیت میں بہت فرق ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو نماز میں بھول گئے تھے اس کی تحقیق یہ ہے کہ نماز پڑھتے وقت آپ یاد الٰہی میں اس قدر مستغرق ہوئے

کہ افعال نماز سے آپ کی توجہ ہٹ گئی اور چار رکعات کے بجائے پانچ رکعات نماز پڑھا دی جبکہ ہمارا بھولنا عموماً اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہم دنیاوی معاملات میں مستغرق ہوجاتے ہیں اور افعال نماز کی طرف توجہ نہیں رہتی، خلاصہ یہ ہے کہ ہم دنیا کی محبت میں بھولتے ہیں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں نسیان ہوا ہمارا بھولنا نقص ہے اور آپ کا نسیان کمال ہے۔ حضرت ابوبکر نے یونہی تو نہیں کہا تھا: یالیتنی کنت سھو محمد۔ کاش میں سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ایک سہو ہی ہوجاتا۔ (۱)

فقہی مسائل:

مسئلہ: واجبات نماز میں جب کوئی واجب بھولے سے رہ جائے تو اس کی تلافی کے لیے سجدۂ سہو واجب ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ التحیات کے بعد دہنی طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے پھر تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے۔

مسئلہ: اگر بغیر سلام پھیرے سجدے کر لیے کافی ہیں مگر ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

مسئلہ: قصداً واجب ترک کیا تو سجدۂ سہو سے وہ نقصان دفع نہ ہوگا بلکہ اعادہ واجب ہے۔ یونہی اگر سہواً واجب ترک ہوا اور سجدۂ سہو نہ کیا جب بھی اعادہ واجب ہے۔

مسئلہ: کوئی ایسا واجب ترک ہوا جو واجباتِ نماز سے نہیں بلکہ اس کا وجوب امر خارج سے ہو تو سجدۂ سہو واجب نہیں مثلاً خلافِ ترتیب قرآن مجید پڑھنا ترک واجب ہے مگر موافق ترتیب پڑھنا واجباتِ تلاوت سے ہے واجباتِ نماز سے نہیں لہٰذا سجدۂ سہو نہیں۔

مسئلہ: فرض ترک ہوجانے سے نماز جاتی رہتی ہے سجدۂ سہو سے اس کی تلافی نہیں ہوسکتی لہٰذا پھر پڑھے اور سنن و مستحبات مثلاً تعوذ، تسمیہ، ثنا، آمین، تکبیراتِ انتقالات، تسبیحات کے ترک سے بھی سجدۂ سہو نہیں بلکہ نماز ہوگئی۔ مگر اعادہ مستحب ہے سہواً ترک کیا ہو یا قصداً۔

مسئلہ: سجدۂ سہو اس وقت واجب ہے کہ وقت میں گنجائش ہو اور اگر نہ ہو مثلاً نماز فجر میں سہو واقع ہوا اور پہلا سلام پھیرا اور سجدہ ابھی نہ کیا کہ آفتاب طلوع کر آیا تو سجدۂ سہو ساقط ہوگیا۔ یونہی اگر قضا پڑھتا تھا اور سجدہ سے پہلے قرص آفتاب زرد ہوگیا سجدہ ساقط ہوگیا۔ جمعہ یا عید کا وقت جاتا رہے گا جب بھی یہی حکم ہے۔ (۲)

مسئلہ: جو چیز مانع بنا ہے، مثلاً کلام وغیرہ منافی نماز، اگر سلام کے بعد پائی گئی تو اب سجدۂ سہو نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ: سجدۂ سہو کا ساقط ہونا اگر اس کے فعل سے ہے تو اعادہ واجب ہے ورنہ نہیں۔ (۳)

مسئلہ: فرض و نفل دونوں کا ایک حکم ہے یعنی نوافل میں بھی واجب ترک ہونے سے سجدۂ سہو واجب ہے۔

---

(۱) مکتوبات دفتر اول حصہ پنجم ص ۱۶۱

(۲) الفتاوی الھندیۃ،، کتاب الصلاۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السھو، ج ۱، ص ۱۲۵ و، ردالمحتار،، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ج ۲، ص ۶۵۴

(۳) ردالمحتار،، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ج ۲، ص ۶۵۴

مسئلہ: نفل کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان میں سہو ہوا پھر اسی پر بنا کر کے دو رکعتیں اور پڑھیں تو سجدۂ سہو کرے اور فرض میں سہو ہ
تھا اور اس پر قصداً نفل کی بنا کی تو سجدۂ سہو نہیں بلکہ فرض کا اعادہ کرے اور اگر اس فرض کے ساتھ سہواً نفل ملایا ہو مثلاً چا
رکعت پر قعدہ کر کے کھڑا ہو گیا اور پانچویں کا سجدہ کر لیا تو ایک رکعت اور ملائے کہ یہ دو نفل ہو جائیں اور ان میں سجد
سہو کرے۔

مسئلہ: سجدۂ سہو کے بعد بھی التحیات پڑھنا واجب ہے التحیات پڑھ کر سلام پھیرے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں قعدوں میں درو
شریف بھی پڑھے۔

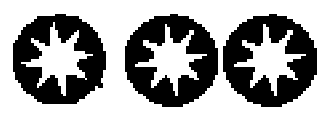
اور یہ بھی اختیار ہے کہ پہلے قعدہ میں التحیات و درود پڑھے اور دوسرے میں صرف التحیات۔

مسئلہ: سجدۂ سہو سے وہ پہلا قعدہ باطل نہ ہوا مگر پھر قعدہ کرنا واجب ہے اور اگر نماز کا کوئی سجدہ باقی رہ گیا تھا قعدہ کے بعد اس
کو کیا یا سجدۂ تلاوت کیا تو وہ قعدہ جاتا رہا۔ اب پھر قعدہ فرض ہے کہ بغیر قعدہ نماز ختم کر دی تو نہ ہوئی اور پہلی صورت
میں ہو جائے گی مگر واجب الاعادہ۔ (۱)

مسئلہ: ایک نماز میں چند واجب ترک ہوئے تو وہی دو سجدے سب کے لیے کافی ہیں۔

واجباتِ نماز کا مفصل بیان پیشتر ہو چکا ہے، مگر تفصیل احکام کے لیے اعادہ بہتر، واجب کی تاخیر رکن کی تقدیم یا تاخیر یا اس ک
مکرر کرنا یا واجب میں تغیر یہ سب بھی ترک واجب ہیں۔

مسئلہ: فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور نفل و وتر کی کسی رکعت میں سورۂ الحمد کی ایک آیت بھی رہ گئی یا سورت سے پیشتر دو بار الحم
پڑھی یا سورت ملانا بھول گیا یا سورت کو فاتحہ پر مقدم کیا یا الحمد کے بعد ایک یا دو چھوٹی آیتیں پڑھ کر رکوع میں چلا گی
پھر یاد آیا اور لوٹا اور تین آیتیں پڑھ کر رکوع کیا تو ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہے۔ (۲)



بَابُ مَا جَآءَ فِيْ سَجْدَةِ صٓ

(سورۃ) ص میں سجدے کا بیان

(۱۶۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِيَاضِ الْاَشْعَرِيِّ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِيْ صٓ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (سورۃ) ص میں سجدہ ادا فرماتے تھے۔

شرح:

---

(۱) ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب سجود السھو، ج ۲، ص ۶۵۵، وغیرہ۔

(۲) الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب سجود السہو، ج ۲، ص ۶۵۶، و الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السھو، ج ۱، ص ۱۲۶۔

یعنی نبی اکرم ﷺ نے سورۃ "ص" کی مشہور آیت سجدہ میں سجدہ تلاوہ فرمایا، اس آیت پر سجدہ تلاوت کرنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے، امام شافعی اس سجدے کے قائل نہیں۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سورۃ "ص" میں سجدہ کیا اور فرمایا کہ اللہ کے نبی داؤد (علیہ السلام) نے سجدہ توبہ فرمایا تھا ہم اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ کرتے ہیں۔ (۱)

فقہی مسائل :

مسئلہ: آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے پڑھنے میں یہ شرط ہے کہ اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو خود سُن سکے، سننے والے کے لیے یہ ضرور نہیں کہ بالقصد سنی ہو بلا قصد سُننے سے بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: سجدہ واجب ہونے کے لیے پوری آیت پڑھنا ضروری نہیں بلکہ وہ لفظ جس میں سجدہ کا مادہ پایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ قبل یا بعد کا کوئی لفظ ملا کر پڑھنا کافی ہے۔ (۲)

مسئلہ: اگر اتنی آواز سے آیت پڑھی کہ سن سکتا تھا مگر شور وغل یا بہرے ہونے کی وجہ سے نہ سنی تو سجدہ واجب ہو گیا اور اگر محض ہونٹ ہلے آواز پیدا نہ ہوئی تو واجب نہ ہوا۔ (۳)

مسئلہ: قاری نے آیت پڑھی مگر دوسرے نے نہ سُنی تو اگرچہ اسی مجلس میں ہو اس پر سجدہ واجب نہ ہوا، البتہ نماز میں امام نے آیت پڑھی تو مقتدیوں پر واجب ہو گیا، اگرچہ نہ سنی ہو بلکہ اگرچہ آیت پڑھتے وقت وہ موجود بھی نہ تھا، بعد پڑھنے کے سجدہ سے پیشتر شامل ہوا اور اگر امام سے آیت سنی مگر امام کے سجدہ کرنے کے بعد اسی رکعت میں شامل ہوا تو امام کا سجدہ اس کے لیے بھی ہے اور دوسری رکعت میں شامل ہوا تو نماز کے بعد سجدہ کرے۔ یوہیں اگر شامل ہی نہ ہوا جب بھی سجدہ کرے۔

اعلیٰ حضرت، امامِ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: سجدہ واجب ہونے کے لئے پوری آیت پڑھنا ضروری ہے لیکن بعض عُلَمائے مُتَأخِّرِین کے نزدیک وہ لفظ جس میں سجدہ کا مادّہ پایا جاتا ہے اس کے ساتھ قبل یا بعد کا کوئی لفظ ملا کر پڑھا تو سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے لہٰذا اِحتیاط یہی ہے کہ دونوں صورَتوں میں سجدۂ تلاوت کیا جائے۔ (۴)

مسئلہ: سورۂ حج کی آخر آیت جس میں سجدہ کا ذکر ہے اس کے پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب نہیں کہ اس میں سجدے سے مراد نماز کا سجدہ ہے، البتہ اگر شافعی المذہب امام کی اقتدا کی اور اس نے اس موقع پر سجدہ کیا تو اس کی متابعت میں مقتدی پر بھی واجب ہے۔

---

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 275

(۲) ، ردالمحتار،، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ج ۲، ص ۶۹۴

(۳) ، الفتاوی الھندیۃ،، کتاب الصلاۃ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوۃ، ج ۱، ص ۱۳۲

(۴) فتاویٰ رضویہ، ج ۸، ص، ۲۲۳۔ ۲۳۳ مُلَخَّصاً

مسئلہ: امام نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہ کیا تو مقتدی بھی اس کی متابعت میں سجدہ نہ کریگا، اگرچہ آیت سُنی ہو۔

مسئلہ: مقتدی نے آیت سجدہ پڑھی تو نہ خود اس پر سجدہ واجب ہے نہ امام پر نہ اور مقتدیوں پر نہ نماز میں نہ بعد میں، البتہ اگر دوسرے نمازی نے کہ اس کے ساتھ نماز میں شریک نہ تھا آیت سُنی خواہ وہ منفرد ہو یا دوسرے امام کا مقتدی یا دوسرا امام ان پر بعد نماز سجدہ واجب ہے۔ یوہیں اس پر واجب ہے جو نماز میں نہ ہو۔

مسئلہ: جو شخص نماز میں نہیں اور آیت سجدہ پڑھی اور نمازی نے سُنی تو بعد نماز سجدہ کرے نماز میں نہ کرے اور نماز ہی میں کرلیا تو کافی نہ ہوگا، بعد نماز پھر کرنا ہوگا مگر نماز فاسد نہ ہوگی ہاں اگر تلاوت کرنے والے کے ساتھ سجدہ کیا اور اتباع کا قصد بھی کیا تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ: جو شخص نماز میں نہ تھا آیت سجدہ پڑھ کر نماز میں شامل ہو گیا تو سجدہ ساقط ہو گیا۔

مسئلہ: رکوع یا سجود میں آیت سجدہ پڑھی تو سجدہ واجب ہو گیا اور اسی رکوع یا سجود سے ادا بھی ہو گیا اور تشہد میں پڑھی تو سجدہ واجب ہو گیا لہذا سجدہ کرے۔ (۱)

مسئلہ: آیت سجدہ پڑھنے والے پر اس وقت سجدہ واجب ہوتا ہے کہ وہ وجوب نماز کا اہل ہو یعنی ادا یا قضا کا اسے حکم ہو، لہذا اگر کافر یا مجنون یا نابالغ یا حیض و نفاس والی عورت نے آیت پڑھی تو ان پر سجدہ واجب نہیں اور مسلمان عاقل بالغ اہل نماز نے ان سے سُنی تو اس پر واجب ہو گیا اور جنون اگر ایک دن رات سے زیادہ نہ ہو تو مجنون پر پڑھنے یا سننے سے واجب ہے، بے وضو یا جنب نے آیت پڑھی یا سنی تو سجدہ واجب ہے، نشہ والے نے آیت پڑھی یا سنی تو سجدہ واجب ہے۔ یوہیں سوتے میں آیت پڑھی بعد بیداری اسے کسی نے خبر دی تو سجدہ کرے، نشہ والے یا سونے والے نے آیت پڑھی تو سننے والے پر سجدہ واجب ہو گیا۔

مسئلہ: عورت نے نماز میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہ کیا یہاں تک کہ حیض آ گیا تو سجدہ ساقط ہو گیا۔ (۲)

مسئلہ: نوافل پڑھنے والے نے آیت پڑھی اور سجدہ بھی کرلیا پھر نماز فاسد ہوگئی تو اس کی قضا میں سجدہ کا اعادہ نہیں اور نہ کیا تھا تو بیرونِ نماز کرے۔

مسئلہ: فارسی یا کسی اور زبان میں آیت کا ترجمہ پڑھا تو پڑھنے والے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہو گیا، سننے والے نے یہ سمجھا ہو یا نہیں کہ آیت سجدہ کا ترجمہ ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ اسے نا معلوم ہو تو بتا دیا گیا ہو کہ یہ آیت سجدہ کا ترجمہ تھا اور آیت پڑھی گئی ہو تو اس کی ضرورت نہیں کہ سننے والے کو آیت سجدہ ہونا بتایا گیا ہو۔ (۳)

مسئلہ: چند شخصوں نے ایک ایک حرف پڑھا کہ سب کا مجموعہ آیت سجدہ ہو گیا تو کسی پر سجدہ واجب نہ ہوا۔ یوہیں آیت کے ہجے کرنے یا ہجے سننے سے بھی واجب نہ ہوگا۔ یوہیں پرندے سے آیت سجدہ سُنی یا جنگل اور پہاڑ وغیرہ میں آواز گونجی اور بعینہ

---

(۱) ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ج ۲، ص ۶۹۸

(۲) الفتاوی الهندیة، کتاب الصلاۃ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوۃ، ج ۱، ص ۱۳۲

(۳) الفتاوی الهندیة، کتاب الصلاۃ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوۃ، ج ۱، ص ۱۳۳

آیت کی آواز کان میں آئی تو سجدہ واجب نہیں۔

مسئلہ: آیت سجدہ پڑھنے کے بعد معاذ اللہ مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہوا تو وہ سجدہ واجب نہ رہا۔

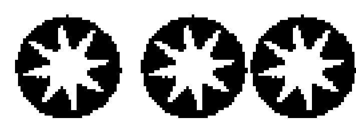
مسئلہ: آیت سجدہ لکھنے یا اس کی طرف دیکھنے سے سجدہ واجب نہیں۔

مسئلہ: سجدۂ تلاوت کے لیے تحریمہ کے سوا تمام وہ شرائط ہیں جو نماز کے لیے ہیں مثلاً طہارت، استقبال قبلہ، نیت، وقت اس معنی پر کہ آگے آتا ہے ستر عورت، لہٰذا اگر پانی پر قادر ہے تیمم کر کے سجدہ کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: اس کی نیت میں یہ شرط نہیں کہ فلاں آیت کا سجدہ ہے بلکہ مطلقاً سجدۂ تلاوت کی نیت کافی ہے۔

مسئلہ: جو چیزیں نماز کو فاسد کرتی ہیں ان سے سجدہ بھی فاسد ہو جائے گا مثلاً حدث عمد و کلام و قہقہہ۔ (۱)

مسئلہ: سجدہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم سے کم تین بار سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے، پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا کھڑا ہو جائے، پہلے پیچھے دونوں بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا سنت ہے اور کھڑے ہو کر سجدہ میں جانا اور سجدہ کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب۔ (۲)



بَابُ مَا جَآءَ فِیْ نَسْخِ الْکَلَامِ فِی الصَّلٰوۃِ

نماز میں گفتگو کے منسوخ ہونے کا بیان

(۱۶۲) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّہٗ لَمَّا قَدِمَ مِنْ اَرْضِ الْحَبْشَۃِ سَلَّمَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یُصَلِّیْ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ سُخْطِ نِعْمَۃِ اللّٰہِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاکَ قَالَ سَلَّمْتُ عَلَیْکَ فَلَمْ تَرُدَّ عَلَیَّ قَالَ اِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ لَشُغْلًا قَالَ فَلَمْ نَرُدَّ السَّلَامَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ یَّوْمِئِذٍ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ ارض حبشہ سے آئے، تو نبی کریم ﷺ کو حالت نماز میں سلام کیا، آپ علیہ السلام نے ان کو سلام کا جواب نہ فرمایا، جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اظہار ناراضی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں نے آپ پر سلام کیا، لیکن آپ ﷺ نے مجھے جواب سلام نہ فرمایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، نماز میں مشغولیت کی وجہ

---

(۱) الدر المختار،، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ج ۲، ص ۶۹۹۔

(۲) المرجع السابق، و، الفتاوی الھندیۃ،، کتاب الصلاۃ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوۃ، ج ۱، ص ۱۳۵۔

سے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن سے ہم نے (حالت نماز میں) سلام کا جواب نہ دیا۔

شرح:

یعنی جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جواب نہ دیا تو آپ نے یہ گمان کیا شاید حضور ﷺ مجھ سے ناراض ہیں تو آپ نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اللہ کی نعمت کے غصے سے یعنی میں نبی اکرم ﷺ کے غصے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، جب نبی اکرم ﷺ نے نماز مکمل فرمائی تو فرمایا آپ نے کس وجہ سے تعوذ پڑھا ہے تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا لیکن آپ ﷺ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا میں سمجھا کہ شاید حضور مجھ سے ناراض ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں اللہ تعالیٰ عنہ طرف توجہ و مشغولیت ہوتی ہے جو کہ سلام کا جواب دینے سے مانع ہے تو حضرت عبد اللہ بن مسعود نے عرض کیا ہے پھر آج کے بعد ہم صحابہ بھی نماز میں کسی کے سلام کا جوان نہیں دیں گے اور نہ ہی نماز میں کسی کو سلام کریں گے،۔

ایک روایت میں ہے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز میں کلام کیا کرتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،۔

"حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ" (البقرۃ ۲۳۸:)

نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے،

تو ہم کو نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور کلام سے روک دیا گیا، یہاں قنوت بمعنی سکوت ہے اور بعض نے کہا کہ بمعنی خضوع خشوع ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ ایک اجل اور خلفائے راشدین کے بعد فقیہ اعظم صحابی نبی اکرم ﷺ نے ذات بابرکت کو اللہ تعالیٰ نے نعمت فرمارہے ہیں، اور اللہ کا ارشاد ہے کہ "وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" ترجمہ : اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو، تو معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی آمد کی خوشی اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجاآوری و اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے، لہذا میلاد منانا جائز ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے،۔ ابو الاحمد غفر لہٗ"

فقہی مسائل :

کلام مفسد نماز ہے، عمداً ہو یا خطاءً یا سہواً، سوتے میں ہو، یا بیداری میں اپنی خوشی سے کلام کیا، یا کسی نے کلام کرنے پر مجبور کیا، یا اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ کلام کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے۔ خطا کے معنی یہ ہیں کہ قراءت وغیرہ اذکارِ نماز کہنا چاہتا تھا، غلطی سے زبان سے کوئی بات نکل گئی اور سہو کے یہ معنی ہیں کہ اسے اپنا نماز میں ہونا یاد نہ رہا۔ (۱)

مسئلہ : کلام میں قلیل و کثیر کا فرق نہیں اور یہ بھی فرق نہیں کہ وہ کلام اصلاح نماز کے لیے ہو یا نہیں، مثلاً امام کو بیٹھنا تھا کھڑا ہو گیا، مقتدی نے بتانے کو کہا بیٹھ جا، یا ہوں کہا، نماز جاتی رہی۔

---

(۱) ،الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، ج ۲، ص ۴۴۵۔ ۴۴۷

مسئلہ: قصداً کلام سے اسی وقت نماز فاسد ہوگی جب بقدر تشہد نہ بیٹھ چکا ہو اور بیٹھ چکا ہے تو نماز پوری ہوگئی، البتہ مکروہ تحریمی ہوئی۔

مسئلہ: کلام وہی مفسد ہے، جس میں اتنی آواز ہو کہ کم از کم وہ خود سُن سکے، اگر کوئی مانع نہ ہو اور اگر اتنی آواز بھی نہ ہو بلکہ صرف تصحیح حروف ہو، تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

مسئلہ: کسی شخص کو سلام کیا، عمداً ہو یا سہواً، نماز فاسد ہوگئی، اگرچہ بھول کر السّلام کہا تھا کہ یاد آیا سلام کرنا نہ چاہیے اور سکوت کیا۔

مسئلہ: زبان سے سلام کا جواب دینا بھی نماز کو فاسد کرتا ہے اور ہاتھ کے اشارے سے دیا تو مکروہ ہوئی، سلام کی نیت سے مصافحہ کرنا بھی نماز کو فاسد کردیتا ہے۔

مسئلہ: مُصلّی سے کوئی چیز مانگی یا کوئی بات پوچھی، اس نے سر یا ہاتھ سے ہاں یا نہیں کا اشارہ کیا، نماز فاسد نہ ہوئی البتہ مکروہ ہوئی۔

مسئلہ: کسی کو چھینک آئی اس کے جواب میں نمازی نے یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہا، نماز فاسد ہوگئی اور خود اسی کو چھینک آئی اور اپنے کو مخاطب کرکے یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہا، تو نماز فاسد نہ ہوئی اور کسی اور کو چھینک آئی اس مصلّی نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا، نماز نہ گئی اور جواب کی نیت سے کہا، تو جاتی رہی۔

مسئلہ: نماز میں چھینک آئی کسی دوسرے نے یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہا اور اس نے جواب میں کہا آمین، نماز فاسد ہوگئی۔

مسئلہ: نماز میں چھینک آئے، تو سکوت کرے اور الحمد للہ کہہ لیا تو بھی نماز میں حرج نہیں اور اگر اس وقت حمد نہ کی تو فارغ ہوکر کہے۔

مسئلہ: خوشی کی خبر سن کر جواب میں الحمد للہ کہا، نماز فاسد ہوگئی اور اگر جواب کی نیت سے نہ کہا بلکہ یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ نماز میں ہے، تو فاسد نہ ہوئی، یوہیں کوئی چیز تعجب خیز دیکھ کر بقصد جواب سُبْحَانَ اللّٰہ یا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یا اَللّٰہُ اَکْبَر کہا، نماز فاسد ہوگئی، ورنہ نہیں۔

مسئلہ: کسی نے آنے کی اجازت چاہی اس نے یہ ظاہر کرنے کو کہ نماز میں ہے، زور سے الحمد للہ یا اللہ اکبر، یا سبحان اللہ پڑھا، نماز فاسد نہ ہوئی۔ (۱)

مسئلہ: بُری خبر سُن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہا، یا الفاظ قرآن سے کسی کو جواب دیا، نماز فاسد ہوگئی، مثلاً کسی نے پوچھا، کیا خدا کے سوا دوسرا خدا ہے؟ اس نے جواب دیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، یا پوچھا تیرے کیا کیا مال ہیں؟ اس نے جواب میں کہا (اَلْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ) یا پوچھا کہاں سے آئے؟ کہا (وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَۃٍ وَّقَصْرٍ مَّشِیْدٍ) یوہیں اگر کسی کو الفاظ قرآن سے مخاطب کیا، مثلاً اس کا نام یحیی ہے، اس سے کہا (یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ) موسیٰ نام ہے، اس سے کہا (وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی) نماز فاسد ہوگئی۔ (۲)

مسئلہ: اللہ عزوجل کا نام مبارک سُن کر جل جلالہ کہا، یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک سُن کر درود پڑھا، یا امام کی قراءت سُن کر صَدَقَ اللّٰہُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہ کہا، تو ان سب صورتوں میں نماز جاتی رہی، جب کہ بقصد جواب کہا ہو اور اگر

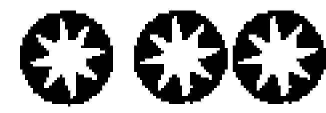
(۱) ،،غنیۃ المتملی،، کتاب الصلاۃ، مفسدات الصلاۃ، ص ۴۴۹.

(۲) الدرالمختار،، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ... إلخ، ج ۲، ص ۴۵۸

جواب میں نہ کہا تو حرج نہیں۔ یوہیں اگر اذان کا جواب دیا، نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ: شیطان کا ذکر سُن کر اس پر لعنت بھیجی نماز جاتی رہی، دفع وسوسہ کے لیے لاَ حَوْلَ پڑھی، اگر امور دنیا کے لیے ہے، نماز فاسد ہو جائے گی اور امور آخرت کے لیے، تو نہیں۔

مسئلہ: اندھیرا دیکھ کر رَبِّی وَرَبُّکَ اللہ کہا، یا بخار وغیرہ کی وجہ سے کچھ قرآن پڑھ کر دم کیا، نماز فاسد ہو گئی بیمار نے اٹھتے بیٹھتے تکلیف اور درد پر بسم اللہ کہی تو نماز فاسد نہ ہوئی۔



بَابُ مَنْ صَلّٰی وَفِیْ جَنْبِہٖ امْرَأَۃٌ

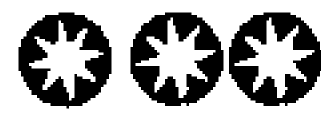
باب : جو نماز ادا کرے جبکہ اس کی ایک جانب عورت ہو

(۱۶۳) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ وَاَنَا نَائِمَۃٌ اِلٰی جَنْبِہٖ وَجَانِبُ الثَّوْبِ وَاقِعٌ عَلَیَّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز ادا فرماتے اور میں آپ ﷺ کی ایک جانب سوئی ہوئی ہوتی اور کپڑے کی ایک طرف مجھ پر ہوتی۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ رات کو تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے اور میں اس کپڑے کی ایک طرف اوپر لیے سوئی تھی جس میں آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے یعنی میں نبی اکرم ﷺ کے اتنے قریب ہوتی تھی کہ جو چادر آپ ﷺ پر ہوتی وہی مجھ پر ہوتی۔



بَابُ اِذَا نَابَ شَیْئٌ فِی الصَّلٰوۃِ

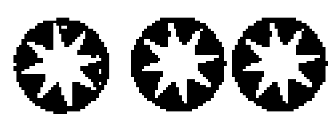
باب : جب نماز میں کوئی معاملہ پیش آجائے

(۱۶۴) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَنَّ فِی الصَّلٰوۃِ اِذَا نَابَھُمْ فِیْہِ شَیْئٌ التَّسْبِیْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِیْقُ لِلنِّسَاءِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں یہ طریقہ بیان فرمایا کہ مرد سبحان اللہ! کہیں اور عورتیں تصفیق کریں، جب نماز میں کوئی معاملہ پیش آجائے (اور امام کو مطلع کرنا مطلوب ہو)۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے نماز میں یہ طریقہ مشروع فرمایا تھا کہ مقتدیوں میں سے مردوں عورتوں کو کوئی مسئلہ پیش آئے یعنی اس کی طرف متوجہ کرانا چاہیں یا امام کو متنبہ کرنا ہو تو کلام کرنے کی بجائے مرد تسبیح پڑھیں اور عورتیں تصفیق کریں یعنی اپنے ہاتھ پر ہاتھ ماریں، اس لیے کہ عورتوں کی آواز بھی عورت ہے۔ (یہ فقیہ العصر امام ملا علی القاری کا فتویٰ ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے یعنی اس کو اپنی آواز بھی اونچی نہیں کرنی چاہیے تو جو عورتیں لاؤڈ سپیکر میں تقریں کرتی ہیں یا نعت خوانی کرتیں ہیں میں ان سے سوال کرتا ہو کہ آپ کو اس تقریر یا نعت کا کتنا ثواب ہوتا ہوگا؟؟؟ اس میں عقل والوں کی لیے نشانی ہے) (۱)



بَابُ مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ وَمَا لَا يَقْطَعُ

نماز کو توڑنے اور نہ توڑنے والی اشیاء کا بیان

(۱۶۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ عَمَّا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ فَقَالَتْ يَا اَهْلَ الْعِرَاقِ تَزْعُمُوْنَ اَنَّ الْحِمَارَ وَالْكَلْبَ وَالسِّنَّوْرَ يَقْطَعُوْنَ الصَّلٰوةَ قَرَنْتُمُوْنَا بِهِمْ اِدْرَاْ مَا اسْتَطَعْتَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَنَا نَائِمَةٌ اِلٰى جَنْبِهٖ عَلَيْهِ ثَوْبٌ جَانِبُهٗ عَلَيَّ۔

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبی حضرت اسود بن یزید نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نماز کو توڑنے والی اشیاء کی بابت پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اے عراقیو! تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ گدھا، کتا اور بلی نمازی سے آگے سے گذر کر نماز کو فاسد کر دیتے ہیں بلکہ تم نے ہم عورتوں کو بھی ان کے ساتھ ملا لیا ہے، جہاں تک ممکن ہو نمازی کے آگے سے گذرنے والے کو روکو، نبی اکرم ﷺ نماز ادا فرما رہے ہوتے تھے، اور میں ان کی ایک جانب محو استراحت ہوتی، اور آپ کے زیر استعمال کپڑے کی ایک طرف مجھ پر بھی ہوتی۔

شرح:

یعنی نمازی کے سامنے سے کوئی گزرے تو ہو اس کو روکے یعنی یا تو اشارے سے منع کرے یا پھر ہاتھ سے اگر گزرنے والا رک جائے تو بہتر ہے اور اگر نہ رکے تو گزرنے والے سے نماز کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

اور وہ احادیث جن میں مذکور ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے پر نماز ٹوٹ جاتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے کمالِ حضور میں فرق آتا ہے، اور کتاب الرحمۃ فی اختلاف الائمۃ میں ہے کہ اگر کوئی نمازی کے سامنے سے گزرے تو ائمہ ثلاثہ

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 188

کے نزدیک اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی، اگرچہ گزرنے والی حائضہ ہو یا گدھا اور کالا کتا ہو۔ اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ کالے کتے کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

فقہی مسائل :

مسئلہ: نمازی کے آگے سے بلکہ موضع سجود سے کسی کا گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا، خواہ گزرنے والا مرد ہو یا عورت، کتا ہو یا گدھا۔

مسئلہ: مصلّی کے آگے سے گزرنا بہت سخت گناہ ہے۔

حدیث میں فرمایا: کہ، اس میں جو کچھ گناہ ہے، اگر گزرنے والا جانتا تو چالیس تک کھڑے رہنے کو گزرنے سے بہتر جانتا،، راوی کہتے ہیں: ، میں نہیں جانتا کہ چالیس دن کہے یا چالیس مہینے یا چالیس برس۔،

یہ حدیث صحاح ستہ میں ابی جہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوئی اور بزار کی روایت میں چالیس برس کی تصریح ہے۔ اور ابن ماجہ کی روایت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ، اگر کوئی جانتا کہ اپنے بھائی کے سامنے نماز میں آڑے ہو کر گزرنے میں کیا ہے؟ تو سو برس کھڑا رہنا اس ایک قدم چلنے سے بہتر سمجھتا۔

امام مالک نے روایت کیا کہ کعب احبار فرماتے ہیں: ، نمازی کے سامنے گزرنے والا اگر جانتا کہ اس پر کیا گناہ ہے؟ تو زمین میں دھنس جانے کو گزرنے سے بہتر جانتا۔

مسئلہ: میدان اور بڑی مسجد میں مصلّی کے قدم سے موضع سجود تک گزرنا ناجائز ہے۔ موضع سجود سے مراد یہ ہے کہ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ کی طرف نظر کرے تو جتنی دور تک نگاہ پھیلے وہ موضع سجود ہے اس کے درمیان سے گزرنا ناجائز ہے، مکان اور چھوٹی مسجد میں قدم سے دیوار قبلہ تک کہیں سے گزرنا جائز نہیں اگر سترہ نہ ہو۔

مسئلہ: کوئی شخص بلندی پر پڑھ رہا ہے اس کے نیچے سے گزرنا بھی جائز نہیں، جبکہ گزرنے والے کا کوئی عضو نمازی کے سامنے ہو، چھت یا تخت پر نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنے کا بھی یہی حکم ہے اور اگر ان چیزوں کی اتنی بلندی ہو کہ کسی عضو کا سامنا نہ ہو، تو حرج نہیں۔

مسئلہ: مصلّی کے آگے سے گھوڑے وغیرہ پر سوار ہو کر گزرا، اگر گزرنے والے کا پاؤں وغیرہ نیچے کا بدن مصلّی کے سر کے سامنے ہو تو ممنوع ہے۔

مسئلہ: مصلّی کے آگے سُترہ ہو یعنی کوئی ایسی چیز جس سے آڑ ہو جائے، تو سترہ کے بعد سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: سُترہ بقدر ایک ہاتھ کے اونچا اور انگلی برابر موٹا ہو اور زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ اونچا ہو۔ (یہ کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ ردالمحتار میں ہے: سنت یہ ہے کہ نمازی اور سترہ کے درمیان فاصلہ زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ ہو۔)(۱)

مسئلہ: امام و منفرد جب صحرا میں یا کسی ایسی جگہ نماز پڑھیں، جہاں سے لوگوں کے گزرنے کا اندیشہ ہو تو مستحب ہے کہ سُترہ

---

(۱) الدرالمختار، و، ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا، ج ۲، ص ۴۸۴

گاڑیں اور سُترہ نزدیک ہونا چاہیے، سُترہ بالکل ناک کی سیدھ پر نہ ہو بلکہ داہنے یا بائیں بھوں کی سیدھ پر ہو اور دہنے کی سیدھ پر ہونا افضل ہے۔

مسئلہ: اگر نصب کرنا ناممکن ہو تو وہ چیز لمبی لمبی رکھ دے اور اگر کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ رکھ سکے تو خط کھینچ دے خواہ طول میں ہو یا محراب کی مثل۔

مسئلہ: اگر سُترہ کے لیے کوئی چیز نہیں ہے اور اس کے پاس کتاب یا کپڑا موجود ہے، تو اسی کو سامنے رکھ لے۔

مسئلہ: امام کا سُترہ مقتدی کے لیے بھی سُترہ ہے، اس کو جدید سُترہ کی حاجت نہیں، تو اگر چھوٹی مسجد میں بھی مقتدی کے آگے سے گزر جائے، جب کہ امام کے آگے سے نہ ہو حرج نہیں۔

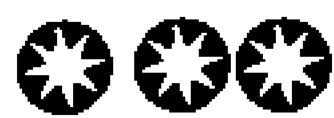
مسئلہ: درخت اور جانور اور آدمی وغیرہ کا بھی سُترہ ہو سکتا ہے کہ ان کے بعد گزرنے میں کچھ حرج نہیں۔ مگر آدمی کو اس حالت میں سُترہ کیا جائے، جب کہ اس کی پیٹھ مصلّی کی طرف ہو کہ مصلّی کی طرف مونھ کرنا منع ہے۔ (۱)

مسئلہ: سوار اگر مصلّی کے آگے سے گزرنا چاہتا ہے، تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ جانور کو مصلّی کے آگے کرلے اور اس طرف سے گزر جائے۔

مسئلہ: دو شخص برابر برابر امام کے آگے سے گزر گئے، تو مصلّی سے جو قریب ہے وہ گناہ گار ہوا اور دوسرے کے لیے یہی سُترہ ہو گیا۔

مسئلہ: مصلّی کے آگے سے گزرنا چاہتا ہے تو اگر اس کے پاس کوئی چیز سُترہ کے قابل ہو تو اسے اس کے سامنے رکھ کر گزر جائے پھر اسے اٹھالے، اگر دو شخص گزرنا چاہتے ہیں اور سُترہ کو کوئی چیز نہیں تو ان میں ایک نمازی کے سامنے اس کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو جائے اور دوسرا اس کی آڑ پکڑ کر گزر جائے، پھر وہ دوسرا اس کی پیٹھ کے پیچھے نمازی کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو جائے اور یہ گزر جائے، پھر وہ دوسرا جدھر سے اس وقت آیا اسی طرف ہٹ جائے۔

مسئلہ: اگر اس کے پاس عصا ہے مگر نصب نہیں کر سکتا، تو اسے کھڑا کر کے مصلّی کے آگے سے گزرنا جائز ہے، جب کہ اس کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ کر گرنے سے پہلے گزر جائے۔



بَابُ اِذَا انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ

سورج گرہن کا بیان

(۱۶۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقام رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ فَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللهِ لَا تَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَصَلُّوْا وَاحْمَدُوا اللهَ وَكَبِّرُوْهُ وَسَبِّحُوْهُ حَتّٰى يَنْجَلِيَ اَيُّهُمَا انْكَسَفَ

---

(۱) غنیۃ المتملی، فصل کراہیۃ الصلاۃ، ص۔ ۳۶۷

ثُمَّ نَزَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حجرت ابراہیم (رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے) کی وفات کے دن سورج کو گرہن لگا، تو رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، کسی کی موت یا حیات کی وجہ سے ان کو گرہن نہیں لگتا، پس جب تم ایسا دیکھو تو نماز ادا کرو، حمد، کبریائی اور اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو، حتیٰ کہ ان دونوں میں سے جس کو گرہن لگا ہے، ختم ہو جائے، پھر رسول اللہ ﷺ نیچے تشریف لائے اور دو رکعات نماز ادا کی۔

شرح:

یعنی جس دن نبی اکرم ﷺ کے صاحبزادے حضرت سیدنا ابراھیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی اس دن سورج گرہن لگ گیا حضرت ابراھیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ کی ایک باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن اقدس سے پیدا ہوئے، زمانہ جاہلیت کا یہ بھی ایک نظریہ تھا کہ جب کوئی عظیم ہستی پیدا ہوتی ہے یا فوت ہوتی ہے تو سورج گرہن لگ جاتا ہے، (تو نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیاں ہیں) جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، کہ سورج اور چاند دو نشانیاں ہیں (ان کو کسی کی موت یا حیات سے گرہن نہیں لگتا) کسوف اور خسوف مطلقاً دونوں پر بولا جاتا ہے مگر کسوف سورج کے لیے اور خسوف چاند کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وخسف القمر" (جب تم یہ دیکھو) یعنی سورج یا چاند گرہن دیکھو (تو نماز پڑھو، اللہ کی حمد کرو اور اسکی تسبیح و تکبیر کہو یہاں تک کہ سورج روشن ہو جائے) یعنی سنت کے مطابق جمعہ کے امام کے ساتھ کسوف میں نماز پڑھو اور خسوف میں اکیلے اکیلے نماز پڑھو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے زمانے میں سورج کو گرہن لگ گیا تو آپ ﷺ نے ابھی دو ہی رکعتیں پڑھائی تھی کہ سورج گرہن ختم ہو گیا، اور ہر رکعت میں آپ ﷺ نے ایک رکوع کیا، اور ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سورج اور چاند گرہن میں ایسے دو رکعتیں پڑھی جیسے تم نماز پڑھتے ہو (یعنی ہر رکعت میں ایک رکوع کیا) ہم نے اس بارے میں " حرز الثمین لشرح الحصن الحصین" میں کافی بسط کے ساتھ کلام کیا ہے۔ (۱)

(۱۶۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّاسُ اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيَامًا طَوِيْلًا حَتّٰى ظَنُّوْا اَنَّهُ لَا يَرْكَعُ ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوْعُه قَدْرَ قِيَامِهٖ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَه فَكَانَ قِيَامُهٗ قَدْرَ رُكُوْعِهٖ ثُمَّ سَجَدَ قَدْرَ قِيَامِهٖ ثُمَّ جَلَسَ فَكَانَ جُلُوْسُه بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَدْرَ سُجُوْدِهٖ ثُمَّ سَجَدَ قَدْرَ جُلُوْسِهٖ ثُمَّ صَلَّى الرَّكْعَةَ الثَّانِيَةَ فَفَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ مِنْهَا بَكٰى فَاشْتَدَّ بُكَاوُهٗ فَسَمِعْنَاهُ وَهُوَ

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 41

يَقُوْلُ اَلَمْ تَعِدْنِیْ اَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَاَنَا فِيْهِمْ ثُمَّ جَلَسَ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا عِبَادَهٗ لَا يَكْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَلَقَدْ رَاَيْتُنِیْ اُدْنِيْتُ مِنَ الْجَنَّةِ حَتّٰى لَوْ شِئْتُ اَنْ اَتَنَاوَلَ غُصْنًا مِّنْ اَغْصَانِ شَجَرِهَا فَعَلْتُ وَلَقَدْ رَاَيْتُنِیْ اُدْنِيْتُ مِنَ النَّارِ حَتّٰى جَعَلْتُ اَتَّقِیْ وَلَقَدْ رَأَيْتُ سَارِقَ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ وَفِیْ رِوَايَةٍ سَارِقَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ يُعَذَّبُ بِالنَّارِ وَلَقَدْ رَأَيْتُ فِيْهَا عَبْدَ بْنَ دَعْدَعٍ سَارِقَ الْحُجَّاجِ بِمِحْجَنِهٖ وَلَقَدْ رَأَيْتُ فِيْهَا اِمْرَاَةً اَدْمَاءَ حِمْيَرِيَّةً تُعَذَّبُ فِیْ هِرَّةٍ لَّهَا رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاْكُلُ مِنْ خُشَاشِ الْاَرْضِ وَحَشَرَاتِهَا۔ وَفِیْ رِوَايَةٍ نَحْوَهٗ وَفِيْهِ لَقَدْ رَأَيْتُ عَبْدَ بْنَ دَعْدَعٍ سَارِقَ الْحُجَّاجِ بِمِحْجَنِهٖ فَكَانَ اِذَا خَفِیَ ذَهَبَ وَاِذَا رَاٰهُ اَحَدٌ قَالَ اِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِحْجَنِیْ۔ وَفِیْ رِوَايَةٍ كَانَ اِذَا خَفِیَ لَهٗ شَیْءٌ ذَهَبَ بِهٖ وَاِذَا ظَهَرَ عَلَيْهِ قَالَ اِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِحْجَنِیْ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن سورج گرہن ہوا، لوگ کہنے لگے کہ حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن ہوا ہے، تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اتنا طویل قیام کیا کہ (ہمیں خیال ہونے لگا کہ) شاید نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکوع نہیں کریں گے، پھر رکوع کیا، تو رکوع جتنا ہی طویل کیا، پھر رکوع سے سر اٹھایا، تو آپ کا قیام آپ کے رکوع کی مثل طویل تھا، پھر قیام کی مقدار سجدہ ادا کیا، پھر آپ نے دو سجدوں کے درمیان جلسہ کو بھی رکوع کی مقدار طویل کیا، پھر آپ ﷺ نے دوسرا سجدہ ادا کیا اور اس کو جلسے کی مقدار طویل کیا، پھر آپ ﷺ نے دوسری رکعت ادا کی اور اس کو بھی پہلی رکعت کی مثل طویل کیا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ دوسری رکعت کے سجدے میں رو پڑے اور آپ ﷺ کی آواز اتنی بلند ہوگئی کہ ہم نے بذات خود آپ ﷺ کے رونے کی آواز سنی، اور آپ ﷺ یہ دعا کرنے لگے:

اے اللہ! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ میری موجودگی میں تو ان پر عذاب مسلط نہیں کرے گا؟

پھر آپ ﷺ بیٹھے اور تشہد ادا کیا، جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز مکمل کر لی، (تو سورج گرہن ختم ہو چکا تھا۔) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: لوگو! سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اور یہ کسی کی موت وحیات کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے، اگر ان میں سے کسی ایک کو گہن لگ جائے، تو اللہ تعالیٰ کے ذکر (نماز) کی طرف دوڑو۔ پھر فرمایا: میرے سامنے جنت کو پیش کیا گیا۔ اور اسے میرے اتنا قریب کر دیا گیا کہ اگر میں اس کی کسی ٹہنی کو پکڑنا چاہتا، تو پکڑ لیتا۔ اسی طرح جہنم کو بھی میرے سامنے پیش کیا گیا اور اسے میرے اتنا قریب کر دیا گیا کہ میں اسے بجھانے لگا، (اس خوف سے کہ کہیں وہ تم پر نہ آپڑے،) اور میں نے

وہاں (جہنم) میں اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام (کی کوئی چیز) چوری کرنے والے کو دیکھا۔

اور ایک روایت میں ہے: میں نے اللہ کے رسول کے گھر میں چوری کرنے والے کو دیکھا جسے آگ کا عذاب دیا جارہا تھا، اور میں نے وہاں حجاج کی اشیاء کو اپنی لاٹھی کے ذریعے چوری کرنے والے عبد بن دعدع کو بھی دیکھا۔ اور میں نے (جہنم) میں قبیلہ حمیر کی ایک عورت کو دیکھا، جو سیاہ رنگت تھی اور بلی کی مالکہ تھی (اسے اس کی ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا جارہا تھا) جسے اس نے باندھ رکھا تھا، نہ خود اسے کھلایا پلایا، اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ خود ہی زمین کے کیڑے مکوڑے کھالیتی، (وہ عورت جب بھی آگے بڑھتی، تو جہنم میں اسے ڈسا جاتا۔)

اور ایک روایت میں اسی کی مثل ہے لیکن اس میں یہ زائد ہے: اور میں نے وہاں حجاج کی اشیاء کو اپنی لاٹھی کے ذریعے چوری کرنے والے عبد بن دعدع کو بھی دیکھا، جب حاجیوں کو پتہ نہ چلتا، تو لے جاتا، اور جب حاجیوں کو پتہ چلتا، تو کہہ دیتا کہ میں نے اسے چرایا تھوڑا ہی ہے، یہ چیز تو میری لاٹھی کے ساتھ چپک کر آگئی تھی۔ (صحیح ابن حبان کی روایت میں اس کا انجام یہ بیان کیا گیا: نیز میں نے وہاں بنو دعدع کے ایک آدمی کو بھی دیکھا، جس نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دو اونٹنیاں چرائی تھیں، اس شخص کو دو کناروں والی دو ڈنڈیوں سے آگ میں ڈالا جارہا تھا۔ اور میں نے لاٹھی والے کو بھی دیکھا، جو جہنم میں اپنی لاٹھی سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔)

شرح:

یہ حدیث ماقبل کے ہم معنی ہے سوائے چند الفاظ کے جن کی شرح ہم یہاں کردیتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جنت کے قریب کیا گیا اگر میں چاہتا تو جنت کی ٹہنیوں سے ٹہنی کو چھولیتا، یہاں سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کا ہاتھ مبارک زمین پر کھڑا ہو کر جنت میں پہنچ جاتا ہے تو نظر کہاں تک جاتی ہوگی کیونکہ ہمارا ہاتھ زیادہ سے زیادہ آٹھ نو فٹ تک جاتا ہے اور ہماری نظر کئی کلومیٹر تک جاتی ہے تو جس ہستی کا دست مبارک جنت میں جو کہ ساتوں آسمانوں کے اوپر پہنچ جاتا ہے اور اس کی نگاہ کیا اپنی امت پر نہیں پڑے گی؟؟ کیا وہ ہستی امت امت کے اعمال سے بے خبر رہے گی؟؟، جو تیری سمجھ میں نہ آسکا تو تیری سمجھ کا قصور ہے۔

فقہی مسائل:

سورج گہن کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور چاند گہن کی مستحب۔ سورج گہن کی نماز جماعت سے پڑھنی مستحب ہے اور تنہا تنہا بھی ہوسکتی ہے اور جماعت سے پڑھی جائے تو خطبہ کے سوا تمام شرائط جمعہ اس کے لیے شرط ہیں، وہی شخص اس کی جماعت قائم کرسکتا ہے جو جمعہ کی کرسکتا ہے، وہ نہ ہو تو تنہا تنہا پڑھیں، گھر میں یا مسجد میں۔ (۱)

مسئلہ: گہن کی نماز اسی وقت پڑھیں جب آفتاب گہنا ہو، گہن چھوٹنے کے بعد نہیں اور گہن چھوٹنا شروع ہوگیا مگر ابھی باقی ہے اس وقت بھی شروع کرسکتے ہیں اور گہن کی حالت میں اس پر ابر آجائے جب بھی نماز پڑھیں۔

---

(۱) الدر المختار، و رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الکسوف، ج۳، ص۷۷-۸۰

مسئلہ: ایسے وقت گہن لگا کہ اس وقت نماز ممنوع ہے تو نماز نہ پڑھیں، بلکہ دُعا میں مشغول رہیں اور اسی حالت میں ڈوب جائے تو دُعا ختم کردیں اور مغرب کی نماز پڑھیں۔ (۱)

مسئلہ: یہ نماز اور نوافل کی طرح دو رکعت پڑھیں یعنی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کریں نہ اس میں اذان ہے، نہ اقامت، نہ بلند آواز سے قراءت اور نماز کے بعد دُعا کریں یہاں تک کہ آفتاب کھل جائے اور دو رکعت سے زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں، خواہ دو دو رکعت پر سلام پھیریں یا چار پر۔ (۲)

مسئلہ: اگر لوگ جمع نہ ہوئے تو ان لفظوں سے پکاریں، اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ۔

مسئلہ: افضل یہ ہے کہ عیدگاہ یا جامع مسجد میں اس کی جماعت قائم کی جائے اور اگر دوسری جگہ قائم کریں جب بھی حرج نہیں۔

مسئلہ: اگر یاد ہو تو سورۂ بقرہ اور آل عمران کی مثل بڑی بڑی سورتیں پڑھیں اور رکوع وسجود میں بھی طول دیں اور بعد نماز دُعا میں مشغول رہیں یہاں تک کہ پورا آفتاب کھل جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ نماز میں تخفیف کریں اور دُعا میں طول، خواہ امام قبلہ رُو دُعا کرے یا مقتدیوں کی طرف مونھ کرکے کھڑا ہو اور یہ بہتر ہے اور سب مقتدی آمین کہیں، اگر دُعا کے وقت عصا یا کمان پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو تو یہ بھی اچھا ہے، دُعا کے لیے منبر پر نہ جائے۔ (۳)

مسئلہ: سورج گہن اور جنازہ کا اجتماع ہو تو پہلے جنازہ پڑھے۔

مسئلہ: چاند گہن کی نماز میں جماعت نہیں، امام موجود ہو یا نہ ہو بہر حال تنہا تنہا پڑھیں۔ امام کے علاوہ دو تین آدمی جماعت کر سکتے ہیں۔

مسئلہ: تیز آندھی آئے یا دن میں سخت تاریکی چھا جائے یا رات میں خوفناک روشنی ہو یا لگا تار کثرت سے مینھ برسے یا بکثرت اولے پڑیں یا آسمان سُرخ ہو جائے یا بجلیاں گریں یا بکثرت تارے ٹوٹیں یا طاعون وغیرہ وبا پھیلے یا زلزلے آئیں یا دشمن کا خوف ہو یا اور کوئی دہشت ناک امر پایا جائے ان سب کے لیے دو رکعت نماز مستحب ہے۔

چند حدیثیں جن میں آندھی وغیرہ کا ذکر ہے، اس موقع پر بیان کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ان پر عمل کریں (وباللہ التوفیق)

حدیث: ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما میں مروی، فرماتی ہیں: جب تیز ہوا چلتی تو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ دُعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَخَیْرَ مَآ اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا وَشَرِّ مَآ اُرْسِلَتْ بِهٖ.

---

(۱) الدرالمختار، و، ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الکسوف، ج ۳، ص ۷۸.

(۲) الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الکسوف، ج ۳، ص ۷۹. وغیرہ

(۳) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الکسوف، ص ۱۲۴.

حدیث: امام شافعی وابوداود وابن ماجہ وبیہقی نے دعوات کبیر میں روایت کی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ،ہوا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے، رحمت وعذاب لاتی ہے، اسے بُرا نہ کہو اور اللہ (عزوجل) سے اس کے خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے پناہ مانگو۔ (۱)

حدیث: ترمذی میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ ایک شخص نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے سامنے ہوا پر لعنت بھیجی۔ فرمایا: ،ہوا پر لعنت نہ بھیجو کہ وہ مامور ہے اور جو شخص کسی شے پر لعنت بھیجے اور وہ لعنت کی مستحق نہ ہو تو وہ لعنت اسی بھیجنے والے پر لوٹ آتی ہے۔ (۲)

حدیث: ابوداود ونسائی وابن ماجہ وامام شافعی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہتی ہیں: جب آسمان پر ابر آتا تو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کلام ترک فرمادیتے اور اس کی طرف متوجہ ہوکر یہ دُعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهِ.

اگر کھل جاتا حمد کرتے اور برستا تو یہ دُعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ سَقْيًا نَّافِعًا"

حدیث: امام احمد وترمذی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سنتے تو یہ کہتے:

اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ.

حدیث: امام مالک نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب بادل کی آوز سنتے تو کلام ترک فرمادیتے اور کہتے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"

حدیث: فرماتے ہیں: ،جب بادل کی گرج سنو تو اللہ (عزوجل) کی تسبیح کرو، تکبیر نہ کہو۔ (۳)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صَلٰوةِ الْاِسْتِخَارَةِ

نماز استخارہ کا بیان

(۱۶۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّاصِحٍ عَنْ يَّحْيٰى عَنْ اَبِیْ سَلْمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔

---

(۱) مسند ال إمام الشافعی، کتاب العیدین، ص. ۸۱

(۲) جامع الترمذی،، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی اللعنۃ، الحدیث ۱۹۸۵: ، ج ۳، ص. ۳۹۴

(۳) مراسیل ابی داود، مع سنن ابی داود،، باب ماجاء فی المطر، ص. ۲۰

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو استخارہ کی تعلیم ایسے ہی دیتے جیسے ہم کو قرآن کریم کی کوئی سورت کی تعلیم فرماتے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ ہم ایسے اہتمام کے ساتھ نماز استخارہ اور اس کی دعا کی تعلیم دیتے تھے جیسے آپ ہم کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔

(١٦٩) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْاَمْرِ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَمْرًا فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ لِيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ فَاِنَّكَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ. وَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا الْاَمْرُ خَيْرًا لِّيْ فِيْ مَعِيْشَتِيْ وَخَيْرًا لِّيْ فِيْ عَاقِبَةِ اَمْرِيْ فَيَسِّرْهُ لِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ. وَزَادَ فِيْ رِوَايَةٍ وَاِنْ كَانَ غَيْرُهٗ فَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِيْ بِهٖ.

حضرت علقمہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو استخارہ کی تعلیم ایسے ہی دیتے جیسے ہم کو قرآن کریم کی کوئی سورت کی تعلیم فرماتے۔

ایک روایت میں آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک کسی کام کا اردہ کرے تو فرض نماز کے علاوہ باوضو ہو کر دو رکعات نماز ادا کرے، اور پھر یہ دعا کرے:

(ترجمہ) اے اللہ! تیرے علم سے میں خیر کا طالب ہوں، میں تیری قدرت کا طالب ہوں، میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں، یقیناً تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا، تو قادر ہے میں قدرت نہیں رکھتا، اور تو ہی غیب کو خوب جاننے والا ہے، اے اللہ! اگر یہ کام میری زندگی اور انجام کے لیے بہتر ہے، تو اس کو میرے لیے آسان فرمادے اور اس میں برکت فرمادے۔

ایک روایت میں یہ زائد ہے: اگر یہ کام اس کے علاوہ (یعنی میرے حق میں بہتر نہیں) ہے، تو میرے لیے بھلائی میسر فرما دے، وہ جہاں بھی ہے، اور مجھ سے راضی رہنا۔

شرح:

استخارے کا معنی ہے اس کام میں جس میں خیر اور شر کا پہلو ہو اس میں خیر طلب کرنا، ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو یعنی اس کام کا جس کے کرنے اور نہ کرنے میں اسے تردد ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے یعنی تمام فرائض اور سنتوں کے ساتھ وضو کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے اور ان میں الکافرون اور اخلاص

پڑھے، اور آیت "وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْ" (القصص ٦٨) اور آیت "وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب" 36) پڑھے، (پھر اس کے بعد مذکورہ بالا پڑھے جس کو ہم نیچے بھی ذکر کرتے ہیں) (۱)

فقہی مسائل:

دعائے استخارہ:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْقَالَ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِيْ بِهٖ.

اور اپنی حاجت کا ذکر کرے خواہ بجائے ھٰذَا الْاَمْر کے حاجت کا نام لے یا اُس کے بعد۔

اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِيْ میں اَوْ شک راوی ہے، فقہا فرماتے ہیں کہ جمع کرے یعنی یوں کہے۔

وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ وَعَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ.

مسئلہ: حج اور جہاد اور دیگر نیک کاموں میں نفس فعل کے لیے استخارہ نہیں ہوسکتا، ہاں تعیین وقت کے لیے کرسکتے ہیں۔

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ اس دُعا کے اوّل آخر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور درود شریف پڑھے اور پہلی رکعت میں قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ا دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھے اور بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ پہلی میں وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ يُعْلِنُوْ تک اور دوسری میں وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ آخر آیت تک بھی پڑھے۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ سات بار استخارہ کرے کہ ایک حدیث میں ہے: اے انس! جب تو کسی کام کا قصد کرے تو اپنے ر (عزوجل) سے اس میں سات بار استخارہ کر پھر نظر کر تیرے دل میں کیا گذرا کہ بیشک اُسی میں خیر ہے۔ (۲)

اور بعض مشائخ سے منقول ہے کہ دُعائے مذکور پڑھ کر باطہارت قبلہ رُو سورہے اگر خواب میں سپیدی یا سبزی دیکھے تو وہ کا بہتر ہے اور سیاہی یا سُرخی دیکھے تو بُرا ہے اس سے بچے۔

استخارہ کا وقت اس وقت تک ہے کہ ایک طرف رائے پوری جم نہ چکی ہو۔

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 18

(۲) کنز العمال، کتاب الصلاۃ، رقم ۲۱۵۳۵ ، ج ۷، ص ۳۴۶.

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صَلٰوةِ الضُّحٰى

نماز چاشت کا بیان

(۱۷۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَضَعَ لَامَتَهٗ وَدَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهٗ عَلَيْهِ ثُمَّ دَعَا بِثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَصَلّٰى فِيْهِ زَادَ فِيْ رِوَايَةٍ مُتَوَشِّحًا. وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ لَامَتَهٗ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَاُتِيَ بِهٖ فِيْ جَفْنَةٍ فِيْهَا خُبْزُ الْعَجِيْنِ فَاسْتَتَرَ بِثَوْبٍ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَعَا بِثَوْبٍ فَتَوَشَّحَ بِهٖ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَهِيَ الضُّحٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ لَامَتَهٗ وَدَعَا بِمَاءٍ فَاُتِيَ بِهٖ فِيْ جَفْنَةٍ فِيْهَا اَثَرُ عَجِيْنٍ فَاغْتَسَلَ وَصَلّٰى اَرْبَعًا اَوْ رَكْعَتَيْنِ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُّتَوَشِّحًا.

حضرت ام ہانی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن اپنی زرہ اتاری، پانی منگوایا جو آپ نے اس پر بہایا گیا اور پھر ایک کپڑا منگوایا اور اس میں نماز ادا کی۔ ایک روایت میں کپڑا لپیٹنے کا بھی ذکر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن اپنی زرہ اتاری، پانی منگوایا جس میں آٹے کے ذرات تھے، ایک کپڑے کا ستر بنا کر غسل فرمایا، اور پھر ایک کپڑا منگوایا، اس کو لپیٹا اور دو رکعات نماز ادا کی، حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ چاشت کی نماز تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن اپنی زرہ اتاری، پانی منگوایا جس میں آٹے کے ذرات تھے، اور ایک کپڑے کو لپیٹ کر دو رکعات یا چار رکعات نماز ادا کی۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے یوم فتح مکہ کو اپنی زرہ اتاری اور پانی طلب فرما کر غسل فرمایا پھر ایک کپڑا طلب کیا اور اس کو پہن لیا اور دو رکعت نماز پڑھی ابوصالح نے اس میں یہ زیادتی کی ہے کہ "متوشحا" یعنی نبی اکرم ﷺ نے یہ کپڑا ہر دو بغل سے نکال کر پیچھے گدی پر اس میں گرہ دے کر باندھ لیا۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں یہ نماز چاشت تھی یا یہ نماز چاشت کے وقت پڑھی گئی اس نماز کو وضو کے شکر پر محمول نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ اس کی کوئی علیحدہ نماز نہیں ہے جیسا کہ حجۃ السلام امام غزالی علیہ الرحمۃ نے احیاء العلوم میں اس کو ثابت کیا ہے۔

نماز چاشت مستحب ہے، کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ چاشت کی بارہ رکعتیں ہیں

حدیث میں ہے، جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں،، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔ اس

حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

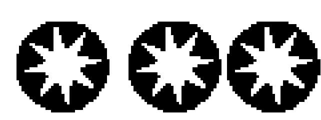
صحیح مسلم شریف میں ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : آدمی پر اس کے ہر جوڑ کے بدلے صدقہ ہے (اور کل تین سو ساٹھ جوڑ ہیں) ہر تسبیح صدقہ ہے اور ہر حمد صدقہ ہے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنا صدقہ ہے اور اللہُ اَکْبَرُ کہنا صدقہ ہے اور اچھی بات کا حکم کرنا صدقہ ہے اور بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے دو رکعتیں چاشت کی کفایت کرتی ہیں۔ (۱)

ترمذی و ابو درداء و ابو ذر سے اور ابو داود و دارمی نعیم بن ہمّار سے اور احمد ان سب سے راوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل فرماتا ہے : ،اے ابن آدم! شروع دن میں میرے لیے چار رکعتیں پڑھ لے، آخر دن تک میں تیری کفایت فرماؤں گا۔ (۲)

طبرانی و ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ،جس نے دو رکعتیں چاشت کی پڑھیں، غافلین میں نہیں لکھا جائے گا اور جو چار پڑھے عابدین میں لکھا جائے گا اور جو چھ پڑھے اس دن اُس کی کفایت کی گئی اور جو آٹھ پڑھے اللہ تعالیٰ اسے قانتین میں لکھے گا اور جو بارہ پڑھے اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جنت میں ایک محل بنائے گا اور کوئی دن یا رات نہیں جس میں اللہ تعالیٰ بندوں پر احسان و صدقہ نہ کرے اور اس بندہ سے بڑھ کر کسی پر احسان نہ کیا جسے اپنا ذکر الہام کیا۔ (۳)

احمد و ترمذی و ابن ماجہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ،جو چاشت کی دو رکعتوں پر محافظت کرے، اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔،

مسئلہ: اس کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال یعنی نصف النہار شرعی تک ہے اور بہتر یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھے پڑھے۔



بَابُ الْعَمَلِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَّمَضَانَ

ماہ رمضان کے آخری عشرے میں عمل کا بیان

(۱۷۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ قَامَ وَنَامَ وَاِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ شَدَّ الْمِيْزَرَ وَاَحْيَ اللَّيْلَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان جب آتا تو عبادت بھی کرتے اور آرام بھی فرماتے

---

(۱) صحیح مسلم،، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحٰی ... إلخ، الحدیث ۷۲۰ :، ص. ۳۶۳

(۲) جامع الترمذی،، أبواب الوتر، باب ماجاء فی صلاۃ الضحٰی، الحدیث ۴۷۴ :، ج ۲، ص. ۱۹

(۳) الترغیب والترھیب،، الترغیب فی صلاۃ الضحٰی، الحدیث ۱۴ :، ج ۱، ص. ۲۶۶

،اور جب ماہ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو کمر کس لیتے اور رات کو عبادت میں گزارتے۔

شرح:

یعنی رمضان مبارک میں نبی اکرم ﷺ کبھی رات کے پہلے حصہ میں سو جاتے اور آخری حصہ میں قیام (نوافل و تراویح) پڑھتے تھے اور جب رمضان کا آخری عشرہ جو کہ اعتکاف کا وقت ہے آتا تو کمر کس لیتے یعنی یا تو اپنی ازواج سے جماع ترک کر دیتے یا عبادت میں زیادتی فرما دیتے (اور اپنی رات کو زندہ کرتے) یعنی رات کو عبادت میں مشغول رہے یا تو ساری رات عبادت کرتے یا اکثر رات دوسرا معنی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ یہ روایت نہیں ملتی کہ نبی اکرم ﷺ نے ساری رات نیند کو ترک کیا ہو۔

اور بخاری و مسلم کی روایت میں آتا ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو رات کو عبادت کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے اور اپنی کمر کس لیتے تھے، اور مسلم کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ رمضان میں اتنی عبادت کرتے تھے کہ کسی اور ماہ میں اتنی نہ کرتے اور اس کے آخری عشرہ میں اس سے بھی زیادہ عبادت کرتے۔ (۱)

فقہی مسائل:

مسئلہ: مسجد میں اللہ (عزوجل) کے لیے نیّت کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف ہے اور اس کے لیے مسلمان، عاقل اور جنابت و حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ بلوغ شرط نہیں بلکہ نابالغ جو تمیز رکھتا ہے اگر بہ نیّت اعتکاف مسجد میں ٹھہرے تو یہ اعتکاف صحیح ہے، آزاد ہونا بھی شرط نہیں لہٰذا غلام بھی اعتکاف کرسکتا ہے، مگر اسے مولیٰ سے اجازت لینی ہوگی اور مولیٰ کو بہر حال منع کرنے کا حق حاصل ہے۔

مسئلہ: مسجد جامع ہونا اعتکاف کے لیے شرط نہیں بلکہ مسجد جماعت میں بھی ہوسکتا ہے۔ مسجد جماعت وہ ہے جس میں امام و مؤذن مقرر ہوں، اگرچہ اس میں پنجگانہ جماعت نہ ہوتی ہو اور آسانی اس میں ہے کہ مطلقاً ہر مسجد میں اعتکاف صحیح ہے اگرچہ وہ مسجد جماعت نہ ہو، خصوصاً اس زمانہ میں کہ بہتیری مسجدیں ایسی ہیں جن میں نہ امام ہیں نہ مؤذن۔ (۲)

مسئلہ: سب سے افضل مسجد حرم شریف میں اعتکاف ہے پھر مسجد نبوی میں علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم پھر مسجد اقصیٰ میں۔ پھر اُس میں جہاں بڑی جماعت ہوتی ہو۔

مسئلہ: عورت کو مسجد میں اعتکاف مکروہ ہے، بلکہ وہ گھر میں ہی اعتکاف کرے مگر اس جگہ کرے جو اُس نے نماز پڑھنے کے لیے مقرر کر رکھی ہے جسے مسجدِ بیت کہتے ہیں اور عورت کے لیے یہ مستحب بھی ہے کہ گھر میں نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص 54،

(۲) ،الدر المختار، و ،ردالمحتار،، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۲۔ ۴۹۴ و ،الفتاوی الھندیۃ،، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۱.

(۳) ،ردالمحتار،، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۳.

مقرر کر لے اور چاہیے کہ اس جگہ کو پاک صاف رکھے اور بہتر یہ کہ اس جگہ کو چبوترہ وغیرہ کی طرح بلند کر لے۔ بلکہ مرد کو بھی چاہیے کہ نوافل کے لیے گھر میں کوئی جگہ مقرر کر لے کہ نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

مسئلہ: اگر عورت نے نماز کے لیے کوئی جگہ مقرر نہیں کر رکھی ہے تو گھر میں اعتکاف نہیں کر سکتی، البتہ اگر اس وقت یعنی جب کہ اعتکاف کا ارادہ کیا کسی جگہ کو نماز کے لیے خاص کر لیا تو اس جگہ اعتکاف کر سکتی ہے۔

مسئلہ: خنثیٰ مسجد بیت میں اعتکاف نہیں کر سکتا۔

مسئلہ: عتکاف تین قسم ہے۔

(۱) واجب، کہ اعتکاف کی منّت مانی یعنی زبان سے کہا، محض دل میں ارادہ سے واجب نہ ہوگا۔

(۲) سنت مؤکدہ، کہ رمضان کے پورے عشرہ اخیرہ یعنی آخر کے دس دن میں اعتکاف کیا جائے یعنی بیسویں رمضان کو سورج ڈوبتے وقت بہ نیّت اعتکاف مسجد میں ہو اور تیسویں کے غروب کے بعد یا انتیس کو چاند ہونے کے بعد نکلے۔ اگر بیسویں تاریخ کو بعد نماز مغرب نیّت اعتکاف کی تو سنت مؤکدہ ادا نہ ہوئی اور یہ اعتکاف سنت کفایہ ہے کہ اگر سب ترک کریں تو سب سے مطالبہ ہوگا اور شہر میں ایک نے کر لیا تو سب بری الذمہ۔

(۳) ان دو ۲ کے علاوہ اور جو اعتکاف کیا جائے وہ مستحب وسنت غیر مؤکدہ ہے۔ (۱)

مسئلہ: اعتکافِ مستحب کے لیے نہ روزہ شرط ہے، نہ اس کے لیے کوئی خاص وقت مقرر، بلکہ جب مسجد میں اعتکاف کی نیّت کی، جب تک مسجد میں ہے معتکف ہے، چلا آیا اعتکاف ختم ہو گیا۔ (۲)

یہ بغیر محنت ثواب مل رہا ہے کہ فقط نیّت کر لینے سے اعتکاف کا ثواب ملتا ہے، اسے تو نہ کھونا چاہیے۔ مسجد میں اگر دروازہ پر یہ عبارت لکھ دی جائے کہ اعتکاف کی نیّت کر لو، اعتکاف کا ثواب پاؤ گے تو بہتر ہے کہ جو اس سے ناواقف ہیں انھیں معلوم ہو جائے اور جو جانتے ہیں اُن کے لیے یاد دہانی ہو۔

مسئلہ: اعتکافِ سنت یعنی رمضان شریف کی پچھلی دس تاریخوں میں جو کیا جاتا ہے، اُس میں روزہ شرط ہے، لہٰذا اگر کسی مریض یا مسافر نے اعتکاف تو کیا مگر روزہ نہ رکھا تو سنت ادا نہ ہوئی بلکہ نفل ہوا۔ (۳)

مسئلہ: منت کے اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے، یہاں تک کہ اگر ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی اور یہ کہا کہ روزہ نہ رکھے گا جب بھی روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر رات کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں کہ رات میں روزہ نہیں ہو سکتا اور اگر یوں کہا کہ ایک دن رات کا مجھ پر اعتکاف ہے تو یہ منت صحیح ہے اور اگر آج کے اعتکاف کی منت مانی اور کھانا کھا چکا ہے تو منت صحیح نہیں۔

---

(۱) المرجع السابق، ص ۴۹۵، و، الفتاوی الھندیۃ،، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۱.

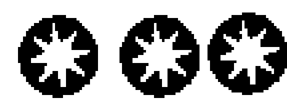
(۲) الفتاوی الھندیۃ،، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۱، وغیرہ

(۳) ،ردالمحتار،، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۶.

یوہیں اگر ضحوہ کبریٰ کے بعد منت مانی اور روزہ نہ تھا تو یہ منت صحیح نہیں کہ اب روزہ کی نیّت نہیں کرسکتا، بلکہ اگر روزہ کی نیّت کرسکتا ہو مثلاً ضحوہ کبریٰ سے قبل جب بھی منت صحیح نہیں کہ یہ روزہ نفل ہوگا اور اس اعتکاف میں روزہ واجب درکار۔

مسئلہ: یہ ضرور نہیں کہ خاص اعتکاف ہی کے لیے روزہ ہو بلکہ روزہ ہونا ضروری ہے، اگرچہ اعتکاف کی نیّت سے نہ ہو مثلاً اس رمضان کے اعتکاف کی منت مانی تو وہی رمضان کے روزے اس اعتکاف کے لیے کافی ہیں اور اگر رمضان کے روزے تو رکھے مگر اعتکاف نہ کیا تو اب ایک ماہ کے روزے رکھے اور اس کے ساتھ اعتکاف کرے اور اگر یوں نہ کیا یعنی روزے رکھ کر اعتکاف نہ کیا اور دوسرا رمضان آ گیا تو اس رمضان کے روزے اس اعتکاف کے لیے کافی نہیں۔

یوہیں اگر کسی اور واجب کے روزے رکھے تو یہ اعتکاف ان روزوں کے ساتھ بھی ادا نہیں ہوسکتا، بلکہ اب اُس کے لیے خاص اعتکاف کی نیت سے روزے رکھنا ضروری ہے اور اگر اس صورت میں کہ رمضان کے اعتکاف کی منت مانی تھی نہ روزے رکھے، نہ اعتکاف کیا اب ان روزوں کی قضا رکھ رہا ہے تو ان قضا روزوں کے ساتھ وہ اعتکاف کی منت بھی پوری کرسکتا ہے۔



بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقِيَامِ عَامَّةَ اللَّيْلِ

عام راتوں میں قیام کا بیان

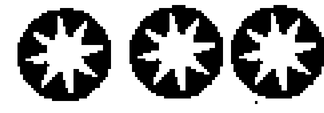
(۱۷۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ زِيَادٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ عَامَّةَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقَالَ لَهٗ اَصْحَابُهٗ اَلَيْسَ قَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اتنی عبادت کرتے کہ آپ کے قدم مبارک میں ورم آجاتے، آپ کے اصحاب نے آپ ﷺ سے عرض کی: کیا آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش نہیں دیے گئے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

شرح:

یعنی اکثر نبی اکرم ﷺ رات کو نماز تہجد کے لیے قیام فرماتے تھے تو آپ ﷺ کے مبارک پاؤں میں روم ہو جاتا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت نہیں فرمائی، (خیال رہے یہاں نبی اکرم ﷺ کے گناہ مراد نہیں اس لیے کہ نیکوں کی نیکیاں مقربین کی لغزشیں شمار کی جاتی ہیں، یہاں سے کیا مراد ہے اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں) تو نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں (اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ گناہوں سے پاک تھے آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے گناہ بخش دیے ہیں کیونکہ آپ کے گناہ تھے ہی نہیں بلکہ فرمایا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس غرض سے کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کروں اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے تو وہ

عبادت کرے جو گناہ گار ہوں میرے آقا تو گناہ گاروں کو بھی پار لگانے والے ہیں۔ ابو الاحمد غفرلہ بتوسل النبی المذکور)



بَابُ کَمْ کَانَتْ صَلٰوۃُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاللَّیْلِ؟

باب : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کتنی نماز ادا فرماتے؟

(۱۷۳) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ اَنَّ صَلٰوۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاللَّیْلِ کَانَتْ ثَلٰثَ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً مِّنْھُنَّ ثَلٰثُ رَکَعَاتِ الْوِتْرِ وَرَکْعَتَا الْفَجْرِ۔

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز تیرہ رکعات تھیں جن میں تین وتر اور دو فجر کی رکعات شامل تھیں۔

شرح:

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے ان میں سے تین رکعات وتر ہوتے جو کہ ایک سلام کے ساتھ پڑھتے جیسا کہ اکثر احادیث میں آیا ہے اور دو رکعتیں فجر کی ہوتی ان کو رات کی نماز میں اس لیے شمار کیا گیا ہے کہ یہ رات کے قریب ہیں، اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو رات کی نماز سے ملا کر (یعنی فجر کے وقت میں ہی پڑھتے مگر رات کی نماز اور فجر کی نماز میں اتنا وقفہ نہ ہوتا، میرے خام خیال کے مطابق فجر کی جن دو رکعتوں کا یہاں ذکر ہے وہ فجر کی سنتیں ہیں اس لیے کہ فجر کے فرض تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوب روشن کر کے پڑھتے تھے اور جماعت کے ساتھ ادا فرماتے تھے واللہ اعلم)۔ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم اور ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ (۱)

فقہی مسائل:

مسئلہ: اسی صلاۃ اللیل کی ایک قسم تہجد ہے کہ عشا کے بعد رات میں سو کر اُٹھیں اور نوافل پڑھیں، سونے سے قبل جو کچھ پڑھیں وہ تہجد نہیں۔ (۲)

مسئلہ: تہجد نفل کا نام ہے اگر کوئی عشا کے بعد سو رہا پھر اٹھ کر قضا پڑھی تو اُس کو تہجد نہ کہیں گے۔

مسئلہ: کم سے کم تہجد کی دو رکعتیں ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آٹھ تک ثابت۔

حدیث: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ،،جو شخص رات میں بیدار ہو اور اپنے اہل کو جگائے پھر دونوں دو دو رکعت پڑھیں تو

---

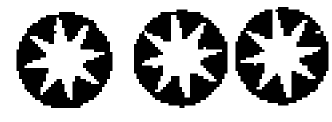
(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 210

(۲) ،،ردالمحتار،،، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاۃ اللیل، ج ۲، ص. ۵۶۶

(۳) ردالمحتار،،، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاۃ اللیل، ج ۲، ص. ۵۶۷

کثرت سے یاد کرنے والوں میں لکھے جائیں گے۔ اس حدیث کو نسائی و ابن ماجہ اپنی سنن میں اور ابن حبان اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور منذری نے کہا یہ حدیث بر شرط شیخین صحیح ہے۔ (۱)

مسئلہ: جو شخص دو تہائی رات سونا چاہے اور ایک تہائی عبادت کرنا، اُسے افضل یہ ہے کہ پہلی اور پچھلی تہائی میں سوئے اور بیچ کی تہائی میں عبادت کرے اور اگر نصف شب میں سونا چاہتا ہے اور نصف جاگنا تو پچھلی نصف میں عبادت افضل ہے کہ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: کہ رب عزوجل ہر رات میں جب پچھلی تہائی باقی رہتی ہے آسمان دنیا پر تجلّی خاص فرماتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی دُعا کرنے والا کہ اس کی دُعا قبول کروں، ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے دوں، ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی بخشش کر دوں۔ (۲)



بَابُ مَا جَاءَ فِي رَكْعَتِي الْفَجْرِ

فجر کی دو رکعات (سنتوں) کا بیان

(۱۷۴) أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ الْأَقْمَرِ عَنْ حُمْرَانَ قَالَ مَالَقِيَ ابْنُ عُمَرَ قَطُّ إِلَّا وَأَقْرَبُ النَّاسِ مَجْلِسًا حُمْرَانُ فَقَالَ ذَاتَ يَوْمٍ يَا حُمْرَانُ لَا أَرَاكَ تُوَاظِبُنَا إِلَّا وَأَنْتَ تُرِيدُ لِنَفْسِكَ خَيْرًا فَقَالَ أَجَلْ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ أَمَّا اثْنَتَانِ فَإِنِّي أَنْهَاكَ عَنْهُمَا وَأَمَّا وَاحِدَةٌ فَإِنِّي آمُرُكَ بِهَا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِهَا قَالَ مَا هِيَ تِلْكَ الْخِصَالُ الثَّلٰثُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ لَا تَمُوتَنَّ وَعَلَيْكَ دَيْنٌ إِلَّا دَيْنًا تَدَعُ بِهِ وَفَاءً وَلَا تُسْمِعَنَّ مِنْ تِلَاوَةِ آيَةٍ فَإِنَّهُ يُسْمَعُ بِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا سَمِعْتَ بِهِ قِصَاصًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا وَأَمَّا الَّذِي آمُرُكَ بِهِ كَمَا أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكْعَتَا الْفَجْرِ فَلَا تَدَعْهُمَا فَإِنَّ فِيهِمَا الرَّغَائِبَ۔

حضرت حمران رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب بھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی گئی، تو انہیں ایک مجلس میں پایا گیا۔ ایک دن آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے حمران! میں تمھیں ہمیشہ اپنی صحبت میں اس لیے دیکھتا ہوں کہ تم کسی بھلائی کے

(۱) المستدرک، للحاکم، کتاب صلاۃ التطوع، باب تودیع المنزل برکعتین، الحدیث ۱۲۳۰: ج ۱، ص ۶۲۴، ردالمحتار، کتاب الصلاۃ باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاۃ اللیل، ج ۲، ص ۵۶۷

(۲) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الترغیب فی الدعاء... إلخ، الحدیث ۷۵۸: ص ۳۸۱

طالب ہو، انہوں نے عرض کی: اے ابوعبدالرحمٰن! یہ بالکل درست ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں تمہیں دو باتوں سے منع کرتا ہوں اور ایک بات کا حکم دیتا ہوں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کو اس بات کا حکم دیتے ہوئے میں نے سنا ہے، انہوں نے عرض کی: اے ابوعبدالرحمٰن! وہ وہ تین امور کون سے ہیں؟ جواب دیا: (1) مرتے وقت تجھ پر قرض نہیں ہونا چاہیے، مگر اے نا کہ تیرے ورثہ سے اس کی ادائیگی ہو سکے۔ (2) شہرت کے لیے قرآن کی تلاوت نہ کر، ورنہ قیامت کے دن اس کے عوض تمہاری تذلیل کی جائے گی، اور تمہارا پروردگار کسی پر بھی زیادتی نہیں کرتا۔ اب میں تمہیں اس چیز کے بجالانے کا حکم دیتا ہوں جسے نبی اکرم ﷺ نے مجھے بجالانے کا حکم دیا تھا (3) فجر کی دوسنتوں کو کبھی ترک نہ کرنا، کیوں کہ ان میں کثیر اسباب رغبت ہیں۔

شرح:

حضرت عبداللہ بن عمر نے جو تین خصلتیں بیان فرمائی ان میں پہلی یہ ہے کہ تم کو اس حال میں موت نہ آئے کہ تم پر قرض ہو مگر یہ کہ تم اتنا ترکہ چھوڑ کر جاؤ کہ پیچھے سے وہ قرض ادا کیا جا سکے، اور دوسری بات یہ کہ تم ریاء کاری کی غرض سے کوئی آیت نہ پڑھو ورنہ جس طرح تم نے تشہیر کی غرض سے کسی آیت کی تلاوت کی ایسے ہی قیامت میں تمہاری تشہیر ہوگی۔ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جس نے دکھلاوا کیا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دکھائے گا (یعنی لوگوں کے سامنے اس کے گناہوں کو کھولا جائے گا) اور جس نے سنایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو سنائے گا (علی ھذا القیاس) (تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا) یعنی کسی کو اس کے گناہ سے زیادہ عذاب نہیں دے گا اور اس کی نیکی سے کم اجر نہیں دے گا، (اور وہ چیز جس کا میں تم کو حکم دیتا ہوں جیسے مجھے نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا وہ فجر کی دو رکعتیں ہیں) ان کو نہ چھوڑو ان کو عادر بنالو بے شک ان کو پڑھنے میں رغبت کے اسباب میں (یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت، اللہ کے رزق، اور دیگر اشیاء کے اسباب ہیں واللہ اعلم) (۱)

(۱۰۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُبَيْدِ ابْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدَّ مُعَاهِدَةً مِّنْهُ عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ نفلی عبادات میں سے فجر کی دو رکعات پر نبی اکرم ﷺ زیادہ کاربند تھے۔

شرح:

یعنی تمام سنن اور نوافل سے زیادہ نبی اکرم ﷺ فجر کی دوسنتوں کی حفاظت اور رعایت فرماتے تھے، اس لیے کہ یہ سنتیں سب سے قوی سنتیں ہیں حتی کہ امام حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اگر کوئی آدمی بغیر عذر کے بیٹھ کر فجر کی سنتیں ادا کرے تو یہ جائز نہیں، بعض لوگوں نے کہا کہ جب عالم فتاوا جات کا مرجع ہو تو اس کو تمام سنن کو ترک کرنا جائز ہے مگر فجر کی سنتیں ترک نہیں کرسکتا، کیونکہ یہ اقوی سنتیں ہیں۔

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص 376،

بَابُ مَا يَقْرَأُ فِي رَكْعَتِي الْفَجْرِ

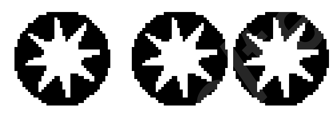
فجر کی دو رکعات میں قراءت کا بیان

(١٧٦) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَمَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ شَهْرًا فَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِي رَكْعَتِي الْفَجْرِ بِقُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ وَّقُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو چالیس دن یا چالیس ماہ آپ کے ساتھ رہا میں نے آپ کو فجر کی دو رکعتوں میں "هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ" پڑھتے سنا ہے

شرح:

حضرت نافع (جو کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ہیں) فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ دیکھا کہ آپ نے چالیس دن یا ایک ماہ، یہ شک راوی ہوا ہے یا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہوا، فجر کی سنتوں میں "قل اللہ ھو احد" اور "قل یاایھا الکافرون" پڑھتے تھے۔ (١)



بَابُ مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ وَجَلَسَ فِي مَكَانِهِ

فجر کی نماز پڑھ کر اسی مقام پر بیٹھنا

(١٧٧) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذا صَلَّى الصُّبْحَ لَمْ يَبْرَحْ عَنْ مَّكَانِهِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَ تَبْيَضَّ۔

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز ادا کر کے اپنی جگہ بیٹھے رہتے، حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتا اور روشن ہو جاتا۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ فجر کی نماز کے بعد وہیں بیٹھے رہتے تھے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو کر خوب روشن ہو جاتا، اسی طرح امام حاکم اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی جگہ سے نہ اُٹھتے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا ہے۔

(١) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 190

سنت مؤکدہ:

مسلم وابوداود وترمذی ونسائی ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ،جو مسلمان بندہ اللہ (عزوجل) کے لیے ہر روز فرض کے علاوہ تطوّع (نفل) کی بارہ رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک مکان بنائے گا، چار ظہر سے پہلے اور دو ظہر کے بعد اور دو ۲ بعد مغرب اور دو ۲ بعد عشا اور دو ۲ قبل نماز فجر۔

اور رکعات کی تفصیل صرف ترمذی میں ہے۔ ترمذی ونسائی وابن ماجہ کی روایت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ ہے کہ جو اِن پر محافظت کریگا، جنت میں داخل ہوگا۔

سنتِ فجر کے فضائل:

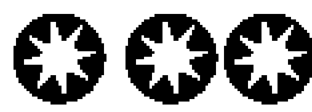
حدیث: مسلم وترمذی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: فجر کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ (۱)

حدیث: بخاری ومسلم وابوداود ونسائی انھیں سے راوی، کہتی ہیں: ،حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان کی جتنی محافظت فرماتے کسی اور نفل نماز کی نہیں کرتے۔

حدیث: طبرانی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ ایک صاحب نے عرض کی، یارسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اُس سے نفع دے؟ فرمایا: ،فجر کی دونوں رکعتوں کو لازم کرلو، ان میں بڑی فضیلت ہے۔ (۲)

حدیث: ابویعلیٰ باسناد حسن انھیں سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ،قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ تہائی قرآن کی برابر ہے اور قُل یا یہا الکفرون چوتھائی قرآن کی برابر اور ان دونوں کو فجر کی سنتوں میں پڑھتے اور یہ فرماتے کہ ان میں زمانہ کی رغبتیں ہیں۔ (۳)

حدیث ابوداود ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ،فجر کی سنتیں نہ چھوڑو، اگرچہ تم پر دشمنوں کے گھوڑے آپڑیں۔



---

(۱) صحیح البخاری،، کتاب التھجد، باب تعاھد رکعتی الفجر ...الخ، الحدیث ۱۱۶۹ :، ج۱، ص. ۳۹۵

(۲) الترغیب والترھیب،، کتاب النوافل، الحدیث ۳ :، ج۱، ص. ۲۲۳

(۳) الترغیب والترھیب،، کتاب النوافل، الحدیث ۵ :، ج۱، ص. ۲۲۴، والمعجم الاوسط،، الحدیث ۱۸۶ :، ج۱، ص. ۶۸

بَابُ مَنْ صَلّٰی اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ بَعْدَ الْعِشَآءِ

عشاء کی نماز کے بعد چار رکعات ادا کرنے کا بیان

(۱۷۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَارِبٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْعِشَاءِ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ قَبْلَ اَنْ يَّخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ عَدَلْنَ مِثْلَهُنَّ مِنْ لَّيْلَةِ الْقَدْرِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عشاء کی نماز کے بعد مسجد سے نکلنے سے پہلے چار رکعات ادا کرے، تو یہ لیلۃ القدر (کے ثواب) کی برابر ہے۔

شرح:

یعنی مسجد میں عشاء کے بعد نکلنے سے پہلے چار رکعت ادا کرنا اجر میں شب قدر کو نفل پڑھنے کے برابر ہیں اس میں اس بات کی بھی تنبیہ ہے کہ اگرچہ سوائے فرض نمازوں کے باقی گھر میں پڑھنا افضل ہے لیکن مسجد میں نفل پڑھنا جائز ہے۔ (۱)

(۱۷۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَارِبٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى اَرْبَعًا بَعْدَ الْعِشَاءِ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِتَسْلِيْمٍ يَقْرَأُ فِي الْاُوْلٰى بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَتَنْزِيْلِ السَّجْدَةِ وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَحٰمٓ الدُّخَانُ وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيٰسٓ وَفِي الرَّكْعَةِ الْاَخِيْرَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَتَبَارَكَ الْمُلْكُ كُتِبَ لَهٗ كَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَشُفِّعَ لَهٗ فِيْ اَهْلِ بَيْتِهٖ كُلِّهِمْ مِّمَّنْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ وَاُجِيْرَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَرُوِيَ مَوْقُوْفًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عشاء کے بعد چار رکعات اس طرح ادا کرے کہ ان میں فاصلہ نہ ہو، اور پہلی میں فاتحہ اور تنزیل السجدہ اور دوسری رکعت میں فاتحہ اور حم الدخان اور تیسری رکعت میں فاتحہ اور یٰس، چوتھی رکعت میں فاتحہ اور سورۃ ملک تلاوت کرے، تو اس شخص کے لیے (اتنا ثوب) لکھ دیا جائے گا، جتنا لیلۃ القدر کو قیام کرنے والے کو ملتا ہے، اور اس کے گھر والوں میں جن لوگوں پر بھی جہنم واجب ہو چکی ہو گی، انکی بابت اس کی سفارش قبول کی جائے گی، اور اسے عذاب قبر سے بچالیا جائے گا۔ یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفا بھی روایت ہے۔

شرح:

یعنی جو عشاء کے بعد اور ایک روایت میں آتا ہے جمعہ کی رات کو چار رکعات پڑھے جن میں سلام کے ساتھ فاصلہ نہ ہو (یعنی چاروں رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھے) جن کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور تنزیل اور الم، دوسری میں سورۃ فاتحہ اور حم

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، کراچی، ص 269

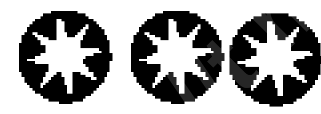
الدخان، تیسری میں سورۃ فاتحہ اور اور یٰس، چوتھی میں سورۃ فاتحہ اور تبارک الذی بیدہ الملک، پڑھے تو اس کے لیے لیلۃ القدر میں قیام کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے، یعنی یا تو تمام شب قدر قیام کرنے کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے یا پھر بعض رات قیام کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اور اس کے گھر والوں میں سے ہر اس آدمی کی شفاعت ہو جاتی ہے جس پر جہنم واجب ہو چکی تھی، اور اس کو عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ (۱)

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ فرماتے ہیں کہ۔

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ. وَحَدِيْثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ: "بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. كَمَا سَبَقَ.

میں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن مغفل والی ہے کہ ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے۔ (۲)

ابوداود کی روایت انھیں سے ہے، کہ فرماتی ہیں: عشا کی نماز پڑھ کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے مکان میں جب تشریف لاتے تو چار یا چھ رکعتیں پڑھتے۔ (۳)



بَابُ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ

ظہر کے بعد دو رکعات کا بیان

(۱۸۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز ظہر کے بعد دو رکعات ادا فرماتے۔

شرح:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ظہر کے بعد یعنی ظہر کے فرائض کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ ان دو رکعتوں پر ہمیشگی فرماتے تھے، اور ان کو بہت کم چھوڑتے تھے اس لیے

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 268

(۲) ریاض الصالحین، کتاب الفضائل، باب سنۃ العشاء قبلھا و بعدھا۔

(۳) سنن أبی داود، کتاب التطوع، باب الصلاۃ بعد العشاء، الحدیث ۱۳۰۳ : ج ۲، ص ۴۷

ہمارے علماء نے فرمایا کہ ظہر کے بعد دو رکعتیں سنتِ مؤکدہ ہیں، بخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ بن رعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ نبی اکرم ﷺ ظہر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (۱)

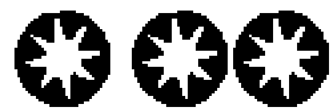
حدیث: احمد و ابوداود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :، جو شخص ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار رکعتوں پر محافظت کرے، اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام فرما دے گا۔، ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح غریب کہا۔ (۲)

حدیث: ابوداود و ابن ماجہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم !، ظہر سے پہلے چار رکعتیں جن کے درمیان میں سلام نہ پھیرا جائے، ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ (۳)

حدیث: احمد و ترمذی عبد اللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آفتاب ڈھلنے کے بعد نماز ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے اور فرماتے :، یہ ایسی ساعت ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، لہٰذا میں محبوب رکھتا ہوں کہ اس میں میرا کوئی عمل صالح بلند کیا جائے۔ (۴)

حدیث: بزار نے ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ دوپہر کے بعد چار رکعت پڑھنے کو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) محبوب رکھتے، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی، یارسول اللہ (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! میں دیکھتی ہوں کہ اس وقت میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نماز محبوب رکھتے ہیں، فرمایا :، اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ مخلوق کی طرف نظرِ رحمت فرماتا ہے اور اس نماز پر آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام محافظت کرتے۔

حدیث: طبرانی براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :، جس نے ظہر کے پہلے چار رکعتیں پڑھیں، گویا اس نے تہجد کی چار رکعتیں پڑھیں اور جس نے عشا کے بعد چار پڑھیں، تو یہ شب قدر میں چار کے مثل ہیں۔ عمر فاروق اعظم و بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اسی کی مثل مروی۔ (۵)



---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 265

(۲) سنن النسائی،، کتاب قیام اللیل...الخ، باب الاختلاف علی اسماعیل بن أبی خالد، الحدیث ۱۸۱۳ :، ص. ۳۱۰

(۳) سنن أبی داود،، کتاب التطوع، باب الأربع قبل الظہر و بعدہا، الحدیث ۱۲۷۰ :، ج ۲، ص. ۳۵

(۴) جامع الترمذی،، أبواب الوتر، باب ماجاء فی الصلاۃ عند الزوال، الحدیث ۴۷۷ :، ج ۲، ص. ۲۰

(۵) المعجم الأوسط، للطبرانی، باب المیم، الحدیث ۶۳۳۲ :، ج ۴، ص ۳۸۶

بَابُ مَا جَآءَ فِي الصَّلٰوةِ فِي الْبُيُوْتِ

گھروں میں نماز کا بیان

(۱۸۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَلَا تَجْعَلُوْهَا قُبُوْرًا۔

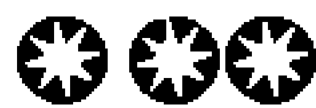
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : تم اپنے گھروں میں نماز ادا کرو، ان کو قبور مت بناؤ۔

شرح:

یعنی اپنے گھروں میں نوافل پڑھو اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ یعنی جس طرح قبریں عبادت سے خالی ہوتی ہے اس طرح تم بھی گھر کو عبادت سے خالی نہ کرو بلکہ ان میں نماز (یعنی نوافل وغیرہ) پڑھا کرو، اور یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہو کہ اپنے گھروں میں قبریں نہ بناؤ بلکہ اپنے مردوں کو قبرستان میں دفن کرو، اس حدیث کو بعینہ امام نسائی اور امام ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، اور دار قطنی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا گھروں میں نماز پڑھو اور گھروں میں نوافل پڑھنا نہ چھوڑو۔

اور امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگوں گھروں میں نماز پڑھو مرد کا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے سوائے فرض نمازوں کے (یعنی فرض نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے اور باقی گھر میں پڑھنا افضل ہے)(۱)

صحیح بخاری شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں : کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے، اسے میں نے لڑائی کا اعلان دے دیا اور میرا بندہ کسی شے سے اُس قدر تقرب حاصل نہیں کرتا جتنا فرائض سے ہوتا ہے اور نوافل کے ذریعہ سے ہمیشہ قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اسے محبوب بنا لیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے، تو اسے دوں گا اور پناہ مانگے تو پناہ دوں گا۔



---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 193

بَابُ الصَّلٰوۃِ فِی الْکَعْبَۃِ

کعبہ شریف میں نماز کا بیان

(۱۸۲) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَاَلْتُ بِلَالًا اَیْنَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْکَعْبَۃِ وَ کَمْ صَلّٰی قَالَ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ مِمَّا یَلِی الْعُمُوْدَیْنِ اللَّتَیْنِ تَلِیَانِ بَابَ الْکَعْبَۃِ وَالْبَیْتُ اِذْ ذَاکَ عَلٰی سِتَّۃِ اَعْمِدَۃٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ شریف میں کہاں نماز ادا فرمائی؟ تو آپ نے فرمایا کہ دروازے کے پاس والے دونوں ستونوں کے نزدیک دو رکعات نماز ادا فرمائی، جبکہ کعبہ شریف اس وقت چھ (6) ستونوں پر مشتمل تھا۔

یہ حدیث اس سے اگلی حدیث میں کچھ تفصیل کے ساتھ ہے اسی کے ساتھ اس کی شرح کی جائے گی۔ (ابوالاحمد غفرلہ)

(۱۸۳) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عن سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَہٗ عَنْ صَلٰوۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْکَعْبَۃِ یَوْمَ دَخَلَھَا فَقَالَ صَلّٰی فِی الْکَعْبَۃِ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ فَقَالَ لَہٗ اَرِنِی الْمَکَانَ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْہِ فَقَالَ فَبَعَثَ مَعَہٗ اِبْنَہٗ ثُمَّ ذَھَبَ تَحْتَ الْاُسْطُوَانَۃِ بِحِیَالِ الْجِذْعَۃِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْکَعْبَۃِ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ قُلْتُ لَہٗ اَرِنِی الْمَکَانَ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْہِ فَبَعَثَ مَعِیَ ابْنَہٗ فَاَرَانِی الْاُسْطُوَانَۃَ الْوُسْطٰی تَحْتَ الْجِذْعَۃِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے کسی آدمی نے کعبہ شریف میں نبی اکرم ﷺ کی نماز کی بابت پوچھا، جب آپ اس میں داخل ہوئے تھے، تو آپ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے کعبہ شریف میں چار رکعات ادا فرمائیں، اس شخص نے کہا کہ مجھے وہ مقام دکھایئے جہاں نبی کریم ﷺ نے نماز ادا فرمائی، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے صاحبزادے کو ان کے ساتھ بھیجا، جو درمیان والے ستون کے پاس گئے جو کھجور کے تنا کی مثل تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے کعبہ شریف میں چار رکعات نماز ادا کیں، میں نے عرض کی کہ مجھے وہ جگہ دکھایئے، جہاں نبی کریم ﷺ نے نماز ادا فرمائی، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے صاحبزادے کو میرے ساتھ بھیجا، انہوں نے مجھے کھجور کے تنا کے نیچے والا ستون دکھایا۔

شرح:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک آدمی نے فتح مکہ کے دن نبی اکرم ﷺ کے کعبہ شریف کے اندر

نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے ارشاد فرمایا نبی اکرم ﷺ نے کعبہ کے اندر چار رکعتیں پڑھی اس شخص نے کہا کہ مجھے وہ جگہ دکھائیں جہاں نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھی تھی، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آدمی کے ساتھ اپنے صاحبزادے یعنی حضرت سالم کو بھیجا تو وہ اس آدمی کو درمیان والے ستون کے پاس لے گئے جیسا کہ اگلی روایت میں ہے۔

خیال رہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے دن نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کعبہ میں داخل نہیں ہوئے تھے جیسا کہ امام بخاری و مسلم نے خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور اسامہ بن زید، بلال اور عثمان بن طلحہ حجبی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے کعبہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ٹھہرے رہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ آپ نے ایک ستون کو تو بائیں طرف چھوڑا اور ایک کو دائیں طرف اور تین کو پیچھے اور اس زمانہ میں خانہ کعبہ میں چھ ستون تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ (۱)

فقہی مسائل:

مسئلہ: کعبۂ معظّمہ کے اندر ہر نماز جائز ہے، فرض ہو یا نفل تنہا پڑھے یا با جماعت، اگرچہ امام کا رُخ اور طرف ہو اور مقتدی کا اور طرف مگر جب کہ مقتدی کی پشت امام کے سامنے ہو تو مقتدی کی نماز نہ ہوگی اور اگر مقتدی کا مونھ امام کے مونھ کے سامنے ہو تو ہو جائے گی، مگر کوئی چیز اگر درمیان میں حائل نہ ہو تو مکروہ ہے اور اگر مقتدی کا مونھ امام کی کروٹ کی طرف ہو تو بلا کراہت جائز۔ (۲)

مسئلہ: کعبۂ معظّمہ کی چھت پر نماز پڑھی جب بھی یہی صورتیں ہیں، مگر اُس کی چھت پر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ (۳)

مسئلہ: مسجد الحرام شریف میں کعبۂ معظّمہ کے گرد جماعت کی اور مقتدی کعبۂ معظّمہ کے چاروں طرف ہوں جب بھی جائز ہے اگرچہ مقتدی بہ نسبت امام کے کعبہ سے قریب تر ہو، بشرطیکہ یہ مقتدی جو بہ نسبت امام کے قریب تر ہے ادھر نہ ہو جس طرف امام ہو بلکہ دوسری طرف ہو اور اگر اسی طرف ہے جس طرف امام ہے اور بہ نسبت امام کے قریب تر ہے تو اُس کی نماز نہ ہوئی۔ (۴)

مسئلہ: امام کعبہ کے اندر ہے اور مقتدی باہر تو اقتدا صحیح ہے، خواہ امام تنہا اندر ہو یا اس کے ساتھ بعض مقتدی بھی ہوں، مگر دروازہ کھلا ہونا چاہیے کہ امام کے رکوع و سجود کا حال معلوم ہوتا رہے اور اگر دروازہ بند ہے مگر امام کی آواز آتی ہے جب بھی حرج

---

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص79

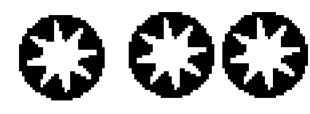
(۲) صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ بین السواری فی غیر جماعۃ، الحدیث ۵۰۵: ج ۱، ص ۱۸۸

(۳) تنویر الأبصار، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی الکعبۃ، ج ۳، ص ۱۹۸

(۴) تنویر الأبصار، و ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی الکعبۃ، ج ۳، ص ۱۹۹، وغیرہما

نہیں مگر جس صورت میں امام تنہا اندر ہو کراہت ہے کہ امام تنہا بلندی پر ہوگا اور یہ مکروہ ہے۔ (۱)

مسئلہ: امام باہر ہو اور مقتدی اندر جب بھی نماز صحیح ہے بشرطیکہ مقتدی کی پشت امام کے مواجہہ میں نہ ہو۔ (۲)



بَابُ مَنْ مَاتَ وَلَهُ وَلَدَانِ اَوْ ثَلٰثَةٌ

باب : جو فوت ہو جائے اور اسکے دو یا تین بچے ہوں

(۱۸۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مَيِّتٍ يَّمُوْتُ لَهٗ ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ اِلَّاۤ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى الْجَنَّةَ فَقَالَ عُمَرُ اَوِ اثْنَانِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوِ اثْنَانِ۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ کے والد سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی (حالت ایمان میں) فوت ہوتا ہے اور اسکے تین بچے اس سے پہلے فوت ہو جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اگر دو ہوں تو؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر چہ دو ہوں۔

شرح:

یعنی مسلمانوں اگر کسی کے تین بچے چاہے مذکر ہوں یا مونث اس کی موت سے پہلے فوت ہو گئے، اور اس کے ان کی وفات پر صبر کیا تو جب یہ آدمی فوت ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا، یعنی ان بچوں کی شفاعت کے ساتھ اس کو جنت ملے گی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (امت پر احسان عظیم فرماتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں) یا رسول اللہ ﷺ جس آدمی کے دو بچے فوت ہو جائیں تو؟؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر چہ دو فوت ہوں تب بھی جنت میں جائے گا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جس آدمی کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں تو اس کو اجازت ہے کہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہے گزر کر جنت میں چلا جائے،

اور ایک روایت میں آتا کہ کہ فرمایا میری امت میں سے جس کے دو بچے فوت ہو جائیں اللہ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اور جس کا ایک بچہ فوت ہو جائے تو آپ نے فرمایا جس کا ایک بچہ فوت ہو وہ بھی جنت میں جائے گا، پھر مؤمنین کی ماں کی محبت جوش میں آئی اور عرض کی یا رسول اللہ جس کا ایک بچہ بھی فوت نہ ہو تو؟؟ میرے نبی ﷺ کی رحمت کا دریا بھی جوبن پر تھا فرمایا جس کا ایک بچہ بھی فوت نہ ہو تو میں اس کے لیے کافی ہوں (یعنی میں اس

---

(۱) الدر المختار، و، رد المحتار، ، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی الکعبۃ، ج ۲، ص ۲۰۰

(۲) رد المحتار، ، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی الکعبۃ، ج ۲، ص ۲۰۰

کی شفاعت کرکے اس کو جنت میں لے کر جاؤں گا، سبحان اللہ کثیراً کثیراً علی ان جعلنا من امت حبیبہ ﷺ سراجاً منیراً)

فقہی مسائل:

جب موت کا وقت قریب آئے اور علامتیں پائی جائیں تو سنت یہ ہے کہ دہنی کروٹ پر لٹا کر قبلہ کی طرف مونھ کردیں اور یہ بھی جائز ہے کہ چت لٹائیں اور قبلہ کو پاؤں کریں کہ یوں بھی قبلہ کو مونھ ہوجائے گا مگر اس صورت میں سر کو قدرے اونچا رکھیں اور قبلہ کو مونھ کرنا دشوار ہو کہ اس کو تکلیف ہوتی ہو تو جس حالت پر ہے چھوڑ دیں۔ (۱)

مسئلہ: جان کنی کی حالت میں جب تک روح گلے کو نہ آئی اسے تلقین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے پڑھیں اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ مگر اسے اس کے کہنے کا حکم نہ کریں۔ (۲)

مسئلہ: جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تو تلقین موقوف کردیں، ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کوئی بات کی تو پھر تلقین کریں کہ اس کا آخر کلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ ہو۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الأول، ج ۱، ص ۱۵۷.)

مسئلہ: تلقین کرنے والا کوئی نیک شخص ہو، ایسا نہ ہو جس کو اس کے مرنے کی خوشی ہو اور اس کے پاس اس وقت نیک اور پرہیزگار لوگوں کا ہونا بہت اچھی بات ہے اور اس وقت وہاں سورۂ یٰسٓ شریف کی تلاوت اور خوشبو ہونا مستحب، مثلاً لوبان یا اگر کی بتیاں سُلگا دیں۔ (۳)

مسئلہ: موت کے وقت حیض ونفاس والی عورتیں اس کے پاس حاضر ہوسکتی ہیں۔

مگر جس کا حیض ونفاس منقطع ہوگیا اور ابھی غسل نہیں کیا اسے اور جنب کو آنا نہ چاہیے۔ اور کوشش کرے کہ مکان میں کوئی تصویر یا کُتا نہ ہو، اگر یہ چیزیں ہوں تو فوراً نکال دی جائیں کہ جہاں یہ ہوتی ہیں ملئکۂ رحمت نہیں آتے، اس کی نزع کے وقت اپنے اور اس کے لیے دُعائے خیر کرتے رہیں، کوئی بُرا کلمہ زبان سے نہ نکالیں کہ اس وقت جو کچھ کہا جاتا ہے ملائکہ اس پر آمین کہتے ہیں، نزع میں سختی دیکھیں تو سورۂ یٰسٓ وسورۂ رعد پڑھیں۔

مسئلہ: جب روح نکل جائے تو ایک چوڑی پٹی جبڑے کے نیچے سے سر پر لے جا کر گرہ دے دیں کہ مونھ کھلا نہ رہے اور آنکھیں بند کردی جائیں اور انگلیاں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کردیے جائیں، یہ کام اس کے گھر والوں میں جو زیادہ نرمی کے ساتھ کرسکتا ہو باپ یا بیٹا وہ کرے۔ (۴)

مسئلہ: آنکھیں بند کرتے وقت یہ دُعا پڑھے: بِسْمِ اللہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللہِ اَللّٰھُمَّ یَسِّرْ عَلَیْہِ اَمْرَہٗ وَسَھِّلْ عَلَیْہِ مَا بَعْدَہٗ وَاَسْعِدْہُ بِلِقَآئِکَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَیْہِ خَیْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْہُ.

---

(۱) الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج ۳، ص ۹۱، وغیرہ.

(۲) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص ۱۳۰.

(۳) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص ۱۳۱.

مسئلہ: اس کے پیٹ پر لوہا یا گیلی مٹی یا اور کوئی بھاری چیز رکھ دیں کہ پیٹ پھول نہ جائے۔ مگر ضرورت سے زیادہ وزنی نہ ہو کہ باعثِ تکلیف ہے۔ (۱)

مسئلہ: میّت کے سارے بدن کو کسی کپڑے سے چھپا دیں اور اس کو چارپائی یا تخت وغیرہ کسی اونچی چیز پر رکھیں کہ زمین کی سیل نہ پہنچے۔ (۲)

مسئلہ: مرتے وقت معاذ اللہ اس کی زبان سے کلمۂ کفر نکلا تو کفر کا حکم نہ دیں گے کہ ممکن ہے موت کی سختی میں عقل جاتی رہی ہو اور بے ہوشی میں یہ کلمہ نکل گیا۔ اور بہت ممکن ہے کہ اس کی بات پوری سمجھ میں نہ آئی کہ ایسی شدت کی حالت میں آدمی پوری بات صاف طور پر ادا کرلے دشوار ہوتا ہے۔ (۳)

مسئلہ: اس کے ذمہ قرض یا جس قسم کے دَین ہوں جلد سے جلد ادا کر دیں۔ کہ حدیث میں ہے،، میّت اپنے دَین میں مقید ہے۔ ایک روایت میں ہے،، اس کی روح معلق رہتی ہے جب تک دَین نہ ادا کیا جائے۔

مسئلہ: میّت کے پاس تلاوت قرآن مجید جائز ہے جبکہ اسکا تمام بدن کپڑے سے چھپا ہو اور تسبیح و دیگر اذکار میں مطلقاً حرج نہیں۔

مسئلہ: غسل و کفن و دفن میں جلدی چاہیے کہ حدیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔ (۴)

مسئلہ: پڑوسیوں اور اس کے دوست احباب کو اطلاع کر دیں کہ نمازیوں کی کثرت ہوگی اور اس کے لیے دُعا کریں گے کہ ان پر حق ہے کہ اس کی نماز پڑھیں اور دُعا کریں۔

مسئلہ: بازار و شارع عام پر اس کی موت کی خبر دینے کے لیے بلند آواز سے پکارنا بعض نے مکروہ بتایا، مگر اصح یہ ہے کہ اس میں حرج نہیں مگر حسب عادت جاہلیت بڑے بڑے الفاظ سے نہ ہو۔

مسئلہ: ناگہانی موت سے مرا تو جب تک موت کا یقین نہ ہو، تجہیز و تکفین ملتوی رکھیں۔

مسئلہ: عورت مرگئی اور اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا ہے تو بائیں جانب سے پیٹ چاک کر کے بچہ نکالا جائے اور اگر عورت زندہ ہے اور اس کے پیٹ میں بچہ مرگیا اور عورت کی جان پر بنی ہو تو بچہ کاٹ کر نکالا جائے اور بچہ بھی زندہ ہو تو کیسی ہی تکلیف ہو، بچہ کاٹ کر نکالنا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر اس نے قصداً کسی کا مال نگل لیا اور مرگیا تو اگر اتنا مال چھوڑا ہے کہ تاوان دے دیا جائے تو ترکہ سے تاوان ادا کریں، ورنہ پیٹ چیر کر مال نکالا جائے گا اور بلا قصد ہے تو چیرا نہ جائے۔

---

(۱) الفتاوی الھندیۃ،، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الاول، ج۱، ص۱۵۷۔

(۲) الفتاوی الھندیۃ،، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الاول، ج۱، ص۱۵۷۔

(۳) الدرالمختار،، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج۳، ص۹۶۔

(۴) الجوہرۃ النیرۃ،، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص۱۳۱۔

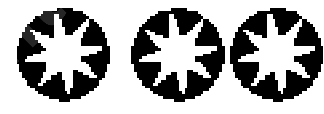
مسئلہ: حاملہ عورت مرگئی اور دفن کر دی گئی کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے بچہ پیدا ہوا تو محض اس خواب کی بنا پر قبر کھودنی جائز نہیں۔

(۱۸۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الشَّامِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكَ لَتَرَى السِّقْطَ مُحْبَنْطِئًا يُقَالُ لَهُ اُدْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ لَهُ لَا حَتّٰى يَدْخُلَ اَبَوَایَ۔

اہل شام کے ایک آدمی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (یوم قیامت) ماں کے پیٹ سے ناتمام گرنے والے بچہ کو کہا جائے گا کہ تو کس کی جستجو میں سرگرداں ہے؟ پھر اسے دخول جنت کا کہا جائے گا، تو وہ کہے گا کہ نہیں، جب تک کہ میرے والدین نہ داخل ہو جائیں۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم دیکھو گے کہ قیامت کے دن پیٹ سے گرا ہوا ایک بچہ کسی کی تلاش میں ہوگا اس کو کہا جائے گا کہ جا جنت میں چلا جا کیونکہ تو معذور ہے تو ہو کہے گا میں جنت میں اس وقت تک نہیں جاوں گا جب تک میرے ماں باپ نہیں جاتے، یعنی اگر اس کے والدین مؤمن ہیں تو وہ اپنے والدین کی شفاعت کرے گا کہ ان کو بھی میرے ساتھ جنت میں بھیجا جائے ،۔(میں کہتا ہوں کہ ایک بچہ جس نے دنیا بھی نہیں دیکھی جو ماں کے پیٹ سے مردہ حالت میں گر گیا وہ اپنے والدین کی شفاعت کرسکتا ہے تو ہمارا نبی ﷺ ہم بے کسوں کی شفاعت کیوں نہیں کرسکتا؟؟؟)(۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ يَقُوْلُ النَّاسُ فِيْ حَقِّهٖ خَيْرًا

باب: جس شخص کے متعلق لوگ حسن ظن رکھتے ہیں

(۱۸۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عن سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمِشْقِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التُّسْتُرِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَامِرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ الْعَبْدُ وَاللهُ يَعْلَمُ مِنْهُ شَرًّا وَّيَقُوْلُ النَّاسُ فِيْ حَقِّهٖ خَيْرًا قَالَ اللهُ تَعَالٰى لِمَلَائِكَتِهٖ قَدْ قَبِلْتُ شَهَادَاتِ عِبَادِيْ عَلٰى عَبْدِيْ وَغَفَرْتُ عِلْمِيْ۔

حضرت عبداللہ بن عامر کے والد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی انسان مرجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کی برائی بھی معلوم ہوتی ہے لیکن لوگ اس کے متعلق اچھا ہی کہتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ کو فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندے پر، اپنے بندوں کی گواہی قبول کی، مجھے اس (کی برائی کا) علم بھی ہے، لیکن میں نے اسے بخش دیا۔

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 252

شرح:

یعنی جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بدکار بندہ مرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کے گناہوں علم ہوتا ہے پھر بھی لوگ اس کے حق میں اچھی گواہی دیتے ہیں تو رب کائنات اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے میں نے اس آدمی کے متعلق اپنے بندوں کی گواہی قبول کر لی کیونکہ شریعت میں حکم ظاہر پر لگتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ چھپے ہوئے رازوں کو جاننے والا ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے علم میں اس کے جتنے گناہ تھے میں نے سب معاف کر دیئے یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ۔

"وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ" (البقرۃ: 143)

ترجمہ: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل تم لوگوں پر گواہ ہو۔ (۱)

مسئلہ: دنیا میں تو یہ کہ مسلمان کی شہادت مومن کافر سب کے حق میں شرعاً معتبر ہے اور کافر کی شہادت مسلمان پر معتبر نہیں۔

مسئلہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس امت کا اجماع حجت لازم القبول ہے۔

مسئلہ: اموات کے حق میں بھی اس امت کی شہادت معتبر ہے رحمت و عذاب کے فرشتے اس کے مطابق عمل کرتے ہیں صحاح کی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک جنازہ گزرا صحابہ نے اس کی تعریف کی حضور نے فرمایا واجب ہوئی پھر دوسرا جنازہ گزرا صحابہ نے اس کی برائی کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ حضور کیا چیز واجب ہوئی؟ فرمایا: پہلے جنازہ کی تم نے تعریف کی اس کے لئے جنت واجب ہوئی دوسرے کی تم نے برائی بیان کی اس کے لئے دوزخ واجب ہوئی تم زمین میں اللہ کے شہداء (گواہ) ہو پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

مسئلہ: یہ تمام شہادتیں صلحاء اُمت اور اہل صدق کے ساتھ خاص ہیں اور ان کے معتبر ہونے کے لئے زبان کی نگہداشت شرط ہے جو لوگ زبان کی احتیاط نہیں کرتے اور بے جا خلاف شرع کلمات ان کی زبان سے نکلتے ہیں اور ناحق لعنت کرتے ہیں صحاح کی حدیث میں ہے کہ روز قیامت نہ وہ شافع ہوں گے نہ شاہد اس اُمت کی ایک شہادت یہ بھی ہے کہ آخرت میں جب تمام اولین و آخرین جمع ہوں گے اور کفار سے فرمایا جائے گا کیا تمہارے پاس میری طرف سے ڈرانے اور احکام پہنچانے والے نہیں آئے تو وہ انکار کریں گے اور کہیں گے کوئی نہیں آیا۔ حضرات انبیاء سے دریافت فرمایا جائے گا وہ عرض کریں گے کہ یہ جھوٹے ہیں ہم نے انہیں تبلیغ کی اس پر اُن سے "اِقَامَةً لِلْحُجَّةِ" دلیل طلب کی جائے گی وہ عرض کریں گے کہ اُمت محمد یہ ہماری شاہد ہے یہ اُمت پیغمبروں کی شہادت دے گی کہ ان حضرات نے تبلیغ فرمائی اس پر گزشتہ اُمت کے کفار کہیں گے اِنہیں کیا معلوم یہ ہم سے بعد ہوئے تھے دریافت فرمایا جائے گا تم کیسے جانتے ہو یہ عرض کریں گے یارب تو نے ہماری طرف اپنے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا قرآن پاک نازل فرمایا ان کے ذریعے سے ہم قطعی و یقینی طور پر جانتے ہیں کہ حضرات انبیاء نے فرضِ تبلیغ علیٰ وجہ الکمال ادا کیا پھر

(1) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 502

سیدانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کی امت کی نسبت، دریافت فرمایا جائے گا حضور انکی تصدیق فرمائیں گے۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ اشیاء معروفہ میں شہادت تسامع کے ساتھ بھی معتبر ہے یعنی جن چیزوں کا علمِ یقینی سننے سے حاصل ہو اُس پر بھی شہادت دی جاسکتی ہے۔ (۱)

(۱۸۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَلِمَ اِنَّ اللهَ يَغْفِرُ لَهٗ فَهُوَ مَغْفُوْرٌ لَّهٗ۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جان لے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا تو وہ بخشا ہوا ہے۔

شرح:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ جب گناہ کر کے یہ کہہ دیتا ہے کہ اے میرے رب! میں نے گناہ کرلیا تو مجھے بخش دے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا میرا بندہ اس بات کو جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہوں کو بخشا بھی ہے اور گناہوں پر مواخذہ بھی فرماتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر جب تک اللہ چاہتا ہے وہ بندہ گناہوں سے رکا رہتا ہے پھر کوئی گناہ کرلیتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! میں نے ایک گناہ کرلیا ہے تو اس کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہوں کو بخشا بھی ہے اور اس پر مواخذہ بھی فرماتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو بخشدیا۔ پھر جب تک اللہ چاہتا ہے بندہ گناہوں سے رکا رہتا ہے۔ پھر کوئی گناہ کرلیتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب! میں نے ایک دوسرا گناہ کرلیا ہے تو اس کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہوں کو بخشا بھی ہے اور اس پر گرفت بھی کرتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا، میرا بندہ جو چاہے کرے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ (۲)

فقہی مسائل:

نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس چارپائی یا تخت یا تختہ پر نہلانے کا ارادہ ہو اُس کو تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں یعنی جس چیز میں وہ خوشبو سلگتی ہو اُسے اتنی بار چارپائی وغیرہ کے گرد پھرائیں اور اُس پر میّت کو لٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے چھپا دیں، پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجا کرائے پھر نماز کا سا وضو کرائے یعنی مونھ پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئیں پھر سر کا مسح کریں پھر پاؤں دھوئیں مگر میّت کے وضو میں گٹوں تک پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے ہاں کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں اور مسوڑوں اور ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں پھر سر اور داڑھی کے بال ہوں تو گل خیرو سے دھوئیں یہ نہ ہو تو پاک صابون اسلامی کارخانہ کا بنا ہوا یا بیسن یا کسی اور چیز سے ورنہ خالی پانی بھی کافی ہے، پھر بائیں کروٹ پر لٹا

(۱) تفسیر خزائن العرفان تحت سورۃ بقرہ آیت نمبر 143

(۲) صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: یریدون... الخ، الحدیث ۷۵۰۷، ج ۴، ص ۵۷۵

کر سر سے پاؤں تک بیری کا پانی بہائیں کہ تختہ تک پہنچ جائے پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر یونہیں کریں اور بیری کے پتے جوش دیا ہوا پانی نہ ہو تو خالص پانی نیم گرم کافی ہے پھر ٹیک لگا کر بٹھائیں اور نرمی کے ساتھ نیچے کو پیٹ پر ہاتھ پھیریں اگر کچھ نکلے دھوڈالیں وضو غسل کا اعادہ نہ کریں پھر آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں پھر اُس کے بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ دیں۔ (۱)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ حَمْلِ الْجَنَائِزِ

جنازے کو اٹھانے کا بیان

(۱۸۸) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ عُبَیْدِ بْنِ نِسْطَاسٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ تَحْمَلَ بِجَوَانِبِ السَّرِیْرِ فَمَا زَادَ عَلٰی ذٰلِكَ فَهُوَ نَافِلَةٌ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنازے کی چارپائی کی اطراف کو اٹھانا سنت ہے، جو اس پر زیادتی کرے تو وہ نفل ہے۔

شرح:

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ سنت یہ ہے تم کہ جنازے جو اس کے چاروں پائے سے اٹھاؤ جس نے چار طرفوں سے زیادہ اٹھایا تو وہ نفل ہے یعنی چاروں طرفوں سے باری باری اٹھانا سنت ہے اور اس سے زیادہ اٹھانا نفل ہے جس کے ساتھ سنت کامل ہوتی ہے۔

ابن عسا کر نے حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ جس نے جنازے کو چاروں طرفوں سے اٹھایا تو اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ چالیس قدم اٹھائے تا کہ ہر قدم ایک گناہ کا کفارہ بن جائے، اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جنازہ کو چار طرفوں سے اٹھانا سنت ہے نہ دوستونوں سے جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ (۲)

فقہی مسائل:

مسئلہ: جنازہ کو کندھا دینا عبادت ہے، ہر شخص کو چاہیے کہ عبادت میں کوتاہی نہ کرے اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اٹھایا۔

مسئلہ: سنّت یہ ہے کہ چار شخص جنازہ اٹھائیں، ایک ایک پایہ ایک شخص لے اور اگر صرف دو شخصوں نے جنازہ اٹھایا، ایک

---

(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۱۵۸، وغیرہ

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص 478

سرہانے اور ایک پائنتی تو بلا ضرورت مکروہ ہے اور ضرورت سے ہو مثلاً جگہ تنگ ہے تو حرج نہیں۔ (۱)

مسئلہ: سنت یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے اور ہر بار دس دس قدم چلے اور پوری سنت یہ کہ پہلے دہنے سرہانے کندھا دے پھر دہنی پائنتی پھر بائیں سرہانے پھر بائیں پائنتی اور دس دس قدم چلے تو کل چالیس قدم ہوئے کہ حدیث میں ہے،، جو چالیس قدم جنازہ لے چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیے جائیں گے۔ نیز حدیث میں ہے، ، جو جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھا دے، اللہ تعالیٰ اس کی حتمی مغفرت فرمادے گا۔ (۲)

مسئلہ: جنازہ لے چلنے میں چارپائی کو ہاتھ سے پکڑ کر مونڈھے پر رکھے، اسباب کی طرح گردن یا پیٹھ پر لادنا مکروہ ہے، چوپایہ پر جنازہ لادنا بھی مکروہ ہے۔ ٹھیلے پر لادنے کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: چھوٹا بچّہ شیر خوار یا ابھی دُودھ چھوڑا ہو یا اس سے کچھ بڑا، اس کو اگر ایک شخص ہاتھ پر اٹھا کر لے چلے تو حرج نہیں اور یکے بعد دیگرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں اور اگر کوئی شخص سواری پر ہو اور اتنے چھوٹے جنازہ کو ہاتھ پر لیے ہو، جب بھی حرج نہیں اور اس سے بڑا مردہ ہو تو چارپائی پر لے جائیں۔

مسئلہ: جنازہ معتدل تیزی سے لے جائیں مگر نہ اس طرح کہ میّت کو جھٹکا لگے اور ساتھ جانے والوں کے لیے افضل یہ ہے کہ جنازہ سے پیچھے چلیں، دہنے بائیں نہ چلیں اور اگر کوئی آگے چلے تو اسے چاہیے کہ اتنی دور رہے کہ ساتھیوں میں نہ شمار کیا جائے اور سب کے سب آگے ہوں تو مکروہ ہے۔ (۳)

مسئلہ: جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے اور سواری پر ہو تو آگے چلنا مکروہ اور آگے ہو تو جنازہ سے دور ہو۔

(۱۸۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ عَنْ اَبِيْ عَطِيَّةَ بْنِ الْوَدَاعِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِيْ جَنَازَةٍ فَرَاٰى اِمْرَاَةً فَاَمَرَبِهَا فَطُرِدَتْ فَلَمْ يُكَبِّرْ حَتّٰى لَمْ يَرَهَا۔

حضرت ابو عطیہ بن وداعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنازے کے لیے تشریف لے گئے، تو آپ ﷺ نے وہاں ایک عورت کو دیکھا، اسے آپ ﷺ نے واپس جانے کا حکم ارشاد فرمایا، اور جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہوگئی، آپ ﷺ نے تکبیر نہ کہی۔

شرح:

نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کے نظر سے اوجھل ہونے تک اس لیے تکبیر کو ملتوی رکھا تا کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا جائز نہیں۔

(سنن بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ جنازے کے پیچھے جانے والی عورت کے

---

(۱) الجوہرۃ النیرۃ،، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص ۱۳۹۔

(۲) الجوہرۃ النیرۃ،، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص ۱۳۹، و، الفتاوی الھندیۃ،، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الرابع، ج ۱ ص ۱۶۲ و، الدرالمختار،، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج ۳، ص ۱۵۸۔ ۱۵۹۔

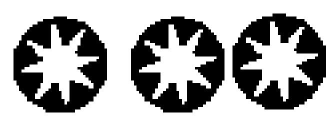
(۳) الفتاوی الھندیۃ،، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۱۶۲، وغیرہ

لیے کوئی ثواب نہیں، اور ایک روایت میں کہ عورتوں کے لیے جنازہ میں کوئی حصہ نہیں۔ (۱)

فقہی مسائل:

عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا ناجائز وممنوع ہے اور نوحہ کرنے والی ساتھ میں ہوتو اسے سختی سے منع کیا جائے، اگر نہ مانے تو اس کی وجہ سے جنازہ کے ساتھ جانا نہ چھوڑا جائے کہ اس کے ناجائز فعل سے یہ کیوں سنت ترک کرے، بلکہ دل سے اسے برا جانے اور شریک ہو۔ (۲)

اگر عورتیں جنازے کے پیچھے ہوں اور مرد کو یہ اندیشہ ہو کہ پیچھے چلنے میں عورتوں سے اختلاط ہوگا یا ان میں کوئی نوحہ کرنے والی ہوتو ان صورتوں میں مرد کو آگے چلنا بہتر ہے۔ (۳)



بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَائِزِ كَمْ هُوَ؟

جنازے کی تکبیر کی مقدار کا بیان

(۱۹۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمَعَ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُمْ عَنِ التَّكْبِيْرِ قَالَ لَهُمْ اُنْظُرُوْا اٰخِرَ جِنَازَةٍ كَبَّرَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدُوْهُ قَدْ كَبَّرَ اَرْبَعًا حَتّٰى قُبِضَ قَالَ عُمَرُ فَكَبِّرُوْا اَرْبَعًا۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کئی لوگوں سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو اکٹھا کیا، اور ان سے تکبیر کی بابت سوال کیا، تو کسی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری نماز جنازہ پڑھایا اس پر غور کرو، تو انہوں نے آخری نماز جنازہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چار تکبیریں کہتے ہوئے پایا، حتی کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام اس دنیا سے ظاہری طور پر پردہ فرما گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم بھی چار (نماز جنازہ پر) چار تکبیر کہا کرو۔

شرح:

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع فرمایا اور ان سے نماز جنازہ کی تکبیروں کی تعداد کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے آپس میں اس بارے اختلاف کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری

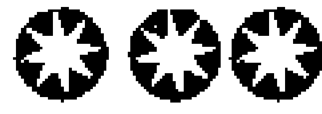
---

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 285

(۲) صغیری، فصل فی الجنائز، ص۔ ۲۹۳ والدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ج ۳، ص۔ ۱۶۲

(۳) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، فی حمل المیت، ج ۳، ص۔ ۱۶۲

جنازہ جو کہ آپ ﷺ نے پڑھایا تھا یاد کرو اور اسی پر عمل کرو اس لیے کہ آخری عمل پہلے عمل کا ناسخ ہوتا ہے، تو صحابہ کرام کو یاد آیا کہ نبی اکرم ﷺ نے آخری جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھایا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم بھی چار تکبیریں کہا کرو اس پر کمی بیشی نہ کرو، نماز جنازہ کی تکبیر باتفاق ائمہ چار ہی ہیں حضرت امام سرین فرماتے ہیں کہ تین ہیں اور حضرت حذیفہ بن یمان فرماتے ہیں کہ پانچ ہیں، واللہ اعلم (۱)



بَابُ مَا یَقُوْلُ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَی الْمَیِّتِ

باب: نماز جنازہ میں کیا پڑھے؟

(۱۹۱) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عن شیبان عَنْ یَّحْیٰی عَنْ اَبِیْ سلمة عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ اِذَا صَلّٰی عَلَی الْمَیِّتِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَ صَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا وَ ذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کسی کا نماز جنازہ ادا فرماتے تو آپ ﷺ یہ دعا کرتے: اے اللہ! ہمارے زندہ لوگوں، فوت شدگان، حاضر لوگ، غائب لوگ، چھوٹے، بڑے، مذکر اور ہماری عورتوں کو بخش دے۔

شرح:

اس حدیث میں نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعا کا ذکر ہے یہی دعا اکثر پڑھی جاتی ہے اگر یہ نہ آتی ہو تو نیچے دی ہوئی کوئی دعا بھی پڑھ سکتا ہے۔

فقہی مسائل:

نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ کان تک ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے حسب دستور باندھ لے اور ثنا پڑھے، یعنی سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ. پھر بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہے اور درود شریف پڑھے بہتر وہ دُرود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور کوئی دوسرا پڑھا جب بھی حرج نہیں، پھر اللہ اکبر کہہ کر اپنے اور میّت اور تمام مومنین و مومنات کے لیے دُعا کرے اور بہتر یہ کہ وہ دُعا پڑھے جو اوپر حدیث میں مذکورہ ہے یا دیگر احادیث میں وارد ہیں اور ماثور دُعائیں اگر اچھی طرح نہ پڑھ سکے تو جو دُعا چاہے پڑھے، مگر وہ دُعا ایسی ہو کہ اُمورِ آخرت سے متعلق ہو۔ اور پھر چوتھی تکبیر کہے امام کے ساتھ اور سلام پھیر دے۔

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 131

بعض ماثور دُعائیں یہ ہیں:

اگر میت مذکر ہے تو جیسے دعا لکھی گئی ہے ایسے ہی پڑھے اور اگر مونث ہے تو (ہ) کی جگہ (ھا) پڑھے۔

(۱) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ (ھا) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ (ھا).

(۲) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ (لَهَا) وَارْحَمْهُ (هَا) وَعَافِهٖ (ھا) وَاعْفُ عَنْهُ (هَا) وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ (هَا) وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ (هَا) وَاغْسِلْهُ (هَا) بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ (هَا) مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ (هَا) دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ (هَا) وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ (هَا) وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ (هَا) الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ (هَا) مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ۔

(۳) اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ (اَمَتُكَ) وَابْنُ (بِنْتُ) اَمَتِكَ يَشْهَدُ (تَشْهَدُ) اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَيَشْهَدُ (تَشْهَدُ) اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَصْبَحَ فَقِيْرًا (اَصْبَحَتْ فَقِيْرَةً) اِلٰى رَحْمَتِكَ وَاَصْبَحْتَ غَنِيًّا عَنْ عَذَابِهٖ (هَا) تَخَلّٰى (تَخَلَّتْ) مِنَ الدُّنْيَا وَاَهْلِهَا اِنْ كَانَ (كَانَتْ) زَاكِيًا (زَاكِيَةً) فَزَكِّهٖ (هَا) وَاِنْ كَانَ (كَانَتْ) مُخْطِئًا (مُخْطِئَةً) فَاغْفِرْ لَهٗ (هَا) اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ (هَا) وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهٗ (هَا).

(۴) اَللّٰهُمَّ هٰذَا (هٰذِهٖ) عَبْدُكَ ابْنُ (اَمَتُكَ بِنْتُ) عَبْدِكَ ابْنُ (بِنْتُ) اَمَتِكَ مَاضٍ فِيْهِ (هَا) حُكْمُكَ خَلَقْتَهٗ (هَا) وَلَمْ يَكُ (تَكُ هِيَ) شَيْئًا مَذْكُوْرًا نَزَلَ (نَزَلَتْ) بِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ اَللّٰهُمَّ لَقِّنْهُ (هَا) حُجَّتَهٗ (هَا) وَاَلْحِقْهُ (ھا) بِنَبِيِّهٖ (هَا) مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبِّتْهُ (هَا) بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فَاِنَّهٗ (هَا) اِفْتَقَرَ (اِفْتَقَرَتْ) اِلَيْكَ وَاسْتَغْنَيْتَ عَنْهُ (هَا) كَانَ (كَانَتْ) يَشْهَدُ (تَشْهَدُ) اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاغْفِرْ لَهٗ (لَهَا) وَارْحَمْهُ (هَا) وَلَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ (هَا) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ (هَا) ط اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ (كَانَتْ) زَاكِيًا (زَاكِيَّةً) فَزَكِّهٖ (هَا) وَاِنْ كَانَ (كَانَتْ) خَاطِئًا (خَاطِئَةً) فَاغْفِرْ لَهٗ (هَا).

(۵) اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ (اَمَتُكَ) وَابْنُ (بِنْتُ) اَمَتِكَ اِحْتَاجَ (جَتْ) اِلٰى رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ عَذَابِهٖ (هَا) اِنْ كَانَ (كَانَتْ) مُحْسِنًا (مُحْسِنَةً) فَزِدْ فِيْ اِحْسَانِهٖ (هَا) وَاِنْ كَانَ (كَانَتْ)

مُسِيْئًا (مُسِيْئَةً) فَتَجَاوَزْ عَنْهُ (هَا).

(٦) اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ (اَمَتُكَ) وَابْنُ (بِنْتُ) عَبْدِكَ كَانَ (كَانَتْ) يَشْهَدُ (تَشْهَدُ) اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ (هَا) مِنَّا اِنْ كَانَ (كَانَتْ) مُحْسِنًا (مُحْسِنَةً) فَزِدْ فِيْ اِحْسَانِهٖ (هَا) وَاِنْ كَانَ (كَانَتْ) مُسِيْئًا (مُسِيْئَةً) فَاغْفِرْ لَهٗ (هَا) وَلَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ (هَا) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ (هَا).

(٧) اَصْبَحَ (اَصْبَحَتْ) عَبْدُكَ (اَمَتُكَ) هٰذَا (هٰذِهٖ) قَدْ تَخَلّٰى (تَخَلَّتْ) عَنِ الدُّنْيَا وَتَرَكَهَا (تَرَكَتْهَا) لِاَهْلِهَا وَافْتَقَرَ (افْتَقَرَتْ) اِلَيْكَ وَاسْتَغْنَيْتَ عَنْهُ (هَا) وَقَدْ كَانَ (كَانَتْ) يَشْهَدُ (تَشْهَدُ) اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ (هَا) وَتَجَاوَزْ عَنْهُ (هَا) وَاَلْحِقْهُ (هَا) بِنَبِيِّهٖ (هَا) صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(٨) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهَا.

(٩) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاِخْوَانِنَا وَاَخَوَاتِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا اَللّٰهُمَّ هٰذَا (هٰذِهٖ) عَبْدُكَ (اَمَتُكَ) فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا وَّاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ (بِهَا) مِنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ (لَهَا).

(١٠) اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ (فُلَانَةُ بِنْتَ فُلَانٍ) فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ (هَا) مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ (هَا) وَارْحَمْهُ (هَا) اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ.

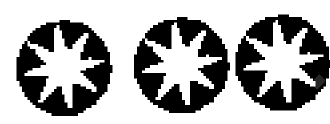
(١١) اَللّٰهُمَّ اَجِرْهَا مِنَ الشَّيْطَانِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَيْهَا وَصَعِّدْ رُوْحَهَا وَلَقِّهَا مِنْكَ رِضْوَانًا.

(١٢) اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ خَلَقْتَنَا وَنَحْنُ عِبَادُكَ اَنْتَ رَبُّنَا وَاِلَيْكَ مَعَادُنَا.

(١٣) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ (هَا) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ (هَا).

(١٤) اَللّٰهُمَّ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ

الَّذِی لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ o اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْکَرِیْمَ اِذَا اَمَرَ بِالسُّؤَالِ لَمْ یَرُدَّہٗ اَبَدًا وَّقَدْ اَمَرْتَنَا فَدَعَوْنَا وَاَذِنْتَ لَنَا فَشَفَعْنَا وَاَنْتَ اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْنَ فَشَفِّعْنَا فِیْہِ (ھَا) وَارْحَمْہُ (ھَا) فِیْ وَحْدَتِہٖ (ھَا) وَارْحَمْہُ (ھَا) فِیْ وَحْشَتِہٖ (ھَا) وَارْحَمْہُ (ھَا) فِیْ غُرْبَتِہٖ (ھَا) وَارْحَمْہُ (ھَا) فِیْ کُرْبَتِہٖ (ھَا) وَاعْظِمْ لَہٗ (لَھَا) اَجْرَہٗ (ھَا) وَنَوِّرْ لَہٗ (ھَا) قَبْرَہٗ (ھَا) وَبَیِّضْ لَہٗ (لَھَا) وَجْھَہٗ (ھَا) وَبَرِّدْ لَہٗ (ھَا) مَضْجَعَہٗ (ھَا) وَعَطِّرْ لَہٗ (ھَا) مَنْزِلَہٗ (ھَا) وَاَکْرِمْ لَہٗ (ھَا) نُزُلَہٗ (ھَا) یَاخَیْرَ الْمُنْزِلِیْنَ ج وَیَاخَیْرَ الْغَافِرِیْنَ وَیَاخَیْرَ الرَّاحِمِیْنَ ج اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِ الشَّافِعِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔



بَابُ مَا جَآءَ فِی اللَّحْدِ

لحد کا بیان

(۱۹۲) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اُلْحِدَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَاُخِذَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَۃِ وَنُصِبَ عَلَیْہِ اللَّبِنُ نَصْبًا۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ کے والد روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر اطہر لحد کی شکل میں تیار کی گئی، آپ ﷺ کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اتارا گیا، اور قبر مبارک پر کچی اینٹیں لگائی گئی۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ کے لیے لحد تیار کی گئی اور آپ ﷺ کو قبلہ کی جانب سے لحد میں اتارا گیا جیسا کہ ہمارا (احناف) کا مذہب ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کو قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے، پھر میت کو اٹھا کر لحد میں رکھ دیا جائے تو اس طرح پکڑتے وقت بھی قبلہ کی جانب سے ہی میت کو پکڑا جائے گا۔

امام ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو لحد میں اتارتے وقت قبلہ کی طرف سے پکڑا گیا۔

فقہی مسائل:

مسئلہ: میّت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ جائز نہیں کہ میّت کو زمین پر رکھ دیں اور چاروں طرف سے دیواریں قائم کر کے بند کر دیں۔

مسئلہ: اس جگہ انتقال ہوا اسی جگہ دفن نہ کریں کہ یہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے خاص ہے بلکہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں، مقصد یہ کہ اس کے لیے کوئی خاص مدفن نہ بنایا جائے میّت بالغ ہو یا نابالغ۔ (۱)

مسئلہ: قبر کی لمبائی میّت کے قد برابر ہو اور چوڑائی آدھے قد کی اور گہرائی کم سے کم نصف قد کی اور بہتر یہ کہ گہرائی بھی قد برابر ہو اور متوسط درجہ یہ کہ سینہ تک ہو۔ اس سے مراد یہ کہ لحد یا صندوق اتنا ہو، یہ نہیں کہ جہاں سے کھودنی شروع کی وہاں سے آخر تک یہ مقدار ہو۔ (۲)

مسئلہ: قبر دو قسم ہے، لحد کہ قبر کھود کر اس میں قبلہ کی طرف میّت کے رکھنے کی جگہ کھودیں اور صندوق وہ جو ہندوستان میں عموماً رائج ہے، لحد سنت ہے اگر زمین اس قابل ہو تو یہی کریں اور نرم زمین ہو تو صندوق میں حرج نہیں۔ (۳)

مسئلہ: قبر کے اندر چٹائی وغیرہ بچھانا ناجائز ہے کہ بے سبب مال ضائع کرنا ہے۔

مسئلہ: تابوت کہ میّت کو کسی لکڑی وغیرہ کے صندوق میں رکھ کر دفن کریں یہ مکروہ ہے، مگر جب ضرورت ہو مثلاً زمین بہت تر ہے تو حرج نہیں اور اس صورت میں تابوت کے مصارف اس میں سے لیے جائیں جو میّت نے مال چھوڑا ہے۔

مسئلہ: اگر تابوت میں رکھ کر دفن کریں تو سنت یہ ہے کہ اس میں مٹی بچھا دیں اور دہنے بائیں خام (یعنی کچی۔) اینٹیں لگا دیں اور اوپر کہگل (یعنی مٹی کی لپائی۔) کر دیں غرض یہ کہ اندر کا حصہ مثل لحد کے ہو جائے اور لوہے کا تابوت مکروہ ہے اور قبر کی زمین نم ہو تو دھول بچھا دینا سنت ہے۔ (۴)

مسئلہ: قبر کے اس حصہ میں کہ میّت کے جسم سے قریب ہے، پکی اینٹ لگانا مکروہ ہے کہ اینٹ آگ سے پکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو آگ کے اثر سے بچائے۔

مسئلہ: جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھنا مستحب ہے کہ مردہ قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارا جائے، یوں نہیں کہ قبر کی پائنتی رکھیں اور سر کی جانب سے قبر میں لائیں۔ (۵)

مسئلہ: عورت کا جنازہ اتارنے والے محارم ہوں، یہ نہ ہوں تو دیگر رشتہ والے یہ بھی نہ ہوں تو پرہیزگار اجنبی کے اتارنے میں مضایقہ نہیں۔

---

(۱) الدر المختار، و، رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی دفن المیت، ج ۳، ص. ۱۶۶

(۲) رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی دفن المیت، ج ۳، ص. ۱۶۴

(۳) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس، ج ۱، ص. ۱۶۵

(۴) رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی دفن المیت، ج ۳، ص. ۱۶۵

مسئلہ: میّت کو قبر میں رکھتے وقت یہ دُعا پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ.

اور ایک روایت میں بِسْمِ اللّٰهِ کے بعد وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بھی آیا ہے۔

مسئلہ: میّت کو دہنی طرف کروٹ پر لٹائیں اور اس کا مونھ قبلہ کو کریں، اگر قبلہ کی طرف مونھ کرنا بھول گئے تختہ لگانے کے بعد یاد آیا تو تختہ ہٹا کر قبلہ رُو کر دیں اور مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو نہیں۔ یوہیں اگر بائیں کروٹ پر رکھا یا جدھر سرہانا ہونا چاہیے ادھر پاؤں کیے تو اگر مٹی دینے سے پہلے یاد آیا ٹھیک کر دیں ورنہ نہیں۔

مسئلہ: قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی بندش کھول دیں کہ اب ضرورت نہیں اور نہ کھولی تو حرج نہیں۔ (۱)

مسئلہ: قبر میں رکھنے کے بعد لحد کو کچی اینٹوں سے بند کریں اور زمین نرم ہو تو تختے لگانا بھی جائز ہے، تختوں کے درمیان جھری رہ گئی تو اُسے ڈھیلے وغیرہ سے بند کر دیں، صندوق کا بھی یہی حکم ہے۔

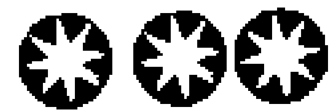
مسئلہ: عورت کا جنازہ ہو تو قبر میں اتارنے سے تختہ لگانے تک قبر کو کپڑے وغیرہ سے چھپائے رکھیں، مرد کی قبر کو دفن کرتے وقت نہ چھپائیں البتہ اگر مینھ وغیرہ کوئی عذر ہو تو چھپانا جائز ہے، عورت کا جنازہ بھی ڈھکا رہے۔

مسئلہ: تختے لگانے کے بعد مٹی دی جائے مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں۔

پہلی بار کہیں :مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ.

دوسری بار :وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ.

تیسری بار :وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى.



بَابُ مَا جَآءَ فِی السَّوَالِ فِی الْقَبْرِ

قبر میں سوال کا بیان

(۱۹۳) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ الْمُؤْمِنُ فِیْ قَبْرِهٖ اَتَاهُ الْمَلَكُ فَاَجْلَسَهٗ فَقَالَ مَنْ رَّبُّكَ فَقَالَ اللّٰهُ قَالَ وَمَنْ نَّبِیُّكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ وَمَا دِیْنُكَ قَالَ الْاِسْلَامُ قَالَ فَیُفْسَحُ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ وَیُرٰى مَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ فَاِذَا كَانَ كَافِرًا اَجْلَسَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ مَنْ رَّبُّكَ فَقَالَ هَاهْ لَا اَدْرِیْ كَالْمُضِلِّ شَیْئًا فَیَقُوْلُ مَنْ نَّبِیُّكَ فَیَقُوْلُ هَاهْ لَا اَدْرِیْ كَالْمُضِلِّ شَیْئًا فَیُقَالُ مَا دِیْنُكَ فَیَقُوْلُ هَاهْ لَا

(۱) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ص ۱۴۰

اَدْرِیْ کَالْمُضِلِّ شَیْئًا فَیُضَیَّقُ عَلَیْہِ قَبْرُہٗ وَیُرٰی مَقْعَدُہٗ مِنَ النَّارِ فَیَضْرِبُہٗ ضَرْبَۃً یَسْمَعُہٗ کُلُّ شَیْئٍ اِلاَّ الثَّقَلَیْنِ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَیُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ وَیَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی مومن کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے، وہ فرشتہ اس کو بٹھا دیتا ہے۔تب وہ پوچھتا ہے: تمہارا رب کون ہے؟(مومن) کہتا ہے: اللہ (میرا رب ہے) فرشتہ سوال کرتا ہے: تمہارا نبی کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: محمد(ﷺ میرے نبی ہیں) پھر وہ پوچھتا ہے تمہارا دین کونسا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: اسلام۔ پھر اس کو اس کی قبر میں وسعت دی جاتی ہے، اور اسے اسکا جنت میں ٹھکانے کا نظارا کرایا جاتا ہے۔

اگر میت کافر ہو تو فرشتہ اسے اٹھا کر بٹھا دیتا ہے، اور اس سے سوال کرتا ہے کہ تمہارا رب کون ہے؟ وہ پریشانی میں جواب دیتا ہے کہ افسوس! مجھے اس کا علم نہیں۔فرشتہ پوچھتا ہے کہ تیرا نبی کون سا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ افسوس! میں نہیں جانتا، فرشتہ پوچھتا ہے کہ تیرا دین کون سا ہے؟ وہ پریشان کن صورت میں جواب دیتا ہے کہ مجھے اس کا بھی علم نہیں ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے، اور اسے اسکا جہنم میں ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔پھر فرشتہ اسے ایک کاری ضرب لگاتا ہے، جس کی آواز جن وانس کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے۔بعد ازاں نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا ورآخرت کی زندگی میں حق بات کہنے پر ثابت قدم رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ ظالمین کو اپنی رحمت سے محروم کرتا ہے، اور وہ جو چاہے، کرتا ہے۔

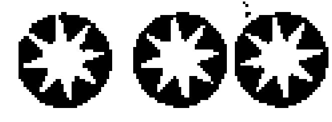
شرح:

یہ حدیث اس حدیث کے متعارض نہیں ہے جس میں بیان ہوا کہ قبر میں دو فرشتے آتے ہیں جن کی آنکھیں نیلی ہوتی ہیں، یک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے، پھر وہ دونوں یا ان میں سے ایک اس صاحبِ قبر کو بیٹھاتا ہے تو کہتا ہے کہ جس رب نے تجھے پیدا کیا اور رزق دیا وہ کون ہے؟ تو مؤمن کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، پھر سوال ہوتا ہے کہ تیرا نبی کون ہے تو وہ کہتا ہے محمد ﷺ پھر سوال ہوتا ہے کہ تیرا دین کیا ہے تو ہو کہتا ہے سلام دوسرا سوال پہلے سوال کو مؤکد کرنے کے لیے ہے کیونکہ پہلا اور دسرا سوال ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کی قبر میں وسعت پیدا کر دی جاتی ہے اور اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دیکھا دیا جاتا ہے۔

اور اگر میت کافر ہو تو اس سے سوال کیا جاتا ہے تیرب رب کون ہے وہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا، جیسے بھولا بھالا آدمی کہتا ہے، پھر فرشتہ سوال کرتا ہے کہ تیرا نبی کون ہے اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانا توحید کو مستلزم ہے، تو پھر وہ جواب میں کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا، جیسے بھولا بھالا آدمی کہتا ہے، پھر فرشتہ سوال کرتا ہے تیرا دین کیا ہے؟؟ تو پھر وہ

بھولے بھالے آدمی کی طرح کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا، تو اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے، اور دوزخ میں اس کو اس کا ٹھکانہ دیکھا دیا جاتا ہے۔

اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گھڑوں میں سے ایک گھڑا ہے۔ (۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقَبْرِ ثَلٰثُ اُمُوْرٍ

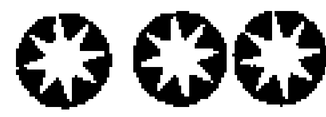
قبر میں تین امور کا بیان

(۱۹۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْقَبْرِ ثَلٰثٌ سُوَالٌ عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى وَ دَرَجَاتٌ فِي الْجِنَانِ وَ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ عِنْدَ رَاْسِكَ۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قبر میں تین امور ہوں گے: اللہ تعالیٰ کے متعلق سوال کرنا، جنت کے درجات کو پیش کیے جانا اور سر کے قریب تلاوت قرآن کرنا۔

شرح:

یعنی قبر میں تین سوال ہیں پہلا اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوال یعنی اللہ تعالیٰ کے دین اور نبی کے بارے میں سوال کیا جائے گا، دوسرا اہل یمان پر جنت کے درجات کا پیش کیا جانا، اور تیسرا اس کے سر کے پاس قرآن کا پڑھا جانا۔ (۲)



بَابُ مَا جَآءَ فِي زِيَارَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّهِ

نبی اکرم ﷺ کا اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنا

(۱۹۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةٍ فَاَتٰى قَبْرَ اُمِّهِ فَجَاءَ وَهُوَ يَبْكِيْ اَشَدَّ الْبُكَاءِ حَتّٰى كَادَتْ نَفْسُهُ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 368

(۲) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 474

بَیْنَ جَنْبَیْهِ قَالَ قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللهِ مَا یُبْکِیْكَ قَالَ اِسْتَاْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ زِیَارَةِ قَبْرِ اُمِّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنَ لِیْ وَاسْتَاْذَنْتُهٗ فِی الشَّفَاعَةِ فَاَبٰی عَلَیَّ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اسْتَاْذَنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ فِیْ زِیَارَةِ قَبْرِ اُمِّهٖ فَاَذِنَ لَهٗ فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَتّٰی انْتَهَوْا اِلٰی قَرِیْبٍ مِّنَ الْقَبْرِ فَمَکَثَ الْمُسْلِمُوْنَ وَمَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَکَثَ طَوِیْلًا ثُمَّ اشْتَدَّ بُکَاؤُهٗ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ لَا یَسْکُنُ فَاَقْبَلَ وَهُوَ یَبْکِیْ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ مَا اَبْکَاكَ یَا نَبِیَّ اللهِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ قَالَ اسْتَاْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ زِیَارَةِ قَبْرِ اُمِّیْ فَاَذِنَ لِیْ وَاسْتَاْذَنْتُهٗ فِی الشَّفَاعَةِ فَاَبٰی فَبَکَیْتُ رَحْمَةً لَهَا وَبَکَی الْمُسْلِمُوْنَ رَحْمَةً لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ کے والد ماجد بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ کی طرف نکلے، آپ علیہ السلام اپنی والدہ کی قبر کے پاس آئے، آپ اس وقت شدت سے روئے، حتیٰ کہ محسوس ہونے لگا کہ آپ کا قلب اطہر آپ ﷺ کے دونوں پہلوؤں سے باہر آجائے گا۔ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اتنی گریہ زاری کیوں فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے محمد (ﷺ) کی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی، جو مجھے مل گئی، اور میں نے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کرنے کی اجازت مانگی، تو مجھے اس سے روک دیا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب سے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی، تو آپ ﷺ کو اجازت مل گئی۔ آپ ﷺ اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کا ایک گروہ جب قبر کے پاس پہنچے، تو مسلمانوں کا وہ گروہ (ایک مقام پر) رک گیا، نبی کریم ﷺ قبر کے پاس گئے اور کافی دیر تک وہاں رکے رہے، حتیٰ کہ آپ ﷺ شدت سے روئے، ہمیں گمان ہونے لگا کہ آپ ﷺ مسلسل روئیں گے، پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے، اور اس وقت بھی آپ رو رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا نبی اللہ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، آپ کو کس چیز نے اتنا رلایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی، جو مجھے مل گئی، پھر میں نے اپنے رب سے ان کی شفاعت کی اجازت مانگی تو مجھے روک دیا گیا، لہٰذا مجھے ان سے محبت کی وجہ سے رونا آیا، اس پر مسلمان آپ ﷺ کی اس شفقت کے سبب رو دیے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ ایک جنازے کے لیے نکلے تو اپنی والدہ کی قبر مبارک پر تشریف لائے اور اتنی شدت کے ساتھ روئے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ کی مبارک روح آپ کے جسم اطہر سے نکل جائے گی، مطلب یہ کہ آپ ﷺ بہت ہی غم وحزن کے ساتھ روئے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جس چیز نے

آپ کو رلا دیا؟؟ یعنی کونسی چیز آپ کے رونے کا سبب بنی؟؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اپنی ماں کی قبر مبارک کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت دی گئی (اس سے معلوم ہوا کہ قبروں پر جانا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔)(۱)

ایمان والدین مصطفی ﷺ:

نبی اکرم ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان مبارک پر علماء تین طریقہ سے استدال کرتے ہیں۔

(1) نبی اکرم ﷺ کے والدین زمانہ فترت میں وت ہو گئے تھے، (جس زمانہ میں کوئی رسول و نبی تشریف نہ لایا تھا، اس زمانے کو زمانہ فترت کہتے ہیں،) کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی ﷺ تک کوئی پیغمبر تشریف نہیں لایا اور قرآن مجید میں ایک اصول یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تک کسی قوم کی طرف کوئی پیغمبر تشریف نہ لائے اس وقت تک اس قول کو عذاب نہیں دیا جائے گا، تا کہ وہ قوم قیامت کے دن یہ عذر پیش نہ کر سکے کہ اے اللہ اگر ہمارے پاس تیری طرف سے کوئی رسول و نبی تیری شریعت لے کر آتا تو ہم اس پر ضرور ایمان لاتے مگر جب تو نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر ہی نہیں بھیجا تو عذاب کیوں اور کیسا؟؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا" (بنی اسرائیل :15)

ترجمہ: اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

سو اس لیے نبی اکرم ﷺ کے والدین عذاب قبر اور عذاب اخرت سے محفوظ و مامون ہیں۔

(2) نبی اکرم ﷺ کے والدین سے کفر و شرک کے سمیت کسی قسم کا کوئی گناہ ثابت نہیں، بلکہ وہ مؤحد اور پارسا تھے اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کے دین پر کار بند تھے، جیسا کہ خود نبی اکرم ﷺ اعلان نبوت سے پہلے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے دین حنیف پر قائم تھے اسی طرح زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ بن نوفل، عبیداللہ بن جحش، عثمان بن حویرث، رباب بن براء، اسعد ابو کریب حمیری، قس بن ساعدہ ایادی، اور قیس بن صرمہ، بھی دین حنیف پر قائم تھے۔

(3) نبی اکرم ﷺ کے والدین کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ فرمایا اور وہ نبی اکرم ﷺ کی نبوت اور رسالت پر ایمان لائے اور دین اسلام میں داخل ہو کر خیر ام امت محمدیہ میں شامل ہو گئے اور شرف صحابیت بھی حاصل کیا، امام ابن شاہین، علامہ ابو بکر خطیب بغدادی، علامہ سہیلی، علامہ قرطبی، علامہ محب طبری، اور علامہ ناصر الدین بن المنیر وغیرہم کا یہی مسلک ہے۔ (۲)

شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کو زندہ کرنے کی حدیث اگر چہ فی ذاتہ ضعیف ہے لیکن بعض محققین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے کیونکہ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہونے کی بنا پر دو جہ صحت کو پہنچی ہوئی ہے

---

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 334

(۲) الحاوی للفتاوی، جزء2، رسالہ مسالک الحنفاء ص202، 223، بحوالہ شرح مسند امام اعظم، از علامہ واحد بخش غوثوی علیہ الرحمۃ

اور یہ علم متقدمین علماء پر مستور اور مخفی رہا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو متاخرین پر منکشف فرمایا اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے اور جس چیز کے ساتھ چاہتا ہے مخصوص فرمالیتا ہے۔ (۱)

قارئین کے علم کے لیے یہ بات بتا دینا چاہتا ہوں کہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا پہلے یہ عقیدہ تھا کہ نبی اکرم ﷺ کے والدین (نعوذ باللہ) آگ میں ہیں۔ آپ کے سیر نگار لکھتے ہیں۔

كان الإمام على القارى رأى فترة أن" والدى الرسول " فى النار. و كتب فى هذا رسالة. لكنه رجع عن ذلك فى شرحه للشفاء للقاضى عياض. الذى انتهى منه سنة 1011ھ. أى قبل وفاته بثلاث سنوات.

امام ملا علی قاری علیہ الرحمہ نبی اکرم ﷺ کے والدین کے متعلق یہ رائے رکھتے تھے کہ وہ (نعوذ باللہ) آگ میں ہیں اور آپ نے اس بارے ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا تھا لیکن آپ نے اپنے اس نظریے سے شرح شفاء للقاضی عیاض (جو کہ آپ کی وفات سے تین سال پہلے یعنی 1011ھ کو مکمل ہوئی) کے اندر رجوع فرمالیا۔

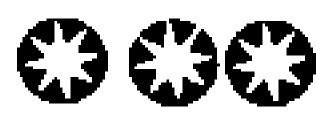
فقد جاء فيه بعد كلام :(وأبو طالب لم يصح إسلامه)» :وأما إسلام أبويه ففيه أقوال، والأصح إسلامهما على ما اتفق عليه الأجلّة من الأمة. كما بيّنه السيوطى فى رسائله الثلاث المؤلفة.(۲)

اس میں آپ نے حضرت ابو طالب کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان کا سلام ثابت نہیں لیکن نبی اکرم ﷺ کے والدین کے ایمان کے بارے میں کئی اقوال ہیں ان میں سے صحیح ترین قول یہ ہے کہ وہ ایمان والے تھے اور اسی پر اجل ائمہ کا اتفاق ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنے تین رسائل میں واضح کیا۔

پھر ایک جگہ فرماتے ہیں۔

وقال»:وأما ما ذكروا من إحيائه عليه الصلاة والسلام أبويه. فالأصح أنه. كما قال السيوطى فى رسائله الثلاث المؤلفة.(۳)

ترجمہ: اور جو علماء نے ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے آپنے والدین کو زندہ فرمایا تو اصح بات یہ ہے کہ اسی عقیدے پر ثقہ جمہور کار بند رہے ہیں جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اپنے تین رسائل میں ذکر فرمایا۔



(۱) اشعۃ اللمعات، ج 1، ص 718، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، لمعات التنقیح، ج 4، ص 381، مطبوعہ لمعارف العلمیہ

(۲) انظر :شرح الشفاء للقاري 1/601.

(۳) انظر :النهجة الإصلاحية للشيخ مصطفى الحمامي.

بَابُ الرُّخصَةِ فِي زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ

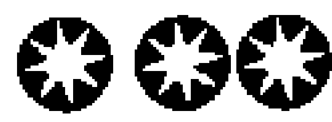
قبور کی زیارت میں رخصت کا بیان

(۱۹۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ وَّحَمَّادٍ اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنِ الْقُبُوْرِ اَنْ تَزُوْرُوْهَا فَزُوْرُوْهَا وَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ کے والد روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں قبور کی زیارت سے منع کرتا تھا، پس تم اب زیارت کرلیا کرو، اور ناپسندیدہ بات نہ کہو۔

شرح:

یہ حدیث اپنے معنی میں واضح ہے، اور اس کو امام حاکم نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں تم کو قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا اب تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ قبروں کی زیارت سے دل نرم ہوتا ہے آنکھ (خوف الٰہی سے) آنسو بہاتی ہے اور آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے، اور قبروں کی زیارت کرتے ہوئے برے کلمات نہ کہو۔ (۱)



بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا خَرَجَ اِلَى الْمَقَابِرِ

باب: قبور کی طرف جاتے ہوئے کیا کہے

(۱۹۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ اِلَى الْمَقَابِرِ قَالَ السَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ کے والد روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب قبور کی طرف نکلتے تو فرماتے: مسلمانوں کے گھر والوں پر سلام ہو، اور بیشک اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، اور ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لیے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص105،

شرح:

یعنی جب نبی اکرم ﷺ جنت البقیع قبرستان اور شہدا کی قبروں پر جاتے تو فرماتے "اے اس دیار میں رہنے والوں تم پر سلامتی ہو، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے اے اس دیار کے مسلمانوں تم پر سلامتی ہو۔ ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں اور ہم اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے عافیت کا سوال کرتے ہیں،

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ یہ بھی فرماتے تم ہمارے فرط ہو (فرط اس کو کہتے ہیں جو آگے جا کر انتظام و انصرام کرتا ہے یعنی پہلے چلا جاتا ہے) اور ہم تم سے ملنے والے ہیں اے اللہ ہم کو ان کے اجر سے محروم نہ فرما اور ہم کو ان کے بعد فتنے میں نہ ڈال۔ (۱)

فقہی مسائل:

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہتی ہیں کہ جب میری باری کی رات ہوتی حضور (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) آخر شب میں بقیع کو جاتے اور یہ فرماتے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاَتَاکُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُّؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ.

بیہقی نے شعب الایمان میں محمد بن نعمان سے مرسلاً روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: جو اپنے والدین کی دونوں یا ایک کی ہر جمعہ میں زیارت کریگا، اس کی مغفرت ہو جائے گی اور نیکوکار لکھا جائے گا۔ (۲)

خطیب نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: جب کوئی شخص ایسے کی قبر پر گزرے جسے دنیا میں پہچانتا تھا اور اس پر سلام کرے تو وہ مُردہ اسے پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (۳)

امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہتی ہیں میں اپنے گھر میں جس میں رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم تشریف فرما ہیں (یعنی روضہ اطہر میں) داخل ہوتی تو اپنے کپڑے اتار دیتی (یعنی زائد کپڑے جو غیروں کے سامنے ہونے میں ستر پوشی کے لیے ضروری ہیں) اور اپنے دل میں یہ کہتی کہ یہاں تو صرف میرے شوہر اور میرے والد ہیں پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں مدفون ہوئے تو حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی حیا کی وجہ سے خدا کی قسم! میں وہاں نہیں گئی مگر اچھی طرح اپنے اوپر کپڑوں کو لپیٹ کر۔ (۴)

مسئلہ: زیارت قبور جائز و مسنون ہے۔ حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم شہدائے احد کی زیارت کو تشریف لے جاتے اور ان

---

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 371

(۲) شعب الایمان،، باب فی برالوالدین، فصل فی حفظ حق الوالدین بعد موتھما، الحدیث ۷۹۰۱: ج ۶، ص ۲۰۱.

(۳) تاریخ بغداد،، رقم ۳۱۷۵: ج ۶، ص ۱۳۵.

(۴) المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا، الحدیث ۲۵۷۱۸: ج ۱۰، ص ۱۲

کے لیے دعا کرتے۔

مسئلہ: جس کی قبر کی زیارت کو گیا ہے اس کی زندگی میں اگر اس کے پاس ملاقات کو آتا تو جتنا نزدیک یا دور ہوتا اب بھی قبر کی زیارت میں اسی کا لحاظ رکھے۔

مسئلہ: قبر کی زیارت کو جانا چاہے تو مستحب یہ ہے کہ پہلے اپنے مکان میں دو رکعت نماز نفل پڑھے، ہر رکعت میں بعد فاتحہ آیۃ الکرسی ایک بار اور قل ھو اللہ تین بار پڑھے اور اس نماز کا ثواب میت کو پہنچائے، اللہ تعالیٰ میت کی قبر میں نور پیدا کریگا اور اس شخص کو بہت بڑا ثواب عطا فرمائے گا، اب قبرستان کو جائے راستہ میں لایعنی باتوں میں مشغول نہ ہو جب قبرستان پہنچے جوتیاں اوتار دے اور قبر کے سامنے اس طرح کھڑا ہو کہ قبلہ کو پیٹھ ہو اور میت کے چہرہ کی طرف مونھ اور اس کے بعد یہ کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ.

اور سورہ فاتحہ و آیۃ الکرسی و سورہ اِذَا زُلْزِلَتْ و اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھے، سورہ ملک اور دوسری سورتیں بھی پڑھ سکتا ہے۔ (۱)

مسئلہ: چار دن زیارت کے لیے بہتر ہیں، دوشنبہ (پیر)، پنج شنبہ (جمعرات)، جمعہ، ہفتہ، جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ افضل ہے اور ہفتہ کے دن طلوع آفتاب تک اور پنج شنبہ، کو دن کے اول وقت میں اور بعض علما نے فرمایا کہ پچھلے وقت میں افضل ہے، متبرک راتوں میں زیارت قبور افضل ہے، مثلاً شب براءت، شب قدر، اسی طرح عیدین کے دن اور عشرہ ذی الحجہ میں بھی بہتر ہے۔ (۲)

مسئلہ: قبرستان کے درخت کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ درخت قبرستان سے پہلے کا ہے یعنی زمین کو جب قبرستان بنایا گیا اس وقت وہ درخت وہاں موجود تھا، تو جس کی زمین ہے اسی کا درخت ہے وہ جو چاہے کرے اور اگر وہ زمین بنجر تھی کسی کی ملک نہ تھی تو درخت اور زمین کا وہ حصہ جس میں درخت ہے اسی پہلی حالت پر ہے کہ کسی کی ملک نہیں اور اگر قبرستان ہونے کے بعد کا درخت ہے اور معلوم ہے کہ فلاں شخص نے لگایا ہے تو جس نے لگایا ہے اس کا ہے مگر اسے یہ چاہیے کہ صدقہ کردے اور معلوم نہ ہو کہ کس نے لگایا ہے بلکہ وہ خود ہی وہاں جم گیا ہے تو قاضی کو اس کے متعلق اختیار ہے اگر قاضی کی یہ رائے ہو کہ درخت کٹوا کر قبرستان پر خرچ کردے تو کرسکتا ہے۔ (۳)

مسئلہ: بزرگانِ دین اولیا وصالحین کے مزاراتِ طیبہ پر غلاف ڈالنا جائز ہے، جبکہ یہ مقصود ہو کہ صاحب مزار کی وقعت نظرِ عوام میں پیدا ہو، ان کا ادب کریں ان کے برکات حاصل کریں۔ (۴)

---

(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور، ج ۵، ص ۳۵۰

(۲) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور، ج ۵، ص ۳۵۰

(۳) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر، ج ۲، ص ۴۷۳۔۴۷۴

(۴) ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی اللبس، ج ۹، ص ۵۹۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ الزَّکٰوۃِ
زکوٰۃ کا بیان

بَابُ مَا جَآءَ فِی الرِّکَاز

دفینہ کا بیان

(۱۹۱) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلرِّکَازُ مَا رَکَزَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْمَعَادِنِ الَّذِیْ یَنْبُتُ فِی الْاَرْضِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رکاز وہ خزینہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کانوں میں گاڑا ہے، اور وہ زمین میں پیدا ہوتا ہے۔

شرح:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا رکاز وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کانوں میں پیدا فرمایا ہے جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں، یہ جملہ اس مال سے احتراز ہے جس کو زمانہ جاہلیت میں دفن کیا گیا، اور کبھی اس پر بھی رکاز کا اطلاق ہوتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سونے اور چاندی کا رکاز وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے پیدا کرنے کے دن زمین میں رکھا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رکاز میں پانچواں حصہ ہے۔

فقہی مسائل:

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: رکاز (کان) میں خمس ہے۔ (۱)

مسئلہ: کان سے لوہا، سیسہ، تانبا، پیتل، سونا چاندی نکلے، اس میں خمس (پانچواں حصہ) لیا جائے گا اور باقی پانے والے کا ہے۔ خواہ وہ پانے والا آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا ذِمّی، مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا نابالغ، وہ زمین جس سے یہ چیزیں نکلیں عشری ہو یا خراجی۔

(۱) صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب جرح العجماء والمعدن... الخ، الحدیث ۱۷۱۰: ص ۹۴۰۔

یہ اُس صورت میں ہے کہ زمین کسی شخص کی مملوک نہ ہو، مثلاً جنگل ہو یا پہاڑ اور اگر مملوک ہے تو کُل مالکِ زمین کو دیا جائے خمس بھی نہ لیا جائے۔ (۱)

مسئلہ: فیروزہ و یاقوت وزمرد و دیگر جواہر اور سرمہ، پھٹکری، چونا، موتی میں اور نمک وغیرہ بہنے والی چیزوں میں خمس نہیں۔

مسئلہ: مکان یا دکان میں کان نکلی تو خمس نہ لیا جائے، بلکہ کُل مالک کو دیا جائے۔ (۲)

مسئلہ: فیروزہ، یاقوت، زمرد وغیرہ جواہر سلطنت اسلام سے پیشتر کے دفن تھے اور اب نکلے تو خمس لیا جائے گا یہ مالِ غنیمت ہے۔

مسئلہ: موتی اور اس کے علاوہ جو کچھ دریا سے نکلے، اگرچہ سونا کہ پانی کی تہ میں تھا، سب پانے والے کا ہے بشرطیکہ اس میں کوئی اسلامی نشانی نہ ہو۔

مسئلہ: جس دفینہ (یعنی دفن کیے ہوا مال) میں اسلامی نشانی پائی جائے خواہ وہ نقد ہو یا ہتھیار یا خانہ داری کے سامان وغیرہ، وہ پڑے مال کے حکم میں ہے یعنی مسجدوں، بازاروں میں اس کا اعلان اتنے دنوں تک کرے کہ ظن غالب ہو جائے، اب اس کا تلاش کرنے والا نہ ملے گا پھر مساکین کو دے دے اور خود فقیر ہو تو اپنے صرف میں لائے اور اگر اس میں کفر کی علامت ہو، مثلاً بُت کی تصویر ہو یا کافر بادشاہ کا نام اس پر لکھا ہو، اُس میں سے خمس لیا جائے، باقی پانے والے کو دیا جائے، خواہ اپنی زمین میں پائے یا دوسرے کی زمین میں یا مباح زمین میں۔ (۳)

مسئلہ: حربی کافر نے دفینہ نکالا تو اُسے کچھ نہ دیا جائے اور جو اُس نے لیا ہے واپس لیا جائے، ہاں اگر بادشاہِ اسلام کے حکم سے کھود کر نکالا تو جو ٹھہرا ہے وہ دیں گے۔

مسئلہ: دفینہ نکالنے میں دو شخصوں نے کام کیا تو خمس کے بعد باقی اُسے دیں گے جس نے پایا، اگرچہ دونوں نے شرکت کے ساتھ کام کیا ہے کہ یہ شرکت فاسدہ ہے اور اگر شرکت کی صورت میں دونوں نے پایا اور یہ نہیں معلوم کہ کتنا کس نے پایا تو نصف نصف کے شریک ہیں اور اس صورت میں اگر ایک نے پایا اور دوسرے نے مدد کی تو وہ پانے والے کا ہے اور مددگار کو کام کی مزدوری دی جائے گی اور اگر دفینہ نکالنے پر مزدور رکھا تو جو برآمد ہوگا مزدور کو ملے گا، مستاجر کو کچھ نہیں کہ یہ اجارہ فاسد ہے۔ (۴)

مسئلہ: دفینہ میں نہ اسلامی علامت ہے، نہ کفر کی تو زمانہ کفر کا قرار دیا جائے۔ (۵)

---

(۱) الدرالمختار، و، ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب الرکاز، ج ۳، ص ۳۰۵

(۲) الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب الرکاز، ج ۳، ص ۳۰۵

(۳) الدرالمختار، و، ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب الرکاز، ج ۳، ص ۳۰۷

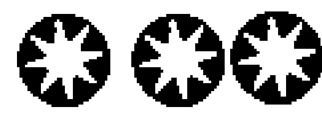
(۴) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب الرکاز، ج ۳، ص ۳۰۸

(۵) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الخامس فی المعادن والرکاز، ج ۱، ص ۱۸۵

مسئلہ: صحرائے دارالحرب میں سے جو کچھ نکلا معدنی ہو یا دفینہ اُس میں خمس نہیں، بلکہ کُل پانے والے کو ملے گا اور اگر بہت سے لوگ بطور غلبہ کے نکال لائے تو اس میں خمس لیا جائے گا کہ یہ غنیمت ہے۔ (۱)

مسئلہ: مسلمان دارالحرب میں امن لے کر گیا اور وہاں کسی کی مملوک زمین سے خزانہ یا کان نکالی تو مالکِ زمین کو واپس دے اور اگر واپس نہ کیا بلکہ دارالاسلام میں لے آیا تو یہی مالک ہے مگر مِلک خبیث ہے، لہٰذا تصدق کرے اور بیچ ڈالا تو بیع صحیح ہے، مگر خریدار کے لیے بھی خبیث ہے اور اگر امان لے کر نہیں گیا تھا تو یہ مال اس کے لیے حلال ہے، نہ واپس کرے نہ اس میں خمس لیا جائے۔ (۲)

مسئلہ: خمس مساکین کا حق ہے کہ بادشاہِ اسلام اُن پر صرف کرے اور اگر اُس نے بطور خود مساکین کو دے دیا جب بھی جائز ہے، بادشاہِ اسلام کو خبر پہنچے تو اُسے برقرار رکھے اور اُس کے تصرف کو نافذ کر دے اور اگر یہ خود مسکین ہے تو بقدرِ حاجت اپنے صرف میں لا سکتا ہے اور اگر خمس نکالنے کے بعد باقی دوسو درم کی قدر ہے تو خمس اپنے صرف میں نہیں لا سکتا کہ اب یہ فقیر نہیں ہاں اگر مدیون ہو کہ دَین نکالنے کے بعد دوسو درم کی قدر باقی نہیں رہتا تو خمس اپنے صرف میں لا سکتا ہے اور اگر ماں باپ یا اولاد جو مساکین ہیں، اُن کو خمس دیدے تو یہ بھی جائز ہے۔ (۳)



بَابُ مَا جَآءَ فِيْ كُلِّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ

باب: ہر بھلائی صدقہ ہے

(۱۹۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَعْرُوْفٍ فَعَلْتَهُ اِلٰى غَنِيٍّ وَفَقِيْرٍ صَدَقَةٌ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بھلائی جو میں غنی اور فقیر کے ساتھ کروں صدقہ ہے۔

شرح:

امام حاکم کی ایک روایت میں آتا ہے کہ بندہ مؤمن جو کچھ اپنے اوپر اور اپنے گھر والوں کے اوپر خرچ کرتا ہے تو اس کے لیے صدقے کا ثواب لکھ دیا جاتا، اور ہر وہ چیز جس کو بندہ مؤمن خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا اس کو بدلہ دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہے سوائے اس خرچ کے جو گناہ میں کیا جاتا ہے (جیسے شادی پر ڈھول وغیرہ مارنے پر خرچ کرنا، یا کسی اور غیر شرعی کام میں خرچ کرنا ایسے خرچ پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے اور رزق سے برکت اٹھ جاتی ہے اور بندہ ساری عمر قرضوں تلے دبا رہتا ہے۔)

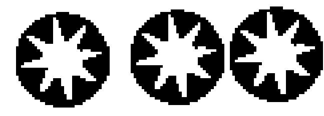
---

(۱) الدرالمختار،، کتاب الزکاۃ، باب الرکاز، ج ۳، ص ۳۰۹

(۲) الدرالمختار،، کتاب الزکاۃ، باب الرکاز، ج ۳، ص ۳۰۹

(۳) الدرالمختار، و، ردالمحتار،، کتاب الزکاۃ، باب الرکاز، ج ۳، ص ۳۱۱

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ ہر نیکی صدقہ ہے اور نیکی پر راہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی مثل ہے۔



بَابُ مَا جَآءَ فِیْ قُبُوْلِ الْھَدِیَّةِ مِمَّنْ تُصُدِّقَ عَلَیْهِ

صدقہ دیے ہوئے شخص سے تحفہ قبول کرنے کا بیان

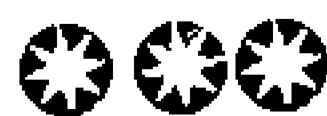
(۲۰۰) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تُصُدِّقَ عَلٰی بَرِیْرَةَ بِلَحْمٍ فَرَاٰہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ھُوَ لَھَا صَدَقَةٌ وَّلَنَا ھَدِیَّةٌ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہ پر گوشت صدقہ کیا گیا، نبی کریم علیہ السلام نے وہ دیکھا اور فرمایا: یہ اس کے لیے صدقہ اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

شرح:

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باندی حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گوشت کا صدقہ دیا گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ گوشت بریرہ کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

اس حدیث کا اصل مفہوم یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو کھانا دیا گیا جس میں سالن نہ تھا تو گھر والوں نے سالن نہ ہونے کی معذرت کی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہانڈی میں گوشت نہیں پڑا ہوا؟ یعنی ہانڈی میں گوشت پڑا ہوا تھا لیکن گھر والوں نے اس لیے نہ دیا کہ یہ صدقہ کے گوشت تھا جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باندی حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیا گیا تھا تو گھر والوں نے کہا کہ وہ صدقے کا گوشت ہے تو اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ گوشت بریرہ کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب وہ آدمی جس کو صدقہ دیا گیا ہے صدقے کا مالک ہو جائے تو اس صدقے کو وہ دوسروں کو بطور ہدیہ کھلا سکتا ہے۔ اس حدیث کو مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (۱)



(۱) - صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، الحدیث ۱۰۷۵ ص ۵۴۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

كِتَابُ الصَّوۡمِ

روزہ کا بیان

بَابُ مَا جَآءَ فِيۡ ان كل عمل ابن أدم لـه الا الصوم

روزے کے علاوہ انسان کا ہر عمل اسی کے لیے ہے

(۲۰۱) اَبُوۡ حَنِيۡفَةَ عَنۡ عَطَاءٍ عَنۡ اَبِيۡ صَالِحِ الزَّيَّاتُ عَنۡ اَبِيۡ هُرَيۡرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقُوۡلُ اللّٰهُ تَعَالٰى كُلُّ عَمَلِ ابۡنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّيَامُ فَهُوَ لِيۡ وَاَنَا اَجۡزِيۡ بِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزوں کے علاوہ انسان کا ہر عمل اسی کے لیے ہے، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

شرح:

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ "روزہ ڈھال ہے اور مؤمن کے قلعوں میں سے ایک قلعہ ہے اور ہر عمل کرنے والے کے لیے ہے سوائے روازہ کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روازہ میرے لیے ہے میں ہی اس کی جزاء دوں گا، اور اگر" اجزی : کو مجہول پڑھے تو معنی ہوگا کہ میں خود روزے کی جزاء ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزے میں ریا کاری نہیں ہوتی وہ میرے لیے ہے میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔

(۲۰۲) اَبُوۡ حَنِيۡفَةَ عَنۡ اِسۡمَاعِيۡلَ عَنۡ اَبِيۡ صَالِحٍ عَنۡ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتۡ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مَامِنۡ مُؤۡمِنٍ جَاعَ يَوۡمًا فَاجۡتَنَبَ الۡمَحَارِمَ وَلَمۡ يَاۡكُلۡ مَالَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ بَاطِلًا اِلَّا اَطۡعَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنۡ ثِمَارِ الۡجَنَّةِ۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بھی مسلمان کسی دن بھوکا رہا، اور وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء سے بچا، مسلمانوں کا مال باطل طریقہ سے نہ کھایا، تو اللہ تعالیٰ جنت کے پھل اس کو کھلائے گا۔ (۱)

شرح:

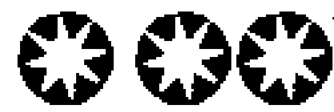
یعنی ہر وہ آدمی جو دن بھر بھوکا رہے اگر روزے کی نیّت نہ بھی کرے اور محارم سے اجتناب کرے اور مسلمانوں میں سے عام بندوں کا اور بالخصوص یتیموں کا مال باطل طریقے سے نہ کھائے تو اس کو اللہ تعالیٰ جنت کے میواجات کھلائے گا جن کا اثر منقطع نہیں ہوگا۔

ابن خزیمہ نے ابومسعود غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی، اُس میں یہ بھی ہے، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: اگر بندوں کو معلوم ہوتا کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری اُمّت تمنا کرتی کہ پورا سال رمضان ہی ہو۔

بزار و ابن خزیمہ و ابن حبان عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللہ (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! فرمائیے تو اگر میں اُس کی گواہی دوں کہ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ (عزوجل) کے رسول ہیں اور پانچوں نمازیں پڑھوں اور زکاۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور اس کی راتوں کا قیام کروں تو میں کن لوگوں میں سے ہوں گا؟ فرمایا: صدیقین اور شہدا میں سے۔ (۱)

روزہ عرف شرع میں مسلمان کا بہ نیّت عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے کو قصداً کھانے پینے جماع سے باز رکھنا، عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا شرط ہے۔ (۲)

مسئلہ: روزے کے تین درجے ہیں۔ ایک عام لوگوں کا روزہ کہ یہی پیٹ اور شرم گاہ کو کھانے پینے جماع سے روکنا۔ دوسرا خواص کا روزہ کہ ان کے علاوہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ پاؤں اور تمام اعضا کو گناہ سے باز رکھنا۔ تیسرا خاص الخاص کا کہ جمیع ماسوی اللہ (یعنی اللہ عزوجل کے سوا کائنات کی ہر چیز) سے اپنے کو بالکلیہ جُدا کر کے صرف اسی کی طرف متوجہ رہنا۔



بَابُ مَا جَآءَ فِيْ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُوْرَآء

یوم عاشورہ کے روزے کا بیان

(۲۰۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُمَيْرِيِّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ مُرْ قَوْمَكَ فَلْيَصُوْمُوْا هٰذَا الْيَوْمَ قَالَ اِنَّهُمْ طَعِمُوْا قَالَ وَاِنْ كَانُوْا قَدْ طَعِمُوْا۔

حضرت حمید بن عبدالرحمٰن حمیری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب میں سے کسی کو نے فرمایا: اپنے لوگوں کو حکم دو کہ وہ اس دن کا روزہ رکھیں، ان صحابی نے عرض کی: انہوں نے تو کھانا کھالیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگرچہ

(۱) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصوم، باب فضل رمضان، الحدیث ۳۴۲۹، ج ۵، ص ۱۸۴

(۲) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۹۴

انہوں نے کھانا کھالیا ہو۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے دس محرم الحرام کو اپنے ایک صحابی کو فرمایا کہ اپنی قوم اور گھر والوں کو حکم دو کہ وہ آج روزہ رکھیں، کیونکہ یہ دن بہت فضلیت والا ہے اور اس دن روزہ رکھنا پورے سال کا کفارہ ہے، تو اس صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ تو کھانا کھا چکے ہوں گے اور کھانا پینا تو روزہ کے منافی ہے؟؟؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگرچہ انہوں نے کھانا کھالیا ہے پھر بھی ان کو حکم دو کہ روزہ رکھیں۔

یہ حدیث امام بخاری کی ثلاثیات میں سے ایک ہے، اور ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے کھایا ہے وہ بھی باقی دن روزہ رکھے اور جس نے نہیں کھایا تو وہ روزہ رکھے یہ دن عاشورہ کا دن ہے۔

اور امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہم عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا حکم اور ترغیب دیتے تھے اور ہم سے روزہ رکھنے کا عہد لیتے جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو پھر آپ ﷺ نے عہد لینا چھوڑ دیا۔ اسی لیے ایک روایت میں آتا ہے کہ جو چاہے عاشوری کے دن روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے، اس پر ہم نے کافی تفصیل کے ساتھ شرح الثلاثیات میں کلام کیا ہے واللہ اعلم۔ (۱)

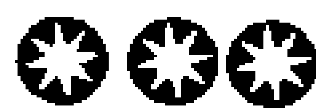
مسئلہ: روزے کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) فرض۔ (۲) واجب۔ (۳) نفل۔ (۴) مکروہِ تنزیہی۔ (۵) مکروہِ تحریمی۔

فرض وواجب کی دو قسمیں ہیں: معیّن وغیر معیّن۔ فرض معیّن جیسے ادائے رمضان۔ فرض غیر معیّن جیسے قضائے رمضان اور روزہ کفارہ۔ واجب معیّن جیسے نذر معیّن۔ واجب غیر معیّن جیسے نذر مطلق۔

نفل دو ۲ ہیں: نفل مسنون، نفل مستحب جیسے عاشورا یعنی دسویں محرم کا روزہ اور اس کے ساتھ نویں کا بھی اور ہر مہینے میں تیرھویں، چودھویں، پندرھویں اور عرفہ کا روزہ، پیر اور جمعرات کا روزہ، شش عید کے روزے صوم داود علیہ السلام، یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار۔

مکروہِ تنزیہی جیسے صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنا۔ نیروز ومہرگان کے دن روزہ۔ صوم دہر (یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا)، صوم سکوت (یعنی ایسا روزہ جس میں کچھ بات نہ کرے)، صوم وصال کہ روزہ رکھ کر افطار نہ کرے اور دوسرے دن پھر روزہ رکھے، یہ سب مکروہِ تنزیہی ہیں۔ مکروہِ تحریمی جیسے عید اور ایام تشریق (یعنی عید الفطر، عید الاضحیٰ اور گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ. ان پانچ دنوں۔) کے روزے۔ (۲)



(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 291

(۲) الفتاوی الھندیۃ. کتاب الصوم، الباب الاول، ج ۱، ص. ۱۹۴

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِیَامِ اَیَّامِ الْبِیْضِ

ایام بیض کے روزوں کا بیان

(۲۰۴) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ عَنْ مُّوْسَی ابْنِ طَلْحَةَ عَنِ ابْنِ الْحُوْتَكِیَّةِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاَرْنَبٍ فَاَمَرَ اَصْحَابَهٗ فَاَكَلُوْا وَقَالَ لِلَّذِیْ جَآءَ بِهَا مَالَكَ لَا تَاْكُلُ مِنْهَا قَالَ اِنِّیْ صَائِمٌ قَالَ وَمَا صَوْمُكَ قَالَ تَطَوُّعٌ قَالَ فَهَلَّا الْبِیْضَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں خرگوش کا پکا ہوا گوشت لایا گیا۔ آپ ﷺ اپنے صحابہ سے یوں مخاطب ہوئے: آپ لوگ کھائیں، پس انہوں نے شروع کر دیا، اور جو اس گوشت کو لیکر آیا، اس کو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کیوں نہیں کھا رہے؟ اس نے عرض کی کہ میں روزے سے ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: کونسا روزہ ہے؟ اس نے عرض کی: نفلی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایام بیض کے کیوں نہیں رکھتے؟۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک پکا ہوا خرگوش لایا گیا، تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کھاؤ اور جس نے خرگوش نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا تھا اس کو بھی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا آپ اس میں سے کیوں نہیں کھاتے؟ تو اس نے عرض کی میرا روزہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیسا روزہ یعنی قضاء کا فرض روزہ ہے یا نذر یا کسی اور کا؟؟ تو انہوں نے عرض کی کہ نفل روزہ ہے یہ روزہ ان دنوں میں تھا فضلیت والے نہ تھے تو اس لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم ایام بیض یعنی چاند کی تیرہ، چودہ، اور پندرہ تاریخ کا روزہ کیوں نہیں رکھتے یعنی آپ ﷺ نے ان کو ترغیب دی کہ اگر نفلی روزہ رکھنا ہی ہوتا ہے تو ان دنوں میں روزہ رکھا کر۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ خرگوش کا کھانا جائز ہے۔ (۱)

صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہتے ہیں ہم نے مَرّ الظَّهران (مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ کا نام۔) میں خرگوش بھگا کر پکڑا میں اس کو ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لایا انھوں نے ذبح کیا اور اس کی پُٹھ اور رانیں حضور (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم) کی خدمت میں بھیجیں حضور (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم) نے قبول فرمائیں۔ (۲)

طبرانی اور حاکم اور بیہقی و ابن عساکر نے زِر بن حُبَیش سے روایت کی انھوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا وہ فرماتے ہیں کہ خرگوش کو لکڑی یا پتھر سے مار کر (بغیر ذبح کئے) نہ کھاؤ لیکن بھالے اور برچھی اور تیر سے مار کر کھاؤ۔

---

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 410

(۲) صحیح البخاری، کتاب الذبائح ... الخ، باب ما جاء فی التصید، الحدیث ۵۴۸۹: ج ۳، ص ۵۵۴

بَابُ لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِّنْ سُحُوْرِكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ

باب : تمہیں سحری کرنے سے حضرت بلال کی اذان نہ روکے

(۲۰۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ بِلَالًا يُّنَادِيْ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَاِنَّهٗ يُؤَذِّنُ وَقَدْ حَلَّتِ الصَّلٰوةُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بیشک حضرت بلال رات کو اذان کہتے ہیں، تم کھاؤ، پیو حتیٰ کہ حضرت ابن ام مکتوم اذان کہیں کیونکہ وہ نماز کے وقت (شروع ہوتے ہوئے) اذان دیتے ہیں۔

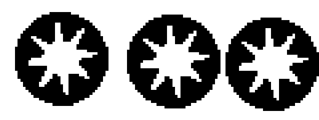
شرح:

یعنی حضرت بلال رمضان وغیرہ کی رات میں اذان دیتے ہیں، اس وقت کھاؤ پیو اسی طرح اس وقت جماع بھی جائز ہوگا، یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دیں (تو کھانا پینا جماع کرنا ترک کردو) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ" (البقرۃ: 187)

ترجمہ: اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہوجائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے۔

یہاں فجر سے مراد فجر صادق ہے نہ فجر کاذب جیسا کہ خود نبی اکرم ﷺ نے اسی طرف اشارہ فرمایا۔(۱)



بَابُ الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ

روزے دار کے لیے پچھنے کا بیان

(۲۰۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي السَّوَّارِ وَيُقَالُ لَهٗ اَبُو السَّوْرَاءِ وَهُوَ السُّلَمِيُّ عَنِ ابْنِ حَاضِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ بِالْقَاحَةِ وَهُوَ صَائِمٌ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اِحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقَاحَةِ وَهُوَ مُحْرِمٌ صَائِمٌ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَاَعْطَى الْحَجَّامَ اَجْرَهٗ وَلَوْ كَانَ خَبِيْثًا مَّا اَعْطَاهُ۔

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص 230

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قاحہ میں پچھنا لگوایا، جبکہ وہ روزے کی حالت میں تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قاحہ میں پچھنا لگوایا، جبکہ وہ احرام کی حالت میں اور، روزہ دار تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پچھنا لگوایا اور حجام کو اس کی اجرت دی، اگر یہ اجرت منع ہوتی، تو آپ ﷺ ہر گز یہ عطاء نہ کرتے۔

شرح:

نبی اکرم ﷺ نے مقام قاحہ میں پچھنا لگوایا حالانکہ آپ کا روزہ تھا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مقام قاحہ میں پچھنا لگوایا حالانکہ آپ محرم تھے، یعنی آپ نے حج و عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا اس کا معنی یہ ہوگا کہ آپ نے اس جگہ پچھنا لگوایا جہاں پر بال کاٹنے کی ضرورت نہ پڑی، یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پچھنا لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے سوائے امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کیونکہ وہ حدیث "افطر الحاجم والمحجوم" کے ظاہر پر عمل کرتے ہیں۔
امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حجامہ، قے، احتلام، سے روزہ نہیں ٹوٹتا، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ نعہ سے کسی نے سوال کیا کیا آپ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں حالت روزہ میں پچھنا لگوانا پسند نہیں کرتے تھے؟۔ تو آپ نے فرمایا نہیں ہاں کمزوری کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے (ویسے نہیں کرتے تھے)

ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پچھنا لگوایا تو حجام کو اس کی اجرت دی اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ حجام کی کمائی مکروہ ہے اور جس روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حجام کی کمائی سے منع فرمایا تو اس میں نہی تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی اس لیے کہ خود نبی اکرم ﷺ نے حجام کو اجرت دی ہے۔ (1)

(۲۰۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِحْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا قَالَ اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس قول کے بعد: (پچھنا لگانے اور لگوانے والا افطار کرے) پچھنا لگوایا۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس فرمان "" افطر الحاجم والمحجوم " کے بعد پچھنا لگوایا اس سے معلوم ہوا کہ پہلی حدیث منسوخ ہے یا پہلا حکم مخصوص ہے، لیکن اصل میں عدم اختصاص ہے، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت پچھنے سے روزہ ٹوٹ جانے کے قائل ہیں، نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ" افطر الحاجم والمحجوم " لیکن یہ حدیث اس حدیث کے معارض ہے جس میں بیان ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے پچھنا لگوایا حالانکہ آپ کا روزہ تھا۔

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 547

(۲۰۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ وَّلَمْ يَذْكُرْ اَنَسًا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پچھنا لگوایا، جبکہ وہ روزے کی حالت میں تھے۔ اور ایک روایت میں ہے: حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو ابن شہاب رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے پچھنا لگوایا، جبکہ وہ روزے کی حالت میں تھے، اور حضرت انس کا ذکر نہیں کیا۔

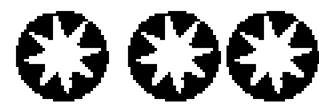
شرح:

یہ حدیث پچھلی احادیث کے ہم معنی ہے۔ واللہ اعلم۔

فقہی مسائل:

مسئلہ: فصد کھلوانا، پچھنے لگوانا مکروہ نہیں جب کہ ضعف کا اندیشہ نہ ہو اور اندیشہ ہو تو مکروہ ہے، اُسے چاہیے کہ غروب تک مؤخر کرے۔ (۱)

مسئلہ: حجامت یعنی پچھنے لگوانا جائز ہے اور پچھنے کی اُجرت دینا لینا بھی جائز ہے پچھنے لگانے والے کے لیے وہ اُجرت حلال ہے اگرچہ اُس کو خون نکالنا پڑتا ہے اور کبھی خون سے آلودہ بھی ہو جاتا ہے مگر چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے خود پچھنے لگوائے اور لگانے والے کو اُجرت بھی دی معلوم ہوا کہ اس اُجرت میں خباثت نہیں۔ (۲)



بَابُ الصَّائِمِ يُصْبِحُ جُنُبًا اَوْ يُقَبِّلُ نِسَاءَهٗ

باب: روزے دار جب جنبی ہو جائے یا اپنی بیوی کو بوسہ دے

(۲۰۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يُصْبِحُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُنُبًا مِّنْ غَيْرِ احْتِلَامٍ ثُمَّ يُتِمُّ صَوْمَهٗ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بغیر احتلام کے حالت جنابت میں ہوتے، پھر اپنے روزہ کا پورا فرماتے۔

---

(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الثالث، فیما یکرہ للصائم وما لا یکرہ، ج ۱، ص ۱۹۹۔ ۲۰۰

(۲) الھدایۃ، کتاب الإجارات، باب الإجارۃ الفاسدۃ، ج ۲، ص ۲۳۸

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ بغیر احتلام کے جنابت کی حالت میں صبح کرتے یعنی آپ ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ جماع کی وجہ سے جنبی ہوتے پھر اپنا روزہ پورا کرتے تھے۔ (۱)

(۲۱۰) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِیْ سُلَیْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ اِلٰى صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَرَاْسُهٗ یَقْطُرُ مَاءً مِّنْ غُسْلِ جَنَابَةٍ وَّجِمَاعٍ ثُمَّ یَظَلُّ صَائِمًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر کے لیے نکلتے جبکہ آپ ﷺ کے سر مبارک سے غسل جنابت اور غسلِ جماع کا پانی ٹپک رہا ہوتا، پھر آپ ﷺ روزے کی حالت میں رہتے۔

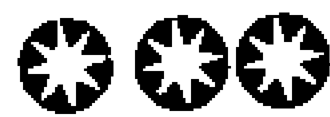
شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نماز فجر کے لیے اس حالت میں تشریف لے جاتے کہ آپ کے سر اقدس کے بالوں سے تازہ تازہ غسل کرنے کی وجہ سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوتے تھے پھر اپنے روزے کو پورا فرماتے تھے۔ (ان دونوں حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ دار حالت جنابت میں صبح کرے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا، ان دونوں حدیثوں کی مزید شرح اگلی حدیث میں آرہی ہے، ابو الاحمد غفرلہ) (۲)

فقہی مسائل:

مسئلہ: جنابت کی حالت میں صبح کی بلکہ اگرچہ سارے دن جنب رہا روزہ نہ گیا مگر اتنی دیر تک قصداً غسل نہ کرنا کہ نماز قضا ہو جائے گناہ وحرام ہے۔ حدیث میں فرمایا: کہ جنب جس گھر میں ہوتا ہے، اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ (۳)

مسئلہ: عورت کو جب حیض ونفاس آ گیا تو روزہ جاتا رہا اور حیض سے پورے دس دن رات میں پاک ہوئی تو بہر حال کل کا روزہ رکھے اور کم میں پاک ہوئی تو اگر صبح ہونے کو اتنا عرصہ ہے کہ نہا کر خفیف سا وقت بچے گا تو بھی روزہ رکھے اور اگر نہا کر فارغ ہونے کے وقت صبح چمکی تو روزہ نہیں۔ (۴)



(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 156

(۲) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 71

(۳) سنن أبی داود، کتاب الطہارۃ، باب فی الجنب یؤخر الغسل، الحدیث ۲۲۷: ج۱، ص ۱۰۹

(۴) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الخامس فی الاعذار التی تبیح ال إفطار، ج۱، ص ۲۰۷

باب قبلۃ الصائم

روزے دار کے لیے بوسہ لینا

(۲۱۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ اِلَى الْفَجْرِ وَرَأْسُهٗ يَقْطُرُ وَيَظَلُّ صَائِمًا. وَبِاِسْنَادِهٖ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ نِسَاءَهٗ فِيْ رَمَضَانَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر کے لیے نکلتے جبکہ آپ ﷺ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا ہوتا، پھر آپ ﷺ روزے کی حالت میں رہتے۔ اور اسی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج کو رمضان میں بوسہ دیتے۔

شرح:

اس حدیث کو امام مالک اور ائمہ صحاح ستہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے، کہ کئی بار نبی اکرم ﷺ فجر کو اپنے گھر والوں سے جماع کی وجہ کی حالت جنابت میں پاتے، پھر غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ جس نے روزہ رکھا پھر حالت جنابت میں صبح کی تو اس کا روزہ صحیح ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ طلوع فجر سے پہلے غسل کر لے بعض سلف نے کہا ہے کہ اس کا روزہ باطل ہوجاتا ہے اس کو چاہیے کی سارا دن کھانے پینے سے رکا رہے پھر بعد میں روزے کی قضاء کرے۔ (۱)

(۲۱۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصِيْبُ مِنْ وَجْهِهَا وَهُوَ صَائِمٌ يَعْنِي الْقُبْلَةَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں انہیں بوسہ دیتے تھے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ بحالت روزہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چہرہ مبارک کو چھو بھی لیتے اور بوسہ بھی لیتے تھے، اس حدیث کو بعینہ شیخین نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے ایک آدمی نے روزے کی حالت میں مباشرت (بوس وکنار) کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا جائز ہے، پھر ایک آدمی آیا تو اس نے بھی یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جائز نہیں، تو جس کو آپ ﷺ نے اجازت دی تھی وہ بوڑھا تھا اور جس کو منع فرمایا وہ جوان تھا، امام ابن ھمام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث روزے میں اپنی عورت کا بوسہ

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص52،

لینے کے بارے میں اُس تفصیل کا فائدہ دیتی ہے، جس کو ہم نے اختیار کیا ہے کہ اگر بوسہ لینے والا اپنے اوپر کنٹرول کرسکتا ہے تو بوسہ لینا جائز ہے اور اگر نہیں کرسکتا تو مکروہ ہے۔ (۱)

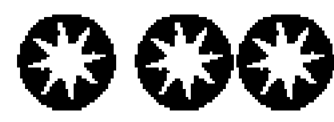
(۲۱۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ زِيَادٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَآئِمٌ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت روزہ میں بوسہ لیتے تھے۔

شرح:

یہ حدیث ماقبل کے ہم معنی ہے واللہ اعلم۔

مسئلہ: عورت کا بوسہ لینا اور گلے لگانا اور بدن چھونا مکروہ ہے، جب کہ یہ اندیشہ ہو کہ انزال ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہوگا اور ہونٹ اور زبان چوسنا روزہ میں مطلقاً (یعنی چاہے انزال و جماع کا ڈر ہو یا نہ ہو) مکروہ ہے۔ یو ہیں مباشرت فاحشہ۔ (۲)



بَابُ مَا جَآءَ فِي رُخْصَةِ الْاِفْطَارِ فِي السَّفَرِ

سفر میں افطار کی رخصت کا بیان

(۲۱۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ ابْنِ حَبِيْبِ الصَّيْرَفِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلَيْلَتَيْنِ خَلَتَا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَصَامَ حَتّٰى اَتٰى قُدَيْدًا فَشَكَا النَّاسُ اِلَيْهِ الْجُهْدَ فَاَفْطَرَ فَلَمْ يَزَلْ مُفْطِرًا حَتّٰى اَتٰى مَكَّةَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان کی تیسری تاریخ کو مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت روزہ میں تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام "قدید" پہنچے تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشقت کی شکایت کردی، جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ افطار فرمالیا اور مکہ مکرمہ تک پہنچنے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت افطار میں ہی رہے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کی تیسری تاریخ کو مدینہ سے مکہ کی طرف نکلے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا ہوا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام قدید پر پہنچے جو کہ دو حرموں کے درمیان ایک جگہ ہے تو لوگوں نے روزے کی وجہ سے آپ سے مشقت کی شکایت کی اس لیے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمل بالرخصت میں مخالفت نہیں کرنا چاہتے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں

---

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 401، 276

(۲) ردالمحتار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، مطلب: فیما یکرہ للصائم، ج ۳، ص ۴۵۴

کی ضرورت کی وجہ سے افطار فرمایا اور مکہ تک مسلسل بغیر روزے کے رہے اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا اس لے لیے افضل ہے جو روزے کی طاقت رکھتا ہو جیسا کہ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ کا فرمان اشارہ فرماتا ہے کہ۔

"فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ"

(البقرۃ: 184)

ترجمہ: توتم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو۔

اور وہ حدیث جس میں آیا ہے کہ سفر کی حالت میں روزہ رکھنے میں کوئی نیکی نہیں وہ حالت ضعف پر محمول ہے یعنی جو روزے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کے لیے حالت سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں۔ (۱)

(۲۱۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَافَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ يُرِيْدُ مَكَّةَ فَصَامَ وَ صَامَ النَّاسُ مَعَهٗ. وَفِيْ رِوَايَةٍ خَرَجَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فِيْ رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى بَعْضِ الطَّرِيْقِ فَشَكَا النَّاسُ اِلَيْهِ الْجُهْدَ فَاَفْطَرَ فَلَمْ يَزَلْ مُفْطِرًا حَتّٰى اَتٰى مَكَّةَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ سَافَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ يُرِيْدُ مَكَّةَ فَصَامَ وَصَامَ الْمُسْلِمُوْنَ حَتّٰى اذا كَانَ بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ شَكَا بَعْضُ الْمُسْلِمِيْنَ الْجُهْدَ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاَفْطَرَ وَاَفْطَرَ الْمُسْلِمُوْنَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان میں مکہ معظمہ کی طرف سفر کی غرض سے نکلے، آپ ﷺ اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ روزہ رکھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ رمضان میں مدینہ سے مکہ کی طرف نکلے تو آپ نے روزہ رکھا جب کچھ سفر طے کیا تو لوگوں نے آپ ﷺ نے دشواری کی شکایت کی تو نبی اکرم ﷺ نے روزہ افطار کر دیا اور مسلسل افطار میں ہی رہے یہاں تک کہ مکہ میں پہنچ گے

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ رمضان میں مدینہ سے مکہ کی طرف نکلے تو آپ نے روزہ رکھا جب کچھ سفر طے کیا تو لوگوں نے آپ ﷺ نے دشواری کی شکایت کی تو نبی اکرم ﷺ نے روزہ افطار کر دیا تو لوگوں نے بھی افطار کر دیا۔

شرح:

ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے اس حدیث کی شرح وہی کی جو ابھی جو اوپر گزری ہے ، واللہ اعلم۔

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 398

فقہی مسائل:

صحیحین میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہتی ہیں حمزہ بن عمرو اسلمی بہت روزے رکھا کرتے تھے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا، کہ سفر میں روزہ رکھوں؟ ارشاد فرمایا: چاہو رکھو، چاہے نہ رکھو۔

صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں سولھویں رمضان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہم جہاد میں گئے۔ ہم میں بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے نہ رکھا تو نہ روزہ داروں نے غیر روزہ داروں پر عیب لگایا اور نہ انھوں نے ان پر۔ (۱)

ابوداود و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ انس بن مالک کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ، اللہ تعالیٰ نے مسافر سے آدھی نماز معاف فرمادی (یعنی چار رکعت والی دو پڑھے گا) اور مسافر اور دُودھ پلانے والی اور حاملہ سے روزہ معاف فرمادیا۔ (کہ اُن کو اجازت ہے کہ اُس وقت نہ رکھیں بعد میں وہ مقدار پوری کرلیں)۔ (۲)

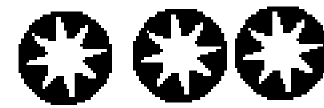
مسئلہ: سفر و حمل اور بچہ کو دودھ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور خوف ہلاک و اکراہ و نقصانِ عقل اور جہاد یہ سب روزہ نہ رکھنے کے لیے عذر ہیں، ان وجوہ سے اگر کوئی روزہ نہ رکھے تو گنہگار نہیں۔

مسئلہ: سفر سے مراد سفر شرعی ہے یعنی اتنی دُور جانے کے ارادہ سے نکلے کہ یہاں سے وہاں تک تین دن کی مسافت ہو، اگرچہ وہ سفر کسی ناجائز کام کے لیے ہو۔ (۳)

مسئلہ: دن میں سفر کیا تو اُس دن کا روزہ افطار کرنے کے لیے آج کا سفر عذر نہیں۔ البتہ اگر توڑے گا تو کفارہ لازم نہ آئے گا مگر گنہگار ہوگا اور اگر سفر کرنے سے پہلے توڑ دیا پھر سفر کیا تو کفارہ بھی لازم اور اگر دن میں سفر کیا اور مکان پر کوئی چیز بھول گیا تھا، اُسے لینے واپس آیا اور مکان پر آکر روزہ توڑ ڈالا تو کفارہ واجب ہے۔

مسئلہ: مسافر نے ضحوہ کبریٰ سے پیشتر اقامت کی اور ابھی کچھ کھایا نہیں تو روزہ کی نیّت کرلینا واجب ہے۔ (۴)

مسئلہ: خود اس مسافر کو اور اُس کے ساتھ والے کو روزہ رکھنے میں ضرر نہ پہنچے تو روزہ رکھنا سفر میں بہتر ہے ورنہ نہ رکھنا بہتر۔ (۵)



---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب جواز الصوم والفطر فی الشھر رمضان... إلخ، الحدیث ۱۱۱۶: ص ۵۶۴

(۲) جامع الترمذی، أبواب الصوم، باب ماجاء فی الرخصۃ فی ال إفطار للحبلی والمرضع، الحدیث ۷۱۵: ج ۲، ص ۱۷۰

(۳) الدرالمختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۳

(۴) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۸۶

(۵) الدرالمختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۵

بَابُ النَّهْيِ عَنْ صَوْمِ الصَّمْتِ وَالْوِصَالِ

خاموشی اور وصال کے روزے کی ممانعت

(۲۱۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَدِيٍّ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ صَوْمِ الْوِصَالِ وَصَوْمِ الصَّمْتِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صوم وصال اور خاموشی کے روزے سے منع فرمایا ہے۔

شرح:

نبی اکرم ﷺ نے صیام وصال سے منع فرمایا اور وہ یہ ہے کہ روزے ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح ملے ہوں کہ ان میں کھانے پینے کا فاصلہ نہ ہو، یعنی مسلسل دو دن یا کئی دن افطار نہ کرے، بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو ان پر رحمت کرتے ہوئے صوم وصال سے منع فرمایا تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ خود تو صوم وصال رکھتے ہیں (اور ہمیں منع فرماتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں تم میں سے کسی کی بھی مثل نہیں میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے (یعنی میرا رب جنت سے مجھے کھلاتا پلاتا ہے یا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتا ہوں تو میری بھوک پیاس ختم ہوجاتی ہے اور یہ سعادت تم کو نہیں ملی)۔

اور نبی اکرم ﷺ نے چپ کے روزے سے بھی منع فرمایا چپ کا روزہ نصاریٰ کے دین میں جائز تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا" (مریم: 26)

ترجمہ: میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔

اور بغیر چپ کے روزے کے خاموش رہنا تو اس بارے میں فرمایا گیا کہ جس چپ رہا اس نے نجات پائی، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ روزے دار کی خاموشی تسبیح ہے اور اس کی نیند عبادت ہے، اور اس کی دعا قبول ہونے والی، اور اس کا عمل (اجر کے لحاظ سے) دوگنا ہے۔ امام بن ھمام فرماتے ہیں کہ چپ کا روزہ مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی روزہ رکھے اور کلام نہ کرے یعنی اپنے اوپر عدم کلام کو لازم کرلے بلکہ اس کو خیر کے ساتھ اور ضروری کلام کرنا چاہے اور صوم وصال بھی مکروہ ہے اگر چہ دو دن کا ہی ہو، اور صوم الدھر بھی مکروہ ہے کیونکہ یہ آدمی کو کمزور کر دے گا۔ (۱)

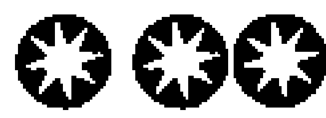
(۲۱۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيٰى عَنِ الْمُهَاجِرِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ الصَّمْتِ وَصَوْمِ الْوِصَالِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صوم وصال اور خاموشی کے روزے سے منع فرمایا ہے۔

شرح:

یہ حدیث پچھلی حدیث کا اعادہ ہے واللہ اعلم، اس پر کلام ہو چکا ہے۔ (۱)

جیسا کہ شرح میں بیان ہو چکا کہ روزہ رکھ کر اچھی باتیں کرے یہ نہیں کہ کسی کی چغلی وغیرہ کرتا پھرے کیونکہ، جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی دینا، بیہودہ بات، کسی کو تکلیف دینا کہ یہ چیزیں ویسے بھی ناجائز وحرام ہیں روزہ میں اور زیادہ حرام اور ان کی وجہ سے روزہ میں کراہت آتی ہے۔ اور اگر اس نے بولنا ہے تو اچھا بولے اچھا سنے، وباللہ التوفیق۔



بَابُ النَّهْيِ عَنْ صِيَامِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ

ایام تشریق میں روزے کی ممانعت

(۲۱۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ قَزْعَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ صِيَامِ ثَلٰثَةِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَبِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ صِيَامِ الْيَوْمِ الَّذِيْ يُشَكُّ فِيْهِ مِنْ رَّمَضَانَ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایام تشریق کے تین دن میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے اس دن کے روزے سے بھی منع فرمایا ہے جس میں شک ہو۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے ایام تشریق (یعنی ایام منی کا دوسرا، تیسرا، اور چوتھا دن) کے روزوں سے منع فرمایا ان کو ایام تشریق اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان دنوں میں لوگ گوشت کو سورج دھوپ میں تیار کرتے تھے (یعنی محفوظ کرتے تھے)، اور شیخین کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یوم فطر اور یوم نحر روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، اور مسند ابوداؤد طیالسی کی روایت میں حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سال میں پانچ دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، تین دن تشریق کے ایک عید الفطر کا اور ایک عید الاضحیٰ کا۔ (۲)

فقہی مسائل:

بیہقی ابوسلیمان دارانی سے راوی، کہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے وقوف کے بارے میں سوال ہوا کہ اس

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 514

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 246

پہاڑ میں کیوں مقرر ہوا، حرم میں کیوں نہ ہوا؟ فرمایا : کعبہ بیت اللہ ہے اور حرم اُس کا دروازہ تو جب لوگ اُس کی زیارت کے قصد سے آئے دروازے پر کھڑے کیے گئے کہ تضرع کریں۔ عرض کی، یا امیر المومنین! پھر وقوفِ مُزدَلِفہ کا کیا سبب ہے؟ فرمایا کہ جب انھیں آنے کی اجازت ملی تو اب اس دوسری ڈیوڑھی پر رد کے گئے پھر جب تضرع زیادہ ہوا تو حکم ہوا کہ منیٰ میں قربانی کریں پھر جب اپنے میل کُچیل اُتار چکے اور قربانیاں کر چلے اور گناہوں سے پاک ہو چکے تو اب باطہارت زیارت کی انھیں اجازت ملی۔ عرض کی گئی، یا امیر المومنین! ایام تشریق میں روزے کیوں حرام ہیں؟ فرمایا کہ وہ لوگ اللہ (عزوجل) کے زوّار و مہمان ہیں اور مہمان کو بغیر اجازت میزبان روزہ رکھنا جائز نہیں۔

مسئلہ: روزے کی پانچ قسمیں ہیں :

(۱) فرض۔ (۲) واجب۔ (۳) نفل۔ (۴) مکروہِ تنزیہی۔ (۵) مکروہِ تحریمی۔

فرض و واجب کی دو قسمیں ہیں : معیّن و غیر معیّن۔ فرض معیّن جیسے ادائے رمضان۔ فرض غیر معیّن جیسے قضائے رمضان اور روزہ کفارہ۔ واجب معیّن جیسے نذر معیّن۔ واجب غیر معیّن جیسے نذر مطلق۔

نفل دو ۲ ہیں : نفل مسنون، نفل مستحب جیسے عاشورا یعنی دسویں محرم کا روزہ اور اس کے ساتھ نویں کا بھی اور ہر مہینے میں تیرھویں، چودھویں، پندرھویں اور عرفہ کا روزہ، پیر اور جمعرات کا روزہ، شش عید کے روزے صوم داود علیہ السلام، یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار۔

مکروہِ تنزیہی جیسے صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنا۔ نیروز و مہرگان کے دن روزہ۔ صوم دہر (یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا)، صومِ سکوت (یعنی ایسا روزہ جس میں کچھ بات نہ کرے)، صومِ وصال کہ روزہ رکھ کر افطار نہ کرے اور دوسرے دن پھر روزہ رکھے، یہ سب مکروہِ تنزیہی ہیں۔ مکروہِ تحریمی جیسے عید اور ایّامِ تشریق (یعنی عید الفطر، عید الاضحیٰ اور گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ، ان پانچ دنوں۔) کے روزے۔ (۱)

مسئلہ: عیدین یا ایام تشریق میں روزہ نفل رکھا تو اس روزہ کا پورا کرنا واجب نہیں، نہ اُس کے توڑنے سے قضا واجب، بلکہ اس روزہ کا توڑ دینا واجب ہے اور اگر ان دنوں میں روزہ رکھنے کی منّت مانی تو منّت پوری کرنی واجب ہے مگر ان دنوں میں نہیں بلکہ اور دنوں میں۔

بَابُ مَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْتَكِفَ قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمَ

اسلام لانے سے پہلے اعتکاف کی نذر کا بیان

(۲۱۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ نَذَرْتُ لَنْ اَعْتَكِفَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا اَسْلَمْتُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۹۴

أَوْفِ بِنَذْرِكَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے مسجد حرام میں زمانہ جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی، جب میں اسلام لایا تو رسول اللہ ﷺ سے میں نے دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر کو پورا کرو۔

شرح:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نعہ فرماتے ہیں کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی کہ مسجد حرام میں اعتکاف کروگا جب میں نے اسلام قبول کیا تو اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنی نذر کو پورا کرو یہ روایت متعدد کتب میں موجود ہے۔ (۱)

فقہی مسائل:

نذر کی دو اقسام ہیں۔

نذر شرعی:

نذر اصطلاح شرع میں وہ عبادت مقصودہ ہے جو جنس واجب سے ہو اور وہ خود بندہ پر واجب نہ ہو، مگر بندہ نے اپنے قول سے اسے اپنے ذمہ واجب کرلیا ہو مثلاً یہ کہا کہ میرا یہ کام ہو جائے تو دس رکعت نفل ادا کروں گا اسے نذر شرعی کہتے ہیں۔

نذرِ عرفی، نذر لغوی:

اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے اسے نذرِ (عرفی اور) لغوی کہتے ہیں اس کا معنی نذرانہ ہے جیسے کوئی شاگرد اپنے استاد سے کہے کہ یہ آپ کی نذر ہے یہ بالکل جائز ہے یہ بندوں کی ہو سکتی ہے مگر اس کا پورا کرنا شرعاً واجب نہیں مثلاً گیارہویں شریف کی نذر اور فاتحہ بزرگان دین وغیرہ۔ (ماخوذ از جاء الحق، ص ۳۱۴)

اعتکاف کے کافی مسائل ہم نے "باب الاعتکاف" حدیث نمبر 171 میں بیان کردیے اب یہاں پر صرف "نذر" کے مسائل ذکر کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

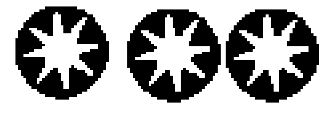
مسئلہ: منت کے اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے، یہاں تک کہ اگر ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی اور یہ کہا کہ روزہ نہ رکھے گا جب بھی روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر رات کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں کہ رات میں روزہ نہیں ہو سکتا اور اگر یوں کہا کہ ایک دن رات کا مجھ پر اعتکاف ہے تو یہ منت صحیح ہے اور اگر آج کے اعتکاف کی منت مانی اور کھانا کھا چکا ہے تو منت صحیح نہیں۔

مسئلہ: یوہیں اگر ضحوہ کبریٰ کے بعد منت مانی اور روزہ نہ تھا تو یہ منت صحیح نہیں کہ اب روزہ کی نیت نہیں کرسکتا، بلکہ اگر روزہ کی نیّت کرسکتا ہو مثلاً ضحوہ کبریٰ سے قبل جب بھی منت صحیح نہیں کہ یہ روزہ نفل ہوگا اور اس اعتکاف میں روزہ واجب درکار۔

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیٰ مسند الامام الاعظم ص ۱۹۴

مسئلہ: یہ ضروری نہیں کہ خاص اعتکاف ہی کے لیے روزہ ہو بلکہ روزہ ہونا ضروری ہے، اگرچہ اعتکاف کی نیت سے نہ ہو مثلاً اس رمضان کے اعتکاف کی منت مانی تو وہی رمضان کے روزے اس اعتکاف کے لیے کافی ہیں اور اگر رمضان کے روزے تو رکھے مگر اعتکاف نہ کیا تو اب ایک ماہ کے روزے رکھے اور اس کے ساتھ اعتکاف کرے اور اگر یوں نہ کیا یعنی روزے رکھ کر اعتکاف نہ کیا اور دوسرا رمضان آ گیا تو اس رمضان کے روزے اس اعتکاف کے لیے کافی نہیں۔

یوہیں اگر کسی اور واجب کے روزے رکھے تو یہ اعتکاف ان روزوں کے ساتھ بھی ادا نہیں ہو سکتا، بلکہ اب اُس کے لیے خاص اعتکاف کی نیت سے روزے رکھنا ضروری ہے اور اگر اس صورت میں کہ رمضان کے اعتکاف کی منت مانی تھی نہ روزے رکھے، نہ اعتکاف کیا اب ان روزوں کی قضا رکھ رہا ہے تو ان قضا روزوں کے ساتھ وہ اعتکاف کی منت بھی پوری کر سکتا ہے۔(۱)



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ الْحَجِّ
حج کا بیان

بَابُ التَّعْجِیْلِ فِی الْحَجِّ
حج جلدی کرنے کا بیان

(۲۲۰) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ عَطِیَّۃَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْیُعَجِّلْ۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی حج کا ارادہ کرے، تو اسے (حج کرنے میں) جلدی کرنی چاہیے۔

شرح:

یعنی جو حج یا عمرہ یا دونوں کا اردہ کرے تو اس کو چاہیے کہ جلدی کرے اس لیے کہ تاخیر کرنے میں بہت زیادہ مشکلات ہوسکتی ہیں، اس حدیث کو امام احمد، اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (۱)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اَفْضَلِ الْحَجِّ وَ فَضْلِ الْحَاجِّ
حج اور حاجی کی فضیلت کا بیان

(۲۲۱) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَاجُّ مَغْفُوْرٌ لَّہٗ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَّہٗ اِلٰی انْسِلَاخِ الْمُحَرَّمِ۔

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 297

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حاجی کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور وہ خود جس کے لیے دعا کرے اس کے گناہ بھی بخش دیے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ ماہ محرم الحرام کے ختم ہونے تک باقی رہتا ہے۔

شرح:

ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حج و عمرہ ادا کرنے والے اللہ تعالیٰ کے وفد ہیں اگر اس سے دعا کریں تو قبول ہو اگر اس سے بخشش چاہیں تو ان کی بخشش ہو، اور امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب تم حاجی سے ملو اس کو سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس سے گزارش کرو کہ وہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے تمہارے لیے بخشش کی دعا کرے کیونکہ وہ بخشا ہوا ہے۔

لوگوں کو چاہیے کہ حاجی کا استقبال کریں اور اس کے گھر پہنچنے سے قبل دعا کرائیں کہ حاجی جب تک اپنے گھر میں قدم نہیں رکھتا اس کی دعا قبول ہے۔

(۲۲۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ طَارِقٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْحَجِّ الْعَجُّ وَالثَّجُّ فَاَمَّا الْعَجُّ فَالْعَجِيْجُ وَاَمَّا الثَّجُّ فَثَجُّ الْبَدَنِ قَالَ فَثَجُّ الدَّمِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَمَّا الثَّجُّ فَنَحْرُ الْهُدٰى۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین حج "عج اور ثج" ہے، عج سے مراد تو بلند آواز سے تلبیہ کہنا، اور ثج سے مراد جانور ذبح کرنا ہے، بعض نے کہا کہ اس سے مراد "خون بہانا" ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ثج سے مراد قربانی کے جانور کو ذبح کرنا ہے۔

شرح:

یعنی افضل حج وہ ہے جس میں عج اور ثج ہو، عج بلند آواز سے تلبیہ پڑھنے کو کہتے ہیں اور ثج قربانی کرنے کو کہتے ہیں، اور بعض نے کہا کہ ثج اس قربانی کو کہتے ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے کی جائے، اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ (۱)

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

(اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۚ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ) (آل عمران: 96،97)

بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور ہدایت تمام جہان کے لیے، اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم اور جو شخص اس میں داخل ہو با امن ہے اور اللہ (عزوجل) کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج ہے، جو شخص باعتبار راستہ کے اس کی طاقت رکھے اور جو کفر کرے تو اللہ (عزوجل) سارے جہان سے بے نیاز ہے۔

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم ، 433

اور فرماتا ہے:

(وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ) (البقرہ :196)

حج وعمرہ کو اللہ (عزوجل) کے لیے پورا کرو۔

حدیث: صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا: ،اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا لہٰذا حج کرو۔ ایک شخص نے عرض کی، کیا ہر سال یارسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے سکوت فرمایا۔ انھوں نے تین بار یہ کلمہ کہا۔ ارشاد فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر واجب ہوجاتا اور تم سے نہ ہوسکتا پھر فرمایا: جب تک میں کسی بات کو بیان نہ کروں تم مجھ سے سوال نہ کرو، اگلے لوگ کثرتِ سوال اور پھر انبیا کی مخالفت سے ہلاک ہوئے، لہٰذا جب میں کسی بات کا حکم دوں تو جہاں تک ہوسکے اُسے کرو اور جب میں کسی بات سے منع کروں تو اُسے چھوڑ دو۔ (۱)

حدیث: صحیحین میں انھیں سے مروی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی گئی، کون عمل افضل ہے؟ فرمایا: ،اللہ (عزوجل) ورسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان۔ عرض کی گئی پھر کیا؟ فرمایا: اللہ (عزوجل) کی راہ میں جہاد۔ عرض کی گئی پھر کیا؟ فرمایا: حجِ مبرور۔ (۲)

حدیث: بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابن ماجہ انھیں سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ،جس نے حج کیا اور رفث (فحش کلام) نہ کیا اور فسق نہ کیا تو گناہوں سے پاک ہوکر ایسا لوٹا جیسے اُس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔،

حدیث: بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابن ماجہ انھیں سے راوی، ،عمرہ سے عمرہ تک اُن گناہوں کا کفارہ ہے جو درمیان میں ہوئے اور حجِ مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔،

حدیث: مسلم وابن خزیمہ وغیرہما عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ،حج ان گناہوں کو دفع کردیتا ہے جو پیشتر ہوئے ہیں۔،

حدیث: ابن ماجہ اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ،حج کمزوروں کے لیے جہاد ہے۔

اور اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ابن ماجہ نے روایت کی، کہ میں نے عرض کی، یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عورتوں پر جہاد ہے؟ فرمایا: ہاں ان کے ذمہ وہ جہاد ہے جس میں لڑنا نہیں حج وعمرہ۔ (۳)

اور صحیحین میں انھیں سے مروی ہے، کہ فرمایا: تمہارا جہاد حج ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر، الحدیث ۱۳۳۷: ،ص ۶۹۸.

(۲) صحیح البخاری، ،کتاب الایمان، باب من قال ان الایمان ھو العمل، الحدیث ۲۶: ،ج ۱، ص ۲۱.

(۳) صحیح البخاری، ،کتاب الجھاد، باب جھاد النساء، الحدیث ۲۸۷۵: ،ج ۲، ص ۲۷۴.

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اَمْوَاقِیْتُ الْحَجِّ

حج کے میقات کا بیان

(۲۲۳) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ یَّحْیٰی اَنَّ نَافِعًا قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنُ عُمَرَ یَقُوْلُ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللهِ اَیْنَ الْمُهَلُّ قَالَ یُهِلُّ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ مِنْ ذِی الْحُلَیْفَةِ وَیُهِلُّ اَهْلُ الْعِرَاقِ مِنَ الْعَقِیْقِ وَیُهِلُّ اَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَیُهِلُّ اَهْلُ نَجْدٍ مِّنْ قَرْنٍ۔

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو
عرض کی : یارسول اللہ ﷺ ! احرام باندھنے کا مقام کون سا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اہل مدینہ، ذوالحلیفہ کے مقام سے،
عراق، مقام عقیق سے، اہل شام مقام جحفہ سے اور اہل نجد، مقام قرن سے احرام باندھیں۔

شرح:

یعنی ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کی یارسول اللہ ﷺ مہل یعنی لوگوں کے لیے احرام اور میقات کا محل کہاں ہے
نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ والے کا میقات ذوالخلیفہ ہے" ذوالخلیفہ" ایک مشہور جگہ ہے جس کو بئر علی بھی کہتے ہیں
اہل نجد کا میقات "قرن" ہے، اس حدیث کو امام ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے، اور اہل عراق کا میقات مقام عقیق ہے "عق
شرق والوں کے راستہ میں ایک مشہور وادی کا نام ہے، اور اہل شام اور مصر کا میقات "جحفۃ" ہے اور اہل یمن کا میقات "یلملم"
یہ تمام مواقیت مکانیہ اپنے اہل کے لیے معروف ہیں۔ (۱)

(۲۲۴) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ مَنْ اَرَادَ مِنْكُمُ الْحَجَّ فَلَا یُحْرِمَنَّ اِلَّا مِنَ الْمِیْقَاتِ وَالْمَوَاقِیْتُ الَّتِیْ وَقَّتَهَا نَبِیُّكُمْ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ وَمَنْ مَرَّبِهَا مِنْ غَیْرِ اَهْلِهَا ذُوالْحُلَیْفَةِ وَلِاَهْلِ الشَّامِ وَمَنْ مَرَّبِهَا الْجُحْفَةُ وَلِاَهْلِ نَجْدٍ وَمَنْ مَرَّبِهَا مِنْ غَیْرِ اَهْلِهَا قَرْنٌ وَّلِاَهْلِ الْیَمَنِ وَمَنْ مَرَّبِهَا مِنْ غَیْرِ اَهْلِهَا یَلَمْلَمُ وَلِاَهْلِ الْعِرَاقِ وَلِسَائِرِ النَّاسِ ذَاتُ عِرْقٍ۔

حضرت اسود بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا، اور اس میں فرمایا : تم میں
جو حج کا ارادہ کرتا ہے تو وہ احرام میقات سے ہی باندھے، اور وہ مواقیت جن کو نبی اکرم ﷺ نے خود مقرر فرمایا وہ اہل مدینہ
لیے، اور اس راستے سے جانے والوں کے لیے ذوالحلیفہ، اور اہل شام اور جو اس راستہ سے آئے م ان کے لیے مقام جحفہ، اور اہل
اور اس راستہ سے گزرنے والوں کے لیے مقام قرن اور اہل نجد اور اس راستہ سے آنے والوں کے لیے یلملم، اور اہل عراق اور

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص223

لوگوں کے لیے ذات عرق ہے۔

شرح:

یعنی جو آدمی حج کا ارادہ کرے یعنی حج کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو وہ میقات پر احرام باندھے، یعنی اس سے پہلے پہلے احرام باندھ لے اس کے بعد جائز نہیں بلکہ پہلے باندھنا افضل ہے، اور مواقیت جن کو نبی اکرم ﷺ نے تمہارے احراموں کے لیے مقرر فرمایا وہ اہل مدینہ کے لیے اور جو ان کے راستہ سے جائیں ذوالحلیفہ ہے اور اہل شام کے لیے اور جو ان کے راستہ سے جائیں مثلاً مصر وغیرہ کے لیے "الجحفہ" ہے اور اہل نجد کے لیے اور جو ان کے راستہ سے جائیں "قرن" ہے اور اہل یمن کے لیے اور جو ان کے راستہ سے جائیں، جیسے ہند (پاکستان و انڈیا) وغیرہ "یلملم" ہے اور امام مسلم نے فرمایا کہ اہل عارق میں سے کوفیوں اور بصریوں، کے لیے اور جو ان کے راستہ سے جائیں "ذات عرق" ہے۔ (۱)

فقہی مسائل:

میقات اُس جگہ کو کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ کے جانے والے کو بغیر احرام وہاں سے آگے جانا جائز نہیں اگرچہ تجارت وغیرہ کسی اور غرض سے جاتا ہو۔ (۲)

مسئلہ: میقات پانچ ہیں:

1 ذُوالحلیفہ: یہ مدینہ طیبہ کی میقات ہے۔ اس زمانہ میں اس جگہ کا نام ابیارِ علی ہے۔ ہندوستانی یا اور ملک والے حج سے پہلے اگر مدینہ طیبہ کو جائیں اور وہاں سے پھر مکہ معظّمہ کو تو وہ بھی ذُوالحلیفہ سے احرام باندھیں۔

2- ذاتِ عرق: یہ عراق والوں کی میقات ہے۔

3- جحفہ: یہ شامیوں کی میقات ہے مگر جحفہ اب بالکل معدوم سا ہو گیا ہے وہاں آبادی نہ رہی، صرف بعض نشان پائے جاتے ہیں اس کے جانے والے اب کم ہوں گے، لہٰذا اہلِ شام رابغ سے احرام باندھتے ہیں کہ جحفہ رابغ کے قریب ہے۔

4- قَرن: یہ نجد (یعنی موجودہ ریاض) والوں کی میقات ہے، یہ جگہ طائف کے قریب ہے۔

5- یلَملَم: اہلِ یمن کے لیے۔

مسئلہ: یہ میقاتیں اُن کے لیے بھی ہیں جن کا ذکر ہوا اور انکے علاوہ جو شخص جس میقات سے گزرے اُس کے لیے وہی میقات ہے اور اگر میقات سے نہ گزرا تو جب میقات کے محاذی آئے اس وقت احرام باندھ لے، مثلاً ہندیوں کی میقات کوہِ یلَملَم کی محاذات ہے اور محاذات میں آنا اُسے خود معلوم نہ ہو تو کسی جاننے والے سے پوچھ کر معلوم کرے اور اگر کوئی ایسا نہ ملے جس سے دریافت کرے تو تحری کرے اگر کسی طرح محاذات کا علم نہ ہو تو مکہ معظّمہ جب دو منزل باقی رہے احرام باندھ لے۔

---

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 51

(۲) الھدایۃ، کتاب الحج، ج ۱، ص ۱۳۳۔ ۱۳۴، وغیرہ

مسئلہ: جوشخص دو میقاتوں سے گزرا، مثلاً شامی کہ مدینہ منورہ کی راہ سے ذُوالحلیفہ آیا اور وہاں سے جحفہ کو تو افضل یہ ہے کہ پہلی میقات پر احرام باندھے اور دوسری پر باندھا جب بھی حرج نہیں۔ یوہیں اگر میقات سے نہ گزرا اور محاذات میں دو میقاتیں پڑتی ہیں تو جس میقات کی محاذاۃ پہلے ہو، وہاں احرام باندھنا افضل ہے۔

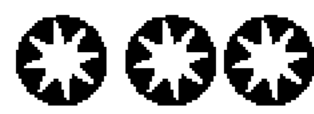
مسئلہ: مکہ معظّمہ جانے کا ارادہ نہ ہو بلکہ میقات کے اندر کسی اور جگہ مثلاً جدّہ جانا چاہتا ہے تو اُسے احرام کی ضرورت نہیں پھر وہاں سے اگر مکہ معظّمہ جانا چاہے تو بغیر احرام جاسکتا ہے، لہٰذا جوشخص حرم میں بغیر احرام جانا چاہتا ہے وہ یہ حیلہ کرسکتا ہے بشرطیکہ واقعی اُس کا ارادہ پہلے مثلاً جدّہ جانے کا ہو۔ نیز مکہ معظّمہ حج اور عمرہ کے ارادہ سے نہ جاتا ہو، مثلاً تجارت کے لیے جدّہ جاتا ہے اور وہاں سے فارغ ہوکر مکہ معظّمہ جانے کا ارادہ ہے اور اگر پہلے ہی سے مکہ معظّمہ کا ارادہ ہے تو اب بغیر احرام نہیں جاسکتا۔ جوشخص دوسرے کی طرف سے حجِ بدل کو جاتا ہو اُسے یہ حیلہ جائز نہیں۔

مسئلہ: میقات سے پیشتر احرام باندھنے میں حرج نہیں بلکہ بہتر ہے بشرطیکہ حج کے مہینوں میں ہو اور شوال سے پہلے ہو تو منع ہے۔

مسئلہ: جو لوگ میقات کے اندر کے رہنے والے ہیں مگر حرم سے باہر ہیں اُن کے احرام کی جگہ حل یعنی بیرون حرم ہے، حرم سے باہر جہاں چاہیں احرام باندھیں اور بہتر یہ کہ گھر سے احرام باندھیں اور یہ لوگ اگر حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو بغیر احرام مکہ معظّمہ جاسکتے ہیں۔

مسئلہ: حرم کے رہنے والے حج کا احرام حرم سے باندھیں اور بہتر یہ کہ مسجد الحرام شریف میں احرام باندھیں اور عمرہ کا بیرون حرم سے اور بہتر یہ کہ تنعیم سے ہو۔ (۱)

مسئلہ: مکہ والے اگر کسی کام سے بیرونِ حرم جائیں تو انھیں واپسی کے لیے احرام کی حاجت نہیں اور میقات سے باہر جائیں تو اب بغیر احرام واپس آنا انھیں جائز نہیں۔ (۲)



بَابُ مَا يَلْبَسُهُ الْمُحْرِمُ

محرم کے لباس کا بیان

(۲۲۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ مَاذَا يَلْبِسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ قَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيْصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا الْقَبَاءَ وَلَا السَّرَاوِيْلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَّسَّهُ وَرْسٌ اَوْ زَعْفَرَانٌ وَّمَنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ

(۱) الدرالمختار، کتاب الحج، مطلب فی المواقیت، ج ۳، ص ۵۵۴، وغیرہ۔

(۲) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثانی فی المواقیت، ج ۱، ص ۲۲۱۔

وَلْيَقْطَعْهُمَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ محرم کون سے کپڑے زیب تن کر سکتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا : کرتا، عمامہ، شیروانی، شلوار، ٹوپی اور ایسا کپڑا جس میں ورس یا زعفران کی آمیزش ہو، محرم نہیں پہن سکتا، اور جس کے پاس جوتے نہ ہوں وہ موزے پہن لے، اور ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ ڈالے۔

شرح:

یعنی یا رسول اللہ ﷺ کونسی چیز محرم کے لیے پہننی جائز ہے جن چیزوں میں اصل اباحت ہے ان کا استعمال جائز ہے اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان کو یاد کرنا اور حفظ کرنا ضروری ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ محرم قیص یعنی جو چیزیں اس کے معنی میں ہیں، اور عمامہ یعنی ہر وہ چیز جس کے ساتھ سر کو ڈھانپا جاتا ہے، اور قباء اسی طرح عباء جب کہ ہاتھ کو اس کی آستین میں ڈالا جائے جائز نہیں اور اگر اس کو کاندھوں پر رکھ لیا تو مکروہ ہے اور نہ شلوار بھی نہ پہنے، اور لمبی ٹوپی اور ہر وہ کپڑا جس کے ساتھ سر ڈھانپا جاتا ہے اور نہ وہ کپڑا پہننا جائز ہے جس کو ورس (ایک خوشبو) یا زعفران لگا ہو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ محرم چاہے عورت ہو یا مرد اس کو ان دونوں خوشبوؤں میں رنگا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں ہاں جب ان دونوں خوشبوؤں میں کپڑا رنگا ہوا ہے اور اس کی خوشبو ختم ہو چکی ہے تو جائز ہے، اور جس کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہنے، اس سے معلوم ہوا کہ ان کو اپنی حالت پر پہننا جائز نہیں بلکہ ان کو کاٹ کر چپلیں بنا کر پہننا جائز ہے۔ (۱)

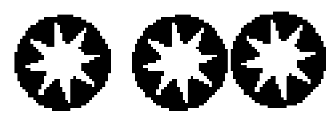
(۲۲۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ اِزَارٌ فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيْلَ وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ نِعَالٌ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جس شخص کے پاس ازار نہ ہو، تو وہ شلوار پہن لے، اور جس کے پاس جوتے نہ ہوں وہ موزے پہن لے۔

شرح:

اس حدیث میں فرمایا کہ کس کے پاس ازار نہ ہو یعنی ایسی کوئی چیز نہ ہو جس کے ساتھ وہ ستر عورت کر سکے تو وہ شلوار پہن سکتا ہے اور جس کے پاس جوتے نہ ہوں وہ موزے پہنے لیکن ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہنے گا جیسا کہ پچھلی حدیث میں گزرا۔ (۲)

نوٹ : ان احادیث کے متعلق فقہی مسائل اگلی حدیث کے ساتھ بیان کیے جائیں گے، ابوالاحمد غفرلہ۔



---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 233

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 179

بَابُ هَلْ يَتَطَيَّبُ الْمُحْرِمُ؟

محرم کی خوشبو لگانے کا بیان

(۲۲۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ اَيَتَطَيَّبُ الْمُحْرِمُ قَالَ لَاَنْ اُصْبِحَ اَنْضَحَ قَطِرَانًا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اُصْبِحَ اَنْضَحَ طِيْبًا فَاَتَيْتُ عَائِشَةَ فَذَكَرْتُ لَهَا فَقَالَتْ اَنَا طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ فِيْ اَزْوَاجِهٖ ثُمَّ اَصْبَحَ تَعْنِيْ مُحْرِمًا وَفِيْ رِوَايَةٍ كُنْتُ اُطَيِّبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَطُوْفُ فِيْ نِسَائِهٖ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا۔

حضرت ابراہیم بن منتشر کے والد روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے محرم کے خوشبو استعمال کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس حال میں صبح کروں کہ تارکول کی مجھ سے بو آئے، اس سے بہتر یہ ہے کہ صبح کرتے وقت مجھ سے مہک کی خوشبو اٹھے۔ بعد ازاں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا، اور ان کو یہ ذکر کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ کو خود خوشبو لگائی، آپ ﷺ اپنی ازواج کے پاس تشریف لے گئے، پھر صبح کے وقت محرِم بنے۔ ایک روایت میں ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کو خوشبو لگاتی تھی، پھر آپ اپنی ازواج کے پاس تشریف لے جاتے، اور احرام کی حالت میں صبح فرماتے۔

شرح:

حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اقوال میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے مگر ایسا نہیں کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحالت احرام خوشبو کے ستعمال کو سختی سے ممنوع قرار دے رہے ہیں جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس خوشبو کو جائز قرار دے رہی ہیں جو احرام سے پہلے لگائی جائے مگر اس کی مہک احرام کے بعد بھی باقی رہے تو اس میں دونوں کے نزدیک مضائقہ نہیں اور بحالت احرام دونوں کے نزدیک ناروا ہے اب کوئی تعارض باقی نہیں رہتا۔

فقہی مسائل:

یہاں پر ہم اختصار کے ساتھ احرام کے متعلق چند فقہی مسائل پیش کر رہے ہیں۔

احرام باندھنے کے بعد جو کام حرام ہو جاتے ہیں۔

(۱) عورت سے صحبت۔ (۲) بوسہ۔ (۳) مساس۔ (۴) گلے لگانا۔ (۵) اُس کی اندام نہانی پر نگاہ جب کہ یہ چاروں باتیں بشہوت ہوں۔ (۶) عورتوں کے سامنے اس کام کا نام لینا۔ (۷) فحش۔ (۸) گناہ ہمیشہ حرام تھے اب اور سخت حرام ہو گئے۔ (۹) کسی سے دنیوی لڑائی جھگڑا۔ (۱۰) جنگل کا شکار۔ (۱۱) اُس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ کرنا۔ (۱۲) یا کسی طرح

بتانا۔(۱۳) بندوق یا بارود یا اُس کے ذبح کرنے کو چُھری دینا۔(۱۴) اس کے انڈے توڑنا۔(۱۵) پَر اُکھیڑنا۔(۱۶) پاؤں یا بازو توڑنا۔(۱۷) اُس کا دودھ دوہنا۔(۱۸) اُس کا گوشت۔ یا (۱۹) انڈے پکانا، بھوننا۔(۲۰) بیچنا۔(۲۱) خریدنا۔(۲۲) کھانا۔(۲۳) اپنا یا دوسرے کا ناخن کترنا یا دوسرے سے اپنا کتروانا۔(۲۴) سر سے پاؤں تک کہیں سے کوئی بال کسی طرح جدا کرنا۔(۲۵) مونھ، یا (۲۶) سر کسی کپڑے وغیرہ سے چھپانا۔(۲۷) بستہ یا کپڑے کی بقچی یا گٹھری سر پر رکھنا۔(۲۸) عمامہ باندھنا۔(۲۹) بُرقع (۳۰) دستانے پہننا۔(۳۱) موزے یا جُرابیں وغیرہ جو وسطِ قدم کو چھپائے (جہاں عربی جوتے کا تسمہ ہوتا ہے) پہننا اگر جوتیاں نہ ہوں تو موزے کاٹ کر پہنیں کہ وہ تسمہ کی جگہ نہ چھپے۔(۳۲) سِلا کپڑا پہننا۔(۳۳) خوشبو بالوں، یا (۳۴) بدن، یا (۳۵) کپڑوں میں لگانا۔ (۳۶) ملاگیری یا کسم، کیسر غرض کسی خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جب کہ ابھی خوشبو دے رہے ہوں۔(۳۷) خالص خوشبو مشک، عنبر، زعفران، جاوتری، لونگ، الائچی، دارچینی، زنجبیل وغیرہ کھانا۔(۳۸) ایسی خوشبو کا آنچل میں باندھنا جس میں فی الحال مہک ہو جیسے مُشک، عنبر، زعفران۔(۳۹) سر یا داڑھی کو خطمی یا کسی خوشبودار یا ایسی چیز سے دھونا جس سے جوئیں مر جائیں۔(۴۰) وسمہ یا مہندی کا خضاب لگانا۔(۴۱) گوند وغیرہ سے بال جمانا۔(۴۲) زیتون، یا (۴۳) تِل کا تیل اگرچہ بے خوشبو ہو بالوں یا بدن میں لگانا۔(۴۴) کسی کا سر مونڈنا اگرچہ اُس کا احرام نہ ہو۔(۴۵) جُوں مارنا۔(۴۶) پھینکنا۔(۴۷) کسی کو اس کے مارنے کا اشارہ کرنا۔(۴۸) کپڑا اس کے مارنے کو دھونا۔ یا (۴۹) دھوپ میں ڈالنا۔(۵۰) بالوں میں پارہ وغیرہ اس کے مارنے کو لگانا غرض جُوں کے ہلاک پر کسی طرح باعث ہونا۔(۱)

وہ کام جو بحالتِ احرام مکروہ ہیں:

(۱) بدن کا میل چھڑانا۔(۲) بال یا بدن کھلی یا صابون وغیرہ بے خوشبو کی چیز سے دھونا۔(۳) کنگھی کرنا۔(۴) اس طرح کھجانا کہ بال ٹوٹنے یا جُوں کے گرنے کا اندیشہ ہو۔(۵) انگرکھا کُرتا چغہ پہننے کی طرح کندھوں پر ڈالنا۔(۶) خوشبو کی دھونی دیا ہوا کپڑا کہ ابھی خوشبو دے رہا ہو پہننا اوڑھنا۔(۷) قصداً خوشبو سونگھنا اگرچہ خوشبودار پھل یا پتّا ہو جیسے لیموں، نارنگی، پودینہ، عطر دانہ۔(۸) عطر فروش کی دوکان پر اس غرض سے بیٹھنا کہ خوشبو سے دماغ معطر ہوگا۔(۹) سر، یا (۱۰) مونھ پر پٹی باندھنا۔(۱۱) غلافِ کعبہ معظمہ کے اندر اس طرح داخل ہونا کہ غلاف شریف سر یا مونھ سے لگے۔(۱۲) ناک وغیرہ مونھ کا کوئی حصّہ کپڑے سے چُھپانا۔(۱۳) کوئی ایسی چیز کھانا پینا جس میں خوشبو پڑی ہو اور نہ وہ پکائی گئی ہو نہ بو زائل ہوگئی ہو۔(۱۴) بے سلا کپڑا رفو کیا ہوا یا پیوند لگا ہوا پہننا۔(۱۵) تکیہ پر مونھ رکھ کر اوندھا لیٹنا۔(۱۶) مہکتی خوشبو ہاتھ سے چُھونا جب کہ ہاتھ میں لگ نہ جائے ورنہ حرام ہے۔(۱۷) بازو یا گلے پر تعویذ باندھنا اگرچہ بے سلے کپڑے میں لپیٹ کر۔(۱۸) بلاعذر بدن پر پٹی باندھنا۔(۱۹) سنگار کرنا۔(۲۰) چادر اوڑھ کر اُس کے آنچلوں میں گرہ دے لینا جیسے گاتی باندھتے ہیں اس طرح یا کسی اور طرح پر جب کہ سر کھلا ہو ورنہ حرام ہے۔(۲۱) یوہیں تہبند کے دونوں کناروں میں گرہ دینا۔(۲۲) تہبند باندھ کر کمر بند یا رسّی سے کسنا۔(۲)

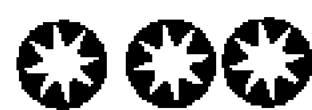
---

(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج۱۰، ص۷۳۲، وغیرہ۔

(۲) الفتاوی الرضویۃ، ج۱۰، ص۷۳۳، وغیرہ۔

جو کام بحالت احرام جائز ہیں:

(۱) انگرکھا کُرتہ چُغہ لیٹ کر اوپر سے اس طرح ڈال لینا کہ سر اور مونھ نہ چھپے۔ (۲) اِن چیزوں یا پاجامہ کا تہبند باندھ لینا۔ (۳) چادر کے آنچلوں کو تہبند میں گُھرسنا۔ (۴) ہمیانی، یا (۵) پٹی، یا (۶) ہتھیار باندھنا۔ (۷) بے میل چھڑائے حمام کرنا۔ (۸) پانی میں غوطہ لگانا۔ (۹) کپڑے دھونا جب کہ جوں مارنے کی غرض سے نہ ہو۔ (۱۰) مسواک کرنا۔ (۱۱) کسی چیز کے سایہ میں بیٹھنا۔ (۱۲) چھتری لگانا۔ (۱۳) انگوٹھی پہننا۔ (۱۴) بے خوشبو کا سُرمہ لگانا۔ (۱۵) داڑھ اکھاڑنا۔ (۱۶) ٹوٹے ہوئے ناخن کو جدا کر دینا۔ (۱۷) دنبل یا پھنسی توڑ دینا۔ (۱۸) ختنہ کرنا۔ (۱۹) فصد۔ (۲۰) بغیر بال مونڈے پچھنے کرانا۔ (۲۱) آنکھ میں جو بال نکلے اُسے جُدا کرنا۔ (۲۲) سر یا بدن اس طرح آہستہ کھجانا کہ بال نہ ٹوٹے۔ (۲۳) احرام سے پہلے جو خوشبو لگائی اُس کا لگا رہنا۔ (۲۴) پالتو جانور اونٹ گائے بکری مرغی وغیرہ ذبح کرنا۔ (۲۵) پکانا۔ (۲۶) کھانا۔ (۲۷) اس کا دودھ دوہنا۔ (۲۸) اس کے انڈے توڑنا بھُونا کھانا۔ (۲۹) جس جانور کو غیر مُحرِم نے شکار کیا اور کسی مُحرِم نے اُس کے شکار یا ذبح میں کسی طرح کی مدد نہ کی ہو اُس کا کھانا بشرطیکہ وہ جانور نہ حرم کا ہو نہ حرم میں ذبح کیا گیا ہو۔ (۳۰) کھانے کے لیے مچھلی کا شکار کرنا۔ (۳۱) دوا کے لیے کسی دریائی جانور کا مارنا، دوا یا غذا کے لیے نہ ہو نری تفریح کے لیے ہو جس طرح لوگوں میں رائج ہے تو شکار دریا کا ہو یا جنگل کا خود ہی حرام ہے اور احرام میں سخت تر حرام۔ (۳۲) بیرون حرم کی گھاس اُکھاڑنا، یا (۳۳) درخت کاٹنا۔ (۳۴) چیل، (۳۵) کوا، (۳۶) چوہا، (۳۷) گرگٹ، (۳۸) چھپکلی، (۳۹) سانپ، (۴۰) بچھو، (۴۱) کھٹمل، (۴۲) مچھر، (۴۳) پِسّو، (۴۴) مکھی وغیرہ خبیث وموذی جانوروں کا مارنا اگرچہ حرم میں ہو۔ (۴۵) مونھ اور سر کے سوا کسی اور جگہ زخم پر پٹی باندھنا۔ (۴۶) سر، یا (۴۷) گال کے نیچے تکیہ رکھنا۔ (۴۸) سر، یا (۴۹) ناک پر اپنا یا دوسرے کا ہاتھ رکھنا۔ (۵۰) کان کپڑے سے چھُپانا۔ (۵۱) ٹھوڑی سے نیچے داڑھی پر کپڑا آنا۔ (۵۲) سر پر سینی یا بوری اُٹھانا۔ (۵۳) جس کھانے کے پکنے میں مشک وغیرہ پڑے ہوں اگرچہ خوشبو دیں۔ یا (۵۴) بے پکائے جس میں کوئی خوشبو ڈالی اور وہ بُو نہیں دیتی اُس کا کھانا پینا۔ (۵۵) گھی یا چربی یا کڑوا تیل یا ناریل یا بادام کدو، کاہو کا تیل کہ بسایا نہ ہو بالوں یا بدن میں لگانا۔ (۵۶) خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جب کہ اُن کی خوشبو جاتی رہی ہو مگر کسم، کیسر کا رنگ مرد کو ویسے ہی حرام ہے۔ (۵۷) دین کے لیے جھگڑنا بلکہ حسب حاجت فرض وواجب ہے۔ (۵۸) جوتا پہننا جو پاؤں کے اُس جوڑ کو نہ چھپائے۔ (۵۹) بے سلے کپڑے میں لپیٹ کر تعویذ گلے میں ڈالنا۔ (۶۰) آئینہ دیکھنا۔ (۶۱) ایسی خوشبو کا چھونا جس میں فی الحال مہک نہیں جیسے اگر، لوبان، صندل، یا (۶۲) اس کا آنچل میں باندھنا۔ (۶۳) نکاح کرنا۔ (۱)



(۱) الفتاوی الرضویۃ، ج۱۰، ص ۷۳۴، وغیرہ

بَابُ التَّمَتُّعِ

تمتع کا بیان

(۲۲۸) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اَصْحَابَهٗ اَنْ یُّحِلُّوْا مِنْ اِحْرَامِهِمْ بِالْحَجِّ وَیَجْعَلُوْا عُمْرَةً۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حج احرام کھولے کا اور عمرہ کرنے کا حکم دیا۔

شرح:

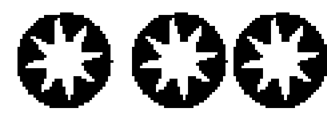
اس کی شرح اگلی حدیث کے ساتھ آئے گی۔

(۲۲۹) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اَمَرَ بِهٖ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ قَالَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنَا عَنْ عُمْرَتِنَا اَلَنَا خَاصَّةً اَمْ لِلْاَبَدِ قَالَ هِیَ لِلْاَبَدِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں حکم دیا، تو حضرت سراقہ بن مالک نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ عمرہ ہمارے ساتھ خاص ہے، یا ہمیشہ کے لیے یہی حکم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ کے لیے۔

شرح:-

یعنی نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ حج کا احرام کھول دیں اور اسے عمرہ بنالیں کیونکہ مشرکین کا نظریہ تھا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا بدترین گناہ ہے تو نبی اکرم ﷺ نے اس بڑے عقیدے کو مٹانے کے لیے یہ حکم دیا، اسی لیے حضرت سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا کہ حج کے مہینوں میں عمرے کا جواز صرف ہمارے لیے ہے یا یہ ہمیشہ کے لیے آپ نے فرمایا اس کا جواز ہمیشہ کے لیے اس حدیث کو صحیحین نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (۱)



بَابُ مَنْ قَدِمَتْ مُتَمَتِّعَةً وَّهِیَ فِیْ اَیَّامِهَا

عورت کے ایام مخصوصہ میں حج تمتع کا بیان

(۲۳۰) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَدِمَتْ وَهِیَ مُتَمَتِّعَةٌ وَّهِیَ حَائِضٌ

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 176

فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَضَتْ عُمْرَتَهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ حج تمتع کی غرض سے حالت حیض میں (مکہ مکرمہ) آئیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو عمرہ ختم کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

شرح:

اس کی شرح آگے آ رہی ہے۔

(۲۳۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَدِمَتْ مُتَمَتِّعَةً وَهِيَ حَائِضٌ فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَضَتْ عُمْرَتَهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ حج تمتع کی غرض سے حالت حیض میں (مکہ مکرمہ) آئیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو عمرہ ختم کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

شرح:

اس کی شرح بھی آگے آ رہی ہے۔

(۲۳۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَدِمَتْ مُتَمَتِّعَةً وَهِيَ حَائِضٌ فَاَمَرَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَضَتْ عُمْرَتَهَا وَاسْتَاْنَفَتِ الْحَجَّ حَتّٰى اِذَا فَرَغَتْ مِنْ حَجِّهَا اَمَرَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَصْدُرَ اِلَى التَّنْعِيْمِ مَعَ اَخِيْهَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ حج تمتع کی غرض سے حالت حیض میں (مکہ مکرمہ) آئیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو عمرہ ختم کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ پھر نئے سرے سے حج شروع کیا، حتیٰ کہ جب آپ حج سے فارغ ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقام تنعیم سے شروع کرنے کا حکم ارشاد فرمایا (عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا)۔

شرح:

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہ نیت تمتع فتح مکہ کے سال نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئیں تو ان کو حیض آ گیا تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو عمرہ توڑنے کا حکم دیا تو آپ نے عمرے کے افعال کو ترک کر دیا اور حج کا احرام باندھ لیا اور حج سے فارغ ہو کر اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی ابکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تنعیم کے مقام پر جا کر عمرے کا احرام باندھا اور عمرے کی قضاء پوری کی مقام تنعیم مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلہ پر حدود حرم سے باہر ہے اب وہاں مسجد عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنی ہوئے ہے عام حجاج وہاں جا کر نفلی عمرے کا احرام باندھتے ہیں کیونکہ یہ جگہ حرم کی حدود سے قریب ترین ہے۔

(۲۳۳) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَبَحَ لِرَفْضِهَا الْعُمْرَةَ بَقَرَةً۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کے عمرہ توڑنے کی وجہ سے گائے ذبح فرمائی۔

شرح:

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عمرہ توڑنے کے نقصان کو پورا کرنے کے لیے وجہ سے نبی اکرم ﷺ ایک گائے ذبح فرمائی، اگرچہ اس نقصان اور تلافی کے لیے ایک بکری کافی لیکن نبی اکرم ﷺ اپنی محبوبہ زوجہ محترمہ کی طرف سے خیر اور بھلائی میں اضافہ کرنے کے لیے سات حصوں کی حامل گائے کی قربانی کی۔ (۱)

(۲۳۴) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ عَنْ رِبْعِیِّ ابْنِ حِرَاشٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِرَفْضِهَا الْعُمْرَةَ دَمًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں عمرہ توڑنے کی وجہ سے دم (قربانی) کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

شرح:

اس حدیث اور ماقبل والی حدیث میں صرف یہی فرق ہے کہ وہاں نبی اکرم ﷺ کے خود قربانی کرنے کا ذکر ہے اور یہاں پر نبی اکرم ﷺ کا قربانی کا حکم دینے کا ذکر ہے واللہ اعلم۔

(۲۳۵) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ یَا نَبِیَّ اللهِ یَصْدُرُ النَّاسُ بِحَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ وَّاَصْدُرُ بِحَجَّةٍ فَاَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَ انْطَلِقْ بِهَا اِلَى التَّنْعِیْمِ فَلْتُهِلَّ ثُمَّ لْتَفْرُغْ مِنْهَا ثُمَّ لِتُعَجِّلْ عَلَیَّ فَاِنِّیْ اَنْتَظِرُهَا بِبَطْنِ الْعُقْبَةِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کی: یا نبی اللہ ﷺ لوگ حج اور عمرہ دونوں کر کے روانہ ہو رہے ہیں، اور میں صرف حج کر کے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: ان کو مقام تنعیم پر لے جاؤ، وہاں پر یہ عمرہ کا احرام باندھیں، اور فارغ ہو کر جلد میرے پاس آجائیں میں بطن عقبہ میں انتظار کرتا ہوں۔

شرح:

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ لوگ حج اور عمرے کے لیے جا رہے ہیں اور میں صرف

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 406

حج کررہی ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے میرے لیے میرے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کو حکم دیا کہ وہ مجھے مقام تنعیم میں لے جائیں اور میں وہاں سے عمرے کا احرام باندھوں پھر طواف، سعی، اور حلق وغیرہ سے فارغ ہو کر میرے پاس جلدی سے آجاؤ میں (نبی اکرم ﷺ) بطن عقبہ میں تمہارا انتظار کروں گا۔(۱)

فقہی مسائل :

حج تمتع کی تعریف :حج تمتُّع: مکہ معظّمہ میں پہنچ کر اشہرالحج (یکم شوال سے دس ذی الحجہ) میں عمرہ کرکے وہیں سے حج کا احرام باندھے۔ اسے تمتع کہتے ہیں اور اس حج کرنے والے کو متمتّع کہتے ہیں۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج۱۰، ص ۸۱۴)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"فَمَنۡ تَمَتَّعَ بِالۡعُمۡرَةِ اِلَى الۡحَجِّ فَمَا اسۡتَيۡسَرَ مِنَ الۡهَدۡىِ‌ۚ فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الۡحَجِّ وَسَبۡعَةٍ اِذَا رَجَعۡتُمۡ‌ؕ تِلۡكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ لَّمۡ يَكُنۡ اَهۡلُهٗ حَاضِرِى الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ‌ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ (البقرۃ :196)

ترجمہ: جس نے عمرہ سے حج کی طرف تمتع کیا، اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے پھر جسے قربانی کی قدرت نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات واپسی کے بعد، یہ دس پورے ہیں۔ یہ اُس کے لیے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ (عزوجل) سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) کا عذاب سخت ہے۔

تمتع اُسے کہتے ہیں کہ حج کے مہینے میں عمرہ کرے پھر اسی سال حج کا احرام باندھے یا پورا عمرہ نہ کیا، صرف چار پھیرے کیے پھر حج کا احرام باندھا۔

مسئلہ: تمتع کے لیے یہ شرط نہیں کہ میقات سے احرام باندھے اس سے پہلے بھی ہوسکتا ہے بلکہ اگر میقات کے بعد احرام باندھا جب بھی تمتع ہے، اگرچہ بلا احرام میقات سے گزرنا گناہ اور دَم لازم یا پھر میقات کو واپس جائے۔ یوہیں تمتع کے لیے یہ شرط نہیں کہ عمرہ کا احرام حج کے مہینے میں باندھا جائے بلکہ شوال سے پیشتر بھی احرام باندھ سکتے ہیں، البتہ یہ ضروری ہے کہ عمرہ کے تمام افعال یا اکثر طواف حج کے مہینے میں ہو، مثلاً تین پھیرے طواف کے رمضان میں کیے پھر شوال میں باقی چار پھیرے کرلیے پھر اسی سال حج کرلیا تو یہ بھی تمتع ہے اور اگر رمضان میں چار پھیرے کرلیے تھے اور شوال میں تین باقی تو یہ تمتع نہیں اور یہ بھی شرط نہیں کہ جس سال احرام باندھا اسی سال تمتع کرلے مثلاً اس رمضان میں احرام باندھا اور احرام پر قائم رہا، دوسرے سال عمرہ پھر حج کیا تو تمتع ہوگیا۔

تمتع کی دس شرطیں ہیں :

1 حج کے مہینے میں پورا طواف کرنا یا اکثر حصہ یعنی چار پھیرے۔

-2 عمرہ کا احرام حج کے احرام سے مقدم ہونا۔

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 102

3- حج کے احرام سے پہلے عمرہ کا پورا طواف یا اکثر حصہ کر لیا ہو۔

4- عمرہ فاسد نہ کیا ہو۔

5- حج فاسد نہ کیا ہو۔

6- اِلمام صحیح نہ کیا ہو۔ اِلمام صحیح کے یہ معنی ہیں کہ عمرہ کے بعد احرام کھول کر اپنے وطن کو واپس جائے اور وطن سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ رہتا ہے پیدائش کا مقام اگرچہ دوسری جگہ ہو، لہٰذا اگر عمرہ کرنے کے بعد وطن گیا پھر واپس آ کر حج کیا تو تمتع نہ ہوا اور اگر عمرہ کرنے سے پیشتر گیا یا عمرہ کر کے بغیر حلق کیے یعنی احرام ہی میں وطن گیا پھر واپس آ کر اسی سال حج کیا تو تمتع ہے۔ یوہیں اگر عمرہ کر کے احرام کھول دیا پھر حج کا احرام باندھ کر وطن گیا تو یہ بھی اِلمام صحیح نہیں، لہٰذا اگر واپس آ کر حج کریگا تو تمتع ہوگا۔

7- حج وعمرہ دونوں ایک ہی سال میں ہوں۔

8- مکہ معظّمہ میں ہمیشہ کے لیے ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو، لہٰذا اگر عمرہ کے بعد پکا ارادہ کر لیا کہ یہیں رہے گا تو تمتع نہیں اور دو ایک مہینے کا ہو تو ہے۔

9- مکہ معظّمہ میں حج کا مہینہ آجائے تو بے احرام کے نہ ہو، نہ ایسا ہو کہ احرام ہے مگر چار پھیرے طواف کے اس مہینے سے پہلے کر چکا ہے، ہاں اگر میقات سے باہر واپس جائے پھر عمرہ کا احرام باندھ کر آئے تو تمتع ہو سکتا ہے۔

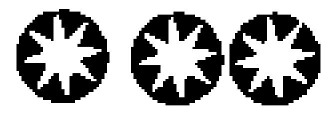
10- میقات سے باہر کا رہنے والا ہو۔ مکہ کا رہنے والا تمتع نہیں کر سکتا۔ (1)

مسئلہ: تمتع کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لایا، دوسری یہ کہ نہ لائے۔ جو جانور نہ لایا وہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھے، مکہ معظّمہ میں آ کر طواف وسعی کرے اور سر مونڈائے اب عمرہ سے فارغ ہو گیا اور طواف شروع کرتے ہی یعنی سنگِ اَسود کو بوسہ دیتے وقت لبیک ختم کر دے اب مکہ میں بغیر احرام رہے۔ آٹھویں ذی الحجہ کو مسجد الحرام شریف سے حج کا احرام باندھے اور حج کے تمام افعال بجالائے مگر اس کے لیے طوافِ قدوم نہیں اور طوافِ زیارت میں یا حج کا احرام باندھنے کے بعد کسی طوافِ نفل میں رَمَل کرے اور اس کے بعد سعی کرے اور اگر حج کا احرام باندھنے کے بعد طوافِ قدوم کر لیا ہے (اگرچہ اس کے لیے یہ طواف مسنون نہ تھا) اور اس کے بعد سعی کر لی ہے تو اب طوافِ زیارت میں رَمَل نہیں، خواہ طوافِ قدوم میں رَمَل کیا ہو یا نہیں اور طوافِ زیارت کے بعد اب سعی بھی نہیں، عمرہ سے فارغ ہو کر حلق بھی ضروری نہیں۔ اُسے یہ بھی اختیار ہے کہ سر نہ مونڈائے بدستور مُحرم رہے۔

یوہیں مکہ معظّمہ ہی میں رہنا اُسے ضرور نہیں، چاہے وہاں رہے یا وطن کے سوا کہیں اور مگر جہاں رہے وہاں والے جہاں سے احرام باندھتے ہیں یہ بھی وہیں سے احرام باندھے، اگر مکہ مکرمہ میں ہے تو یہاں والوں کی طرح احرام باندھے اور اگر حرم سے باہر اور میقات کے اندر ہے تو حِل میں احرام باندھے اور میقات سے بھی باہر ہو گیا تو میقات سے باندھے۔ یہ اُس صورت میں ہے، جب کہ کسی اور غرض سے حرم یا میقات سے باہر جانا ہوا اور اگر احرام باندھنے کے لیے حرم سے باہر گیا تو اُس پر دَم واجب ہے مگر جب

(1) ردالمحتار، کتاب الحج، باب التمتع، [illegible]

کہ وقوف سے پہلے مکہ میں آ گیا تو ساقط ہو گیا اور مکہ معظمہ میں رہا تو حرم میں احرام باندھے اور بہتر یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں ہو اور اس سے بہتر یہ کہ مسجد حرم میں ہو اور سب سے بہتر یہ کہ حطیم شریف میں ہو۔ یونہیں آٹھویں کو احرام باندھنا ضرور نہیں، نویں کو بھی ہو سکتا ہے اور آٹھویں سے پہلے بھی بلکہ یہ افضل ہے۔ تمتع کرنے والے پر واجب ہے کہ دسویں تاریخ کو شکرانہ میں قربانی کرے، اس کے بعد سر مونڈائے۔ اگر قربانی کی استطاعت نہ ہو تو اسی طرح روزے رکھے جو قران والے کے لیے ہیں۔ (۱)



باب اكل المحرم الصيد

محرم کے لیے شکار کے گوشت کھانے کا بیان

(۲۳۶) اَبُو حَنِيفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ تَذَاكَرْنَا لَحْمَ صَيْدٍ يَصِيدُهُ الْحَلَالُ فَيَأْكُلُهُ الْمُحْرِمُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَائِمٌ حَتّٰى ارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُنَا فَاسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ فِيمَا يَتَنَازَعُونَ فَقُلْنَا فِي لَحْمِ صَيْدٍ يَصِيدُهُ الْحَلَالُ فَيَأْكُلُهُ الْمُحْرِمُ قَالَ فَاَمَرَنَا بِاَكْلِهِ۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غیر محرم کے شکار کے گوشت کی بابت ہم گفتگو کر رہے تھے کہ آیا اسے محرم کھا سکتا ہے یا نہیں، جبکہ رسول اللہ ﷺ محو استراحت تھے، ہماری آواز بلند ہو گئی، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ اٹھے اور فرمایا: کس شے کے متعلق تم جھگڑ رہے ہو؟ ہم نے عرض کی: ایسے گوشت کے متعلق جس کو غیر محرم شکار کرے، کیا اس کو محرم کھا سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ہمیں ایسا گوشت کھانے کا حکم ارشاد فرمایا۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ سو رہے تھے اور ہم صحابہ کرام کے درمیان یہ بحث چھڑ گئی کہ وہ گوشت جس کو غیر محرم آدمی نے شکار کیا ہے وہ محرم کھا سکتا ہے یا نہیں یعنی محرم کے لیے اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں، اس بحث میں ہماری آوازیں بلند ہو گئیں تو نبی اکرم ﷺ بیدار ہو گئے تو آپ نے فرمایا کسی چیز میں بحث کر رہے ہو تو ہم نے کہا اس گوشت کے بارے میں جس کو غیر محرم نے شکار کیا اس کو محرم کھا سکتا ہے یا نہیں تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو کھانے کا حکم دیا، یعنی اس کا کھانا جائز ہے، یہ ہمارے احناف کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ مقید ہے، کہ نہ تو محرم شکار میں راہنمائی کرے، نہ اس کو مارنے کا حکم دے، اور نہ ہی شکار کے پکڑنے میں اس کے مدد کرے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ یہ شکار کھا سکتا ہے۔

(۱) الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الحج، باب التمتع، ص ۲۱۲۔ ۲۱۳ و الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب السابع فی القران والتمتع، ج۱،

(۲۳۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ خَرَجْتُ فِيْ رَهْطٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِي الْقَوْمِ حَلَالٌ غَيْرِيْ فَنَظَرْتُ نُعَامَةً فَسِرْتُ اِلٰى فَرَسِيْ فَرَكِبْتُهَا وَعَجِلْتُ عَنْ سَوْطِيْ فَقُلْتُ لَهُمْ نَاوِلُوْنِيْهِ فَاَبَوْا فَنَزَلْتُ عَنْهَا فَاَخَذْتُ سَوْطِيْ فَطَلَبْتُ النُّعَامَةَ فَاَخَذْتُ مِنْهَا حِمَارًا فَاَكَلْتُ وَاَكَلُوْا۔

حضرت ابوقتادہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے کچھ اصحاب کے ساتھ نکلا، میرے علاوہ اس وقت وہاں کوئی غیر محرم نہیں تھا، تبھی میں نے جنگلی گدھا دیکھا، میں تیزی سے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، اور اپنا چابک پکڑنا بھول گیا، میں نے اصحاب رسول ﷺ کو چابک پکڑانے کا بولا تو انہوں نے انکار کر دیا، پس میں اترا، چابک پکڑا، اور گورخر کی طلب میں نکلا، حتیٰ کہ میں نے ایک کا شکار کرلیا، اور میں نے بھی اسے کھایا، اور میرے ساتھیوں نے بھی۔

شرح:

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کی ایک جماعت جو کہ دس سے کم تھی کے ساتھ نکلا ان میں میرے علاوہ کوئی بھی غیر محرم (بغیر احرام کے) نہ تھا میں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا، (جنگلی گدھا بالاجماع حلال ہے) تو میں نے اپنے گھوڑے کو جلدی سے اس کی طرف ہانکا تو جلدی میں میں اپنے کوڑا بھول گیا یعنی میں نے جلدی میں اپنا کوڑا بھی نہ لیا تو میں نے ان اصحاب سے کہا کہ مجھے میرے کوڑا دو تو انہوں نے انکار کر دیا یعنی انہوں نے کہا کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں ہمارے لیے شکار پر مدد کرنا جائز نہیں، تو میں خود نیچے اترا اور اپنے کوڑا پکڑا اور جنگلی گدھے کے پیچھے ہولیا یہاں تک کہ میں نے اس کا شکار کرا تو اس کو ہم سب نے مل کر کھایا، حاصل کلام یہ کہ محرم کے لیے غیر محرم کا شکار کیا ہوا جانور کھانا جائز ہے۔ (۱)

فقہی مسائل:

مسئلہ: خشکی کا وحشی جانور شکار کرنا یا اس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ کرنا یا اور کسی طرح بتانا، یہ سب کام حرام ہیں اور سب میں کفارہ واجب اگرچہ اُس کے کھانے میں مُضطر ہو۔ یعنی بھوک سے مرا جاتا ہو اور کفارہ اس کی قیمت ہے یعنی دو عادل وہاں کے حسابوں جو قیمت بتا دیں وہ دینی ہوگی اور اگر وہاں اُس کی کوئی قیمت نہ ہو تو وہاں سے قریب جگہ میں جو وہ ہے اور اگر ایک ہی عادل نے بتا دیا جب بھی کافی ہے۔ (۲)

مسئلہ: پانی کے جانور کو شکار کرنا جائز ہے، پانی کے جانور سے مراد وہ جانور ہے جو پانی میں پیدا ہوا ہو اگر رہتا ہو اور خشکی کا جانور وہ ہے جس کی پیدائش خشکی کی ہو اگرچہ پانی میں رہتا ہو۔ (۳)

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 213

(۲) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ٦٦٧، وغیرہ۔

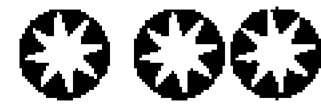
(۳) لباب المناسک، (باب الجنایات، فصل فی ترک الواجبات بعذر)، ص ۳٦٠

مسئلہ: جانور جال میں پھنسا ہوا تھا یا کسی درندہ نے اسے پکڑا تھا اُس نے چھوڑانا چاہا، تو اگر مر بھی جائے جب بھی کچھ نہیں۔

مسئلہ: غیر مُحرم نے شکار کیا تو مُحرم اُسے کھا سکتا ہے اگر چہ اُس نے اسی کے لیے کیا ہو، جب کہ اُس محرم نے نہ اُسے بتایا، نہ حکم کیا، نہ کسی طرح اس کام میں اعانت کی ہو اور یہ شرط بھی ہے کہ حرم سے باہر اُسے ذبح کیا ہو۔

مسئلہ: بتانے والے، اشارہ کرنے والے پر کفارہ اس وقت لازم ہے کہ 1 جسے بتایا وہ اس کی بات جھوٹی نہ جانے اور 2 بے اس کے بتائے وہ جانتا بھی نہ ہو اور 3 اُس کے بتانے پر فوراً اُس نے مار بھی ڈالا ہو اور 4 وہ جانور وہاں سے بھاگ نہ گیا اور 5 یہ بتانے والا جانور کے مارے جانے تک احرام میں ہو۔ اگر ان پانچوں شرطوں میں ایک نہ پائی جائے تو کفارہ نہیں رہا گناہ وہ بہر حال ہے۔ (۱)

مسئلہ: مُحرم نے جانور پر اپنا کتّا یا باز سکھایا ہوا چھوڑا، اُس نے شکار کو مار ڈالا تو کفارہ واجب ہے اور اگر احرام کی وجہ سے تعمیلِ حکمِ شرع کے لیے باز چھوڑ دیا، اُس نے جانور کو مار ڈالا یا سُکھانے کے لیے جال پھیلایا، اس میں جانور پھنس کر مر گیا یا کوآں کھودا تھا اُس میں گر کر مرا تو ان صورتوں میں کفارہ نہیں۔ (۲)



بَابُ مَا يَجُوْزُ لِلْمُحْرِمِ قَتْلُه

باب : جس جانور کا محرم کے لیے قتل کرنا جائز ہے

(۲۳۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ الْفَارَّةَ وَالْحَيَّةَ وَالْكَلْبَ وَالْحِدَاةَ وَالْعَقْرَبَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: محرم ان جانوروں کو قتل کر سکتا ہے: چوہا، سانپ، کتا، چیل، بچھو۔

شرح:

یعنی وہ جانور جو لوگوں کو اذا دیتے ہیں ان کا قتل جائز ہے جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا۔ اور ان کی تفصیل احادیث میں بیان ہوئی ہے۔

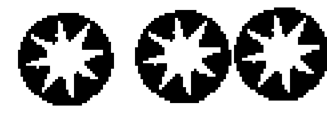
اس حدیث کو مسلم، نسائی، ابن ماجہ، نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ پانچ کا حل اور حرم (یعنی حالت احرام وغیر احرام) دونوں حالتوں میں قتل جائز ہے، سانپ، چتکبرا کوا، چوہا، دیونہ کتا اور چیل، اور ایک روایت

---

(۱) الجوهرة النيرة، كتاب الحج، باب الجنايات في الحج ص ۲۲۴

(۲) الفتاوى الهندية، كتاب المناسك، الباب التاسع في الصيد، ج ۱، ص 251

میں کوے کی جگہ بچھو کا ذکر ہے۔



بَابُ هَلْ يَجُوْزُ لِلْمُحْرِمِ اَنْ يَّتَزَوَّجَ

محرم کے نکاح کرنے کا بیان

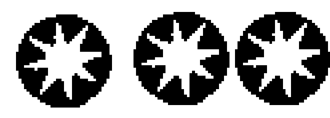
(۲۳۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ بنت حارث سے احرام کی حالت میں نکاح فرمایا۔

شرح:

اس حدیث کو بعینہ ائمہ صحاح ستہ نے روایت کیا ہے، امام شافعی امام مالک فرماتے ہیں کہ حالت احرام میں نکاح صحیح نہیں اس کو ابھی امام بخاری کت علاوہ ایک جماعت نے روایت کیا ہے، اور امام مسلم اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ محرم نہ نکاح کرسکتا ہے اور نہ کروا سکتا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ نہ نکاح کا پیغام دے سکتا ہے جو کہ امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے۔ (لیکن ہمارے احناف کے نزدیک حالت احرام میں نکاح جائز ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔)(۱)

مسئلہ: احرام کی حالت میں نکاح ہوسکتا ہے کسی احرام والی عورت سے نکاح کیا تو اگر نفل کا احرام ہے کھلوا سکتا ہے اور فرض کا ہے تو دو صورتیں ہیں۔ اگر عورت کا محرم ساتھ میں ہے تو نہیں کھلوا سکتا اور محرم ساتھ میں نہ ہو تو فرض کا احرام بھی کھلوا سکتا ہے اور اگر اس کا مُحرمہ ہونا معلوم نہ ہو اور جماع کر لیا تو حج فاسد ہو گیا۔ (۲)



بَابُ مَنِ احْتَجَمَ مُحْرِمًا

احرام کی حالت میں پچھنا لگوانے کا بیان

(۲۴۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

---

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 275

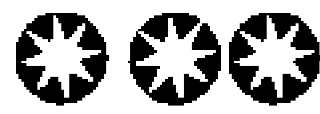
(۲) الفتاوی الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب السابع عشر فی النذر بالحج، ج ۱، ص ۲۶۴

وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں پچھنا لگوایا۔

شرح:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایسی جگہ پچھنا لگوایا جہاں پر بال نہ تھے کہ جن کو مونڈنے کی ضرورت پڑی ہو (معلوم ہوا کہ جب بال کو کاٹنے اور مونڈنے کے بغیر پچھنا لگوا سکتا ہے ورنہ نہیں اس لیے کہ حالت احرام میں بال مونڈنے اور کاٹنے کی اجازت نہیں)(۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاِسْتِلَامِ

استلام کا بیان

(۲۴۱) اَبُو حَنِيفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ مَا تَرَكْتُ اِسْتِلَامَ الْحَجَرِ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو استلام کرتے ہوئے دیکھا ہے، تب سے میں نے استلام کو کبھی ترک نہیں کیا۔

شرح:

یعنی جب سے میں نے نبی اکرم ﷺ کو حجر اسود کو استلام یعنی چھوتے اور بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے تب سے آج تک میں نے حجر اسود کو استلام کرنا نہیں چھوڑا (معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی اکرم ﷺ کے ایک ایک فعل پر نظر رکھتے تھے، اور بعض عبادات کو نبی اکرم ﷺ کی سنت سمجھ کر کرتے تھے)۔

حجر اسود پر پیشانی رکھنے کے استحباب میں اختلاف ہے، ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کو حجر اسود کے پاس کھڑا دیکھا آپ فرما رہے تھے کہ میں جانتا ہوں کہ پتھر نہ نفع دیتا ہے نہ نقصان پھر آپ نے اس کو چھوا اور بوسہ دیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کیا تو آپ نے بھی ایسا ہی کیا اور ساتھ فرمایا کہ (اے حجر اسود میں تجھے بوسہ اس لیے دے رہا ہوں کہ) میں نے نبی اکرم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے، اگر میرے نبی ﷺ تجھے نہ چومتے تو میں بھی تجھے کبھی نہ چومتا، اور اسی کی مثل حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے ۔ کہ آپ نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص،85۔

(۲۴۲) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا انْتَهَیْتُ اِلَی الرُّکْنِ الْیَمَانِیِّ اِلَّا لَقِیْتُ عِنْدَهٗ جِبْرِیْلَ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللهِ تُکْثِرُ مِنْ اِسْتِلَامِ الرُّکْنِ الْیَمَانِیِّ قَالَ مَا اَتَیْتُ عَلَیْهِ قَطُّ اِلَّا وَجِبْرِیْلُ قَائِمٌ عِنْدَهٗ یَسْتَغْفِرُ لِمَنْ یَّسْتَلِمُهٗ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں رکن یمانی کے پاس جب بھی پہنچتا ہوں تو مجھے وہاں حضرت جبریل علیہ السلام ملتے ہیں۔ حضرت عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ آپ رکن یمانی کا استلام کثرت سے کرتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں جب بھی اس کے پاس آتا ہوں تو وہاں حضرت جبریل علیہ السلام کھڑے ہوتے ہیں، وہ ہر اس شخص کے لیے استغفار کرتے ہیں جو استلام کرتا ہے۔

شرح:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رکن یمانی کے پاس دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کے پاس سے گزرنے والے کی دعا پر آمین کہتے ہیں، اور حجر اسود کے پاس تو اتنے فرشتے ہوئے ہیں جن کا شمار نہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں جب بھی رکن یمانی کے پاس سے گزرا ہوں تو اس کے پاس ایک فرشتہ پایا ہے جو آمین آمین کی صدائیں لگاتا رہتا ہے جب تم اس کے پاس سے گزرو تو دعا کرو کہ اے اللہ ہم کو دنیا و آخرت میں بھلائی عطاء فرما اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رکن یمانی کے ساتھ ستر فرشتے مقرر کیے ہیں جو کوئی بھی دعا کرتا ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے دیناو آخرت میں عفوم عافیت کا سوال کرتا ہوں اور" ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ ...... الخ تو اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔

(۲۴۳) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ بَیْنَ الرُّکْنِ الْیَمَانِیِّ وَالْحَجَرِ الْاَسْوَدِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ وَالذُّلِّ وَمَوْقِفِ الْخِزْیِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کہا کرتے تھے" اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ وَالذُّلِّ وَمَوْقِفِ الْخِزْیِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔" اے اللہ میں کفر، فقر، ذلت، اور دنیا و آخرت میں رسوائی کی جگہوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ رکن یمانی کے پاس یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ میں کفر یعنی کفر حقی و جلی سے، فقر یعنی دل کے فقر اور اللہ کے غیر کی محتاجی سے، ذلت سے اور دنیا و آخرت کی رسوائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں (یقیناً یہ دعا تعلیم امت کے لیے تھی ورنہ نبی اکرم ﷺ تو ان چیزوں سے محفوظ و مامون ہیں، ابو الاحمد)

(۲۴۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ وَهُوَ شَاكٌ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ يُسْتَلِمُ الْاَرْكَانَ بِمِحْجَنِهٖ.وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَهُوَ شَاكٌّ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیت اللہ کا طواف فرمایا، اور آپ ﷺ اپنی سواری پر ارکان کا اپنی لاٹھی سے استلام کر رہے تھے۔ ایک روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ صفا اور مروہ کے درمیان اپنی سواری پر سوار تھے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے بحالت بیماری میں طواف کیا اور اپنی چھڑی سے رکن یمانی اور حجر اسود کو استلام کرتے، امام احمد اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اونٹ پر سوار کو طواف فرمایا جب آپ ﷺ رکن یمانی کے پاس آتے تو اپنے ہاتھ میں موجود کسی چیز کے ساتھ اس کی طرف اشارہ فرماتے اور تکبیر کہتے تھے۔ (نبی اکرم ﷺ کے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جب تک نبی اکرم ﷺ کسی سواری پر سوار رہتے تھے تو آپ ﷺ کی سواری پر سوار ہونے کی حالت میں وہ جانور آپ کی تعظیم کی وجہ سے پیشاب، گوبر وغیرہ نہ کرتا تھا)(۱)

فقہی مسائل

امام احمد وترمذی انھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: حجرِ اسود جب جنت سے نازل ہوا دودھ سے زیادہ سفید تھا، بنی آدم کی خطاؤں نے اُسے سیاہ کر دیا۔ (۲)

ترمذی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ: حجرِ اسود و مقامِ ابراہیم جنت کے یاقوت ہیں، اللہ (عزوجل) نے ان کے نور کو مٹا دیا اور اگر نہ مٹاتا تو جو کچھ مشرق و مغرب کے درمیان ہے سب کو روشن کر دیتے۔ (۳)

علامہ امجد علی اعظمی فرماتے ہیں۔

میسر ہو سکے تو حجرِ اسود پر دونوں ہتھیلیاں اور اُن کے بیچ میں مونھ رکھ کر یوں بوسہ دو کہ آواز نہ پیدا ہو، تین بار ایسا ہی کرو یہ نصیب ہو تو کمالِ سعادت ہے۔ یقیناً تمھارے محبوب و مولےٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بوسہ دیا اور رُوئے اقدس اس پر رکھا۔ زہے خوش نصیبی کہ تمہارا مونھ وہاں تک پہنچے اور ہجوم کے سبب نہ ہو سکے تو نہ اَوروں کو ایذا دو، نہ آپ دبو کچلو بلکہ اس کے عوض ہاتھ سے چُھو کر اسے چوم لو اور ہاتھ نہ پہنچے تو لکڑی سے چُھو کر اسے چوم لو اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ہاتھوں سے اُس کی طرف اشارہ کر کے انھیں بوسہ دے لو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مونھ رکھنے کی جگہ پر نگاہیں پڑ رہی ہیں یہی کیا کم ہے اور حجر کو بوسہ

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص 79،

(۲) جامع الترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود والرکن والمقام، الحدیث ۸۷۸: ، ج ۲، ص ۲۴۸.

(۳) جامع الترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود والرکن والمقام [illegible]

دینے یا ہاتھ یا لکڑی سے چھو کر چوم لینے یا اشارہ کر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کو استلام کہتے ہیں۔ استلام کے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَطَھِّرْلِیْ قَلْبِیْ وَاشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ.

حدیث میں ہے، روزِ قیامت یہ پتھر اُٹھایا جائے گا، اس کی آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھے گا، زبان ہوگی جس سے کلام کریگا، جس نے حق کے ساتھ اُسکا بوسہ دیا اور استلام کیا اُس کے لیے گواہی دے گا۔

جب رُکنِ یمانی کے پاس آؤ تو اسے دونوں ہاتھ یا دہنے سے تبرکاً چھوؤ، نہ صرف بائیں سے اور چاہو تو اُسے بوسہ بھی دو اور نہ ہو سکے تو یہاں لکڑی سے چھونا یا اشارہ کر کے ہاتھ چومنا نہیں اور یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ. اور رُکنِ شامی یا عراقی کو چھونا یا بوسہ دینا کچھ نہیں۔

جب اس سے بڑھو تو یہ مُستجاب ہے جہاں ستر ہزار فرشتے دعا پر آمین کہیں گے وہی دعائے جامع پڑھو، یا

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ یا اپنے اور سب احباب و مسلمین اور اس حقیر ذلیل کی نیت سے صرف درود شریف پڑھے کہ یہ کافی ووافی ہے۔ دعائیں یاد نہ ہوں تو وہ اختیار کرے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے وعدہ سے تمام دعاؤں سے بہتر وافضل ہے یعنی یہاں اور تمام مواقع میں اپنے لیے دعا کے بدلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ، ایسا کریگا تو اللہ (عزوجل) تیرے سب کام بنادے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا۔ (۱)

مسئلہ: جب طواف کے بعد سعی کرنی ہو تو واپس آ کر حجرِ اسود کا استلام کر کے سعی کو جائے اور سعی نہ کرنی ہو تو استلام کی ضرورت نہیں۔ (۲)

(۲۴۵) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَمَلَ مِنَ الْحَجَرِ اِلَى الْحَجَرِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حجر اسود سے حجر اسود تک رمل (ٹہل ٹہل کر چلنا) فرمایا ہے۔

شرح:

رمل کا مقصد یہ ہے کہ کفار کے سامنے اسلام کی جلالت کا اظہار ہو جائے۔

فقہی مسائل:

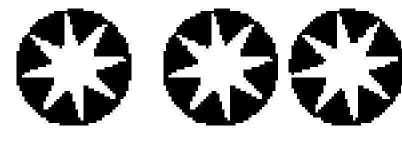
طواف کرنے والے کو چاہیے کہ پہلے تین پھیروں میں مرد رمل کرتا چلے یعنی جلد جلد چھوٹے قدم رکھتا، شانے ہلاتا جیسے

---

(۱) جامع الترمذی، ، ابواب صفۃ القیامۃ، ۲۳۔ باب، الحدیث ۲۴۶۵ : ، ج ۴، ص ۲۰۷

(۲) ، الفتاوی الھندیۃ، ، کتاب المناسک، الباب الخامس، فی کیفیۃ اداء الحج، ج ۱، ص ۲۲۶

قوی و بہادر لوگ چلتے ہیں، نہ کودتا نہ دوڑتا، جہاں زیادہ ہجوم ہو جائے اور رَمل میں اپنی یا دوسرے کی ایذا ہو تو اتنی دیر رَمل ترک کرے مگر رَمل کی خاطر رُکے نہیں بلکہ طواف میں مشغول رہے پھر جب موقع مل جائے، تو جتنی دیر تک کے لیے ملے رَمل کے ساتھ طواف کرے۔



بَابُ الْجَمْعِ بِعَرَفَةَ

عرفات میں جمع کا بیان

(۲۴۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ اَبِيْ حَيَّةَ اَبِيْ جَنَابٍ عَنْ هَانِيءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَفَضْنَا مَعَهٗ مِنْ عَرَفَاتٍ فَلَمَّا نَزَلْنَا جَمْعًا اَقَامَ فَصَلَّيْنَا الْمَغْرِبَ مَعَهٗ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّ عَلَيْهِ ثُمَّ اٰوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ فَقَعَدْنَا نَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ طَوِيْلًا ثُمَّ قُلْنَا يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ الصَّلٰوةُ فَقَالَ اَيُّ الصَّلٰوةِ فَقُلْنَا الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ فَقَالَ اَمَّا كَمَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ صَلَّيْتُ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

حضرت ہانی بن یزید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ میدان مزدلفہ واپس آئے، ہم سب نے وہاں نزول کیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز مغرب ادا کی، پھر آپ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور دو رکعات نماز ادا کی، پھر پانی منگوا کر غسل کر کے محو استراحت ہوئے۔ ہم نماز کا انتظار کرنے کی غرض سے طویل وقت بیٹھے رہے، پھر ہم نے عرض کی: اے ابو عبدالرحمٰن، نماز! (کا وقت ہوا چاہتا ہے)، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کون سی نماز؟ ہم نے عرض کی کہ نماز عشاء، آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جیسے رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمائی تھی میں نے پڑھ لی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھی ادا فرمائی ہے۔

شرح:

حضرت ہانی بن یزید کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عرفات سے واپسی کے موقع پر مزدلفہ میں اترے تو ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مغرن کی نماز پڑھی پھر آگے چلے تو بغیر دوسری اقامت کے دو رکعتیں پڑھیں ان دو رکعتوں کے بارے میں بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ یہ عشاء کی دو رکتیں تھی اس لیے کہ آپ مسافر تھے، پھر آپ نے پانی منگوایا تو وہ آپ پر گرمی کو دور کرنے کے لیے یا آپ کے مزدلفہ میں ہونے کی وجہ سے غسل کے لیے بہایا گیا پھر آپ بستر پر جا کر فرمانے لگے ہم نے کافی انتظار کیا کہ ابھی آتے ہیں اور عشاء کی نماز پڑھاتے ہیں اس لیے کہ ہم نے پلی دو رکعتوں کو مغرب

کی سنتیں گمان کیا ہوا تھا جب انتظار طویل ہو گیا تو ہم نے کہا اے ابو عبدالرحمن آئیں نماز پڑھے تو آپ نے فرمایا کونسی نماز؟؟ ہم نے کہا عشاء کی نماز جس طرح نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھی تھی میں نے بھی پڑھی لی۔

اس حدیث کی بنا پر حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء جمع کرنا جائز ہے جیسا کہ اس سے پہلے عرفہ میں جمع جائز تھی، اور ہمارے نزدیک یہ جمع صرف مناسک حج کے لیے ہے جس میں مسافر اور مقیم برابر ہیں (یہاں ہمارا اور شوافع کا اختلاف ہے کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء دونوں نمازیں ایک اذان و اقامت کے ساتھ ادا کی جائے گی یا علیحدہ علیحدہ اذان و اقامت کے ساتھ ہم کہتے ہیں کہ ایک ہی اذان و اقامت کے ساتھ ادا کی جائیں گی اور شوافع کہتے ہیں کہ اذان ایک ہوگی اور اقامت دو بار کہی جائے گی۔ ہماری دلیل یہی حدیث مبارکہ ہے، واللہ اعلم۔) (۱)

(۲۴۷) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَدِیٍّ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ یَزِیْدَ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْمُزْدَلِفَةِ۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر مزدلفہ میں مغرب اور

حضرت ایوب فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء حجۃ الودع کے موقع پر جمع کے کے پڑھیں اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (۲)

(۲۴۸) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ یَزِیْدَ الْخَطْمِیِّ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِجَمْعٍ بِاَذَانٍ وَاِقَامَةٍ وَّاحِدَةٍ۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ ادا کی۔

شرح:

حضرت ابو ایوب فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الودع کے موقع پر مزدلفہ میں مغرب اور عشاء ایک اذان اور اقامت کے ساتھ جمع فرمائیں، اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

فقہی مسائل:

صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفات سے مزدلفہ میں

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 508

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 489

تشریف لائے یہاں مغرب وعشا کی نماز پڑھی پھر لیٹے یہاں تک کہ فجر طلوع ہوئی، جب صبح ہوگئی اُس وقت اذان واقامت کے ساتھ نماز فجر پڑھی، پھر قصواء پر سوار ہو کر مشعر حرام میں آئے اور قبلہ کی جانب موتھ کر کے دعاو تکبیر وتہلیل وتوحید میں مشغول رہے اور وقوف کیا یہاں تک کہ خوب اُجالا ہو گیا اور طلوعِ آفتاب سے قبل یہاں سے روانہ ہوئے۔(۱)

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ اس مسئلہ کو واضح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

خیال رہے کہ عرفات شریف میں تو عصر اپنے وقت سے آگے پڑھتے ہیں کہ ظہر کے وقت میں پڑھی جاتی ہے اس لیے وہاں دونوں نمازوں کے لیے تکبیریں بھی دو ہوں گی اور جو حاجی جماعت امام کے ساتھ پڑھے گا وہ ہی جمع صلوتین کرے گا مگر مزدلفہ میں نماز مغرب پیچھے ہٹ گئی کہ عشاء کے وقت میں پڑھی گئی تو خواہ باجماعت نماز پڑھے یا علیحدہ اور خواہ امام کے ساتھ جماعت پڑھے یا اپنی جماعت علیحدہ کرے، بہر حال جمع صلوتین کرے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ عرفات میں دونوں نمازوں کے لیے اذان ایک اور اقامت دو ہوں گی۔ (۲)

مسئلہ: مغرب وقت عشا میں پڑھنی اُسی کے لیے خاص ہے جو مزدلِفہ کو آئے اور اگر عرفات ہی میں رات کو رہ گیا یا مزدلِفہ کے سوا دوسرے راستہ سے واپس ہوا تو اسے مغرب کی نماز اپنے وقت میں پڑھنی ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر مزدلفہ کے آنے والے نے مغرب کی نماز راستہ میں پڑھی یا مزدلفہ پہنچ کر عشا کا وقت آنے سے پہلے پڑھ لی، تو اسے حکم یہ ہے کہ اعادہ کرے مگر نہ کیا اور فجر طلوع ہو گئی تو وہ نماز اب صحیح ہوگئی۔ (۳)

مسئلہ: اگر مزدلفہ میں مغرب سے پہلے عشا پڑھی تو مغرب پڑھ کر عشا کا اعادہ کرے اور اگر طلوع فجر تک اعادہ نہ کیا تو اب صحیح ہوگئی خواہ وہ شخص صاحبِ ترتیب ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ: اگر راستہ میں اتنی دیر ہوگئی کہ طلوع فجر کا اندیشہ ہے تو اب راستہ ہی میں دونوں نمازیں پڑھ لے مزدلِفہ پہنچنے کا انتظار نہ کرے۔ (۴)

مسئلہ: عرفات میں ظہر وعصر کے لیے ایک اذان اور دو اقامتیں ہیں اور مزدلفہ میں مغرب وعشا کے لیے ایک اذان اور ایک اقامت۔

مسئلہ: دونوں نمازوں کے درمیان میں سنت ونوافل نہ پڑھے۔ مغرب کی سنتیں بھی بعد عشا پڑھے اگر درمیان میں سنتیں پڑھیں یا کوئی اور کام کیا تو ایک اقامت اور کہی جائے یعنی عشا کے لیے۔

مزدلفہ میں جو مغرب وعشا جمع کیے جاتے ہیں، فقط ان کے درمیان میں نفل وسنت پڑھنا مکروہ ہے، بعد میں مکروہ نہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم،، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث ۱۲۱۸ : ص ۶۳۴

(۲) مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، ج 4، ص 149 نعیمی کتب خانہ گجرات

(۳) ،الدرالمختار،، کتاب الحج، ج ۳، ص ۶۰۱

(۴) الدرالمختار،، کتاب الحج، ج ۳، ص ۶۰۲

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ رَمْیِ الْجِمَارِ

جمرات کو کنکریاں مارنے کا بیان

(۲۴۹) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ سَلَمَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ عَجَّلَ ضَعَفَةَ اَهْلِهٖ وَقَالَ لَهُمْ لَا تَرْمُوْا جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے گھر والوں میں سے کمزور لوگوں کو جلدی روانہ فرمایا، اور ان کو فرمایا کہ جمرہ عقبہ کو سورج طلوع ہونے کے بعد کنکریاں مارنا۔

شرح:

اس کی شرح آگے آرہی ہے۔

(۲۵۰) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَعَفَةَ اَهْلِهٖ وَقَالَ لَهُمْ لَا تَرْمُوْا جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے گھر والوں میں سے کمزور لوگوں کو جلدی روانہ فرمایا، اور ان کو فرمایا کہ جمرہ عقبہ کو سورج طلوع ہونے کے بعد کنکریاں مارنا۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے اپنے گھر کے کمزور لوگوں کو یعنی عورتوں اور بچوں کو رات کا اکثر حصہ گزرنے کے بعد مزدلفہ میں بھیجا اوران سے فرمایا کہ جمرہ عقبہ کو سورج طلوع ہونے سے پہلے کنکریاں نہ مارنا یعنی سنت یہ ہے کہ سورج طلوع کے بعد کنکریاں ماری جائیں ورنہ تو بالاجماع یوم نحر کی فجر کے بعد جائز ہیں اس میں ہمارے اضناف کی دلیل ہے کہ رمی جمرات کو جائز نہیں جیسے طواف افاضہ صبح سے پہلے جائز نہیں ہے۔ (۱)

(۲۵۱) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَبّٰی حَتّٰی رَمٰی جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ وَکَانَ غُلَامًا حَسَنًا فَجَعَلَ یُلَاحِظُ النِّسَاءَ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصْرِفُ وَجْهَهٗ فَلَبّٰی حَتّٰی رَمٰی جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ اَخِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَزَلْ یُلَبِّیْ حَتّٰی رَمٰی جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص61،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جمرہ عقبہ کو رمی کرنے تک تلبیہ کرتے رہے، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنا ردیف بنایا، ان دنوں وہ ابھی چھوٹے حسین لڑکے تھے، وہ خواتین کی طرف دیکھنے لگے، اور نبی اکرم ﷺ ان کا چہرہ خواتین کی طرف سے دوسری طرف پھیرتے رہے، آپ ﷺ جمرہ عقبہ کو رمی کرنے تلبیہ کہتے رہے۔

حضرت فضل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ تلبیہ فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے جمرۃ عقبہ کی رمی فرمائی۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع میں احرام کے ساتھ تلبیہ شروع فرمایا اور رمی جمرہ کی پہلی کنکری کے ساتھ اس کو ختم کیا اور ائمہ صحاح ستہ میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہمیشہ تلبیہ کہتے رہتے تھے یہاں تک کہ رمی جمرہ نہ کر لیتے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پیچھے بیٹھایا جو کہ ایک حسین و جمیل لڑکے تھے تو وہ باپردہ خواتین کو دیکھتے اس سے معلوم ہوا کہ حسین و جمیل لوگ جمال کو پسند کرتے ہیں، اور نبی اکرم ﷺ ان کا چہرہ فتنہ کے خوف سے پھیر دیتے جیسا کہ ارباب کمال کی شان ہے پھر نبی اکرم ﷺ نے تلبیہ کہنا شروع کیا یہاں تک کہ رمی جمرہ تک تلبیہ کہتے رہے۔ (۱)

فقہی مسائل:

جَمرہ: منیٰ اور مکہ کے بیچ میں تین ستون بنے ہوئے ہیں ان کو جَمرہ کہتے ہیں، پہلا جو منیٰ سے قریب ہے جمرہ اولی کھلاتا ہے اور بیچ کا جمرہ وسطی اور اخیر کا مکہ معظّمہ سے قریب ہے جمرۃ العُقبیٰ کھلاتا ہے۔

مسئلہ: سات سے کم کنکریاں جائز نہیں، اگر صرف تین ماریں یا بالکل نہیں تو دَم لازم ہوگا اور اگر چار ماریں تو باقی ہر کنکری کے بدلے صدقہ دے۔ (۲)

مسئلہ: کنکری مارنے میں پے درپے ہونا شرط نہیں مگر وقفہ خلافِ سنت ہے۔

مسئلہ: سب کنکریاں ایک ساتھ پھینکیں تو یہ ساتوں ایک کے قائم مقام ہوئیں۔

مسئلہ: کنکریاں زمین کی جنس سے ہوں اور ایسی چیز کی جس سے تیمم جائز ہے کنکر، پتھر، مٹی یہاں تک کہ اگر خاک پھینکی جب بھی رَمی ہوگئی مگر ایک کنکری پھینکنے کے قائم مقام ہوئی۔ موتی، عنبر، مشک وغیر ہا سے رَمی جائز نہیں۔ یوہیں جواہر اور سونے چاندی سے بھی رَمی نہیں ہوسکتی کہ یہ تو نچھاور ہوئی مارنا نہ ہوا، مینگنی سے بھی رَمی جائز نہیں۔

مسئلہ: جمرہ کے پاس سے کنکریاں اُٹھانا مکروہ ہے کہ وہاں وہی کنکریاں رہتی ہیں جو مقبول نہیں ہوتیں اور مردود ہوجاتی ہیں اور جو

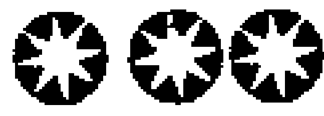
(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص 148

(۲) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فی رمی الجمرۃ العقبی، ج ۳، ص ۶۰۸

مقبول ہو جاتی ہیں اُٹھالی جاتی ہیں۔

مسئلہ: اگر معلوم ہو کہ کنکریاں نجس ہیں تو اُن سے رَمی کرنا مکروہ ہے اور معلوم نہ ہو تو نہیں مگر دھولینا مستحب ہے۔

مسئلہ: اس رَمی کا وقت آج کی فجر سے گیارھویں کی فجر تک ہے مگر مسنون یہ ہے کہ طلوع آفتاب سے زوال تک ہو اور زوال سے غروب تک مُباح اور غروب سے فجر تک مکروہ۔ یوہیں دسویں کی فجر سے طلوع آفتاب تک مکروہ اور اگر کسی عُذر کے سبب ہو مثلاً چرواہوں نے رات میں رَمی کی تو کراہت نہیں۔ (۱)



بَابُ الرُّکُوْبِ عَلَی الْبُدْنِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کا اونٹ پر سوار ہونے کا بیان

(۲۵۲) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ عَبْدِ الْکَرِیْمِ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلاً یَسُوْقُ بَدَنَۃً فَقَالَ اِرْکَبْھَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو اونٹ ہانک رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ۔

شرح:

یعنی ایک آدمی اپنی قربانی (اونٹ) کو زجر و توبیخ کر رہا تھا اور اس کے ساتھ چل رہا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جاؤ کیونکہ نبی اکرم نے جان لیا تھا کہ یہ سفر اس آدمی کو تھکا دے گا۔ اسی وجہ سے احناف اور شوافع نے کہا کہ اپنی سواری پر سوائے ضرورت کے سوار ہونا جائز نہیں۔ (اور اس آدمی کو ضرورت تھی اس لیے نبی اکرم ﷺ نے سوار ہونے کا حکم دیا ورنہ دوسری روایات میں قربانی پر سوار ہونے سے منع کیا گیا ہے واللہ اعلم) (۱)

فقہی مسائل:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

" وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَکُمْ فِیْھَا مَنَافِعُ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ مَحِلُّھَآ اِلَی الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ﴿۳۳﴾ وَ لِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا لِّیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلٰی مَا رَزَقَھُمْ مِّنْ بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ) (پ۱۷، الحج: ۳۲۔۳۴.)

ترجمہ: اور جو اللہ (عزوجل) کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے، تمہارے لیے چوپایوں میں ایک

(۱) الدر المختار، و، رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی رمی الجمرۃ العقبی، ج ۳، ص ۶۱۰.

مقرر میعاد تک فائدے ہیں پھر ان کا پہنچنا ہے اِس آزاد گھر تک۔ اور ہر اُمت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر کی کہ اللہ (عزوجل) کا نام ذکر کریں، اُن بے زبان چوپایوں پر جو اُس نے انھیں دیے۔

اور فرماتا ہے:

"وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾" (پ۱۷، الحج ۳۶: ـ ۳۷)

ترجمہ: اور قربانی کے اونٹ، گائے ہم نے تمھارے لیے اللہ (عزوجل) کی نشانیوں سے کیے، تمھارے لیے ان میں بھلائی ہے تو اُن پر اللہ (عزوجل) کا نام لو، ایک پاؤں بندھے، تین پاؤں سے کھڑے پھر جب اُن کی کروٹیں گر جائیں تو اُن میں سے خود کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ۔ یوہیں ہم نے ان کو تمھارے قابو میں کر دیا کہ تم احسان مانو، اللہ (عزوجل) کو ہر گز نہ اُن کے گوشت پہنچتے ہیں، نہ اُن کے خون، ہاں اُس تک تمھاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔ یوہیں اُن کو تمھارے قابو میں کر دیا کہ تم اللہ (عزوجل) کی بڑائی بولو، اُس پر کہ اُس نے تمھیں ہدایت فرمائی اور خوشخبری پہنچاؤ نیکی کرنے والوں کو۔

مسئلہ: ہدی اُس جانور کو کہتے ہیں جو قربانی کے لیے حرم کو لے جایا جائے۔ یہ تین قسم کے جانور ہیں 1: بکری، اس میں بھیڑ اور دُنبہ بھی داخل ہے۔ گائے، بھینس بھی اسی میں شمار ہے۔ 3 اونٹ ہدی کا ادنیٰ درجہ بکری ہے تو اگر کسی نے حرم کو قربانی بھیجنے کی منّت مانی اور معیّن نہ کی تو بکری کافی ہے۔ (۱)

مسئلہ: قربانی کی نیت سے بھیجا یا لے گیا جب تو ظاہر ہے کہ قربانی ہے اور اگر بدنہ کے گلے میں ہار ڈال کر ہانکا جب بھی ہدی ہے اگرچہ نیت نہ ہو۔ اس لیے کہ اس طرح قربانی ہی کو لے جاتے ہیں۔ (۲)

مسئلہ: قربانی کے جانور میں جو شرطیں ہیں وہ ہدی کے جانور میں بھی ہیں مثلاً اونٹ پانچ سال کا، گائے دو ۲ سال کی، بکری ایک سال کی مگر بھیڑ دُنبہ چھ ۶ مہینے کا اگر سال بھر والی کی مثل ہو تو ہو سکتا ہے اور اونٹ گائے میں یہاں بھی سات آدمی کی شرکت ہو سکتی ہے۔ (۳)

مسئلہ: اونٹ، گائے کے گلے میں ہار ڈال دینا مسنون ہے اور بکری کے گلے میں ہار ڈالنا سنت نہیں مگر صرف شکرانہ یعنی تمتع و قران اور نفل اور منّت کی قربانی میں سنت ہے، احصار اور جرمانہ کے دَم میں نہ ڈالیں۔

---

(۱) ،الدرالمختار، و ردالمحتار، ،کتاب الحج، باب الھدی، ج ۴، ص ۴۱، وغیرہ۔

(۲) ، ردالمحتار، ،کتاب الحج، باب الھدی، ج ۴، ص ۴۲.

(۳) الدرالمختار، ،کتاب الحج، باب الھدی، ج ۴، ص ۴۲، وغیرہ۔

مسئلہ: ہَدی اگر قِران یا تمتّع کا ہو تو اس میں سے کچھ کھالینا بہتر ہے۔ یوہیں اگر نفل ہو اور حرم کو پہنچ گیا ہو اور اگر حرم کو نہ پہنچا تو خود نہیں کھا سکتا، فقرا کا حق ہے اور ان تین کے علاوہ نہیں کھا سکتا اور جسے خود کھا سکتا ہے، مالداروں کو بھی کھلا سکتا ہے، نہیں تو نہیں اور جس کو کھا نہیں سکتا اس کی کھال وغیرہ سے بھی نفع نہیں لے سکتا۔ (۱)

مسئلہ: تمتّع و قران کی قربانی دسویں سے پہلے نہیں ہوسکتی اور دسویں کے بعد کی تو ہو جائے گی مگر دَم لازم ہے کہ تاخیر جائز نہیں اور ان دو ۲ کے علاوہ کے لیے کوئی دن معیّن نہیں اور بہتر دسویں ہے۔ حرم میں ہونا سب میں ضروری ہے، منیٰ کی خصوصیت نہیں ہاں دسویں کو ہو تو منیٰ میں ہونا سنت ہے اور دسویں کے بعد مکہ میں۔ منّت کے بدنہ کا حرم میں ذبح ہونا شرط نہیں جبکہ منّت میں حرم کی شرط نہ لگائی۔

مسئلہ: ہَدی کا گوشت حرم کے مساکین کو دینا بہتر ہے، اس کی نکیل اور جُھول کو خیرات کر دیں اور قصاب کو اس کے گوشت میں سے کچھ نہ دیں۔ ہاں اگر اُسے بطور تصدق دیں تو حرج نہیں۔

مسئلہ: ہَدی کے جانور پر بلا ضرورت سوار نہیں ہو سکتا نہ اس پر سامان لاد سکتا ہے اگرچہ نفل ہو اور ضرورت کے وقت سوار ہوا یا سامان لادا اور اس کی وجہ سے اُس میں کچھ نقصان آیا تو اتنا محتاجوں پر تصدّق کرے۔

مسئلہ: اگر وہ دودھ والا جانور ہے تو دودھ نہ دوہے اور تھن پر ٹھنڈا پانی چھڑک دیا کرے کہ دودھ موقوف ہو جائے اور اگر ذبح میں وقفہ ہو اور نہ دوہنے سے ضرر ہوگا تو دوہ کر دودھ خیرات کر دے اور اگر خود کھالیا یا غنی کو دیدیا یا ضائع کر دیا تو اتنا ہی دودھ یا اس کی قیمت مساکین پر تصدّق کرے۔

مسئلہ: اگر وہ بچہ جنے تو بچہ کو تصدق کر دے یا اُسے بھی اُس کے ساتھ ذبح کر دے اور اگر بچہ کو بیچ ڈالا یا ہلاک کر دیا تو قیمت کو تصدق کرے اور اس قیمت سے قربانی کا جانور خرید لیا تو بہتر ہے۔

مسئلہ: غلطی سے اُس نے دوسرے کے جانور کو ذبح کر دیا اور دوسرے نے اُس کے جانور کو تو دونوں کی قربانیاں ہوگئیں۔

مسئلہ: اگر جانور حرم کو لے جا رہا تھا راستہ میں مرنے لگا تو اُسے وہیں ذبح کر ڈالے اور خون سے اُس کا ہار رنگ دے اور کوہان پر چھاپا لگا دے تاکہ اُسے مالدار لوگ نہ کھائیں، فقرا ہی کھائیں پھر اگر وہ نفل تھا تو اُس کے بدلے کا دوسرا جانور لے جانا ضرور نہیں اور اگر واجب تھا تو اس کے بدلے کا دوسرا لے جانا واجب ہے اور اگر اس میں کوئی ایسا عیب آ گیا کہ قربانی کے قابل نہ رہا تو اسے جو چاہے کرے اور اُس کے بدلے دوسرا لے جائے جب کہ واجب ہو۔ (۲)

مسئلہ: جانور حرم کو پہنچ گیا اور وہاں مرنے لگا تو اسے ذبح کر کے مساکین پر تصدق کرے اور خود نہ کھائے اگرچہ نفل ہو اور اگر اس میں تھوڑا سا نقصان پیدا ہوا ہے کہ ابھی قربانی کے قابل ہے تو قربانی کرے اور خود بھی کھا سکتا ہے۔

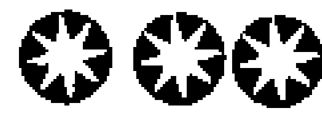
مسئلہ: جانور چوری گیا اُس کے بدلے کا دوسرا خریدا اور اُسے ہار ڈال کر لے چلا پھر وہ مل گیا تو بہتر یہ ہے کہ دونوں کی قربانی کر دے اور اگر پہلے کی قربانی کی اور دوسرے کو بیچ ڈالا تو یہ بھی ہو سکتا ہے اور اگر پچھلے کو ذبح کیا اور پہلے کو بیچ ڈالا تو اگر

---

(۱) ،الدرالمختار، کتاب الحج، باب الھدی، ج ۴، ص ۴۵۔

(۲) [illegible]

وہ اُس کی قیمت میں برابر تھا یا زیادہ تو کافی ہے اور کم ہے تو جتنی کمی ہوئی صدقہ کردے۔



بَابُ هَلْ يَجُوزُ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّجْمَعَ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ فِي سَفَرٍ وَّاحِدٍ؟

ایک ہی سفر میں عمرہ اور حج کو اکٹھا کرنے کا بیان

(۲۵۳) اَبُوْ حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنِ الصُّبَيِّ بْنِ مَعْبَدٍ قَالَ اَقْبَلْتُ مِنَ الْجَزِيْرَةِ حَاجًّا فَمَرَرْتُ بِسَلْمَانَ ابْنِ رَبِيْعَةَ وَزَيْدِ بْنِ صُوْحَانَ وَهُمَا شَيْخَانِ بِالْعُذَيْبَةِ قَالَ فَسَمِعَانِيْ اَقُوْلُ لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ فَقَالَ اَحَدُهُمَا هٰذَا الشَّخْصُ اَضَلُّ مِنْ بَعِيْرِهٖ وَقَالَ الْاٰخَرُ هٰذَا اَضَلُّ مِنْ كَذَا وَ كَذَا قَالَ فَمَضَيْتُ. حَتّٰى اِذَا قَضَيْتُ نُسُكِيْ مَرَرْتُ بِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ فَاَخْبَرْتُهٗ كُنْتُ رَجُلًا بَعِيْدَ الشُّقَّةِ قَاصِيَ الدَّارِ اَذِنَ اللّٰهُ لِيْ فِيْ هٰذَا الْوَجْهِ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَجْمَعَ عُمْرَةً اِلٰى حَجَّةٍ فَاَهْلَلْتُ بِهِمَا جَمِيْعًا وَّلَمْ اٰنَسْ فَمَرَرْتُ بِسَلْمَانَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَزَيْدِ بْنِ صُوْحَانَ فَسَمِعَانِيْ اَقُوْلُ لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ مَعًا فَقَالَ اَحَدُهُمَا هٰذَا اَضَلُّ مِنْ بَعِيْرِهٖ وَقَالَ الْاٰخَرُ هٰذَا اَضَلُّ مِنْ كَذَا وَ كَذَا وَقَالَ فَصَنَعْتَ مَاذَا قَالَ مَضَيْتُ فَطُفْتُ طَوَافًا لِعُمْرَتِيْ وَسَعَيْتُ سَعْيًا لِعُمْرَتِيْ ثُمَّ عُدْتُ فَفَعَلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ بَقِيْتُ حَرَامًا اَصْنَعُ كَمَا يَصْنَعُ الْحَاجُّ حَتّٰى قَضَيْتُ اٰخِرَ نُسُكِيْ قَالَ هُدِيْتَ لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ الصُّبَيِّ بْنِ مَعْبَدٍ قَالَ كُنْتُ حَدِيْثَ عَهْدٍ بِنَصْرَانِيَّةٍ فَقَدِمْتُ الْكُوْفَةَ اُرِيْدُ الْحَجَّ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَاَهَلَّ سَلْمَانُ وَزَيْدُ بْنُ صُوْحَانَ بِالْحَجِّ وَحْدَهٗ وَاَهَلَّ الصُّبَيُّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَقَالَا وَيْحَكَ تَمَتَّعْتَ وَقَدْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُتْعَةِ قَالَا لَهٗ وَاللّٰهِ لَاَنْتَ اَضَلُّ مِنْ بَعِيْرِكَ قَالَ نَقْدِمُ عَلٰى عُمَرَ وَ تَقْدِمُوْنَ فَلَمَّا قَدِمَ الصُّبَيُّ مَكَّةَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِعُمْرَتِهٖ ثُمَّ رَجَعَ حَرَامًا لَّمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِحَجَّتِهٖ ثُمَّ اَقَامَ حَرَامًا لَّمْ يَحِلَّ مِنْهُ حَتّٰى اَتٰى عَرَفَاتٍ وَّفَرَغَ مِنْ حَجَّتِهٖ فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ النَّحْرِ حَلَّ فَاَهْرَقَ دَمًا لِّمُتْعَتِهٖ فَلَمَّا صَدَرُوْا مِنْ حَجِّهِمْ مَرُّوْا بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهٗ زَيْدُ بْنُ صُوْحَانَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّكَ نَهَيْتَ عَنِ

الْمُتْعَةِ وَاَنَّ الصُّبَیَّ بْنَ مَعْبَدٍ قَدْ تَمَتَّعَ قَالَ صَنَعْتَ مَاذَا یَا صُبَیُّ قَالَ اَهْلَلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَلَمَّا قَدِمْتُ مَكَّةَ طُفْتُ بِالْبَیْتِ وَطُفْتُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِعُمْرَتِیْ ثُمَّ رَجَعْتُ حَرَامًا وَّلَمْ اُحِلَّ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ طُفْتُ بِالْبَیْتِ وَبَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِحَجَّتِیْ ثُمَّ اَقَمْتُ حَرَامًا یَوْمَ النَّحْرِ فَاَهْرَقْتُ دَمًا لِمُتْعَتِیْ ثُمَّ اَحْلَلْتُ قَالَ فَضَرَبَ عُمَرُ عَلٰی ظَهْرِهٖ وَقَالَ هُدِیْتَ لِسُنَّةِ نَبِیِّكَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنِ الصُّبَیِّ قَالَ خَرَجَ هُوَ وَسَلْمَانُ بْنُ رَبِیْعَةَ وَزَیْدُ بْنُ صُوْحَانَ یُرِیْدُوْنَ الْحَجَّ قَالَ فَاَمَّا الصُّبَیُّ فَقَرَنَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ جَمِیْعًا وَاَمَّا سَلْمَانُ وَزَیْدٌ فَاَفْرَدَا الْحَجَّ ثُمَّ اَقْبَلَا عَلَی الصُّبَیِّ یَلُوْمَانِهٖ فِیْمَا صَنَعَ ثُمَّ قَالَا لَهٗ اَنْتَ اَضَلُّ مِنْ بَعِیْرِكَ تَقْرِنُ بَیْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَقَدْ نَهٰی اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَنِ الْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ قَالَ تَقْدِمُوْنَ عَلٰی عُمَرَ وَاَقْدِمُ قَالَ فَمَضَوْا حَتّٰی دَخَلُوْا مَكَّةَ فَطَافَ بِالْبَیْتِ لِعُمْرَتِهٖ وَسَعٰی بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِعُمْرَتِهٖ ثُمَّ عَادَ فَطَافَ بِالْبَیْتِ لِحَجَّتِهٖ ثُمَّ سَعٰی بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ اَقَامَ حَرَامًا كَمَا هُوَ لَمْ یَحِلَّ لَهٗ شَیْءٌ حُرِّمَ عَلَیْهِ حَتّٰی اِذَا كَانَ یَوْمُ النَّحْرِ ذَبَحَ مَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ شَاةً فَلَمَّا قَضَوْا نُسُكَهُمْ مَرُّوْا بِالْمَدِیْنَةِ فَدَخَلُوْا عَلٰی عُمَرَ فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ وَزَیْدٌ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّ الصُّبَیَّ قَرَنَ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ قَالَ صَنَعْتَ مَاذَا قَالَ لَمَّا قَدِمْتُ مَكَّةَ طُفْتُ طَوَافًا لِعُمْرَتِیْ ثُمَّ سَعَیْتُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِعُمْرَتِیْ ثُمَّ عُدْتُ فَطُفْتُ بِالْبَیْتِ لِحَجَّتِیْ ثُمَّ سَعَیْتُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِحَجَّتِیْ قَالَ ثُمَّ صَنَعْتَ مَاذَا قَالَ اَقَمْتُ حَرَامًا لَمْ یَحِلَّ لِیْ شَیْءٌ حُرِّمَ عَلَیَّ حَتّٰی اِذَا كَانَ یَوْمُ النَّحْرِ ذَبَحْتُ مَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ شَاةً قَالَ فَضَرَبَ عُمَرُ عَلٰی كَتِفِهٖ ثُمَّ قَالَ هُدِیْتَ لِسُنَّةِ نَبِیِّكَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔

حضرت صبی بن معبد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جزیرہ سے حج کا ارادہ کر کے روانہ ہوا، حضرت سلمان بن ربیعہ اور حضرت زید بن صوحان رضی اللہ عنہما کے قریب سے میں گزرا، ان دونوں کا شمار عذیبہ کے شیوخ میں سے ہوتا ہے، ان دونوں کو علم ہوا کہ میں حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ کہہ رہا ہوں تو ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ شخص تو اونٹ سے بھی گیا گزرا ہے، جبکہ دوسرے شخص نے بطور طبع آزمائی کہا کہ یہ شخص تو فلاں آدمی سے بھی زیادہ بھٹکا ہوا ہے۔ میں وہاں سے عازم سفر ہوا اور تکمیل مناسک حج کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس سے میرا گزر ہوا، میں نے ان کو اپنا واقعہ تفصیل سے بیان کرتے ہوئے عرض کی: میرا تعلق دور کے علاقہ سے ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے حج بیت اللہ کی سعادت سے نوازا ہے، اور میں نے حج اور عمرہ دونوں کو جمع کرنے کا قصد کیا، تو

دونوں کا ہی احرام باندھا، یہ کام میں نے سہواً نہیں کیا بلکہ جان بوجھ کر کیا ہے۔ جب میرا گزر حضرت سلمان بن ربیعہ اور حضرت زید بن صوحان پر ہوا، اور انہیں میرے حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا تلبیہ کہنے کا معلوام ہوا تو ان میں سے ایک نے مجھے کہا کہ یہ شخص تو اونٹ سے بھی گیا گزرا ہے جبکہ دوسرے نے کہا کہ یہ شخص تو فلاں سے بھی زیادہ گمراہ ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے کہا کیا ہے؟ میں نے عرض کی میں وہاں سے سفر کے ارادے سے یہاں پہنچا ہوں، طواف عمرہ، اور صفاومروہ کی سعی کی، پھر میں نے دوسری بار ایسا کیا اور حالت احرام میں ہی رہا، حاجیوں کے کرنے والے افعال بھی بجالاتا رہا، حتیٰ کہ میں نے مناسک حج کا آخری رکن بھی ادا کرلیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو تو رسول اکرم ﷺ کی سنت اپنانے کی سعادت حاصل ہوگئی ہے۔

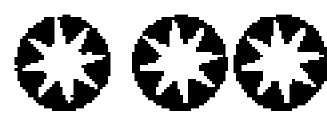
ایک روایت میں ہے کہ صبی بن معبد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے مذہب عیسائیت چھوڑے ابھی زیادعرصہ نہیں ہوا تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حج کے ارادہ سے کوفہ پہنچا، حضرت زید بن صوحان اور حضرت سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہما نے صرف حج کا احرام باندھا، اور میں نے حج وعمرہ دونوں کے ارادہ سے احرام باندھا، ان دونوں نے کہا کہ افسوس! آپ حج تمتع کا ارادہ رکھتے ہیں، حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ قسم بخدا! تم تو اپنے اونٹ سے بھی زیادہ گئے گزرے ہو، میں نے کہا کہ آپ اور میں فیصلہ کروانے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔

حضرت صبی بن معبد رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ آئے تو بیت اللہ کا طواف اور سعی صفاومروہ کی، پھر حالت احرام میں واپس آگئے، اور کسی ... اپنے لیے حلال قرار نہ دیا، پھر حج کی نیت سے حالت احرام میں طواف اور صفاومروی کی سعی کی، اور اقامت پذیر ہوگئے، اور میدان عرفات میں پہنچنے اور حج کی تکمیل تک محرم رہے۔ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو جب حلال ہونے کا قصد کیا، تو حج تمتع کی نیت سے ایک جانور کی قربانی کی۔ مناسک حج کی تکمیل کے بعد یہ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، تو حضرت زید بن صوحان نے عرض کی: امیرالمؤمنین! آپ تو تمتع سے منع کرتے ہیں جبکہ حضرت صبی بن معبد نے حج تمتع ادا کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت صبی سے پوچھا کہ تُو نے کونسا طریقہ اپنایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حج وعمرہ کی نیت سے احرام باندھا، مکہ مکرمہ پہنچنے پر عمرہ کا طواف کیا، سعی صفاومروہ کی، ذوالحجہ کی دسویں تاریخ تک حالت احرام میں رہا، اور تمتع کے دم کی قربانی کرکے حلال ہوچکا ہوں۔ یہ سننے کے بعد ان کی کمر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا دست رکھ کہ فرمایا: آپ کو سنت رسول اللہ ﷺ سے راہنمائی میسر آئی۔ (آپ نے درست کیا)

شرح:

حضرت صُبی فرماتے ہیں کہ میں بصرہ کے ایک مقام جریرہ حج کی نیت کرکے آیا، جب میرا گزر عذیبہ کے جلیل القدر تابعین حضرت سلیمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان سے ہوا، تو انہوں نے مجھے "لبیک بعمرۃ وحجۃ" کہتے ہوئے سنا تو انہوں میں سے ایک نے کہا یہ شخص اپنے اونٹ سے بھی زیادہ جاہل ہے، دوسرے نے کہا یہ بہت بہکا ہوا ہے اور ایسا ایسا ہے یعنی ایسے الفاظ بولے جن کا ذکر بھی مناسب نہیں، حضرت صُبی فرماتے ہیں میں اپنے حال میں اپنے کام کرتا رہا یہاں تک کی جب میں حجۃ وعمر کے مناسک سے

فارغ ہوا تو امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور اُن کو یوں خبر کہ اے امیر المؤمنین! میں بہت دور دراز سے آیا ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے قران کی یہ شکل نصیب فرمائی تو میں نے مناسب سمجھا کہ میں حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھوں تو میں نے دونوں کے لیے تلبیہ کہنا شروع کر دیا اور میں نے یہ بھول کر نہیں کیا بلکہ اپنے قصدو ارادہ سے کیا ہے جب میں سلیمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے پاس سے گزرا تو انہوں نے مجھے "لبیک بعمرۃ وحجۃ" کہتے سنا تو ان میں سے ایک نے مجھے کہا کہ یہ اپنے اونٹ سے بھی گیا گزرا ہے اور دوسرے نے ایسا ایسا کہا تو حضرت عمر نے اس سے فرمایا کہ پھر تم نے کیا کیا؟؟ تو حضرت صُبی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی میں نے وہی کیا جس کا میں نے ارادہ کیا ہے یعنی حج وعمرہ کے مناسک کو پورا کیا، میں نے اپنے عمرے کا طواف کیا پھر اپنے عمرے کی سعی کی پھر میں بیت اللہ میں گیا تو اسی کی مثل کیا یعنی طواف قدوم اور اپنے حج کی سعی کی، اور میں اپنے احرام میں ہی رہا جیسا کہ حاجی اپنے احرام میں رہتا ہے یہاں تک کہ میں حج کا آخری کام پورا کیا۔ تو حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم نے وہی کیا جو نبی اکرم ﷺ نے کیا۔ (۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ مَنِ اعْتَمَرَ فِیْ رَمَضَانَ

رمضان میں عمرہ کی فضیلت کا بیان

(۲۵۴) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمْرَةٌ فِیْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔

شرح:

نبی اکرم ﷺ فرمایا کہ رمضان یعنی رمضان کی راتوں اور دنوں میں، عمرہ کرنے والا چاہے مکی ہو یا غیر مکی اس کو ایک حج کا ثواب ملتا ہے، یعنی رمضان کی فضیلت کی وجہ سے اس کا ثواب بڑھ جاتا ہے جیسا کہ عبادت کا ثواب رمضان میں دوگنا ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کو امام احمد، بخاری، ابن ماجہ، نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کی مثل ہے، واللہ اعلم۔

(۲۵۵) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَبْدِ اللہِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّةَ عَلٰی بَعِیْرٍ اَوْرَقَ اِلٰی سَوَادٍ وَهُوَ النَّاقَةُ الْقَصْوٰی مُتَقَلِّدًا بِقَوْسٍ مُتَعَمِّمًا بِعِمَامَةٍ

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص ۱۱۱

سَوْدَاءُ مِّنْ وَبَرٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ یوم فتح مکہ قصوٰی نامی سفید مائل بہ سیاہ اونٹنی پر سوار ہوئے، جبکہ آپ گلے میں کمان لٹکائے ہوئے، اوراونٹ کے بالوں کا سیاہ عمامہ شریف زیب تن کیے ہوئے تھے۔

شرح:

بعیراورق، ایسے اونٹ کو کہتے ہیں جس میں سیاہی مائل سفیدی ہواور یہ آپ ﷺ کی اونٹنی تھی جوقصواء نام سے مشہور تھی نبی اکرم ﷺ کے گلے مبارک میں کمان لٹک رہی تھی اور آپ نے سر پر صوف کا ایک عمامہ باندھا ہوا تھا، حضرت جابر سے مروی ایک صحیح حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر مبارک پر ایک سیاہ عمامہ تھا اور مسلم شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ کے کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا، اور یہ خطبہ کعبہ شریف کے دروازے کے پاس دیا گیا، مسلم شریف کی روایت سے ظاہر ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے احرام نہیں باندھا ہوا تھا میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں کہ یہ حکم ظاہری ہے اولیٰ یہ ہے کہ کہا جائے نبی اکرم ﷺ نے احرام باندھا ہوا تھا، اور عمامہ کا باندھنا کسی عذر کی وجہ سے تھا۔

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جو شخص مکہ میں داخل ہو اس کے لیے احرام ضروری ہے یا نہیں مشہور مذہب کے مطابق ائمہ ثلاثہ سوائے امام مالک کے مطلقاً وجوب کے قائل ہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا نبی اکرم ﷺ کا خاصہ ہو جیسا کہ حرمت والے مہینوں میں قتال کرنا آپ ﷺ کا خاصہ تھا واللہ اعلم۔

عمامہ کے فضائل وفقہی مسائل:

حدیث: ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم عمامہ باندھتے تو دونوں شانوں کے درمیان شملہ لٹکاتے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ، عمامہ باندھنا اختیار کرو کہ یہ فرشتوں کا نشان ہے اور اس کو پیٹھ کے پیچھے لٹکا لو۔

ترمذی نے رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم) نے فرمایا کہ، ہمارے اور مشرکین کے مابین یہ فرق ہے کہ ہمارے عمامہ ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔

ترمذی وابوداود نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم جب نیا کپڑا پہنتے، اُس کا نام لیتے عمامہ یا قمیص یا چادر پھر یہ دعا پڑھتے: اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيْهِ اَسْأَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ.

عمامہ باندھنا سنت ہے، خصوصاً نمازیں کہ جو نماز عمامہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، اس کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے۔ عمامہ کے متعلق چند حدیثیں اوپر ذکر کی جا چکی ہیں۔

مسئلہ: عمامہ باندھے تو اس کا شملہ پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان لٹکا لے۔ شملہ کتنا ہونا چاہیے اس میں اختلاف ہے، زیادہ سے زیادہ اتنا ہو کہ بیٹھنے میں نہ دبے۔

بعض لوگ شملہ بالکل نہیں لٹکاتے، یہ سنت کے خلاف ہے اور بعض شملہ کو اوپر لا کر عمامہ میں گھرس دیتے ہیں، یہ بھی نہ چاہیے خصوصاً حالتِ نماز میں ایسا ہے تو نماز مکروہ ہوگی۔

مسئلہ: عمامہ کو جب پھر سے باندھنا ہو تو اسے اتار کر زمین پر پھینک نہ دے، بلکہ جس طرح لپیٹا ہے اُسی طرح اودھیڑا جائے۔

مسئلہ: ٹوپی پہننا خود حضور اقدس صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم سے ثابت ہے۔

مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عمامہ بھی باندھتے تھے یعنی عمامہ کے نیچے ٹوپی ہوتی اور یہ فرمایا کہ، ہم میں اور اُن میں فرق ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے۔

یعنی ہم دونوں چیزیں رکھتے ہیں اور وہ صرف عمامہ ہی باندھتے ہیں، اس کے نیچے ٹوپی نہیں رکھتے۔ چنانچہ یہاں کے کفار بھی اگر پگڑی باندھتے ہیں تو اس کے نیچے ٹوپی نہیں پہنتے۔

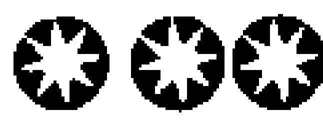
بعض نے حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ صرف ٹوپی پہننا مشرکین کا طریقہ ہے، مگر یہ قول صحیح نہیں کیونکہ مشرکینِ عرب بھی عمامہ باندھا کرتے تھے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کا چھوٹا عمامہ سات ہاتھ کا اور بڑا عمامہ بارہ ہاتھ کا تھا۔

بس اسی سنت کے مطابق عمامہ رکھے، اس سے زیادہ بڑا نہ رکھے۔ بعض لوگ بہت بڑے بڑے عمامے باندھتے ہیں، ایسا نہ کرے کہ سنت کے خلاف ہے۔ مارواڑ کے علاقے میں بہت سے لوگ پگڑیاں باندھتے ہیں، جو بہت کم چوڑی ہوتی ہیں اور چالیس پچاس گز لمبی ہوتی ہیں، اس طرح کی پگڑیاں مسلمان نہ باندھیں۔

مسئلہ: عمامہ کھڑے ہو کر باندھے اور پاجامہ بیٹھ کر پہنے۔ جس نے اس کا الٹا کیا وہ ایسے مرض میں مبتلا ہوگا جس کی دوا نہیں۔

مسئلہ: پاجامہ کا تکیہ نہ بنائے کہ یہ ادب کے خلاف ہے اور عمامہ کا بھی تکیہ نہ بنائے۔ (اعلیٰ حضرت)



بَابُ مَا جَآءَ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کا بیان

(۲۵۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ تَأْتِيَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَتَجْعَلَ ظَهْرَكَ اِلَى الْقِبْلَةِ وَتَسْتَقْبِلَ الْقَبْرَ بِوَجْهِكَ ثُمَّ تَقُوْلَ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قبلہ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی طرف آنا سنت ہے۔ اور (اس میں طریقہ یہ ہے کہ) اپنی پشت کو قبلہ کی طرف اور اپنے چہرے کو قبر انور کی طرف کیا جائے، پھر یہ کہا جائے: اے نبی! آپ پر سلام، اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت ہو۔

شرح:

یعنی صحابہ اور تابعین کا طریقہ یہ ہے کہ تم نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر قبلہ کی طرف سے آؤ اور اپنے پیٹھ قبلہ کی طرف کر دو اور نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کی طرف اپنا چہرہ کرو پھر تم اس طرح سلام کہو" السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر كاته" یہ نبی اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت کا ایک خاص ادب ہے، اس کی مزید تفصیل کتب مناسک میں موجود ہے۔

روضہ اقدس کی حاضری کے فضائل و آداب:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

" وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا " (۔پ ۵، النساء ۶۴:)

ترجمہ: اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں اور تمھارے حضور حاضر ہو کر اللہ (عزوجل) سے مغفرت طلب کریں اور رسول بھی اُن کے لیے استغفار کریں تو اللہ (عزوجل) کو توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا پائیں گے۔

دارقطنی و بیہقی وغیرہما عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ، جو میری قبر کی زیارت کرے، اس کے لیے میری شفاعت واجب۔،

طبرانی کبیر میں اُنھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ، جو میری زیارت کو آئے سوا میری زیارت کے اور کسی حاجت کے لیے نہ آیا تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اُس کا شفیع بنوں۔

دارقطنی و طبرانی اُنھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ، جس نے حج کیا اور بعد میری وفات کے میری قبر کی زیارت کی تو ایسا ہے جیسے میری حیات میں زیارت سے مشرف ہوا۔،

بیہقی نے حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ، جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اُس نے میری زندگی میں زیارت کی اور جو حرمین میں مرے گا، قیامت کے دن امن والوں میں اُٹھے گا۔،

بیہقی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے سُنا: ، جو شخص میری زیارت کریگا، قیامت کے دن میں اُس کا شفیع یا شہید ہوں گا اور جو حرمین میں مرے گا، اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن امن والوں میں اُٹھائے گا۔،

ابن عدی کامل میں اُنھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ، جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی...

اُس نے مجھ پر جفا کی۔

(۱) زیارتِ اقدس قریب بواجب ہے۔ بہت لوگ دوست بن کر طرح طرح ڈراتے ہیں راہ میں خطر ہے، وہاں بیماری ہے، یہ ہے، وہ ہے۔ خبردار! کسی کی نہ سُنو اور ہرگز محرومی کا داغ لے کر نہ پلٹو۔ جان ایک دن ضرور جانی ہے، اس سے کیا بہتر کہ اُن کی راہ میں جائے اور تجربہ ہے کہ جواُن کا دامن تھام لیتا ہے، اُسے اپنے سایہ میں بآرام لے جاتے ہیں، کیل کا کھٹکا نہیں ہوتا۔

ہم کو تو اپنے سایہ میں آرام ہی سے لائے حیلے بہانے والوں کو یہ راہ ڈر کی ہے

والحمد للہ

(۲) حاضری میں خالص زیارت اقدس کی نیت کرو، یہاں تک کہ امام ابن الہمام فرماتے ہیں: اِس بار مسجد شریف کی نیت بھی شریک نہ کرے۔

(۳) حج اگر فرض ہے تو حج کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہو۔ ہاں اگر مدینہ طیبہ راستہ میں ہو تو بغیر زیارت حج کو جانا سخت محرومی و قساوت قلبی ہے اور اس حاضری کو قبولِ حج وسعادت دینی ودنیوی کے لیے ذریعہ و وسیلہ قرار دے اور حج نفل ہو تو اختیار ہے کہ پہلے حج سے پاک صاف ہو کر محبوب کے دربار میں حاضر ہو یا سرکار میں پہلے حاضری دے کر حج کی مقبولیت و نورانیت کے لیے وسیلہ کرے۔ غرض جو پہلے اختیار کرے اسے اختیار ہے مگر نیت خیر درکار ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَلِکُلِّ امْرِءٍ مَّانَوٰی. اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر ایک کے لیے وہ ہے، جو اُس نے نیت کی۔

(۴) راستے بھر درود وذِکر شریف میں ڈوب جاؤ اور جس قدر مدینہ طیبہ قریب آتا جائے، شوق وذوق زیادہ ہوتا جائے۔

(۵) جب حرم مدینہ آئے بہتر یہ کہ پیادہ ہو لو، روتے، سر جھکائے، آنکھیں نیچی کیے، درود شریف کی اور کثرت کرو اور ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ

جائے سرست اینکہ تو پا می نہی پائے نہ بینی کہ کجا می نہی

حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

جب قبہ انور پر نگاہ پڑے، درود وسلام کی خوب کثرت کرو۔

(۶) جب شہر اقدس تک پہنچو، جلال و جمال محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصور میں غرق ہو جاؤ اور دروازہ شہر میں داخل ہوتے وقت پہلے دہنا قدم رکھو اور پڑھو:

بِسْمِ اللّٰہِ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ ' اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِیْ مِنْ زِیَارَۃِ رَسُوْلِكَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَ اَوْلِیَآئَكَ وَاَھْلَ طَاعَتِكَ وَانْقِذْنِیْ مِنَ النَّارِ وَاغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ یَا خَیْرَ مَسْئُوْلٍ.

(۷) حاضری مسجد سے پہلے تمام ضروریات سے جن کا لگاؤ دل بٹنے کا باعث ہو، نہایت جلد فارغ ہو ان کے سوا کسی بیکار بات میں مشغول نہ ہو معاً وضو ومسواک کرو اور غسل بہتر، سفید پاکیزہ کپڑے پہنو اور نئے بہتر، سُرمہ اور خوشبو لگاؤ اور مشک افضل۔

(۸) اب فوراً آستانہ اقدس کی طرف نہایت خشوع وخضوع سے متوجہ ہو، رونا نہ آئے تو رونے کا منھ بناؤ اور دل کو بزور رونے پر لاؤ اور اپنی سنگ دلی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف التجا کرو۔

(۹) جب درِ مسجد پر حاضر ہو، صلوۃ وسلام عرض کر کے تھوڑا ٹھہرو جیسے سرکار سے حاضری کی اجازت مانگتے ہو، بِسْمِ اللّٰہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھ کر ہمہ تن ادب ہو کر داخل ہو۔

(۱۰) اس وقت جو ادب وتعظیم فرض ہے ہر مسلمان کا دل جانتا ہے آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل سب خیال غیر سے پاک کرو، مسجد اقدس کے نقش ونگار نہ دیکھو۔

(۱۱) اگر کوئی ایسا سامنے آئے جس سے سلام کلام ضرور ہو تو جہاں تک بنے کترا جاؤ، ورنہ ضرورت سے زیادہ نہ بڑھو پھر بھی دل سرکار ہی کی طرف ہو۔

(۱۲) ہرگز ہرگز مسجد اقدس میں کوئی حرف چلّا کر نہ نکلے۔

(۱۳) یقین جانو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے، اُن کی اور تمام انبیا علیہم الصّلاۃ والسلام کی موت صرف وعدہ خدا کی تصدیق کو ایک آن کے لیے تھی، اُن کا انتقال صرف نظر عوام سے چُھپ جانا ہے۔ امام محمد ابن حاج مکی مدخل اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

فرماتے ہیں:

لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَحَیَاتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مُشَاھِدَتِہٖ لِاُمَّتِہٖ وَمَعْرِفَتِہٖ بِاَحْوَالِھِمْ وَنِیَّاتِھِمْ وَعَزَائِمِھِمْ وَخَوَاطِرِھِمْ وَذٰلِكَ عِنْدَہٗ جَلِیٌّ لَا خِفَاءَ بِہٖ.

ترجمہ: حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی اُمت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں، اُن کی نیتوں، اُن کے ارادوں، اُن کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایسا روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔

امام رحمہ اللہ تلمیذ امام محقق ابن الہمام، منسک متوسط، اور علی قاری مکی اس کی شرح، مسلک متقسط، میں فرماتے ہیں:

وَاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَالِمٌ بِحُضُوْرِكَ وَقِيَامِكَ وَسَلَامِكَ اَیْ بَلْ بِجَمِيْعِ اَفْعَالِكَ وَاَحْوَالِكَ وَارْتِحَالِكَ وَمَقَامِكَ۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام افعال واحوال و کوچ و مقام سے آگاہ ہیں۔

(۱۴) اب اگر جماعت قائم ہو شریک ہو جاؤ کہ اس میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گی، ورنہ اگر غلبہ شوق مہلت دے اور وقت کراہت نہ تو دو رکعت تحیۃ المسجد و شکرانہ حاضری دربارِ اقدس صرف قُلْ یٰا اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ سے بہت ہلکی مگر رعایت سنت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ جہاں اب وسطِ مسجد کریم میں محراب بنی ہے اور وہاں نہ ملے تو جہاں تک ہو سکے اُس کے نزدیک ادا کرو پھر سجدہ شکر میں گرو اور دعا کرو کہ الٰہی! اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب اور اُن کا اور اپنا قبول نصیب کر، آمین۔

(۱۵) اب کمال ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے، آنکھیں نیچی کیے، لرزتے، کانپتے، گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عفو و کرم کی امید رکھتے، حضورِ والا کی پائیں یعنی مشرق کی طرف سے مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزارِ انور میں رُو بقبلہ جلوہ فرما ہیں، اس سمت سے حاضر ہو گے تو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نگاہِ بیکس پناہ تمھاری طرف ہو گی اور یہ بات تمھارے لیے دونوں جہان میں کافی ہے، والحمد للہ۔

(۱۶) اب کمال ادب و ہیبت و خوف و اُمید کے ساتھ زیر قندیل اُس چاندی کی کیل کے سامنے جو حجرہ مطہرہ کی جنوبی دیوار میں چہرہ انور کے مقابل لگی ہے، کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے قبلہ کو پیٹھ اور مزارِ انور کو مونھ کر کے نماز کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہو۔

لباب و شرح لباب و اختیار شرح مختار و فتاویٰ عالمگیری وغیرہا معتمد کتابوں میں اس ادب کی تصریح فرمائی کہ:

يَقِفُ كَمَا يَقِفُ فِي الصَّلٰوةِ۔

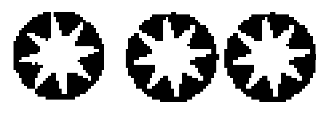
حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے سامنے ایسا کھڑا ہو، جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ یہ عبارت عالمگیری واختیار کی ہے۔

اور لباب میں فرمایا: وَاضِعًا يَمِينَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ. دست بستہ دہنا ہاتھ بائیں پر رکھ کر کھڑا ہو۔

(۱۷) خبردار! جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلافِ ادب ہے، بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔ یہ اُن کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا، اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی، ان کی نگاہ کریم اگرچہ ہر جگہ تمھاری طرف تھی، اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے، وللہ الحمد۔

(۱۸) اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اب دل کی طرح تمھارا مونھ بھی اس پاک جالی کی طرف ہو گیا، جو اللہ عزوجل کے محبوب عظیم الشان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرام گاہ ہے، نہایت ادب و وقار کے ساتھ بآوازِ حزیں وصوتِ درد آگین ودلِ شرمناک وجگر چاک چاک، معتدل آواز سے، نہ بلند وسخت (کہ اُن کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل اکارت ہو جاتے ہیں)، نہ نہایت نرم وپست (کہ سنت کے خلاف ہے اگرچہ وہ تمھارے دلوں کے خطروں تک سے آگاہ ہیں جیسا کہ ابھی تصریحات ائمہ سے گزرا)، مجرا وتسلیم بجالاؤ اور عرض کرو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ وَاُمَّتِكَ اَجْمَعِيْنَ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ النِّكَاحِ

نکاح کا بیان

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ خطبة النكاح

نکاح کے خطبہ کا بیان

(۲۵۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةَ الْحَاجَةِ يَعْنِي النِّكَاحَ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَسْتَهْدِيْهِ مَنْ يَّهْدِى اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآئَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۔ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہم کو حاجت یعنی نکاح کا خطبہ یوں سکھایا: (ترجمہ:) تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے، ہم اسی کی تعریف بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں، اسی سے بخشش طلب کرتے ہیں، اسی سے ہدایت طلب کرتے ہیں، جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے، اس کو کوئی بھی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے محروم کر دے، اس کو کوئی بھی ہدایت نہیں دے سکتا۔ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں، اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور رسول ہیں۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ایسے ڈرو، جیسے ڈرنے کا حق ہے، اور جب تم مرنے لگو تو ضرور حالت اسلام میں ہو۔

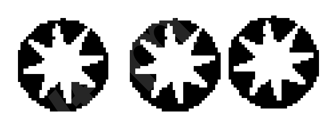
اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جس کے نام پر تم باہم سوال کرتے ہو، اور قطع رحمی سے ڈرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان ہے۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور ہمیشہ سیدھی بات کہا کرو، وہ تمہارے اعمال کو درست فرما دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش

دے گا، اور جس نے بھی اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو وہ بڑی کامیابی پا گیا۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہم کو حاجت کا خطبہ یعنی نکاح کا خطبہ اس طرح سکھایا

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَسْتَھْدِیْہِ مَنْ یَّھْدِی اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا۔ یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔"

اس حدیث کو امام حاکم اور صحاح ستہ میں سے چار ائمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا ہے اور اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے اور امام احمد اور دارمی نے بھی اس کو با الفاظ مختلفہ روایت کیا ہے جو کو ہم نے شرح حصن حصین میں ذکر کر دیا ہے۔



بَابُ مَا جَآءَ فِي الْاَمْرِ بِالنِّكَاحِ

نکاح کے حکم کا بیان

(۲۵۸) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ زِیَادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجُوْا فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نکاح کرو، کیونکہ تمہاری وجہ سے ہی میں دوسری امتوں سے زیادہ امت والا ہوں گا۔

شرح:

اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے جس میں ان الفاظ کی بھی زیادتی ہے "اور نصاریٰ کے راہبوں کی طرح نہ ہو جاؤ (جو نکاح نہیں کرتے تھے)۔ امام ابو داؤد اور نسائی نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نکاح کرو اور آپس میں محبت سے رہو اور بچے پیدا کرو میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔

نکاح کے فضائل:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً)

(پ۴،النساء ۳:)

نکاح کرو جو تمھیں خوش آئیں عورتوں سے دو دو اور تین تین اور چار چار۔ اور اگر یہ خوف ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک سے۔

اور فرماتا ہے:

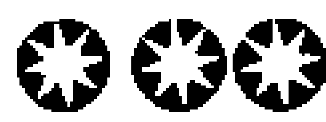
(وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىٕكُمْ اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۲﴾ وَ لْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ) (پ۱۸،النور ۳۲: ۔ ۳۳)

اپنے یہاں کی بے شوہر والی عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کا۔ اگر وہ محتاج ہوں تو اللہ (عزوجل) اپنے فضل کے سبب اُنھیں غنی کر دے گا۔ اور اللہ (عزوجل) وسعت والا علم والا ہے اور چاہیے کہ پارسائی کریں وہ کہ نکاح کا مقدور نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ (عزوجل) اپنے فضل سے انھیں مقدور والا کر دے۔

ابن ابی حاتم ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، اُنھوں نے فرمایا کہ: اللہ (عزوجل) نے جو تمھیں نکاح کا حکم فرمایا، تم اُسکی اطاعت کرو اُس نے جو غنی کرنے کا وعدہ کیا ہے پورا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ (عزوجل) اُنھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

ابویعلی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں: جب تم میں کوئی نکاح کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے ہائے افسوس! ابن آدم نے مجھ سے اپنا دو تہائی دین بچا لیا۔

ایک روایت میں ہے، کہ فرماتے ہیں: جو اتنا مال رکھتا ہے کہ نکاح کر لے، پھر نکاح نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔



بَابُ الْحَثِّ عَلٰى نِكَاحِ الْاَبْكَارِ

باکرہ عورت سے نکاح کی ترغیب کا بیان

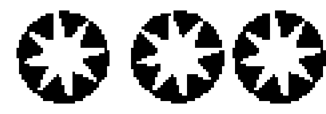
(۲۵۹) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنْكَحُوا الْجَوَارِیَ الشَّوَابَّ فَاِنَّهُنَّ اَنْتَجُ اَرْحَامًا وَاَطْیَبُ اَفْوَاهًا وَاَعَزُّ اَخْلَاقًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کنواری جوان عورتوں سے نکاح کرو، کیونکہ وہ زیادہ بچے پیدا کرنے والی، پاکیزہ منہ والی اور عمدہ اخلاق والی ہوتی ہیں۔

شرح:

یعنی تم جوان اور کنواری لڑکیوں سے شادی کرو کیونکہ وہ بچہ جلدی پیدا کرتی ہیں اور بات اور ملایمت کے لحاظ سے اچھی ہوتی ہیں اور معاشرت اور مباشرت میں اعلیٰ اخلاق والی ہوتی ہیں۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ تم کنواری عورتوں سے شادی کرو کیونکہ وہ شریں زبان ہوتی ہیں بچہ جلدی پیدا کرتی ہیں، اور تھوڑے پر راضی ہوجاتی ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ دھوکہ کم دیتی ہیں۔



بَابُ لَا يَتَزَوَّجَنَّ اَحَدٌ خَمْسًا

باب: تم سے کوئی بھی پانچ (مخصوص عورتوں) سے نکاح نہ کرے

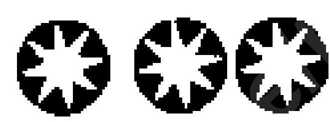
(۲۶۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ شَيْخٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهٗ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ هَلْ تَزَوَّجْتَ قَالَ لَا قَالَ تَزَوَّجْ تَسْتَعِفُّ مَعَ عِفَّتِكَ وَلَا تَزَوَّجَنَّ خَمْسًا قَالَ مَا هُنَّ قَالَ لَا تَزَوَّجَنَّ شَهْبَرَةً وَّلَا نَهْبَرَةً وَّلَا لَهْبَرَةً وَّلَا هَبْدَرَةً وَّلَا لَفُوْتًا قَالَ زَيْدٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اَعْرِفُ شَيْئًا مِّمَّا قُلْتَ قَالَ بَلٰى اَمَّا الشَّهْبَرَةُ فَالزَّرْقَاءُ الْبَدِيْنَةُ وَاَمَّا النَّهْبَرَةُ فَالطَّوِيْلَةُ الْمَهْزُوْلَةُ وَاَمَّا اللَّهْبَرَةُ فَالْعَجُوْزُ الْمُدْبِرَةُ وَاَمَّا الْهَبْدَرَةُ فَالْقَصِيْرَةُ الذَّمِيْمَةُ وَاَمَّا اللَّفُوْتُ فَذَاتُ الْوَلَدِ مِنْ غَيْرِكَ قَالَ الشَّيْبَانِيُّ ضَحِكَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ طَوِيْلًا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم نے شادی کی ہوئی ہے؟ انہوں نے عرض کی: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی مثل پاک دامن عورت تلاش کریں، اور پانچ عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرنا۔ عرض کی: وہ کونسی ہیں، فرمایا کہ شہبرہ، نہبرہ، لہبرہ، ہبدرہ اور لفوت۔ حضرت زید نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں ان میں سے کسی کو بھی نہیں پہچانتا، جو آپ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں پہچانتے، شہبرہ سے مراد نیلی آنکھوں والی اور موٹے جسم والی عورت ہے، نہبرہ سے مراد لمبی اور پتلی عورت ہے، لہبرہ سے مراد عمر رسیدہ اور شہوانی جذبات سے خالی عورت ہے، ہبدرہ سے مراد پست قد اور بدشکل عورت ہے اور لفوت سے مراد دوسرے شوہر سے بچہ لانے والی عورت ہے۔

حضرت امام شیبانی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی وجہ سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ دیر تک مسکراتے رہے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے زید کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ تو آپ نے جواب دی نہیں میں پاک دامن عورت کی تلاش میں ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پانچ عورتوں سے شادی نہ کرنا تو حضرت زید نے عرض کیا وہ کونسی ہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا" شھبرہ، نھبرہ، لھبرہ، ھبدرہ، اور لفوت سے شادی نہ کرنا، تو حضرت زید نے عرض کی یا رسول اللہ جو الفاظ آپ نے فرمائے ہیں میں ان میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا، یعنی کا کیا مطلب ہے،؟ تو آپ نے فرمایا شھبرہ نیلی آنکھوں والی (گربہ چشم) موٹی عورت کو کہتے ہیں، اور قاموس میں ہے کہ شھبرہ موٹی عورت کو کہتے ہیں، اور نھایہ میں ہے کہ شھبرہ بوڑھی اور بڑی عمر کے عورت ہے، اور نھبرہ لمبی اور بہت زیادہ دبلی عورت کو کہتے ہیں، ھبرہ بوڑھی عورت جو جذبات شہوانی سے خالی ہو، ھبدرہ وہ عورت جو چھوٹے قد کی اور بدشکل ہو، اور لفوت وہ عورت جو دوسرے خاوند سے بچہ لائے اس لیے کہ یہ اس بچہ کی وجہ سے اپنے نئے خاوند کی طرف متوجہ نہ ہوگی، اور اس لیے بھی کہ اس کا یہ بچہ پہلے خاوند سے زیادتی محبت کا سبب رہے گا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کو بیان کر کے دیر تک مسکراتے رہتے تھے اور ایک روایت میں کہ آپ اس حدیث کو بہت زیادہ بیان فرماتے تھے۔ اس حدیث کو امام دیلمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔



بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَزَوَّجْ عَنِ الْحَسْنَاءِ الْعَاقِرِ

بانجھ حسین عورت سے نکاح نہ کرنے کا بیان

(۲۶۱) أَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رَّجُلٍ شَامِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ اَتَزَوَّجُ فُلَانَةً فَنَهَاهُ عَنْهَا ثُمَّ اَتَاهُ اَيْضًا فَنَهَاهُ عَنْهَا ثُمَّ اَتَاهُ فَنَهَاهُ عَنْهَا ثُمَّ قَالَ سَوْدَاءُ وَلُوْدٌ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ حَسْنَاءَ عَاقِرٍ۔

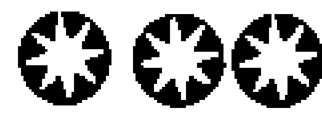
ایک شامی آدمی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں فلانہ سے نکاح کر لوں، تو آپ ﷺ نے اس کو منع فرمایا، وہ تین بار آیا آپ ﷺ نے تین بار اسے منع فرمایا اور آخری دفعہ ساتھ یہ بھی فرمایا: سیاہ فام بچے پیدا کرنے والی مجھے حسین بانجھ عورتوں سے زیادہ پسند ہیں۔

شرح:

یعنی ایک شامی مرد نبی اکرم ﷺ نے بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ سے بطور مشورہ عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا میں فلاں عورت سے شادی کر لو، تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو منع کر دیا اس لیے کہ آپ نے اس عورت میں اس آدمی کے لیے کوئی مصلحت نہ دیکھی، پھر کچھ دن بعد نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور یہی عرض کی پھر نبی اکرم ﷺ نے منع فرمادیا

پھر کچھ دنوں حاضر خدمت ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے پھر منع فرما کر فرمایا کالی عورت یعنی بدشکل جو بچہ جن سکتی ہے یا جس سے بچہ کی امید ہے میرے نزدیک اس گوری اور خوبصورت عورت سے بہتر ہے جو بانجھ ہو، نکاح سے مقصود شرعی نسل کی بقاء اور مؤمنین کی کثرت ہے، اسی لیے نکاح کی فضیلت میں بہت زیادہ احادیث وارد ہوئیں ہیں۔

اور طبرانی کی روایت میں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کالے رنگ والی عورت جو بچہ جن سکتی ہے گورے رنگ والی بانجھ عورت سے بہتر ہے اور میں کثرت امت کی وجہ سے فخر کروں گا حتی کہ اس کچے بچہ کے ساتھ بھی جو جنت کے دروازے پر ہوگا اور اسے کہا جائے گا کہ جا جنت میں چلا جا تو وہ عرض کرے گا اے رب کائنات میرے والدین؟ تو رب تعالیٰ فرمائے گا جا تو اور تیرے والدین جنت میں چلے جاؤ۔



بَابُ مَا جَآءَ فِيْ شُؤْمِ الْمَرْأَةِ

عورت کے منحوس ہونے کا بیان

(۲۶۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ تَذَاكَرَ الشُّؤْمُ ذَاتَ يَوْمٍ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الشُّؤْمُ فِي الدَّارِ وَالْفَرَسِ وَالْمَرْاَةِ فَشُؤْمُ الدَّارِ اَنْ تَكُوْنَ ضَيِّقَةً لَهَا جِيْرَانُ سُوْءٍ وَّ شُؤْمُ الْفَرَسِ اَنْ تَكُوْنَ جَمُوْحًا وَشُؤْمُ الْمَرْاَةِ اَنْ تَكُوْنَ عَاقِرًا زَادَ الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ سَيِّئَةَ الْخُلُقِ عَاقِرًا۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِنْ يَّكُنِ الشُّؤْمُ فِيْ شَيْئٍ فَفِي الدَّارِ وَالْمَرْاَةِ وَالْفَرَسِ فَاَمَّا الدَّارُ فَشُؤْمُهَا ضَيِّقُهَا وَاَمَّا الْمَرْاَةُ فَشُؤْمُهَا سُوْءُ خُلُقِهَا وَعَقْرُ رَحِمِهَا وَاَمَّا شُؤْمُ الْفَرَسِ فَاَنْ تَكُوْنَ جَمُوْحًا۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ کے پاس نحوست کا ذکر ہوا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھر، گھوڑے اور عورت میں نحوست موجود ہے، گھر کی نحوست اس کا تنگ ہونا اور برے ہمسایے ہیں، گھوڑے کی نحوست اس کا سرکش ہونا ہے، اور عورت کی نحوست اس کا بانجھ پن ہے۔

حضرت حسن بن سفیان رضی اللہ عنہ نے یہ زیادہ کیا کہ عورت کی نحوست اس کی بداخلاقی اور بانجھ پن ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر نحوست کسی چیز میں ہو سکتی ہے تو گھر، گھوڑے اور عورت میں ہے، گھر کی نحوست اس کی تنگی، عورت کی نحوست اس کی بد خلقی اور بانجھ ہونا، اور گھوڑے کی نحوست اس کا سرکش ہونا ہے۔

شرح:

[illegible]

بھی ہے یا نہیں بعض کہتے ہوتی ہے اور بعض کہتے نہیں ہوتی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نحوست ہوتی ہے اور یہ تین چیزوں میں ہوتی ہے گھر، گھوڑے، اور عورت میں، پس گھر کی نحوست یہ ہے کہ وہ تنگ ہو یعنی اپنے اہل کو کافی نہ ہو، اور اس کے پڑوسی برے ہوں، اور گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ سرکش ہو یعنی وہ اپنے اوپر کسی کو سوار نہ ہونے دے اور عورت کی نحوست یہ ہے کہ وہ بانجھ ہو یعنی بوڑھی ہو اور بچہ پیدا کرنے کی صلاحت نہ رکھتی ہو، اس حدیث کو امام احمد، امام مالک، امام بخاری وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔

نکاح کے لیے عورت کیسی ہو؟:

مسلم ونسائی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہتر متاع نیک عورت۔ (۱)

ابن ماجہ میں ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے، تقوے کے بعد مؤمن کے لیے نیک بی بی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اگر اُسے حکم کرتا ہے تو وہ اطاعت کرتی ہے اگر اسے دیکھے تو خوش کردے اور اس پر قسم کھا بیٹھے تو قسم سچی کردے اور کہیں کو چلا جائے تو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں بھلائی کرے (خیانت وضائع نہ کرے)۔ (۲)

طبرانی کبیر واوسط میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے چار چیزیں ملیں اُسے دُنیا وآخرت کی بھلائی ملی۔ 1 دل شکر گزار، 2 زبان یادِ خدا کرنے والی اور 3 بدن بلا پر صابر اور 4 ایسی بی بی کہ اپنے نفس اور مالِ شوہر میں گناہ کی جویاں (یعنی خیانت نہ کرتی ہو۔) نہ ہو۔ (۳)

امام احمد و بزار وحاکم سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں آدمی کی نیک بختی سے ہیں اور تین چیزیں بد بختی سے۔ نیک بختی کی چیزوں میں نیک عورت اور اچھا مکان (یعنی وسیع یا اس کے پروسی اچھے ہوں) اور اچھی سواری اور بد بختی کی چیزیں بد عورت، بُرا مکان، بُری سواری۔

طبرانی وحاکم انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جسے اللہ (عزوجل) نے نیک بی بی نصیب کی اس کے نصف دین پر اعانت فرمائی تو نصف باقی میں اللہ (عزوجل) سے ڈرے (تقویٰ و پرہیزگاری کرے)۔

بخاری ومسلم وابوداود ونسائی وابن ماجہ ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت سے نکاح چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے (نکاح میں ان کا لحاظ ہوتا ہے)۔ 1 مال و 2 حسب و 3 جمال و 4 دِین اور تو دِین والی کو ترجیح دے۔ (۴)

---

(۱) صحیح مسلم،، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا... إلخ، الحدیث ۱۴۶۷: ص ۷۷۴۔

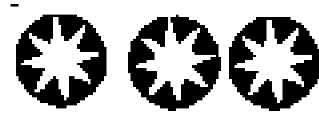
(۲) سنن ابن ماجہ،، أبواب النکاح، باب أفضل النساء، الحدیث ۱۸۵۷: ص ۴۱۴۔

(۳) المعجم الکبیر،، الحدیث ۱۱۲۷۵: ج ۱۱، ص ۱۰۹۔

(۴) صحیح البخاری،، کتاب النکاح، باب الأکفاء فی الدین، الحدیث ۵۰۹۰: ص ۴۲۹۔

ترمذی وابن حبان وحاکم ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں کی اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔ 1 اللہ (عزوجل) کی راہ میں جہاد کرنے والا اور 2 مکاتب کہ ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور 3 پارسائی کے ارادے سے نکاح کرنے والا۔

ابوداود ونسائی وحاکم معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! میں نے عزت ومنصب ومال والی ایک عورت پائی، مگر اُس کے بچہ نہیں ہوتا کیا میں اُس سے نکاح کرلوں؟ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے منع فرمایا۔ پھر دوبارہ حاضر ہو کر عرض کی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے منع فرمایا، تیسری مرتبہ حاضر ہو کر پھر عرض کی، ارشاد فرمایا: ایسی عورت سے نکاح کرو، جو محبت کرنے والی، بچہ جننے والی ہو کہ میں تمھارے ساتھ اوراُمتوں پر کثرت ظاہر کرنے والا ہوں۔ (۱)



بَابُ هَلْ يَذْكُرُ الرَّجُلُ لِابْنَتِهِ مَنْ يُزَوِّجُهَا

کیا اپنی بیٹی سے اس آدمی کا ذکر کیا جائے جس سے نکاح کروانا ہے

(۲۶۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ لِفَاطِمَةَ اَنَّ عَلِيًّا يَذْكُرُكِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو پیغامِ نکاح بھیجا ہے۔

شرح:

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بالغ اور کنواری عورت کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، اور امام احمد نے روایت کیا ہے کہ ایک لڑکی نبی اکرم ﷺ نے بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ میرا باپ میری شادی کر رہا ہے اور میں اسے پسند نہیں کرتی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تجھ اختیار ہے، (چاہے تو شادی کرلے نہیں تو انکار کردے) اور دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ثیبہ اور باکرہ جن کا نکاح ان کے باپوں نے کردیا تھا اور یہ اس پسند نہیں کرتی تھیں دونوں کے نکاح کو رد فرمایا، اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کنوری عورت اپنے ولی سے زیادہ اپنے آپ کا حق رکھتی ہے، اور باکرہ (کنواری عورت) سے اجازت لی جائے اور اس کی اجازت اس کا سکوت ہے۔ (۲)

(۱) سنن اَبی داود، کتاب النکاح، باب النھی عن تزویج من لم یلد من النساء الحدیث ۲۰۵۰: ج ۲، ص ۳۱۹۔

(۲۶۴) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ شَیْبَانَ عَنْ یَّحْیٰی عَنِ الْمُھَاجِرِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یُّزَوِّجَ اِحْدٰی بَنَاتِہٖ یَقُوْلُ اِنَّ فُلَانًا یَذْکُرُ فُلَانَۃً ثُمَّ یُزَوِّجُھَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا زَوَّجَ اِحْدٰی بَنَاتِہٖ اَتٰی خِدْرَھَا فَیَقُوْلُ اِنَّ فُلَانًا یَذْکُرُ فُلَانَۃً ثُمَّ یُزَوِّجُھَا۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا خُطِبَ اِلَیْہِ اِبْنَۃٌ مِنْ بَنَاتِہٖ اَتٰی خِدْرَھَا فَقَالَ اِنَّ فُلَانًا یَذْکُرُ فُلَانَۃً ثُمَّ ذَھَبَ فَانْکَحَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کبھی اپنی کسی بیٹی کا نکاح کا ارادہ فرماتے تو فرماتے: فلاں شخص فلاں کا ذکر کرتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کبھی اپنی کسی بیٹی کا نکاح کا ارادہ فرماتے تو آپ ﷺ اس کے پردہ کے قریب ہو کر فرماتے: فلاں آدمی فلاں کو پیغام نکاح بھیجتا ہے۔ اور بعد ازاں ان دونوں کا نکاح کروا دیتے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاس جب کسی صاحبزادی کے بارے میں نکاح کا پیغام آتا تو آپ ﷺ اس کے پردہ کے قریب ہو کر فرماتے: فلاں آدمی فلاں کو پیغام نکاح بھیجتا ہے۔ اور بعد ازاں ان دونوں کا نکاح کروا دیتے۔

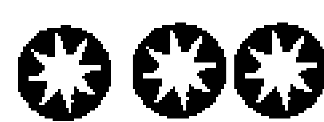
شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ جب بھی اپنی کسی صاحبزادی کا نکاح کرنا چاہتے تو فرماتے کہ فلاں شخص فلاں لڑکی کا تذکرہ کرتا ہے یعنی اس کو اس بارے میں پیغام دیتے پھر (اگر وہ راضی ہوتی) اس کا نکاح اس کے ساتھ کر دیتے، اس سے معلوم ہوا کہ جب بھی کسی کی شادی کرنی ہو اس میں اس کی اجازت لینا نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارک ہے زبردستی سے نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے، اس لیے کہ زندگی آپ نے نہیں گزارنی بلکہ ان دونوں نے گزارنی ہے۔ (۱)

(۲۶۵) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللہِ اَنَّ عَائِشَۃَ زَوَّجَتْ یَتِیْمَۃً کَانَتْ عِنْدَھَا فَجَھَّزَھَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِہٖ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پاس موجود ایک یتیم لڑکی کا نکاح کروایا، تو نبی کریم ﷺ نے اپنے پاس سے اس کو جہیز ادا فرمایا۔

یہ نبی اکرم ﷺ کا جذبہ رحم و کرم تھا کہ ایک یتیم بچی کا جہیز خود بنفس نفیس عطاء فرما دیا۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیموں بے کسوں اور غریبوں کے لیے جائے پناہ بنا کر بھیجا ہے۔



(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام اعظم ص 513

بَابُ اسْتِيمَارِ الْبِكْرِ وَاسْتِيذَانِ الثَّيِّبِ

کنواری کی رضامندی اور ثیبہ سے اجازت لینے کا بیان

(۲۶۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عن شيبان بن عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَّحْيٰى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ عِكْرَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَامَرَ وَرِضَاهَا سُكُوْتُهَا وَلَا تُنْكَحُ الثَّيِّبُ حَتّٰى تُسْتَاْذَنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا تُزَوَّجُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَاْمَرَ وَرِضَاهَا سُكُوْتُهَا وَلَا تُنْكَحَ الثَّيِّبُ حَتّٰى تَسْتَاْذَنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَاْمَرَ وَاِذَا سَكَتَتْ فَهُوَ اِذْنُهَا وَلَا تُنْكَحُ الثَّيِّبُ حَتّٰى تُسْتَاْذَنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باکرہ کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر نہ کیا جائے، اور اس کی رضا اس کے سکوت میں ہے۔ اور ثیبہ عورت کا نکاح اس کی اجازت لیے بغیر نہ کیا جائے۔

ایک روایت میں ہے: باکرہ کا نکاح اس کی رضا کے بغیر نہ کیا جائے، اور اس کی رضا اس کے سکوت میں ہے۔ اور ثیبہ عورت کا نکاح اس کی اجازت لیے بغیر نہ کیا جائے۔ ایک روایت میں ہے: باکرہ کا نکاح اس کی رضا کے بغیر نہ کیا جائے، اور جب وہ خاموش ہو جائے تو یہ اس کی طرف سے اجازت ہے۔ اور ثیبہ عورت کا نکاح اس کی اجازت لیے بغیر نہ کیا جائے۔

اس کی مزید تفصیل فقہی مسائل میں آئے گی۔ واللہ اعلم۔

(۲۶۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةً تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا ثُمَّ جَاءَ عَمٌّ وَلَدِهَا فَخَطَبَهَا فَاَبَى الْاَبُ اَنْ يُّزَوِّجَهَا وَزَوَّجَهَا مِنَ الْاٰخَرِ فَاَتَتِ الْمَرْاَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ فَبَعَثَ اِلٰى اَبِيْهَا فَحَضَرَ فَقَالَ مَا تَقُوْلُ هٰذِهٖ قَالَ صَدَقَتْ وَلٰكِنِّيْ زَوَّجْتُهَا مِمَّنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَزَوَّجَهَا عَمَّ وَلَدِهَا. وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اَسْمَاءَ خَطَبَهَا عَمٌّ وَلَدِهَا وَرَجُلٌ اٰخَرُ اِلٰى اَبِيْهَا فَزَوَّجَهَا مِنَ الرَّجُلِ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَكَتْ ذٰلِكَ اِلَيْهِ فَنَزَعَهَا مِنَ الرَّجُلِ وَزَوَّجَهَا عَمَّ وَلَدِهَا. وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ امْرَاَةً تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا فَخَطَبَهَا عَمٌّ وَلَدِهَا فَزَوَّجَهَا اَبُوْهَا بِغَيْرِ رِضَاهَا مِنْ رَّجُلٍ اٰخَرَ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَزَوَّجْتَهَا بِغَيْرِ رِضَاهَا قَالَ زَوَّجْتُهَا مِمَّنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ فَفَرَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا وَزَوَّجَهَا مِنْ عَمِّ وَلَدِهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ

اِمْرَاَۃً تُوُفِّیَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَلَهَا مِنْهُ وَلَدٌ فَخَطَبَهَا عَمُّ وَلَدِهَا اِلٰی اَبِیْهَا فَقَالَتْ زَوِّجْنِیْهِ فَاَبٰی وَزَوَّجَهَا مِنْ غَیْرِهٖ بِغَیْرِ رِضًی مِّنْهَا فَاَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَتْ ذٰلِكَ لَهٗ فَسَاَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ نَعَمْ زَوَّجْتُهَا مِنْ هُوَ خَیْرٌ مِّنْ عَمِّ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ بَیْنَهُمَا وَزَوَّجَهَا مِنْ عَمِّ وَلَدِهَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت کا شوہر فوت ہو گیا، تو اس کے دیور نے اس کو پیغام نکاح بھیجا، لیکن عورت کے والد نے اس کو نامناسب سمجھا اور کسی اور سے اپنی بیٹی کا نکاح کروادیا، پس وہ عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر یہ سب عرض کرنے لگی، آپ ﷺ نے اس کے باپ کو بلایا، وہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا کہتی ہے؟ والد نے کہا کہ یہ سچ کہتی ہے، لیکن میں نے اس کے دیور سے بہتر آدمی سے اس کا نکاح کروایا ہے۔ تو آپ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کرادی اور اس کے دیور سے اس کا نکاح کروادیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت اسماء کو (انکے شوہر فوت ہو جانے کے بعد) ان کے دیور نے پیغام نکاح بھیجا، اور ایک اور آدمی نے ان کے والد سے حضرت اسماء کا ہاتھ مانگا، تو ان کے والد نے اس دوسرے آدمی سے ان کا نکاح کروادیا، حضرت اسماء نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور اس بات کی شکایت کی، تو آپ ﷺ نے اس آدمی سے حضرت اسماء کو واپس لیکر ان کے دیور سے نکاح کروادیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت کا شوہر فوت ہو گیا، تو اس کے دیور نے اس کو پیغام نکاح بھیجا، لیکن (عورت کے والد نے اس کو نامناسب سمجھا اور) کسی اور سے اپنی بیٹی کی مرضی کے بغیر نکاح کروادیا، پس وہ عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر یہ سب عرض کرنے لگی، آپ ﷺ نے اس کے باپ کو بلایا، وہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اس کی رضا کے بغیر نکاح کروایا ہے؟ والد نے کہا (کہ یہ سچ کہتی ہے، لیکن) میں نے اس کے دیور سے بہتر آدمی سے اس کا نکاح کروایا ہے۔ تو آپ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کرادی اور اس کے دیور سے اس کا نکاح کروادیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت کا شوہر فوت ہو گیا اور اس سے ایک بچہ بھی تھا، اس کے دیور نے اس کے باپ کو پیغام نکاح بھیجا، عورت نے بھی کہا کہ میرا اس سے نکاح کروادو، لیکن والد نے انکار کیا اور اس کی رضا کے بغیر اس کی کسی دوسرے آدمی سے شادی کرادی، پس وہ عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر یہ سب عرض کرنے لگی، آپ ﷺ نے اس کے باپ کو بلایا، وہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا کہتی ہے؟ والد نے کہا کہ یہ سچ کہتی ہے، لیکن میں نے اس کے دیور سے بہتر آدمی سے اس کا نکاح کروایا ہے۔ تو آپ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کرادی اور اس کے دیور سے اس کا نکاح کروادیا۔

شرح:

یعنی ایک عورت کا شوہر فوت ہو گیا اور اس کا اس شوہر سے بچہ بھی تھا، تو اس عورت کے پاس اس کا دیور آیا اور اس کو نکاح کا

پیغام دیا (یعنی کہ ...

کسی اور کے ساتھ اس عورت کا نکاح کر دیا حالانکہ وہ عورت اس نکاح کو پسند نہیں کرتی تھی، تو اس عورت نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اپیل کی تو نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کے باپ کو بلوایا تو وہ حاضر ہوا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ کیا کہتی ہے؟؟ اس نے کہا سچ کہتی ہے لیکن میں نے اس کی شادی ایسے آدمی سے کی ہے جو اس کے دیور سے بہتر ہے، یعنی حسب ونسب کے لحاظ سے بہتر ہے یا کسی اور وجہ سے، تو نبی اکرم ﷺ نے اس عورت اور اس کے دوسرے شوہر کے درمیان تفریق کروادی اور اس عورت کا نکاح اس کے دیور کے ساتھ کر دیا۔ (۱)

فقہی مسائل:

مسئلہ: کسی نے اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح اُس کی اجازت سے کر دیا اور اپنے بیٹوں کو گواہ بنایا، اب لڑکی کہتی ہے کہ میں نے اذن نہیں دیا اور اس کا باپ کہتا ہے دیا تو لڑکوں کی گواہی کہ اذن دیا تھا مقبول نہیں۔ (۲)

مسئلہ: عورت بالغہ عاقلہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کوئی نہیں کر سکتا۔ نہ اس کا باپ نہ بادشاہِ اسلام، کوآری ہو یا ثیب۔ یوہیں مرد بالغ آزاد اور مکاتب و مکاتبہ کا عقد نکاح بِلا ان کی مرضی کے کوئی نہیں کر سکتا۔

مسئلہ: کنواری عورت سے اُس کے ولی یا ولی کے وکیل یا قاصد نے اذن مانگا یا ولی نے بلا اجازت لیے نکاح کر دیا۔ اب اس کے قاصد نے یا کسی فضولی عادل نے خبر دی اور عورت نے سکوت کیا یا ہنسی یا مسکرائی یا بغیر آواز کے روئی تو ان سب صورتوں میں اذن سمجھا جائے گا کہ پہلی صورت میں نکاح کر دینے کی اجازت ہے، دوسری میں نکاح کیا ہوا منظور ہے اور اگر اذن طلب کرتے وقت یا جس وقت نکاح ہو جانے کی خبر دی گئی، اس نے سُن کر کچھ جواب نہ دیا بلکہ کسی اور سے کلام کرنا شروع کیا مگر نکاح کو رد نہ کیا تو یہ بھی اذن ہے اور اگر چپ رہنا اس وجہ سے ہوا کہ اسے کھانسی یا چھینک آ گئی تو یہ رضا نہیں اس کے بعد رد کر سکتی ہے۔ یوہیں اگر کسی نے اس کا موتھ بند کر دیا کہ بول نہ سکی تو رضا نہیں۔ اور ہنسنا اگر بطورِ استہزا کے (1) ہو یا رونا آواز سے ہو تو اذن نہیں۔ (۳)

مسئلہ: عورت سے اذن لینے گئے اس نے کہا کسی اور سے ہوتا تو بہتر تھا تو یہ انکار ہے اور اگر نکاح کے بعد خبر دی گئی اور عورت نے وہی لفظ کہے تو قبول سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: ولی نے عورت بالغہ کا نکاح اس کے سامنے کر دیا اور اُسے اس کا علم بھی ہوا اور سکوت کیا تو یہ رضا ہے۔

مسئلہ: ولی نے عورت سے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ فلاں سے تیرا نکاح کر دوں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے، جب چلا گیا تو کہنے لگی میں راضی نہیں اور ولی کو اس کا علم نہ ہوا اور نکاح کر دیا تو صحیح ہو گیا۔

مسئلہ: یہ جو تمام ہندوستان میں عام طور پر رواج پڑا ہوا ہے کہ عورت سے ایک شخص اذن لے کر آتا ہے جسے وکیل کہتے ہیں، وہ

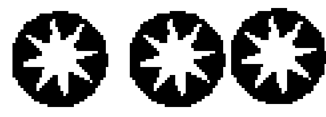
---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص 386

(۲) الفتاوی الخانیۃ، کتاب النکاح، فصل فی شرائط النکاح، ج ا، ص ۱۸۶

(۳) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۴، ص

نکاح پڑھانے والے سے کہہ دیتا ہے میں فلاں کا وکیل ہوں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ نکاح پڑھا دیجیے۔ یہ طریقہ محض غلط ہے۔ وکیل کو یہ اختیار نہیں کہ اُس کام کے لیے دوسرے کو وکیل بنا دے، اگر ایسا کیا تو نکاح فضولی ہوا اجازت پر موقوف ہے، اجازت سے پہلے مرد و عورت ہر ایک کو توڑ دینے کا اختیار حاصل ہے بلکہ یوں چاہیے کہ جو پڑھائے وہ عورت یا اُس کے ولی کا وکیل بنے خواہ یہ خود اُس کے پاس جا کر وکالت حاصل کرے یا دوسرا اس کی وکالت کے لیے اذن لائے کہ فلاں بن فلاں بن فلاں کو تُو نے وکیل کیا کہ وہ تیرا نکاح فلاں بن فلاں بن فلاں سے کر دے۔ عورت کہے ہاں۔



بَابُ لَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَعَمَّتِهَا وَخَالَتِهَا

عورت کو اس کی خالہ یا پھوپھی کے ہمراہ (نکاح) میں جمع نہ کیا جائے

(۲۶۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُزَوَّجُ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَخَالَتِهَا۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت کا نکاح اس کی پھوپھی یا خالہ پر نہ کیا جائے۔

شرح:

اس حدیث کی شرح آگے آ رہی ہے۔

(۲۶۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَلَا عَلٰى خَالَتِهَا وَلَا تُنْكَحُ الْكُبْرٰى عَلَى الصُّغْرٰى وَلَا الصُّغْرٰى عَلَى الْكُبْرٰى۔

حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت کا نکاح اس کی پھوپھی یا خالہ پر نہ کیا جائے۔ اور نہ ہی بڑی کا چھوٹی یا چھوٹی کا بڑی پر نکاح کیا جائے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا پھوپھی اور خالہ سے نکاح نہ کیا جائے اور نہ بڑی کا چھوٹی پر یعنی پھوپھی اور بھتیجی یا خالہ اور بھانجی سے ایک ساتھ نکاح کیا جائے، اور نہ چھوٹی کا بڑی پر (یعنی مذکورہ صورت کے عکس) یہ نفی دونوں طرف سے ہے تا کہ جواز کی توہم کی نفی پختہ ہو جائے یعنی کوئی یہ نہ سمجھے کہ پھوپھی یا خالہ کے ہوتے ہوئے بھانجی یا بھتیجی سے نکاح پھوپھی یا خالہ کی

فضلیت کی وجہ سے حرام ہے، نہیں بلکہ ان دونوں کو جمع کرنا حرام ہے چاہے پہلے نکاح میں پھوپھی ہو یا بھتیجی، یا پہلے نکاح میں خالہ ہو یا بھانجی، کسی صورت بھی ان دونوں کو جمع نہیں کیا جا سکتا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ (۱)

فقہی مسائل :

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَسَآءَ سَبِیْلًا ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۲۳﴾ وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ) (پ۴، ۵، النساء ۲۲:۔ ۲۴)

اُن عورتوں سے نکاح نہ کرو، جن سے تمھارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو مگر جو گزر چکا، بیشک یہ بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت بُری راہ۔ تم پر حرام ہیں تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمھاری وہ مائیں جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا اور دُودھ کی بہنیں اور تمھاری عورتوں کی مائیں اور اُن کی بیٹیاں جو تمھاری گود میں ہیں، اُن بیبیوں سے جن سے تم جماع کر چکے ہو اور اگر تم نے اُن سے جماع نہ کیا ہو تو اُن کی بیٹیوں میں گناہ نہیں اور تمھارے نسلی بیٹوں کی بیبیاں اور دو بہنوں کو اکٹھا کرنا مگر جو ہو چکا۔ بیشک اللہ (عزوجل) بخشنے والا مہربان ہے اور حرام ہیں شوہر والی عورتیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمھاری مِلک میں آجائیں، یہ اللہ (عزوجل) کا نوشتہ ہے اور ان کے سوا جو رہیں وہ تم پر حلال ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو پارسائی چاہتے، نہ زنا کرتے۔

اور فرماتا ہے:

(وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى یُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰى یُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص 251

یَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ (پ۲،البقرۃ:۲۲۱)

مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک ایمان نہ لائیں، بیشک مسلمان باندی مشرکہ سے بہتر ہے اگرچہ تمھیں یہ بھلی معلوم ہوتی ہو اور مشرکوں سے نکاح نہ کرو جب تک ایمان نہ لائیں، بیشک مسلمان غلام مشرک سے بہتر ہے، اگرچہ تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہو، یہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ (عزوجل) بلاتا ہے جنت و مغفرت کی طرف اپنے حکم سے اور لوگوں کے لیے اپنی نشانیاں ظاہر فرماتا ہے تاکہ لوگ نصیحت مانیں۔

امام بخاری عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ، جو عورتیں ولادت (نسب) سے حرام ہیں، وہ رضاعت سے حرام ہیں۔،

صحیح مسلم میں مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : ، بیشک اللہ تعالیٰ نے رضاعت سے اُنھیں حرام کردیا جنھیں نسب سے حرام فرمایا۔

کچھ محرمات کا ذکر مذکورہ آیات اور احادیث میں آچکا کچھ کا ہم احتصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

مسئلہ: وہ دو عورتیں کہ اُن میں جس ایک کو مرد فرض کریں، دوسری اس کے لیے حرام ہو (مثلاً دو بہنیں کہ ایک کو مرد فرض کرو تو بھائی، بہن کا رشتہ ہوا یا پھوپی، بھتیجی کہ پھوپی کو مرد فرض کرو تو چچا، بھتیجی کا رشتہ ہوا اور بھتیجی کو مرد فرض کرو تو پھوپی، بھتیجے کا رشتہ ہوا یا خالہ، بھانجی کہ خالہ کو مرد فرض کرو تو ماموں، بھانجی کا رشتہ ہوا اور بھانجی کو مرد فرض کرو تو بھانجے، خالہ کا رشتہ ہوا) ایسی دو ۲ عورتوں کو نکاح میں جمع نہیں کرسکتا بلکہ اگر طلاق دے دی ہو اگرچہ تین طلاقیں تو جب تک عدّت نہ گزر لے، دوسری سے نکاح نہیں کرسکتا بلکہ اگر ایک باندی ہے اور اُس سے وطی کی تو دوسری سے نکاح نہیں کرسکتا۔ یوہیں اگر دونوں باندیاں ہیں اور ایک سے وطی کرلی تو دوسری سے وطی نہیں کرسکتا۔

مسئلہ: دو عورتوں میں اگر ایسا رشتہ پایا جائے کہ ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری اس کے لیے حرام ہو اور دوسری کو مرد فرض کریں تو پہلی حرام نہ ہو تو ایسی دو ۲ عورتوں کے جمع کرنے میں حرج نہیں، مثلاً عورت اور اس کے شوہر کی لڑکی کہ اس لڑکی کو مرد فرض کریں تو وہ عورت اس پر حرام ہوگی، کہ اس کی سوتیلی ماں ہوئی اور عورت کو مرد فرض کریں تو لڑکی سے کوئی رشتہ پیدا نہ ہوگا یوہیں عورت اور اس کی بہو۔ (۱)

مسئلہ: ایسی دو ۲ عورتیں جن کو جمع کرنا حرام ہے اگر دونوں سے بیک عقد نکاح کیا تو کسی سے نکاح نہ ہوا، فرض ہے کہ دونوں کو فوراً جدا کردے اور دخول نہ ہوا ہو تو مہر بھی واجب نہ ہوا اور دخول ہوا ہو تو مہر مثل اور بندھے ہوئے مہر میں جو کم ہو وہ دیا جائے، اگر دونوں کے ساتھ دخول کیا تو دونوں کو دیا جائے اور ایک کے ساتھ کیا تو ایک کو۔

---

(۱) (الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج۴، ص۱۲۶. و الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الثالث، ج۱، ص۲۷۷.)

مسئلہ: اگر دونوں سے دو عقد کے ساتھ نکاح کیا تو پہلی سے نکاح ہوا اور دوسری کا نکاح باطل، لہٰذا پہلی سے وطی جائز ہے مگر جبکہ دوسری سے وطی کر لی تو اب جب تک اس کی عدّت نہ گزر جائے پہلی سے بھی وطی حرام ہے۔ پھر اس صورت میں اگر یہ یاد نہ رہا کہ پہلے کس سے ہوا تو شوہر پر فرض ہے کہ دونوں کو جدا کر دے اور اگر وہ خود جدا نہ کرے تو قاضی پر فرض ہے کہ تفریق (جدائی) کر دے اور یہ تفریق طلاق شمار کی جائے گی پھر اگر دخول سے پیشتر تفریق ہوئی تو نصف مہر میں دونوں برابر بانٹ لیں، اگر دونوں کا برابر برابر مقرر ہوا اور اگر دونوں کے مہر برابر نہ ہوں اور معلوم ہے کہ فلانی کا اتنا تھا اور فلانی کا اتنا تو ہر ایک کو اس کے مہر کی چوتھائی ملے گی۔

اور اگر یہ معلوم ہے کہ ایک کا اِتنا ہے اور ایک کا اُتنا مگر یہ معلوم نہیں کہ کس کا اِتنا ہے اور کس کا اُتنا تو جو کم ہے، اس کے نصف میں دونوں برابر برابر تقسیم کر لیں اور اگر مہر مقرر ہی نہ ہوا تھا تو ایک متعہ (یعنی ایک جوڑا، ایک سوٹ) واجب ہوگا، جس میں دونوں بانٹ لیں اور اگر دخول کے بعد تفریق ہوئی تو ہر ایک کو اس کا پورا مہر واجب ہوگا۔ یوہیں اگر ایک سے دخول ہوا تو اس کا پورا مہر واجب ہوگا اور دوسری کو چوتھائی۔

مسئلہ: ایسی دو ۲ عورتوں سے ایک عقد کے ساتھ نکاح کیا تھا پھر دخول سے قبل تفریق ہوگئی، اب اگر ان میں سے ایک کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور دخول کے بعد تفریق ہوئی تو جب تک عدّت نہ گزر جائے نکاح نہیں کر سکتا اور اگر ایک کی عدّت پوری ہو چکی دوسری کی نہیں تو دوسری سے کر سکتا ہے اور پہلی سے نہیں کر سکتا، جب تک دوسری کی عدّت نہ گزر لے اور اگر ایک سے دخول کیا ہے تو اس سے نکاح کر سکتا ہے اور دوسری سے نکاح نہیں کر سکتا جب تک مدخولہ (ایسی عورت جس سے صحبت کی گئی ہو۔) کی عدّت نہ گزر لے اور اس کی عدّت گزرنے کے بعد جس ایک سے چاہے نکاح کر لے۔

مسئلہ: ایسی دو عورتوں نے کسی شخص سے ایک ساتھ کہا، کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا، اس نے ایک کا نکاح قبول کیا تو اس کا نکاح ہو گیا اور اگر مرد نے ایسی دو عورتوں سے کہا، کہ میں نے تم دونوں سے نکاح کیا اور ایک نے قبول کیا، دوسری نے انکار کیا، تو جس نے قبول کیا اس کا نکاح بھی نہ ہوا۔

مسئلہ: ایسی دو عورتوں سے نکاح کیا اور ان میں سے ایک عدّت میں تھی تو جو خالی ہے (یعنی جو عورت عدت میں نہیں ہے۔)، اس کا نکاح صحیح ہو گیا۔ اگر وہ اسی کی عدّت میں تھی تو دوسری سے بھی صحیح نہ ہوا۔

متعہ کے حرام ہونے کا بیان

(۲۰۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا ہے۔

شرح:

اس حدیث کی شرح آگے آ رہی ہے۔

(۲۷۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنِ الْمُتْعَةِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یوم خیبر متعہ سے منع فرمادیا۔

شرح:

نبی اکرم ﷺ نے یوم خیبر کو یعنی جس وقت خیبر کو فتح کیا اس وقت نکاحِ متعہ کو حرام فرمادیا خیبر ایک مشہور شہر ہے جو مدینہ منورہ کے قریب ہے۔امام احمد نے حضرت جابر سے اور امام البخاری نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا، اور وہ یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی عورت سے گواہوں کی موجودگی میں کہے کہ تو اپنے نفس کے ساتھ مجھے اس طرح نفع دے یعنی زمانہ میں سے کسی مدت کا ذکر کرے، اور مال کی ایک مقدار کا ذکر کرے، یہ متعہ ابتدائے اسلام میں جائز تھا پھر اس کو آخری نبی اکرم ﷺ نے آخری ایام یعنی حجۃ الودع میں حرام کیا گیا پس اب کی تحریم بالاجماع ابد تک ہے، سوائے اہل بدعت شیعہ گروہ کے۔

(۲۷۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُّحَارِبٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے ساتھ متعہ سے منع فرمادیا۔

شرح:

یہ حدیث حضرت جابر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی احادیث کے موافق ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا ہے

(۲۷۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ اٰلِ سَبْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَامَ الْفَتْحِ۔

آل سبرہ کے ایک آدمی سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ سے منع فرمادیا۔ اور ایک روایت میں ہے: فتح مکہ کے سال۔

شرح:

ایک روایت میں یہ ذکر ہے کہ متعہ یوم فتح مکہ کو حرام ہوا اور دوسری میں یہ ذکر ہے کہ فتح کے سال حرام ہوا دونوں سے مراد ایک ہی ہے اس میں یہ تنبیہ ہے کہ متعہ کی نہی آخری دنوں میں ہوئی ہے لہذا یہ پہلے مباح شدہ متعہ کو منسوخ کرنے والی ہوگی۔ (الغرض اب متعہ منسوخ ہو چکا ہے کسی کے لیے بھی متعہ جائز نہیں جو کوئی متعہ کرے تو وہ دراصل زنا کر رہا ہے اس کو فوراً بارگاہِ الٰہی سے توبہ کرنی چاہیے۔)

(۲۷۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ يُّوْنُسَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَّبِيْعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ عَامَ الْحَجِّ. وَفِيْ رِوَايَةٍ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ الْفَتْحِ.

حضرت ربیع بن سبرۃ جہنی کے والد روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ سے منع فرمادیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے سال متعہ سے منع فرمایا۔ اور ایک روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ سے منع فرمایا۔

شرح:

نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن متعہ سے منع فرمایا اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی ایک ایسی عورت سے کہے جو موانع سے خالی ہے کہ میں اتنے مال کے ساتھ تجھ سے دس دن متعہ کرتا ہوں (یعنی دس دن نفع اٹھاؤں گا) یا اپنے نفس کے ساتھ مجھے کچھ دن نفع دے، یا اپنے نفس کے ساتھ مجھے دس دن نفع دے (یعنی متعہ کر) یا دنوں کا ذکر نہ کرے۔

اور ایک روایت میں کہ نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن متعہ حرام فرمایا تو یہ پہلے مباح شدہ متعہ کے لیے ناسخ ہوگا اور بعض لوگوں نے کہا کہ ناسخ کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ صرف تین دن متعہ جائز فرمایا تھا جب تین دن ختم ہو گئے تو متعہ پھر خود بخود حرام ہو گیا، اور کو امام محمد بن حسن نے اصل میں روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک غزوہ میں تین دن متعہ حلال کیا تھا کیونکہ اس میں لوگوں پر عزوبت زیادہ ہو گئی تھی پھر نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمادیا۔

مسلم شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اب اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک کے لیے حرام فرمادیا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ تمام ائمہ اس کی حرمت پر متفق ہیں سوائے گروہ شیعہ کے۔

(۲۷۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ غَزْوَةِ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ وَعَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے سال پالتو گدھے اور عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرمایا۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن شہری گدھوں کے گوشت اور عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمایا، معلوم ہوا کہ شہری گدھے حرام ہیں جنگلی جائز ہیں، بعض لوگ شہری گدھوں کی حرمت کے قائل نہیں لیکن اکثر اہل علم کے نزدیک شہری گدھے حرام ہیں، امام عبدالبر نے اب شہری گدھوں کی حرمت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

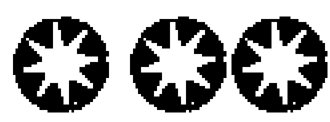
مسئلہ: متعہ حرام ہے۔ یونہی اگر کسی خاص وقت تک کے لیے نکاح کیا تو یہ نکاح بھی نہ ہوا اگرچہ دو سو ۲۰۰ برس کے لیے کرے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ، ج ۱۱، ص ۲۳۶ پر فرماتے ہیں: متعہ کی حرمت صحیح حدیثوں سے ثابت ہے امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کے ارشادوں سے ثابت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال شریفہ سے ثابت ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن عظیم سے ثابت ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے" والذین ھم لفروجھم حفظون الا علی ازواجھم... الخ، (پ ۱۸، المؤمنون ۷: ۶، ۵)

مفتی احمد یا خاں نعیمی فرماتے ہیں۔

خیبر میں متعہ حرام کیا گیا تھا پھر ایک سخت ضرورت کے ماتحت جنگ اوطاس میں تین دن کے لیے حلال کیا گیا پھر ہمیشہ کے لیے حرام فرمادیا گیا عرب میں اس قدر زنا عام تھا کہ خدا کی پناہ اسلام کا بڑا معجزہ وہاں زنا بند کرانا ہے ایک دم زنا بند نہ ہوسکتا تھا، اس لیے اس پر پابندی لگانے کے لیے متعہ کی اجازت دی گئی کہ معیادی نکاح کرلو پھر معیاد گزرنے پر نکاح ختم۔ اس کے بعد عورت عدت گزارے جس کا خرچہ اور اگر اس نکاح سے بچہ پیدا ہوجائے تو اس کی پرورش اس متاعی مرد کے ذمہ، اس پابندی سے بہت حد تک لوگ محتاط ہو گئے پھر ہمیشہ کے لیے متعہ بھی حرام کردیا گیا۔

دیکھو شراب حرام کرنا تھا تو پہلے اس پر پابندی لگائی گئی نشہ میں نماز نہ پڑھو جس سے شراب نوشی بہت حد تک کم ہوگئی پھر ایک دم حرام کردی گئی۔ نکاح متعہ قطعًا حرام ہے اس کے بعد جو صحبت ہوگی تو محض زنا ہوگی، جس پر سارے احکام زنا جاری ہوں گے۔ متعہ کی حرمت پر قرآنی آیات واحادیث شاہد ہیں، رب تعالی فرماتا ہے: " مُّحۡصِنِیۡنَ غَیۡرَ مُسٰفِحِیۡنَ" اور فرماتا ہے: " فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ" بیوی ولونڈی کے علاوہ اور کوئی عورت تلاش کرو کہ تم حد سے آگے بڑھنے والے ہو۔ ممنوعہ بیوی نہ بیوی ہے نہ لونڈی اس لیے اس کو میراث نہیں ملتی۔ اس کی بحث ہماری کتاب فہرست القرآن میں دیکھیئے اور اس جگہ مرقات میں ملاحظہ کیجئے۔ ہدایہ میں ہے کہ امام مالک کے ہاں نکاح متعہ حلال ہے اور میعاد کی شرط باطل ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ یہ نسبت غلط ہے حق یہ ہے کہ متعہ کی حرمت پر امت رسول کا اجماع ہے۔ سیدنا عبد اللہ ابن عباس کو اس کے نسخ کی خبر نہ پہنچی تو اولًا وہ جواز کے قائل رہے خبر پہنچ جانے پر وہ بھی حرمت کے قائل ہو گئے، دیکھئے مسلم ونووی عبد اللہ ابن عباس کا رجوع۔ اس جگہ مرقات میں بھی بیان فرمایا شیعہ کے اکثر فرقے متعہ حرام جانتے ہیں الا البعض۔ (مرقات) حضرت ابن عباس کا فرمان مشکوۃ شریف میں بھی ہے کہ متعہ شروع اسلام میں تھا پھر حرام ہو گیا۔ (۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِی الۡعَزۡلِ

عزل کا بیان

(۲۷۶) اَبُوۡ حَنِیۡفَةَ عَنۡ حَمَّادٍ عَنۡ اِبۡرَاهِیۡمَ عَنۡ عَلۡقَمَةَ وَالۡاَسۡوَدِ اَنَّ عَبۡدَ اللّٰهِ بۡنَ مَسۡعُوۡدٍ سُئِلَ

(۱) مراۃ المناجیح، ج5، ص68

عَنِ الْعَزْلِ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اَنَّ شَيْئًا اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَهُ اُسْتُوْدِعَ صَخْرَةً لَّخَرَجَ۔

حضرت علقمہ واسود فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے عزل کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کسی چیز کو ظاہر کرنا چاہے تو وہ پتھر میں چھپی ہوئی چیز کو بھی ضرور ظاہر فرما دیتا ہے۔

شرح:

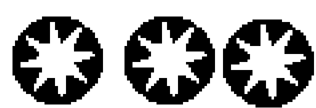
یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود سے کسی نے عزل کے بارے میں سوال کیا عزل سے مراد وہ منی ہے جس کو جماع کرتے ہوئے عورت کی فرج سے باہر گرایا جائے تاکہ عورت کی فرج میں قرار پکڑ کر بچہ پیدا نہ ہو جائے، (یعنی عورت سے جماع کرتے ہوئے جب انزال کا وقت آئے تو آلہ تناسل باہر نکال لے اسی کو عزل کہتے ہیں) حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہے تو اس کو پتھر پر بھی ظاہر فرما دے مطلب یہ کہ اللہ اگر چاہے کہ اس منی سے بچہ پیدا ہو جائے تو اگرچہ کوئی اس کو پتھر پر بھی گرا دے تو اللہ یہ شان رکھتا ہے کہ اس پتھر پر بھی بچی پیدا ہو جائے، (حاصل کلام یہ کہ جس نے اس دنیا میں آنا ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جس نے نہیں آنا اس کو کوئی لا نہیں سکتا۔)

فقہی مسائل:

کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا کہ میری ایک لونڈی ہے جو ہماری خدمت گار ہے اور میں اس کے پاس جاتا ہوں اور یہ ناپسند کرتا ہوں کہ وہ حاملہ ہو جائے تو فرمایا اگر تو چاہے تو اس سے عزل کر مگر اس پر گزرے گا وہی جو اس کے مقدر میں ہے پھر وہ شخص کچھ ٹھہرا پھر حاضر خدمت ہو کر بولا کہ لونڈی تو حاملہ ہوگئی تب فرمایا کہ ہم نے تو تمہیں پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ جو اس کے مقدر میں ہے وہ اسے پہنچے گا۔

حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ آزاد عورت سے اس کی بغیر اجازت عزل کیا جائے۔

عزل کے معنی ہیں علیحدگی اصطلاح میں عزل کے معنی ہیں انزال کے وقت عورت سے علیحدہ ہو جانا اور باہر منی نکالنا، تاکہ حمل قائم نہ ہو لونڈی میں تو بہر حال جائز ہے اور اپنی آزاد منکوحہ عورت میں بیوی کی اجازت سے جائز ہے بلا اجازت مکروہ یہ ہی عام علماء و عام صحابہ کا مذہب ہے۔



بَابُ مَا جَاءَ فِيْ حُرْمَةِ اِتْيَانِ النِّسَاءِ فِيْ اِدْبَارِهِنَّ

عورتوں سے دبر کے مقام سے صحبت کی ممانعت

(۲۰۷) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ امْرَاَةً اَتَتْهَا فَقَالَتْ اِنَّ زَوْجِيْ يَأْتِيْنِيْ مُجْنِبَةً وَمُسْتَقْبِلَةً فَكَرِهْتُهٗ فَبَلَغَ ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا بَأْسَ اِذَا كَانَ فِيْ صِمَامٍ وَاحِدٍ۔

نبی اکرم ﷺ کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت ان کے پاس آئی اور عرض کی : میرا شوہر میرے پاس کروٹ کے بل اور سامنے کی طرف سے آتا ہے، اور مجھے یہ اچھا نہیں لگتا۔ نبی کریم ﷺ کو اس بات کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا : جب ایک ہی سوراخ (قبل) میں ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲۷۸) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ حُمَيْدِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِتْيَانُ النِّسَاءِ نَحْوَ الْمَحَاشِّ حَرَامٌ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کے پچھلے مقام سے جماع کرنا حرام ہے۔

شرح:

اس کی شرح آگے آرہی ہے

(۲۷۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مَعْنٍ قَالَ وَجَدْتُّ بِخَطِّ اَبِيْ اَعْرِفُهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ نُهِيْنَا اَنْ نَّاْتِيَ النِّسَاءَ فِيْ مَحَاشِهِنَّ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کو عورتوں کے دبر کے مقام سے جماع کرنے سے روکا گیا ہے۔

شرح:

یعنی ہم کو کتاب اور سنت کی روشنی میں کہ ہم عورتوں کی دبروں سے آئیں، (یعنی ہم اہل اسلام کو عورت کی دبر میں جماع کرنے سے منع کیا گیا ہے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ " نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (البقرۃ ۲۲۳ :)

ترجمہ : تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے اور اے محبوب بشارت دو ایمان والوں کو۔

فرج ہی کھیتی ہے یعنی بچہ کے پیدا ہونے کی جگہ ہے نہ کہ دبر اور ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص عورت کی دبر سے جماع کرے وہ ملعون ہے۔

(۲۸۰) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ اَبِي الْقَعْقَاعِ الْخُشَنِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ حَرَامٌ اَنْ تُؤْتَى النِّسَاءُ فِي الْمَحَاشِّ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کے دبر کے مقام سے جماع کرنا حرام ہے۔

شرح:

یہ حدیث ماقبل کے ہم معنی ہے، عاللہ اعلم۔

فقہی مسائل:

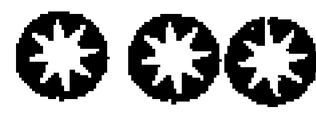
رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جوشخص اپنی زوجہ سے اس کی دبر میں وطی کرے، ملعون ہے۔ (۱)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس مرد پر نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا جو مرد کے ساتھ جماع کرے یا عورت کے پچھلے مقام میں جماع کرے۔

عورت کی دبر میں وطی کرنا تمام دینوں میں حرام ہے اسلام میں حرام قطعی ہے کہ اس کا منکر کافر ہے اس کا مرتکب (جو جان کر کرے) فاسق و فاجر۔ (۲)

خاوند کو اختیار ہے کہ اپنی بیوی سے آگے سے صحبت کرے یا پیچھے سے مگر شرط یہ ہی ہے کہ ہو فرج میں اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی کھیتی کے پاس آؤ اور ظاہر ہے کہ کھیتی فرج ہے نہ کہ دبر، نیز فرج میں بھی بحالت حیض صحبت حرام ہے کیونکہ اس حالت میں فرج بھی دبر کی طرح نجاست کی جگہ ہوتی ہے اور صحبت مضر حق یہ ہے کہ جوشخص حیض میں صحبت حلال جانے وہ کافر ہے کہ نص قرآنی کا منکر ہے۔

خیال رہے کہ اجنبی عورت سے دبر میں صحبت زنا کے حکم میں ہے جس کی سزا زنا کی طرح ہے، اپنی بیوی یا اپنی لونڈی سے دبر میں صحبت کرنا حرام تو ہے مگر اس پر زنا کی سزا نہیں بلکہ تعزیر ہے لڑکے سے دبر میں صحبت سخت حرام ہے فاعل قتل کیا جائے مفعول اگر دیوانہ ہو یا بہت چھوٹا بچہ ہو یا مجبور کیا گیا ہو تو اس پر سزا نہیں ورنہ وہ بھی سزا کا مستحق ہے دیکھئے کتب فقہ و مرقات۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ جو دبر میں صحبت کی حرمت کا انکار کرے وہ کافر نہیں کیونکہ اس کی حرمت قطعی الثبوت قطعی الدلالت نص سے ثابت نہیں۔ مگر فقیر احمد یار کی تحقیق یہ ہے کہ وہ کافر ہے اس کی بحث ہماری تفسیر نعیمی جلد دوم میں ملاحظہ کیجئے اس کی قطعی حرمت قیاس قطعی سے ثابت ہے۔ (۳)



بَابُ مَا جَاءَ فِي اَنَّ الْوَلَدَ لِلْفِرَاشِ

باب: بچہ صاحب فراش کا ہونے کا بیان

(۲۸۱) اَبُو حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔

---

(۱) ابوداؤد_کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح، رقم ۲۱۶۲، ج ۲، ص ۳۶۲

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بچہ صاحب فراش کا ہے، اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔

شرح:

یعنی بچہ چاہے مذکر ہو یا مونث صاحب فراش یعنی جس عورت سے پیدا ہوا اگر آزاد ہو تو اس کے خاوند کا اور اگر لونڈی ہو تو اس کے آقا کا ہے، اور زانی (جبکہ محصن ہو) کے لیے رجم ہے، یہ حدیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے "صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب للعاھر الحجر، الحدیث ۶۸۱۸: ، ج ۴، ص ۳۴۰ میں نقل کیا ہے۔

فقہی مسائل:

مسئلہ: حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے ہے اور زیادہ سے زیادہ دو ۲ سال لہٰذا جو عورت طلاق رجعی کی عدت میں ہے اور عدت پوری ہونے کا عورت نے اقرار نہ کیا ہو اور بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور اگر عدت پوری ہونے کا اقرار کیا اور وہ مدت اتنی ہے کہ اُس میں عدت پوری ہو سکتی ہے اور وقتِ اقرار سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا جب بھی نسب ثابت ہے کہ بچہ پیدا ہونے سے معلوم ہوا کہ عورت کا اقرار غلط تھا اور ان دونوں صورتوں میں ولادت سے ثابت ہوا کہ شوہر نے رجعت کرلی ہے جبکہ وقت طلاق سے پورے دو ۲ برس یا زیادہ میں بچہ پیدا ہوا اور دو برس سے کم میں پیدا ہوا تو رجعت ثابت نہ ہوئی ممکن ہے کہ طلاق دینے سے پہلے کا حمل ہو اور اگر وقتِ اقرار سے چھ مہینے پر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں۔ یوہیں طلاقِ بائن یا موت کی عدت پوری ہونے کا عورت نے اقرار کیا اور وقتِ اقرار سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے، ورنہ نہیں۔

مسئلہ: جس عورت کو بائن طلاق دی اور وقتِ طلاق سے دو ۲ برس کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور دو برس کے بعد پیدا ہوا تو نہیں مگر جبکہ شوہر اُس بچہ کی نسبت کہے کہ یہ میرا ہے یا ایک بچہ دو ۲ برس کے اندر پیدا ہوا دوسرا بعد میں تو دونوں کا نسب ثابت ہو جائیگا۔

مسئلہ: وقت نکاح سے چھ ۶ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں اور چھ مہینے یا زیادہ پر ہوا تو ثابت ہے جبکہ شوہر اقرار کرے یا سکوت اور اگر کہتا ہے کہ بچہ پیدا ہی نہ ہوا تو ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہو جائیگی اور اگر شوہر نے کہا تھا کہ جب تو جنے تو تجھ کو طلاق اور عورت بچہ پیدا ہونا بیان کرتی ہے اور شوہر انکار کرتا ہے تو دو مرد یا ایک مرد اور دو ۲ عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت ہوگی تنہا جنائی کی شہادت ناکافی ہے۔ یوہیں اگر شوہر نے حمل کا اقرار کیا تھا یا حمل ظاہر تھا جب بھی طلاق ثابت ہے اور نسب ثابت ہونے کے لیے فقط جنائی کا قول کافی ہے۔

اور اگر دو بچے پیدا ہوئے ایک چھ مہینے کے اندر دوسرا چھ مہینے پر یا چھ مہینے کے بعد تو دونوں میں کسی کا نسب ثابت نہیں۔

مسئلہ: نکاح میں جہاں نسب ثابت ہونا کہا جاتا ہے وہاں کچھ یہ ضرور نہیں کہ شوہر دعوے کرے تو نسب ہوگا بلکہ سکوت سے بھی نسب ثابت ہوگا اور اگر انکار کرے تو نفی ... [illegible]

ہوگا۔

مسئلہ: نابالغہ کو اُس کے شوہر نے بعدِ دخول طلاقِ رجعی دی اور اُس نے حاملہ ہونا ظاہر کیا تو اگر ستائیس مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا تو ثابت النسب ہے اور طلاق بائن میں دو برس کے اندر ہوگا تو ثابت ہے ورنہ نہیں اور اگر اُس نے عدت پوری ہونیکا اقرار کیا ہے تو وقتِ اقرار سے چھ مہینے کے اندر ہوگا تو ثابت ہے ورنہ نہیں اور اگر نہ حاملہ ہونا ظاہر کیا نہ عدت پوری ہونے کا اقرار کیا بلکہ سکوت کیا تو سکوت کا وہی حکم ہے جو عدت پوری ہونے کے اقرار کا ہے۔

مسئلہ: شوہر کے مرنے کے وقت سے دو ۲ برس کے اندر بچہ پیدا ہوگا تو نسب ثابت ہے، ورنہ نہیں۔ یہی حکم صغیرہ کا ہے جبکہ حمل کا اقرار کرتی ہو اور اگر عورت صغیرہ ہے جس نے نہ حمل کا اقرار کیا، نہ عدت پوری ہونے کا اور دس مہینے دس دن سے کم میں ہوا تو ثابت ہے ورنہ نہیں اور اگر عدت پوری ہونے کا اقرار کیا اور وقت اقرار یعنی چار مہینے دس دن کے بعد اگر چھ مہینے کے اندر پیدا ہوا تو ثابت ہے، ورنہ نہیں۔

مسئلہ: عورت نے عدتِ وفات میں پہلے یہ کہا مجھے حمل نہیں پھر دوسرے دن کہا حمل ہے تو اُس کا قول مان لیا جائیگا اور اگر چار مہینے دس دن پورے ہونے پر کہا کہ حمل نہیں ہے پھر حمل ظاہر کیا تو اُس کا قول نہیں مانا جائیگا مگر جبکہ شوہر کی موت سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہو تو اُس کا وہ اقرار کہ عدت پوری ہوگئی باطل سمجھا جائیگا۔

مسئلہ: طلاق یا موت کے بعد دو ۲ برس کے اندر بچہ پیدا ہوا اور شوہر یا اُس کے ورثہ بچہ پیدا ہونے سے انکار کرتے ہیں اور عورت دعویٰ کرتی ہے تو اگر حمل ظاہر تھا یا شوہر نے حمل کا اقرار کیا تھا تو ولادت ثابت ہے اگرچہ جنائی (دائی) بھی شہادت نہ دے اور وہ ثابت النسب ہے اور اگر نہ حمل ظاہر تھا نہ شوہر نے حمل کا اقرار کیا تھا تو اُس وقت ثابت ہوگا کہ دو مرد یا ایک مرد، دو عورت گواہی دیں۔ اور مرد کس طرح گواہی دیں گے اس کی صورت یہ ہے کہ عورت تنہا مکان میں گئی اور اُس مکان میں کوئی ایسا بچہ نہ تھا اور بچہ لیے ہوئے باہر آئی یا مرد کی نگاہ اچانک پڑ گئی دیکھا کہ اُس کے بچہ پیدا ہو رہا ہے اور قصداً نگاہ کی تو فاسق ہے اور اُس کی گواہی مردود۔

مسئلہ: شوہر بچہ پیدا ہونے کا اقرار کرتا ہے مگر کہتا ہے کہ یہ بچہ نہیں ہے تو اُس کے ثبوت کے لیے جنائی کی شہادت کافی ہے۔

مسئلہ: عدتِ وفات میں بچہ پیدا ہوا اور بعض ورثہ نے تصدیق کی تو اس کے حق میں نسب ثابت ہو گیا پھر اگر یہ عادل ہے اور اسکے ساتھ کسی اور وارث قابلِ شہادت نے بھی تصدیق کی یا کسی اجنبی نے شہادت دی تو ورثہ اور غیر سب کے حق میں نسب ثابت ہو گیا یعنی مثلاً اگر اس لڑکے نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ کے فلاں شخص پر اتنے روپے دَین ہیں تو دعویٰ سُننے کے لیے اسکی حاجت نہیں کہ وہ اپنا نسب ثابت کرے اور اگر تنہا ایک وارث تصدیق کرتا ہے یا چند ہوں مگر وہ عادل نہ ہوں تو فقط ان کے حق میں ثابت ہے اوروں کے حق میں ثابت نہیں یعنی مثلاً اگر دیگر ورثہ اس صورت میں انکار کرتے ہوں تو اولاد ہونے کی وجہ سے ان کے حصوں میں کوئی کمی نہ ہوگی اور وارث اگر تصدیق کریں تو ان کے لیے اقرار کرنے میں لفظِ شہادت اور مجلس قاضی وغیرہ کچھ شرط نہیں مگر اوروں کے حق میں ان کا اقرار اُس وقت مانا جائیگا جب عادل ہوں ہاں اگر اس وارث کے ساتھ کوئی غیر وارث ہے تو اُس کا فقط یہ کہہ دینا کافی نہ ہوگا کہ یہ فلاں کا لڑکا ہے بلکہ لفظ

شہادت اور مجلسِ حکم وغیرہ وہ سب امور جو شہادت میں شرط ہیں، اس کے لیے شرط ہیں۔

مسئلہ: بچہ پیدا ہوا عورت کہتی ہے کہ نکاح کو چھ مہینے یا زائد کا عرصہ گزرا اور مرد کہتا ہے کہ چھ مہینے نہیں ہوئے تو عورت کو قسم کھلائیں، قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہے اور شوہر یا اس کے ورثہ گواہ پیش کرنا چاہیں تو گواہ نہ سنے جائیں۔

مسئلہ: کسی لڑکے کی نسبت کہا یہ میرا بیٹا ہے اور اُس شخص کا انتقال ہو گیا اور اُس لڑکے کی ماں جس کا حرہ و مسلمہ ہونا معلوم ہے یہ کہتی ہے کہ میں اُس کی عورت ہوں اور یہ اُسکا بیٹا تو دونوں وارث ہونگے اور اگر عورت کا آزاد ہونا مشہور نہ ہو یا پہلے وہ باندی تھی اور اب آزاد ہے اور یہ نہیں معلوم کہ علوق کے وقت آزاد تھی یا نہیں اور ورثہ کہتے ہیں تو اُس کی ام ولد تھی تو وارث نہ ہوگی۔ یوہیں اگر ورثہ کہتے ہیں کہ تو اُس کے مرنے کے وقت نصرانیہ تھی اور اُس وقت اُس عورت کا مسلمان ہونا مشہور نہیں ہے، جب بھی وارث نہ ہوگی۔

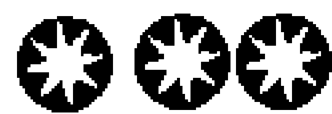
مسئلہ: عورت کا بچہ خود عورت کے قبضہ میں ہے شوہر کے قبضہ میں نہیں اُس کی نسبت عورت یہ کہتی ہے کہ یہ لڑکا میرے پہلے شوہر سے ہے اس کے پیدا ہونے کے بعد میں نے تجھ سے نکاح کیا اور شوہر کہتا ہے کہ میرا ہے میرے نکاح میں پیدا ہوا تو شوہر کا قول معتبر ہے۔

مسئلہ: کسی عورت سے زنا کیا پھر اُس سے نکاح کیا اور چھ مہینے یا زائد میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور کم میں ہوا تو نہیں اگرچہ شوہر کہے کہ یہ زنا سے میرا بیٹا ہے۔

مسئلہ: نسب کا ثبوت اشارہ سے بھی ہو سکتا ہے اگرچہ بولنے پر قادر ہو۔

مسئلہ: کسی نے اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح کسی عورت سے کر دیا اور لڑکا اتنا چھوٹا ہے کہ نہ جماع کر سکتا ہے نہ اُس سے حمل ہو سکتا ہے اور عورت کے بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں اور اگر لڑکا مراہق (بالغ ہونے کے قریب۔) ہے اور اُس کی عورت سے بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے۔

مسئلہ: اپنی کنیز سے وطی کرتا ہے اور بچہ پیدا ہوا تو اُس کا نسب اُس وقت ثابت ہوگا کہ یہ اقرار کرے کہ میرا بچہ ہے اور وہ لونڈی ام ولد ہوگئی اب اس کے بعد جو بچے پیدا ہونگے اُن میں اقرار کی حاجت نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ نفی کرنے سے منتفی ہو جائے گا مگر نفی سے اُس وقت منتفی ہوگا کہ زیادہ زمانہ نہ گزرا ہو نہ قاضی نے اُس کے نسب کا حکم دیدیا ہو اور ان میں کوئی بات پائی گئی تو نفی نہیں ہو سکتی۔ اور مدبرہ کے بچہ کا نسب بھی اقرار سے ثابت ہوگا۔ منکوحہ کے بچہ کا نسب ثابت ہونے کے لیے اقرار کی حاجت نہیں بلکہ انکار کی صورت میں لعان کرنا ہوگا اور جہاں لعان نہیں وہاں انکار سے بھی کام نہ چلے گا۔ (۱)



(۱) ،الفتاوی الھندیۃ،، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، ج ۱، ص ۵۴۳ و، ردالمحتار،، کتاب الطلاق، باب العدۃ، فصل فی ثبوت النسب، مطلب: الفراش علی اربع مراتب، ج ۵، ص ۲۵۱۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْاِسْتِبْرَآءِ

برأت حاصل کرنے کا بیان

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ وَطْءِ الْحَبَالٰى

حاملہ سے وطی کرنے کا بیان

(۲۸۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُوْطَا الْحُبَالٰى حَتّٰى يَضَعْنَ مَا فِيْ بُطُوْنِهِنَّ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حاملہ عورتوں سے صحبت کرنے سے منع فرمایا ہے، جب تک وضع حمل نہ ہو جائے۔

شرح:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حاملہ عورت سے (جو قیدی ہوں) مجامعت کرنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ اپنے حملوں کو جن نہ لیں، حاملہ کا استبراء اور عدت وضع حمل کے ساتھ ہی ہوتی ہے، رہی بات آدمی کی اپنی بیوی کی تو اس کے ساتھ ان کے حمل میں بھی جائز ہے (اس لیے کہ یہاں نہ استبراء کی ضرورت ہے نہ عدت ہے اور نہ ہی نسب مخلوط ہونے کا خدشہ) نہی اس لیے ہے کہ کہیں کسی کا پانی کسی اور کی کھیتی کو سیراب نہ کرتا رہے۔

فقہی مسائل:

استبراء کی تعریف:

مالک کا اپنی (نئی) لونڈی سے شریعت کی مقرر کردہ مدت تک جماع نہ کرنا تاکہ رحم کا نطفہ سے خالی ہونا واضح ہو جائے۔

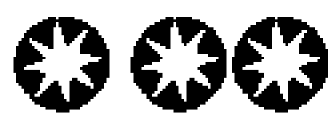
استبراء کے معنے براءت وعلیحدگی معلوم کرنا، شریعت میں استبراء کے معنے یہ ہیں کہ جب کسی کی لونڈی خرید، ہبہ، میراث وصیت وغیرہ کے ذریعہ اپنے قبضہ میں آئے تو اس سے صحبت یا بوس وکنار وغیرہ نہ کرے حتی کہ معلوم کرے کہ حاملہ نہیں ہے ایک حیض اور اگر حائضہ نہ ہو تو ایک ماہ تک انتظار کرکے پھر صحبت کرے اور اگر حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہونے سے پہلے اس کے قریب

جائے یہ ہے حقیقت استبراء۔ خیال رہے کہ کنواری لونڈی سے بھی استبراء واجب ہے اگرچہ اس کا پردہ بکارت قائم ہو کیونکہ ایک حدیث میں مطلقاً استبراء کا حکم آیا ہے جس سے ہر لونڈی مقبوضہ سے استبراء واجب ہونا معلوم ہوتا ہے۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب وہ لونڈی جس سے وطی کی جاتی تھی ہبہ کی جائے یا فروخت کی جائے یا آزاد کی جائے تو اس کا استبراء رحم ایک حیض سے کرلیا جائے اور کنواری کا استبراء نہ کیا جائے۔

یہ حضرت ابن عمر کی رائے شریف ہے کہ کنواری لونڈی جو پہلے کسی کے نکاح میں نہ تھی یا جس کا خاوند بہت چھوٹا بچہ تھا جو صحبت نہیں کرسکتا تھا یا ابھی اس کی رخصتی نہ ہوئی تھی کہ گرفتار ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی اس کے استبراء کی ضرورت نہیں کیونکہ استبراء تو یہ معلوم کرنے کو ہوتا ہے کہ لونڈی حاملہ ہے یا نہیں ان صورتوں میں حمل کا احتمال ہی نہیں تو استبراء کی کیا ضرورت ہے مگر تمام علماء فرماتے ہیں کہ استبراء کے وجوب کا سبب ملکیت حاصل کرنا ہے لہذا ایسی لونڈی سے استبراء کیا جائے، دیکھو اگر عورت کا خاوند خلوت سے پہلے فوت ہو جائے تو بھی عدت واجب ہے حالانکہ وہاں حمل کا احتمال ہی نہیں، گزشتہ احادیث میں ہر لونڈی کے استبراء کا حکم دیا گیا، نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اوطاس کی تمام لونڈیوں سے استبراء کا حکم دیا حالانکہ ان میں بعض کنواریاں بھی تھیں، غالباً حضرت ابن عمر کو وہ احادیث پہنچی تھی اور قیاس صحابی حدیث مرفوع کے مقابل معتبر نہیں۔ (۱)

مسئلہ: جس باندی سے وطی کرتا تھا اس کا نکاح کسی سے کر دیا نکاح ہو گیا مگر مالک پر استبرا واجب ہے یعنی جب اس کا نکاح کرنا چاہے تو وطی چھوڑ دے یہاں تک کہ اُسے ایک حیض آ جائے بعدِ حیض نکاح کر دے اور شوہر کے ذمہ استبرا نہیں، لہذا اگر استبرا سے پہلے شوہر نے وطی کر لی تو جائز ہے مگر نہ چاہیے اور اگر مالک بیچنا چاہتا ہے تو استبرا مستحب ہے واجب نہیں۔ زانیہ سے نکاح کیا تو استبرا کی حاجت نہیں۔ (۲)



(۱) مراۃ المناجیح، ج 5، ص 258

(۲) الدرالمختار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۱۴۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

كِتَابُ الرِّضَاعِ
رضاعت کا بیان

بَابُ يُحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يُحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ

جونسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے

(۲۸۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ شُرَيْحٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ قَلِيْلُهٗ وَكَثِيْرُهٗ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جیسے رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے، رضاعت سے بھی حرام ہوتا ہے، چاہے (دودھ کی مقدار) کم ہو یا زیادہ۔

شرح:

رضاعت (دودھ پلانا) چاہے قلیل ہو یا کثیر حرمت میں برابر ہے، رضاعت ایک چوسے سے ثابت ہو جاتی ہے یہ جمہور علماء کا مذہب ہے، ابن منذر نے حضرت علی، ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس، قتادہ، حکم، حماد، مالک، ثوری، اوزاعی، اس کو نقل کیا ہے، اور امام شافعی، احمد، اور امام اسحاق فرماتے ہیں کہ رضاعت کم از کم پانچ چوسوں سے ثابت ہوتی ہے، ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مطلق ہونا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

" وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ "(النساء: 23)

ترجمہ: (اور حرام ہوئیں تم پر) اور دودھ کی بہنیں اور عورتوں کی مائیں۔

اسی طرح وہ روایت جو صحیحین میں ہے اس کا مطلق ہونا بھی ہماری دلیل ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا رضاعت سے بھی وہی حرمت ہے جو نسب سے ہے۔ اور اسی میں زیادہ احتیاط ہے واللہ اعلم۔

(۲۸۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ اَفْلَحُ ابْنُ اَبِي الْقُعَيْسِ لِيَسْتَاْذِنَ عَلٰى عَائِشَةَ فَاحْتَجَبْتُ مِنْهُ فَقَالَ تَحْتَجِبِيْنَ مِنِّيْ وَاَنَا

عَمُّكِ فَقَالَتْ فَكَيْفَ ذٰلِكَ قَالَ اَرْضَعَتْكِ اِمْرَاَةُ اَخِيْ بِلَبَنِ اَخِيْ قَالَتْ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرِبَتْ يَدَاكِ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنَّهُ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضرت افلح بن ابی قعیس ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ نے ان سے پردہ کیا، انہوں نے کہا کہ میں تو آپ کا چچا ہوں پھر بھی آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا (چچا) کیسے (بن گئے)؟ انہوں نے کہا کہ میرے بھائی کے سبب دودھ جو میری بھاوج کی چھاتی میں آیا، انہوں نے آپ کو پلایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے یہ سب قصہ نبی اکرم ﷺ کو عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں، کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ رضاعت کے سبب بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کے سبب حرام ہوتے ہیں۔

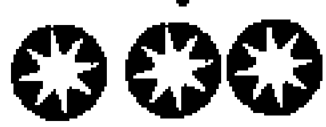
شرح:

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حضرت افلح بن ابی قعیس آئے اور اجازت چاہی، تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے پردہ کرلیا، تو انہوں نے کہا کہ کیا تم مجھ سے پردہ کرتی ہے حالانکہ میں تمہارا چچا ہوں تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ کس طرح؟ یعنی آپ میرے چچا کس طرح ہیں،؟؟، تو حضرت افلح نے کہا کہ میری بھابھی نے آپ کو میرے بھائی کا دودھ (یعنی وہ دودھ جو میرے بھائی کی وجہ سے اترا) پلایا ہے، یہ جملہ اس بات سے احتراز ہے کہ اگر ان کی بھابھی ان کے بھائی کا دودھ نہ پلاتی بلکہ کسی اور کا ہوتا تو یہ ان کے چچا نہ ہوتے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے اس کا ذکر نبی اکرم ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں یعنی نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زجر فرمایا کہ تجھے اپنے حق کا بھی علم نہیں بے شک رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے ہوتے ہیں یعنی وہ آپ کے چچا ہی ہیں، اس حدیث کو امام بخاری و مسلم، احمد، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اس مسئلہ میں اصل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ،

" وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ "(النساء : 23)

ترجمہ: (اور حرام ہوئیں تم پر) اور دودھ کی بہنیں اور عورتوں کی مائیں۔

نوٹ: محرمات کے بارے میں فقہی مسائل ماقبل کتاب النکاح میں بیان ہو چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔ (۱)



(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 260

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الطَّلَاقِ

طلاق کا بیان

بَابُ الْهَزْلِ فِي الطَّلَاقِ

مذاق میں طلاق دینے کا بیان

(۲۸۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلطَّلَاقُ وَالنِّكَاحُ وَالرَّجْعَةُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین اشیاء طلاق، نکاح، اور رجعت میں مذاق بھی سنجیدگی ہی متصور ہوگی۔

شرح:

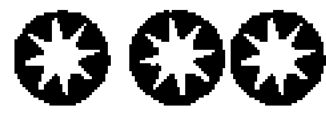
اس حدیث کو امام احمد، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، لیکن امام ابو داؤد کی روایت میں رجعت کی جگہ عتق کا ذکر ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ جس کے مذاقاً طلاق دی تو اس کی طلاق واقع ہوگی، اور جس نے مذاقاً کسی کو آزاد کیا تو آزادی ہوگئی، اور ایک روایت میں کہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزوں میں مذاق نہیں جس نے ان چیزوں میں مذاقاً کلام کیا تو اس پر وہ واجب ہوگیا اور وہ طلاق، عتاق، اور نکاح ہیں، اور ایک روایت میں نذر کو بھی انہیں میں شامل کیا گیا ہے امام ابن ھمام فرماتے ہیں کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قسم بھی نذر کے معنی میں ہے پس اس کو بھی اس پر قیاس کیا جائے گا۔(۱)

فقہی مسائل:

مسئلہ: رجعت کو کسی شرط پر معلق کیا یا آئندہ زمانہ کی طرف مضاف کیا مثلاً اگر تو گھر میں گئی تو میرے نکاح میں واپس ہو جائے گی یا کل تو میرے نکاح میں واپس آجائے گی تو یہ رجعت نہ ہوئی اور اگر مذاق یا کھیل یا غلطی سے رجعت کے الفاظ کہے تو رجعت ہوگئی۔

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص،190

یہی حکم طلاق اور نکاح کا ہے، واللہ اعلم۔



بَابُ مَا جَآءَ فِی الْعِدَّةِ

عدت کا بیان

(۲۸۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِسَوْدَةَ حِيْنَ طَلَّقَهَا اِعْتَدِّيْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سودہ کو جب طلاق دی تو فرمایا: اپنی عدت شمار کرو۔

شرح:

یعنی جب حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عدت شمار کرو یعنی زیب و زینت چھوڑ دو اگرچہ ان کے لیے نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی سے نکاح کرنا جائز نہ تھا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللهِ وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوٰجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا"

ترجمہ: اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو۔

کیونکہ جس عورت سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقد فرمایا وہ حضور کے سوا ہر شخص پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی اسی طرح وہ کنیزیں جو باریابِ خدمت ہوئیں اور قربت سے سرفراز فرمائی گئیں وہ بھی اسی طرح سب کے لئے حرام ہیں۔

اور مواہب اللدنیہ میں ہے کہ جب حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارک زیادہ ہو گئی تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تو حضرت سودہ سے اس بارے میں جب بات کی تو انہوں نے عرض کیا ہے اے نبی ﷺ آپ مجھے طلاق نہ دیں اور اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دی تو نبی اکرم ﷺ نے آپ کو طلاق دینے کا ارادہ ترک فرما دیا۔

(۲۸۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِسَوْدَةَ حِيْنَ طَلَّقَهَا اِعْتَدِّيْ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سودہ کو جب طلاق دی تو فرمایا: اپنی عدت شمار کرو۔

شرح:

یہ حدیث ماقبل کے ہم معنی ہے واللہ اعلم۔

فقہی مسائل:

مسئلہ: نکاح زائل ہونے یا شبہہ نکاح کے بعد عورت کا نکاح سے ممنوع ہونا اور ایک زمانہ تک انتظار کرنا عدت ہے۔ (۱)

مسئلہ: نکاح زائل ہونے کے بعد اُسوقت عدت ہے کہ شوہر کا انتقال ہوا ہو یا خلوت صحیحہ ہوئی ہو۔ زانیہ کے لیے عدت نہیں اگر چہ حاملہ ہو اور یہ نکاح کر سکتی ہے مگر جس کے زنا سے حمل ہے اُس کے سوا دوسرے سے نکاح کرے تو جب تک بچہ پیدا نہ ہو وطی جائز نہیں۔ نکاح فاسد میں دخول سے قبل تفریق ہوئی تو عدت نہیں اور دخول کے بعد ہوئی تو ہے۔

مسئلہ: اس عورت کا مقام بند ہے اُس سے خلوت ہوئی تو طلاق کے بعد عدت نہیں۔

مسئلہ: عورت کو طلاق دی، بائن یا رجعی یا کسی طرح نکاح فسخ (ختم) ہو گیا، اگر چہ یوں کہ شوہر کے بیٹے کا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا اور اِن صورتوں میں دخول ہو چکا ہو یا خلوت ہوئی ہو اور اس وقت حمل نہ ہو اور عورت کو حیض آتا ہے تو عدت پورے تین حیض ہے جبکہ عورت آزاد ہو اور باندی ہو تو دو حیض اور اگر عورت ام ولد ہے اُس کے مولیٰ کا انتقال ہو گیا یا اُس نے آزاد کر دیا تو اس کی عدت بھی تین حیض ہے۔ (۲)

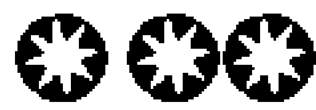
مسئلہ: ان صورتوں میں اگر عورت کو حیض نہیں آتا ہے کہ ابھی ایسے سن کو نہیں پہنچی یا سن ایاس کو پہنچ چکی ہے یا عمر کے حساب وں بالغہ ہو چکی ہے مگر ابھی حیض نہیں آیا ہے تو عدت تین مہینے ہے اور باندی ہے تو ڈیڑھ ماہ۔

مسئلہ: حیض کی حالت میں طلاق دی تو یہ حیض عدت میں شمار نہ کیا جائے بلکہ اس کے بعد پورے تین حیض ختم ہونے پر عدت پوری ہوگی۔

مسئلہ: موت کی عدت چار مہینے دس دن ہے یعنی دسویں رات بھی گزر لے بشرطیکہ نکاح صحیح ہو دخول ہوا ہو یا نہیں دونوں کا ایک حکم ہے اگر چہ شوہر نابالغ ہو یا زوجہ نابالغہ ہو۔ یوہیں اگر شوہر مسلمان تھا اور عورت کتابیہ تو اس کی بھی یہی عدت ہے مگر اس عدت میں شرط یہ ہے کہ عورت کو حمل نہ ہو۔

مسئلہ: عورت حامل ہے تو عدت وضع حمل ہے عورت حرہ ہو یا کنیز مسلمہ ہو یا کتابیہ عدت طلاق کی ہو یا وفات کی یا متارکہ یا وطی بالشبہہ کی حمل ثابت النسب ہو یا زنا کا مثلاً زانیہ حاملہ سے نکاح کیا اور شوہر مر گیا یا وطی کے بعد طلاق دی تو عدت وضعِ حمل ہے۔

مسئلہ: وضعِ حمل سے عدت پوری ہونے کے لیے کوئی خاص مدت مقرر نہیں موت یا طلاق کے بعد جس وقت بچہ پیدا ہو عدت ختم ہو جائے گی اگر چہ ایک منٹ بعد حمل ساقط ہو گیا اور اعضا بن چکے ہیں عدت پوری ہو گئی ورنہ نہیں اور اگر دو یا تین بچے ایک حمل سے ہوئے تو پچھلے کے پیدا ہونے سے عدت پوری ہوگی۔



---

(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدۃ، ج ۱، ص ۵۲۶

(۲) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج ۵، ص ۱۹۱

بَابُ مَنْ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ

حائضہ کو طلاق دینے کا بیان

(۲۸۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ رَّجُلٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ فَعِيْبَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ فَرَاجَعَهَا فَلَمَّا طَهُرَتْ مِنْ حَيْضِهَا طَلَّقَهَا وَاحْتُسِبَ بِالتَّطْلِيْقَةِ الَّتِيْ كَانَ اَوْقَعَ عَلَيْهَا وَهِيَ حَائِضٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی، اس کا آپ پر عیب لگایا گیا تو آپ نے رجوع کرلیا، جب وہ حیض سے پاک ہوگئی تو آپ نے اس کو طلاق دی، اور اس طلاق کا حساب بھی لگایا گیا جو حالت حیض میں اس پر واقع ہوئی۔

شرح:

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ کو حالت حیض میں طلاق دی تو ان کو حیض میں طلاق دینے کی وجہ سے عتاب کیا گیا، تو آپ نے اس حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کرلیا پھر جب آپ کی زوجہ حیض سے پاک ہوگئیں تو آپ نے ان کو طلاق دی اور اس طلاق کو بھی شمار میں لایا گیا جو آپ پہلے دے چکے تھے، یعنی اس کو لغو قرار نہ دیا گیا، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی اپنی زوجہ کو حالت حیض میں طلاق دے تو اس کی طلاق واقع ہوجاتی ہے، (لیکن یہ خلاف سنت ہے)

فقہی مسائل:

مسئلہ: طلاق کی تین قسمیں ہیں: (۱) حسن۔ (۲) اَحسن۔ (۳) بِدعی۔ جس طہر میں وطی نہ کی ہو اُس میں ایک طلاق رجعی دے اور چھوڑے رہے یہاں تک کہ عدّت گزر جائے، یہ اَحسن ہے۔

اور غیر موطوءہ کو طلاق دی اگرچہ حیض کے دنوں میں دی ہو یا موطوءہ (جس سے وطی کی گئی) کو تین طہر میں تین طلاقیں دیں۔ بشرطیکہ نہ ان طہروں میں وطی کی ہو نہ حیض میں یا تین مہینے میں تین طلاقیں اُس عورت کو دیں جسے حیض نہیں آتا مثلاً نابالغہ یا حمل والی ہے یا ایاس کی عمر کو پہنچ گئی تو یہ سب صورتیں طلاق حسن کی ہیں۔ حمل والی یا سن ایاس (ایسی عمر جس میں حیض نہیں آتا) والی کو وطی کے بعد طلاق دینے میں کراہت نہیں۔ یوہیں اگر اُس کی عمر نو سال سے کم کی ہو تو کراہت نہیں اور نو برس یا زیادہ کی عمر ہے مگر ابھی حیض نہیں آیا ہے تو افضل یہ ہے کہ وطی و طلاق میں ایک مہینے کا فاصلہ ہو۔

بدعی یہ کہ ایک طہر میں دو یا تین طلاق دیدے، تین دفعہ میں یا دو ۲ دفعہ یا ایک ہی دفعہ میں خواہ تین بار لفظ کہے یا یوں کہہ دیا کہ تجھے تین طلاقیں یا ایک ہی طلاق دی مگر اُس طہر میں وطی کر چکا ہے یا موطوءہ کو حیض میں طلاق دی یا طہر ہی میں طلاق دی مگر اُس سے پہلے جو حیض آیا تھا اُس میں وطی کی تھی یا اُس حیض میں طلاق دی تھی یا یہ سب باتیں نہیں مگر طہر میں طلاق بائن دی۔

(۲۸۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ قَوْمٍ يَلْعَبُوْنَ بِحُدُوْدِ اللهِ يَقُوْلُوْنَ قَدْ طَلَّقْتُكِ قَدْ رَاجَعْتُكِ۔

حضرت ابی بردہ کے والد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے کھیل رہے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے تمہیں (عورت کو) طلاق دی، پھر کہتے ہیں کہ میں نے تجھ سے رجوع کیا۔

شرح:

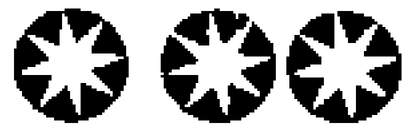
یعنی ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اللہ تعالیٰ کی حدود اور اس کے دین کے ساتھ کھیلتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ"

ترجمہ: یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اور یہ اپنی بیوی سے کہتے ہیں کہ میں نے تجھے طلاق دی پھر کہتے ہیں کہ میں نے تجھ سے رجوع کر لیا، مطلب یہ کہ وہ طلاق کے عدد اور اس کی رعایت اور طلاق کے مسائل میں اللہ تعالیٰ کی حدود کو نہیں جانتے۔

عورتوں کو تنگ کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہوتی تھی، کہ طلاق دیتے پھر عدت میں رجوع کر لیتے، پھر طلاق دیتے پھر رجوع کر لیتے یونہی بے چاری عورتوں پر ان کی زندگی تنگ کر دیتے اس وجہ سے شرع شریف نے اس معاملہ امتناعی احکام صادر فرمائے ہیں۔



بَابُ لَا يَجُوْزُ طَلَاقُ الْمَعْتُوْهِ

مجنوں کی طلاق کے عدم جواز کا بیان

(۲۹۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجُوْزُ لِلْمَعْتُوْهِ طَلَاقٌ وَّلَا بَيْعٌ وَّلَا شِرَاءٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجنوں کی طلاق اور خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دیوانہ کی طلاق جائز نہیں، دیوانہ مجنون کی طرح ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ اس میں تھوڑی بہت سمجھ بوجھ ہوتی ہے یہ حکم سونے والے، مدہوش، اور غشی والے کا ہے (کہ ان طلاق بے ہوشی، غشی، اور سونے کی حالت میں نہیں ہوتی) اسی طرح اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں،،۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر طلاق جائز ہے سوائے بچے، مجنون، اور اُس آدمی کی طلاق

کے جس میں کچھ ہو۔

فقہی مسائل:

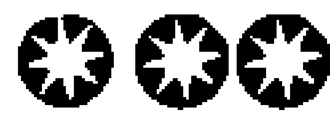
مسئلہ: طلاق کے لیے شرط یہ ہے کہ شوہر عاقل بالغ ہو، نابالغ یا مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے، نہ اُس کی طرف سے اُس کا ولی۔ مگر نشہ والے نے طلاق دی تو واقع ہو جائے گی کہ یہ عاقل کے حکم میں ہے اور نشہ خواہ شراب پینے سے ہو یا بنگ وغیرہ کسی اور چیز سے۔ افیون کی پینک میں طلاق دے دی جب بھی واقع ہو جائے گی طلاق میں عورت کی جانب سے کوئی شرط نہیں نابالغہ ہو یا مجنونہ، بہرحال طلاق واقع ہو گی۔

مسئلہ: کسی نے مجبور کر کے اسے نشہ پلا دیا یا عالت اضطرار میں پیا (مثلاً پیاس سے مر رہا تھا اور پانی نہ تھا) اور نشہ میں طلاق دے دی تو صحیح یہ ہے کہ واقع نہ ہو گی۔ (۱)

مسئلہ: الفاظ طلاق بطور ہزل کہے یعنی اُن سے دوسرے معنی کا ارادہ کیا جو نہیں بن سکتے جب بھی طلاق ہو گئی۔ یوہیں خفیف العقل (بھول کر) کی طلاق بھی واقع ہے اور بوہرا مجنون کے حکم میں ہے۔ (۲)

مسئلہ: مجنون نے ہوش کے زمانہ میں کسی شرط پر طلاق معلق کی تھی اور وہ شرط زمانہ جنون میں پائی گئی تو طلاق ہو گئی۔ مثلاً یہ کہا تھا کہ اگر میں اس گھر میں جاؤں تو تجھے طلاق ہے اور اب جنون کی حالت میں اُس گھر میں گیا تو طلاق ہو گئی ہاں اگر ہوش کے زمانہ میں یہ کہا تھا کہ میں مجنون ہو جاؤں تو تجھے طلاق ہے تو مجنون ہونے سے طلاق نہ ہو گی۔ (۳)

مسئلہ: مجنون نامرد ہے یا اُس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے یا عورت مسلمان ہو گئی اور مجنون کے والدین اسلام سے منکر ہیں تو ان صورتوں میں قاضی تفریق (جدائی) کر دے گا اور یہ تفریق طلاق ہو گی۔



بَابُ مَنْ خَيَّرَ أَزْوَاجَهُ

اپنی ازواج کو (طلاق کا) اختیار دینے کا بیان

(۲۹۱) أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَيَّرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَاهُ فَلَمْ يَعُدَّ ذٰلِكَ طَلَاقًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو اختیار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طلاق شمار نہ کیا۔

---

(۱) الدر المختار، و، رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب: فی المسائل التی تصح مع الاکراہ، ج ۴، ص ۴۳۱۔ ۴۳۸۔

(۲) الدر المختار، کتاب الطلاق، ج ۴، ص ۴۳۵۔

شرح:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم کو نبی اکرم ﷺ نے اختیار دیا کہ کہ چاہے تو ہم تمام ازواج نبی اکرم ﷺ کو اختیار کرلیں چاہے تو نبی اکرم ﷺ کی مفارقت کو اختیار کرلیں تو ہم نے نبی اکرم ﷺ کی موافقت کو اختیار کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو اختیار دے دے تو وہ عورت اپنے نفس کو اختیار کرلیں تو طلاق ہو جائے گی، ورنہ نہیں، مطلب محض اختیار دینا طلاق نہیں ہے۔

مسئلہ: عورت سے کہا تجھے اختیار ہے یا تیرا معاملہ تیرے ہاتھ ہے اور اس سے مقصود طلاق کا اختیار دینا ہے تو عورت اُس مجلس میں اپنے کو طلاق دے سکتی ہے اگر چہ وہ مجلس کتنی ہی طویل ہو اور مجلس بدلنے کے بعد کچھ نہیں کرسکتی اور اگر عورت وہاں موجود نہ تھی یا موجود تھی مگر سُنا نہیں اور اُسے اختیار اُنھیں لفظوں سے دیا تو جس مجلس میں اُسے اسکا علم ہوا اُس کا اعتبار ہے۔ ہاں اگر شوہر نے کوئی وقت مقرر کر دیا تھا مثلاً آج اُسے اختیار ہے اور وقت گزرنے کے بعد اُسے علم ہوا تو اب کچھ نہیں کرسکتی اور اگر ان لفظوں سے شوہر نے طلاق کی نیت ہی نہ کی تو کچھ نہیں کہ یہ کنایہ ہیں اور کنایہ میں بے نیت طلاق نہیں ہاں اگر غضب کی حالت میں کہا یا اُس وقت طلاق کی بات چیت تھی تو اب نیت نہیں دیکھی جائے گی۔ اور اگر عورت نے ابھی کچھ نہ کہا تھا کہ شوہر نے اپنے کلام کو واپس لیا تو مجلس کے اندر واپس نہ ہوگا یعنی بعد واپسی شوہر بھی عورت اپنے کو طلاق دے سکتی ہے اور شوہر اُسے منع بھی نہیں کرسکتا۔ اور اگر شوہر نے یہ لفظ کہے کہ تو اپنے کو طلاق دیدے یا تجھے اپنی طلاق کا اختیار ہے جب بھی یہی سب احکام ہیں مگر اِس صورت میں عورت نے طلاق دیدی تو رجعی پڑ یگی ہاں اس صورت میں عورت نے تین طلاقیں دیں اور مرد نے تین کی نیت بھی کرلی ہے تو تین ہوں گی اور مرد کہتا ہے میں نے ایک کی نیت کی تھی تو ایک بھی واقع نہ ہوگی اور اگر شوہر نے تین کی نیت کی یا یہ کہا کہ تو اپنے کو تین طلاقیں دے لے اور عورت نے ایک دی تو ایک پڑے گی اور اگر کہا تو اگر چاہے تو اپنے کو تین طلاقیں دے عورت نے ایک دی یا کہا تو اگر چاہے تو اپنے کو ایک طلاق دے عورت نے تین دیں تو دونوں صورتوں میں کچھ نہیں مگر پہلی صورت میں اگر عورت نے کہا میں نے اپنے کو طلاق دی ایک اور ایک اور ایک تو تین پڑیں گی۔

مسئلہ: شوہر کے اختیار دینے کے بعد عورت نے نماز شروع کر دی اختیار جاتا رہا نماز فرض ہو یا واجب یا نفل۔ اور اگر عورت نماز پڑھ رہی تھی اُسی حالت میں اختیار دیا تو اگر وہ نماز فرض یا واجب یا سنت مؤکدہ ہے تو پوری کر کے جواب دے اختیار باطل نہ ہوگا اور اگر نفل نماز ہے تو دو رکعت پڑھکر جواب دے اور اگر تیسری رکعت کے لیے کھڑی ہوئی تو اختیار جاتا رہا اگر چہ سلام نہ پھیرا ہو۔ اور اگر سُبحٰنَ اللہِ کہا یا کچھ تھوڑا سا قرآن پڑھا تو باطل نہ ہوا اور زیادہ پڑھا تو باطل ہو گیا۔ اور اگر عورت نے جواب میں کہا تو اپنی زبان سے کیوں طلاق نہیں دیتا تو اس کہنے سے اختیار باطل نہ ہوگا اور اگر یہ کہا اگر تُو مجھے طلاق دیتا ہے تو اتنا مجھے دیدے تو اختیار باطل ہو گیا۔ (۱)

(۱) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث، الفصل الأول، ج۱، ص۳۸۸. و، ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج۴، ص۵۴۶.

بَابُ خِیَارِ الْاَمَۃِ تُعْتَقُ وَزَوْجُھَا حُرٌّ

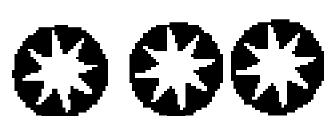
باندی کا شوہر جب آزاد ہو، تو آزادی کے بعد باندی کو اختیار حاصل ہونے کا بیان

(۲۹۲) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّھَا اِعْتَقَتْ بَرِیْرَۃَ وَلَھَا زَوْجٌ مَوْلًی لِاٰلِ اَبِیْ اَحْمَدَ فَخَیَّرَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاخْتَارَتْ نَفْسَھَا فَفَرَّقَ بَیْنَھُمَا وَکَانَ زَوْجُھَا حُرًّا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا، جبکہ ان کا شوہر آل ابی احمد کا آزاد کردہ غلام تھا، تو نبی کریم ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو اختیار دیا، انہوں نے اپنی ذات کو اختیار کیا نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کروادی، جبکہ ان کا شوہر آزاد تھا۔

شرح:

یعنی عورت اگر باندی تھی تو اس کو آزادی کے بعد اختیار ہوگا کہ چاہے تو اپنے اسی شوہر کے ساتھ رہے چاہے تو اسے چھوڑ دے، یہ خیار عتق قضا کا محتاج نہیں بخلاف خیار بلوغ کے کہ وہ قضا کا محتاج ہے، (یعنی خیار عتق میں قاضی کے پاس جا کر اپیل کرنے کی ضرورت نہیں کہ میں اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہو یا نہیں رہنے چاہتی بلکہ خود ہی فیصلہ کرے گی)۔ باندی جب بھی آزاد ہوگی چاہے اس کا شوہر غلام ہو یا آزاد اس کو اختیار دیا جائے گا، امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب اس کا شوہر آزاد ہو تو اس کو کوئی اختیار نہیں، یہی امام احمد، اور امام مالک کا مذہب ہے اس میں اختلاف کی وجہ روایات کا مختلف ہونا ہے، اور حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ حضرت بریرہ کا شوہر ایک سیاہ فام غلام تھا، اور کو مغیث کہا جاتا تھا حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ وہ اب بھی میری نظروں کے سامنے ہے کہ جب حضرت بریرہ نے اس کو چھوڑ دیا تو وہ حضرت بریرہ کے گرد گھومتا اور روتا اور اس کے آنسو اس کی داڑھی پر بہہ رہے تھے، (یعنی حضرت بریرہ کی جدائی میں اس کی یہ حالت ہوگئی) تو نبی اکرم ﷺ نے میرے والد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا اے عباس کیا تم مغیث کی بریرہ سے شدید محبت اور بریرہ کی مغیث سے شدید نفرت سے تعجب نہیں کرتے، پھر نبی اکرم ﷺ نے حضرت مغیث کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا اے بریرہ تو اس (مغیث) کو اپنا لے، تو حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی یا رسول ﷺ کیا آپ مجھے اس کا حکم دیتے ہیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نہیں میں تو مغیث کی سفارش کر رہا ہوں، تو حضرت بریرہ نے کہا کہ مجھے مغیث کی کوئی ضرورت نہیں۔ (۱)



(۱) [illegible]

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ طَلَاقِ الْاَمَةِ

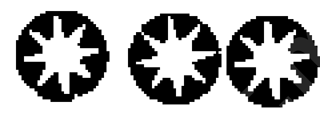
کنیز کی طلاق کا بیان

(۲۹۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَاقُ الْاَمَةِ اِثْنَتَانِ وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کنیز کی دو طلاقیں اور اس کی عدت دو حیض ہے۔

شرح:

یعنی باندی چاہے مدبرہ ہو یا ام ولد، یا مکاتبہ اس کو دو طلاقیں دی جائیں گی اور اس کی عدت دو حیض ہوگی، اس حدیث کو امام ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، اور حاکم نے روایت کیا ہے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ "قرء" سے مراد حیض ہے جیسا کہ ہمارے ائمہ نے کہا نہ کہ طہر جیسا کہ امام شافعی نے کہا۔ (۱)



بَابُ النَّفَقَةِ وَالسُّكْنٰى لِلْمَبْتُوْتَةِ

طلاق بائنہ کی صورت میں عورت کے لیے نان ونفقہ اور رہائش کا بیان

(۲۹۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا نَدَعُ كِتَابَ رَبِّنَا وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِ امْرَاَةٍ لَا نَدْرِيْ صَدَقَتْ اَمْ كَذَبَتْ اَلْمُطَلَّقَةُ ثَلٰثًا لَهَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ.

حضرت اسود فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کے کہنے پر ہم قرآن وحدیث کو نہیں چھوڑ سکتے، کیوں کہ عورت کا قول سچا بھی ہوسکتا ہے اور جھوٹا بھی، لہذا تین طلاقوں والی عورت نان ونفقہ اور رہائش کی حقدار ہے۔

شرح:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک عورت یعنی فاطمہ بنت قیس کے کہنے پر نہیں چھوڑیں گے، ہم یعنی صحابہ کرام یہ نہیں جانتے کہ یہ سچ کہتی ہے یا جھوٹ ہم تو کتاب اللہ کے ظاہر اور اس سنت پر جو ہمارے نزدیک ثابت ہے فتویٰ دیں گے کہ "تین طلاقوں والی عورت کے لیے اس کے ایام عدت میں گھر بھی ہے اور

نفقہ بھی۔

یاد رہے کہ طلاق رجعی کے ساتھ عدت گزارنے والی عورت جب تک عدت میں ہے بالاجماع شوہر سے گھر اور نفقہ کی مستحق ہے، اور وہ عورت جو طلاق ثلاثہ کی عدت گزار رہی ہے وہ چاہے حاملہ ہو یا نہ ہو اکثر اہل علم کے ہاں گھر اور نفقہ کی مستحق ہے یہی امام حسن، عطاء، شعبی، نخعی، اور ثوری کا قول ہے، اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اصحاب بھی اسی کے قائل ہیں۔

اور وہ عورت جس کا خاوند فوت ہو جائے وہ چاہے حاملہ ہو یا نہ ہو اپنی عدت میں نفقہ کی حق دار نہیں یہی اکثر اہل علم کا قول ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک روایت آتی ہے کہ اگر یہ حاملہ ہے تو اس کے لیے شوہر کے مال سے نفقہ ہوگا، یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے، یہی امام شعبی، شریح، نخعی، ثوری، کا قول ہے اور اس کے سکنی میں اہل علم کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اس کے لیے کوئی سکنی نہیں وہ جہاں چاہے عدت گزارے یہی حضرت علی ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے اور یہی حضرت عطاء، حسن، اور امام شافعی کا ایک قول ہے اور بعض نے کہا کہ اس کے لیے سکنی ہے (نفقہ نہیں) یہ حضرت عمر، عثمان، عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر، رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے اور یہی امام مالک، سفیان ثوری، احمد، اسحاق، اور امام شافعی کا دوسرا قول ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے، اور یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، اس کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جس کو امام مالک نے مؤطا امام مالک میں اور امام احمد بن حنبل، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی، ترمذی، نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کا درجہ دیا ہے، کہ حضرت فریعۃ بنت مالک حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ کے خاوند جب انتقال ہوا تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے عدت کی جگہ کے بارے میں پوچھا، اور عرض کی کیا میں اپنے گھر واپس چلی جاؤں کیونکہ میرے شوہر نے نہ میرے لیے کوئی ایسا گھر چھوڑا ہے جس کا وہ مالک ہو اور نہ نفقہ چھوڑا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں (اپنے گھر واپس چلی جاؤ) تو حضرت فریعۃ فرماتی ہیں میں واپس چلی جب میں مسجد کے پاس پہنچی تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے بلایا اور یا بلانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ تم کیا کہتی ہو، میں نے دوبارہ ساری بات نبی اکرم ﷺ کو بتائی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھر (اسی گھر میں جہاں تم اب رہ رہی ہو) میں ہی ٹھہرو یہاں تک کہ کتاب اپنی اجل کو پہنچ (یعنی عدت مکمل ہو جائے) تو میں نے اسی گھر میں چار ماہ اور دس دن گزارے، جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے میرے پاس ایک آدمی بھیجا اور اس مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے ان کو نبی اکرم ﷺ کے فیصلہ کی خبر دی (کہ نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کے بارے میں یہ فیصلہ کیا ہے) تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کی اتباع کی، اور شاید حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب سے مراد اس کا عموم تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ"

ترجمہ: انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں۔

اور فرماتا ہے۔

"اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ"

ترجمہ : عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو۔

اور فرماتا ہے۔

"لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ"

ترجمہ : مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے۔

اور فرماتا ہے۔

"وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ"

اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا پہننا ہے حسب دستور (لازم ہے)

اور سنت سے مراد وہ حدیث مبارکہ تھی جس کو امام مسلم اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا" کہ (ان عدت والی عورتوں کا) تم پر نان ونفقہ لازم ہے،۔

امام مالک، شافعی اور امام احمد سے ایک مشہور روایت میں یہ ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے کوئی نفقہ نہیں، لیکن جب حاملہ ہو تو بالاجماع اس کے لیے نان ونفقہ ہے، بوجہ اس کے جو امام بخاری نے روایت کیا کہ فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں جب میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دی تو میں نے یہ جھگڑا نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے میرے لیے نان ونفقہ کا حکم نہ دیا، اور مجھے حکم دیا کہ میں عبداللہ بن مکتوم کے گھر میں عدت گزاروں،۔

اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو ابواسحاق کی ہے کہ امام شعبی حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں، کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا فاطمہ بنت قیس کے لیے نان ونفقہ نہیں، تو حضرت اسود نے فرمایا کہ ہم تجھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ ہم ایک عورت کی وجہ سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو نہیں چھوڑیں گے، کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ"

ترجمہ : انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں۔

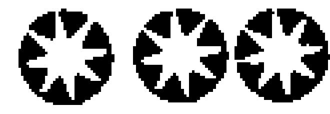
فقہی مسائل:

مسئلہ : عورت کو تین طلاقیں دیدیں مگر لوگوں پر ظاہر نہ کیا اور دو حیض آنے کے بعد عورت سے وطی کی اور حمل رہ گیا اب اُس نے لوگوں سے طلاق دینا بیان کیا تو عدت وضع حمل ہے اور وضع حمل تک نفقہ اُس پر واجب۔

مسئلہ : جب تک عورت سن ایاس کو نہ پہنچے اُس کی عدت تین حیض ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا اور اگر اس عمر سے پہلے کسی وجہ سے جوان عورت کو حیض نہیں آتا تو اس کی عدت کتنی ہی طویل ہو زمانہ عدت کا نفقہ واجب ہے یہاں تک کہ اگر سن ایاس تک حیض نہ آیا تو بعدِ ایاس تین ماہ گزرنے پر عدت ختم ہو گی اور اُس وقت تک نفقہ دینا ہوگا۔ ہاں اگر شوہر گواہوں سے ثابت کردے کہ عورت نے اقرار کیا ہے کہ تین حیض آئے اور عدت ختم ہو گئی تو نفقہ ساقط کہ عدت پوری ہو چکی اور اگر عورت کو طلاق ہوئی اُس نے اپنے کو حاملہ بتایا تو وقتِ طلاق سے دو برس تک وضعِ حمل کا انتظار کیا جائے وضعِ حمل تک

نفقہ واجب ہے اور دو ۲ برس پر بھی بچہ نہ ہوا اور عورت کہتی ہے کہ مجھے حیض نہیں آیا اور حمل کا گمان تھا تو نفقہ برابر لیتی رہے گی یہاں تک کہ تین حیض آئیں یا سن ایاس آ کر تین مہینے گزر جائیں۔

مسئلہ: وفات کی عدت میں نفقہ واجب نہیں، خواہ عورت کو حمل ہو یا نہیں۔ یوہیں جو فرقت عورت کی جانب سے معصیت کے ساتھ ہو اُس میں بھی نہیں مثلاً عورت مرتدہ ہوگئی یا شہوت کے ساتھ شوہر کے بیٹے یا باپ کا بوسہ لیا یا شہوت کے ساتھ چھوا، ہاں اگر مجبور کی گئی تو ساقط نہ ہوگا۔ یوہیں اگر عدت میں مرتدہ ہوگئی تو نفقہ ساقط ہو گیا پھر اگر اسلام لائی تو نفقہ عود کر آئیگا۔ اور اگر عدت میں شوہر کے بیٹے یا باپ کا بوسہ لیا تو نفقہ ساقط نہ ہوا اور جو فرقت زوجہ کی جانب سے سبب مباح سے ہو اُس میں نفقہ عدت ساقط نہیں مثلاً خیارِ عتق، خیارِ بلوغ عورت کو حاصل ہوا، اُس نے اپنے نفس کو اختیار کیا بشرطیکہ دخول کے بعد ہو ورنہ عدت ہی نہیں اور خلع میں نفقہ ہے، ہاں اگر خلع اس شرط پر ہوا کہ عورت نفقہ وسکنیٰ معاف کرے تو نفقہ اب نہیں پائے گی مگر سکنیٰ سے شوہر اب بھی بری نہیں کہ عورت اسکو معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتی۔



بَابُ عِدَّةِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا

فوت شدہ خاوند والی عورت کی عدت کا بیان

(۲۹۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ اَنَّ سُبَيْعَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ الْاَسْلَمِيَّةِ مَاتَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَهِيَ حَامِلٌ فَمَكَثَتْ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ وَضَعَتْ فَمَرَّ بِهَا اَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ فَقَالَ تَشَوَّفْتِ تُرِيْدِيْنَ الْبَاءَةَ كَلَّا وَاللهِ اِنَّهُ لَابْعَدُ الْاَجَلَيْنِ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ كَذَبَ اِذَا حَضَرَ فَاْذِنِيْنِيْ۔

حضرت اسود فرماتے ہیں کہ حضرت سبیعہ بنت حارث اسلمیہ جب حاملہ تھیں تو ان کا شوہر وفات پا گیا، پچیس راتوں کے بعد انہوں نے بچہ کو جنم دیا، ابو سنابل بن بعکک کا ان کے پاس سے گزر ہوا تو کہا کہ کیا تم نے شوق سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا ہے، بلکہ ہرگز نہیں، کیونکہ تمہاری دو میں سے طویل والی عدت ہے، حضرت سبیعہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور سارا واقعہ بتایا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس نے غلط بیانی کی جب وہ آئے تو مجھے بتانا۔

شرح:

اس مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے کہ وہ عورت جس کا خاوند مر جائے اور وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

(۲۹۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ مَنْ شَاءَ بَاهَلْتُهُ اَنَّ سُوْرَةَ النِّسَاءِ الْقُصْرٰى نَزَلَتْ بَعْدَ الطُّوْلٰى۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

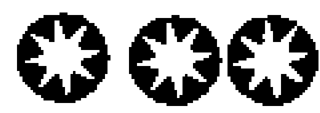
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَسَخَتْ سُوْرَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرٰى كُلَّ عِدَدٍ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو چاہے میں اس سے مباہلہ کے لیے تیار ہوں کہ سورت طلاق سورت البقرۃ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ طلاق نے حاملہ عورتوں کی عدت کے تمام احکام منسوخ کر دیے، اب حاملہ عورت کی عدت صرف وضع حمل ہے۔

شرح:

اس مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت : والذین یتفون منکم و یذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر و عشرا" کہ تم میں جو مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو ان کی بیویاں اپنے نفسوں کو چار ماہ دس دن روکے رکھیں، اس آیت کے عموم کے تحت اس عورت کی عدت جس کا خاوند فوت ہو گیا چار ماہ دس دن قرار پاتی ہے، چاہے وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔ اور سورہ طلاق میں یوں وارد ہوا کہ" واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن" کہ حمل والیوں کی عدت یہ ہے کہ اپنے بچے کو جنم دے لیں، تو اس آیت کی رو سے حاملہ کی عدت وضع حمل ہے تو حضرت عبد اللہ اسی بات پر مباہلہ کا دعوی کرتے ہیں کہ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ سورہ طلاق کی آیت بعد میں نازل ہوئی لہذا یہ آیت متوفی عنہا زوجھا کے لیے عدت کا بیان ہے۔اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس مسئلہ میں اختیاطاً دونوں آیتوں کو جمع کیا جائے گا وہ اس طرح کہ وہ عورت جس کا خاوند فوت گیا اور وہ حاملہ ہے تو اگر چار ماہ دس دن سے پہلے وضع حمل ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور اگر چار ماہ دس دن میں بچہ پیدا نہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے، لیکن احناف کے نزدیک اس عورت کی عدت وضع حمل ہے چاہے وہ شوہر کی وفات کے ایک منٹ بعد ہی کیوں نہ ہو۔ یہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے جیسا کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا۔

مسئلہ : عورت حامل ہے تو عدت وضع حمل ہے عورت حرہ ہو یا کنیز مسلمہ ہو یا کتابیہ عدت طلاق کی ہو یا وفات کی یا متارکہ یا وطی بالشبہہ کی حمل ثابت النسب ہو یا زنا کا مثلاً زانیہ حاملہ سے نکاح کیا اور شوہر مر گیا یا وطی کے بعد طلاق دی تو عدت وضع حمل ہے۔ (۱)



بَابُ الْمَرْاَةِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا صَدَاقًا وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا

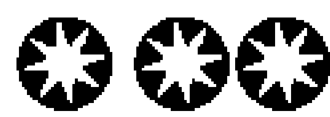
اس عورت کا بیان جس کا شوہر وفات پا جائے، اور اس نے نہ تو مہر مقرر کیا تھا اور نہ ہی جماع،

(۲۹۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فِي الْمَرْاَةِ تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَلَمْ يَفْرُضْ لَهَا صَدَاقًا وَّلَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا صَدَقَةُ نِسَاءِهَا وَلَهَا الْمِيْرَاثُ

(۱) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج ۵ ص ۱۹۲، الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدۃ، ج ۱، ص ۵۲۸، وغیرہما۔

وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ فَقَالَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانٍ الْاَشْجَعِيُّ اَشْهَدُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِيْ بِرُوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ مِثْلَ مَا قَضَيْتَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس کا خاوند وفات پا جائے اور عورت کا مہر مقرر نہیں ہوا تھا اور نہ ہی اس نے عورت سے جماع کیا تھا، تو ایسی عورت مہر مثلی اور وراثت کی حقدار ہوگی، اور اس پر عدت گزارنا بھی ضروری ہے، حضرت معقل بن سنان اشجعی نے فرمایا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے فیصلے کی مثل نبی اکرم ﷺ نے بروع بنت واشق کے حق میں فیصلہ فرمایا تھا۔



بَابُ كَيْفَ يَكُوْنُ الْفَيْءُ فِي الْاِيْلَاءِ

ایلاء میں رجوع کا بیان

(۲۹۸) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ فِي الْمُوْلِيْ فَيْئُهُ الْجِمَاعُ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ عُذْرٌ فَفَيْئُهٗ بِاللِّسَانِ۔

حضرت علقمہ کا بیان ہے کہ بیوی سے اعلاء کرنے والے کا رجوع اس سے جماع کرنا ہے، جبکہ کسی عذر کی بناء پر زبان سے رجوع بھی ہوسکتا ہے۔

شرح:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

"لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"

ترجمہ: اور وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی انہیں چار مہینے کی مہلت ہے پس اگر اس مدت میں پھر آئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ایلاء لغت میں قسم کو کہتے ہیں اور اس کا شرعی معنی ہے چار ماہ اپنی زوجہ کے پاس نہ جانے کی قسم کھانا، اس کی رجعت جماع ہے جب کہ شوہر یا بیوی یا ان میں سے کسی ایک کو کوئی عذر نہ ہو یعنی ایسا عذر نہ ہو جو جماع سے مانع ہے یا وہ دونوں ایک دوسرے کی جگہ سے جاہل نہ ہو، یا ان کے درمیان چار ماہ کی مسافت نہ ہو، (تو اس وقت رجعت جماع سے ہوگی) اور اگر یہ مذکورہ عذر ہوں تو زبان کے ساتھ بھی رجوع کرسکتا ہے مثلاً یوں کہے کہ میں نے رجوع کیا، یا میں نے اپنے کہے ہوئے سے رجوع کیا، یا میں نے اس عورت سے رجوع کیا، یا میں اپنا ایلاء باطل کرتا ہوں۔

امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ ایلاء کرنے والے پر ہر حال میں زبان کے ساتھ رجوع ہوگا، جب وہ رجوع کرے گا تو اپنی قسم

کا کفارہ بھی دے گا یہی عام فقہا کا قول ہے سوائے امام حسن، قتادہ کے کہ وہ کہتے ہیں کہ کفارہ بھی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ "تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان کے علاوہ دوسرے فقہا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عقاب کو ساقط کرنے کے لیے ہے کفارہ کو نہیں۔

فقہی مسائل :

ایلا کی تعریف: ایلا شوہر کا یہ قسم کھانا کہ عورت سے قربت نہ کریگا یا چار مہینے قربت نہ کریگا۔

اس کی دو اقسام ہیں۔

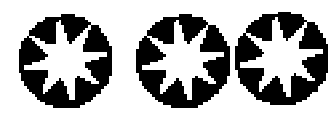
اِیلائے مُؤبّد ایسا ایلا جس میں چار مہینے کی قید نہ ہو۔

اِیلائے مؤقّت : ایسا ایلا جس میں چار مہینے کی قید ہو۔

مسئلہ : ایلا دو ۲ قسم ہے ایک موقت یعنی چار مہینے کا، دوسرا مؤبد یعنی چار مہینے کی قید اُس میں نہ ہو بہر حال اگر عورت سے چار ماہ کے اندر جماع کیا تو قسم ٹوٹ گئی اگر چہ مجنون ہو اور کفارہ لازم جبکہ اللہ تعالیٰ یا اُس کے اُن صفات کی قسم کھائی ہو۔ اور جماع سے پہلے کفارہ دے چکا ہے تو اُس کا اعتبار نہیں بلکہ پھر کفارہ دے۔ اور اگر تعلیق تھی تو جس بات پر تھی وہ ہو جائے گی مثلاً یہ کہا کہ اگر اس سے صحبت کروں تو غلام آزاد ہے اور چار مہینے کے اندر جماع کیا تو غلام آزاد ہو گیا اور قربت نہ کی یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے تو طلاق بائن ہو گئی۔ پھر اگر ایلائے موقت تھا یعنی چار ماہ کا تو یمین (قسم) ساقط ہو گئی یعنی اگر اس عورت سے پھر نکاح کیا تو اُسکا کچھ اثر نہیں۔ اور اگر مؤبد تھا یعنی ہمیشہ کی اُس میں قید تھی مثلاً خدا کی قسم تجھ سے کبھی قربت نہ کرونگا یا اس میں کچھ قید نہ تھی مثلاً خدا کی قسم تجھ سے قربت نہ کرونگا تو اِن صورتوں میں ایک بائن طلاق پڑ گئی پھر بھی قسم بدستور باقی ہے یعنی اگر اُس عورت سے پھر نکاح کیا تو پھر ایلا بدستور آ گیا اگر وقت نکاح سے چار ماہ کے اندر جماع کر لیا تو قسم کا کفارہ دے اور تعلیق تھی تو جزا واقع ہو جائیگی۔ اور اگر چار مہینے گزر لیے اور قربت نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہو گئی مگر یمین بدستور باقی ہے سہ بارہ (تین بار) نکاح کیا تو پھر ایلا آ گیا اب بھی جماع نہ کرے تو چار ماہ گزرنے پر تیسری طلاق پڑ جائیگی اور اب بے حلالہ نکاح نہیں کر سکتا اگر حلالہ کے بعد پھر نکاح کیا تو اب ایلا نہیں یعنی چار مہینے بغیر قربت گزرنے پر طلاق نہ ہو گی مگر قسم باقی ہے اگر جماع کریگا کفارہ واجب ہو گا۔ اور اگر پہلی یا دوسری طلاق کے بعد عورت نے کسی اور سے نکاح کیا اُس کے بعد پھر اس سے نکاح کیا تو مستقل طور پر اب سے تین طلاق کا مالک ہو گا مگر ایلا رہے گا یعنی قربت نہ کرنے پر طلاق ہو جائے گی پھر نکاح کیا پھر وہی حکم ہے پھر ایک یا دو طلاق کے بعد کسی سے نکاح کیا پھر اس سے نکاح کیا پھر وہی حکم ہے یعنی جب تک تین طلاق کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے ایلا بدستور باقی رہے گا۔

مسئلہ: ایلا کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ شوہر اہل طلاق ہو یعنی وہ طلاق دے سکتا ہو لہٰذا مجنون و نابالغ کا ایلا صحیح نہیں کہ یہ اہل طلاق نہیں۔

مسئلہ: یہ بھی شرط ہے کہ چار مہینے سے کم کی مدت نہ ہو اور زوجہ کنیز ہے تو دو ماہ سے کم کی نہ ہو اور زیادہ کی کوئی حد نہیں اور زوجہ کنیز تھی اس کے شوہر نے ایلا کیا تھا اور مدت پوری نہ ہوئی تھی کہ آزاد ہوگئی تو اب اس کی مدت آزاد عورتوں کی ہے۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ جگہ معین نہ کرے اگر جگہ معین کی مثلاً واللہ فلاں جگہ تجھ سے قربت نہ کروں گا تو ایلا نہیں۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ زوجہ کے ساتھ کسی باندی یا اجنبیہ کو نہ ملائے مثلاً تجھ سے اور فلاں عورت سے قربت نہ کرونگا۔ اور یہ کہ بعض مدت کا استثنا نہ ہو مثلاً چار مہینے تجھ سے قربت نہ کرونگا مگر ایک دن۔ اور یہ کہ قربت کے ساتھ کسی اور چیز کو نہ ملائے مثلاً اگر میں تجھ سے قربت کروں یا تجھے اپنے بچھونے پر بلاؤں تو تجھ کو طلاق ہے تو یہ ایلا نہیں۔



بَابُ هَلْ تَخْتَلِعُ الْمَرْاَةُ بِشَيْئٍ مِنْ زَوْجِهَا

کیا عورت کسی چیز کے بدلے اپنے خاوند سے خلع لے سکتی ہے؟

(۲۹۹) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ اَنَّ امْرَاَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اَتَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَا اَنَا وَلَا ثَابِتٌ فَقَالَ اَتَخْتَلِعِيْنَ مِنْهُ بِحَدِيْقَتِهٖ فَقَالَتْ نَعَمْ وَاَزِيْدُ قَالَ اَمَّا الزِّيَادَةُ فَلَا۔

حضرت ایوب سختیانی سے مروی ہے کہ حضرت ثابت بن قیس کی عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور عرض کی: میں ثابت کے ساتھ نہیں رہ سکتی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو ان کا باغیچہ واپس کر کہ ان سے خلع کرنا چاہتی ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں، اور میں مزید بھی پیش کر سکتی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں، مزید نہیں۔

شرح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلع میں اس مال سے زیادتی نہیں جو حق مہر میں دیا ہے یہی احناف کا مذہب ہے۔

خلع کے فقہی مسائل:

خلع: عورت سے کچھ مال لے کر اس کا نکاح زائل کر دینا خلع کہلاتا ہے۔

مسئلہ: مال کے بدلے میں نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں عورت کا قبول کرنا شرط ہے بغیر اس کے قبول کیے خلع نہیں ہو سکتا اور اس کے الفاظ معین ہیں ان کے علاوہ اور لفظوں سے نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر زوج وزوجہ میں نااتفاقی رہتی ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ احکام شرعیہ کی پابندی نہ کرسکیں گے تو خلع میں مضایقہ نہیں اور جب خلع کرلیں تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور جو مال ٹھہرا ہے عورت پر اس کا دینا لازم ہے۔

مسئلہ: اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو خلع پر مطلقاً عوض لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو جتنا مہر میں دیا ہے اس سے زیادہ لینا مکروہ پھر بھی اگر زیادہ لے لے گا تو قضاء جائز ہے۔

مسئلہ: جو چیز مہر ہو سکتی ہے وہ بدل خلع بھی ہو سکتی ہے اور جو چیز مہر نہیں ہو سکتی وہ بھی بدل خلع ہو سکتی ہے مثلاً دس درہم سے کم کو بدل خلع کر سکتے ہیں مگر مہر نہیں کر سکتے۔ (۱)

مسئلہ: خلع شوہر کے حق میں طلاق کو عورت کے قبول کرنے پر معلق کرنا ہے کہ عورت نے اگر مال دینا قبول کر لیا تو طلاق بائن ہو جائے گی لہٰذا اگر شوہر نے خلع کے الفاظ کہے اور عورت نے ابھی قبول نہیں کیا تو شوہر کو رجوع کا اختیار نہیں نہ شوہر کو شرط خیار حاصل اور نہ شوہر کی مجلس بدلنے سے خلع باطل۔ (۲)

مسئلہ: خلع عورت کی جانب میں اپنے کو مال کے بدلے میں چھڑانا ہے تو اگر عورت کی جانب سے ابتدا ہوئی مگر ابھی شوہر نے قبول نہیں کیا تو عورت رجوع کر سکتی ہے اور اپنے لیے اختیار بھی لے سکتی ہے اور یہاں تین دن سے زیادہ کا بھی اختیار لے سکتی ہے۔ بخلاف بیع (خرید و فروخت) کے کہ بیع میں تین دن سے زیادہ کا اختیار نہیں اور دونوں میں سے ایک کی مجلس بدلنے کے بعد عورت کا کلام باطل ہو جائیگا۔ (۳)

مسئلہ: خلع چونکہ معاوضہ ہے لہٰذا یہ شرط ہے کہ عورت کا قبول اُس لفظ کے معنٰے سمجھ کر ہو، بغیر معنٰے سمجھے اگر محض لفظ بول دے گی تو خلع نہ ہوگا۔

مسئلہ: چونکہ شوہر کی جانب سے خلع طلاق ہے لہٰذا شوہر کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے نابالغ یا مجنون خلع نہیں کر سکتا کہ اہل طلاق نہیں (یعنی طلاق دینے کی اہلیت نہیں رکھتا۔) اور یہ بھی شرط ہے کہ عورت محل طلاق ہو لہٰذا اگر عورت کو طلاق بائن دیدی ہے تو اگرچہ عدت میں ہو اُس سے خلع نہیں ہو سکتا۔ یوہیں اگر نکاح فاسد ہوا ہے یا عورت مرتدہ ہو گئی جب بھی خلع نہیں ہو سکتا کہ نکاح ہی نہیں ہے خلع کس چیز کا ہوگا اور رجعی کی عدت میں ہے تو خلع ہو سکتا ہے۔

مسئلہ: شوہر نے کہا میں نے تجھ سے خلع کیا اور مال کا ذکر نہ کیا تو خلع نہیں بلکہ طلاق ہے اور عورت کے قبول کرنے پر موقوف نہیں۔

مسئلہ: شوہر نے کہا میں نے تجھ سے اتنے پر خلع کیا عورت نے جواب میں کہا ہاں تو اس سے کچھ نہیں ہوگا جب تک یہ نہ کہے کہ میں راضی ہوئی یا جائز کیا یہ کہا تو صحیح ہو گیا۔ یوہیں اگر عورت نے کہا مجھے ہزار روپیہ کے بدلے میں طلاق دیدے شوہر نے کہا ہاں تو یہ بھی کچھ نہیں اور اگر عورت نے کہا مجھ کو ہزار روپیہ کے بدلے میں طلاق ہے شوہر نے کہا ہاں تو ہو گئی۔

مسئلہ: نکاح کی وجہ سے جتنے حقوق ایک کے دوسرے پر تھے وہ خلع سے ساقط ہو جاتے ہیں اور جو حقوق کہ نکاح سے علاوہ ہیں وہ ساقط نہ ہوں گے۔ عدت کا نفقہ اگرچہ نکاح کے حقوق سے ہے مگر یہ ساقط نہ ہوگا ہاں اگر اس کے ساقط ہونے کی شرط کر دی گئی تو یہ بھی ساقط ہو جائیگا۔ یوہیں عورت کے بچہ ہو تو اُس کا نفقہ اور دودھ پلانے کے مصارف (اخراجات) ساقط نہ ہوں گے اور اگر ان کے ساقط ہونے کی بھی شرط ہے اور اس کے لیے کوئی وقت معین کر دیا گیا ہے تو ساقط ہو جائیں

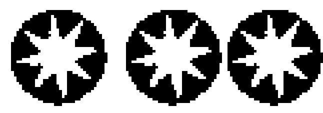
---

(۱) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج ۵، ص. ۸۹

(۲) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج ۱، ص. ۲۵۶

(۳) الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج ۵، ص. ۹۱

گے ورنہ نہیں اور بصورت وقت معین کرنے کے اگر اُس وقت سے پیشتر بچہ کا انتقال ہو گیا تو باقی مدت میں جو صرف ہوتا وہ عورت سے شوہر لے سکتا ہے۔ اور اگر یہ ٹھہرا ہے کہ عورت اپنے مال سے دس برس تک بچہ کی پرورش کریگی تو بچہ کے کپڑے کا عورت مطالبہ کر سکتی ہے۔ اور اگر بچہ کا کھانا کپڑا دونوں ٹھہرا ہے تو کپڑے کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتی اگرچہ یہ معین نہ کیا ہو کہ کس قسم کا کپڑا پہنائے گی اور بچہ کو چھوڑ کر عورت بھاگ گئی تو باقی نفقہ کی قیمت شوہر وصول کر سکتا ہے۔ اور اگر یہ ٹھہرا ہے کہ بلوغ تک اپنے پاس رکھے گی تو لڑکی میں ایسی شرط ہو سکتی ہے لڑکے میں نہیں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ النَّفَقَاتِ

نفقہ کا بیان

(۳۰۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عن سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا بَاتَ اَحَدُكُمْ مَغْمُوْمًا مَهْمُوْمًا مِّنْ سَبَبِ الْعِيَالِ كَانَ اَفْضَلَ عِنْدَاللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ اَلْفِ ضَرْبَةٍ بِالسَّيْفِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے اہل وعیال کی فکر میں رات گزارتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ تلوار کی ان ہزار ضربوں سے بہتر ہوتا ہے جو مجاہد کو اللہ کے رستے میں لگتی ہیں۔

شرح:

یعنی جب تم میں سے کسی کی رات اہل وعیال کے اخراجات کی فکر میں گزری جو کہ فرض العین ہے تو یہ اس کے لیے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے ہزار ضربوں سے افضل ہے۔

اور ایک روایت میں یوں آیا کہ جس کو اس حال میں موت آئے کہ وہ اہل وعیال کے اخراجات کی فکر میں تھا تو یہ اس کے لیے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے ہزار ضربوں سے افضل ہے۔

(۳۰۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تُرِيْدُ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتّٰى اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا اِلٰى فِيْ اِمْرَاَتِكَ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جو بھی شے خرچ کرو جس سے اللہ کی رضا مطلوب ہو تو اس پر تمہیں اجر ملے گا، حتیٰ کہ وہ لقمہ جس کو تم نے اپنی زوجہ کو کھلایا (اس پر بھی اجر ملے گا)۔

شرح:

یعنی جب بھی تم میں سے کوئی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے تو اس کو اس کا اجر دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ اس لقمہ کا بھی اس کو اجر دیا جاتا ہے جو وہ اپنی بیوی کے منہ کے قریب کرتا ہے (یعنی اگر اس کی بیوی ضعیف ہے تو اس کے منہ میں ڈالنے والے لقمہ کا بھی اجر اس کو ملتا ہے اور اگر بیمار نہ بھی ہو تو بھی اجر ملتا ہے کیونکہ حدیث مطلق ہے)

فقہی مسائل:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ا" (پ۲۸، الطلاق ۷.)

مالدار شخص اپنی وسعت کے لائق خرچ کرے اور جس کی روزی تنگ ہے، وہ اُس میں سے خرچ کرے جو اُسے خدا نے دیا، اللہ (عزوجل) کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اُتنی ہی جتنی اُسے طاقت دی ہے، قریب ہے کہ اللہ (عزوجل) سختی کے بعد آسانی پیدا کردے۔

اور فرماتا ہے:

(وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ (پ۲، البقرۃ ۲۳۳.)

جس کا بچہ ہے اُس پر عورتوں کو کھانا اور پہننا ہے دستور کے موافق کسی جان پر تکلیف نہیں دی جاتی مگر اُس کی گنجائش کے لائق ماں کو اُس کے بچہ کے سبب ضرر نہ دیا جائے اور نہ باپ کو اُس کی اولاد کے سبب اور جو باپ کے قائم مقام ہے اُس پر بھی ایسا ہی واجب ہے۔

اور فرماتا ہے:

(اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ "
(پ۲۸، الطلاق ۶.)

عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہو اپنی طاقت بھر اور اُنھیں ضرر نہ دو کہ اُن پر تنگی کرو۔

حدیث: صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو کہ وہ تمھارے پاس قیدی کی مثل ہیں، اللہ (عزوجل) کی امانت کے ساتھ تم نے اُنکو لیا اور اللہ (عزوجل) کے کلمہ کے ساتھ اُن کے فروج کو حلال کیا، تمھارا اُن پر یہ حق ہے کہ تمھارے بچھونوں پر (مکانوں میں) ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند رکھتے ہو اور اگر ایسا کریں تو تم اس طرح مار سکتے ہو جس سے ہڈی نہ ٹوٹے اور اُن کا تم پر یہ حق ہے کہ اُنھیں کھانے اور پہننے کو دستور کے موافق دو۔ (۱)

حدیث: صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ابوسفیان (میرے شوہر) بخیل ہیں، وہ مجھے اتنا نفقہ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو مگر اُس صورت میں

(۱) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، الحدیث ۱۲۱۸: ص ۶۳۴

کہ اُن کی بغیر اطلاع میں کچھ لے لوں (تو آیا اس طرح لینا جائز ہے؟) فرمایا: کہ، اُس کے مال میں سے اتنا تو لے سکتی ہے جو تجھے اور تیرے بچوں کو دستور کے موافق خرچ کے لیے کافی ہو،

حدیث: صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ، جب خدا کسی کو مال دے تو خود اپنے اور گھر والوں پر خرچ کرے،

حدیث: صحیح بخاری میں ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: ،مسلمان جو کچھ اپنے اہل پر خرچ کرے اور نیت ثواب کی ہو تو یہ اُس کے لیے صدقہ ہے،

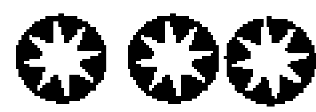
حدیث: بخاری شریف میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: ،جو کچھ تو خرچ کریگا وہ تیرے لیے صدقہ ہے، یہاں تک کہ لقمہ جو بی بی کے موئھ میں اُٹھا کر دیدے،

حدیث: صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ،آدمی کو گنہگار ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ جس کا کھانا اس کے ذمہ ہو، اُسے کھانے کو نہ دے،

مسئلہ: نفقہ سے مراد کھانا کپڑا رہنے کا مکان ہے اور نفقہ واجب ہونے کے تین سبب ہیں زوجیت ـ نَسب ـ مِلک ـ

مسئلہ: جس عورت سے نکاح صحیح ہوا اُس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے عورت مسلمان ہو یا کافرہ، آزاد ہو یا مکاتبہ، محتاج ہو یا مالدار، دخول ہوا ہو یا نہیں، بالغہ ہو یا نابالغہ مگر نابالغہ میں شرط یہ ہے کہ جماع کی طاقت رکھتی ہو یا مشتہاۃ ہو۔ اور شوہر کی جانب کوئی شرط نہیں بلکہ کتنا ہی صغیر السن ہو اس پر نفقہ واجب ہے اُس کے مال سے دیا جائے گا۔ اور اگر اُس کی ملک میں مال نہ ہو تو اُس کی عورت کا نفقہ اُس کے باپ پر واجب نہیں ہاں اگر اُس کے باپ نے نفقہ کی ضمانت کی ہو تو باپ پر واجب ہے شوہر عنین ہے یا اُسکا عضو تناسُل کٹا ہوا ہے یا مریض ہے کہ جماع کی طاقت نہیں رکھتا یا حج کو گیا ہے جب بھی نفقہ واجب ہے۔

مسئلہ: نابالغہ جو قابلِ جماع نہ ہو اُس کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں، خواہ شوہر کے یہاں ہو یا اپنے باپ کے گھر جب تک قابلِ وطی نہ ہو جائے ہاں اگر اس قابل ہو کہ خدمت کر سکے یا اُس سے اُنس حاصل ہو سکے اور شوہر نے اپنے مکان میں رکھا تو نفقہ واجب ہے اور نہیں رکھا تو نہیں۔ (۱)



(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الاول فی نفقۃ الزوجۃ، ج۱، ص ۵۴۴ و، الدر المختار، کتاب الطلاق، باب نفقۃ، ج۵، ص ۲۸۶۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

كِتَابُ التَّدۡبِيۡرِ

غلام کو مدبر کرنے کا بیان

بَابُ هَلْ يَجُوْزُ اَنْ يُبَاعَ الْمُدَبَّرُ

باب : کیا مدبر کو بیچنا جائز ہے

(۳۰۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ اَنَّ عَبْدًا كَانَ لِاِبْرَاهِيْمَ بْنِ نُعَيْمِ النَّحَّامِ فَدَبَّرَهُ ثُمَّ احْتَاجَ اِلٰى ثَمَنِهٖ فَبَاعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَاعَ الْمُدَبَّرَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابراہیم بن نعیم النحام کا ایک غلام تھا جس کو انہوں نے مدبر بنالیا تھا، بعدازاں ان کو کچھ قیمت مطلوب ہوئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آٹھ سو درہم کے بدلے بیچ دیا، ایک روایت میں ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدبر کو فروخت کیا ہے۔

شرح:

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جب تدبیر مطلق ہو تو مدبر کو فروخت کرنا جائز نہیں یہ مذکورہ بالا حدیث امام صاحب کے نزدیک تدبیر مقید پر محمول ہے مثلاً کسی نے کہا کہ اگر میں اس بیماری سے شفا پا گیا یا سفر سے واپس آ گیا تو میرا غلام آزاد ہے تو اس کے لیے بیماری سے شفا اور سفر سے واپسی سے پہلے اس غلام کو آزاد کرنا جائز ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوَلَاءِ لِمَنْ اَعْتَقَ

ولاء اسی کے لیے ہے جس نے آزاد کیا

(303) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اَرَادَتْ اَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيْرَةَ لِتُعْتِقَهَا فَقَالَتْ مَوَالِيْهَا لَا نَبِيْعُهَا اِلَّا اَنْ تَشْتَرِطَ الْوَلَاءَ لَنَا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ

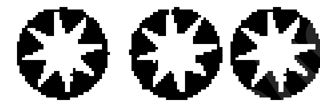
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت بریرہ کو آزاد کرنے کی غرض سے خریدنے کا ارادہ کیا، تو حضرت بریرہ کے مالکوں نے کہا کہ ہم اس کو اس شرط پر بیچیں گے کہ اس کی ولاء ہمارے لیے ہوگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ولاء اسی کے لیے ہے جس نے آزاد کیا۔

شرح:

یعنی غلام کو فروخت کرنے والا چاہے ولاء کی شرط لگائے یا نہ لگائے ولاء اسی کے لیے ہے جس نے غلام کو آزاد کیا نہ بیچا، کیونکہ وہ شرط جو شرع کے مخالف ہو باطل ہوتی ہے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مختلف طرق اور مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ (۱)

ولاء ولی سے بنا بمعنی قرب، شریعت میں استحقاق میراث کو ولاء کہتے ہیں کہ اگر غلام لاوارث مرجائے تو اس کی میراث مولی کو ملے۔ چونکہ ولاء مال نہیں ہے، نیز معتق کے ساتھ ایسی لازم ہے جیسے نسبی قرابت داروں کے ساتھ نسب منتقل نہیں ہو سکتی اس لیے اس کی بیع ناجائز ہے، قریبًا تمام آئمہ کا اس پر اتفاق ہے۔ جن لوگوں نے ولاء کی بیع یا ہبہ جائز رکھا انہیں غالبًا یہ حدیث پہنچی نہیں۔



باب النهي عن بيع الولاء وهبته

باب: ولاء کو بیچنے اور ہبہ کرنے کی ممانعت کا بیان

(304) ابو حنيفة عن عطاء بن يسار عن ابن عمر عن نبي ﷺ انه نهى عن بيع الولاء وهبته.

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ولاء کو بیچنے اور ہبہ کرنے سے منع فرمایا۔

شرح:

اس کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی کا فرمان ابھی گزرا کہ۔

ولاء ولی سے بنا بمعنی قرب، شریعت میں استحقاق میراث کو ولاء کہتے ہیں کہ اگر غلام لاوارث مرجائے تو اس کی میراث مولی کو ملے۔ چونکہ ولاء مال نہیں ہے، نیز معتق کے ساتھ ایسی لازم ہے جیسے نسبی قرابت داروں کے ساتھ نسب منتقل نہیں ہو سکتی اس لیے اس کی بیع ناجائز ہے۔ قریبًا تمام آئمہ کا اس پر اتفاق ہے۔ جن لوگوں نے ولاء کی بیع یا ہبہ جائز رکھا انہیں غالبًا یہ حدیث پہنچی نہیں۔ (۲)

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 56

(۲) نووی، اشعۃ اللمعات، مرقات، مراۃ المناجیح، ج 4، ص 480

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْاَيْمَانِ

قسم کا بیان

(۳۰۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّاصِحِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَيُقَالُ ابْنُ عَجْلَانَ يَحْيَى بْنُ يَعْلٰى وَاِسْحٰقُ بْنُ السَّلُوْلِيِّ وَاَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ نُفَيْلٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلْمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِمَّا يُعْصَى اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ شَيْءٌ هُوَ اَعْجَلُ عِقَابًا مِّنَ الْبَغْيِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ اُطِيْعَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ اَسْرَعُ ثَوَابًا مِّنَ الصِّلَةِ وَالْيَمِيْنُ الْفَاجِرَةُ تَدَعُ الدِّيَارَ بَلَاقِعَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَيْسَ شَيْءٌ اَعْجَلَ ثَوَابًا مِّنْ صِلَةِ الرَّحِمِ وَلَيْسَ شَيْءٌ اَعْجَلُ عُقُوْبَةً مِّنَ الْبَغْيِ وَقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ وَالْيَمِيْنُ الْفَاجِرَةُ تَدَعُ الدِّيَارَ بَلَاقِعَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ مَا مِنْ عَمَلٍ اُطِيْعَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ بِاَعْجَلَ ثَوَابًا مِّنْ صِلَةِ الرَّحِمِ وَمَا مِنْ عَمَلٍ عُصِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ بِاَعْجَلَ عُقُوْبَةً مِّنَ الْبَغْيِ وَالْيَمِيْنُ الْفَاجِرَةُ تَدَعُ الدِّيَارَ بَلَاقِعَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ مَّا مِنْ عَمَلٍ اُطِيْعَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ بِاَعْجَلَ ثَوَابًا مِّنْ صِلَةِ الرَّحِمِ وَمَا مِنْ عَمَلٍ عُصِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ بِاَعْجَلَ عُقُوْبَةً مِّنَ الْبَغْيِ وَالْيَمِيْنُ الْفَاجِرَةُ تَدَعُ الدِّيَارَ بَلَاقِعَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ مَا مِنْ عُقُوْبَةٍ مِّمَّا يُعْصَى اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ بِاَعْجَلَ مِنَ الْبَغْيِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے اعمال میں سے بغاوت سے بڑا کوئی عمل نہیں ہے، جوجلدی عذاب کا مستحق بنادے، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے امور میں صلہ رحمی سے بڑا کوئی عمل نہیں جوفوراً اجروثواب کا حقدار بنادے، اور جھوٹی قسم شہروں کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے امور میں سے صلہ رحمی جیسی شے سے بڑا کوئی عمل نہیں جوفوراً اجروثواب کا حقدار بنادے اور نافرمانی والے اعمال میں سے بغاوت اور قطع رحمی سے بڑا کوئی عمل نہیں ہے، جوجلدی عذاب کا مستحق بنا دے،، اور جھوٹی قسم شہروں کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ایسا کوئی عمل نہیں جو صلہ رحمی سے زیادہ جلدی ثواب کا حقدار بنادے اور قطع رحمی اور بغاوت سے بڑھ کر کوئی عمل اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ایسا نہیں جو بہت جلدی عقوبت کا مستحق بنادے۔ اور جھوٹی قسم شہروں کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے بسبب عقوبت کا جلدی حقدار بنانے والا، بغاوت سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں ہے۔

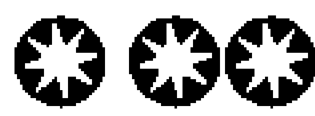
شرح:

یعنی بغاوت سے زیادہ جلد عذاب اور صلہ رحمی سے زیادہ جلد ثواب کسی اور چیز سے نہیں ملتا، اور جھوٹی قسم خصوصا وہ جس کے ساتھ مسلمان کا مال مارا جائے گھر کو تباہ کر دیتی ہے یعنی گھروں کو صحراء بنا دیتی ہے جہاں پیاس اور گرمی سے حالت بدتر ہو جاتی ہے اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ (۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شرک کرنا، والِدَین کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہیں۔'' (۲)

جھوٹی قسم کے نقصانات کا نقشہ کھینچتے ہوئے میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولانا شاہ امام اَحمد رضا خان عَلَیہِ رَحمَۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں: جھوٹی قسم گھروں کو وِیران کر چھوڑتی ہے۔ (۳)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: جھوٹی قسم گزشتہ بات پر دانستہ (یعنی جان بوجھ کر کھانے والے پر اگرچہ) اس کا کوئی کفارہ نہیں، (مگر) اس کی سزا یہ ہے کہ جہنم کے کھولتے دریا میں غوطے دیا جائے گا۔



بَابُ اِذَا نَذَرَ فِي الطَّاعَةِ اَوِ الْمَعْصِيَةِ

نیکی یا گناہ کی نذر کا بیان

(۳۰۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَهُ فَلَا يَعْصِهِ وَلَا نَذَرَ فِيْ غَضَبٍ۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی نذر مانی، وہ اس کو پوری کرے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مانی وہ اس کو پورا نہ کرے، اور حالت غضب میں کوئی نذر نہیں ہوتی۔

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 535

(۲) بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب الیمین الغموس، ۴/ ۲۹۵، حدیث ۶۶۷۵:

(۳) فتاوی رضویہ، ۶/ ۲۰۲

شرح:

یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی منت مانی چاہے واجب ہو یا غیر واجب میں تو اس کو اس منت کو پورا کرنا چاہیے، اور جو اللہ تعالیٰ کی معصیت پر منت مانے تو اس کو ایسی منت پوری نہیں کرنی چاہیے، بلکہ اس کا کفارہ دینا چاہیے۔

(۳۰۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ الْحَنْظَلِيِّ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللهِ تَعَالٰى وَ كَفَّارَتُهٗ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کوئی نذر نہیں ہے، اور اس کا کفارہ، قسم کا کفارہ ہے۔

شرح:

یعنی اللہ تعالیٰ کی معصیت میں منت ماننا جائز نہیں، اور اگر کسی نے ایسی منت مان لی تو اس کو پورا نہ کرے اور ایسی نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔

اس سے ہم کو عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ آج ہمارا یہ حال ہے کہ ہم غیر شرعی منتیں مانتے ہیں جیسے میرا فلاں کام ہو گیا تو میں گھڑولی چڑھاوں گا، یا مزار پر بت چڑھاوں گا، یا ایک ماہ جوتے نہیں پہنوں گا، یا لمبے بال رکھوں گا، وغیرہ وغیرہ بے شمار غیر شرعی نذریں اور منتیں مانی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی پناہ میں رکھے۔ الغرض شرعی منت کو پوارا کیا جائے گا جیسا کہ حضرت عمر کے بارے میں مروی ہے کہ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نعہ فرماتے ہیں کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی کہ مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا جب میں نے اسلام قبول کیا تو اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنی نذر کو پورا کرو یہ روایت متعدد کتب میں موجود ہے۔

نذر کی دو اقسام ہیں۔

نذر شرعی :

نذر اصطلاح شرع میں وہ عبادت مقصودہ ہے جو جنس واجب سے ہو اور وہ خود بندہ پر واجب نہ ہو، مگر بندہ نے اپنے قول سے اسے اپنے ذمہ واجب کر لیا ہو مثلاً یہ کہا کہ میرا یہ کام ہو جائے تو دس رکعت نفل ادا کروں گا اسے نذر شرعی کہتے ہیں۔ (۱)

نذرِ عرفی، نذر لغوی :

اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے اسے نذرِ (عرفی اور) لغوی کہتے ہیں اس کا معنی نذرانہ ہے جیسے کوئی شاگرد اپنے استاد سے کہے کہ یہ آپ کی نذر ہے یہ بالکل جائز ہے یہ بندوں کی ہوسکتی ہے مگر اس کا پورا کرنا شرعاً واجب نہیں مثلاً گیارہویں شریف کی نذر اور فاتحہ بزرگان دین وغیرہ۔ (۲)

---

(۱) ماخوذ از فتاوی امجدیہ، حصہ ۲، ص ۳۱۲ (۲) ماخوذ از جاء الحق، ص ۳۱۴

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ حُکْمِ اللَّغْوِ مِنَ الْاِیْمَانِ

یمین لغو کے حکم کا بیان

(۳۰۸) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ فِیْ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِکُمْ هُوَ قَوْلُ الرَّجُلِ لَا وَاللهِ وَبَلٰی وَاللهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان : "اللہ تعالیٰ تمہارا یمین لغو میں مؤاخذہ نہیں فرماتا" ، کے بارے میں سنا ہے اور وہ آدمی کا یہ قول کہنا ہے : نہیں اللہ کی قسم! اور کیوں نہیں، اللہ کی قسم!۔

شرح:

اس کی شرح اگلی حدیث میں آ رہی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳۰۹) حَمَّادٌ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ فِیْ قَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِکُمْ قَالَتْ هُوَ قَوْلُ الرَّجُلِ لَا وَاللهِ وَبَلٰی وَاللهِ مِمَّا یَصِلُ بِهٖ کَلَامَهٗ مِمَّا لَا یَعْقِدُ عَلَیْهِ قَلْبَهٗ حَدِیْثًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان : اللہ تعالیٰ تمہارا یمین لغو میں مؤاخذہ نہیں فرماتا ، کے بارے میں مروی ہے کہ وہ آدمی کا یہ قول کہنا ہے : نہیں اللہ کی قسم! اور کیوں نہیں اللہ کی قسم! جب وہ اپنے کلام میں اس کو ملاتے ہیں حالانکہ ان کا دل اس بات کو پختہ نہیں کرتا۔

شرح:

یمین کا لغوی اور اصطلاحی معنی :

یمین کے از روئے لغت تین معنی ہیں۔ (۱) قوت (۲) داہنا ہاتھ (۳) قسم۔

یمین بہ معنی قوت اس آیت میں ہے :

(آیت) "ولو تقول علینا بعض الاقاویل، لاخذنا منه بالیمین"۔ (الحاقه ۴۵ :۔ ۴۴)

ترجمہ : اور اگر وہ (رسول) کوئی بھی بات ہم پر بنا کر اپنی طرف سے کہتے تو ہم ان کو پوری قوت سے پکڑ لیتے۔

یمین کا معنی داہنا ہاتھ بھی اس وجہ سے ہے کہ اس میں زیادہ قوت ہوتی ہے۔ یمین بہ معنی دایاں ہاتھ اس آیت میں ہے

(آیت) "واما ان کان من اصحب الیمین، فسلم لک من اصحب الیمین"۔ (الواقعه ۹۱ :۔ ۹۰)

ترجمہ : اور اگر وہ (مرنے والا) دائیں طرف والوں سے ہو (تو اس سے کہا جائے گا) تجھ پر سلام ہو (تو) دائیں طرف والوں سے ہے۔

یمین کا تیسرا معنی قسم ہے جیسا کہ زیر بحث آیت میں ہے اور قسم پر یمین کا اطلاق اس لیے ہوتا ہے کہ جب لوگ ایک

دوسرے کے لیے حلف اٹھاتے تو ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے۔ نیز قسم کے ذریعہ سے قسم کھانے والا اپنے کلام کو قوی اور موکد کرتا ہے۔

قسم کھانے کا جواز اور مشروعیت :

قسم کھانا مشروع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود بھی قسم کھائی ہے اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھی قسم کھانے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قسم کھانے کی یہ چند مثالیں ہیں:

(آیت) "والنجم اذا ھوی"۔ (النجم :١)

ترجمہ روشن ستارے کی قسم جب وہ غروب ہوا۔

(آیت) "لا اقسم بھذا البلد"۔ (البلد :١)

ترجمہ : میں اس شہر کی قسم فرماتا ہوں۔

(آیت) "والشمس وضحھا"۔ (الشمس :١)

ترجمہ : سورج اور اس کی چمک کی قسم۔

(آیت) "والضحی واللیل اذا سجی"۔ (الضحی :٢۔١)

ترجمہ : چاشت کی قسم اور رات کی قسم جب وہ (تاریکی کا) پردہ ڈالے۔

اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان آیات میں قسم کھانے کا حکم دیا ہے :

(آیت) "ویستنبئونک احق ھو قل ای وربی انہ لحق وما انتم بمعجزین"۔ یونس :٥٣)

ترجمہ : اور آپ سے پوچھتے ہیں کیا واقعی وہ (دائمی عذاب) برحق ہے؟ آپ کہیے ہاں میرے رب کی قسم وہ برحق ہے اور تم (میرے رب کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو۔

(آیت) "قال الذین کفروا لا تاتینا الساعۃ قل بلی وربی لتاتینکم عالم الغیب"۔ (سبا :٣)

ترجمہ : اور کافروں نے کہا ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ آپ کہیے میرے رب عالم الغیب کی قسم وہ ضرور تم پر آئے گی۔

(آیت) "زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا قل بلی وربی لتبعثن"۔ (التغابن :٧)

ترجمہ : کافروں نے اپنے فاسد گمان سے کہا : وہ مرنے کے بعد ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے، آپ کہیے کیوں نہیں! میرے رب کی قسم : تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔

احادیث میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قسم کھانے کا ذکر ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ٢٦١ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گئے اور

آپ سے سواری طلب کی۔ آپ نے فرمایا تمہیں سوار کرنے کے لیے میرے پاس سواری نہیں ہے۔ خدا کی قسم میں تم کو سوار نہیں کروں گا' پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہماری طرف چتکبرے کوہان والے تین اونٹ بھیجے۔ ہم نے کہا ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس سواری طلب کرنے گئے تھے تو آپ نے قسم کھائی تھی کہ ہم کو سواری نہیں دیں گے' ہم نے آپ کے پاس جا کر آپ کو اس قسم کی خبر دی' آپ نے فرمایا میں جب بھی کسی چیز کی قسم کھاتا ہوں پھر اس کے غیر کو بہتر سمجھتا ہوں تو میں وہی کرتا ہوں جو بہتر ہوتا ہے۔

جھوٹ کا خدشہ نہ ہو تو زیادہ قسمیں کھانے کا جواز :

فقہاء کے نزدیک ہر چند کہ قسم کھانا مباح ہے لیکن کثرت قسم کھانا مکروہ ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زیادہ قسم کھانے کی مذمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

(آیت) "ولا تطع کل حلاف مھین"۔ (القلم : ۱۰)

ترجمہ : اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا' انتہائی ذلیل ہے۔

لیکن اگر بہ افراط قسمیں نہ کھائی جائیں تو پھر قسم کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ بلا کراہت جائز ہے۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ قسم کھانا مطلقاً مکروہ ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے :

(آیت) "ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم"۔ (البقرہ : ۲۲٤)

ترجمہ : اور اللہ (کے نام) کو تم اپنی قسموں کے لیے بہانہ نہ بناؤ۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بہت قسم کھاتے تھے' بعض اوقات ایک حدیث میں کئی قسمیں ہوتی ہیں۔

آپ نے خطبہ کسوف میں فرمایا اے محمد کی امت اللہ کی قسم اللہ سے زیادہ اس پر کوئی غیرت دار نہیں ہے کہ اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی بندی زنا کرے' اے امت محمد اللہ کی قسم اگر تم وہ چیزیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور روؤ زیادہ۔ (۱)

آپ نے ترک دنیا کو ارادہ کرنے والے صحابہ سے فرمایا سنو : خدا کی قسم میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ متقی ہوں' لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں اور میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔

آپ نے ابوطالب سے اس کے مرتے وقت فرمایا سنو اللہ کی قسم میں تمہارے لیے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے تمہاری استغفار سے منع نہ کیا جائے

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کی قسم میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا' اللہ کی قسم! میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا' اللہ کی قسم! میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا۔ پھر فرمایا ان شاء اللہ۔

---

(۱) صحیح البخاری ج ۱ رقم الحدیث ۱۰٤٤ : 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت

اس ایک حدیث میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تین بار قسم کھائی ہے۔

اور بہ افراط قسمیں کھانا اس لیے مکروہ ہے کہ اس میں یہ خدشہ ہے کہ انسان کسی جھوٹ پر اللہ کی قسم کھالے اور مانعین نے جو آیت پیش کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان کی دلیل نہیں ہے کیونکہ پوری آیت اس طرح ہے :

(آیت) "ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبروا و تتقوا و تصلحوا بین الناس"۔ (البقرہ :۲۲۴)

ترجمہ :اور اللہ (کے نام) کو تم اپنی قسموں کے لیے بہانہ نہ بناؤ جن سے مقصد نیکی' خدا خوفی اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے سے باز رہنا ہو۔

یعنی کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ وہ نیکی نہیں کرے گا' خدا خوفی نہیں کرے گا اور لوگوں کے درمیان صلح نہیں کرائے گا' پھر اور نیک کاموں سے یہ کہہ کر باز رہے کہ میں تو یہ کام کرنے کی قسم کھا چکا ہوں' سو ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ نیکی کرکے قسم توڑنے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے کسی چیز کی قسم کھائی پھر وہ اس چیز کے خلاف کرنے کو بہتر جانے تو وہ اس قسم کے خلاف کرے اور اس قسم کا کفارہ دے۔

فی نفسہ قسموں کی اقسام :

فی نفسہ قسموں کی پانچ اقسام ہیں۔ واجب' مستحب' مباح' مکروہ اور حرام :

واجب :اگر کسی بے قصور مسلمان کو قتل یا ہلاکت سے بچانا قسم کھانے پر موقوف ہو تو قسم کھانا واجب ہے۔

حضرت سوید بن حنظلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ارادہ سے نکلے ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی تھے' ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی اور میں نے قسم کھالی کہ یہ میرے بھائی ہیں تو دشمن نے ان کو چھوڑ دیا۔ پس ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچے' میں نے بتایا کہ ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی تھی' اور میں نے قسم کھالی کہ یہ میری بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا :مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے۔ (۱)

مستحب :جب دو مسلمانوں میں رنجش ہو اور ان میں صلح کرانا قسم کھانے پر موقوف ہو' یا کسی مسلمان کے دل سے کینہ کو زائل کرنا قسم کھانے پر موقوف ہو' یا کسی شر کو رفع کرنا قسم کھانے پر موقوف ہو' تو ان صورتوں میں قسم کھانا مستحب ہے۔ اسی طرح کسی عبادت کے کرنے پر کسی گناہ کے ترک کرنے پر قسم کھانا مستحب ہے۔

مباح : کسی مباح کام کرنے کے یا اس کو ترک کرنے پر قسم کھانا مباح ہے' جس خبر کے صادق ہونے کا یقین ہو' یا اس کے صدق کا غلبہ ظن ہو' اس پر قسم کھانا بھی مباح ہے۔

---

(۱) (سنن ابوداؤد ج ۲' رقم الحدیث :۳۲۵۶' سنن ابن ماجہ ج ۱' رقم الحدیث :۲۱۱۹' مسند احمد ج ۵' رقم الحدیث :۱۶۷۲۶' طبع دار الفکر مسند احمد ج ۴' ص ۷۹' طبع قدیم)

مکروہ : کسی مکروہ کام کے کرنے پر یا کسی مستحب کرنے پر قسم کھائی جائے تو یہ قسم مکروہ ہے۔روایت ہے کہ حضرت مسطح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر تہمت لگانے والوں میں شامل تھے حالانکہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت مسطح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خرچ دیتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اس تہمت سے برات بیان کر دی تو حضرت ابوبکر نے قسم کھائی کہ وہ پہلے جو حضرت مسطح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خرچ دے کر ان کی مدد کرتے تھے وہ اب بند کر دیں گے۔تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

(آیت) "ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمھجرین فی سبیل اللّٰہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللّٰہ غفور رحیم"۔(النور :۲۲)

ترجمہ : اور تم میں سے جو لوگ صاحب وسعت اور خوش حال ہیں وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے اور انکو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کار خیر کو ترک کرنے کی قسم کھانا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔

حرام : جھوٹی قسم کھانا اور خلاف واقع قسم کھانا حرام ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

(آیت) "ویحلفون علی الکذب وھم یعلمون, اعد اللّٰہ لھم عذابا شدیدا انھم سآء ما کانوا یعملون"۔(المجادلہ :۱۴۔۱۳)

ترجمہ : اور منافق جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بے شک وہ (دنیا میں) بہت برا کام کرتے تھے۔

اسی طرح معصیت پر اور ترک واجب پر قسم کھانا حرام ہے۔مثلاً کوئی شخص ناجائز کام کرنے کے لیے قسم کھائے تو یہ حرام ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(آیت) "ان الذین یشترون بعھد اللّٰہ وایمانھم ثمنا قلیلا اولئک لا خالق لھم فی الاخرۃ ولا یکلمھم اللّٰہ ولا ینظر الیھم یوم القیامۃ ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم"۔(آل عمران :۷۷) ترجمہ : بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اپنا حق ثابت کرنے کے لیے قسم کھانے کے متعلق فقہاء کے نظریات :

جب حاکم کے سامنے اپنے حقوق پر قسم کھائی ہو تو اس میں فقہاء کے دو قول ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ اپنا حق ترک کر دیا جائے اور قسم نہ کھائی جائے اور یہ اولیٰ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اپنے حق پر قسم کھانا جائز ہے۔پہلی رائے کی تائید

اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت مقداد میں اس رقم کے متعلق اختلاف تھا' جو حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے قرض لی تھی۔ چونکہ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس گواہ نہیں تھے' اس لیے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت مقداد میں اس رقم کے متعلق اختلاف تھا جو حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے قرض لی تھی۔ چونکہ حضرت عثمان کے پاس گواہ نہیں تھے' اس لیے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت مقداد پر قسم لازم کی۔ حضرت مقداد نے حضرت عثمان پر قسم لوٹا دی۔ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قسم کھانے کی بجائے ان کے قول کے مطابق رقم لے لی اور خود قسم نہیں کھائی۔ اور فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ مقداد پر کوئی مصیبت آئے اور یہ کہے کہ یہ مصیبت عثمان کی قسم کی وجہ سے آئی ہے۔ سو دونوں صحابہ نے قسم پر اپنا حق چھوڑنے کو ترجیح دی' اور دوسرے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ محمد بن کعب القرظی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) منبر پر کھڑے تھے اور آپ کے ہاتھ میں عصا تھا۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! قسم کھانے کی وجہ سے اپنے حقوق نہ چھوڑنا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے بے شک میرے ہاتھ میں عصا ہے' اور عمر بن شبہ نے کتاب قضاۃ البصرۃ میں اپنی سند کے ساتھ شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت ابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک کھجور کے درخت کے متعلق حضرت زید بن ثابت کے پاس مقدمہ دائر کیا۔ حضرت ابی بن کعب کا اس درخت پر دعویٰ تھا' تو حضرت عمر پر قسم آئی۔ حضرت زید نے کہا تم امیر المومنین سے قسم کو معاف کر دو' حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا امیر المومنین کو کیوں معاف کیا جائے؟ اگر مجھے معلوم ہو کہ کسی چیز پر میرا حق ہے اور قسم کھانے سے مجھے وہ حق مل جائے گا تو میں ضرور قسم کھاؤں گا ورنہ میں قسم کو ترک کر دوں گا' اور اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے یہ کھجور کا درخت میرا درخت ہے اور اس پر ابی کا کوئی حق نہیں ہے۔ جب وہ دونوں عدالت سے نکلے تو حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وہ درخت ابی کو بخش دیا۔ ان سے کہا گیا اے امیر المومنین! آپ نے قسم کھانے سے پہلے ابی کو درخت کیوں نہیں دیا' حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا مجھے یہ خوف تھا کہ اگر میں نے قسم نہیں کھائی تو لوگ میرے بعد اپنے حقوق پر قسم نہیں کھائیں گے اور یہی طریقہ مقرر ہو جائے گا' اور یہ حق پر سچی قسم ہے تو جس طرح یہ قسم حاکم کے علاوہ دوسرے کے سامنے کھانا جائز ہے' وہ حاکم کے سامنے بھی جائز ہے۔ (۱)

قسم کھانے کا طریقہ:

قسم اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کے اسماء میں سے کسی اسم یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کی کھائی جاتی ہے۔ مثلاً اس طرح قسم کھائے اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' یا اس ذات کی قسم جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس طرح قسم کھاتے تھے' اس ذات کی قسم محمد کی جان جس کے قبضہ

(۱) المغنی ج۹ ص ۳۸۹-۳۸۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

وقدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء مثلاً یہ ہیں اللہ' رحمن' رحیم' خالق' باری' رزاق' رب' وغیرہ۔ ان اسماء کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے اور اللہ کی صفات یہ ہیں' اللہ کی عظمت اللہ کا جلال' اللہ کی قدرت' اللہ کا علم' اللہ کا کلام وغیرہ' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یوں قسم کھاتے "لا و مقلب القلوب" دلوں کے پلٹنے والے کی قسم۔

اگر کسی شخص نے کہا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں' اس میں اگر وہ قسم کی نیت کرے گا تو قسم ہے' ورنہ نہیں۔

غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی تحقیق :

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سواروں کی ایک جماعت میں اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو ندا کر کے فرمایا: سنو اللہ تمہیں تمہارے آباء کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔ سو جس شخص نے قسم کھانی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔

غیر اللہ کی قسم سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی جائے اس کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اور حقیقی تعظیم اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے' اس لیے غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہ نہیں کیا جائے گا۔ نیز جس کی قسم کھائی جائے اس کو گواہ بنایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی یہ شان نہیں کہ وہ ہر وقت ہر چیز پر گواہ ہو۔ اس لیے اللہ کے سوا اور کسی کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا اگر میں سو مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر اس کو توڑ دوں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں ایک بار غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کو پورا کروں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے خود غیر اللہ کی قسم کھائی ہے۔ مثلاً فرمایا : (آیت) ـــ"والطور ۱ :) پہاڑ طور کی قسم ـــ"۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی حکم کا پابند نہیں ہے۔ وہ مالک علی الاطلاق ہے' جو چاہے کرے' اس پر کوئی سوال یا اعتراض نہیں ہے اور پہاڑ طور' درخت انجیر وغیرہ کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی فضیلت ظاہر کی ہے۔ نیز یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ چیزیں اللہ کی ذات پر گواہ ہیں۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں :

کیا اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم کھانا مکروہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہاں کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے' اور عام فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے' اور ہمارے زمانہ میں فقہاء نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اور حدیث میں ممانعت اس پر محمول ہے جب اس قصد سے غیر اللہ کی قسم کھائے کہ اگر قسم پوری نہیں کی تو وہ حانث ہوگا اور اس کا کفارہ ادا کرے گا' اور جب یہ قصد نہ ہو تو پھر غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے' جیسے کوئی کہے کہ تمہارے باپ کی قسم! یا تمہاری زندگی کی قسم۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں :

ہمارے زمانہ میں چونکہ لوگ اللہ کی قسم کھا کر اس کو پورا کرنے میں تساہل برتتے ہیں' اس لیے لوگ تاکید اور توثیق کے

لیے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ تم طلاق کی قسم کا کھاؤ مثلاً اگر میں نے فلاں کو فلاں کام نہ کیا تو میری بیوی کو طلاق' توثیق کے حصول کے لیے طلاق کی قسم کھائی جاتی ہے۔ اس میں حرف قسم نہیں ہوتا' اور کبھی حرف قسم کے ساتھ باپ یا زندگی کی قسم کھائی جاتی ہے اس لیے توثیق مطلوب نہیں ہوتی' اور نہ اس میں قسم پوری نہ کرنے سے کفارہ لازم آتا ہے۔ جس کی قسم کھائی جائے صرف اس کے ساتھ تعلق اور محبت کا اظہار مقصود ہوتا ہے' اور اگر طلب توثیق کے لیے حرف قسم کے ساتھ غیر اللہ کی قسم کھائی جائے تو یہ بالاتفاق مکروہ ہے' کیونکہ میں غیر اللہ کو تعظیم میں اللہ کے ساتھ مشابہ کرنا ہے۔

یمین لغو کی تعریف :

ازہری نے کہا ہے : کہ لغو کے کلام عرب میں دو معنی ہیں۔ ایک معنی بے فائدہ اور باطل کلام جس سے کوئی عقد نہ کیا جائے۔ دوسرا معنی ہے فحش اور بے ہودہ کلام' جو گناہ کا موجب ہو۔ قرآن مجید میں ہے

(آیت) "لا یسمعون فیھا لغوا الا سلما"۔ (مریم :٦٢)

ترجمہ : وہ جنت میں کوئی فضول اور گناہ کی بات نہیں سنیں گے بجز سلام کے۔

علامہ ابو اسحق ابراہیم بن علی شیرازی شافعی متوفی ٤٥٥ھ لکھتے ہیں :

جس شخص کا ارادہ قسم کھانے کا نہ ہو اور بلا قصد اس کی زبان پر قسم کے الفاظ آ جائیں' یا وہ شخص کسی چیز پر قسم کھانے کا ارادہ کرے اور اس کی زبان سے کوئی چیز نکل جائے تو یہ یمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا اور حضرت ابن عمر' ابن عباس اور حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کہے' نہیں' خدا کی قسم! ہاں خدا کی قسم اور جو چیز زبان پر بلا قصد آ جائے اس میں مواخذہ نہیں ہوتا' جیسے سبقت لسان سے کلمہ کفر نکل جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ہے۔

علامہ ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ٥٩٠ھ لکھتے ہیں :

انسان کو گمان ہو کہ یقینی طور پر فلاں واقعہ ہوا اور وہ اس پر قسم کھالے اور در حقیقت واقعہ اس کے خلاف ہو تو یہ یمین لغو ہے۔ اس میں نہ کفارہ ہے نہ گناہ ہے۔

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ لکھتے ہیں :

ایک شخص اپنے گمان کے مطابق کسی چیز پر قسم کھائے اور وہ اس کے گماں کے مطابق نہ ہو تو یہ یمین لغو ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس میں کفارہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس' حضرت ابوہریرہ' حضرت ابو مالک' حضرت زرارہ بن اوفی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہ نظریہ ہے۔ حسن بصری' نخعی' امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام اوزاعی کا بھی یہی مذہب

ہے۔علامہ ابن عبدالبر نے کہا اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اس میں کفارہ ہے۔ امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی ۵۹۳ لکھتے ہیں :

ایک شخص ماضی کے کسی واقعہ پر قسم کھائے اور اسکے گمان میں وہ واقعہ اسی طرح ہو اور درحقیقت واقعہ اس کے برخلاف ہو تو یہ یمین لغو ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے مواخذہ نہیں فرمائے گا اور ایک شخص کے متعلق قسم کھائے کہ یہ زید ہے اور اس کا یہی گمان ہو اور وہ درحقیقت عمرو ہو تو یہ بھی یمین لغو ہے۔ (۱)

یمین منعقدہ کی تعریف :

مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی جائے تو یہ یمین منعقدہ ہے۔اس قسم کو پورا کرنا لازم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔(المائدہ ۸۹ :) اور جب اس قسم کو توڑ دے تو اس کا کفارہ دینا لازم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لیکن اللہ تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا۔سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے۔الآیہ (المائدہ ۸۹ :) اس قسم میں کفارہ بالاتفاق مقرر ہے' خواہ کسی طاعت پر قسم کھائی ہو یا کسی معصیت پر' لیکن اگر اس نے کسی معصیت پر قسم کھائی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ معصیت نہ کرے اور اس قسم کا کفارہ دے' جیسا کہ ہم اس سے پہلے (صحیح مسلم' ایمان' ۱۱ (۱۶۵۰) ۴۱۹۲) کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قسم توڑنے پر کفارہ لازم ہے' خواہ اس نے عمداً قسم توڑی ہو' یا بھول کر' یا خطاء' یا جبر سے' کیونکہ قرآن مجید نے قسم توڑنے پر مطلقاً کفارہ لازم کیا ہے اور اس میں عمد اور نسیان کا فرق نہیں کیا۔ (۲)

امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نسیان' خطا یا جبر سے قسم توڑ دی' تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

امام شافعی اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے :

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : میری امت سے خطا نسیان اور جبر سے مواخذہ اٹھالیا گیا ہے۔

---

(۱) ھدایہ اولین' ص ۴۷۹-۴۷۸

(۲) بدایۃ المجتہد' ج ۱ ص ۳۰۴' بدائع الصنائع' ج ۳' ص ۱۷

یمین غموس کی تعریف :

ماضی یا حال کے کسی واقعہ پر عمداً جھوٹی قسم کھائی جائے تو یہ یمین غموس ہے اور اس کا ارتکاب پر جھوٹی قسم کھانے والا عذاب کا مستحق ہوگا۔اس میں کفارہ نہیں ہے اس پر توبہ لازم ہے' کیونکہ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ پر توبہ لازم ہے۔فقہاء احناف' فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنبلیہ کا یہی مذہب ہے۔

حضرت ابوامامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے قسم کھائی اور وہ اس میں جھوٹا تھا تا کہ کسی مسلمان شخص کے مال کو حاصل کرے تو اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اس کو دوزخ میں داخل کر دے گا۔

حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر کوئی فیصلہ کروایا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا گناہ کبیرہ یہ ہیں : اللہ کے ساتھ شریک کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا یا فرمایا : یمین غموس (جھوٹی قسم) اور شعبہ کہتے ہیں آپ نے فرمایا : کبائر یہ ہیں : اللہ کے ساتھ شریک کرنا' یمین غموس' ماں باپ کی نافرمانی کرنا یا فرمایا کسی کو قتل کرنا۔

امام شافعی کے نزدیک یمین غموس میں کفارہ واجب ہوتا ہے اور یمین غموس میں جھوٹ کا گناہ کفارہ سے ساقط ہو جاتا ہے' جیسے یمین منعقدہ میں قسم توڑنے کا گناہ کفارہ سے ساقط ہوتا ہے۔(المہذب ج ۲' ص ۱۲۸)

کفارہ قسم کی مشروعیت :

کفارہ کا لفظ کفر سے مشتق ہے' کفر کا معنی ہے ستر اور ڈھانپنا۔سو قسم توڑنے کی وجہ سے جس گناہ کا ارتکاب ہوتا ہے کفارہ اس گناہ کو ڈھانپ لیتا ہے۔کفارہ کی مشروعیت سورۃ مائدہ کی زیر تفسیر آیت سے ثابت ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جیسا تم اپنے گھروں کو کھلاتے ہو' یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے' یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو) اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو (المائدہ ۸۹ :) اور حسب ذیل حدیث سے بھی کفارہ کی مشروعیت ثابت ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص

نے کسی کام کے کرنے کی قسم کھائی' پھر وہ اس کے خلاف کرنے کو بہتر جانے تو وہ اس قسم کے خلاف کرے اور اس قسم کا کفارہ دے۔ (صحیح مسلم'ایمان'۱۱'(۱۶۵۰)۴۱۹۲)

کفارہ قسم کے احکام میں مذاہب ائمہ:

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ کفارہ قسم میں دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے' یا ان کو کپڑے پہنانا ہے اور یا غلام آزاد کرنا ہے' اور جو شخص ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو وہ تین دن کے روزے رکھے۔

فقہاء احناف کے نزدیک کھانا کھلانے سے مراد یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا پیش کر دیا جائے اور ان کو کھانے کی اجازت دی جائے' اس کو اصطلاح میں اباحت کہتے ہیں۔ اس سے مراد ان کو اس کھانے کا مالک بنانا نہیں ہے' اور باقی فقہاء کے نزدیک اس طعام کا مالک بنانا ضروری ہے۔ کھانے کی مقدار میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک ہر مسکین کو ایک کلوگرام گندم دی جائے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہر مسکین کو دو کلو گندم یا چار کلو کھجور یا جو دیے جائیں یا ان کی قیمت دی جائے۔

اگر ایک مسکین کو دس روز صبح و شام کھانا کھلایا جائے یا دس دن تک ہر روز اس کو دو کلو گندم یا اس کی قیمت دی جائے تو یہ جائز ہے' لیکن اگر ایک مسکین کو ایک دن میں بیک وقت دس آدمیوں کا کھانا دے دیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دس مسکینوں کی بھوک مٹانے کا حکم دیا ہے' خواہ بیک وقت یا دس دنوں میں اور یہ مقصود اس صورت میں حاصل نہیں ہوگا۔ جن مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے وہ مسلمان ہوں۔ فقہاء احناف کے نزدیک ذمی کو بھی کھانا کھلایا جا سکتا ہے' اور باقی فقہاء کے نزدیک کافر کو قسم کا کفارہ کھلانا جائز نہیں ہے۔

اگر کفارہ میں کپڑے دیے جائیں تو فقہاء احناف کے نزدیک بھی ان کا مالک بنانا ضروری ہے' بخلاف کھانا کھلانے کے کیونکہ اس سے مقصود بھوک کو مٹانا ہے اور وہ فقط کھانے کی اجازت سے بھی مٹ جاتی ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اتنا کپڑا ہونا چاہیے جس سے عام بدن چھپ جائے اور امام احمد کے نزدیک جتنی مقدار سے نماز جائز ہو جائے اور امام مالک کے نزدیک جتنے کپڑے سے تمام بدن چھپ جائے اور امام شافعی کے نزدیک کپڑے کا اطلاق دو چادروں پر ہوتا ہے' یہ مقدار ضروری ہے' ورنہ مردوں کو قمیص' شلوار اور ٹوپی دی جائے اور عورتوں کو قمیص' شلوار اور دوپٹہ۔

اس دور میں غلامی کا رواج ختم ہو گیا ہے' اس لیے اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم ضابطہ یہ ہے کہ ایسا غلام آزاد کیا جائے جو کامل الاعضاء ہو اور عیب دار نہ ہو۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ غلام عام ہے' مومن ہو یا کافر' کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت میں مطلقاً فرمایا (آیت) "او تحریر رقبة" (المائدہ: ۸۹) اور اس کو کسی قید سے مقید نہیں کیا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مسلمان

غلام کو آزاد کرنا ضروری ہے' کیونکہ کفارہ قتل خطا میں فرمایا ہے۔ (آیت) "او تحریر رقبۃ مؤمنۃ" (النساء :۹۲) ائمہ ثلاثہ مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا اصول یہ ہے کہ جب مطلق اور مقید دو الگ الگ احکام میں ذکر کیے جائیں تو مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جاتا اور جس حکم میں کوئی چیز مطلق ذکر کی گئی ہے وہاں اس کے اطلاق پر عمل کیا جائے گا' اور جہاں اس کو مقید ذکر کیا ہے وہاں اس کی ۔۔۔۔۔ پر عمل ہوگا۔

اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر قسم توڑنے والا دس مسکینوں کو کھانا کھلانے یا ان کو کپڑے پہنانے یا غلام آزاد کرنے پر قادر نہ ہو' تو وہ تین دن کے روزے رکھے گا۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک مسلسل تین دن کے روزے رکھنا ضروری نہیں ہے لیکن اگر اس نے لگا تار تین دن کے روزے رکھے تو یہ مستحب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت میں مطلقا فرمایا ہے (آیت) "فصیام ثلاثۃ ایام" (المائدہ :۸۹) اور امام اعظم ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک لگا تار تین روزے رکھنا ضروری ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قرات میں ہے "فصیام ثلاثۃ ایام متتابعات"۔ ہر چند کہ یہ قرات متواتر نہیں ہے' لیکن یہ آیت خبر واحد اور آپ سے روایت کے درجہ میں ہے اور خبر واحد حجت ہوتی ہے اور اس سے قرآن کے کسی حکم میں زیادتی ہو سکتی ہے۔ جس طرح عمداً روزہ توڑنے کے کفارہ میں جو ساٹھ روزے لگا تار رکھے جاتے ہیں ان کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اور ان کا لگا تار رکھنا صرف حدیث سے ثابت ہے۔ سو اسی طرح اس کا حکم ہے۔

بَابُ الْاِسْتِثْنَاءِ فِی الْیَمِیْنِ

قسم میں استثناء کا بیان

(۳۱۰) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَبْدِ اللہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ وَاسْتَثْنٰی فَلَہٗ ثُنْیَاہُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنی قسم میں استثناء کر لیا تو اس کا استثناء کا اعتبار کیا جائے گا۔

شرح:

استثناء سے مراد انشاء اللہ کہنا ہے، اگر یہ قسم کے متصل ہی بولا گیا تو قسم کو لغو قرار دیا جائے گا۔

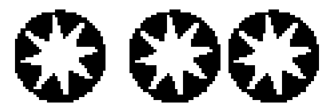
(۳۱۱) حَمَّادٌ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی

يَمِيْنٍ وَقَالَ إِنْ شَاءَ اللهُ فَقَدْ اِسْتَثْنٰى۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی قسم میں "ان شاء اللہ" کہا تو اس نے استثناء کرلیا۔

شرح:

قسم پر پہلے کافی سیر حاصل کلام ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم۔



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

كِتَابُ الْحُدُوْدِ

حدود کا بیان

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ حُرْمَةِ الْخَمْرِ

شراب کی حرمت کا بیان

(۳۱۲) أَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمُ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْمِزْمَارَ وَالْكُوْبَةَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے شراب، جوا، مزمار اور طبلہ کو حرام قرار دیا ہے۔

شرح:

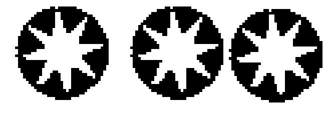
یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر شراب پینا اور اس کا استعمال، جوئے کی تمام انواع، مزامیر کے تمام کام، شطرنج، آلہ طرب، اور طبلہ وغیرہ حرام فرمایا ہے۔

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ (پ۷، المائدۃ ۹۰:۔۹۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور تیروں سے فال نکالنا یہ سب ناپاکی ہیں، شیطان کے کاموں سے ہیں، ان سے بچو تا کہ فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تمہارے اندر عداوت اور بغض ڈال دے اور تم کو اللہ (عزوجل) کی یاد اور نماز سے روک دے تو کیا تم ہو باز آنے والے اور اطاعت کرو اللہ (عزوجل) کی اور رسول کی

اطاعت کرو اور پرہیز کرو اور اگر تم اعراض کرو گے تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف صاف طور پہنچا دینا ہے۔

شراب پینا حرام ہے اور اس کی وجہ سے بہت سے گناہ پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا اگر اس کو معاصی (گناہوں) اور بے حیائیوں کی اصل کہا جائے تو بجا ہے۔ احادیث میں اس کے پینے پر نہایت سخت وعیدیں آئی ہیں، چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔



بَابُ مَا جَآءَ فِي حَدِّ الشُّرْبِ

شراب پینے کی حد کا بیان

۳۰۰: اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ يَحْيٰى عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَتَاهُ رَجُلٌ بِابْنِ اَخٍ لَّهٗ نَشْوَانَ قَدْ ذَهَبَ عَقْلُهٗ فَاَمَرَ بِهٖ فَحُبِسَ حَتّٰى اِذَا صَحَا وَاَفَاقَ عَنِ السُّكْرِ دَعَا بِالسَّوْطِ فَقَطَعَ ثَمَرَتَهٗ ثُمَّ رَقَّهٗ وَدَعَا جَلَّادًا فَقَالَ اِجْلِدْهُ عَلٰى جِلْدِهٖ وَارْفَعْ يَدَكَ فِيْ جَلْدِكَ وَلَا تُبْدِ ضَبْعَيْكَ۔ قَالَ وَاَنْشَا عَبْدُ اللّٰهِ يَعُدُّ حَتّٰى اَكْمَلَ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً خَلّٰى سَبِيْلَهٗ فَقَالَ الشَّيْخُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لِابْنِ اَخِيْ وَمَا لِيْ وَلَدٌ غَيْرُهٗ فَقَالَ شَرُّ الْعَمِّ وَالِي الْيَتِيْمِ اَنْتَ كُنْتَ وَاللّٰهِ مَا اَحْسَنْتَ اَدَبَهٗ صَغِيْرًا وَّلَا سَتَرْتَهٗ كَبِيْرًا۔ قَالَ ثُمَّ اَنْشَا يُحَدِّثُنَا فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ حَدٍّ اُقِيْمَ فِي الْاِسْلَامِ لِسَارِقٍ اُتِيَ بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَتْ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةُ قَالَ انْطَلِقُوْا بِهٖ فَاقْطَعُوْهُ فَلَمَّا انْطَلَقَ بِهٖ نُظِرَ اِلٰى وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّمَا سُفَّ عَلَيْهِ وَاللّٰهِ الرَّمَادُ فَقَالَ بَعْضُ جُلَسَائِهٖ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَكَاَنَّ هٰذَا قَدِ اشْتَدَّ عَلَيْكَ فَقَالَ وَمَا يَمْنَعُنِيْ اَنْ يَّشْتَدَّ عَلَيَّ اَنْ تَكُوْنُوْا اَعْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ عَلٰى اَخِيْكُمْ قَالُوْا فَلَوْلَا خَلَّيْتَ سَبِيْلَهٗ قَالَ اَفَلَا كَانَ هٰذَا قَبْلَ اَنْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَاِنَّ الْاِمَامَ اِذَا انْتَهٰى اِلَيْهِ حَدٌّ فَلَيْسَ يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ يُّعَطِّلَهٗ قَالَ ثُمَّ تَلَا وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلًا اَتٰى بِابْنِ اَخٍ لَّهٗ سُكْرَانَ فَقَالَ تَرْتِرُوْهُ وَمَزْمِزُوْهُ وَاسْتَنْكِهُوْهُ فَوَجَدُوْا مِنْهُ رِيْحَ شَرَابٍ فَاَمَرَ بِحَبْسِهٖ فَلَمَّا صَحَا دَعَا بِهٖ وَدَعَا بِسَوْطٍ فَاَمَرَ بِهٖ فَقُطِعَتْ ثَمَرَتُهٗ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ حَدٍّ اُقِيْمَ فِي الْاِسْلَامِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِسَارِقٍ فَاَمَرَ بِهٖ فَقُطِعَتْ يَدُهٗ فَلَمَّا انْطَلَقَ بِهٖ نُظِرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّمَا يُسَفُّ فِيْ وَجْهِهِ الرَّمَادُ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّهُ شُقَّ عَلَيْكَ فَقَالَ أَلَا يَشُقَّ عَلَى أَنْ تَكُوْنُوْا أَعْوَانًا لِلشَّيْطَانِ عَلَى أَخِيْكُمْ قَالُوْا فَلَا نَدَعُهُ قَالَ أَفَلَا كَانَ هٰذَا قَبْلَ أَنْ تُؤْتِيْ بِهِ وَأَنَّ الْإِمَامَ إِذَا رُفِعَ إِلَيْهِ الْحَدُّ فَلَيْسَ يَنْبَغِيْ لَهُ أَنْ يَّدَعَهُ حَتّٰى يُمْضِيَهُ ثُمَّ تَلَا وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا الاية۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص ان کے پاس اپنے بھتیجے کو لیکر آیا جس کی نشے کے بسبب عقل چلی گئی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے اسے قید کرنے کا حکم دیا، حتیٰ کہ اس کا نشہ ختم ہو گیا، اور نشے سے افاقہ ہو گیا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک کوڑا منگوایا جس کا پھندا کاٹ کر اس میں لچک پیدا کی گئی، آپ نے جلاد کو بلا کر حکم دیا کہ اس کے کپڑے اتار کر کوڑے مارو، اور مارنے کے دوران اپنا ہاتھ بلند کرو لیکن اتنا نہیں کہ تمہاری بغلیں ظاہر ہو جائیں، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خود کوڑے مارنے کی تعداد شمار کرنے لگے اور پورے اسی (80) ہونے پر اس کو چھوڑ دیا، اس بوڑھے (شرابی کے چچا) نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! قسم بخدا میرے اس بھتیجے کے علاوہ میرا کوئی بیٹا نہیں ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تو بدقسمت چچا ہے، جو یتیم کی سرپرستی تو کر رہا ہے لیکن قسم بخدا! نہ تو بچپن میں اس کو ادب سکھایا، اور نہ جوانی میں اس کی عیب پوشی کی۔

پھر حضرت عبداللہ بن مسعود ہمیں حدیث بیان فرمانے لگے کہ اسلام میں پہلی حد ایک چور کو لگائی گئی جس کو نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا، جب اس کے خلاف گواہوں نے گواہی دے دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے لے جا کر اس کے ہاتھ کاٹ دو۔ لوگ جب اسے لے جانے لگے تو نبی اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک کے آثار کچھ تبدیل سے ہوئے، بعض صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ معاملہ گویا آپ پر گراں محسوس ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر یہ معاملہ شاق کیوں نہ گزرتا، جبکہ تم اپنے بھائی کے بارے میں شیطان مردود کے معاون بن جاؤ۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ اس کی سزا معاف کر دیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم شروع سے ہی اس کو میرے پاس نہ لاتے، کیونکہ امام کی موجودگی میں جرم قابل حد ثابت ہونے پر اسے چھوڑنا جائز نہیں ہے، پھر آپ ﷺ یہ ارشاد ربانی تلاوت فرمایا: "انہیں چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کر دیں"۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص اپنا مدہوش ونشہ والا بھتیجا لیکر حاضر ہوا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے حرکت دینے، جھنجھوڑنے اور اس کی بدبو سونگھنے کا حکم دیا، تو اس سے بدبو محسوس کی گئی، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے قید کر دو، نشہ ختم ہو جانے پر آپ رضی اللہ عنہ نے اسے طلب کیا، اور ایک کوڑا بھی منگوایا جس کا پھندا کاٹ دیا گیا، اور پھر بقیہ حدیث ذکر کی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسلام میں پہلی حد ایک چور کو لگائی گئی جس کو نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا، آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ لوگ جب اسے لے جانے لگے تو نبی اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک کے آثار کچھ تبدیل سے ہوئے، بعض صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ معاملہ گویا آپ پر گراں

محسوس ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر یہ معاملہ شاق کیوں نہ گزرتا، جبکہ تم اپنے بھائی کے بارے میں شیطان مردود کے معاون بن جاؤ۔لوگوں نے عرض کی : یارسول اللہ ﷺ ! کیا ہم اس کو چھوڑ دیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم شروع سے ہی اس کو میرے پاس نہ لاتے، کیونکہ امام کی موجودگی میں جرم قابل حد ثابت ہونے پر اسے چھوڑنا جائز نہیں ہے، پھر آپ ﷺ یہ ارشاد ربانی تلاوت فرمایا : "انہیں چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کر دیں"۔

فقہی مسائل:

مسئلہ: مسلمان، عاقل، بالغ، ناطق، غیر مضطر بلا اکراہ شرعی خمر کا ایک قطرہ بھی پیے تو اوس پر حد قائم کی جائے گی جبکہ اوسے اس کا حرام ہونا معلوم ہو۔کافر یا مجنون یا نابالغ یا گونگے نے پی تو حد نہیں۔ یوہیں اگر پیاس سے مرا جاتا تھا اور پانی نہ تھا کہ پی کر جان بچاتا اور اتنی پی کہ جان بچ جائے تو حد نہیں اور اگر ضرورت سے زیادہ پی تو حد ہے۔ یوہیں اگر کسی نے شراب پینے پر مجبور کیا یعنی اکراہ شرعی پایا گیا تو حد نہیں۔شراب کی حرمت کو جانتا ہو اس کی دو ۲ صورتیں ہیں ایک یہ کہ واقع میں اوسے معلوم ہو کہ یہ حرام ہے دوسرے یہ کہ دارالاسلام میں رہتا ہو تو اگرچہ نہ جانتا ہو حکم یہی دیا جائیگا کہ اسے معلوم ہے کیونکہ دارالاسلام میں جہل عذر نہیں لہٰذا اگر کوئی حربی دار الحرب سے آ کر مشرف باسلام ہوا اور شراب پی اور کہتا ہے مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ حرام ہے تو حد نہیں۔ (۱)

مسئلہ: شراب پی اور کہتا ہے میں نے دودھ یا شربت اسے تصور کیا تھا یا کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ شراب ہے تو حد ہے اور اگر کہتا ہے میں نے اسے نبیذ سمجھا تھا تو حد نہیں۔

مسئلہ: انگور کا کچا پانی جب خود جوش کھانے لگے اور اوس میں جھاگ پیدا ہو جائے اُسے خمر کہتے ہیں۔ اسکے ساتھ پانی ملا دیا ہو اور پانی کم ہو جب بھی خالص کے حکم میں ہے کہ ایک قطرہ پینے پر بھی حد قائم ہوگی اور پانی زیادہ ہے تو جب تک نشہ نہ ہو حد نہیں اور اگر انگور کا پانی پکالیا گیا تو جب تک اسکے پینے سے نشہ نہ ہو حد نہیں۔ اور اگر خمر کا عرق کھینچا تو اس عرق کا بھی وہی حکم ہے کہ ایک قطرہ پر بھی حد ہے۔

مسئلہ: خمر کے علاوہ اور شرابیں پینے سے حد اوس وقت ہے کہ نشہ آجائے۔

مسئلہ: شراب پی کر حرم میں داخل ہوا تو حد ہے مگر جبکہ حرم میں پناہ لی تو حد نہیں اور حرم میں پی تو حد ہے دار الحرب میں پینے سے بھی حد نہیں۔

مسئلہ: نشہ کی حالت میں حد قائم نہ کریں بلکہ نشہ جاتے رہنے کے بعد قائم کریں اور نشہ کی حالت میں قائم کر دی تو نشہ جانے کے بعد پھر اعادہ کریں۔ (۲)

مسئلہ: شراب خوار پکڑا گیا اور اس کے موتھ میں ہنوز (ابھی) بُو موجود ہے، اگرچہ افاقہ ہو گیا ہو یا نشہ کی حالت میں لایا گیا اور گواہوں سے شراب پینا ثابت ہو گیا تو حد ہے اور اگر جس وقت اونھوں نے پکڑا تھا اوس وقت نشہ تھا اور بُو تھی، مگر

---

(۱) الدر المختار، کتاب الحدود، باب حد الشرب المحرم، ج ۶، ص ۵۸۔ ۶۱۔

(۲) الدر المختار، کتاب الحدود، باب حد الشرب المحرم، ج ۶، ص ۵۸ و ۶۲۔

عدالت دور ہے وہاں تک لاتے لاتے نشہ اور بو جاتی رہی تو حد ہے، جبکہ گواہ بیان کریں کہ ہم نے جب پکڑا تھا اوس وقت نشہ تھا اور بُو تھی۔

مسئلہ: نشہ والا اگر ہوش آنے کے بعد شراب پینے کا خود اقرار کرے اور ہنوز بُو موجود ہے تو حد ہے اور بو جاتی رہنے کے بعد اقرار کیا تو حد نہیں۔

مسئلہ: نشہ یہ ہے کہ بات چیت صاف نہ کر سکے اور کلام کا اکثر حصہ ہذیان (بے ہودہ باتیں کرنا، بکواس۔) ہو اگرچہ کچھ باتیں ٹھیک بھی ہوں

مسئلہ: شراب پینے کا ثبوت فقط مونھ میں شراب کی سی بد بو آنے بلکہ قے میں شراب نکلنے سے بھی نہ ہوگا یعنی فقط اتنی بات سے کہ بُو پائی گئی یا شراب کی قے کی حد قائم نہ کرینگے کہ ہوسکتا ہے حالت اِضطرار یا اکراہ میں پی ہو مگر بو یا نشہ کی صورت میں تعزیر کرینگے جبکہ ثبوت نہ ہو اور اس کا ثبوت دو مردوں کی گواہی سے ہوگا۔ اور ایک مرد اور دو عورتوں نے شہادت دی تو حد قائم کرنے کے لیے یہ ثبوت نہ ہوا۔

مسئلہ: قاضی کے سامنے جب گواہوں نے کسی شخص کے شراب پینے کی شہادت دی تو قاضی اون سے چند سوال کریگا۔ خمر کس کو کہتے ہیں۔ اس نے کس طرح پی، اپنی خواہش سے یا اِکراہ (شرعی) کی حالت میں، کب پی، اور کہاں پی، کیونکہ تمادی (وہ میعاد جس کے گزرنے کے بعد حد وغیرہ نافذ نہیں ہوتی۔) کی صورت میں یا دارالحرب میں پینے سے حد نہیں۔ جب گواہ ان امور کے جواب دے لیں تو وہ شخص جس کے اوپر یہ شہادت گزری روک لیا جائے اور گواہوں کی عدالت کے متعلق سوال کرے اگر ان کا عادل ہونا ثابت ہو جائے تو حد کا حکم دیا جائے۔ گواہوں کا بظاہر عادل ہونا کافی نہیں جب تک اس کی تحقیق نہ ہو لے۔

مسئلہ: گواہوں نے جب بیان کیا، اس نے شراب پی اور کسی نے مجبور نہ کیا تھا تو اس کا یہ کہنا کہ مجھے مجبور کیا گیا، سُنا نہ جائیگا۔

مسئلہ: گواہوں میں اگر باہم اختلاف ہوا ایک صبح کا وقت بتاتا ہے دوسرا شام کا یا ایک نے کہا شراب پی دوسرا کہتا ہے شراب کی قے کی یا ایک پینے کی گواہی دیتا ہے اور دوسرا اس کی کہ میرے سامنے اقرار کیا ہے تو ثبوت نہ ہوا اور حد قائم نہ ہوگی۔ مگر ان سب صورتوں میں سزا دینگے۔

مسئلہ: اگر خود اقرار کرتا ہو تو ایک بار اقرار کافی ہے حد قائم کر دیں گے جبکہ اقرار ہوش میں کرتا ہو اور نشہ میں اقرار کیا تو کافی نہیں۔

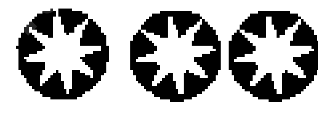
مسئلہ: کسی فاسق کے گھر میں شراب پائی گئی یا چند شخص اکٹھے ہیں اور وہاں شراب بھی رکھی ہے اور اون کی مجلس اوس قسم کی ہے جیسے شراب پینے والے شراب پینے بیٹھا کرتے ہیں اگرچہ اُنھیں پیتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا تو ان پر حد نہیں مگر سب کو سزا دیجائے۔

مسئلہ: اس کی حد میں اَسی ۸۰ کوڑے مارے جائیں گے اور غلام کو چالیس ۴۰ اور بدن کے متفرق حصوں میں ماریں گے، جس طرح حد زنا میں بیان ہوا۔

مسئلہ: نشہ کی حالت میں تمام وہ احکام جاری ہوں گے جو ہوش میں ہوتے ہیں، مثلاً اپنی زوجہ کو طلاق دیدی تو طلاق ہوگئی یا اپنا کوئی مال بیچ ڈالا تو بیع ہوگئی۔ صرف چند باتوں میں اس کے احکام علیحدہ ہیں۔ (۱) اگر کوئی کلمہ کفر بکا تو اوسے مرتد کا حکم نہ دیں گے یعنی اوس کی عورت بائن نہ ہوگی رہا یہ کہ عنداللہ بھی کافر ہوگا یا نہیں اگر قصداً کفر بکا ہے تو عنداللہ کافر ہے، ورنہ نہیں۔ (۲) جو حدود خالص حق اللہ ہیں اون کا اقرار کیا تو اقرار صحیح نہیں اسی وجہ سے اگر شراب پینے کا نشہ کی حالت میں اقرار کیا تو حد نہیں۔ (۳) اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ نہیں بنا سکتا۔ (۴) اپنے چھوٹے بچہ کا مہر مثل سے زیادہ پر نکاح نہیں کرسکتا۔ (۵) اپنی نابالغہ لڑکی کا مہر مثل سے کم پر نکاح نہیں کرسکتا۔ (۶) کسی نے ہوش کے وقت اسے وکیل کیا تھا کہ یہ میرا سامان بیچ دے اور نشہ میں بیچا تو بیع نہ ہوئی۔ (۷) کسی نے ہوش میں وکیل کیا تھا کہ تو میری عورت کو طلاق دیدے اور نشہ میں اوس کی عورت کو طلاق دی تو طلاق نہ ہوئی۔

مسئلہ: بھنگ اور افیون پینے سے نشہ ہو تو حد قائم نہ کرینگے مگر سزا دی جائے اور ان سے نشہ کی حالت میں طلاق دی تو ہوجائے گی جبکہ نشہ کے لیے استعمال کی ہو اور اگر علاج کے طور پر استعمال کی ہو تو نہیں۔

مسئلہ: حد ماری جارہی تھی اور بھاگ گیا پھر پکڑ کر لایا گیا اگر تمادی آگئی ہے تو چھوڑ دیں گے ورنہ بقیہ پوری کریں اور اگر دوبارہ پھر پی اور حد قائم کرنے کے بعد ہے تو دوسری مرتبہ پھر حد قائم کریں اور اگر پہلے بالکل نہیں ماری گئی یا کچھ کوڑے مارے تھے کچھ باقی تھے تو اب دوسری بار کے لیے حد ماریں پہلی اسی میں متداخل (یعنی اب دوسری بار حد مارنے سے پہلی بھی ادا ہوجائے گی، علیحدہ سے پہلی کو پورا نہیں کیا جائے گا۔) ہوگئی۔ (۱)



بَابٌ فِيمَا يَقْطَعُ فِيهِ الْيَدُ

(چوری کی) کتنی مقدار میں ہاتھ کاٹا جائے

(۳۱۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ يُقْطَعُ الْيَدُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِنَّمَا كَانَ الْقَطْعُ فِيْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں دس درہم (کی مقدار چوری کرنے پر) ہاتھ کاٹا جاتا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہاتھ کاٹنا دس درہم کی مقدار میں ہے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ کے دور میں دس درہم کی چوری میں چور کا ہاتھ کاٹا جاتا تھا ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ چور کا ہاتھ

(۱) الدر المختار، و رد المحتار، کتاب الحدود، باب حد الشرب المحرم، مطلب: فی البنج.... الخ، ج ۶، ص ۶۷۔

دس درہم سے کم میں نہیں کاٹا جائے گا، اس حدیث کو امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

فقہی مسائل:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾

(پ۶، المائدہ۳۸،۳۹)

ترجمہ: چورانے والا مرد اور چورانے والی عورت ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ سزا ہے اون کے فعل کی اللہ (عزوجل) کی طرف سے سرزنش ہے اور اللہ (عزوجل) غالب حکمت والا ہے اور اگر ظلم کے بعد توبہ کرے اور اپنی حالت درست کر لے تو بیشک اللہ (عزوجل) اوس کی توبہ قبول کریگا، بیشک اللہ (عزوجل) بخشنے والا مہربان ہے۔

چوری یہ ہے کہ دوسرے کا مال چھپا کر ناحق لے لیا جائے اور اس کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے مگر ہاتھ کاٹنے کے لیے چند شرطیں ہیں۔

(۱) چورانے والا مکلف ہو یعنی بچہ یا مجنون نہ ہو اب خواہ وہ مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام مسلمان ہو یا کافر اور اگر چوری کرتے وقت مجنون نہ تھا پھر مجنون ہو گیا تو ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

(۲) گونگا نہ ہو (۳) انکھیارا (بینا) ہو اور اگر گونگا ہے تو ہاتھ کاٹنا نہیں کہ ہوسکتا ہے اپنا مال سمجھ کر لیا ہو۔ یوہیں اندھے کا ہاتھ نہ کاٹا جائے کہ شاید اس نے اپنا مال جان کر لیا۔

(۴) دس درم چورائے یا اس قیمت کا سونا یا اور کوئی چیز چورائے اس سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور

(۵) دس درم کی قیمت چورانے کے وقت بھی ہو اور ہاتھ کاٹنے کے وقت بھی۔

(۶) اور اتنی قیمت اوس جگہ ہو جہاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ لہٰذا اگر چورانے کے وقت وہ چیز دس درم قیمت کی تھی مگر ہاتھ کاٹنے کے وقت اس سے کم کی ہو گئی یا جہاں چورایا ہے وہاں تو اب بھی دس درم قیمت کی ہے مگر جہاں ہاتھ کاٹا جائے گا وہاں کم کی ہے تو ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ ہاں اگر کسی عیب کی وجہ سے قیمت کم ہو گئی یا اوس میں سے کچھ ضائع ہو گئی کہ دس ۱۰ درم کی نہ رہی تو دونوں صورتوں میں ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

(۷) اور چورانے میں خود اس شے کا چورانا مقصود ہو لہٰذا اگر اچکن (ایک قسم کا لباس جو کوٹ کی طرح ہوتا ہے۔) وغیرہ کوئی کپڑا چورایا اور کپڑے کی قیمت دس درم سے کم ہے مگر اوس میں دینار نکلا تو جس کو بالقصد چورایا وہ دس درم کا نہیں لہٰذا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ہاں اگر وہ کپڑا ان درموں کے لیے ظرف ہو تو قطع ہے کہ مقصود کپڑا چورانا نہیں بلکہ اوس شے کا چورانا ہے یا کپڑا چورایا اور جانتا تھا کہ اس میں روپے بھی ہیں تو دونوں کو قصداً چورانا قرار دیا جائیگا اگرچہ کہتا ہو کہ میرا مقصود صرف کپڑا چورانا تھا۔ یوہیں اگر روپے کی تھیلی چورائی تو اگرچہ کہے مجھے معلوم نہ تھا کہ اس میں روپے ہیں اور نہ میں نے روپے کے قصد سے چورائی بلکہ میرا مقصود صرف تھیلی کا چورانا تھا تو ہاتھ کاٹا جائیگا اور اوس کے قول کا اعتبار نہ کیا جائیگا۔

(۸) اوس مال کو اس طرح لے گیا ہو کہ اُس کا نکالنا ظاہر ہو لہٰذا اگر مکان کے اندر جہاں سے لیا وہاں اشرفی نگل لی تو قطع نہیں

بلکہ تاوان لازم ہے۔

(۹) خفیۃً (چھپا کر) لیا ہو یعنی اگر دن میں چوری کی تو مکان میں جانا اور وہاں سے مال لینا دونوں چھپ کر ہوں اور اگر گیا چھپ کر مگر مال کا لینا علانیہ (ظاہراً، سب کے سامنے۔) ہو جیسا ڈاکو کرتے ہیں تو اس میں ہاتھ کاٹنا نہیں۔ مغرب وعشا کے درمیان کا وقت دن کے حکم میں ہے۔ اور اگر رات میں چوری کی اور جانا خفیۃً ہوا اگرچہ مال لینا علانیۃً یا لڑ جھگڑ کر ہو ہاتھ کاٹا جائے۔

(۱۰) جس کے یہاں سے چوری کی اوس کا قبضہ صحیح ہو خواہ وہ مال کا مالک ہو یا امین اور اگر چور کے یہاں سے چرالیا تو قطع نہیں یعنی جبکہ پہلے چور کا ہاتھ کاٹا جا چکا ہو، ورنہ اس کا کاٹا جائے۔

(۱۱) ایسی چیز نہ چورائی ہو جو جلد خراب ہو جاتی ہے جیسی گوشت اور ترکاریاں۔

(۱۲) وہ چوری دارالحرب میں نہ ہو۔

(۱۳) مال محفوظ ہو اور حفاظت کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ مال ایسی جگہ ہو جو حفاظت کے لیے بنائی گئی ہو جیسے مکان، دوکان، خیمہ، خزانہ، صندوق۔ دوسری یہ کہ وہ جگہ ایسی نہیں مگر وہاں کوئی نگہبان مقرر ہو جیسے مسجد، راستہ، میدان۔

(۱۴) بقدر دس درم کے ایک بار مکان سے باہر لے گیا ہو اور اگر چند بار لے گیا کہ سب کا مجموعہ دس درم یا زیادہ ہے، مگر ہر بار دس ۱۰ سے کم کم لے گیا تو قطع نہیں کہ یہ ایک سرقہ (چوری) نہیں بلکہ متعدد ہیں، اب اگر دس درم ایک بار لے گیا اور وہ سب ایک ہی شخص کے ہوں یا کئی شخصوں کے مثلاً ایک مکان میں چند شخص رہتے ہیں اور کچھ کچھ ہر ایک کا چورایا جن کا مجموعہ دس درم یا زیادہ ہے اگرچہ ہر ایک کا اس سے کم ہے دونوں صورتوں میں قطع ہے۔

(۱۵) شبہہ یا تاویل کی گنجائش نہ ہو، لہٰذا اگر باپ کا مال چورایا یا قرآن مجید کی چوری کی تو قطع نہیں کہ پہلے میں شبہہ ہے اور دوسرے میں یہ تاویل ہے کہ پڑھنے کے لیے لیا ہے۔(۱)

مسئلہ: چند شخصوں نے ملکر چوری کی اگر ہر ایک کو بقدر دس درم کے حصہ ملا تو سب کے ہاتھ کاٹے جائیں خواہ سب نے مال لیا ہو یا بعضوں نے لیا اور بعض نگہبانی کرتے رہے۔

مسئلہ: چوری کے ثبوت کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ چور خود اقرار کرے اور اس میں چند بار کی حاجت نہیں صرف ایک بار کافی ہے دوسرا یہ کہ دو مرد گواہی دیں اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی تو قطع نہیں مگر مال کا تاوان دلایا جائے اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ ہمارے سامنے اقرار کیا ہے تو یہ گواہی قابل اعتبار نہیں گواہ کا آزاد ہونا شرط نہیں۔

مسئلہ: قاضی گواہوں سے چند باتوں کا سوال کرے کس طرح چوری کی، اور کہاں کی، اور کتنے کی کی، اور کس کی چیز چورائی، جب گواہ ان امور کا جواب دیں اور ہاتھ کاٹنے کے تمام شرائط پائے جائیں تو قطع کا حکم ہے۔

مسئلہ: پہلے اقرار کیا پھر اقرار سے پھر گیا یا چند شخصوں نے چوری کا اقرار کیا تھا ان میں سے ایک اپنے اقرار سے پھر

---

(۱) (الدر المختار،، کتاب السرقۃ، ج ۶ ص ۱۳۲۔ ۱۳۸ و، البحر الرائق،، کتاب السرقۃ، ج ۶ ص ۸۴۔ ۸۶ و، الفتاوی الھندیۃ،، کتاب السرقۃ، الباب الاول فی بیان السرقۃ... إلخ، ج ۲ ص ۱۷۰، وغیرہا)

گیایا گواہوں نے اسکی شہادت دی کہ ہمارے سامنے اقرار کیا ہے اور چور انکار کرتا ہے کہتا ہے میں نے اقرار نہیں کیا ہے یا کچھ جواب نہیں دیتا تو ان سب صورتوں میں قطع نہیں مگر اقرار سے رجوع کی تو تاوان لازم ہے۔

مسئلہ: اقرار کر کے بھاگ گیا تو قطع نہیں کہ بھاگنا بمنزلہ رجوع کے ہے ہاں تاوان لازم ہے۔ اور گواہوں سے ثابت ہو تو قطع ہے اگرچہ بھاگ جائے اگرچہ حکم سنانے سے پہلے بھاگا ہو البتہ اگر بہت دنوں میں گرفتار ہوا تو تمادی عارض ہوگئی مگر تاوان لازم ہے۔

مسئلہ: مدعی گواہ نہ پیش کر سکا چور پر حلف رکھا اس نے حلف لینے سے انکار کیا تو تاوان دلایا جائے مگر قطع نہیں۔

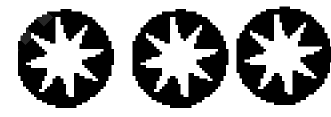
مسئلہ: چور کو مار پیٹ کر اقرار کرانا جائز ہے کہ یہ صورت نہ ہو تو گواہوں سے چوری کا ثبوت بہت مشکل ہے۔

مسئلہ: ہاتھ کاٹنے کا قاضی نے حکم دیدیا اب وہ مدعی کہتا ہے کہ یہ مال اوسی کا ہے یا میں نے اوس کے پاس امانۃً رکھا تھا یا کہتا ہے کہ گواہوں نے جھوٹی گواہی دی یا اوس نے غلط اقرار کیا تو اب ہاتھ نہیں کاٹا جا سکتا۔

مسئلہ: گواہوں کے بیان میں اختلاف ہوا ایک کہتا ہے کہ فلاں قسم کا کپڑا تھا دوسرا کہتا ہے فلاں قسم کا تھا تو قطع نہیں۔

اقرار و شہادت کے جزئیات کثیر ہیں چونکہ یہاں حدود جاری نہیں ہیں لہٰذا بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: ہاتھ کاٹنے کے وقت مدعی اور گواہوں کا حاضر ہونا ضرور نہیں بلکہ اگر غائب ہوں یا مر گئے ہوں جب بھی ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔



بَابُ الْحُدُوْدُ تَنْدَرِئُ بِالشُّبُهَاتِ

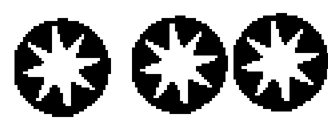
حدود شبہات کے ذریعے ختم ہو جاتی ہے

(۳۱۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدْرَؤُا الْحُدُوْدَ بِالشُّبُهَاتِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شبہات کی وجہ سے حدود نہ لگاؤ۔

شرح:

یہ ایک اتفاقی مسئلہ ہے کہ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں، امام ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم وغیرہ نے بھی اسی کے مثل روایت کیا ہے، ایک روایت میں آتا ہے کہ فرمایا جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حد کو ٹالو اگر مسلمان کے لیے خلاصی کا کوئی پہلو دیکھو تو اس کو چھٹکارا دو۔ اس لیے کہ امام کا معافی میں خطا کرنا سزا دینے میں خطاء کرنے سے بہتر ہے۔



بَابُ مَا جَآءَ فِی الرَّجْمِ

رجم کا بیان

(۳۱۶) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ مَاعِزَ ابْنَ مَالِكٍ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ الْاٰخِرَ قَدْ زَنٰی فَاَقِمْ عَلَیْهِ الْحَدَّ فَرَدَّهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّانِیَةَ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ اَتَاهُ الرَّابِعَةَ فَقَالَ اِنَّ الْاٰخِرَ قَدْ زَنٰی فَاَقِمْ عَلَیْهِ الْحَدَّ فَسَاَلَهٗ عَنْهُ اَصْحَابَهٗ هَلْ تُنْكِرُوْنَ مِنْ عَقْلِهٖ قَالُوْا لَا قَالَ انْطَلِقُوْا بِهٖ فَارْجُمُوْهُ قَالَ فَانْطُلِقَ بِهٖ فَرُجِمَ بِالْحِجَارَةِ فَلَمَّا اَبْطَاَ عَلَیْهِ الْقَتْلُ اِنْصَرَفَ اِلٰی مَكَانٍ كَثِیْرِ الْحِجَارَةِ فَقَامَ فِیْهِ فَاَتَاهُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَجَمُوْهُ بِالْحِجَارَةِ حَتّٰی قَتَلُوْهُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَّا خَلَّیْتُمْ سَبِیْلَهٗ فَاخْتَلَفَ النَّاسُ فِیْهِ فَقَالَ قَائِلٌ هٰذَا مَاعِزٌ اَهْلَكَ نَفْسَهٗ وَقَالَ قَائِلٌ اَنَا اَرْجُوْا اَنْ یَّكُوْنَ تَوْبَةً فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ قَوْمًا طَمِعُوْا فِیْهِ فَسَاَلُوْهُ مَا یُصْنَعُ بِجَسَدِهٖ قَالَ اصْنَعُوْا بِهٖ مَا تَصْنَعُوْنَ بِمَوْتَاكُمْ مِنَ الْكَفْنِ وَالصَّلٰوةِ عَلَیْهِ وَالدَّفْنِ قَالَ فَانْطَلَقَ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَصَلُّوْا۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اَتٰی مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَقَرَّ بِالزِّنَا فَرَدَّهٗ ثُمَّ عَادَ فَاَقَرَّ بِالزِّنَا فَرَدَّهٗ ثُمَّ عَادَ فَاَقَرَّ بِالزِّنَا الرَّابِعَةَ فَسَاَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْكِرُوْنَ مِنْ عَقْلِهٖ شَیْئًا قَالُوْا لَا قَالَ فَاَمَرَ بِهٖ اَنْ یُّرْجَمَ فِیْ مَوْضِعٍ قَلِیْلِ الْحِجَارَةِ قَالَ فَاَبْطَا عَلَیْهِ الْمَوْتُ فَانْطَلَقَ یَسْعٰی اِلٰی مَوْضِعٍ كَثِیْرِ الْحِجَارَةِ وَاَتْبَعَهُ النَّاسُ فَرَجَمُوْهُ حَتّٰی قَتَلُوْهُ ثُمَّ ذَكَرُوْا شَاْنَهٗ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَا خَلَّیْتُمْ سَبِیْلَهٗ قَالَ فَاسْتَاْذَنَ قَوْمُهٗ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ دَفْنِهٖ وَالصَّلٰوةِ عَلَیْهِ فَاَذِنَ لَهُمْ فِیْ ذٰلِكَ قَالَ وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ قُبِلَ مِنْهُمْ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ لَمَّا اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ اَنْ یُّرْجَمَ قَامَ فِیْ مَوْضِعٍ قَلِیْلِ الْحِجَارَةِ فَاَبْطَاَ عَلَیْهِ الْقَتْلُ فَذَهَبَ بِهٖ مَكَانًا كَثِیْرَ الْحِجَارَةِ وَاَتْبَعَهُ النَّاسُ حَتّٰی رَجَمُوْهُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ

النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلاَّ خَلَّیْتُمْ سَبِیْلَهٗ. وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّمَّا هَلَكَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ بِالرَّجْمِ اِخْتَلَفَ النَّاسُ فِیْهِ فَقَالَ قَائِلٌ مَاعِزٌ اَهْلَكَ نَفْسَهٗ وَقَالَ قَائِلٌ تَابَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَقُبِلَ مِنْهُ اَوْ تَابَهَا فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ. وَفِیْ رِوَایَةٍ جَآءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ زَنَیْتُ فَاَقِمِ الْحَدَّ عَلَیَّ فَاَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَفَعَلَ ذٰلِكَ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ كُلَّ ذٰلِكَ یَرُدُّهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَیُعْرِضُ عَنْهُ فَقَالَ فِی الرَّابِعَةِ اَنْكَرْتُمْ مِنْ عَقْلِ هٰذَا شَیْئًا قَالُوْا مَا نَعْلَمُ اِلاَّ عَاقِلًا وَّمَا نَعْلَمُ اِلاَّ خَیْرًا قَالَ فَاذْهَبُوْا بِهٖ فَارْجُمُوْهُ قَالَ فَذَهَبُوْا بِهٖ فِیْ مَكَانٍ قَلِیْلِ الْحِجَارَةِ فَلَمَّا اَصَابَتْهُ الْحِجَارَةُ جَزِعَ قَالَ فَخَرَجَ یَشْتَدُّ حَتّٰی اَتَی الْحَرَّةَ فَثَبَتَ لَهُمْ قَالَ فَرَمَوْهُ بِجَلاَمِیْدِهَا حَتّٰی سَكَتَ قَالَ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاعِزٌ حِیْنَ اَصَابَتْهُ الْحِجَارَةُ جَزِعَ فَخَرَجَ یَشْتَدُّ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا خَلَّیْتُمْ سَبِیْلَهٗ قَالَ فَاخْتَلَفَ النَّاسُ فِیْ اَمْرِهٖ فَقَالَتْ طَائِفَةٌ هَلَكَ مَاعِزٌ وَّاَهْلَكَ نَفْسَهٗ وَقَالَتْ طَائِفَةٌ بَلْ تَابَ اِلَی اللهِ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللهِ فَمَا نَصْنَعُ بِهٖ قَالَ اصْنَعُوْا بِهٖ كَمَا تَصْنَعُوْنَ بِمَوْتَاكُمْ مِّنَ الْغُسْلِ وَالْكَفَنِ وَالْحُنُوْطِ وَالصَّلٰوةِ عَلَیْهِ وَالدَّفْنِ وَقَدْ رُوِیَ الْحَدِیْثُ بِرِوَایَاتٍ مُّخْتَلِفَةٍ نَحْوَ مَا تَقَدَّمَ.

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ کے والد ماجد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کی: اس بندے نے زنا کا ارتکاب کرلیا ہے، آپ اس پر حد مقرر فرمائیں، آپ ﷺ نے نظر انداز کیا، وہ دوبارہ آئے، آپ ﷺ نے دوبارہ نظر انداز فرمایا، پھر وہ تیسری مرتبہ آئے تو آپ ﷺ نے نظر انداز کیا، جب وہ چوتھی مرتبہ آئے، اور زنا کا اقرار کیا تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اس کی عقل جاتی تو نہیں رہی؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں، اس کی عقل سالم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اسے لے جا کر رجم کردو، حضرت ماعز بن مالک اسلمی کو لے جایا گیا، جب ان کی روح نکلنے میں دیر لگی تو وہ ایک جگہ سے پتھریلے مقام کی طرف منتقل ہوئے، اور وہاں ٹھہرے، مسلمان ان کے پاس آئے اور وہاں ان کو رجم کر کے مار دیا، جب اس کی خبر نبی کریم ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (جب وہ بھاگ گئے تھے تو) تم نے ان کو چھوڑ کیوں نہ دیا؟۔

بہرحال، لوگوں نے حضرت ماعز کے بارے میں مختلف بات کہی۔ ایک نے کہا کہ اس ماعز نے خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا ہے، دوسرے نے کہا کہ مجھے اس کی توبہ کی امید ہے، جب اس کی خبر نبی کریم ﷺ کو ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

ماعز بن مالک اسلمی نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر کثیر تعداد میں لوگ توبہ کریں تو ان سے قبول ہو جائے، جب اس کی خبر ان کے قبیلہ کو پہنچی تو انہوں نے اس میں اجر و ثواب کی لالچ کی، انہوں نے ان کے جسم کی بابت سوال کیا کہ اب ان کے جسم کے ساتھ کیا کیا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: جیسے تم وفات شدگان کے ساتھ کرتے ہو، یعنی کفن، نماز جنازہ، اور تدفین، راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ کے اصحاب اسے لے جا کر نماز جنازہ ادا کرنے لگے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کی: اس بندے نے زنا کا ارتکاب کرلیا ہے، آپ اس پر حد مقرر فرمائیں، آپ ﷺ نے نظر انداز کیا، وہ دوبارہ آئے، آپ نے دوبارہ نظر انداز فرمایا، پھر وہ تیسری مرتبہ آئے تو آپ ﷺ نے نظر انداز کیا، جب وہ چوتھی مرتبہ آئے، اور زنا کا اقرار کیا تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اس کی عقل جاتی تو نہیں رہی؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں، اس کی عقل سالم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اسے کم پتھر والے مقام پر لے جا کر رجم کردو، حضرت ماعز بن مالک اسلمی کو لے جایا گیا، جب ان کی روح نکلنے میں دیر لگی تو وہ ایک جگہ سے پتھریلے مقام کی طرف منتقل ہوئے، اور وہاں ٹھہرے، مسلمان ان کے پاس آئے اور وہاں ان کو رجم کرکے مار دیا، جب اس کی خبر نبی کریم ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (جب وہ بھاگ گئے تھے تو) تم نے ان کو چھوڑ کیوں نہ دیا؟۔

پھر حضرت ماعز بن مالک اسلمی کے لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے ان کی تدفین اور نماز جنازہ کی بابت اجازت مانگی، آپ ﷺ نے اجازت دی اور فرمایا کہ ماعز بن مالک اسلمی نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر کثیر تعداد میں لوگ توبہ کریں تو ان سے قبول ہو جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت ماعز بن مالک اسلمی کو رجم کرنے کا حکم دیا تو وہ ایک کم پتھر والے مقام پر جا کر کھڑے ہو گئے، جب ان کی جان نکلنے میں تاخیر ہوئی، تو وہ زیادہ پتھریلے مقام پر چلے گئے، لوگوں نے ان کا پیچھا کیا اور رجم کردیا، جب اس کی خبر نبی کریم ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (جب وہ بھاگ گئے تھے تو) تم نے ان کو چھوڑ کیوں نہ دیا؟۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کو رجم کردیا گیا، تو لوگوں نے حضرت ماعز کے بارے میں مختلف بات کہی۔ ایک نے کہا کہ اس ماعز نے خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا ہے، دوسرے نے کہا کہ اس نے توبہ کرلی ہے۔ جب اس کی خبر نبی کریم ﷺ کو ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ماعز بن مالک اسلمی نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر کثیر تعداد میں لوگ توبہ کریں تو ان سے قبول ہو جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے، اور عرض کی: اس بندے نے زنا کا ارتکاب کرلیا ہے، آپ اس پر حد مقرر فرمائیں، آپ ﷺ نے نظر انداز کیا، وہ دوبارہ آئے، آپ نے دوبارہ نظر انداز فرمایا، پھر وہ تیسری مرتبہ آئے تو آپ ﷺ نے نظر انداز کیا، جب وہ چوتھی

مرتبہ آئے، اور زنا کا اقرار کیا تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا :اس کی عقل جاتی تو نہیں رہی؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں، اس کی عقل سالم ہے اور ہمیں تو یہ اچھا بھلا ہی لگتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : پھر اسے لے جا کر رجم کر دو، لوگ ان کو ایک کم پتھریلی جگہ پر لے گئے، جب ان کو پتھر لگنے لگے تو وہ گھبرا کر تیزی سے حرہ نامی مقام پر پہنچے، اور اپنے آپ کو ان کے لیے ٹھہرا لیا، لوگوں نے وزنی پتھر مارنے شروع کر دیے جس کی وجہ سے حضرت ماعز کا سانس ختم ہو گیا، بعد ازاں لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی :یارسول اللہ ﷺ! جب ماعز کو پتھر پہنچے تو وہ گھبرا کر دور پڑے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (جب وہ بھاگ گئے تھے تو) تم نے ان کو چھوڑ کیوں نہ دیا؟۔

بہر حال، لوگوں نے حضرت ماعز کے بارے میں مختلف بات کہی۔ ایک گروہ نے کہا کہ اس ماعز نے خود اپنے آپ کو بلاکت میں ڈالا ہے، دوسرے گروہ نے کہا کہ ماعز بن مالک اسلمی نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر کثیر تعداد میں لوگ توبہ کریں تو ان سے قبول ہو جائے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ان کے جسم کی بابت سوال کیا کہ اب ان کے جسم کے ساتھ کیا کیا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا : جیسے تم وفات شدگان کے ساتھ کرتے ہو، یعنی غسل، کفن، خوشبو، نماز جناہ، اور تدفین کرو۔

یہ حدیث مختلف طرق سے روایت کی گئی ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

فقہاء احناف کے نزدیک زنا کی تعریف:

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں جو شخص دار العدل میں احکام اسلام کا التزام کرنے کے بعد اپنے اختیار سے زندہ مشتہاۃ عورت کی قبل (اندانی نہانی) میں وطی کرے دراں حالیکہ وقبل حقیقتاً ملکیت اور ملکیت کے شبہ اور حق ملک اور حقیقتاً نکاح اور شبہ نکاح اور نکاح اور ملک کے موضع اشتباہ کے شبہ سے خالی ہو۔ (بدائع الصنائع ج ۷ ص ۳۳) علامہ ابن ہمام نے بھی یہی تعریف کی ہے۔ (فتح القدیر ج ۷ ص ۳۳ سکھر)۔

اس تعریف کی قیود کی وضاحت حسب ذیل ہے:

وطی : عورت کی اندام نہانی میں بقدر سپاری آلہ تناسل کو داخل کرنا، پس جس وطی سے حد واجب ہوگی اس میں بقدر سپاری داخل ہونا ضروری ہے اور اس سے کم میں حد واجب نہیں ہوگی۔

حرام : کسی مکلف شخص نے اجنبی عورت سے وطی کی ہو تو اس کو حرام کہا جائے گا، اگر چہ بچہ یا مجنون نے وطی کی تو اس پر حرام کا حکم نہیں لگے گا، کیونکہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے تین شخصوں سے قلم تکلیف اٹھا لیا گیا، بچہ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے، سوئے ہوئے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے اور مجنون سے حتیٰ کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

قبل: عورت کی اندام نہانی کو کہتے ہیں اس قید کی وجہ سے مرد یا عورت کی دُبر (سرین) میں وطی امام ابو حنیفہ کے نزدیک زنا کی تعریف سے خارج ہو گئی، اس کے برخلاف امام ابو یوسف، امام محمد اور فقہاء مالکیہ، اور فقہاء حنبلیہ عورت کی دُبر میں وطی کو بھی زنا قرار دیتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ دُبر میں وطی کو لواطت کہتے ہیں اور اس کی حد میں صحابہ کا

اختلاف تھا اگر یہ زنا ہوتا تو اختلاف نہ ہوتا، نیز زنا اس لئے حرام ہے کہ اس سے نسبت مشتبہ ہوتا ہے اور بچہ ضائع ہوتا ہے اور لواطت میں صرف نطفہ ضائع ہوتا ہے جیسا کہ عزل میں ہے۔

عورت : اس قید کی وجہ سے جانور کے ساتھ وطی، زنا کی تعریف سے خارج ہوگئی، کیونکہ یہ ایک نادر چیز ہے اور طبعیت سلیمہ اس سے نفرت کرتی ہے۔

زندہ : اس قید کی وجہ سے مردہ کے ساتھ وطی، زنا کی تعریف سے خارج ہوگئی، کیونکہ یہ بھی ایک نادر امر ہے اور طبعیت سلیمہ اس سے نفرت کرتی ہے۔

مشتہاۃ : یعنی اس عورت سے وطی کی جائے جس پر شہوت آتی ہو اتنی چھوٹی لڑکی جس پر شہوت نہ آتی ہو اس سے وطی کرنا زنا نہیں ہے۔ (ہر چند کہ اتنی چھوٹی لڑکی سے وطی کرنے والے پر تعزیر ہوگی)۔

حالتِ اختیار : یعنی وطی کرنے والے کو اختیار ہو، اسی طرح حد کے وجوب کے لئے وطی کرانے والی عورت کا مختار ہونا بھی ضروری ہے، اس لئے مکرہ (جس پر جبر کیا گیا ہو) پر حد نہیں ہے، کیونکہ حافظ الہیثمی نے امام طبرانی کی متعدد اسانید کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے : حضرت عقبہ بن عامر، حجرت عمران بن حصین، حضرت ثوبان، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے روایت ہے : نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : میری امت سے خطاء، نسیان اور جس کام پر جبر کیا گیا ہو (کے گناہ کو) اٹھالیا گیا۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۵۰، دار الکتاب العربی)

اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ اگر عورت پر جبر کر کے اس کے ساتھ وطی کی جائے تو اس پر حد نہیں ہے، لیکن مرد میں اختلاف ہے۔ امام شافعی اور محققین مالکیہ کے نزدیک اگر مرد پر جبر کر کے اس سے وطی کرائی جائے تو اس پر حد ہے نہ تعزیر۔ فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس پر حد لگائی جائے گی کیونکہ اس کے آلہ کا منتشر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اکراہ نہیں ہے۔ اور وہ اپنے اختیار سے وطی کر رہا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مرد پر بھی حد نہیں ہے کیونکہ انتشار اس کے مرد ہونے کی دلیل ہے، اختیار کی دلیل نہیں ہے۔ امام ابو یوسف، اور امام محمد کا بھی یہی نظریہ ہے۔

دار العدل :

دار العدل سے مراد دار اسلام ہے، کیونکہ دار الحرب اور دار الکفر میں قاضی کو حد جاری کرنے کی قدرت نہیں ہے یعنی اگر کوئی شخص دار الحرب میں یا دار الکفر میں زنا کرے گا تو بھی وہ اسلامی سزا سو کوڑوں یا رجم کا مستحق ہے، لیکن چونکہ قاضی اسلام، دار الکفر یا دار الحرب میں اسلام سزائیں نافذ کرنے پر قادر نہیں ہے اس لئے اس پر حد جاری نہیں ہوگی، دار الکفر میں بھی زانی سزا کا مستحق ہے اور اس کا یہ فعل گناہ ہے جیسا کہ سود، چوری، ڈاکہ، قتل اور دیگر جرائم اور دار الحرب میں ناجائز اور گناہ ہیں، اسی طرح زنا بھی وہاں ناجائز اور گناہ ہے۔

احکام اسلام کا التزام : اس قید کی وجہ سے حربی مستامن خارج ہے، کیونکہ اس نے احکا اسلام کا التزام نہیں کیا، مسلمان اور ذمی اور زنا کریں گے تو ان پر حدی جاری کی جائے گی۔

حقیقت ملک سے خالی ہونا :

اگر کسی شخص نے ایسی باندی سے وطی کرلی جو مشترکہ ہے اس کی اور کسی کی ملکیت میں ہے، یا اس نے ایسی باندی سے وطی کی جو اس کی محرم تھی تو چونکہ وہ حقیقتاً اس کی ملکیت میں تھی اس لئے اس کا یہ فعل ہر چند کہ ناجائز ہے لیکن زنا نہیں ہے اور اس پر حد نہیں ہے۔

حقیقتِ نکاح سے خالی ہونا : اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے حالتِ حیض یا نفاس میں وطی کرلی یا روزہ دار یا محرمہ بیوی سے وطی کرلی یا ایلاء یا ظہار کے بعد وطی کرلی تو ہر چند کہ یہ فعل گناہ ہے لیکن زنا نہیں ہے، کیونکہ عورت حقیقتاً اس کے نکاح میں موجود ہے۔

شبہ ملک سے خالی ہونا : جب ملک یا نکاح میں شبہ ہو جائے تو حد نہیں ہے کیونکہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

شبہات کی بناء پر حدود ساقط کردو۔............(سنن الترمذی رقم الحدیث ۱۴۲٤)

مثلاً اگر کسی شخص نے بیٹے کی باندی سے وطی کرلی تو اس پر حد نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کو یہ شبہ ہوا ہو کہ بیٹے کے مال کا میں مالک ہوں۔ امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! میرا مال بھی ہے اور اولاد بھی اور میرا باپ میرا مال ہڑپ کرنا چاہتا ہے آپ نے فرمایا :

تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہے۔........(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۲۲۹۱)

اسی طرح مکاتب کی باندی سے وطی کرنا بھی زنا نہیں ہے، کیونکہ مکاتب جب تک پوری رقم ادا نہ کرے مالک کا غلام ہے سو اس کی باندی بھی اس کی ملکیت ہے۔

شبہ نکاح سے خالی ہونا:

یعنی عقد نکاح میں شبہ نہ ہو۔ مثلاً کسی شخص نے بغیر ولی یا بغیر گواہ کے نکاح کر کے وطی کرلی، یا نکاح متعہ کر کے وطی کرلی تو اس کا یہ فعل زنا نہیں ہے خواہ وہ اس نکاح کے عدم جواز کا اعتقاد رکھتا ہو کیونکہ اس نکاح کے جواز اور عدم جواز میں علماء کے اختلاف کی وجہ سے اس نکاح میں شبہ آگیا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے نسبی، رضاعی یا سسرالی کے رشتہ سے کسی محرم سے نکاح کرلیا یا دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرلیا یا کسی عورت سے اس کی عدت میں نکاح کرلیا اور اس عقد نکاح کی وجہ سے وطی کرلی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں ہوگی خواہ اس کو نکاح کی حرمت کا علم ہو، کیونکہ اس وطی میں اس کو شبہ لاحق ہو گیا ہے۔ لہٰذا یہ وطی زنا نہیں ہے البتہ اس پر تعزیز ہے۔

فقہاء مالکیہ، فقہاء شافعیہ، فقہاء حنبلیہ، امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ جو وطی ابداً حرام ہو اس سے حد لازم آتی ہے اور یہ نکاح باطل ہے اور اس کے شبہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ البتہ جو وطی ابداً حرام نہ ہو جیسے بیوی کی بہن یا جس نکاح میں اختلاف ہو جیسے بغیر ولی یا بغیر گواہوں کے نکاح، اس وطی کی وجہ سے حد لازم نہیں آتی۔

امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کے درمیان منشاء اختلاف یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب نکاح کا اہل

شخص اس محل میں نکاح کرے جو مقاصد نکاح کے قابل ہو تو وہ نکاح وجوب حد سے مانع ہے، خواہ وہ نکاح حلال ہو یا حرام اور خواہ وہ تحریم متفق علیہ ہو یا مختلف فیہ اور خواہ اس کو حرمت کا علم ہو یا نہ ہو، جمہور فقہاء اور صاحبین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اس عورت سے نکاح کرے جس سے نکاح کرنا ابداً حرام ہو یا اس کی تحریم پر اتفاق ہو تو اس نکاح سے وطی پر حد لازم آتی ہے اور اگر وہ نکاح ابداً حرام نہ ہو یا اس کی حرمت میں اختلاف ہو تو پھر اس نکاح سے وطی پر حد لازم نہیں آتی۔

حدزنا کی شرائط:

حدزنا جاری کرنے کے لئے جن شرائط پر فقہاء کا اتفاق ہے، وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ زنا کرنے والا بالغ ہو، نابالغ پر بالاتفاق حد جاری نہیں ہوتی۔

۲۔ زنا کرنے والا عاقل ہو، پاگل اور مجنون پر بالاتفاق حد جاری نہیں ہوتی۔

۳۔ جمہور فقہاء کے نزدیک زانی کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے، شادی شدہ کافر پر فقہاء حنفیہ کے نزدیک حد جاری نہیں ہوتی، البتہ اس کو کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ فقہاء شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک زنا اور شراب خوری کی کافر پر کوئی حد نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے اور اس نے حقوق الہیہ کا التزام نہیں کیا، فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر کافر نے کافرہ کے ساتھ زنا کیا تو اس پر حد نہیں ہے، البتہ تادیباً اس کو سزا دی جائے گی اور اگر اس نے مسلمان عورت سے جبراً زنا کیا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اگر باہمی رضامندی سے زنا کیا تو عبرتناک سزا دی جائے گی۔

٤۔ زانی مختار ہو اگر اس پر جبر کیا گیا ہے تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اور فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس پر حد ہے اور اگر عورت پر جبر کیا گیا تو اس پر بالاتفاق حد نہیں ہے۔

۵۔ عورت سے زنا کرے، اگر جانور سے وطی کی ہے تو مذاہب اربعہ میں بالاتفاق اس پر حد نہیں ہے، البتہ تعزیر ہے اور جمہور کے نزدیک جانور کو بالاتفاق قتل نہیں کیا جائے گا اور اس کو کھانا جائز ہے۔ فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس کا کھانا حرام ہے۔

٦۔ ایسی لڑکی سے زنا کیا ہو جس کے ساتھ عادتاً وطی ہو سکتی ہو اگر بہت چھوٹی لڑکی سے زنا کیا ہے تو اس پر حد نہیں ہے نابالغ لڑکی پر حد نہیں ہوتی۔

۷۔ زنا کرنے میں کوئی شبہ نہ ہو اگر اس نے کسی اجنبی عورت کو یہ گمان کیا کہ وہ اس کی بیوی یا باندی ہے، اور زنا کر لیا تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر حد ہے، جس عقد نکاح کے جواز یا عدم جواز میں اختلاف ہو اس نکاح کے بعد وطی کرنے پر حد نہیں ہے، مثلاً بغیر ولی یا بغیر گواہوں کے نکاح ہو، اور جو نکاح بالاتفاق ناجائز ہے جیسے محارم سے نکاح یا دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس نکاح کے بعد وطی کرنے پر حد نہیں ہے اور جمہور کے نزدیک حد ہے۔

۸۔ اس کو زنا کی حرمت کا علم ہو اگر وہ جہل کا دعویٰ کرے اور اس سے جہل متصور ہو تو اس میں فقہاء مالکیہ کے دو قول ہیں۔

۹۔ عورت غیر حربی ہو اگر وہ حربیہ ہے تو اس میں فقہاء مالکیہ کے دو قول ہیں۔

۱۰۔ عورت زندہ ہو اگر وہ مردہ ہے تو اس سے وطی کرنے پر جمہور کے نزدیک حد نہیں ہے اور فقہاء مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس پر حد ہے۔

۱۱۔ مرد کا حشفہ (آلہ تناسل کا سر) عورت کی قبل (اندام نہانی) میں غائب ہو جائے اگر عورت کی دُبر میں وطی کرلے تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے، اسی طرح لواطت (اغلام) پر بھی حد نہیں ہے، اگر اجنبی عورت کے پیٹ یا رانوں سے لذت حاصل کی تو اس پر بھی تعزیر ہے۔

۱۲۔ زنا دار السلام میں کیا جائے، دار الکفر یا دار الحرب میں زنا کرنے پر حد نہیں ہے، کیونکہ قاضی اسلام کو وہاں حد جاری کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ (لفقہ الاسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ)

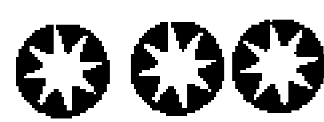
احصان کی تحقیق:

فقہاء اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر زانی محصن (شادی شدہ) ہو تو اس کو رجم کیا جائے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور اگر وہ غیر محصن ہے تو اس کو کوڑے مارے جائیں گے اس لئے احصان کا معنی سمجھنا ضروری ہے۔

سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

احصان کا اصل میں معنی ہے منع کرنا، عورت اسلام، پاکدامنی، حریت اور نکاح سے محصنہ ہوتی ہے، جوہری نے ثعلب سے نقل کیا ہے ہر پاک دامن عورت محصنہ ہے اور ہر شادی شدہ عورت محصنہ ہے۔ حاملہ عورت کا بھی محصنہ کہتے ہیں کیونکہ حمل نے اس کو دخول سے ممنوع کر دیا۔ مرد جب شادی شدہ ہو تو محصن ہے۔ حضرت ابن مسعود نے "فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ" کی تفسیر میں کہا باندی کا احصان اس کا مسلمان ہونا ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا باندی کا احصان اس کا شادی شدہ ہونا ہے۔ زجاج نے محصنین غیر مسافحین کی تفسیر میں کہا مرد کا احصان اس کا شادی شدہ ہونا اور پاک دامن (غیر زانی) ہونا ہے اور فرج کا احصان، زنا سے رکنا ہے، اور احصنت فرجھا کا معنی پاکدامن رہنا اور زنا سے باز رہنا ہے اور والمحصنت من النساء کا معنی شادی شدہ خواتین ہے۔ (تاج العروس ج ۹ ص ۱۷۹، ۱۳۰۶ھ)

(۱) عقل (۲) بلوغ (۳) حریت (٤) اسلام (٥) نکاح صحیح (٦) خاوند اور بیوی دونوں کا ان صفات پر ہونا (۷) نکاح صحیح کے بعد خاوند کا بیوی سے وطی کرنا لہٰذا بچہ، مجنون، غلام، کافر نکاح فاسد، عدم وطی اور زوجین کے ان صفات پر نہ ہونے سے احصان ثابت نہیں ہوگا۔ (بدائع الصنائع ج ۷ ص ۳۸۔ مطبوعہ کراچی ۱۴۰۰ھ)



بَابٌ هَلْ يُقْتَلُ الْمُسْلِمُ بِالذِّمِّيِّ قِصَاصًا

باب: کیا ذمی کے بدلے مسلمان کو بطور قصاص قتل کیا جائے

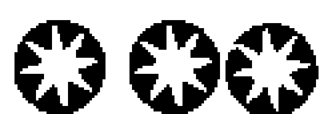
(۳۱۷)۔ أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ رَّبِيعَةَ عَنِ ابْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ قَالَ قَتَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْلِمًا

بِمُعَاهِدٍ فَقَالَ اَنَا اَحَقُّ مَنْ اَوْفٰی بِذِمَّتِهٖ۔

حضرت ابن بیلمانی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مسلمان کو عہد والے کے بدلے قتل کیا اور فرمایا: میں ذمیوں کے حقوق کو پورا کرنے کا زیادہ حقدار ہوں۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے ایک یہودی یا نصرانی ذمی کے بدلے ایک مسلمان کو قصاصاً قتل کیا، اور فرمایا میں قصاص اور دیت میں اپنے عہدے کو پورا کرنے کا زیادہ حق دار ہوں، اس میں اشارہ ہے کہ متامن اور ذمی میں فرق ہے اگرچہ معاھد کا لفظ دونوں کو شامل ہے، اسی لیے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مسلمان کو ذمی کے بدلے قتل کیا جائے گا متامن کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔(۱)



(۱) [illegible] (225)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کِتَابُ الْجِهَادِ

جہاد کا بیان

جہاد بنا ہے جہدؒ سے جہد جیم کے پیش سے یا فتحہ سے بمعنی مشقت ہے۔ شریعت میں جہاد بالکسر کے معنی ہیں کفار کے مقابلہ میں مشقت کرنا یا تلوار سے لڑ کر غازیوں کی مدد کر کے مال سے یا رائے سے یا ان کے ساتھ جا کر ان کی جماعت بڑھا کر۔ جہاد کا درجہ اسلام میں بہت بڑا ہے عام مؤمن اپنا مال، وقت یا کوشش اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، مجاہد اپنی جان سے دین اسلام کی خدمت کرتا ہے، جان بڑی پیاری چیز ہے اس لیے مجاہد خدا کو بڑا پیارا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ عبادات الٰہیہ پر ہمیشگی کرنا بھی جہاد اعظم ہے بلکہ نماز کی پابندی جہاد سے افضل ہے کہ جہاد تو نماز قائم کرنے کے لیے ہی کیا جاتا ہے۔ جہاد حسن لغیرہ ہے اور نماز حسن بعینہ ہے۔ (مرقات) حق یہ ہے کہ عام حالات میں نماز جہاد سے افضل ہے مگر بعض خصوصی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوتا ہے، اسی وجہ سے بعض احادیث میں نماز کو جہاد پر مقدم فرمایا گیا ہے اور بعض احادیث میں جہاد کو نماز پر مقدم فرمایا گیا۔ اس جگہ اشعۃ اللمعات میں فرمایا ہے کہ عام مردوں کی روح ملک الموت قبض کرتے ہیں اور شہیدوں کی روح کو خود رب تعالیٰ براہ راست قبض فرماتا ہے۔

بَابُ حُرْمَةِ نِسَآءِ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ

جہاد پر نہ جانے والوں پر مجاہدین کی عورتوں کی حرمت

(۳۱۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى حُرْمَةَ نِسَآءِ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ كَحُرْمَةِ اُمَّهَاتِهِمْ وَمَا مِنْ رَّجُلٍ مِّنَ الْقَاعِدِيْنَ يَخُوْنُ اَحَدًا مِّنَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ اَهْلِهٖ اِلَّا قِيْلَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِقْتَصَّ فَمَا ظَنُّكُمْ۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی عورتوں کی حرمت

جہاد پر نہ جانے والوں پر ایسی ہی بنائی ہے جیسے کہ انکی اپنی ماؤں کی حرمت۔ اور جہاد پر نہ جانے والوں میں سے جو بھی مجاہدین کے اہل میں خیانت کرے گا، اس کو قیامت کے دن کہا جائے گا قصاص دے۔ تو تمہارا کیا خیال ہے۔

شرح:

یہ حدیث مشکوٰۃ میں یوں ہے کہ۔

روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غازیوں کی بیویوں کا احترام بیٹھ رہنے والوں کے ذمہ ایسا ہے جیسے اپنی ماؤں کا احترام ا۔ اور بیٹھ رہنے والوں میں سے کوئی شخص نہیں جو مجاہدین میں سے کسی کے گھر والوں میں خلیفہ بنے ۲۔ پھر ان میں اس غازی کی خیانت کرے ۳۔ مگر یہ خائن غازی کے سامنے قیامت کے دن کھڑا ہوگا پھر غازی اس کے اعمال میں سے جو چاہے گا لے گا ۴۔ اب تمہارا کیا خیال ہے ۵۔

اس کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں۔

شرح:

حرمت سے مراد یا حرام ہونا ہے حلت کا مقابل یا اس سے مراد عزت و حرمت ہے جیسے کہا جاتا ہے بیت اللہ الحرام یعنی اگرچہ ہر غیر منکوحہ غیر مملوکہ عورت سے صحبت کرنا زنا ہے جس کی سزا رجم ہے مگر اپنی ماں سے صحبت کرنا سخت تر گناہ اور بے حیائی ہے ایسے ہی اگرچہ اور دوسری عورتیں بھی اس مسلمان پر حرام ہیں مگر مجاہد غازی کی بیوی زیادہ حرام، اگر کوئی مسلمان غازی کی بیوی سے زنا کرے بلکہ اسے بدنظری سے ہی دیکھے تو سخت عذاب کا، وبال کا، قہر الٰہی کا مستحق ہوگا کہ اس نے ایسے مقبول خدا کی خیانت کی جو راہ خدا میں جان کی بازی لگا رہا ہے یا جیسے ماں کی عزت و حرمت اولاد پر اشد ضروری ہے ایسے ہی مجاہد غازی کی بیوی کی عزت و احترام ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس کی حفاظت کریں، ان کی تکالیف دور کرنے کی کوشش کریں ان کا کام کاج کریں۔

اس طرح کہ غازی جہاد کو جاتے وقت اسے اپنے گھر کا نگران و منتظم بنایا گیا ہو یا وہ تو اچانک میدان جہاد میں چلا گیا ہو، اس کے بال بچوں نے اسے اپنا سرپرست مان لیا ہو، یہ کلمہ دونوں معنی میں شامل ہے۔ گھر والوں سے مراد بیوی، بچے، لونڈی اور بوڑھے ماں باپ وغیرہ سب ہی شامل ہیں۔

یہاں خیانت سے عزت، عصمت، مال، زمین وغیرہ تمام کی خیانتیں شامل ہیں۔ ان میں سے کسی قسم کی خیانت کرے اس کی سزا وہی ہے جو آئندہ مذکور ہے۔

اگر چاہے گا تو اس خائن کی تمام عمر کی ساری عبادتیں چھین لے، روزے، نمازیں، حج، زکوٰۃ وغیرہ گویا یہ خیانت نیکیاں چھن جانے کا سبب ہے۔

یعنی خود خیال کرلو کہ مجاہد ایسے خائن کی کوئی نیکی چھوڑے گا ہرگز نہیں۔ نیکی چھین لینے کے یہ معنے ہیں کہ اس خائن کو نیکی کا ثواب نہ ملے بلکہ جو اسے ثواب و درجہ ملتا وہ اس غازی کو دے دیا جائے یا یہ مطلب ہے کہ سوچو کہ رب تعالیٰ کے ہاں مجاہد کی کیا عزت و حرمت ہے۔

بَابُ وَصِيَّةِ الْإِمَامِ لِلْبَعْثِ

امام کی لشکر کو وصیت کرنے کا بیان

(۳۱۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا بَعَثَ جَيْشًا اَوْ سَرِيَّةً اَوْصٰى اَمِيْرَهُمْ فِيْ خَاصَّةٍ نَفْسِهٖ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَاَوْصٰى فِيْمَنْ مَعَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ اُغْزُوْا بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ لَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا وَلَا شَيْخًا كَبِيْرًا فَاِذَا لَقِيْتُمْ عَدُوَّكُمْ فَادْعُوْهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَاِنْ اَبَوْا فَادْعُوْهُمْ اِلٰى اِعْطَاءِ الْجِزْيَةِ فَاِنْ اَبَوْا فَقَاتِلُوْهُمْ فَاِذَا حَصَرْتُمْ اَهْلَ حِصْنٍ فَاَرَادُوْكُمْ اَنْ تُنْزِلُوْا عَلٰى حُكْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلَا تَفْعَلُوْا فَاِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ مَا حُكْمُ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَنْزِلُوْهُمْ عَلٰى حُكْمِكُمْ ثُمَّ احْكُمُوْا فِيْهِ بِمَا بَدَا لَكُمْ فَاِنْ اَرَادُوْكُمْ اَنْ تُعْطُوْهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ فَاَعْطُوْهُمْ ذِمَمَكُمْ وَذِمَمَ اٰبَائِكُمْ فَاِنَّكُمْ اَنْ تُخْفِرُوْا بِذِمَمِكُمْ اَهْوَنُ مِنْ اَنْ تُخْفِرُوْا بِذِمَّةِ اللّٰهِ فِيْ رَقَبَتِكُمْ. وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاِنْ اَرَادُوْكُمْ اَنْ تُعْطُوْهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ رَسُوْلِهٖ فَلَا تُعْطُوْهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَلَا ذِمَّةَ رَسُوْلِهٖ وَلٰكِنْ اَعْطُوْهُمْ ذِمَمَكُمْ وَذِمَمَ اٰبَائِكُمْ فَاِنَّكُمْ اَنْ تُخْفِرُوْا ذِمَمَكُمْ وَذِمَمَ اٰبَائِكُمْ اَيْسَرُ.

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی لشکر یا سریہ کو بھیجنے لگتے تو ان کے امیر کو وصیت فرماتے، بالخصوص اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی، لشکر کے ساتھ نرمی اور احسان کرنے کے بارے میں، آپ ﷺ اس امیر کے ساتھ لشکر کو فرماتے: اللہ تعالیٰ کے نام سے حصول مدد اور اس کی رضا جوئی کے لیے جہاد کریں، اللہ تعالیٰ کے منکروں کو قتل کریں، کسی کو دھوکہ نہ دینا، مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا، جب تم اپنے دشمن سے ملو تو، ان کو اسلام کی دعوت دو، اگر وہ انکار کریں تو ان سے جزیہ مانگو، اگر اس کا بھی انکار کریں تو ان سے قتل وقتال کرو۔ جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو تو اگر وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کا کہہ کر محاصرہ ختم کرنے کا کہیں تو تم ختم نہ کرنا کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہیں جانتے آیا وہ ایسا ہی ہے یا نہیں، لیکن تم اپنے باہمی فیصلہ وحکم سے محاصرہ ختم کر سکتے ہو، پھر تم لوگ اپنی عقل و دانش سے ان کے بارے میں فیصلہ کر سکتے ہو، اگر وہ اس بات کا ارادہ کریں کہ تم ان کو اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمان میں لو، تو تم بجائے اُس کے اپنے عہد و پیمان میں لو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ سے تمہارا اپنا ذمہ توڑنا زیادہ آسان ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اگر وہ اس بات کا ارادہ کریں کہ تم ان کو اللہ تعالیٰ اور اس رسول ﷺ کے عہد و پیمان میں لو، تو تم

بجائے اُس کے اپنے عہد و پیمان میں لو، کیونکہ (اللہ تعالیٰ اور اس رسول ﷺ کے ذمہ سے) تمہارا اپنا ذمہ توڑنا زیادہ آسان ہے۔

(۳۲۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُثْلَةِ۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ کے والد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

شرح:

مثلہ کہتے ہیں اعضاء کو کاٹنے کو جیسے، کان، زبان، وغیرہ کاٹ دینا اس حدیث کو بعینہ امام حاکم نے حضرت عمران بن حصین سے روایت کیا ہے۔ ایک روایت میں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے بعض اصحاب کو جو دارالحرب میں جارہے تھے فرمایا تم مثلہ نہ کرنا، دھوکا نہ دینا، اور بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا۔ اور جانوروں کے مثلہ کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو جانور کے ساتھ مثلہ کرے اس پر اللہ کی لعنت۔ (۱)

اسلام میں مثلہ جائز نہیں اور وہ حدیث جس میں نبی اکرم ﷺ کی طرف مثلہ کی نسبت ہے کہ۔

حضرت انس سے فرماتے ہیں قبیلہ عکل کے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے مسلمان ہو گئے انہوں نے مدینہ کو ناموافق محسوس کیا تو انہیں حضور نے حکم دیا کہ صدقہ کے اونٹوں میں جائیں ان کے پیشاب اور دودھ پئیں انہوں نے یوں ہی کیا تو تندرست ہو گئے پھر مرتد ہو گئے اور ان کے چرواہوں کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک لے گئے پھر حضور نے ان کے پیچھے سپاہی بھیجے وہ لوگ لائے گئے پھر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں پھر ان کو نہ داغا حتی کہ وہ مر گئے اور ایک روایت میں ہے پھر ان کی آنکھیں اندھی کر دی گئیں اور ایک روایت میں ہے کہ سلائیوں کا حکم دیا وہ گرم کی گئیں پھر وہ ان کی آنکھوں میں پھیر دیں اور انہیں حرہ میں ڈال دیا پانی مانگتے تھے تو نہ پلائے جاتے تھے حتی کہ مر گئے (مسلم، بخاری)

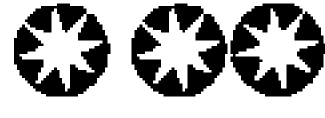
اس کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

خیال رہے کہ اب شریعت میں مثلہ کرنا یعنی ہاتھ پاؤں کاٹ دینا آنکھیں پھوڑ دینا ممنوع ہے، حضور کا یہ عمل یا تو مثلہ کی ممانعت سے پہلے تھا بعد میں مثلہ سے منع فرمایا اس لیے تھا کہ ان لوگوں نے حضور کے چرواہوں کے ساتھ یہ ہی سلوک کیا تھا تو قصاصًا حضور نے بھی ان سے یہ ہی سلوک فرمایا یا اس لیے تھا کہ انہوں نے بہت جرم کیے تھے مرتد ہو جانا، چراہوں کو مار ڈالنا، مال لوٹ لینا وغیرہ لہذا ان کو یہ سزا دی گئی، اگر مجرم کئی قسم کے جرم کرلے تو حاکم تمام قصاصوں کو جمع کر سکتا ہے۔ (مرقات) یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر مرتد پیاس سے مر رہا ہو اور کسی کے پاس بقدر وضو پانی ہو تو اسے پانی نہ دے بلکہ وضو کرے اور اگر ذمی کافر یا جانور پیاس سے مر رہا ہو تو وضو نہ کرے اسے پلائے، مرتد کسی رحم کا مستحق نہیں۔ خیال رہے کہ اسلام بہت رحمت والا دین ہے اور حضور رحمۃ اللعالمین ہیں، مگر اسلام میں سزائیں بہت سخت ہیں کیونکہ سخت سزا سے ہی جرم بند ہوتے ہیں اور ملک میں امن و امان

---

(۱) شرح ملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسند الامام اعظم ص 364

قائم ہوتا ہے، عرب جیسے ملک میں امن ان ہی سختیوں سے قائم ہوا اور آج ہمارے ملکوں میں امن اس لیے نہیں کہ یہاں سزائیں نرم ہیں ہم کو اپنے ہاں کی بدامنی دیکھ کر ان سزاؤں کی قدر معلوم ہوتی ہے کہ آج بازار میں ایک دو چوروں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں ایک دو زانیوں کو رجم کر دیا جائے تو ان شاء اللہ ہمارے ہاں بھی عرب جیسا امن ہوسکتا ہے کہ وہاں لوگ شب کو گھروں کے دروازے بند نہیں کرتے، قیمتی دکان کھلی چھوڑ کر مسجد میں نماز کے لیے آجاتے ہیں، اسلام کی خوبیاں کفار بھی ماننے لگے ہیں۔ (۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِیْ حَدِّ الْبُلُوْغِ

حد بلوغت کا بیان

(۳۲۱) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ حَمَّادٍ وَّاَبِیْهِ وَالْقَاسِمِ بْنِ مَعْنٍ وَعَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطِیَّةَ الْقُرَظِیِّ قَالَ عُرِضْنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ قُرَیْظَةَ قَامَ فَاَمَرَ بِقَتْلِ کِبَارِهِمْ وَسَبْیِ صِغَارِهِمْ فَمَنْ اَنْبَتَ قُتِلَ وَمَنْ لَمْ یُنْبِتْ اُسْتُحْیِیَ۔

حضرت عطیہ قرظی فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں غزوہ بنو قریظہ کے دن پیش کیے گئے، آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور اعلان فرمایا کہ ان میں سے جو بڑے ہیں ان کو قتل کر دیا جائے اور جو چھوٹے ہیں ان کو قیدی بنا لیا جائے، چنانچہ جس کے زیر ناف بال تھے، ان کو قتل کر دیا گیا، اور جن کے نہیں تھے ان کو چھوڑ دیا گیا۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ عُرِضْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اُنْظُرُوْا فَاِنْ کَانَ اَنْبَتَ فَاضْرِبُوْا عُنُقَهٗ فَوَجَدُوْنِیْ لَمْ اُنْبِتْ فَخُلِّیَ سَبِیْلِیْ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ کُنْتُ مِنْ سَبْیِ قُرَیْظَةَ فَعُرِضْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرُوْا فِیْ عَانَتِیْ فَوَجَدُوْنِیْ لَمْ اُنْبِتْ فَاَلْحَقُوْنِیْ بِالسَّبْیِ۔

ایک روایت میں ہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے موئے زیر ناف دیکھو، اگر ہیں تو اس کو قتل کر دو، انہوں نے جب دیکھا تو میرے موئے زیر ناف نہیں اگے تھے، لہٰذا مجھے چھوڑ دیا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ میں غزوہ بنو قریظہ کے قیدیوں میں سے تھا، مجھے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، ان لوگوں نے دیکھا کہ میرے موئے زیر ناف نہیں تھے، تو مجھے قیدیوں کے ساتھ ملا دیا گیا۔

شرح:

حضرت عطیہ فرماتے ہیں کہ فتح قریظہ کے دن ہم کو نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں قیدی بنا کر پیش کیا گیا، قریظہ ایک

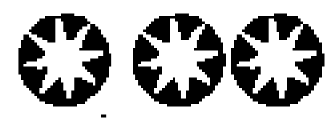
---

(۱) مراۃ المناجیح، ج5، ص448

یہودی قبیلے کا نام ہے جو مدینہ کے پاس واقع تھا، جب انہوں نے دین اسلام کی مخالفت کی تو تو نبی اکرم ﷺ نے بڑوں کو قتل کرنے اور چھوٹوں کو قید کرنے کا حکم دیا تو جس کے موئے زیر ناف جو کہ بلوغت کی ایک نشانی ہے نکلے تھے اس کو قتل کر دیا گیا اور جو کے نہیں نکلے تھے اس کو زندہ چھوڑ دیا گیا۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے مجھے (یعنی عطیہ کو) چھوڑ دیا اس لیے کہ میرے زیر ناف نہ نکلے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بالغ و نابالغ کی ایک صحیح شناخت کا طریقہ زیر ناف بال ہیں، اس لیے کہ نابالغ لڑائی کی طاقت نہیں رکھتے تو ان کا قتل ظلم کے مترادف ہے اس لیے ان کو زندہ رکھ کر قیدی بنا لیا گیا۔



بَابُ لَا تُفَادٰی جِیفَةُ الْاَسِیْرِ

مردہ قیدی کا فدیہ نہ لینے کا بیان

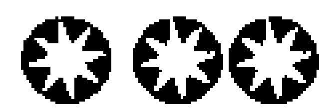
(۳۲۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَابْنُ اَبِي لَيْلٰى عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلاً مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ قُتِلَ فِي الْخَنْدَقِ فَاَعْطَى الْمُشْرِكُوْنَ بِجِيْفَتِهٖ مَالًا فَنَهَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ خندق والے دن مشرکین کا ایک آدمی خندق میں قتل کیا گیا، تو مشرکین نے اس مردے کے بدلے مال دیا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔

شرح:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مشرک آدمی یوم خندق یعنی یوم احزاب غزوہ حندق میں قتل کیا گیا، یا اس کو قتل کر کے خندق میں پھینک دیا گیا تو مشرکین نے اس کی لاش کے بدلے کثیر مال کی آفر کی تو نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔(۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرادہ لاش کو بیچنا جائز نہیں اور اس کے بدلے مال لینا حرام ہے۔



---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 264

بَابُ النَّهْيِ عَنْ اَنْ يُّبَاعَ الْخُمُسُ حَتّٰى يُقْسَمَ

خمس کے مال کو تقسیم تک نہ بیچنے کا بیان

(۴۲۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ اَنْ يُّبَاعَ الْخُمُسُ حَتّٰى يُقْسَمَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم خیبر مال خمس کو تقسیم تک بیچنے سے منع فرمادیا۔

شرح:

یعنی جس وقت قلعہ خیبر فتح ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے خمس کو اس کی تقسیم سے پہلے فروخت کرنے سے منع فرمایا صاحب ہدایہ فرماتے ہیں مال غنیمت کو دارحرب میں تقسیم نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو دارالسلام میں لایا جائے گا (پھر تقسیم ہوگی) ور امام شافعی فرماتے ہیں دارالحرب میں مال غنیمت کو تقسیم کرنے میں کوئی خرج نہیں جب کہ کفار بھاگ جائیں۔

اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک غانمین کی ملک دارالسلام میں پہنچ کر ثابت ہوتی ہے اور امام شافعی کے نزدیک ملک کفار کے بھاگ جانے سے ثابت ہوجاتی ہے، امام ابن ہمام فرماتے ہیں جو حدیث صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے دارالحرب میں مال غنیمت کو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے، اس کی اسناد بہت غریب ہیں لیکن اس مسئلہ میں اصل اس حدیث کو بنایا جاسکتا ہے جس کو امام اعظم نے روایت کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ (۱)

(۴۲۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُقْسِمْ شَيْئًا مِّنْ غَنَائِمِ بَدْرٍ اِلَّا بَعْدَ مَقْدَمِهٖ بِالْمَدِيْنَةِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے مال غنیمت کو مدینہ تشریف لانے کے بعد تقسیم کیا۔

شرح:

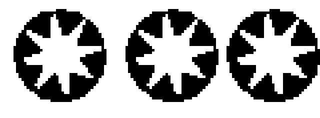
مواہب میں امام قسطلانی نے روایت کیا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ بدر سے مدینہ میں تشریف تو آپ کے ساتھ مشرک قیدا اور وہ مال تھا جو ان سے حاصل کیا گیا تھا (یعنی مال غنیمت) نبی اکرم ﷺ نے اس کی حفاظت پر حضرت عبداللہ بن کعب کو مقرر فرمایا اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مال کو تمام مسلمانوں میں برابر تقسیم فرمایا۔ (۲)

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 189

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 185

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ میرے لیے تمام روئے زمین پاک کرنے والی (آلہ تیمم) اور مسجد بنادی گئی، اور پہلے انبیاء میں سے کوئی نبی اپنی اپنی محراب (مسجد) کے بغیر کسی اور جگہ نماز نہیں پڑھتا تھا۔ ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی ہے، جب میرے سامنے مشرکین آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں میرا رعب قائم کردیتا ہے، اور پہلے نبی کو اس کی مخصوص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام جنات اور انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، اور پہلے انبیاء خمس (مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ) کو الگ کردیتے تھے، پھر آگ آکر اس کو کھاجاتی تھی اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس خمس کو اپنی امت کے فقراء میں تقسیم کردوں، اور ہر نبی کو ایک شفاعت عطا کی گئی ہے (صحیح مسلم میں ہے ہر نبی نے اس شفاعت کو دنیا میں خرچ کرلیا) اور میں نے اس شفاعت کو اپنی امت کے لیے موخر کرلیا ہے۔ (۱)



(۱) مسند البزار رقم الحدیث 2441 :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْبُيُوْعِ

خرید و فروخت کا بیان

بَابُ مَا جَآءَ فِيْمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ

شبہات سے بچنے والے کا بیان

(۳۲۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَّالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَّ بَيْنَ ذٰلِكَ مُشْتَبِهَاتٌ لَّا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اِسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ۔

حضرت شعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حلال واضح ہے، اور حرام بھی ظاہر ہے، اور ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں، جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، تو جو مشتبہات سے بچا، اس نے اپنا دین اور عزت کو محفوظ کر لیا۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حلال وحرام ظاہر ہے کہ ہر مسلمان ان کو جانتا ہے (لیکن آج کے دور میں تو اکثر لوگوں کو اس کی بھی پہچان نہیں) اور حلال وحرام کے درمیان ایسی چیزیں بھی ہیں جن کی حلت وحرمت میں شک ہے اور اکثر لوگ اس سے نا آشنا ہیں ان کا حکم سوائے علماء کے کوئی نہیں جانتا، تو جو ان شبہات سے بچا تو یہ اپنے دین اور اپنی عزت دونوں میں بری ہے کسی کے لیے اس کے دین اور اس کی مروت میں طعن جائز نہیں۔

اس حدیث کو طوالت کے ساتھ محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ حلال وہ ہے جس کو اللہ نے حلال کیا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ نے حرام کیا اور جن سے اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا تو وہ ان چیزوں سے ہیں جو معاف ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے یعنی جس کی حرمت پر کوئی دلیل آ گئی تو وہ حرام، اور جس کی حلت پر

کوئی دلیل آ گئی تو وہ حلال ہے اور جن چیزوں کی حلت وحرمت میں شرع میں کوئی صراحت نہیں ملتی تو وہ مباح ہیں، واللہ اعلم۔

(۱) ایک روایت میں حضرت نعمان ابن بشیر فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ شبہ کی چیزیں ہیں جنہیں بہت لوگ نہیں جانتے (۲) تو جو شبہات سے بچے گا وہ اپنا دین اور اپنی آبرو بچا لے گا اور جو شبہات میں پڑے گا وہ حرام میں واقع ہو جائے گا (۳) جیسے جو چرواہا شاہی چراگاہ کے آس پاس چرائے تو قریب ہے کہ اس میں جانور چرلیں (۴) آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی مقرر کردہ چراگاہ اس کے محرمات ہیں، آگاہ رہو کہ جسم میں ایک پارہ گوشت ہے جب وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے، خبردار وہ دل ہے (۵) (مسلم، بخاری)

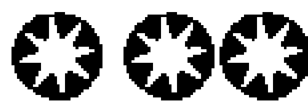
اس کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں۔

یہ حدیث اصل اصول دین ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ چیزیں تین قسم کی ہیں: بالکل حلال جن کی حلت منصوص ہے، بالکل حرام جن کی حرمت منصوص ہے جیسے محرمات وفواحش اور مشتبہات جن میں حلت وحرمت کے دلائل متعارض ہیں یا حلت وحرمت کی دلیل نہیں، اصل حلال پر عمل کرو، اصل حرام سے ضرور بچو اور مشتبہات سے احتیاطاً پرہیز کرو کہ شاید حرام ہوں مگر جن میں حلت کی اصل موجود ہو وہ مشتبہ نہیں، انہیں حرام سمجھنا محض باطل وہم ہے لہذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ میلاد شریف عرس بزرگانِ دین کو بعض علماء حرام بھی کہتے ہیں لہذا یہ مشتبہات سے ہے۔ (از مرقات)

یعنی جو شخص مشتبہات سے پرہیز نہ کریگا وہ آخرکار محرمات میں بھی پھنس جائیگا اس لئے مشتبہات سے بچو۔

شاہی چراگاہ میں جانور چرانا سخت جرم ہوتا ہے ہوشیار چرواہے شاہی چراگاہ سے دور ہی رہتے ہیں تا کہ کوئی جانور بے قابو ہو کر اس چراگاہ میں نہ گھس جائے اور ہم مجرم ہو جائیں مگر بے احتیاط چرواہے وہاں قریب پہنچ جاتے ہیں اور آخرکار ان کا جانور وہاں گھس جاتا ہے اور یہ مجرم ہو کر پکڑے جاتے ہیں، ایسے ہی مشتبہات میں واقع ہونے والا کبھی حرام میں بھی گرفتار ہو جائے گا تم چرواہے ہو، نفس بے سمجھ جانور، محرمات شرعیہ شاہی چراگاہ ہے، مشتبہات اس چراگاہ کے متصل زمین۔

یعنی دل بادشاہ ہے جسم اس کی رعایا جیسے بادشاہ کے درست ہو جانے سے تمام ملک ٹھیک ہو جاتا ہے ایسے ہی دل سنبھل جانے سے تمام جسم ٹھیک ہو جاتا ہے، دل ارادہ کرتا ہے جسم اس پر عمل کی کوشش کہ دل میں برے ارادے نہ پیدا ہوں اس لیے صوفیاء کرام دل کی اصلاح پر بہت زور دیتے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دل کو اپنی منزلوں میں رکھو، اس کی منزل فرض، واجب، سنت، مستحب، آداب مباح ہیں ان حدود میں رہا تو خیر ہے اگلی منزلیں خطرناک ہیں ادھر نہ جانے دو، اگلی منزلیں مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی، حرام وکفر ہیں، مکروہ تنزیہی سے بچاؤ تا کہ آگے بڑھنے کی ہمت نہ کرے۔



---

(۱) مراۃ المناجیح، ج4، ص 371

بَابُ اللَّعْنِ عَلَى الْخَمْرِ

شراب پر لعنت کا بیان

خمر کے لفظی معنی ہیں ڈھکنا چھپانا اسی لیے دوپٹہ کو خمار کہتے ہیں کہ وہ سر ڈھک لیتا ہے، شراب کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ پینے والے کی عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے، دوسرے اماموں کے نزدیک ہر پتلی نشہ آور چیز خمر ہے اور اس کا پینا حرام نشہ دے یا نہ دے خواہ انگور کی ہو یا کھجور وغیرہ کسی اور چیز کی۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف شراب انگوری کو خمر کہتے ہیں دوسری شرابیں خمر نہیں کہلاتیں، امام اعظم کے ہاں انگوری اور غیر انگوری میں چند طرح فرق ہے: ایک یہ کہ خمر یعنی شراب انگوری حرام قطعی ہے اس کا حلال جاننے والا مرتد ہے باقی شرابیں حرام ظنی ہیں جن کا منکر کافر نہیں۔ دوسرے یہ کہ خمر یعنی شراب انگوری نجس العین نجاست غلیظہ ہے دوسری شرابیں نجاست غلیظہ۔ تیسرے یہ کہ خمر یعنی شراب انگوری کا ایک قطرہ پینے والے کو حد یعنی اسی ۸۰ کوڑے ماریں جائیں گے، دوسری شراب حد نشہ تک پینے والے کو حد لگے گی کم والے کو نہیں۔ چوتھے یہ کہ خمر کا ایک قطرہ بھی حرام ہے نشہ دے یا نہ دے، دوسری شرابیں حد نشہ سے کم حرام نہیں بلکہ حد نشہ پر حرام ہوتی ہیں، ہاں جو کوئی لہو ولعب، عیش وطرب کے لیے حد نشہ سے کم پئے تو سخت گنہگار ہے، ہر لہو حرام ہے اور لہو والا حرام کا مرتکب۔ امام محمد کے ہاں ہر شراب کا قطرہ بھی حرام ہے مگر فی زمانہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ نہ دیا جائے ورنہ فساق اس بہانہ سے شراب خوری کریں گے۔ کسی نے ابوحفص کبیر سے شراب کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ہر شراب کا قطرہ بھی حرام ہے سائل نے کہا آپ نے امام اعظم کے خلاف کہا آپ نے فرمایا فی زمانہ لہو ولعب کے لیے لوگ پیتے ہیں لہذا حرام کے مرتکب ہیں جن کے لیے غیر خمر کا قطرہ حلال تھا، اب وہ لوگ نہ رہے یہ وہ تھے جو صرف کھانا ہضم کرنے، نماز پر قوت حاصل کرنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ (اشعہ ولمعات) افیون، بھنگ، چرس وغیرہ نشہ آور غیر پتلی چیزوں کا بھی یہی حکم ہے کہ تا حد نشہ حرام ہیں اس لیے کم دواء، حلال لہو ولعب کے لیے حرام، نیز وہ چیزیں نجس نہیں۔

(۳۲۶) أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لُعِنَتِ الْخَمْرُ وَ عَاصِرُهَا وَسَاقِيهَا وَشَارِبُهَا وَبَائِعُهَا وَ مُشْتَرِيهَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ شراب، اور شراب نچوڑنے والے، شراب پلانے والے، شراب پینے والے، شراب بیچنے والے اور شراب خریدنے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

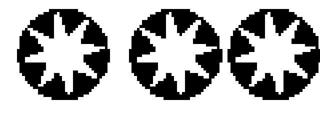
شرح:

ایک روایت میں حضرت ابن عمر فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ لعنت کرے شراب پر اس کے پینے والے، پلانیوالے پر، اور اسکے بیچنے والے اور خریدار پر، نچوڑ والے اور نچوڑوانے والے، اٹھانے والے پر اور جس تک پہنچائی

جائے اس پر۔

اس حدیث کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں۔شراب پر لعنت کرنے کے معنے یہ ہیں کہ اسے رب نے تمام خوبیوں سے خالی کر دیا اور اس میں ہر عیب بھر دیا اس لئے اس کا نام اُم الخبائث یعنی گناہوں کی اصل وجڑ ہے کہ نشہ میں انسان سارے گناہ کر لیتا ہے۔

اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ، اگرچہ یہ دسوں گناہ میں مختلف ہیں لعنت کے مستحق سب ہی ہیں۔خیال رہے کہ اجمالاً گنہگار پر بھی لعنت کرنا جائز ہے جیسے کہا جائے کہ جھوٹوں پر لعنت مگر نام لے کر لعنت صرف کفار پر جائز ہے، کسی گنہگار مسلمان پر جائز نہیں اور بعد مرے صرف اس کافر پر لعنت جائز ہے جس کا کفر پر مرنا یقین سے معلوم ہو، صرف لعان میں خاوند بیوی اپنے پر لعنت کرتے ہیں کہ اگر میں نے جھوٹ کہا ہو تو مجھ پر لعنت ہے۔(مراۃ المناجیح، ج 4، ص 385)



بَابُ هَلْ يَجُوْزُ بَيْعُ الْخَمْرِ؟

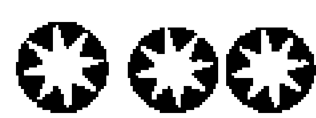
باب : کیا شراب بیچنا جائز ہے؟

(۳۲۰) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ اَوْ سَاَلَهُ اَبُو كَثِيْرٍ عَنْ بَيْعِ الْخَمْرِ فَقَالَ قَاتَلَ اللهُ الْيَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ فَحَرَّمُوْا اَكْلَهَا وَاسْتَحَلُّوْا بَيْعَهَا وَاَكَلُوْا اَثْمَانَهَا وَاَنَّ الَّذِيْ حَرَّمَ الْخَمْرَ حَرَّمَ بَيْعَهَا وَاَكْلَ ثَمَنِهَا۔

حضرت محمد بن قیس فرماتے ہیں کہ میں نے یا ابو کثیر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے شراب کی خرید و فروخت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں کو قتل کرے کہ ان پر چربی حرام کی گئی تو انہوں نے اسے کھانے کو حرام ٹھہرایا لیکن اس کی خرید و فروخت کو حلال ٹھہرایا، اور اس کی قیمت حلال جانی، اور بیشک اس ذات نے بذات خود شراب کو، اس کی بیع کو اور اس کی قیمت کو حرام ٹھہرایا۔

شرح:

اس حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ جس چیز کا کھانا، پینا جائز نہیں اس کو کسی صورت میں بھی بیچا نہیں جاسکتا، نہ اس کی ہیئت بدل کر نہ اس کی اصلی ہیئت پر جیسے شراب، خنزیر، مردار وغیرہ۔

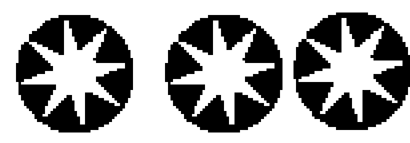


بَابُ اللَّعْنِ عَلٰی اٰکِلِ الرِّبٰوا

سود خور پر لعنت کا بیان

(۳۲۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُؤْكِلَهٗ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی۔



بَابُ الرِّبٰوا فِي النَّسِيْئَةِ

ادھار میں سود کا بیان

(۳۲۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ اِنَّمَا الرِّبٰوا فِي النَّسِيْئَةِ وَمَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ۔

حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ سود ادھار میں ہے، اور جو نقدی سودا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳۳۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَالْفَضْلُ رِبٰوا وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَزْنًا بِوَزْنٍ وَالْفَضْلُ رِبٰوا وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْفَضْلُ رِبٰوا وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَالْفَضْلُ رِبٰوا وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَّالْفَضْلُ رِبٰوا۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزْنًا بِوَزْنٍ يَدًا بِيَدٍ وَالْفَضْلُ رِبٰوا وَالْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ كَيْلًا بِكَيْلٍ يَدًا بِيَدٍ وَالْفَضْلُ رِبٰوا وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ كَيْلًا بِكَيْلٍ وَالْفَضْلُ رِبٰوا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونا سونے کے بدلے، برابر برابر اور زیادتی سود ہے، چاندی، چاندی کے بدلے برابر سرابر وزن اور زیادتی سود ہے، کھجور، کھجور کے بدلے اور زیادتی سود ہے، جو، جو کے بدلے برابر سرابر اور زیادتی سود ہے، نمک، نمک کے بدلے اور زیادتی سود ہے۔ ایک روایت میں ہے: سونا سونے کے بدلے برابر سرابر، نقدو نقد اور زیادتی سود ہے، گندم، گندم کے بدلے، ناپ تول میں برابر، نقدو نقد اور زیادتی سود ہے، کھجور، کھجور کے بدلے نمک، نمک کے بدلے ناپ تول میں برابر سرابر اور زیادتی سود ہے۔

شرح:

ربا کا لغوی معنی:

لغت میں ربا کے معنی زیادتی' بڑھوتری اور بلندی ہیں' علامہ زبیدی لکھتے ہیں علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ اصل مال پر زیادتی کو ربا کہتے ہیں اور زجاج نے کہا ہے کہ ربا کی دو قسمیں ہیں' ایک ربا حرام ہے اور دوسرا حرام نہیں ہے۔ ربا حرام ہر وہ قرض ہے جس میں اصل رقم سے زیادہ وصول کیا جائے یا اصل رقم پر کوئی منفعت لی جائے اور ربا غیر حرام یہ ہے کہ کسی کو ہدیہ دے کر اس سے زیادہ لے جائے۔ (تاج العروس شرح القاموس ج ۱۰ ص ۱۴۳' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر ۱۳۰۶ھ)

علامہ عینی نے "شرح المہذب" کے حوالے سے لکھا ہے کہ ربا کو الف' واؤ یا تینوں کے ساتھ لکھنا صحیح ہے یعنی ربا' ربو اور ربی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۹۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیر یہ مصر ۱۳۴۸ھ)

ربا کا اصطلاحی معنی:

اصطلاح شرع میں ربا کی دو قسمیں ہیں: ربا النسیۂ (اس کو ربا القرآن بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کو قرآن مجید نے حرام کیا ہے) اور ربا الفضل (اس کو ربا الحدیث بھی کہتے ہیں)۔ ربا الفضل یہ ہے کہ ایک جنس کی چیزوں میں دست بدست زیادتی کے عوض بیع ہو' مثلاً چار کلو گرام گندم کو نقد آٹھ کلو گرام گندم کے عوض فروخت کیا جائے۔ ربا الفضل کن چیزوں میں ہے اس میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے جس کو ان شاء اللہ ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔ ربا النسیءۃ یہ ہے کہ ادھار کی میعاد پر معین شرح کے ساتھ اصل رقم سے زیادہ وصول کرنا یا اس پر نفع وصول کرنا۔ آج کل دنیا میں جو سود رائج ہے اس پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ شریعت میں ربا بغیر عقد بیع کے اصل مال پر زیادتی ہے اور ہمارے نزدیک ربا یہ ہے کہ مال کے بدلے میں مال میں جو مال بلا عوض لیا جائے مثلاً کوئی شخص دس درہم کو گیارہ درہم کے بدلے میں فروخت کرے تو اس میں ایک درہم زیادتی بلا عوض ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیر یہ' مصر ۱۳۴۸ھ)

علامہ ابن اثیر نے جو تعریف کی ہے وہ ربا النسیۃ پر صادق آتی ہے اور علامہ عینی نے جو تعریف کی ہے وہ ربا النسیۃ پر اس لیے صادق نہیں آتی کیونکہ اس میں ادھار کا ذکر نہیں ہے اور چونکہ اس میں مجانست کی قید نہیں ہے اس لیے ربا الفضل پر بھی صادق نہیں آتی۔

ربا النسیءۃ کی صحیح اور واضح تعریف امام رازی نے کی ہے' لکھتے ہیں: ربا النسیۃ زمانہ جاہلیت میں مشہور اور معروف تھا۔ وہ لوگ اس شرط پر قرض دیتے تھے کہ وہ اس کے عوض ہر ماہ (یا ہر سال) ایک معین رقم لیا کریں گے اور اصل رقم مقروض کے ذمہ باقی رہے گی' مدت پوری ہونے کے بعد قرض خواہ مقروض سے اصل رقم کا مطالبہ کرتا اور اگر مقروض اصل رقم ادا نہ کر سکتا تو قرض خواہ مدت اور رقم دونوں میں اضافہ کر دیتا' یہ وہ ربا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۵۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

ربا الفضل کی تعریف اور اس کی علت کے متعلق مذاہب اربعہ:

ربا الفضل یہ ہے کہ ایک مخصوص مال کو اس کی مثل سے نقد زیادتی کے ساتھ یا ادھار فروخت کیا جائے مثلاً پانچ کلو گرام گندم

کو دس کلوگرام گندم کے عوض نقد فروخت کیا جائے یا پانچ کلوگرام کو پانچ کلوگرام گندم کے عوض ایک سال کے ادھار پر فروخت کیا جائے اس کو ربا الحدیث بھی کہتے ہیں' کیونکہ امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: سونا سونے کے عوض' چاندی چاندی کے عوض' گندم گندم کے عوض' جو جو کے عوض' کھجور کھجور کے عوض' نمک نمک کے عوض برابر برابر فروخت کرو اور نقد بہ نقد اور جب یہ اجناس مختلف ہو جائیں تو پھر جس طرح چاہو فروخت کرو بشرطیکہ نقد بہ نقد ہوں' اور ایک روایت میں ہے: جس نے زیادہ لیا یا زیادہ دیا اس نے سودی کاروبار کیا۔ دینے والا اور لینے والا دونوں برابر ہیں' اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دینار کو دو دیناروں کے بدلہ میں اور ایک درہم کو دو درہم کے بدلہ میں فروخت نہ کرو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۔ ۲۵۔ ۲۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے چھ چیزوں میں ربا الفضل کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے: سونا' چاندی' گندم' جو' چھوارے اور نمک' غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ان چھ چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز میں کمی وزیادتی کیساتھ بیع حرام نہیں ہے' کیونکہ وہ قیاس کے منکر ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تمام فقہاء یہ کہتے ہیں کہ حرمت کا یہ حکم ان چھ چیزوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جو چیزیں ان کے معنی میں شریک ہوں ان میں بھی تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہے' پھر ان فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ ان چھ چیزوں میں حرمت ربا کی علت کیا ہے؟ امام شافعی نے کہا: سونے اور چاندی میں علت حرمت ان کا جنس ثمن سے ہونا ہے اس لیے باقی وزنی چیزوں میں کمی اور بیشی کے ساتھ بیع حرام نہیں ہو گی' کیونکہ علت حرمت مشترک نہیں ہے' امام شافعی نے فرمایا باقی چار چیزوں میں علت حرمت کھانے کی جنس سے ہونا ہے' سو ہر کھانے کی چیز میں تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہو گی' امام مالک کا قول سونے اور چاندی میں امام شافعی کی طرح ہے اور باقی چیزوں میں ان کے نزدیک علت حرمت خوراک کے لیے ذخیرہ ہونے کی صلاحیت ہے سو انہوں نے منقیٰ میں تفاضل کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ گندم اور جو کی طرح اس کا بھی ذخیرہ کیا جا سکتا ہے' امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ سونے اور چاندی میں علت وزن ہے اور باقی چار چیزوں میں علت ماپنا ہے پس ہر وہ چیز جس کی بیع وزن اور ماپنے سے ہوتی ہو اتحاد جنس کی صورت میں اس کی تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہے' اور سعید بن مسیب' امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ ان چار چیزوں میں علت حرمت طعام کا وزن یا ماپ کے ساتھ فروخت ہونا ہے اس بنا پر کھانے پینے کی جو چیزیں عددا فروخت ہوتی ہیں جیسے انڈا وغیرہ ان میں تفاضل سے ساتھ بیع حرام نہیں ہے' نیز فقہاء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ ایک سود والی جنس کو دوسری سود والی جنس کے ساتھ کمی وبیشی اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے مثلاً سونے کی گندم کے بدلے میں یا چاندی کی جو کے بدلے میں کمی اور بیشی کے ساتھ بیع کی جائے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ ایک سود والی جنس کی اپنی جنس کے ساتھ ادھار بیع جائز نہیں ہے اور سود والی جنس کی اپنی جنس کے بدلے میں تفاضل کے ساتھ نقد بیع بھی جائز نہیں ہے' مثلاً سونے کی سونے کے بدلے میں ادھار بیع جائز ہے نہ نقد تفاضل کے ساتھ۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۴۔ ۲۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام ابوالقاسم خرقی حنبلی لکھتے ہیں ہر وہ چیز جو وزن یا ماپ کے ذریعہ فروخت کی جائے اس کی اس جنس کے بدلہ میں تفاضل سے بیع جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد سے دوسری روایت یہ منقول ہے کہ سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ثمنیت ہے اور باقی چیزوں میں طعم حرمت کی علت ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ (المغنی ج ٤ ص ٢٧' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ١٤٠٥ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد سے تیسری روایت یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے علاوہ حرمت کی علت یہ ہے کہ وہ چیز جنس طعام سے ہو اور ماپ یا وزن سے بکتی ہو لہٰذا جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں ان کی کمی اور بیشی کے ساتھ بیع جائز ہوگی۔

(المغنی ج ٤ ص ٢٧' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ١٤٠٥ھ)

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک کے نزدیک سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ثمنیت ہے اور باقی چار میں حرمت کی علت خوراک کا ذخیرہ ہونا یا خوراک کی صلاحیت ہے۔

امام مالک کے مذہب پر نوٹ اور دوسرے سکوں میں سود کا ہونا بالکل واضح ہے' کیونکہ ان میں ثمنیت موجود ہے۔ علامہ ابوالحسین مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک حرمت کی علت قدر مع الجنس ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ٧٧' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

ربا الفضل میں ائمہ کی بیان کردہ علت کا ایک جائزہ:

ائمہ کرام نے احادیث مبارکہ کو سامنے رکھ کر حتی المقدور اس امر کی سعی اور کوشش فرمائی ہے کہ سود کے لیے کوئی اصول وضع کیا جا سکے کیونکہ یہ ظاہر کہ احادیث میں جن چھ چیزوں (سونا' چاندی' گندم' جو' کھجور' اور نمک) میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنے کو ربا فرمایا ہے' ان میں حصر نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کو بطور مثال ذکر کیا ہے' اسی لیے ائمہ اور مجتہدین نے انتہائی محنت اور جانفشانی سے ان چیزوں میں کوئی امر مشترک تلاش کر کے اس کو علت ربا قرار دیا ہے جیسا کہ مذکور الصدر تفصیل سے ظاہر ہو چکا ہے۔ ان بزرگوں نے نہایت کاوش کے ساتھ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ارشادات مبارکہ کو سمجھا اور سمجھایا ہے' ہم نے جب ان احادیث پر غور کیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے:

"اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم،

(صحیح مسلم ج ٢ ص ٢٥' مطبوعہ اصح المطابع' کراچی)

جب دو نوع مختلف ہو جائیں تو جس طرح چاہو فروخت کرو" اور جب ان میں اختلاف نہ ہو تو فرمایا: مثلاً بمثل فروخت کرو اور مثل میں مساوات کا مطلب ہے قدر میں مساوات اور قدر وزن' کیل اور عدد تینوں کو شامل ہے جس طرح ایک کلو یا ایک صاع گندم دو کلو یا دو صاع گندم کے برابر نہیں ہیں' اسی طرح ایک درجن اخروٹ اور انڈے دو درجن اور انڈوں کی مثل اور برابر نہیں ہے۔ یہ ایک بالکل بدیہی بات ہے اور اس میں کوئی خفاء نہیں ہے اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں بھی وزنا کیلا (ماپ کے ذریعہ) یا عدداً فروخت ہوتی ہیں خواہ وہ از قبیل ثمن ہوں یا از قبیل طعام ہوں یا عام استعمال کی چیزیں ہوں' لائق ذخیرہ ہوں یا نہ ہوں جب ان کی بیع مثلاً بمثل یعنی وزن ماپ یا عدد کے اعتبار سے برابر برابر اور یداً بید یعنی نقد کی جائے گی تو وہ جائز ہوگی اور اگر

وزن‘ عدد یا ماپ میں زیادتی کے ساتھ یا ادھار بیع ہوگی تو نا جائز اور حرام ہوگی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے حرمت ربا کی سلسلہ میں جتنی بھی احادیث روایت کی گئی ہیں سب میں مثلاً بمثل کی قید ہے اور فقہاء نے مثل کا معنی قدر کیا ہے وزن‘ ماپ اور عدد تینوں کو شامل ہے‘ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آسکی کہ ایک کلو یا ایک صاع گندم تو دو کلو یا دو صاع گندم کے غیر مثل ہوں اور ایک درجن انڈے یا اخروٹ دو درجن انڈوں یا اخروٹوں کے غیر مثل نہ ہوں اس لیے مثل میں جس طرح وزنی اور ماپ والی چیزیں شامل ہیں اسی طرح عددی چیزیں بھی شامل ہیں اور اس پر سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) ”للذکر مثل حظ الانثیین“۔ (النساء ۱۱) مرد کے لیے عورتوں کی دو مثل (دوگنا) حصہ ہے“۔ فرض کیجئے لڑکی کو ایک کلو چاندی ملتی ہے تو لڑکے کو دو کلو چاندی ملے گی‘ لڑکی کو ایک سو صاع گندم ملتی ہے تو لڑکے کو دو سو صاع گندم ملتی ہے تو لڑکے کو دو سو صاع گندم ملے گی اور اگر لڑکی کو ایک ہزار روپے ملتے ہیں تو لڑکے کو دو ہزار روپے ملیں گے‘ اس سے معلوم ہوا کہ مثل‘ ماپ‘ والی‘ وزنی‘ عددی ہر قسم کی مساوی چیز کو کہتے ہیں‘ حدیث شریف میں ہے‘ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ایک دینار کو دو دینار کو دو دینار اور ایک درہم کو دو درہموں کے عوض نہ فروخت کرو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴‘ سنن کبریٰ ج ۵ ص ۲۷۸)

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ارشاد کے مطابق جس طرح وزنی اور ماپ والی ایک نوع کی دو چیزوں میں زیادتی کے ساتھ بیع ربا ہے اسی طرح ایک نوع کی عددی چیزوں میں بھی زیادتی کے ساتھ بیع ربا ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں بہ ظاہر یہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ ایک نوع کی دو چیزیں خواہ وہ از قبیل طعام ہوں یا استعمال ہوں یا ثمن ہوں اگر ان کی بیع کمی یا زیادتی کے ساتھ ہو خواہ کمی یا زیادتی عدد میں ہو یا کیل میں ہو یا وزن میں ہو یا بیع ادھار ہو تو وہ ربا ہے اور اگر اور نقد بیع ہو تو جائز اور صحیح ہے۔ ھذا ما عندی والعلم التام عند اللہ۔

امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک ایک نوع کی ماپ اور تول والی چیزوں میں سود ہے‘ ان کے نزدیک علت ربا ماپ اور تول اور اشتراک جنس ہے‘ وہ عددی چیزوں میں حرمت ربا کے قائل نہیں ہیں مثلاً وزناً بکتا ہے اس لیے ایک کلو گرام سیب کو دو کلو گرام سیب کے عوض فروخت کرنا ان کے نزدیک سود ہے اور کیلے عدداً فروخت ہوتے اس لیے ایک درجن کیلوں کو دو درجن کیلوں کو دو درجن کیلوں کے عوض فروخت کرنا ان کے نزدیک سود نہیں ہے‘ اور یہ انتہائی تعجب خیز امر ہے کہ سیب میں زیادتی کے ساتھ بیع سود ہو اور کیلوں میں زیادتی کے ساتھ بیع سود نہ ہو۔ بعض چیزوں میں چیزوں میں عدداً اور وزناً فروخت ہونے کا عرف بدلتا رہتا ہے‘ مثلاً پشاور میں پہلے روٹی تول کر فروخت ہوتی تھی اور اب عدداً فروخت ہوتی ہے اور اخروٹ تول کر بھی بکتے ہیں او عدد بھی فروخت ہوتے ہیں یعنی آپ اگر عدداً اخروٹ خریدیں تو سو کے بدلے میں دو سو اخروٹ لے سکتے ہیں اور یہ سود نہیں ہے اور وزناً خریدیں تو ایک کلو کے بدلہ میں دو کلو اخروٹ نہیں لے سکتے اور یہ سود ہے‘ بعض شہروں میں مالٹے ایک ہی دکان پر عدداً بھی بکتے ہیں اور تول کر بھی اور یہ بڑی حیرت انگیز بات ہوگی کہ ایک ہی دکان دار سے ایک چیز کو وزناً زیادتی کے ساتھ لینا سود ہو اور عدداً لینا سود نہ ہو ہوسکتا ہے کہ اس کوئی توجیہ ہو لیکن میری ناقص فہم میں یہ بات نہیں آسکی۔ رہا یہ کہ بعض احادیث میں ایک حیوان کی دو حیوانوں

کے ساتھ بیع کا جواز ہے تو اولاً تو یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شارع ہیں' جس کا چاہیں استثناء فرمادیں' اس لیے یہ حدیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بندر ہے گی۔ ثانیاً ہوسکتا ہے کہ اس کی یہ وجہ ہو کہ جس طرح دو غیر جاندار چیزوں میں عین کے لحاظ سے مساوات ہوتی ہے اس طرح دو جاندار چیزوں میں عیناً مساوات نہیں ہوتی اور صفات میں فرق ہوتا ہے مثلاً ایک غلام عالم ہو تو وہ دس جاہل غلاموں سے قیمتی ہوگا' ایک گھوڑا اعلیٰ نسل کا ہو تو وہ ادنیٰ نسل کے دس گھوڑوں سے قیمتی ہوگا' اس وجہ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک حیوان کی دو حیوانوں کے ساتھ بیع جائز فرمائی ہو اور آپ کی تمام حکمتوں کو کون جان سکتا ہے۔

امام شافعی کے نزدیک حرمت کی علت طعم اور ثمنیت ہے' لہٰذا تمام کھانے پینے کی چیزوں اور سونے اور چاندی میں ہم جنس چیزوں کی زیادتی کے ساتھ بیع ان کے نزدیک سود ہے لیکن جو چیزیں کھانے پینے کی اور ثمن نہ ہوں' مثلاً تانبا' پیتل' چونا' کپڑا اور لکڑی وغیرہ ان میں امام شافعی کے نزدیک ہم جنس اشیاء کی زیادتی کے ساتھ بیع سود نہیں ہے اور یہ عجیب وغریب بات ہے کہ ایک کلو چاندی کی دو کلو چاندی کے بدلہ میں بیع سود ہو اور ایک کلو تانبا یا پیتل کی دو کلو تانبے یا پیتل کے بدلہ میں بیع سود نہ ہو اور تانبا' پیتل' چونا کپڑے وغیرہ میں امام شافعی کے نزدیک سود نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک سود ہے اور کھانے پینے کی عددی اشیاء مثلاً انڈے اور اخروٹ میں امام حنیفہ کے نزدیک سود نہیں ہے' اور امام شافعی کے نزدیک سود ہے۔

امام مالک کے نزدیک حرمت کی علت ثمن ہونا اور خوراک کا قابل ذخیرہ ہونا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ تانبا' پیتل' لوہا' لکڑی اور دیگر عام استعمال کی اشیاء میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا ان کے نزدیک سود نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان اشیاء میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا سود ہے۔

اور طعام کے علاوہ استعمال کی جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں : جیسے پین' پنسل' ہتھیار' میز' کرسی' اور عام فرنیچر ان میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا کسی امام کے نزدیک بھی سود نہیں ہے یعنی ایک انڈے یا ایک اخروٹ کی دو انڈوں یا دو اخروٹوں کے بدلے میں بیع کرنا امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک سود ہے۔ لیکن ایک پین یا ایک بندوق کی دو پین یا دو بندوقوں کے بدلہ میں بیع کرنا کسی امام کے نزدیک سود نہیں ہے اور یہ انتہائی عجیب بات ہے۔

ربا الفضل کی حرمت کا سبب :

ربا الفضل اس زیادتی کو کہتے ہیں جو ایک ہی جنس کی دو چیزوں کے دست بدست لین دین میں ہو۔ رسول اللہ نے ربو الفضل کو اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ اس سے ربا النسیۃ کا دروازہ کھلتا ہے اور انسان میں وہ ذہنیت پرورش پاتی ہے جس کا آخری ثمرہ سود خوری ہے یہ حکمت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خود بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : ایک دینار کو دو دیناروں کے عوض اور ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے میں نہ فروخت کرو' مجھے خوف ہے کہیں تم سود خوری میں نہ مبتلا ہو جاؤ۔

علامہ علی متقی نے یہ حدیث طبرانی کے حوالے سے بیان کی ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۱۸۷-۱۱۷' مطبوعہ بیروت)

ظاہر ہے کہ ایک جنس کی دو چیزوں کی آپس میں بیع کی ضرورت صرف اس وقت پیش آتی ہے جب کہ اتحاد جنس کے باوجود ان کی نوعیتیں مختلف ہوں' مثلاً چاول اور گندم کی ایک قسم کی دوسری قسم کے ساتھ بیع ہو یا سونے کی ایک قسم کی دوسری قسم کے ساتھ بیع ہو۔ ایک جنس کی مختلف اقسام کی چیزوں کا کمی وبیشی کے ساتھ تبادلہ کرنے سے اس ذہنیت کے پرورش پانے کا اندیشہ ہے جو بالآخر سود خوری اور ناجائز نفع اندوزی تک جا پہنچتی ہے' اس لیے شریعت نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ ایک جنس کی مختلف اقسام کے باہمی تبادلہ کی اگر ضرورت ہو تو یا تو برابر مبادلہ کر لیا جائے اور ان کی قیمتوں میں جو فرق ہو اس کو نظر انداز کر دیا جائے یا ایک چیز کا دوسری چیز سے براہ راست تبادلہ کرنے کے بجائے ایک شخص اپنی چیز کو روپوں کے عوض بازار کے بھاؤ پر فروخت کرے اور دوسرے شخص سے اس کی چیز بازار کے بھاؤ پر خریدے۔

گندم کی گندم کے بدلے میں بیع کو برابر برابر نقد ہو تو جائز کیا گیا ہے اور ادھار کو حرام کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مثلاً زید آج دس کلو گرام گندم فروخت کرتا ہے اور اس کے بدلے میں چھ ماہ بعد عمرو سے دس کلو گرام گندم لیتا ہے تو یہ عین ممکن ہے کہ جس وقت زید گندم فروخت کر رہا ہے اس وقت گندم کی قیمت پانچ روپے فی کلو ہو اور جب عمرو اس کو اس کے بدلے میں گندم دے گا اس وقت گندم کی قیمت آٹھ روپیہ کلو ہو تو زید کو پچاس روپیہ کے بدلہ میں چھ ماہ بعد کی مدت کے عوض اسی حاصل ہو گئے اور یہی سود ہے۔

نفع اور سود میں فرق :

اللہ تعالیٰ نے بیع کو جائز کہا ہے اور سود کو ناجائز کہا ہے اور ان میں فرق بالکل واضح ہے' ہم دکاندار سے پانچ روپیہ کی چیز چھ روپے میں بہ خوشی خرید لیتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہر چند کہ یہ چیز پانچ روپے کی ہے لیکن اس چیز پر دکاندار کی محنت' ذہانت اور وقت کا خرچ ہوا ہے اور اس ایک زائد روپے کو ہم اس کی ذہنی اور جسمانی محنت کا عوض قرار دیتے ہیں لیکن جب ایک شخص پانچ روپے پر ایک روپیہ سود لیتے ہے تو اس ایک روپیہ میں وقت کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہوتی جس کو اس ایک روپیہ کا بدل قرار دیا جاسکے اس لیے تجارت میں نفع لینا جائز ہے اور روپیہ پر سود لینا جائز نہیں ہے۔

بینک کے سود کے مجوزین کے دلائل :

معیشت کے بعض جدید مفکرین یہ کہتے ہیں : قرآن مجید میں ربا اس خاص سود کو کہا گیا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا۔ کوئی غریب شخص شادی' بیماری یا کفن دفن کی کسی نجی ضرورت میں مہاجن سے قرض لیتا تھا اور کسی مصیبت زدہ شخص کی مدد کرنے کے بجائے اس سے قرض پر سود لینا بے شک ظلم اور سنگ دلی ہے' اسی وجہ سے قرآن مجید میں اس سود کو حرام کیا گیا ہے۔ لیکن آج کل کا مروجہ سود اس سے بالکل مختلف ہے' آج کل بینکوں سے غریب اور مصیبت زدہ شخص قرض نہیں لیتے' بلکہ متمول اور سرمایہ دار تاجر اور صنعت کار قرض لیتے ہیں اور ان سے قرض کی رقم پر بینک جو سود وصول کرتا ہے وہ ان پر کوئی ظلم نہیں ہے کیونکہ اگر وہ بینک کو چودہ فیصد سود ادا کرتے ہیں تو خود قرض کی رقم سے وہ ساٹھ ستر فیصد تک کماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بینک سے قرض لے کر ایک کارخانہ لگاتے ہیں اور اس کارخانے سے پھر سے وہ ساٹھ ستر فیصد تک کماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بینک سے قرض لے کر

ایک کارخانہ لگاتے ہیں اور اس کارخانے سے پھر دوسرا تیسرا کارخانہ لگ جاتا ہے اس طرح تاجروں کی تجارت میں اضافہ ہوجاتا ہے اس لیے اگر بینک کو وہ چودہ فی صد سود دیتے ہیں تو ان پر یہ کوئی بوجھ نہیں ہے اور بینک میں روپیہ عام لوگوں کا جمع کیا ہوا ہوتا ہے اس لیے اگر بینک عام لوگوں کو سات آٹھ فیصد سود ادا کرے تو بینک پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا' سرمایہ دار اور بینک دونوں خوشی سے سود ادا کرتے ہیں' کسی پر ظلم نہیں ہے اور چونکہ بینکوں میں عموماً غریب اور متوسط لوگ اپنی فاضل بچت کی رقمیں جمع کراتے ہیں تو سود کے ذریعہ ان کو سات فیصد سالانہ کا فائدہ پہنچتا رہتا ہے۔ غرضیکہ زمانہ جاہلیت کا ربا غریبوں سے سود لیتا تھا اور اس زمانہ کی ترقیاتی سکیم بینکوں کے ذریعہ غریبوں کو سود دیتی ہے۔ وہ ربا غرباء پر ظلم تھا اور یہ غریبوں کی خوشحالی اور مال کی ترقی کا سبب ہے اس لیے شخصی اور نجی ضروریات کے قرضوں پر سود نا جائز ہونا چاہیے اور تجارتی قرضوں پر بینک کا سود جائز ہونا چاہیے

بینک کے سود کے جائز ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ افراط زر کی وجہ سے روپے کی قدر (value) دن بدن گرتی جارہی ہے اور اجناس کی قیمت بڑھتی جارہی ہے۔ اب سے انتیس سال پہلے (۱۹۶۶ء میں) سونا' ایک سو روپیہ تولہ تھا' اصلی دیسی گھی پانچ روپیہ کلو' ڈالڈا دو روپیہ کلو' دیسی انڈا دو آنے کا' تنوری روٹی ایک آنے کی' دودھ آٹھ آنے کلو اور ڈاک کا لفافہ چھ پیسے (ڈیڑھ آنے کا) ملتا تھا اور اب (۱۹۹۵ء میں) سونا تقریباً پانچ ہزار روپیہ تولہ' دیسی گھی ایک سو تیس روپیہ کلو' ڈالڈا گھی چالیس روپیہ کلو' دیسی انڈا تین روپیہ کا' تنوری روٹی ڈیڑھ روپیہ کی' دودھ اٹھارہ روپیہ کلو اور ڈاک کا لفافہ ڈیڑھ کا ہوگیا۔ اس تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انتیس سال میں روپیہ کی قدر بارہ سے لے کر پچاس گنا (پچیس سو فیصد سے لے کر پانچ ہزار فی صد تک) گر گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے انتیس سال پہلے بینک میں سو روپیہ رکھوایا تھا اب اس کی قیمت دو چار روپیہ رہ گئی ہے اور اگر سونے کے بھاؤ سے تناسب کیا جائے تو اب تک سو روپیہ تقریباً دو روپے کا رہ گیا ہے اگر اس سو روپیہ پر سال بہ سال بینک کا سود لگتا رہتا تو اس کی ساکھ کسی حد تک بحال رہتی اور جو لوگ بینک میں اپنی فاضل بچتوں کو جمع کراتے ہیں ان کا نقصان نہ ہوتا اس لیے بینک کا سود جائز ہونا چاہیے۔

مجوزین سود کے دلائل کے جوابات :

اس سلسلہ میں پہلے یہ بات جان لینی چاہیے کہ قرآن مجید نے مطلقاً سود کو حرام کیا ہے' خواہ نجی ضروریات کے قرضوں پر سود ہو یا تجارتی قرضوں پر سود ہو' خواہ اس سود سے غریبوں کو نقصان ہو یا فائدہ اللہ تعالیٰ نے امارت اور غربت کا فرق کیے بغیر سود کو علی الاطلاق حرام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

(آیت) "احل اللہ البیع وحرم الربوا" (البقرہ : ۲۷۵)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

(آیت) "یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین۔ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ"۔ (البقرہ : ۲۷۹۔۲۷۸)

ترجمہ : اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم مومن ہو تو (زمانہ جاہلیت کا) باقی ماندہ سود چھوڑ دو۔ اور اگر تم ایسا نہ کرو تو

اللہ اور اس کے رسول کے طرف سے اعلان جنگ سن لو!

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سود کو مطلقاً حرام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سود مفرد کو بھی حرام کیا ہے اور (آیت) "لا تاکلوا الربوا اضعافا مضعفة"۔ (آل عمران :۱۳۰) دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ۔" فرما کر سود مرکب کو بھی حرام کیا ہے اور ہر جگہ مطلقاً سود کو حرام کیا ہے اور نجی اور کاروباری قرضوں کا فرق نہیں کیا علاوہ ازیں تاریخ اور حدیث سے ثابت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کاروباری قرضوں پر سود لینے کا بھی عام رواج تھا۔

ابن جریر :"(آیت)"وذروا مابقی من الربوا"۔ (البقرہ ۲۷۸ :) کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

یہ وہ سود تھا جس کے ساتھ زمانہ جاہلیت میں لوگ خرید و فروخت کرتے تھے۔

علامہ سیوطی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ سدی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت حضرت عباس بن عبدالمطلب اور بنو مغیرہ کے ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یہ دونوں زمانہ جاہلیت میں شریک تھے اور انہوں نے ثقیف کے بنو عمرو بن عمیر میں لوگوں کو سودی قرض پر مال دے رکھے تھے۔ جب اسلام آیا تو ان دونوں پر بڑا سرمایہ سود میں لگا ہوا تھا۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۳۶۶ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۴ھ)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بڑے بڑے تاجر خوردہ فروشوں کے ہاتھ ادھار پر مال فروخت کرتے تھے اور اس پر سود لگاتے تھے اور اس سے واضح ہو گیا کہ زمانہ جاہلیت میں کاروباری اور تجارتی قرضوں پر سود لگانے کا عام رواج تھا اور اس کو الربوا کہا جاتا تھا۔ قرآن مجید میں عموم کے صیغہ سے سود کی ممانعت کی ہے خواہ وہ سود نجی قرضوں پر ہو یا تجارتی قرضوں پر۔

رہا دوسرا اعتراض کہ بینک کے سود کے ناجائز قرار دینے کی بناء پر افراط زر کی وجہ سے روپیہ کی قدر گر جاتی ہے، اگر بینک سے سود نہ لیا جائے تو بیس بائیس سال بینک میں رکھوایا ہوا ایک سو روپیہ سوا تین روپے کا رہ جائے گا اور یہ نقصان بینک سے سود نہ لینے کی وجہ سے ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ناطے سے ہمارا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے اور اس کے منع کردہ کام سے بچنے کی وجہ سے اگر ہمیں کوئی مادی نقصان ہوتا ہے تو ہمیں اس کو خوشی سے گوارا کرنا چاہیے۔ مسلمان کے نزدیک نفع اور نقصان کا معیار دنیاوی اور مادی اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اخروی اور معنوی اعتبار سے ہے۔ دنیاوی اور مادی اعتبار سے زکوۃ، قربانی اور حج کے لیے زر کثیر خرچ کرنا بھی مال کا ضیاع ہے اور نقصان ہے تو کیا اس مادی نقطہ نظر سے ان تمام مالی عبادات کو خیرباد کہہ دیا جائے گا؟ اور جب مسلمان مالی عبادات کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہیں تو سود کھا کر اللہ اور رسول سے اعلان جنگ کے لیے کیسے تیار ہو سکتے ہیں؟ ایک سچے مسلمان کے نزدیک سود چھوڑنے کی وجہ سے روپے کی قدر کا کم ہو جانا خسارہ نہیں ہے بلکہ اصل خسارہ یہ ہے کہ سود لینے کی وجہ سے آخرت برباد ہو جائے!

اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نقصان دراصل ہماری ایک اجتماعی تقصیر کی سزا ہے اور وہ یہ کہ ہم نے اسلامی طریقہ مضاربت کو رواج نہیں دیا، کرنا یہ چاہیے کہ لوگ اپنے روپے کو بینک کی معرفت کاروبار میں لگائیں اور بینک ان کا ان کا روپیہ

امانت رکھنے کی بجائے ان سے ایک عام شراکت نامہ طے کرے اور ایسے تمام اموال کو مختلف قسم کے تجارتی' صنعتی زراعتی یا دوسرے ان جائز کاروبار میں جو بینک کے دائرہ عمل میں آسکتے ہوں لگائے اور اس مجموعی کاروبار سے جو منافع حاصل ہو اسے ایک طے شدہ نسبت کے ساتھ ان لوگوں میں اس طرح تقسیم کر دے جس طرح خود بینک کے حصہ داروں میں منافع تقسیم ہوتا ہے۔

افراط زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنے کا حل:

ڈالر' یورو' پونڈ اور ریال وغیرہ مستحکم کرنسی ہیں اور عرف اور تعامل سے یہ مقرر اور ثابت ہے کہ ان کی قدر برقرار رہتی ہے' پاکستان' بھارت' بنگلہ دیش اور دیگر پس ماندہ ممالک کی طرح افراط زر کی نتیجہ میں وقت گزرنے کے ساتھ ان کی قدر میں کمی نہیں ہوتی سو جو شخص چار پانچ سال یا زائد عرصہ کے لیے بینک میں اپنا پیسہ رکھنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنی رقم کو ڈالر زیا کسی اور مستحکم کرنسی میں منتقل کرے ان بینکوں میں رقم رکھے جو غیر ملکی کرنسی میں بھی اکاؤنٹ کھولتے ہیں اسی طرح جو شخص کسی دوسرے شخص کو ملکی کرنسی میں مثلاً ایک ہزار روپے قرض دیتا ہے اور وہ شخص اس کو دس سال بعد ایک ہزار روپے واپس کرتا ہے تو دس سال بعد اس ایک ہزار روپے کی قدر ایک سو روپے رہ جائے گی اس ضرر سے بچنے کا بھی یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنی رقم کو ڈالر میں منتقل کر کے قرض دے اور جتنے ڈالر دیے تھے اتنے ہی واپس لے لے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے ملکی کرنسی میں رقم قرض دی تھی اور مثلاً دس سال بعد اس کی قدر کم ہوگئی تو وہ اب بھی دس سال پہلے کی ملکی کرنسی جتنے ڈالر کے مساوی تھی دس سال بعد اتنی ملکی کرنسی واپس لے سکتا ہے مثلاً پہلے ایک ہزار روپے جتنے ڈالر کے مساوی تھے دس سال بعد اگر اتنے ڈالر کے دس ہزار روپے بنتے ہیں تو وہ دس ہزار روپے لے سکتا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں وہ بہر حال ایک ہزار روپے دے کر دس ہزار روپے لے رہا ہے اور معنوی طور پر خواہ ان کی قدر برابر ہو لیکن یہ صورۃً اصل رقم سے زائد لینا ہے اور ظاہری اور صوری طور پر اس کے سود ہونے میں کوئی شک نہیں ہے' نیز چونکہ یہ پہلے سے طے نہیں کیا گیا اس لیے یہ موجب نزاع بھی ہے' افراط زر سے بچنے کے لیے ملکی کرنسی کو سونے چاندی سے بدل کر قرض دینا بھی جائز نہیں ہے' کیونکہ سونے چاندی میں ادھار جائز نہیں ہے۔

دارالحرب کے سود میں جمہور فقہاء کا نظریہ:

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: دارالحرب میں سود اسی طرح حرام ہے جس طرح دارالسلام میں حرام ہے (امام احمد) امام مالک' امام اوزاعی' امام ابو یوسف' امام شافعی اور امام اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ مسلمان اور حربی کے درمیان دارالحرب میں ربا جاری نہیں ہوگا اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ دو شخص دارالحرب میں مسلمان ہو گئے تو ان کے درمیان ربا نہیں ہوگا اور ان کے اموال مباح ہیں۔ (امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو دارالحرب میں احکام شرعیہ نافذ کرنے کی ولایت حاصل نہیں ہے' یہ مطلب نہیں ہے کہ دارالحرب میں مسلمانوں کا سود کھانا جائز ہے۔ (علامہ غلام رسول سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہمارے دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) "حرم الربوا" (البقرہ ۲۷۵:)

اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کر دیا۔" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) "الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس"۔ (البقرہ: ۲۷۵) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے شیطان نے مخبوط الحواس کر دیا ہو۔" نیز فرمایا: (آیت) "یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا"۔ (البقرہ: ۲۷۸) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود چھوڑ دو۔" اور احادیث میں بالعموم تفاضل کی ممانعت ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا اس نے سودی معاملہ کیا' باقی احادیث میں بھی اسی طرح تفاضل کی ممانعت ہے اور اس لیے کہ جو کام (مسلمانوں پر) دارالسلام میں حرام ہیں وہ دارالحرب میں بھی حرام ہیں جس طرح مسلمان میں سود کا لین دین حرام ہے' اور امام ابوحنیفہ نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ مرسل ہے جس کی صحت کا ہمیں علم نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں لا نفی کی بجائے نہی کے لیے ہو' یعنی مسلمان دارالحرب میں حربی سے سود نہ لیں' اور جس چیز کو قرآن مجید نے علی العموم والاطلاق حرام کر دیا ہے اور سنت مشہورہ سے بھی اس کی علی الاطلاق حرمت ثابت ہے اور اس کے حرام ہونے پر اجماع ہو چکا ہے' اس کے عموم اور اطلاق کو ایسی خبر مجہول کے سبب سے ترک کر دینا جائز نہیں ہے جو کسی کتاب صحیح میں ہے نہ مسند میں نہ کسی معتمد اور مستند کتاب میں ہے' اور اس کے علاوہ یہ کہ وہ حدیث مرسل ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں لا نفی کا نہ ہو بلکہ نہی کا ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے: (آیت) "فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج"۔ (البقرہ: ۱۹۷) حج میں جماع' فسوق اور لڑائی جھگڑا نہیں ہے۔ (المغنی ج ۴ ص ۴۷' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

دارالحرب کے سود میں فقہاء احناف کا نظریہ:

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں: مسلمان اور حربی کے مابین دارالحرب میں ربا نہیں ہے۔ اس میں امام ابویوسف اور امام شافعی رحمہما اللہ کا اختلاف ہے' وہ اس پر قیاس کرتے ہیں کہ حربی جب امان لے کر دارالاسلام میں آئے تو اس سے سود لینا جائز نہیں ہے' اور ہماری دلیل رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ حدیث ہے: مسلمان اور حربی کے مابین دارالحرب میں ربا نہیں ہے' اور اس لیے بھی کہ دارالحرب میں ان کا مال مباح ہے خواہ مسلمان جس طریقہ سے ان کا مال حاصل کرے وہ مال مباح ہے بشرطیکہ دھوکا نہ دے اور عہد شکنی نہ کرے' اور مستامن پر قیاس کرنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ جب وہ امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا تو اس کے مال کا لینا ممنوع ہو گیا۔ (ہدایہ اخیرین ص ۶۸' مطبوعہ مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

دارالحرب میں جواز ربا والی حدیث کی فنی حیثیت:

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں: امام بیہقی نے امام شافعی کی "کتاب السیر" کے حوالے سے اس حدیث کو "معرفۃ" میں ذکر کیا ہے' امام شافعی نے کہا: امام ابویوسف کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: بعض مشائخ نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اہل حرب کے مابین ربا نہیں ہے' میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اور اہل اسلام کے مابین' امام شافعی نے فرمایا: یہ ثابت ہے نہ اس میں کوئی حجت ہے۔ (نصب الرایہ ج ۴ ص ۴۴' مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند)

علامہ ابن ہمام نے بھی اس حدیث کی فنی حیثیت کے بارے میں یہی کچھ نقل کیا ہے۔

دارالحرب میں ربا کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ:

ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ مکحول کی روایت اول تو ثابت نہیں ہے اور برتقدیر ثبوت اس میں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مشہورہ سے معارضہ کی صلاحیت نہیں ہے۔ علامہ ابن ہمام نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ قرآن مجید نے جو ربا کو مطلقاً حرام کیا ہے وہ مال محظور میں حرام کیا ہے اور حربی کا مال مباح ہے اور اس توجیہ کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مکحول کی یہ مرسل روایت نہ بھی ہوتی تب بھی دارالحرب میں روایت نہ بھی ہوتی تب بھی دارالحرب میں حربی سے سود لینا مباح ہوتا۔

(فتح القدیر ج ۶ ص ۱۷۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ ابن ہمام کا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ وہ "مال محظور" کی قید لگا کر اپنی رائے سے قرآن مجید کے عموم اور اطلاق کو مقید کر رہے ہیں اور جب قرآن مجید کے عموم اور اطلاق کے مزاحم ہو سکے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مشہورہ نے علی الاطلاق سود کو حرام کر دیا ہے خواہ مسلمان سے سود لیا جائے یا کافر سے اور کافر خواہ حربی ہو یا ذمی اور دارالاسلام میں سود لیا جائے یا دارالحرب میں قرآن مجید نے ہر قسم کے سود کو حرام کر دیا ہے اور اس عموم کو نہ مکحول کی مرسل اور غیر ثابت روایت سے مقید کیا جا سکتا ہے نہ علامہ ابن ہمام کی رائے سے۔

مکحول کی روایت کا محمل:

اگر یہ فرض کر لیا جائے تو مکحول کی یہ روایت صحیح ہے اور واقعی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ فرمایا ہے: "لا ربو بین المسلم والحربی" مسلمان اور حربی میں سود نہیں ہے" تو اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

اول: اس حدیث میں "لا" نفی کا نہیں ہے بلکہ نہیں کا ہے اور اس کا معنی ہے: مسلمان اور حربی کے مابین سود کی ممانعت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: (آیت) "فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج"۔ (البقرہ ۱۹۷:) حج میں جماع، فسوق اور لڑائی جھگڑا نہیں ہے" یعنی ان افعال کی ممانعت ہے۔

ثانی: اس حدیث میں حربی سے مراد محض غیر ذمی کافر نہیں ہے بلکہ برسر جنگ قوم کا ایک فرد مراد ہے اور جس قوم کے ساتھ حالت جنگ قائم ہو اس کو ہر طرح سے جانی اور مالی اعتبار سے زک پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے اس لیے اس قوم کے کسی حربی کافر سے اگر کسی مسلمان نے سودی معاملہ کے ذریعہ اس کا مال لے لیا تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔

ثالث: لا ربو کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ حربی کافر سے جو سود لیا جائے گا وہ سود نہیں ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ درالحرب میں رہنے والا مسلمان اگرچہ حربی کافر سے سود لیتا ہے تو اگرچہ یہ فعل گناہ ہے لیکن قانون اور حرمت اور ممانعت سے مستثنیٰ ہے یعنی مسلمان حکومت اس شخص سے باز پرس نہیں کر سکتی کہ تم نے یہ عقد فاسد کیوں کیا ہے اور سود کیوں لیا ہے اور اس مسلمان کو اس کے اس غلط کام پر سزا نہیں دے سکتی کیونکہ دارالحرب میں رہنے والا مسلمان، مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے اور اس پر اسلامی ریاست کے احکام جاری نہیں ہو سکتے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(آیت) "والذین امنوا ولم یہاجروا مالکم من ولایتہم من شیء حتی یہاجروا"۔ (الانفال ۷۲:)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان تو لے آئے مگر ہجرت کر کے (دارالاسلام میں) نہیں آئے ان پر تمہاری کوئی "ولایت" نہیں ہے حتی کہ وہ ہجرت کر لیں۔

اس آیت میں یہ اصول بتایا گیا ہے کہ ولایت کا تعلق صرف ان مسلمانوں سے ہوگا جو دارالاسلام کے باشندے ہوں' یہ آیت دارالاسلام سے باہر کے مسلمانوں کو (دینی اخوت کے باوجود) دارالاسلام کے مسلمانوں کے ساتھ سیاسی اور تمدنی رشتے سے خارج کر دیتی ہے اس عدم ولایت کے نتیجے میں دارالاسلام اور دارالحرب کے مسلمان ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے اور ایک دوسرے کے قانون والی نہیں ہو سکتے ہم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ دارالحرب میں بھی سود لینا گناہ ہے اور "لاربو بین المسلم والحربی" کا مفاد یہ ہے کہ اس پر سود لینے کی دنیاوی سزا جاری نہیں ہوگی کیونکہ وہ مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے اس کی تائید علامہ سرخسی کی ذکر کردہ ان احادیث سے ہوتی ہے:

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نجران کے نصاری کی طرف لکھا: جس شخص نے سود لیا' ہمارے اور اس کے درمیان کوئی عہد نہیں ہے' اور مجوس ہجر کی طرف لکھا: یا تو تم سود چھوڑ دو یا اللہ اور اس کے رسول سے اعلان جنگ قبول کر لو۔

(المبسوط ج ۱۴ ص ۵۸ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۳۹۸ھ)

نصاری نجران اور مجوس ہجر حربی تھے لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں بھی اپنے علاقوں میں سود لینے کی اجازت نہیں دی اور جب آپ نے حربی کافروں کو سود لینے کی اجازت نہیں دی ہے تو آپ دارالحرب کے مسلمانوں کو سود خوری کی اجازت کب دے سکتے ہیں!

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے مکحول کی روایت کی توجیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حالت اضطرار میں مسلمان حربی کافر سے سود لے سکتا ہے۔ (ماہنامہ ضیائے حرم ربیع الاول ۱۴۰۸ھ)

یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ سود دینے میں تو اضطرار ہو سکتا ہے مثلاً کسی شخص کو اپنی ناگزیر ضرورت میں بغیر سود کے قرض نہ ملے لیکن سود لینے میں اضطرار کا کوئی تعلق نہیں ہے' سود لینے کی وجہ صرف مال کی حرص اور جلب زر کی خواہش ہوتی ہے۔

دارالحرب کے سود کے بارے میں امام ابوحنیفہ کے قول کی وضاحت:

امام اعظم نے جو یہ کہا ہے کہ دارالحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان ربا نہیں ہے ان کی بھی اس قول سے یہی مراد ہے کہ چونکہ دارالحرب مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے اس لیے مسلمان حکام وہاں کسی مسلمان کے سود لینے پر اس سے مواخذہ نہیں کریں گے اور اس کا مالک ہو جائے گا لیکن اس کا یہ فعل گناہ ہے اور وہ اس پر اخروی عذاب کا مستحق ہے' اس کی وضاحت علامہ سرخسی کی اس عبارت سے ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ دارالاسلام کی حفاظت میں آنے سے پہلے اسلام سے جو عصمت ثابت ہوتی ہے وہ صرف امام کے حق میں ہے' احکام کے حق میں نہیں ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر ان دو مسلمانوں میں سے کوئی ایک دوسرے کا مال یا اس کی جان تلف کر دے تو اس پر ضمان نہ ہوگا حالانکہ وہ اس فعل کی وجہ سے گنہگار ہوگا' دراصل احکام میں عصمت صرف دارالاسلام میں رہنے

سے ہوتی ہے نہ کہ دین کی وجہ سے کیونکہ دین تو حق شرع کے لحاظ سے ان لوگوں کو روکتا ہے جو اس دین کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جو اس کا اعتقاد نہیں رکھتے ان کو نہیں روکتا' اس کے برخلاف جب انسان دارالاسلام میں ہوں تو اس کے مال کی حفاظت اس شخص سے بھی کی جائے گی جو اس کی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہے یا اس دین کا اعتقاد نہیں رکھتا پس گناہ ہونے کی حیثیت سے جو عصمت ثابت ہے اس اعتبار سے ہم نے کہا: ان کا یہ فعل مکروہ ہے اور قانون کے لحاظ سے عدم عصمت کی بناء (چونکہ مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے) ہم نے یہ کہا کہ اس کا لیا ہوا مال واپس کرنے کا حکم نہیں دیا جائے کیونکہ ان میں سے ہر ایک جب دوسرے کا مال لیتا ہے تو محض لینے کی وجہ سے ہی اس مال کا مالک ہو جاتا ہے۔ (المبسوط ج ۱۴ ص ۵۸ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام اعظم کا یہ اصول ہے کہ اگر مسلمان دارالحرب میں کوئی عقد فاسد کرے تو ہو اس سے مالک تو ہو جائے گا لیکن اس کا یہ فعل گناہ ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

اگر دو حربی مسلمان ہو جائیں اور دارالحرب سے ہجرت نہ کریں اور آپس میں سود کا معاملہ کریں تو میں اس کو مکروہ (تحریمی) قرار دیتا ہوں لیکن یہ سود واپس نہیں کروں گا اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ (المبسوط ج ۱۴ ص ۵۸ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۳۹۸ھ)

ان عبارات سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر دارالحرب میں رہنے والے مسلمان آپس میں سود لیں یا مسلمان حربی کافر سے سود لے تو وہ اس سود کا مالک تو ہو جائے گا لیکن سود لینے والا مسلمان بہر حال گنہ گار ہوگا۔

کیا سود اور دیگر عقود فاسدہ کے ذریعہ حربی کافروں کا پیسہ بٹورنا جائز ہے؟

جب مسلمان کسی کافر قوم سے برسر جنگ ہوں اس وقت کافروں کا ملک دارالحرب ہوتا ہے اور اس وقت دارالحرب کے کافروں کی جان اور اموال مباح ہیں لیکن جن ممالک سے مسلمان برسر جنگ نہیں ہیں ان سے سفارتی تعلقات قائم کیے ہوئے ہیں اور ان کے ہاں پاسپورٹ اور ویزے میں آنا جانا جاری اور معمول ہے اور ان ممالک میں مسلمانوں کو جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ حاصل ہے بلکہ وہاں انہیں اسلامی احکام پر عمل کرنے کی بھی آزادی ہے جیسے امریکہ' برطانیہ' کینیڈا' اور جرمنی وغیرہ' ایسے ممالک دارالحرب نہیں ہیں بلکہ دارالکفر ہیں اور ایسے ممالک کے کافروں کے اموال ان پر مباح نہیں ہیں۔ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ کافروں کا مال مسلمانوں پر مباح ہے خواہ جس طرح حاصل ہو بشرطیکہ اس سے مسلمانوں کا وقار مجروح نہ ہو' ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

(آیت) "یایها الذین امنوا الا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"۔ (النساء ۲۹:)

ترجمہ اے ایمان والو! آپس میں اپنے اموال کو ناحق نہ کھاؤ الا یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے تجارت ہو۔

اس آیت سے یہ لوگ اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ قرآن مجید نے مسلمانوں کو آپس میں ناجائز طریقے سے مال کھانے سے منع کیا ہے اور اگر مسلمان کافروں کا مال ناجائز طریقے سے کھالیں تو اس سے منع نہیں کیا گیا سو مسلمانوں کے لیے کفار کے اموال عقد فاسد سے یا ناجائز طریقے سے کھانا جائز ہے۔

لیکن اس سے قرآن کا منشا یہ نہیں ہے کہ نیکی صرف مسلمانوں کے ساتھ کی جائے اور کفار کے ساتھ سلوک میں مسلمان نیکیوں کو چھوڑ کر بدترین برائیوں پر اتر آئیں حتیٰ کہ کفار کے نزدیک مسلمان ایک خائن اور بدکردار قوم کے نام سے معروف ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت)"ولا تکرھوا فتیتکم علی البغآء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیوۃ الدنیا،
(النور:۳۳)

ترجمہ: اور اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں تا کہ تم (اس بدکاری کے کاروبار کے ذریعہ) دنیا کا عارضی فائدہ طلب کرو۔

کیا اس آیت کی رو سے مسلمانوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی دار الکفر میں کافر عورتوں کا کوئی قحبہ خانہ کھول کر کاروبار کرنا شروع کر دیں؟

(آیت)"یایھا الذین امنوا لا تخونوا اللہ والرسول و تخونوا امنتکم وانتم تعلمون"۔۔
(الانفال ۲۷:)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو درآں حالیکہ تم جانتے ہو۔۔

کیا اس آیت سے مسلمانوں کے لیے یہ جائز ہے کہ کافروں کی امانتوں میں خیانت کر لیا کریں؟

(آیت)"ولا تتخذوا ایمانکم دخلا بینکم"۔(النحل ۹۴:)

ترجمہ: اور اپنی قسموں کو آپس میں دھوکا دینے کے لیے بہانہ نہ بناؤ۔

کیا اس آیت کا یہ معنی ہے کہ کافروں سے دروغ حلفی میں کوئی مضائقہ نہیں؟

(آیت)" ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ"۔(النور ۱۹:)

ترجمہ: بے شک جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانا پسند کرتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

کیا اس آیت سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ کافروں میں بے حیائی اور بدکاری کو پھیلانا جائز اور صواب ہے اور اخروی ثواب کا موجب ہے؟

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا منشاء یہ ہے کہ اخلاق اور کردار کے اعتبار سے دنیا میں مسلمان ایک آئیڈیل قوم کے لحاظ سے پہچانے جائیں' غیر اقوام مسلمانوں کے اعلیٰ اخلاق اور کردار کو دیکھ کر متاثر ہوں' مسلمانوں کی امانت اور دیانت کی ایک عالم میں دھوم ہو' کیا آپ نہیں دیکھتے کہ کفار قریش ہزار اختلاف کے باوجود نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی راست بازی' بارسائی امانت اور دیانت کے معترف اور مداح تھے۔ اسلام کی تبلیغ واشاعت میں تلوار اور جہاد سے زیادہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی باکمال سیرت کا حصہ ہے۔ مسلمانوں کی کفار سے لڑائی تیر تفنگ کی نہیں اصول اور اخلاق کی لڑائی ہے' اس کا نصب العین زر اور

زمین کا حصول نہیں بلکہ دنیا میں اپنے اصول اور اقدار کو پھیلانا ہے۔ اب اگر اس نے اپنے مکارم اخلاق ہی کو کھو دیا اور خود ہی ان اصولوں اور تعلیمات کو قربان کر دیا جن کو پھیلانے کے لیے وہ کھڑا ہوا تو پھر اس میں اور دوسری اقوام میں کیا فرق رہے گا اور کس چیز کی وجہ سے اس کو دوسروں پر فتح حاصل ہوگی اور کس قوت سے وہ دلوں اور روحوں کو مسخر کر سکے گا؟

جو لوگ دارالکفر میں حربی کافروں سے سود لینے کو جائز کہتے ہیں اور حربی کافروں کے اموال کو عقد فاسد کے ساتھ لینے کو جائز قرار دیتے ہیں وہ اس پر کیوں غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس عمل کی مذمت کی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کا حق کھانے کے لیے یہ مسئلہ گھڑ لیا تھا کہ عرب کے امی جو ہمارے مذہب پر نہیں ہیں ان کا مال جس طرح ملے روا ہے' غیر مذہب والوں کی امانت میں خیانت کی جائے تو کچھ گناہ نہیں خصوصاً وہ عرب جو اپنا آبائی وطن چھوڑ کر مسلمان بن گئے ہیں' خدا نے ان کا مال ہمارے لیے حلال کر دیا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

(آیت) "منهم من ان تامنه بدينار لا يؤده اليك الا ما دمت عليه قآئما ذلك بانهم قالوا ليس علينا في الامين سبيل ويقولون على الله الكذب وهم يعلمون"۔ (آل عمران ۷۵ :)

ترجمہ : اور ان یہودیوں (میں سے) بعض ایسے ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ایک اشرفی امانت رکھو تو جب تک تم انکے سر پر کھڑے نہ رہو وہ تم کو واپس نہیں دیں گے' یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے کہہ دیا کہ امیوں (مسلمانوں) کا مال لینے سے ہماری پکڑ نہیں ہوگی اور یہ لوگ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں'۔

غور کیجئے جو لوگ دارلکفر میں حربی کافروں سے سود لینے اور عقد فاسد پر ان سے معاملے کو جائز کہتے ہیں ان کے عمل میں اور یہودیوں کے اس مذموم عمل میں کیا فرق رہ گیا؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قمار کی وضاحت :

جو لوگ حربی کافروں سے سود لینے کو جائز کہتے ہیں ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر نے مکہ میں ابی بن خلف سے اہل روم کی فتح پر شرط لگائی تھی' اس وقت مکہ دارالحرب تھا' حضرت ابوبکر نے ابی بن خلف سے شرط جیت کر وہ رقم وصول کر لی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں رقم لینے سے منع نہیں کیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ حربی کافروں سے قمار اور دیگر عقود فاسدہ کے ذریعہ رقم بٹورنا جائز ہے۔

یہ استدلال بالکل بے جان ہے کیونکہ حضرت ابوبکر کے شرط لگانے کا ذکر جن روایات میں ہے وہ باہم متعارض ہیں۔ قاضی بیضاوی' بغوی' علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین نے بغیر کسی سند کے یہ واقعہ ذکر کیا ہے جس میں حضرت ابوبکر کے شرط جیتنے کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر نے ابی بن خلف سے یہ شرط لگائی کہ اگر تین سال کے اندر رومی ایرانیوں سے ہار گئے تو وہ دس اونٹ دیں گے اور اگر تین سال کے اندر رومی ایرانیوں سے جیت گئے تو ابی کو دس اونٹ دینے ہوں گے پھر جب حضور سے اس شرط کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ تم نے کیا کیا' بضع کا لفظ تین سے لے کر نو تک بولا جاتا ہے تم شرط اور مدت دونوں کو بڑھا دو' پھر حضرت ابوبکر نے نو سال میں سو اونٹوں کی شرط لگائی جس ساتواں سال شروع ہوا اور ابن ابی حاتم اور ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ جنگ بدر کے دن

اونٹ لے کر آئے' آپ نے فرمایا : یہ سحت (مال حرام) ہے' اس کو صدقہ کر دو حالانکہ اس وقت تک حرمت قمار کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ (روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ آلوسی نے ترمذی کے حوالے سے بھی حضرت ابوبکر کے جیت جانے کا واقعہ لکھا ہے لیکن یہ علامہ آلوسی کا تسامح ہے۔ "جامع ترمذی" میں حضرت ابوبکر کے شرط ہارنے کا ذکر ہے' حافظ ابن کثیر نے بھی ترمذی کے حوالے سے ہارنے ہی کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ تابعین کی ایک جماعت نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور مفسرین کی ذکر کردہ مذکور الصدر روایت کا عطاء خراسانی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور اس کو اغرب قرار دیا ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم ج ۵ ص ۳۴۲۔۳۴۱ "مطبوعہ دار الاندلس بیروت)

نیار بن اسلمی بیان کرتے ہیں : جب یہ آیت نازل ہوئیں : (آیت) "الم۔ غلبت الروم۔ فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون۔ فی بضع سنین۔ (الروم ۴ : ۱) الم اہل روم قریب کی زمین میں (فارس سے) مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں میں غالب ہو جائیں گے"۔ جن دنوں یہ آیات نازل ہوئیں ان دنوں میں ایرانیوں کو رومیوں پر برتری تھی اور مسلمانوں کی خواہش تھی کہ رومی ایرانیوں پر فتح پا جائیں کیونکہ وہ اور رومی اہل کتاب تھے' اور اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے :

(آیت) "ویومئذ یفرح المؤمنون، بنصر اللہ' ینصر من یشآء وھو العزیز الرحیم'۔ (الروم ۵۔۴)

ترجمہ : جس دن مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے' اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے مدد کرتا ہے وہ عزیز رحیم ہے"۔

اور قریش یہ چاہتے تھے کہ ایرانی غالب ہو جائیں کیونکہ وہ دونوں نہ اہل کتاب تھے نہ بعثت پر ایمان رکھتے تھے' جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابوبکر نے مکہ کے اطراف میں یہ اعلان کر دیا' الم اہل روم قریب کی زمین میں (فارس سے) مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے چند سالوں میں غالب آ جائیں گے۔ قریش کے کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر سے یہ کہا : تمہارے پیغمبر یہ کہتے ہیں کہ چند سالوں میں رومی ایرانیوں پر غالب ہو جائیں گے کیا ہم اس پر شرط نہ لگائیں' حضرت ابوبکر نے کہا : کیوں نہیں' اور یہ قمار کی حرمت نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ تھا' پھر حضرت ابوبکر اور مشرکین نے شرط لگائی' مشرکین نے کہا : بضع سنین" تین سالوں سے لے کر نو سال تک ہے' تم ہمارے درمیان اس کی درمیانی مدت طے کر لو' پھر انہوں نے یہ مدت چھ سال طے کی' پھر چھ سال گزر گئے اور رومی غالب نہ ہوئے' پھر مسلمانوں نے حضرت ابوبکر پر تنقید کی کہ انہوں نے "بضع سنین" کو چھ سال کیوں قرار دیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو "بضع سنین" فرمایا تھا (اور وہ نو سال تک کو کہتے ہیں) امام ترمذی کہتے ہیں : یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (جامع ترمذی ص ۲۶۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت ابوبکر کے قمار سے جو یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ حربی کافروں کا مال ناجائز طریقے سے بھی لینا جائز ہے' اس روایت کی تحقیق کے بعد اس کے حسب ذیل جواب ہیں :

(۱) حضرت ابوبکر کے قمار کا واقعہ جن روایات سے ثابت ہے وہ مضطرب ہیں' بعض روایات میں حضرت ابوبکر کے جیتنے کا ذکر ہے اور بعض میں ہارنے کا ذکر ہے اور مضطرب روایات سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

(۲) [illegible]

میں نازل ہوئی ہے جو مدینہ میں سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔

(۳) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس مال کو نہ خود قبول فرمایا نہ حضرت ابوبکر کو لینے دیا' بلکہ فرمایا: یہ مال حرام ہے' اس کو صدقہ کر دو (اس میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کسی مال حرام سے بری ہونا چاہیے تو برأت کی نیت سے اس کو صدقہ کر دے)

دارالحرب' دارالکفر اور دارالاسلام کی تعریفات:

شمس الائمہ سرخسی دارالحرب کی تعریف بیان کرتے ہیں ہوئے لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دارالحرب کی تین شرطیں ہیں' ایک یہ کہ اس پورے علاقے میں کافروں کی حکومت ہو اور درمیان میں مسلمانوں کا کوئی ملک نہ ہو' دوسری یہ کہ اسلام کی وجہ سے کسی مسلمان کی جان' مال اور عزت محفوظ نہ ہو اسی طرح ذمی بھی محفوظ نہ ہو' تیسری شرط یہ ہے کہ اس میں شرک کے احکام ظاہر ہوں۔

یہ تعریف اس مالک پر صادق آئے گی جس ملک سے مسلمان عملاً برسر جنگ ہوں' اس ملک کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم نہ ہوں اور وہاں کسی مسلمان کی اس کے مسلمان ہونے کی حیثیت سے جان' مال اور عزت محفوظ نہ ہو جیسا کہ کسی زمانہ میں اسپین میں تھا وہاں ایک ایک مسلمان کو چن چن کر قتل کر دیا گیا' وہاں مذہب اسلام پر قائم رہنا قانوناً جرم تھا۔ ایسے ملک سے مسلمانوں پر ہجرت کرنا فرض ہے۔ فقہاء احناف نے حربی کافروں کی جان اور مال کے مباح ہونے کی جو تصریح کی اس سے اسی دارالحرب کے باشندے مراد ہیں۔

کافروں کے وہ مالک جن سے مسلمانوں کے سفارتی تعلقات ہیں' تجارت اور دیگر انواع کے معاہدات ہیں' پاسپورٹ اور ویزے کے ساتھ ایک دوسرے کے ملک میں آتے جاتے ہیں' مسلمانوں کی جان' مال اور عزت محفوظ ہیں بلکہ مسلمانوں کو وہاں اپنے مذہبی شعائر پر عمل کرنے کی بھی آزادی ہے جیسے امریکا' برطانیہ' ہالینڈ' جرمنی اور افریقی ممالک' یہ ملک دارالحرب نہیں ہیں بلکہ دارالکفر ہیں۔ فقہاء احناف نے اسلامی احکام پر عمل کرنے کی آزادی کے پیش نظر ایسے ملکوں کو دارالاسلام کہا ہے لیکن یہ حکماً دارالاسلام ہیں حقیقۃً دارالکفر ہیں۔ بعض اوقات فقہاء دارالکفر پر مجازاً دارالحرب کا اطلاق بھی کر دیتے ہیں لیکن یہ مالک اور اسلامی احکام پر عمل کی آزادی کی وجہ سے کبھی ان پر دارالاسلام کر دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ (البقرہ: ۲۷۵)

قیامت میں سود خور کے مخبوط الحواس ہو کر اٹھنے سے جن چڑھنے پر استدلال اور اس کا جواب:

حضرت عوف بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچاؤ جن کی مغفرت نہیں ہوگی' مال غنیمت میں خیانت کرنے سے' سو جس نے خیانت کی وہ قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز کو لے کر آئے گا' اور سود کھانے سے' سو جس نے سود کھایا وہ قیامت کے دن مخبوط الحواس پاگل کی طرح اٹھے گا' پھر آپ

مخبوط الحواس کر دیا ہو۔(البقرہ ۲۷۵:)

قیامت میں سود خور کے مخبوط الحواس ہو کر اٹھنے سے جن چڑھنے پر استدلال اور اس کا جواب:

حضرت عوف بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچاؤ جن کی مغفرت نہیں ہوگی' مال غنیمت میں خیانت کرنے سے' سو جس نے خیانت کی وہ قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز کو لے کر آئے گا' اور سود کھانے سے' جس نے سود کھایا وہ قیامت کے دن مخبوط الحواس پاگل کی طرح اٹھے گا' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: جو لوگ سود کھاتے ہیں: وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔(معجم کبیر ج ۱۸ ص: ۶۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سود خوروں کی یہ علامت بنا دے گا' اور قیامت کے مجمع عظیم میں جو شخص پاگلوں کی طرح مخبوط الحواس کھڑا ہوگا اسے دیکھ کر قیامت کے دن سب پہچان لیں گے کہ یہ شخص دنیا میں سود خور تھا۔

مس کا اصل معنی چھونا ہے' بعض اوقات اس کا استعمال کسی برائی اور مصیبت پہنچنے کے لیے بھی ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے' حضرت ایوب (علیہ السلام) نے دعا کی:

(آیت) "انی مسنی الشیطٰن بنصب و عذاب"۔۔(ص:۴۱)

ترجمہ: شیطان نے مجھے بڑی اذیت اور سخت تکلیف پہنچائی ہے۔

نیک بندوں پر تو شیطان کا اس سے زیادہ اثر نہیں ہوتا کہ وہ ان کو کسی اذیت اور آزمائش میں مبتلا کر دے' لیکن عام لوگ جن کی رگوں میں شیطان سیال خون کی طرح دوڑتا ہے' ان میں سے جو فاسق و فاجر ہوتے ہیں کبھی کبھی ان کی عقل اور دماغ پر بھی شیطان کا تسلط ہو جاتا ہے' اور وہ پاگلوں کی طرح کپڑے پھاڑتے ہیں' اور منہ سے جھاگ اڑاتے ہوئے' پریشان حال' پراگندہ بال جدھر سینگھ سمائے خاک اڑاتے پھرتے ہیں۔ ان کو یہ سزا اس لیے دی جائے گی کہ دنیا میں سود خور اپنا مال بڑھانے کی حرص میں اس طرح دیوانہ ہو چکا تھا کہ اس کو نہ خوف خدا تھا نہ کسی ضرورت مند اور مصیبت زدہ پر اس کو ترس آتا تھا اور سود خوری کی محبت میں وہ بالکل مجنون ہو چکا تھا' اس لیے قیامت کے دن اس کو پاگلوں کی طرح مخبوط الحواس اٹھایا جائے گا۔ اہل عرب پاگل شخص کو مجنون کہتے ہیں یعنی یہ آسیب زدہ شخص ہے یا اس پر جن بھوت کا سایہ ہے یا جن کے چھونے کی وجہ سے یہ پاگلوں کی سی حرکتیں کر رہا ہے اور مخبوط الحواس اٹھے گا' عرب کے اسی اسلوب اور محاورہ کے مطابق قرآن مجید نے یہ بیان کیا ہے' کہ قیامت کے دن سود خور پاگلوں کی طرح مخبوط الحواس اٹھے گا اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی آدمی پر جن چڑھ جاتا ہے پھر اس کے جسم پر جن کا تصرف ہوتا ہے' جن اس کی زبان سے باتیں کرتا ہے اور مافوق الفطرت کام کرتا ہے قرآن مجید اس مفہوم کی تائید اور تصدیق نہیں کر رہا جیسا کہ علامہ آلوسی نے سمجھا ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

کبھی کسی جسم میں ایک متعفن روح داخل ہو جاتی ہے جس کی اس جسم کی روح کے ساتھ مناسبت ہو' پھر اس شخص پر مکمل جنون

طاری ہو جاتا ہے اور بعض اوقات یہ بخاری (متعفن روح) انسان کے حواس پر غالب ہو کر اس کو معطل کر دیتا ہے پھر یہ خبیث روح اس کے جسم پر مستقل تصرف کرتی ہے' اس کی زبان سے کلام کرتی ہے اور اس کے اعضاء میں تصرف کرتی ہے اور جس شخص کے جسم میں یہ روح تصرف کرتی ہے اسے اس کا بالکل شعور نہیں ہوتا' اور یہ چیز محسوس اور مشاہدہ میں ہے' اس کا صرف وہی شخص انکار کرے گا جو مشاہدات کا منکر ہو گا۔ (روح المعانی ج ۳ ص ۴۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ آلوسی بڑے پائے کے محقق ہیں' ہمارے دل میں ان کا بڑا احترام ہے اس کے باوجود وہ انسان ہیں اور انسانی فروگزاشت سے خالی نہیں ہیں' یہ جو کچھ انہیں نے لکھا ہے تحقیق کے خلاف لکھا ہے اللہ تعالیٰ کسی انسان کے جسم پر کسی اور روح کو تصرف کرنے کا اختیار نہیں دیتا اللہ تعالیٰ نے انسان کو احکام شریعہ کا مکلف کیا ہے' یہ چیز اس قاعدہ کے خلاف ہے' نیز اگر ایسا ہو تو ایک آدمی کو قتل کر دے گا اور بعد میں کہہ دے گا کہ یہ کام میں نے نہیں کیا' مجھے اس کا پتا نہیں' مجھ پر اس وقت کسی جن کا اثر تھا یہ قتل اسی نے کیا ہے اسی طرح ہر شخص کوئی بھی قانون شکنی کر کے عدالت سے یہ کہہ کر بری ہو سکتا ہے کہ اس قانون شکنی کے وقت میں کسی خبیث جن کے زیر اثر تھا اور یوں دنیا فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن جائے گی اور امن اور سکون غارت ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع سود ہی کی مثل ہے' اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ (البقرہ ۲۷۵)

ربا اور بیع کا فرق:

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ سود خوروں کو قیامت کے دن مجنون اور مخبوط الحواس شخص کی طرح اس سے لیے اٹھایا جائے گا کہ وہ دنیا میں کہا کرتے تھے کہ بیع سود ہی کی مثل ہے' بہ ظاہر ان کو یوں کہنا چاہتے تھا کہ سود بیع ہی کی مثل ہے' لیکن انہوں نے گا

کہ وہ دنیا میں کہا کرتے تھے کہ بیع کہ سود ہی کی مثل ہے' بہ ظاہر ان کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ سود بیع ہی کی مثل ہے لیکن انہوں نے
سود کے جائز اور حلال ہونے میں مبالغہ کیا' اور جواز اور حلت میں سود کو اصل اور مشبہ بہ قرار دیا' ان کا یہ قیاس فاسد تھا' اللہ تعالیٰ نے صریح عبارت سے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

سود خوروں کا یہ کہنا کہ سود بیع کی طرح ہے بداہۃً باطل ہے' سود اور بیع کے فرق کی بہت سی وجوہ ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

(۱) بیع میں تاجر دس روپے کی چیز کو مثلاً بارہ روپے کی بیچتا ہے اور دس روپے کی چیز پر دو روپے زائد لیتا ہے اور سود میں سود خور ایک ماہ کے لیے مثلاً دس روپے قرض دیتا ہے اور اس کے عوض بارہ روپے وصول کرتا ہے' اور اس سے اصل رقم پر وہ روپے زائد وصول کرتا ہے' کیونکہ ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ تاجر دس روپے کی چیز کو منڈی سے تھوک فروشوں سے تھوک کے حساب سے زیادہ مقدار میں خریدتا ہے' وہاں سے کسی گاڑی میں وہ سامان لاد کر لاتا ہے' پھر وہ چیز بارہ روپے میں فروخت کرتا ہے' اس پورے عمل میں اس دو پے کے نفع پر تاجر کا وقت' اس کی محنت اور اس کی ذہانت صرف ہوئی ہے اس لیے خریدار اس نفع کو تاجر کا جائز حق سمجھتا ہے اور وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اگر وہ اپنا وقت اور کرایہ خرچ کر کے

منڈی جائے تب بھی اس کو تھوک فروشوں سے تھوک کے بھاؤ پر یہ چیز نہیں ملے گی' اس کے برعکس سود خور دس روپے پر ایک ماہ بعد جو دو روپے زائد لے رہا ہے اس کے لیے اس کی وقت' محنت اور ذہانت میں سے کوئی چیز خرچ نہیں ہوئی۔

(۲) تاجر جب اپنا روپیہ تجارت میں لگاتا ہے تو اس میں نفع اور نقصان کے دونوں امکان ہیں' اس کے برعکس سود خور جو اپنے روپے پر سود وصول کر رہا ہے اس کو نقصان کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

(۳) تجارت میں مبیع اور قیمت کے تبادلہ کے بعد بیع مکمل ہو جاتی ہے لیکن سود میں اصل رقم واپس کرنے کے بعد اس پر سود در سود کا سلسلہ عرصہ دراز تک قائم رہتا ہے۔

ربا کو بہ تدریج حرام کرنے کا بیان:

شراب کی طرح سود کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہ تدریج حرام کیا ہے' سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں سود کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

(آیت) "وما اتیتم من ربالیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عنداللہ واما اتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فاولیئک ھم المضعفون"۔ (الروم :۳۹)

ترجمہ: اور جو مال تم سود حاصل کرنے کے لیے دیتے ہو تو وہ مال لوگوں کے مال میں شامل ہو کر بڑھتا ہی رہے' تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا' اور جو تم اللہ کی رضا جوئی کے لیے زکوۃ دیتے ہو تو وہی لوگ اپنا مال (بکثرت) بڑھانے والے ہیں۔

اس آیت میں صراحۃ سود کو حرام نہیں فرمایا: صرف اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے:

سود کے متعلق یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور باقی آیات مدینہ میں نازل ہوئیں دوسری آیت یہ ہے' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: یہود کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی ایسی پاک چیزیں حرام کر دیں جو پہلی ان کے لیے حلال کی گئی تھیں اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہ کثرت روکتے تھے' نیز فرمایا:

(آیت) واخذھم الربوا وقد نھوا عنہ واکلھم اموال الناس بالباطل"۔ (النساء :۱۶۱)

اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ انکو سود لینے سے منع کیا گیا ہے اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے۔

اس آیت میں بھی مسلمانوں کو سودی کا کاروبار سے صراحۃ منع نہیں فرمایا صرف یہ اشارہ فرمایا کہ یہود پر عتاب کی وجہ ان کا سودی کاروبار تھا پھر یہ آیت نازل فرمائی:

(آیت) "یایھا الذین امنوا لاتاکلوا الربوا اضعافا مضعفۃ (آل عمران :۱۳۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ۔

اس آیت میں بھی مطلقا سود سے منع نہیں فرمایا بلکہ سود در سود سے منع فرمایا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے زیر بحث آیت میں مطلقا سود کو حرام فرما دیا:

(آیت) "۔واحل اللہ البیع وحرم الربوا"۔ (البقرہ :۲۷۵)

ترجمہ: اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کر دیا۔

نیز فرمایا:

(آیت)"۔یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربوا ان کنتم مؤمنین"۔۔(البقرہ :۲۷۸)

ترجمہ :اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو اگر تم مومن ہو"۔

ربا کو حرام قرار دینے کی حکمتیں :

اسلام نے حرکت اور عمل کی تعلیم دی ہے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک' ہمسایوں سے ہمدردی' فقراء اور مساکین اور دیگر ضرورت مندوں کے ساتھ شفقت اور ایثار کی تلقین کی ہے' اسلام کسی ایسے کسب کی اجازت نہیں دیتا جس میں انسان کی کوشش اور جدو جہد کا دخل نہ ہو وہ صدقہ کرنے اور قرض حسن دینے کی ترغیب دیتا ہے اور ضرورت مندوں کے استحاصل سے منع کرتا ہے' اور ہر اس چیز کو حرام قرار دیتا ہے جو عداوت' بغض' مناقشہ اور نزاع کا موجب ہے' اور کینہ' حسد' حرص اور طمع کی بیخ کنی کرتا ہے اور مال کو صرف جائز اور مشروع طریقہ سے لینے کی اجازت دیتا ہے جس میں کسی پر ظلم نہ ہو' اور چند ہاتھوں میں دولت کے مرتکز ہو جانے کو ناپسند کرتا ہے ان اصولوں کی روشنی میں ربا کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لیے ربا کے حرام ہونے کی حسب ذیل وجوہ ہیں۔

(۱) سود خوری کی وجہ سے انسان بغیر کسی عمل کے پیسہ کمانے کا عادی ہو جاتا ہے کیونکہ سود کے ذریعہ تجارت یا صنعت وحرفت میں کوئی جدو جہد کیے بغیر پیسہ حاصل ہو جاتا ہے۔

(۲) سود میں بغیر کسی عوض کے نفع ملتا ہے اور شریعت نے بغیر حق شرعی کے مال لینے کو ناجائز قرار دیا ہے اور کمزوروں اور ناداروں کے استحاصل سے منع کیا ہے۔

(۳) سود خوری کی وجہ سے مفلسوں اور ناداروں کے دلوں میں امراء اور سرمایہ داروں کے خلاف کینہ اور بغض پیدا ہوتا ہے۔

(٤) سود خوری کی وجہ سے صلہ کرنے' صدقہ وخیرات کرنے اور قرض حسن دینے ایسے مکارم اخلاق مٹ جاتے ہیں پھر انسان ضرورت مند غریب کی مدد کرنے کے بجائے اس کو سود پر قرض دینے کو ترجیح دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : سو جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی پس وہ (سود سے) باز آ گیا تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے وہ اس کا ہو گیا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جس نے دوبارہ اس کا اعادہ کیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔۔(البقرہ ۲۷٥ :)

سود خور کے لیے دائما دوزخ کی وعید کی توجیہ :

یعنی جس شخص کو سود کا حرام ہونا معلوم ہو گیا' اور وہ سودی خوری سے رک گیا تو سود کی تحریم سے پہلے وہ جو کچھ لے چکا ہے وہ اس سے واپس نہیں لیا جائے گا' اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے' اس کی دو تفسیریں ہیں' ایک یہ کہ اگر اللہ چاہے تو اس کو آئندہ سود خوری سے محفوظ رکھے گا اور اگر چاہے گا تو ایسا نہیں کرے گا' دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو شخص نصیحت پہنچنے کے بعد اخلاص اور صدق نیت سے سود خوری چھوڑ دے گا اس کو اللہ تعالیٰ جزا دے گا' یا اللہ جو چاہے گا اس کے متعلق فیصلہ فرمائے گا' کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ وہی مالک اور حاکم علی الاطلاق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ جس نے دوبارہ سود لیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں وہ اسی میں ہمیشہ رہیں اس سے معتزلہ نے یہ

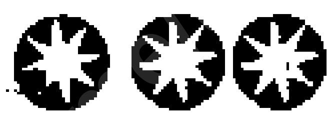
استدلال کیا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ دوزخ میں رہتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص جائز اور حلال سمجھ کر دوبارہ سود لے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا' کیونکہ حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سود کے حرام ہونے کے بعد دوبارہ سود لے وہ دوزخ میں دائما رہنے کا مستحق ہے' یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یہ سزا نہ دے تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ وعید مشیت کے ساتھ مقید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرے گا اور اس کی جزا اس کو دے گا' جس مومن نے سود لیا' اس کا ایمان بھی تو ایک نیکی ہے' اگر اس کو ہمیشہ دوزخ میں رکھا گیا تو اس کے ایمان کی اس کو جزا نہیں ملے گی اس لیے ضروری ہے کہ کچھ عرصہ دوزخ میں سزا دینے کے بعد اسے جنت میں بھیج دیا جائے تا کہ وہ اپنی برائی اور نیکی دونوں کی جزا پالے' اس لیے یہ آیت مشیت کے ساتھ مقید ہے' یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو دوزخ میں دائما رکھے گا' لیکن اللہ تعالیٰ ایسا نہیں چاہے گا کیونکہ اس نے فرمایا ہے : جس نے نیکی کی اس کو اس کی نیکی کی جزا ملے گی۔

(آیت) "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ"۔ (الزلزال :۷)

ترجمہ : سو جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کی وہ اس (کی جزا) کو دیکھے گا"۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ زیادہ عرصہ دوزخ سے سزا دینے کو اللہ تعالیٰ نے مجازا دوام کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔

(تفسیر تبیان القرآن تحت :البقرۃ :-275، 276)



بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اشْتِرَاءِ الْعَبْدَیْنِ بِعَبْدٍ

ایک غلام کے بدلے دو غلاموں کو خریدنے کا بیان

(۳۳۱) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِشْتَرٰی عَبْدَیْنِ بِعَبْدٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غلام کے بدلے دو غلام خریدے۔

شرح:

یعنی یہ خریداری دست بدست ہوئی نہ ادھار نہ وعدہ پر ایسا کرنا جائز ہے اس لیے کہ یہاں پر دو عوض ہم جنس تو ہیں لیکن کیلی وزنی نہیں ہیں تو ایسی صورت میں نقد و نقد جائز اور ادھار حرام ہے۔

حضرت معمر فرماتے ہیں کہ میں نے امام زہری سے حیوان کی حیوان کے بدلے بیع کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت ابن مسیب سے بھی یہی سوال ہوا تھا تو انہوں نے فرمایا حیوان میں سود نہیں۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے جامع کبیر میں اسی کی مثل روایت کیا ہے اور جامع صغیر میں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حیوان کی بیع کو حرام کیا ہے جب کہ ادھار ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے گوشت کی بیع کو حیوان کے بدلے حرام فرمایا ہے۔ اور ایک روایت

میں تو نبی اکرم ﷺ نے صراحتاً فرمایا کہ جب نقد و نقد حیوان کی بیع حیوان کے بدلے ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

حاصل کلام یہ کہ حیوان کی بیع حیوان کے بدلے نقد و نقد جائز ہے اور ادھار جائز نہیں۔

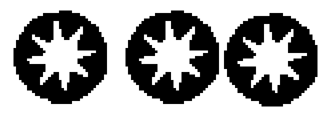
فقہی مسائل:

مسئلہ: گوشت کو جانور کے بدلے میں بیع کر سکتے ہیں کیونکہ گوشت وزنی ہے اور جانور عددی ہے وہ گوشت اُسی جنس کے جانور کا ہو مثلاً بکری کے گوشت کے عوض میں بکری خریدی یا دوسری جنس کا ہو مثلاً بکری کے گوشت کے بدلے میں گائے خریدی۔ یہ گوشت اُتنا ہی ہو جتنا اُس جانور میں گوشت ہے یا اُس سے کم یا زیادہ بہر حال جائز ہے۔ ذبح کی ہوئی بکری کو زندہ بکری یا ذبح کی ہوئی کے عوض میں بیع کرنا جائز ہے اور اگر دونوں کی کھالیں اُتار لی ہیں اور اوجھڑی وغیرہ ساری اندرونی چیزیں الگ کر دی ہیں بلکہ پائے بھی جدا کر لیے ہیں تو اب ایک کو دوسری کے عوض میں تول کے ساتھ بیچ سکتے ہیں کہ یہ گوشت کو گوشت سے بیچنا ہے۔ (۱)

مسئلہ: ایک مچھلی دو مچھلیوں سے بیع کر سکتے ہیں یعنی وہاں جہاں وزن سے نہ بکتی ہوں اور تول سے فروخت ہوں جیسے یہاں تو وزن میں برابر کرنا ضرور ہوگا۔ (۲)

مسئلہ: مختلف قسم کے گوشت کی بیشی کے ساتھ بیع کیے جا سکتے ہیں، مثلاً بکری کا گوشت ایک سیر گائے کے دو سیر سے بیچ سکتے ہیں مگر یہ ضرور ہے کہ دست بدست ہوں اُدھار جائز نہیں اگر ایک قسم کے جانور کا گوشت ہو تو کمی بیشی جائز نہیں۔ گائے اور بھینس دو جنس نہیں بلکہ ایک جنس ہیں۔ یو ہیں بکری، بھیڑ، دُنبہ، یہ تینوں ایک جنس ہیں۔ گائے کا دودھ بکری کے دودھ سے، کھجور یا گنے کا سرکہ انگوری سرکہ سے، پیٹ کی چربی دُنبہ کی چکی (دُنبے کی چوڑی دُم۔) یا گوشت سے بکری کے بال کو بھیڑ کی اون سے کم و بیش کر کے بیع کر سکتے ہیں۔

مزید تفصیل ماقبل باب الربا میں گزر چکی ہے واللہ اعلم۔



بَابُ مَا يَجُوْزُ بَيْعُهُ وَمَا لَا يَجُوْزُ

باب : کس چیز کی بیع جائز اور کس کی ناجائز ہے

(۳۳۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاؤسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اشْتَرٰى طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهٗ۔

---

(۱) الہدایۃ، کتاب البیوع، باب الربا، ج ۲، ص ۶۳، و، الدرالمختار، کتاب البیوع، باب الربا، ج ۷، ص ۴۳۳

(۲) الفتاوی الھندیۃ، کتاب البیوع، الباب التاسع فیما یجوز بیعہ... الخ، الفصل السادس، ج ۳، ص ۱۲۰

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی کھانا خریدے تو اسے پورا کیے بغیر آگے نہ بیچے۔

فقہی مسائل:

مسئلہ: قدر و جنس دونوں موجود ہوں تو کمی بیشی بھی حرام ہے (اس کو ربا الفضل کہتے ہیں) اور ایک طرف نقد ہو دوسری طرف ادھار یہ بھی حرام (اس کو ربا النسیہ کہتے ہیں) مثلاً گیہوں کو گیہوں، جَو کو جَو کے بدلے میں بیع کریں تو کم وبیش حرام اور ایک اب دیتا ہے دوسرا کچھ دیر کے بعد دے گا یہ بھی حرام اور دونوں میں سے ایک ہو ایک نہ ہو تو کمی بیشی جائز ہے اور اُودھار حرام مثلاً گیہوں کو جو کے بدلے میں یا ایک طرف سیسہ ہو ایک طرف لوہا کہ پہلی مثال میں ماپ اور دوسری میں وزن مشترک ہے مگر جنس کا دونوں میں اختلاف ہے۔ کپڑے کو کپڑے کے بدلے میں غلام کو غلام کے بدلے میں بیع کیا اس میں جنس ایک ہے مگر قدر موجود نہیں لہٰذا یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک تھان دیکر دو تھان یا ایک غلام کے بدلے میں دو غلام خرید لیے مگر اودھار بیچنا حرام اور سود ہے اگرچہ کمی بیشی نہ ہو اور دونوں نہ ہوں تو کمی بیشی بھی جائز اور اودھار بھی جائز مثلاً گیہوں اور جو کو روپیہ سے خریدیں یہاں کم وبیش ہونا تو ظاہر ہے کہ ایک روپیہ کے عوض میں جتنے من چاہو خریدو کوئی حرج نہیں اور ادھار بھی جائز ہے کہ آج خریدو روپیہ مہینے میں سال میں دوسرے کی مرضی سے جب چاہو دو جائز ہے کوئی خرابی نہیں۔ (الھدایۃ، کتاب البیوع، باب الربا، ج ۲، ص ۶۰ — ۶۱ وغیرہا۔)

مسئلہ: تر کھجور کو تر یا خشک کھجور کے بدلے میں بیع کرنا جائز ہے جبکہ دونوں جانب کی کھجوریں ماپ میں برابر ہوں۔ وزن میں برابری کا اس میں اعتبار نہیں۔ یوہیں انگور کو منقے یا کشمش کے بدلے میں بیچنا جائز ہے جبکہ دونوں برابر ہوں۔ اسی طرح جو پھل خشک ہو جاتے ہیں اُن کے تر کو خشک کے عوض بھی بیچنا جائز ہے اور تر کے بدلے میں بھی جیسے انجیر۔ آلو بخارا خوبانی وغیرہ۔

(۳۳۳) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دھوکے والی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے۔

شرح:

غرر یا تو غرہ بالفتح سے بمعنی مجہول الانجام چیز یعنی خطرناک یا غِرہ بالکسر سے بنا بمعنی دھوکا، اسی سے غرور ہے۔ بیع غرور کی بہت صورتیں ہیں: بیع منابذہ اور پتھر پھینکنے کی بیع وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں، دریا میں مچھلی، ہوا میں اڑتے ہوئے پرندے، بھاگے ہوئے غلام کی بیع سب بیع غرر ہیں۔ امام شافعی کے ہاں یہ بیع فاسد ہیں ہمارے ہاں کبھی فاسد، کبھی باطل۔ خیال رہے کہ ہمارے ہاں فاسد و باطل بیع میں فرق ہے کہ بیع فاسد سے بعد قبضہ ملک حاصل ہو جاتی ہے، بیع باطل میں کبھی ملک حاصل نہیں ہوتی مگر امام شافعی کے ہاں دونوں بیعیں ایک ہی ہیں، اس کی مفصل بحث کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے۔

(۳۳۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْاَنْصَارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ۔

حضرت عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیع مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔

فقہی مسائل:

بیع مزابنہ بیع مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو اسی قسم کے درخت سے اتارے ہوئے پھلوں کے عوض بیچنا مثلاً کھجور پر لگی ہوئی کھجوریں پہلے سے اتاری ہوئی کھجوروں کے بدلے بیچنا۔

مسئلہ: خلاصہ یہ ہے کہ خشک پھل ہم جنس تر پھلوں کے عوض جو درخت پر لگے ہیں فروخت کرنا کہ خشک پھل کا وزن تو معلوم ہو اگر درخت پر لگے ہوئے تر پھلوں کا وزن معلوم نہ ہو صرف اندازہ ہو یہ حرام ہے کہ اس میں سود کا احتمال قوی ہے، ہاں اگر جانبین کے پھل مختلف الجنس ہوں تو مضائقہ نہیں۔

محاقلہ: یعنی گندم کی معین مقدار کھیت والے کو دے اور اس کی کھڑی کھیتی خرید لے۔ یہ بھی جائز نہیں۔

(۳۳۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ اَنْ يَّشْتَرِيَ ثَمَرَةً حَتّٰى يَشْقَحَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کے پکنے سے پہلے، ان کو خریدنے سے منع فرمایا ہے۔

شرح:

بخاری و مسلم ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا جب تک کام کے قابل نہ ہوں، بائع و مشتری دونوں کو منع فرمایا اور مسلم کی ایک روایت میں ہے، کہ کھجوروں کی بیع سے منع فرمایا جب تک سُرخ یا زرد نہ ہو جائیں اور کھیت میں بالوں کے اندر جو غلہ ہے اُس کی بیع سے منع کیا، جب تک سفید نہ ہو جائے اور آفت پہنچنے سے اَمن نہ ہو جائے۔

مسئلہ: پھل پکنے سے مراد پھل قابل نفع ہونا ہے لہذا جو چیزیں گدر ہو کر استعمال کی جاتی ہیں ان کی گدر کی بیع جائز ہے۔ اور جو چیزیں کچی بھی کام آتی ہیں ان کی کچی کی بیع بھی درست ہے، آم کچے گدر فروخت کیے جاسکتے ہیں، مٹر کی پھلیاں کچی بھی سبزی کے طور پر کام آتی ہیں ان کی کچی کی تجارت درست ہے۔

(۳۳۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ جَبَلَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهٗ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پکنے سے پہلے کھجور کی بیع سلم سے منع فرمایا ہے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے کھجور کے ثمر میں اس کے قابل نفع ہونے سے پہلے بیع کرنے سے منع فرمایا۔ اس حدیث کو امام

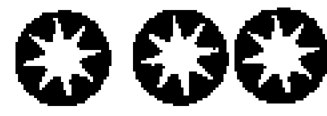
بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

(۳۳۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا طَلَعَ النَّجْمُ رُفِعَتِ الْعَاهَاتُ يَعْنِي الثُّرَيَّا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ثریا نامی ستارہ طلوع ہو جائے تو پھلوں کو آفات سے نجات مل جاتی ہے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب ثریا ستارہ طلوع ہو جائے تو سمجھو کہ کھیتی اور پھلوں سے آفات ٹل گئی ہیں، اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ جب ثریا طلوع ہو جائے تو کھیتی آفت سے محفوظ ہو جاتی ہے۔ (بلاد حجاز میں موسم گرما کے شروع میں ثریا فجر کے ساتھ ساتھ نکلتا ہے تو گویا کہ اثمار سے آفات کے ٹل جانے کا ایک پیغام ہوتا ہے اور ان کے مراد پر پہنچ جانے کی ایک بڑی نشانی ہوتا ہے۔)(۱)



بَابُ مَنْ بَاعَ نَخْلاً مُؤَبَّرًا

کھجور کے قلمی درخت کو بیچنے کا بیان

(۳۳۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْاَنْصَارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلاً مُؤَبَّرًا اَوْ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَالثَّمَرَةُ وَالْمَالُ لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُشْتَرِيْ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ مَّنْ بَاعَ عَبْدًا وَّلَهُ مَالٌ فَالْمَالُ لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ وَمَنْ بَاعَ نَخْلاً مُؤَبَّرًا فَثَمَرَتُهُ لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کھجور کا قلمی درخت یا مالدار غلام بیچے تو پھل اور مال فروخت کنندہ کا ہوگا، سوائے اس کے کہ کوئی شرط پہلے ہی لگا لی جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ جس نے مالدار غلام بیچا تو مال بیچنے والے کا ہے، ہاں جب خرید نے والا اس کی بھی شرط عائد کر لے (تو پھر اس کا ہوگا)، اور جس نے کھجور کا قلمی درخت فروخت کیا تو اس کا پھل بیچنے والے کا ہوگا، سوائے اس صورت کے کہ اس کی بھی شرط لگا لی جائے۔

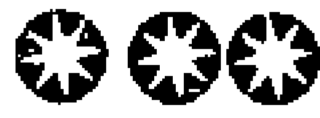
---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 142

شرح:

مؤبر کھجور کے اس درخت کو کہتے ہیں جس میں قلم لگایا گیا ہو اس کی صورت یہ تھی کہ عرب کے لوگ کھجور میں نر و مادہ دو قسمیں مانتے تھے اور وہ ایسا کرتے تھے کہ مادہ کو چیر کر اس میں نر کا کلّہ یا گابہ پیوست کرتے دیتے تھے اس ترکیب سے درخت پھل بہت دیتا تھا اس طریقہ کو عربی میں تابیر اور اردو میں قلم لگانا کہتے ہیں۔

اس حدیث کی رو سے امام شافعی، امام مالک، اور امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ اگر درخت کھجور مؤبر ہو تو یہ ہی حکم ہے کہ بغیر شرط کے پھل بائع کے ہیں، اور مع شرط مشتری کے، اور اگر درخت مؤبر نہ ہو تو ہر حال میں پھل مشتری کے ہیں، امام اعظم اس دوسرے مفہوم کے قائل نہیں اس لیے ان کے نزدیک درخت چاہے مؤبر ہو یا غیر مؤبر دونوں صورتوں میں پھل شرط سے مشتری کے ہوں گے اور بغیر شرط کے بائع کے ہوں گے۔



بَابُ النَّهْيِ عَنِ السَّوْمِ عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ

اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرنے کی ممانعت

(۳۳۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَمَّنْ لَا اَتَّهِمُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَا يَسْتَامُ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ وَلَا يَنْكِحُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ وَلَا تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَلَا خَالَتِهَا وَلَا تَسْاَلُ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْفِيْءَ مَا فِيْ صَحْفَتِهَا فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَازِقُهَا وَلَا تُبَايِعُوْا بِالْقَاءِ الْحَجَرِ وَاِذَا اسْتَاْجَرْتَ اَجِيْرًا فَاَعْلِمْهُ اَجْرَهٗ۔

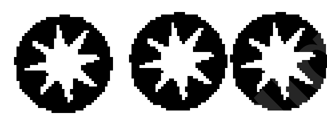
حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے، اور نہ ہی کوئی اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح بھیجے، اور عورت کو ایک شخص کے ساتھ نکاح میں اس کی پھوپھی اور خالہ کے ساتھ جمع نہ کیا جائے، اور کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے تا کہ وہ خود اس کے برتن یا پیالہ سے لطف اندوز ہو، بیشک اللہ تعالیٰ ہی اس کو رزق دینے والا ہے، اور پتھر پھینک کر خرید و فروخت مت کرو، جب تم کوئی مزدور رکھو تو اس کے اجرت مقرر کر لو۔

شرح:

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے نرخ پر نرخ نہ کرے، یعنی ایک نے دام چکالیا ہو تو دوسرا اُس کا دام نہ لگائے۔

مسئلہ: ایک شخص کے دام چکا لینے کے بعد دوسرے کو دام چکانا ممنوع ہے اس کی صورت یہ ہے کہ بائع و مشتری ایک ثمن پر

راضی ہو گئے صرف ایجاب وقبول ہی یا مبیع کو اُٹھا کر دام دیدینا ہی باقی رہ گیا ہے دوسرا شخص دام بڑھا کر لینا چاہتا ہے یا دام اُتنا ہی دیگا مگر دُکاندار سے اسکا میل ہے یا یہ ذی وجاہت شخص ہے دُکاندار اسے چھوڑ کر پہلے شخص کو نہیں دے گا۔ اور اگر اب تک دام طے نہیں ہوا ایک ثمن پر دونوں کی رضامندی نہیں ہوئی ہے تو دوسرے کو دام چُکا نا منع نہیں جیسا کہ نیلام میں ہوتا ہے اسکو بیع من یزید کہتے ہیں یعنی بیچنے والا کہتا ہے جو زیادہ دے لے لے اس قسم کی بیع حدیث سے ثابت ہے۔ جس طرح بیع میں اس کی ممانعت ہے اجارہ میں بھی ممنوع ہے مثلاً کسی مزدور سے مزدوری طے ہونے کے بعد یا ملازم سے تنخواہ طے ہونے کے بعد دوسرے شخص کا مزدوری یا تنخواہ بڑھا کر یا اُتنی ہی دیکر مقرر کرنا۔ یوہیں نکاح میں ایک شخص کی منگنی ہوجانے کے بعد دوسرے کو پیغام دینا منع ہے خواہ مہر بڑھا کر نکاح کرنا چاہتا ہو یا اس کی عزت ووجاہت کے سامنے پہلے کو جواب دیدیا جائے گا، بہر صورت پیغام دینا ممنوع ہے۔ جس طرح خریدار کے لیے یہ صورت ممنوع ہے بائع کے لیے بھی ممانعت ہے مثلاً ایک دُکاندار سے دام طے ہو گئے دوسرا کہتا ہے میں اس سے کم میں دونگا یا وہ اس کا ملاقاتی ہے کہتا ہے میرے یہاں سے لو میں بھی اتنے ہی میں دونگا یا اجارہ میں ایک مزدور سے اُجرت طے ہونے کے بعد دوسرا کہتا ہے میں کم مزدوری لونگا یا میں بھی اتنی ہی لونگا، یہ سب ممنوع ہیں۔ (۱)



بَابُ مَنِ اشْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ

اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے خریدنے کا بیان

(۳۴۰) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ مَعْنِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِشْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ قَالُوْا وَ کَیْفَ ذٰلِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ تَقُوْلُوْنَ بِعْنَا اِلٰی مَقَاسِمِنَا وَمَغَانِمِنَا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے خریدو، صحابہ کرام نے عرض کی: وہ کیسے یارسول اللہ ﷺ!؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کہا کرو ہم نے تقسیم اور اموال غنیمت تک بیع کی۔

شرح:

نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے بھروسہ پر چیزوں کی خریداری کرو، شکی غیر یقینی حالات وواقعات پر معلق نہ رکھو مثلاً کہیں کہ بخشش، یا عطاء، یا تقسیم ہونے پر یا مال غنیمت کی وصول یابی پر کیونکہ یہ اجل مجہول پر بیع کرنے کی شکل ہوئی جو شریعت میں ناجائز ہے۔

---

(۱) ،الدرالمختار،، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، ج۷، ص۳۱۱، الھدایۃ،، کتاب البیوع، فصل فیما یکرہ، ج۲، ص۵۳، فتح القدیر،، کتاب البیع، باب بیع الفاسد، ج۶، ص۱۰۷۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ثَمَنِ كَلْبِ الصَّيْدِ

شکاری کتے کی قیمت میں رخصت کا بیان

(۳۴۱) اَبُو حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَمَنِ كَلْبِ الصَّيْدِ۔

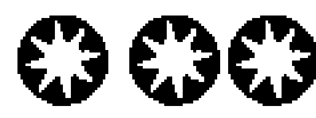
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شکاری کتے کی بابت اس کے ثمن میں رخصت دی ہے۔

شرح:

ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سوائے سکھائے ہوئے کتے کے دوسرے کتے کی قیمت سے منع فرمایا، اور ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا سوائے شکار کے کتے کے، جان لو کہ وہ چیز جس کا عین طاہر ہے اس کی بیع بالاتفاق جائز ہے اور وہ چیزیں جن کا عین نجس ہے جیسے کتا اور خنزیر، شراب وغیرہ تو ان میں سے کتے کی بیع امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز ہے اور امام مالک کے اصحاب نے کتے کی بیع میں اختلاف کیا ہے بعض نے مطلقاً جائز کہا اور بعض نے مکروہ کہا۔

اور امام شافعی فرماتے ہیں ان میں سے کسی کی بیع جائز نہیں اور اگر کتے کو مار دیا جائے تو اس کی کوئی قیمت نہیں امام دمیری نے حیات الحیوان میں فرمایا کہ ہمارے (شوافع) کے نزدیک تمام کتوں کی بیع جائز نہیں بخلاف امام مالک کے کہ ان کے نزدیک بیع مباح ہے۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ ہمارے (احناف) کے نزدیک سکھائے ہوئے کتے کی بیع جائز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ غیر معلم کتے کی بیع جائز نہیں یہی قول اس حدیث کے مطابق وموافق ہے۔ (۱)



بَابُ النَّهْيِ عَنْ شَرْطَيْنِ فِي بَيْعٍ

ایک ہی سودے میں دو شرطوں کی ممانعت

(۳۴۲) اَبُو حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي يَعْفُوْرَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ عَتَّابَ بْنَ اُسَيْدٍ اِلَى اَهْلِ مَكَّةَ فَقَالَ اِنْهَهُمْ عَنْ شَرْطَيْنِ فِي بَيْعٍ وَّعَنْ بَيْعٍ

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص 401

وَسَلَفٍ وَعَنْ رِبْحِ مَالَمْ يُضْمَنْ وَعَنْ بَيْعِ مَالَمْ يُقْبَضْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عتاب بن اسید کو اہل مکہ کی طرف روانہ کیا، اور فرمایا، کہ ان کو ایک بیع میں دو شرائط سے منع کرو، بیع، قرض اور کسی چیز سے استفادہ بغیر ضمانت کے اور قبضہ سے پہلے کسی چیز کو فروخت کرنے سے منع کرو۔

شرح:

جن دو بیعوں سے نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا وہ یہ ہیں۔

1۔ یہ کہ کوئی آدمی کسی کو کہے میں یہ کپڑا نقد تم کو دس روپے کا دیتا ہوں اور ادھار پندرہ روپے کا دیتا ہوں یہ جائز نہیں ہے اس لیے کہ وہ نہیں جانتا ہے کس ثمن کو بائع نے اختیار کیا کہ اس پر عقد صحیح ہو۔

2۔ دوسری صورت یہ کہ کوئی کسی کو کہے یہ چیز میں تم کو بیس روپے میں دیتا ہوں اس شرط پر کہ تم اپنا یہ کپڑا دس روپے کا مجھے فروخت کرو اس میں یہ شرط جائز نہیں اس لیے کہ اس کے ساتھ بعض ثمن ساقط ہو جاتا ہے۔

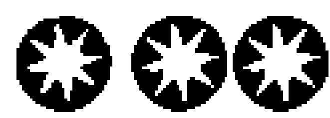
یہ حدیث اس بات کا فائدہ دیتی ہے کہ بیع میں شرط جائز نہیں مگر ایسی شرط جو عقل کے موافق ہو۔

(۳۴۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْتَاعُ اَحَدُكُمْ عَبْدًا وَّلَا اَمَةً فِيْهِ شَرْطٌ فَاِنَّهُ عَقْدٌ فِي الرِّقِّ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا غلام یا کنیز نہ بیچے جس میں غلامی کی مضبوط گرہ موجود ہو۔

شرح:

حدیث کے الفاظ مجمل ہیں بعض نے شرط "شین" اور "راء" کے زبر کے ساتھ پڑھا جس کے معنی علامت کے ہیں اور حدیث کی تشریح یوں کی ہے کہ جو غلام مثلاً مدبر ہو یا لونڈی ام ولد ہے تو اس کو نہ خرید و کیونکہ غلام کا مدبر ہونا اور لونڈی کا ام ولد ہونا ان میں نہ کھلنے والی گرہ ہے۔(مسند امام اعظم، فرید بکسٹال، ص 280، مترجم)



بَابُ مَا جَاءَ فِيْمَنْ تَجَاوَزَ عَنِ الْمُعْسِرِ

تنگ دست شخص کو مہلت دینے کا بیان

(۳۴۴) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ مَالِكِ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ رِبْعِيُّ بْنُ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ يُؤْتٰى بِعَبْدٍ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّيْ مَا عَمِلْتُ اِلَّا خَيْرًا مَّا اَرَدْتُّ بِهٖ اِلَّا

لِقَائِكَ فَكُنْتُ أُوْسِعُ عَلَى الْمُوْسِرِ وَأُنْظِرُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا اَحَقُّ بِذٰلِكَ مِنْكَ فَتَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِى فَقَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيُّ وَاَشْهَدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ مِنْهُ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یوم قیامت اللہ تعالیٰ کے پاس ایک آدمی لایا جائے گا، وہ کہے گا کہ اے میرے رب! میں نے کبھی کوئی بھلائی کا کام نہیں کیا سوائے اس صورت کے کہ میں تجھ سے ملاقات کرنے کا ارادہ کروں، پس میں امیر کو وسعت اور تنگدست سے درگذر کرتا تھا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا : میں اس کا تجھ سے زیادہ حقدار ہوں، (اے فرشتو) تم بھی میرے بندے سے درگذر کرو۔ حضرت ابو مسعود انصاری فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی اس بات پر شہادت دیتا ہوں کہ انہوں نے آپ ﷺ سے یہ (حدیث) سنی ہے۔

(۳۴۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اُمِّ هَانِىءٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَدَّدَ عَلٰى اُمَّتِىْ بِالتَّقَاضِىْ اِذَا كَانَ مُعْسِرًا شَدَّدَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِىْ قَبْرِهٖ۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جس نے میرے تنگ دست امتی پر تقاضا کرنے میں سختی برتی، تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں اس سے سختی فرمائے گا۔

شرح:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ (پ ۳، البقرۃ ۲۸۰:)

اور اگر مدیون تنگدست ہے تو وسعت آنے تک اُسے مہلت دو اور صدقہ کردو (معاف کردو) تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو،

حدیث: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص (زمانہ گزشتہ میں) لوگوں کو اُدھار دیا کرتا تھا، وہ اپنے غلام سے کہا کرتا جب کسی تنگدست مدیون کے پاس جانا اُس کو معاف کردینا اس امید پر کہ خدا ہم کو معاف کردے، جب اُسکا انتقال ہوا اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا،

حدیث: صحیح مسلم میں ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو یہ بات پسند ہو کہ قیامت کی سختیوں سے اللہ تعالیٰ اُسے نجات بخشے، وہ تنگدست کو مہلت دے یا معاف کردے،

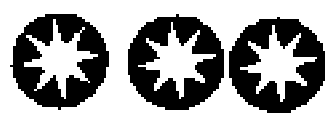
حدیث: صحیح مسلم میں ہے، ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا : کہ جو شخص تنگدست کو مہلت دے گا یا اُسے معاف کردیگا، اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے سایہ میں رکھے گا،

حدیث: صحیح بخاری میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں ہم حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر تھے، ایک جنازہ لایا گیا۔لوگوں نے عرض کی، اس کی نماز پڑھایئے۔فرمایا: اس پر کچھ دَین (قرض) ہے؟ عرض کی، نہیں۔اُس کی نماز پڑھادی۔پھر دوسرا جنازہ آیا، ارشاد فرمایا: اس پر دَین ہے؟ عرض کی، ہاں۔فرمایا: کچھ اس نے مال چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کی، تین دینار چھوڑے ہیں۔اس کی نماز بھی پڑھادی۔پھر تیسرا جنازہ حاضر لایا گیا، ارشاد فرمایا: اس پر کچھ دَین ہے؟ لوگوں نے عرض کی، تین دینار کا مدیون ہے۔ارشاد فرمایا: اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔فرمایا: تم لوگ اس کی نماز پڑھ لو، ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نماز پڑھادیں، دَین کا ادا کردینا میرے ذمہ ہے۔حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے نماز پڑھادی۔

حدیث: شرح سنہ میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں جنازہ لایا گیا، ارشاد فرمایا: اس پر دَین ہے؟ لوگوں نے کہا، ہاں۔فرمایا: دَین ادا کرنے کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟ عرض کی نہیں۔ارشاد فرمایا: تم لوگ اسکی نماز پڑھ لو، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، اسکا دَین میرے ذمہ ہے، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے نماز پڑھادی۔اور ایک روایت میں ہے، کہ فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھاری بندش کو توڑے، جس طرح تم نے اپنے مسلمان بھائی کی بندش توڑی، جو بندہ مسلم اپنے بھائی کا دَین ادا کریگا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی بندش توڑ دیگا،

حدیث :۷ صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کے مال لیتا ہے اور ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس سے ادا کردیگا (یعنی ادا کرنے کی توفیق دیگا یا قیامت کے دن دائن کو راضی کردیگا) اور جو شخص تلف کرنے کے ارادہ سے لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس پر تلف کردیگا (یعنی نہ ادا کی توفیق ہوگی، نہ دائن راضی ہوگا)،

صحیحین میں حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: زمانہ گزشتہ میں ایک شخص کی روح قبض کرنے جب فرشتہ آیا، اس سے کہا گیا تجھے معلوم ہے کہ تو نے کچھ اچھا کام کیا ہے۔اس نے کہا، میرے علم میں کوئی اچھا کام نہیں ہے۔اس سے کہا گیا، غور کرکے بتا۔اُس نے کہا، اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں دنیا میں لوگوں سے بیع کرتا تھا اور ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آتا تھا اگر مالدار بھی مہلت مانگتا تو اُسے مہلت دے دیتا تھا اور تنگدست سے درگزر کرتا تھا یعنی معاف کردیتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں داخل کردیا، اور صحیح مسلم کی ایک روایت عقبہ بن عامر و ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تجھ سے زیادہ معاف کرنے کا حقدار ہوں، اے فرشتو! میرے اس بندہ سے درگزر کرو۔(۱)



(۱) صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب السهولة والسماحة...إلخ، الحدیث:۲۰۷۶، ج۲، ص۱۲، صحیح مسلم، کتاب المساقات، باب فضل انظار المعسر، الحدیث: ۲۹۔(۱۵۶۰)، ص۸۴۴۔

بَابُ التَّشْدِيْدِ فِي الْغِشِّ

دھوکہ کی مذمت کا بیان

(۳۴۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص خرید و فروخت میں دھوکہ دہی سے کام لے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

تجارت کے اصول:

(1) تجارت کے چند اصول ہیں جس کی پابندی ہر تاجر پر لازم ہے یعنی پہلے ہی بڑی تجارت شروع نہ کردو بلکہ معمولی کام کو ہاتھ لگاؤ۔ آپ حدیث شریف سن چکے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرنے کا حکم فرمایا۔

حکایت:

ایک شخص تجارت کرنا چاہتے تھے وہ کسی مشہور فرم کے مالک کے پاس مشورہ کے لئے پہنچے۔ ان کا خیال تھا کہ تجارت میں نہایت پوشیدہ راز ہوں گے جنہیں معلوم کرتے ہی میں ایک دم لاکھ پتی بن جاؤں گا۔ مالک فرم نے مشورہ دیا کہ آپ پانچ روپیہ کی دیا سلائی کی ڈبیاں لے کر بازار میں بیٹھ جائیں، اگر شام کو پانچ آنے کے پیسے بھی کمائے تو آپ کامیاب ہیں۔ جب اس کی بکری کچھ بڑھ جائے تو اس کے ساتھ کچھ سگریٹ کی ڈبیاں بھی رکھ لیں جب یہ کام چل پڑے تو پان چھالیہ بھی رکھ لیں یہاں تک کہ ایک دن پورے پنواڑی بلکہ پورے پنساری بن جائیں گے۔ دیکھو ہندوؤں کے بچے پہلے ہی منیم نہیں بن جاتے بلکہ اولاً معمولی خوانچے بیچتے ہیں اسی خوانچہ سے ایک دن لکھ پتی بن جاتے ہیں۔ ہم نے کاٹھیاواڑ میں میمن تاجروں کو دیکھا کہ جب وہ کسی کو تجارت سکھاتے ہیں تو ایک سال باورچی رکھتے ہیں۔ دوسرے سال ادھار وصول کرنے پر، تیسرے سال بلٹیاں چھوڑانے اور مال روانہ کرنے پر، چوتھے سال خوردہ فروشی پر، پھر دکان کی چابیاں سپرد کر دیتے ہیں۔

(2) ہر شخص اپنے مناسب طاقت تجارت کرے، قدرت نے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ کام کے لئے بنایا ہے کسی کو غلہ کی تجارت پھلتی ہے، کسی کو کپڑے، کسی کو لکڑی کی، کسی کو کتابوں کی، غرضیکہ تجارت سے پہلے یہ خوب سوچ لو کہ میں کس قسم کی تجارت میں کامیاب ہو سکتا ہوں۔

اپنی کہانی:

میرا مشغلہ شروع سے ہی علم کا رہا۔ مجھے بھی تجارت کا شوق تھا کہ میں نے غلہ کی مختلف تجارتیں کیں مگر ہمیشہ نقصان اٹھایا۔

اب کتابوں کی تجارت کو ہاتھ لگایا۔رب تعالیٰ نے بڑا فائدہ دیا۔معلوم ہوا کہ علماء اور مدرسین کو علمی تجارت فائدہ مند ہوسکتی ہے۔ہم نے بعض ایسے ہندو ماسٹر بھی دیکھے جو پڑھاتے ہیں اور ساتھ ساتھ قلم، دوات، پنسل، کاغذ وغیرہ کی مدرسہ ہی میں تجارت بھی کرتے ہیں۔اس نفع سے اپنا ماہواری خرچ چلا کر تنخواہ ساری بچاتے ہیں۔غرضیکہ تجارت کے لئے انتخابِ کار کی بڑی سخت ضرورت ہے۔

(3) کسی ایسے کام میں ہاتھ مت ڈالو، جس کی تمہیں خبر نہ ہو اور سب کچھ دوسروں کے قبضہ میں ہو۔

ایک سخت غلطی :اولاً تو مسلمان تجارت کرتے ہی نہیں اور کرتے بھی ہیں تو اصولی غلطیوں کی وجہ سے بہت جلد فیل ہو جاتے ہیں، مسلمانوں کی غلطیاں حسب ذیل ہیں۔

ایک سخت غلطی:

اولاً تو مسلمان تجارت کرتے ہی نہیں اور کرتے بھی ہیں تو اصولی غلطیوں کی وجہ سے بہت جلد فیل ہو جاتے ہیں، مسلمانوں کی غلطیاں حسب ذیل ہیں۔

(۱) مسلم دکانداروں کی بد خلقی:

کہ جو گاہک ان کے پاس ایک دفعہ آتا ہے پھر ان کی بد مزاجی کی جہ سے دوبارہ نہیں آتا۔

(۲) جلد باز یا ناواقف تاجر:

دکان رکھتے ہی لکھ پتی بننا چاہتے ہیں اگر دو دن بکری نہ ہو یا کچھ گھاٹا پڑے تو فوراً بددل ہو کر دکان چھوڑ بیٹھتے ہیں۔اس کی بہت مثالیں موجود ہیں۔

(۳) نفع بازی:

عام طور پر مسلمان تاجر جلد مالدار بننے کے لئے زیادہ نفع پر تجارت کرتے ہیں۔ایک ہی چیز اور جگہ سستی بکتی ہے اور ان کے ہاں گراں تو ان سے کون خریدے گا۔عام تجارت میں نفع ایسا چاہیے، جیسے آٹے میں نمک، ہاں نادر و نایاب چیزوں پر زیادہ نفع لیا جائے تو حرج نہیں۔

(۴) بے جا خرچ:

ناواقف تاجر معمولی کاروبار پر بہت خرچ بڑھا لیتے ہیں۔ان کی چھوٹی سی دکان اتنا خرچ نہیں اٹھا سکتی آخر فیل ہو جاتے ہیں۔

مسلمان خریداروں کی غلطی:

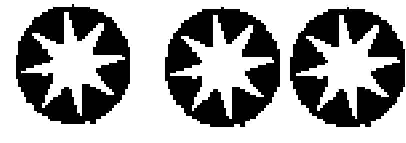
ہندو مسلمان تاجر کو دیکھنا چاہتے ہی نہیں۔انہیں مسلمان کی دکان کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔بہت دفعہ دیکھا گیا ہے کہ جہاں کسی مسلمان نے دکان نکالی تو آس پاس کے ہندو دکانداروں نے چیزیں فوراً سستی کر دیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو بہت کما بھی چکے اور آئندہ کمائیں گے بھی۔دو چار مہینے اگر نہ کمایا تو نہ سہی۔مسلمان خریدار ایک پیسے کی رعایت دیکھ کر بنیوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔اپنے غریب بھائیوں پر نظر نہیں کرتے۔اگر ہندو کے ہاں پیسے کے چار پان مل رہے اور مسلمان کے ہاں تین تو مسلمان سے تین لو اور دل میں سمجھ لو کہ اگر یہ مسلمان بھائی ہمارے گھر آتا تو اسے ایک پان کھلانا ہی پڑتا۔ہم نے ایک پان سے اس کی تواضع ہی کر دی۔

دل میں کچھ گنجائش پیدا کرو۔دلی گنجائش سے قومیں بنتی ہیں۔

حکایت:

مجھ سے ایک تاجر نے کہا کہ ایک انگریز میری دکان پر چھڑی خریدنے آیا میں نے نہایت نفیس جاپانی چھڑی پیش کی جس کی قیمت بارہ آنے تھی۔اس نے چھڑی بہت پسند کی اور بہت خوش ہوا مگر جاپان کی مہر پڑھتے ہی جھنجھلا کر پٹک دی بولا ڈیم جاپان ۔انگلش مال لاؤ۔میں نے لندن کی بنی ہوئی معمولی چھڑی دی جس کی قیمت پورے تین روپے تھی وہ بخوشی لے گیا۔یہ ہے قوم پرستی کہ جاپانی سستا اور خوبصورت مال نہ لیا اور لندن کا بنا ہوا معمولی مال زیادہ قیمت سے لے گیا۔مسلمان خریدار اس سے عبرت پکڑیں۔

(اسلامی زندگی،از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ)



بَابُ مَا جَآءَ فِی اَوَّلِ مَنْ ضَرَبَ الدِّیْنَارَ

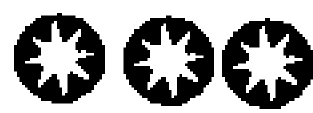
سب سے پہلے دینار بنانے والے کا بیان

(۳۴۷) حَمَّادٌ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِیْ سُلَیْمَانَ قَالَ اَوَّلُ مَنْ ضَرَبَ الدِّیْنَارَ تُبَّعٌ وَّھُوَ اَسْعَدُ اَبُوْ کُرَبٍ وَاَوَّلُ مَنْ ضَرَبَ الدَّرَاھِمَ تُبَّعُ الْاَصْغَرُ وَاَوَّلُ مَنْ ضَرَبَ الْفُلُوْسَ وَاَدَارَھَا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ نَمْرُوْدُ بْنُ کَنْعَانَ۔

حضرت حماد بن ابی سلمان فرماتے ہیں کہ جس شخص نے سب سے پہلے سونے کا سکہ بنایا وہ تبع بنام اسعد ابو کرب ہے،اور جس شخص نے سب سے پہلے درہم بنایا وہ تبع اصغر ہے۔اور سب سے پہلے پیسہ بنانے والا اور لوگوں میں پھیلانے والے کا نام نمرود بن کنعان ہے۔

شرح:

یہ کنعان حضرت نوح علیہ السلام کا پوتا ہے روپے پیسے کا زور سب کو معلوم ہے ظاہر ہے کہ سب کا خیال اس کے ایجاد کرنے والے کی طرف جاتا ہے چنانچہ حدیث میں اسی شخص کی طرف اشارہ ہے جس نے اس کو ایجاد کیا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الرَّهْنِ

گروی کا بیان

(۳۴۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرٰى مِنْ يَّهُوْدِيٍّ طَعَامًا وَرَهَنَهٗ دِرْعًا۔

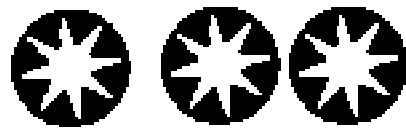
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کھانا خریدا اور اپنی زرہ کو گروی رکھوایا۔

شرح:

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کھانا خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ رہن رکھی اور وہ زرہ اسی یہودی کے پاس رہی یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا تو حضرت علی کو آپ نے نصیحت فرمائی تھی کہ اس یہودی سے وہ زرہ چھڑا لینا۔

(شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 43)

رہن کے مسائل بہت زیادہ ہیں جن میں سے اکثر علامہ امجد علی اعظمی بہارِ شریعت میں ذکر فرمائے ہیں وہاں سے مطالعہ فرمائیں۔



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

كِتَابُ الشُّفْعَةِ

شفعہ کا بیان

(۳۴۹) اَبُوْ مُحَمَّدٍ كَتَبَ اِلَى ابْنِ سَعِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِشُفْعَتِهٖ۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شفعہ کا سب سے زیادہ حقدار پڑوسی ہے۔

(۳۵۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ اَرَادَ سَعْدٌ بَيْعَ دَارِهٖ فَقَالَ لِجَارِهٖ خُذْهَا بِسَبْعِمِائَةٍ فَاِنِّىْ قَدْ اُعْطِيْتُ بِهَا ثَمَانَ مِائَةِ دِرْهَمٍ وَلٰكِنْ اَعْطَيْتُكَهَا لِاَنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِشُفْعَتِهٖ۔ وَفِىْ رِوَايَةٍ عَنِ الْمِسْوَرِ عَنْ رَّافِعِ ابْنِ خَدِيْجٍ قَالَ عَرَضَ عَلَىَّ سَعْدٌ بَيْتًا فَقَالَ لَهٗ خُذْهُ اَمَا اِنِّىْ قَدْ اُعْطِيْتُ بِهٖ اَكْثَرَ مِمَّا تُعْطِيْنِىْ وَلٰكِنَّكَ اَحَقُّ بِهٖ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِشُفْعَتِهٖ۔ وَفِىْ رِوَايَةٍ عَنِ الْمِسْوَرِ عَنْ رَّافِعٍ مَوْلٰى سَعْدٍ اَنَّهٗ قَالَ لِرَجُلٍ يَّعْنِىْ سَعْدًا خُذْ هٰذَا الْبَيْتَ بِاَرْبَعِمِائَةٍ فَيَقُوْلُ اَمَّا اِنِّىْ اُعْطِيْتُ ثَمَانَ مِائَةِ دِرْهَمٍ وَلٰكِنِّىْ اَعْطَيْتُكَهٗ لِحَدِيْثٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِشُفْعَتِهٖ۔ وَفِىْ رِوَايَةٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ عَرَضَ بَيْتًا لَّهٗ عَلٰى جَارِهٖ بِاَرْبَعِمِائَةِ دِرْهَمٍ وَّقَالَ قَدْ اُعْطِيْتُ ثَمَانَ مِائَةٍ وَلٰكِنْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِشُفْعَتِهٖ۔

حضرت مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد نے اپنا گھر بیچنے کا ارادہ کیا تو اپنے پڑوسی کو کہا: سات سو کے بدلے یہ مجھ سے لے لو، مجھے اس کے آٹھ سو مل رہے تھے، لیکن میں یہ تجھے اس لیے دے رہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شفعہ کا زیادہ حقدار اس کا پڑوسی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت رافع ابن خدیج فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر پیش کیا، اور فرمایا کہ

تم اس کو لے لو، جتنی قیمت آپ دے رہے ہیں مجھے اس سے زیادہ مل رہی تھی، لیکن اس کے زیادہ حقدار آپ ہی ہیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شفعہ کا زیادہ حقدار اس کا پڑوسی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک پڑوسی کو کہا کہ یہ گھر آپ چار سو کے بدلے لے لیں، مجھے اس کے آٹھ سو درہم مل رہے تھے، لیکن میں آپ کو اس حدیث کی وجہ سے دے رہا ہوں جس کو میں نے خود نبی اکرم ﷺ سے سنا کہ شفعہ کا زیادہ حقدار اس کا پڑوسی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر ایک پڑوسی پر چار سو درہم کے بدلے پیش کیا، اور فرمایا مجھے اس کے آٹھ سو مل رہے تھے لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ شفعہ کا زیادہ حقدار اس کا پڑوسی ہے۔

شرح:

شُفعہ: غیر مَنقُول جائیداد کو کسی شخص نے جتنے میں خریدا اُتنے ہی میں اس جائیداد کے مالک ہونے کا حق جو دوسرے شخص کو حاصل ہو جاتا ہے اس کو شفعہ کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، حصہ ۱۵، ص ۷۴)

غیر منقول جائداد کو کسی شخص نے جتنے میں خریدا اُتنے ہی میں اُس جائداد کے مالک ہونے کا حق جو دوسرے شخص کو حاصل ہو جاتا ہے اس کو شفعہ کہتے ہیں۔ یہاں اس کی ضرورت نہیں کہ مشتری اس پر راضی ہو جب ہی شفعہ کیا جائے وہ راضی ہو یا ناراض، بہرصورت جو حق دار ہے لے سکتا ہے۔ جس شخص کو یہ حق حاصل ہے اوس کو شفیع کہتے ہیں۔ مشتری نے مثلی چیز کے عوض میں جائداد خریدی ہے مثلاً روپے اشرفی پیسے کے عوض میں ہے تو اُس کی مثل دے کر شفیع لے لے گا اور اگر قیمی چیز ثمن ہے تو اُس کی جو کچھ قیمت ہے وہ دے گا۔

مسئلہ: شفعہ وہ شخص کر سکتا ہے جس کی مِلک جائداد مبیعہ سے متصل ہے خواہ اُس جائداد میں شفیع کی شرکت ہو یا اس کا جوار (پروس) ہو۔ (الدرالمختار، کتاب الشفعۃ، ج ۹، ص ۳۶۲)

مسئلہ: شفعہ کے شرائط حسب ذیل ہیں۔

(۱) جائداد کا انتقال عقد معاوضہ کے ذریعہ سے ہو یعنی بیع یا معنی بیع میں ہو۔ معنی بیع مثلاً جائداد کو بدل صلح قرار دیا یعنی اُس کو دے کر صلح کی ہو اور اگر انتقال میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو شفعہ نہیں ہو سکتا مثلاً ہبہ، صدقہ، میراث، وصیت کی رو سے جائداد حاصل ہوئی تو اُس پر شفعہ نہیں ہو سکتا۔ ہبہ بشرط العوض میں اگر دونوں جانب سے تقابض بدلین ہو گیا تو شفعہ ہو سکتا ہے۔ اور اگر ہبہ میں عوض کی شرط نہ تھی مگر موہوب لہ نے عوض دے دیا مثلاً زید نے عَمرو کو ایک مکان ہبہ کر دیا اور عمرو نے زید کو اُس کے عوض میں مکان ہبہ کیا تو دونوں میں سے کسی پر شفعہ نہیں ہو سکتا۔

(۲) مبیع عقار یعنی جائداد غیر منقولہ ہو منقولات میں شفعہ نہیں ہو سکتا۔

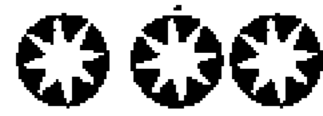
(۳) بائع کی ملک زائل ہو گئی ہو لہٰذا اگر بائع کو خیار شرط ہو تو شفعہ نہیں ہو سکتا جب وہ اپنا خیار شرط ساقط کر دے گا تب ہو سکے گا۔ اور مشتری کو خیار ہو تو شفعہ ہو سکتا ہے۔

(۴) بائع کا حق بھی زائل ہو گیا ہو یعنی مبیع کے واپس لینے کا اُسے حق نہ ہو لہٰذا مشتری نے بیع فاسد کے ذریعہ سے جائداد بیچی تو

شفعہ نہیں ہوسکتا۔ہاں اگر مشتری نے اس جائداد کو بیع صحیح کے ذریعہ فروخت کرڈالا تو اب شفعہ ہوسکتا ہے اوراس شفعہ کو اگر بیع ثانی پر بنا کرے تو بیع ثانی کا جو کچھ ثمن ہے اُس کے ساتھ لے گا اور اگر بیع اول پر بنا کرے تو مشتری کے قبضہ کرنے کے دن جو اُس کی قیمت تھی وہ دینی ہوگی۔

(۵) جس جائداد کے ذریعہ سے اس جائداد پر شفعہ کرنے کا حق حاصل ہوا ہے وہ اس وقت شفیع کی ملک میں ہو یعنی جبکہ مشتری نے اس شفعہ والی جائداد کو خریدا لہٰذا اگر وہ مکان شفیع کے کرایہ میں ہو یا عاریت کے طور پر اوس میں رہتا ہے تو شفعہ نہیں کرسکتا یا اس مکان کو اس نے پہلے ہی بیع کردیا ہے تو اب شفعہ نہیں کرسکتا۔

(۶) شفیع نے اس بیع سے نہ صراحۃً رضامندی ظاہر کی ہو نہ دلالۃً۔(۱)



بَابُ مَنْ وَضَعَ خَشَبَتَهُ فِي حَائِطِ جَارِهٖ

لکڑی (شہتیر) وغیرہ ہمسائے کی دیوار پر رکھنے کا بیان

(۳۵۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّضَعَ خَشَبَتَهُ فِيْ حَائِطِهٖ فَلَا يَمْنَعُهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر کا شہتیر اپنے پڑوسی کی دیوار پر رکھے، تو وہ اسے منع نہ کرے۔

شرح:

یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی لکڑی اپنی دیوار یا اپنے پڑوسی کی دیوار پر رکھنا چاہے تو اس کو منع نہ کیا جائے اس سے پڑوسی کے حقوق کا پتہ چلتا ہے۔(۲)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا" (پ۵، النسآء:۳۶)

اور اللہ (عزوجل) کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں

(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الشفعۃ، الباب الاول فی تفسیرھا... الخ، ج۵، ص۱۶۰، ۱۶۱۔

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص283۔

اور محتاجوں اور پاس کے ہمسایہ اور دور کے ہمسایہ اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنے باندی غلام سے، بے شک اللہ (عزوجل) کوخوش نہیں آتا کوئی اِترانے والا، بڑائی مارنے والا،

حدیث: صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے فرمایا: خدا کی قسم! وہ مومن نہیں، خدا کی قسم وہ مومن نہیں، خدا کی قسم وہ مومن نہیں۔ عرض کی گئی، کون یارسول اللہ! (صلّی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم) فرمایا: وہ شخص کہ اس کے پروسی اس کی آفتوں سے محفوظ نہ ہوں، یعنی جو اپنے پروسیوں کو تکلیفیں دیتا ہے۔

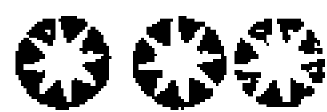
حدیث: صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے فرمایا: وہ جنت میں نہیں جائے گا، جس کا پروسی اس کی آفتوں سے امن میں نہیں ہے،

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ، جبرئیل علیہ السلام مجھے پروسی کے متعلق برابر وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ پروسی کو وارث بنادیں گے،

فقہی مسائل:

مسئلہ: چھت پر چڑھنے میں دوسروں کے گھروں میں نگاہ پہنچتی ہے تو وہ لوگ چھت پر چڑھنے سے منع کر سکتے ہیں، جب تک پردہ کی دیوار نہ بنوالے یا کوئی ایسی چیز نہ لگالے جس سے بے پردگی نہ ہو اور اگر دوسرے لوگوں کے گھروں میں نظر نہیں پڑتی مگر وہ لوگ جب چھت پر چڑھتے ہیں تو سامنا ہوتا ہے تو اس کو چڑھنے سے منع نہیں کر سکتے، بلکہ ان کی مستورات کو یہ چاہیے کہ وہ خود چھتوں پر نہ چڑھیں تاکہ بے پردگی نہ ہو۔ (۱)

مسئلہ: اس کے مکان کی پچھیت (یعنی مکان کے پیچھے کی دیوار) دوسرے کے مکان میں ہے یہ اپنی دیوار میں مٹی لگانا چاہتا ہے، مالک مکان اپنے گھر میں جانے سے اسے روکتا ہے۔ اب مٹی کیوں کر لگائی جائے مالک مکان سے کہا جائے گا کہ اسے مکان میں جانے کی اجازت دے، ورنہ وہ خود مٹی لگوادے، اس کے پیسے اس سے دلوادیے جائیں گے۔ اسی طرح اگر اس کی دیوار دوسرے کے مکان میں گر گئی ہے، وہاں سے مٹی اٹھانے کی ضرورت ہے، مالک مکان اس کو اجازت دیدے کہ یہ وہاں سے مٹی اٹھائے اور اجازت نہیں دیتا تو خود اٹھائے۔ (۲)



---

(۱) الدرالمختار، کتاب القضاء، مسائل شتّی، ج ۸، ص ۱۷۲

(۲) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثلاثون فی المتفرقات، ج ۵، ص ۳۷۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کِتَابُ الْمُزَارَعَةِ

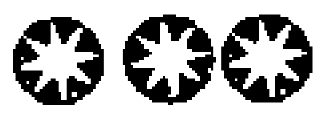
کاشت کاری کا بیان

(۳۵۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَةِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مخابرہ سے منع فرمایا ہے۔

شرح:

مخابرہ اور مزارعہ قریباً ہم معنے ہیں یعنی زمین کاشت کے لیے کرایہ پر دینا، ان میں فرق یہ ہے کہ مخابرہ میں تخم کرایہ دار کا ہوتا ہے اور مزارعہ میں تخم مالک زمین کا، صرف کام کرایہ دار کا۔ مخابرہ یا مزارعہ کو امام ابوحنیفہ منع فرماتے ہیں اس حدیث کی وجہ سے، صاحبین جائز کہتے ہیں واقعہ خیبر کی وجہ سے، صاحبین یہ حدیث منسوخ مانتے ہیں اور حدیث خیبر کو ناسخ، فتویٰ قول صاحبین پر ہے، ہاں زمین کے معین حصہ کی پیداوار مالک یا کرایہ دار کے لیے مقرر کرنا باقی کی دوسرے کے لیے یہ حرام ہے کہ خبر نہیں کس حصہ میں کتنی پیداوار ہو اور ہو یا نہ ہو۔



بَابُ مَنِ اسْتَاْجَرَ اَرْضًا بِشَيْئٍ

جس نے کسی شے کے بدلے زمین اجرت پر لی

(۳۵۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي حُصَيْنٍ عَنْ رَّافِعِ بْنِ خُدَيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ مَرَّ بِحَائِطٍ فَاَعْجَبَهُ فَقَالَ لِمَنْ هٰذَا فَقُلْتُ لِي فَقَالَ مِنْ اَيْنَ هُوَ لَكَ قُلْتُ اِسْتَاْجَرْتُهُ قَالَ فَلَا تَسْتَاْجِرْهُ بِشَيْئٍ مِّنْهُ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِحَائِطٍ فَقَالَ لِمَنْ هٰذَا فَقُلْتُ لِي وَقَدِ اسْتَاْجَرْتُهُ فَقَالَ لَا تَسْتَاْجِرْهُ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک باغ کے پاس سے گزرے تو وہ آپ کو عجیب سا لگا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ کس کا ہے؟ میں نے عرض کی: میرا ہے، فرمایا: یہ کہاں سے تمہارے پاس آ گیا؟ میں نے عرض کی میں نے اسے اجرت پر لیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اس کی پیداوار سے کسی حصہ کے بدلے اسے اجارہ پر نہ بنالینا۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک باغ کے پاس سے گزرے تو آپ کو عجیب سا لگا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ کس کا ہے؟ میں نے عرض کی: میرا ہے، میں نے اسے اجرت پر لیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے اجارہ پر نہ لو۔

شرح:

مزارعہ: کسی کو اپنی زمین اس طور پر کاشت کے لیے دینا کہ جو کچھ پیداوار ہوگی دونوں میں مثلاً نصف نصف یا ایک تہائی دو تہائیاں تقسیم ہو جائے گی اس کو مزارعت کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۵، ص ۹۴)

فقہی مسائل:

مزارعت کے جواز کے لیے چند شرطیں ہیں کہ بغیر ان شرطوں کے جائز نہیں۔

(۱) عاقدین عاقل بالغ آزاد ہوں اگر نابالغ یا غلام ہو تو اس کا ماذون ہونا ضروری ہے۔

(۲) زمین قابلِ زراعت ہو۔ اگر شور زمین یا بنجر جس میں زراعت کی قابلیت نہیں ہے مزارعت پر دی گئی تو یہ عقد ناجائز ہے۔ اگر کسی وجہ سے اس وقت زمین قابل زراعت نہیں ہے مگر وہ وجہ زائل ہو جائے گی مثلاً اس وقت وہاں پانی نہیں ہے مگر وقت پر پانی ہو جائے گا یا اُس وقت کھیت پانی میں ڈوبا ہوا ہے بونے کے وقت تک سوکھ جائے گا تو مزارعت جائز ہے۔

(۳) وہ زمین جو مزارعت پر دی گئی معلوم ہو۔

(۴) مالک زمین کاشتکار کو وہ زمین سپرد کر دے اور اگر یہ ٹھہرا ہے کہ مالکِ زمین بھی اس میں کام کریگا تو مزارعت صحیح نہیں۔

(۵) بیان مدت مثلاً ایک سال دو سال کے لیے زمین دی اور اگر مدت کا بیان نہ ہو تو صرف پہلی فصل کے لیے مزارعت ہوئی اور اگر ایسی مدت بیان کی جس میں زراعت نہ ہو سکے یا اتنی مدت بیان کی کہ اوتنی مدت تک ایک کے زندہ رہنے کی بظاہر اُمید نہیں ہے تو ان دونوں صورتوں میں مزارعت فاسد۔

(۶) یہ بیان کہ بیج مالک زمین دے گا یا کاشتکار کے ذمہ ہوگا۔ اگر بیان نہ ہو تو وہاں کا جو عرف ہو وہ کیا جائے جیسے یہاں ہندوستان بھر میں یہی عرف ہے کہ بیج کاشتکار کے ہوتے ہیں۔

(۷) یہ بیان کہ کیا چیز بوئے گا اور اگر متعین نہ کرے تو یہ اجازت دے کہ تیرا جو جی چاہے اس میں بونا۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ کتنے بیج ڈالے گا کہ زمین جتنی ہوتی ہے اسی حساب سے کاشتکار بیج ڈالا کرتے ہیں۔

(۸) ہر ایک کو کیا ملے گا اس کا عقد میں ذکر کرنا ضروری ہے۔ اور جو کچھ پیداوار ہو اس میں دونوں کی شرکت ہو اگر فقط ایک کو دینا قرار پایا تو عقد صحیح نہیں۔ اور یہ شرط کہ دوسری چیز میں سے دیا جائے گا اس سے بھی شرکت نہ ہوئی۔

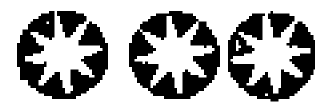
اور جو مقدار ہو ہر ایک کے لیے اوس کا متعین ہو جانا ضرور ہے مثلاً نصف یا تہائی یا چوتھائی اور جو کچھ حصہ ہو وہ جزو شائع ہو لہٰذا

اگر ایک کے لیے یہ ٹھہرا کہ ایک من یا دو من دبے جائیں گے تو صحیح نہیں۔ یوہیں اگر یہ ٹھہرا کہ بیج کی مقدار نکالنے کے بعد باقی کو اس طرح تقسیم کیا جائے گا تو مزارعت صحیح نہ ہوئی۔ اسی طرح اگر یہ ٹھہرا کہ کھیت کے اس حصہ کی پیداوار فلاں لے گا اور باقی فلاں یا باقی کو دونوں میں تقسیم کیا جائے گا یہ مزارعت صحیح نہیں۔ اور اگر یہ ٹھہرا کہ زمین کا عشر (دسواں حصہ) نکال کر باقی کو تقسیم کیا جائے گا تو حرج نہیں۔ یوہیں اگر یہ طے ہوا کہ دونوں میں ایک کو پہلے پیداوار کا دسواں حصہ دیا جائے اُس کے بعد اس طرح تقسیم ہو تو اس میں بھی حرج نہیں۔ (۱)

شروط مندرجہ ذیل سے مزارعت فاسد ہو جاتی ہے۔ ا پیداوار کا ایک کے لیے مخصوص ہونا۔ ۲ مالک زمین کے کام کرنے کی شرط۔ ۳ ہل بیل مالک زمین کے ذمہ شرط کر دینا۔ کھیت کاٹنا اور ڈھوکر (یعنی ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ لے جانا) خرمن (غلے کا ڈھیر لگانے کی جگہ) میں پہنچانا پھر دائیں چلانا اور غلہ کو بھوسہ اوڑا کر جدا کرنا ان سب کو مزارع پر شرط کرنا مفسد ہے یا نہیں اس میں دو روایتیں ہیں اور یہاں کا عرف یہ ہے کہ یہ چیزیں بھی مزارع (کاشتکار) ہی کرتا ہے مگر رواج یہ ہے کہ ان سب چیزوں میں مزدوری جو کچھ دی جاتی ہے وہ مشترک غلہ سے دی جاتی ہے مزارع اپنے پاس سے نہیں دیتا بلکہ ان تمام مصارف کے بعد جو کچھ غلہ بچتا ہے وہ حسب قرارداد تقسیم ہوتا ہے۔ ۴ ایک کو غلہ ملے گا اور دوسرے کو صرف بھوسا۔ ۵ غلہ بانٹا جائے گا اور بھوسا وہ لے گا جس کے بیج نہیں ہیں مثلاً مالک زمین۔ ۶ بھوسا بانٹا جائے گا اور غلہ صرف ایک کو ملے گا۔ اور اگر یہ شرط ہے کہ غلہ بٹے گا اور بھوسا اُس کو ملے گا جس کے بیج ہیں جیسا یہاں کا یہی عرف ہے کہ مزارع ہی بیج دیتا ہے اور بھوسہ لیتا ہے یہ صورت صحیح ہے۔ یوہیں اگر بھوسے کے متعلق کچھ ذکر ہی نہ آیا کہ اس کو کون لے گا یہ بھی صحیح ہے مگر اس صورت میں بھوسا کون لے گا اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ بھی بٹے گا دوسرا یہ کہ جس کے بیج ہیں اسے ملے گا یہی ظاہر الروایہ ہے اور یہاں کا عرف دوسرے قول کے موافق ہے۔

مسئلہ: مزارعت جب صحیح ہو تو جو کچھ پیداوار ہو اُس کو اس طور پر تقسیم کریں جیسا طے ہوا ہے اور کچھ پیداوار نہ ہوئی تو کسی کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر مزارعت فاسد ہو تو بہر صورت کام کرنے والے کو اُجرت ملے گی پیداوار ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ: کھیت یا باغ اِجارہ پر دیا اور نامناسب شرطیں لگائیں تو یہ اِجارہ فاسد ہے مثلاً یہ شرط کہ کام کرنے والوں کے مصارف زمین کا مالک دے گا مزارعت کو فاسد کر دیتا ہے۔ (۲)



---

(۱) (الدر المختار، و رد المحتار، کتاب المزارعۃ، ج ۹ ص ۴۵۸ ـ ۴۶۰، و الفتاوی الھندیۃ، کتاب المزارعۃ، الباب الاول فی شرعیتھا ... الخ، ج ۵ ص ۲۳۵، ۲۳۶)

(۲) (الدر المختار، و رد المحتار، کتاب البیوع، باب المتفرقات، مطلب: قال لمدیونہ اذا امت فانت بریئ، ج ۷، ص ۵۴۳)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كِتَابُ الْفَضَائِلِ

فضائل کا بیان

بَابُ مَا جَاءَ فِي عُمُرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک کا بیان

(۲۵۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ وَرَبِيْعَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّيْنَ وَقُبِضَ اَبُوْ بَكْرٍ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّيْنَ وَقُبِضَ عُمَرُ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّيْنَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اس دنیا سے ظاہراً پردہ فرمایا تو آپ کی عمر مبارک تریسٹھ (63) برس تھی، جبکہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا وصال مبارک بھی تریسٹھ برس میں ہوا ہے۔

شرح:

اس حدیث سے شیخین کی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کمال موافقت کا پتہ چلتا ہے یہاں تک کہ آپ کی عمریں بھی نبی اکرم ﷺ کی اُس عمر مبارک کے موافق ہوئیں جس کی قسم رب کائنات نے اپنی لاریب کتاب میں فرمائی۔ اور حضرت علی کی عمر مبارک میں علماء کا اختلاف ہے صحیح قول یہی ہے کہ جب حضرت علی کی شہادت ہوئی اس وقت آپ کی عمر مبارک بھی تریسٹھ برس تھی لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر تقریباً چھیاسی سال ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿الحجر:۷۲﴾

اے محبوب تمہاری جان (عمر) کی قسم بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

کسی نبی اور کسی رسول کی پوری زندگی اور سیرت محفوظ نہیں ہے یہ صرف آپ کا امتیاز ہے کہ پیدائش سے لے کر وصال تک آپ کی زندگی کا ہر ہر باب محفوظ ہے آپ کے تمام ارشادات گرامی قلم بند کے لیے گئے آپ نے جو کہا جو کیا اور آپ کے سامنے جو

کیا گیا وہ سب صفحات حدیث میں موجود ہے اور آپ کے ہر قول اور ہر فعل سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے آپ نے لوگوں جو کام کرنے کا حکم دیا خود اس سے زیادہ کر کے دکھایا لوگوں کو دن اور رات میں پانچ فرض نمازیں پڑھنے کا حکم دیا اور خود بہ شمول تہجد چھ نمازیں پڑھتے تھے لوگوں سے کہا چالیسوں حصہ زکوٰۃ اور خود سب کچھ دے دیتے تھے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے فرمایا اگر کوئی شخص ترکہ چھوڑ کر مر گیا تو وہ اس کے وارثوں کا ہے اور اگر وہ قرض چھوڑ کر مر گیا تو اس کو میں ادا کروں گا لوگوں نے کہا: طلوع فجر سے غروب آفتاب تک روزے رکھو اور خود سحر اور افطار کے بغیر مسلسل روزے رکھے لوگوں سے کہا چار بیویوں میں عدل کرو اور خود بیک وقت نو ازواج مطہرات کے درمیان عدل کر کے دکھایا۔ دشمنان جان کو معاف کر دینا بھی کمال ہمت اور حوصلہ کی بات ہے لیکن آپ نے دشمنان جان کو انعامات اور احسانات سے نوازا ابوسفیان نے متعدد بار مدینہ پر حملے کیے لیک فتح مکہ کے بعد جب حضرت عباس ان کے لے کر آئے تو نہ صرف یہ کہ آپ نے ان کو معاف فرما دیا بلکہ فرمایا جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گا اس کو بھی امان ہو گی جب مکہ میں قریش قحط سے بھوک مر رہے تھے تو ابوسفیاب آپ سے ان کے لیے دعا کی درخواست کی تو آپ نے ان کے لیے دعا کر دی، سراقہ بن مالک بن جعشم سو انٹوں کے لالچ میں آپ کو قتل کرنے کے لیے ہجرت کے موقع پر آپ کا پیچھا کر رہا تھا لیکن جب اس کی سواری زمین میں دھنس گئی تو اس نے آپ سے درخواست کی کہ آپ زمین کو حکم دیں کہ مجھے چھوڑ دے تو آپ کے حکم سے زمین نے اس کو چھوڑ دیا پھر اس نے کہا آپ مجھے امان لکھ کر دے دیں تو آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اور اس نے ایک چمڑے پر امان لکھ کر دے دی آپ نے فرمایا مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ مکارم اخلاق کو مکمل کر دوں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی زندگی شاہانہ زندگی تھی اس میں فقر کا نمونہ نہ تھا حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی زندگی میں ازدواجیات کا نمونہ نہ تھا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی زندگی میں جلال تھا جمال کا نمونہ نہ تھا تمام انبیوں اور رسولوں میں صرف آپ کی زندگی ایسی کامل ہے کہ اس میں حیات انسانی کے تمام شعبوں کے لیے رہنمائی اور نمونہ ہے آپ نے بکریاں چرائیں اور ان کا دودھ دوہا چرواہوں اور گوالوں کو اعزاز بخشا اپنے کپڑے دھو لیے اپنی جوتی کی مرمت کی خندق کھودی تجارت کی نمازوں میں امامت کی اور اپنے اصحاب کی اقتداء میں نماز پڑھی شوہر کے لیے باپ کے لیے فرمانروائے سلطنت کے لیے تاجر کے لیے حتیٰ کہ زمین کھودنے والے مزدور کے لیے بھی آپ کی زندگی نموت ہے۔ آپ نے انسانیت کے ہر شعبہ کے لیے رہنمائی کی ہے اور بھر پور اور کامل زندگی گزاری اور ایسی زندگی گزاری ہے کہ کسی نبی اور رسول نے ایسی جامع اور محیط زندگی نہیں گزاری اس لیے اللہ تعالیٰ نے کسی نبی اور کس رسول کی زندگی قسم نہیں کھائی صرف آپ کی زندگی کی قسم کھائی اور فرمایا لعمرک اے محمد تمہاری زندگی کی قسم! (تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ)

(۳۵۵) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَأْسِ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرًا وَبِالْمَدِیْنَةِ عَشْرًا وَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِیْ لِحْیَتِهٖ وَرَأْسِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَیْضَاءَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چالیس برس کی عمر مبارک میں اعلان نبوت فرمایا، آپ ﷺ مکہ میں دس برس، مدینہ میں دس برس رہے، اور جب آپ ﷺ کا وصال شریف ہوا تو آپ ﷺ کی داڑھی مبارک اور سر

میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔

شرح:

ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ۔

"عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ هَلْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَضَبَ فَقَالَ لَمْ يَبْلُغِ الْخِضَابَ كَانَ فِي لِحْيَتِهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ قَالَ قُلْتُ لَهُ أَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَخْضِبُ قَالَ فَقَالَ نَعَمْ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ "(مسلم شریف)

حضرت ابن سیرین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خضاب لگایا ہے تو انہوں نے فرمایا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خضاب کے درجے کو پہنچے ہی نہیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی داڑھی مبارک میں صرف چند بال سفید تھے حضرت ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے پھر حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پوچھا کہ کیا حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خضاب لگاتے تھے تو انہوں نے فرمایا ہاں مہندی اور وسمہ کے ساتھ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی اکرم ﷺ کی داڑھی مبارکہ کو بڑے غور کے ساتھ دیکھتے تھے اسی کے متعلق کچھ مزید بیان کرتے ہیں۔

1۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ يَتَطَيَّبُ بِأَطْيَبِ مَا يَجِدُ ثُمَّ أَرَى وَبِيصَ الدُّهْنِ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ بَعْدَ ذَلِكَ"

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا احرام باندھنے کا ارادہ ہوتا تھا تو میں اچھی سے اچھی خوشبو جو میں پاتی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو لگاتی پھر میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سر اور داڑھی مبارک میں تیل چمکتا ہوا دیکھتی۔ (بخاری شریف)

2۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيرِ وَلَيْسَ بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ وَلَا بِالْآدَمِ وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ بَعَثَهُ اللهُ عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ وَتَوَفَّاهُ اللهُ عَلَى رَأْسِ سِتِّينَ سَنَةً وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُونَ شَعْرَةً بَيْضَاءُ"

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ تو بہت طویل القامت تھے اور نہ ہی پست قد اور نہ ہی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بالکل سفید تھے اور نہ ہی گندمی رنگ اور آپ کے بال مبارک نہ تو بالکل گھنگریالے تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے سر مبارک پر چالیس سال کی عمر میں نبوت کا تاج رکھا پھر آپ

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مکہ مکرمہ میں دس سال قیام فرمایا اور دس سال مدینہ منورہ میں رہے اور ساٹھ سے کچھ اوپر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو وفات دے دی اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سر مبارک اور داڑھی مبارک میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔ (صحیح مسلم)

3۔ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ: قُلْنَا لِخَبَّابٍ: "بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ قِرَاءَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ: بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ".

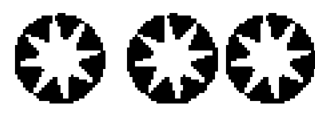
ابو معمر کہتے ہیں کہ میں نے خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ لوگ ظہر اور عصر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کو کیسے پہچانتے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ کی داڑھی مبارک (کے بال) کے ہلنے سے۔ (ابن ماجہ)

ریش مبارکہ:

,,عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ ﷺ کان یاخذ من لحیتہ من طولھا عرضھا بالسویۃ،،(۱)

حضرت عمر بن شعیب علیہ الرحمۃ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی داڑھی مبارک کو لمبائی اور چوڑائی میں کاٹتے اور طول وعرض میں میں برابر رکھتے تھے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک طبعاً چار انگشت کی مقدار پر رک گی تھی اور اس سے زیادہ نہ ہوتی تھی لیکن امام ابن جوزی نے جو روایت نقل کی ہے یہ ترمذی شریف کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اس کو کاٹتے تھے اور صحیح روایت بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ داڑھی مبارکہ کے لمبائی چوڑائی میں کاٹ کر طول وعرض برابر کرتے تھے ۔مشہور مذہب احناف یہ ہے کہ چار انگشت کی مقدار واجب ہے اور علماء ومشائخ کو اس سے طویل رکھنا مستحب ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قبضہ یعنی مشت بھر سے زیادہ کاٹ دیتے تھے۔ (۲)



بَابُ كَيْفَ يُعْرَفُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم ﷺ کیسے پہچانے جاتے تھے

(۳۵۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ بِرِيْحٍ

(۱) امام ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۰/۳۵۰۔

(۲) خاشیہ علی الوفاء باحوال المصطفی، علامہ مفتی محمد اشرف سیالوی علیہ الرحمۃ، الوفاء مترجم، ص ۴۴۸۔

الطِّيْبِ إِذَا اَقْبَلَ مِنَ اللَّيْلِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رات کو تشریف لاتے تو پاکیزہ خوشبو کے ساتھ پہچان لیے جاتے تھے۔

(۳۵۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْرَفُ بِاللَّيْلِ اِذَا اَقْبَلَ اِلَى الْمَسْجِدِ بِرِيْحِ الطِّيْبِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو جب مسجد کی طرف تشریف لاتے تو پاکیزہ خوشبو کی وجہ سے پہچان لیے جاتے تھے۔

شرح:

حضور ﷺ کے پسینے کی مہک مبارکہ:

,,قال علی رضی اللہ تعالی عنہ :کان عرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی وجہ اللؤلؤ ولریح عرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أطیب من ریح المسك الأذفر..

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا پسینہ آپ ﷺ کے چہرے پر موتیوں کی مثل ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کے پسینے کی خوشبو تو اذفر مشک سے بھی اعلیٰ وعمدہ تھی۔

,,عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال :جاء رجل إلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال :یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إنی زوجت ابنتی وأحب أن تعیننی بشیء فقال :ما عندی شیء ولکن ایتنی بقارورۃ واسعۃ الرأس وعود شجرۃ. فأتاہ بہما فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسلت لہ فیہا من عرقہ حتی امتلأت القارورۃ فقال خذہا وأمر ابنتك أن تغمس ہذا العود فی القارورۃ وتطیب بہ. فکانت إذا تطیبت بہ یشم أہل المدینۃ رائحۃ ذلك الطیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی بیٹی کی شادی کر رہا ہوں آپ میری مدد فرمائیے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن تم کھلے منہ والی شیشی اور درخت کی ایک ٹہنی لے کر آؤ وہ دونوں چیزیں لے کر آیا تو حضور ﷺ نے دونوں کلائیوں سے پسینہ پونچھ کر شیشی میں بھر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی بیٹی کو دو اور کہو کہ اس ٹہنی کو شیشی میں ڈبو کر خوشبو لگائے۔ چنانچہ جب اس کی بیٹی اس خوشبو کو لگاتی تو اس سے سارا شہر مہک اُٹھتا۔

,,عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ :دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَامَ عِنْدَنَا فَعَرِقَ

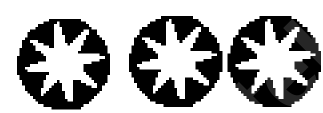
وَجَائَتْ أُمِّي بِقَارُورَةٍ فَجَعَلَتْ تَسْلِتُ الْعَرَقَ فِيهَا فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا هَذَا الَّذِي تَصْنَعِينَ قَالَتْ: هَذَا عَرَقُكَ نَجْعَلُهُ فِي طِيبِنَا وَهُوَ مِنْ أَطْيَبِ الطِّيبِ،،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے پاس لائے اور آرام فرمانے لگے تو آپ ﷺ کو پسینہ آ گیا میری والدہ (حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اس پسینے کو ایک شیشی میں محفوظ کرنے لگیں تو حضور ﷺ بیدار ہو گئے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا اے ام سلیم یہ کیا ہے؟ عرض کی یہ آپ کا پسینہ ہے ہم اس کو اپنی خوشبو میں ملائیں گے اور وہ ہماری سب سے بہترین خوشبو ہو گی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ

،،نرجو بر کتہ لصبیاننا قال اصبت،،

ہم اسے اپنے بچوں کو برکت کے لیے لگائیں گے تو حضور ﷺ نے فرمایا تو برکت پہنچ گئی۔ (مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب "النبی المعطر" کا مطالعہ فرمائیں، ابوالاحمد غفرلہ)



بَابُ مَنْ زَادَ عِنْدَ قَضَاءِ الدِّيْنِ

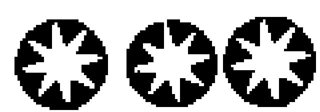
باب: جو شخص قرض ادا کرتے وقت زیادہ دے

(۳۵۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَارِبٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ لِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میرا نبی کریم ﷺ پر کچھ قرض تھا، آپ نے جب مجھے لوٹایا تو زیادہ عطا فرمایا۔

شرح:

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرض کی ادائیگی کے بعد کچھ زیادہ دینا سود نہیں بلکہ حسن ادا اور وفا ہے۔



بَابُ مَا جَاءَ فِي خَصَائِلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم ﷺ کے خصائل شریفہ کا بیان

(۳۵۹) أَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا مَسِسْتُ بِيَدِيْ خَزًّا وَّلَا حَرِيْرًا أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَفِيْ رِوَايَةٍ مَا رُئِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَادًّا رُكْبَتَيْهِ بَيْنَ جَلِيْسٍ لَهُ قَطُّ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی مبارک کو جتنا نرم و نازک پایا ہے، اتنا ریشم اور ریشم اور اون کی آمیزش والے کپڑے کو بھی نرم نہیں پایا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی بھی اپنے اصحاب کے درمیان پاؤں پھیلائے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

شرح:

یہ نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک کا معجزہ ہے کہ صحابہ کرام کو آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک انتہائی نرم و ملائم معلوم ہوتا کہ پھولوں کی کلیوں کی ملایمت بھی اس پر رشک کرتی، چند مزید معجزات دست نبوی ﷺ پیش کرتا ہوں۔

أبيض بن حمّال كان بوجهه حزازة وهي القوباء فالتقمت أنفه فمسح النبيّ صلّى الله عليه وسلم على وجهه فلم يمس ذلك اليوم وفيه أثر۔

حضرت ابیض بن حمال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر داد تھا۔ جس سے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا ایک دن حضور ﷺ نے ان کو طلب فرمایا اور ان کے چہرے پر اپنا دستِ شفا پھیرا شام سے پہلے پہلے داد اور اس کا نشان بھی جاتا رہا۔ (۱)

قال: أتيت النبي صلّى الله تعالى عليه وعلى آله وسلم وبكفي سلعة فقلت: يا رسول الله إن هذه السّلعة قد آذتني تحول بيني وبين قائم السيف فقال: ادن فدنوت فوضع يده على السّلعة فما زال يطحنها بكفه حتى رفع. وما أدرى أين أثرها۔

حضرت شرحبیل بن عبدالرحمٰن الجعفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں آیا میری ہتھیلی میں ایک گلٹی تھی اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے ہاتھ میں یہ گلٹی ہے جس کی وجہ سے میں تلوار کا قبضہ اور گھوڑے کی باگ نہیں پکڑ سکتا حضور ﷺ نے فرمایا قریب آؤ تو میں قریب ہوا تو آپ ﷺ اپنی ہتھیلی سے اس گلٹی کو رگڑا، تو اس کا نشان تک نہ رہا۔ (۲)

---

(۱) امام احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، تذکرۃ ابیض بن حمال، ج ۱، ص ۱۷۷

(۲) امام احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، تذکرۃ شرحبیل بن عبد الرحمٰن الجعفی، ج ۳، ص ۲۶۸

(3) ,,وعن ابن عباس قال :إن امرأة جائت بابن لها إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت :يا رسول الله إن ابني به جنون وإنه ليأخذه عند غدائنا وعشائنا فمسح رسول الله صلى الله عليه وسلم صدره فثع ثعة وخرج من جوفه مثل الجرو الأسود يسعى،،

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک عورت اپنے بیٹے کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کو جنون ہے۔ اور صبح اور شام کے وقت اس کو دورا پڑتا ہے حضور ﷺ نے اس کے سینے پر ہاتھ مبارک پھیرا، لڑکے نے قے کی اور اس میں سے ایک کالے کتے کا پلا نکلا اور وہ بچہ فوراً ٹھیک ہو گیا۔ (۱)

(4) ,,عن قتادة بن النعمان أنه أصيبت عينه يوم بدر فسالت حدقته على وجنته فأرادوا أن يقطعوها فقالوا :لا حتى نستأمر رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلم فاستأمروه فقال :لا ثم دعا به فوضع راحته على حدقته ثم غمزها فكان لا يدري أي عينيه ذهب،،

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی آنکھ مبارکہ کو بدر کے دن صدمہ پہنچا اور آنکھ مبارک کا ڈیلا رخسار پر آ گیا لوگوں نے کہا کہ اس کو کاٹ دیا جائے۔ پھر کہا جتنی دیر تک حضور ﷺ سے پوچھا نہ لیں یہ کام نہیں کریں گے جب حضور ﷺ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرو پھر ان کو بلایا اور ڈیلے کو اپنے دست مبارک سے اس کی جگہ پر رکھ دیا، آنکھ ایسی درست ہو گئی کہ کوئی بھی نہ بتا سکتا تھا کہ دونوں آنکھوں میں سے کون سی کو صدمہ پہنچا تھا۔ (۲)

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت قتادہ فرماتے تھے کہ مجھے دوسری آنکھ کی نسبت اس آنکھ سے زیادہ نظر آتا تھا جس کو حضور ﷺ نے ٹھیک کیا تھا۔

(5) ,,فقال :يا رسول الله امسح وجهي وادع لي بالبركة قال :ففعل فكان وجهه يزهو،،

حضرت عائذ بن سعید جسری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ میرے چہرے پر اپنا ہاتھ مبارک پھیر دیں اور میرے لیے برکت کی دعا فرما دیں حضور ﷺ نے اسی طرح کیا تو اس وقت سے حضرت عائذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرا ہمیشہ تروتازہ اور نورانی رہا کرتا تھا۔

(6) ,,مسح النبيّ صلّى الله عليه وآله وسلم وجه قتادة بن ملحان ثم كبر فبلى منه كلّ شيء غير وجهه،،

رسول اللہ ﷺ نے حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا جب وہ عمر رسیدہ ہو

---

(۱) (أحمد بن محمد بن أبي بكر بن عبد الملك القسطلاني، متوفي۹۲۳ھ، مواہب الدنية، باب حديث القصه، ج۲، ص۲۹۸)

(۲) [illegible] ۸۵۲ھ الاصابۃ [illegible] تذکرۃ قتادۃ بن نعمان، ج۵، ص۳۱۸

گئے تو ان کے تمام جسم پر بڑھاپے کے آثار نمایاں تھا لیکن چہرہ بالکل تروتازہ تھا۔

(7) ,,قال قیس :فأجلسني النبيّ صلّى الله عليه وآله وسلم بين يديه ومسح على رأسي ودعالي وقال :بارك الله فيك يا قيس. ثم قال :أنت أبو الطّفيل،،

فهلك قيس وهو ابن مائة سنة ورأسه أبيض وأثر يد رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلم فيه أسود۔،،

حضرت قیس بن زید بن حباب حذامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میرے سر پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا اور برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت ڈالے تم ابوطفیل ہو حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سو برس کی عمر میں وفات پائی ان کے سر کے بال مبارک سفید ہو گے تھے مگر جس جگہ حضور ﷺ نے ہاتھ مبارک رکھا تھا اُس جگہ کے بال سیاہ ہی تھے۔حوالہ: (امام احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، تذکرہ قیس بن زید الجذامی، ج۵، ص ۳۵۷)

(8) ,,وفد عَلَى النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أقرع فمسح عَلَى رأسه فنبت شعره،،

حضرت ہلب طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اقرع (گنجے) تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اس وقت بال اُگ آئے (اسی وجہ سے ان کو ہلب (زیادہ بالوں والا) کہا جاتا تھا۔)

(9) ,,روت عَنهُ ابنته عمرة أَنَّهُ قَالَ:مسح رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ عَلى رأسي وكساني بردين وأعطاني سيفا قالت :فما شاب رأس أبي حَتَّى لقي الله عَزَّ وَجَلَّ،،

حضرت یسار بن ازیہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی بیٹی عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مجھے دو چادریں پہنادیں اور ایک تلوار بھی عطاء فرمائی۔حضرت یسار کی صاحبزادی حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میرے باپ کے سر میں سفید بال نہ آئے یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گی۔

(10) ,,قال أبو عمر :كان سهل قد خرج بابنته عميرة وبصاعين من تمر فقال :يا رسول الله إن لي إليك حاجة. قال :وما هي قال:تدعو الله لي ولا بنتي. وتمسح رأسها فإنه ليس لي ولد غيرها قالت :عميرة :فوضع كفه عليّ فأقسم بالله لكان برد كفّ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم على كبدي بعد،،

ابوعمر فرماتے ہیں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو صاع کھجوریں بطورِ زکوۃ اور اپنی بیٹی عمیرہ کو لے کر رسول ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے آپ ﷺ سے کام ہے فرمایا کیا کام ہے؟ عرض کیا کہ آپ ﷺ میرے حق اور میری بیٹی کے حق میں دعا فرمائیں، اور اس بیٹی کے سر پر اپنا ہاتھ پھیر دیں میری اس کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں حضرت عمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے کہ حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتی ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک کی ٹھنڈک اس کے بعد بھی میرے کلیجے (سینے) میں رہی۔

(11)،، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : كُنتُ فِي غَنَمٍ لِآلِ أَبِي مُعَيطٍ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ : يَا غُلَامُ، عِندَكَ لَبَنٌ، فَقُلْتُ : نَعَم، وَلَكِنِّي مُؤْتَمَنٌ قَالَ : فَهَل عِندَكَ شَاةٌ لَم يَنزُ عَلَيهَا الفَحلُ، قُلتُ : نَعَم، فَأَتَيتُهُ بِشَاةٍ شَطُورٍ، فَمَسَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَكَانَ الضَّرعِ، وَمَا لَهَا ضَرعٌ، فَإِذَا ضَرعٌ حَافِلٌ مَملُوءٌ لَبَنًا، فَأَتَيتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِصَخرَةٍ مَنقُورَةٍ، فَحَلَبَ، ثُمَّ سَقَى أَبَا بَكرٍ وَسَقَانِي، ثُمَّ قَالَ لِلضَّرعِ اقلُص فَرَجَعَ كَمَا كَانَ، فَأَنَا رَأَيتُ هَذَا مِن رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَقُلتُ : يَا رَسُولَ اللهِ، عَلِّمنِي فَمَسَحَ رَأسِي، وَقَالَ : بَارَكَ اللهُ فِيكَ، فَإِنَّكَ غُلَامٌ مُعَلَّمٌ فَأَسلَمتُ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا ایک روز رسول ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے آپ ﷺ نے فرمایا اے لڑکے کیا تیرے پاس دودھ ہے؟؟

میں نے کہا کہ ہاں لیکن میں امین ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس پر نر نہ کودا ہو؟؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں پس میں نے ایک بکری پیش کی جس کے تھن نہ تھے آپ ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ مبارک مارا اچانک دودھ سے بھرا ہوا ایک تھن ظاہر ہوا آپ ﷺ نے دودھ دوہا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مجھ کو پلایا۔

پھر تھن کو ارشاد فرمایا کہ سکڑ جا تو وہ ایسا ہی ہو گیا جیسا پہلے تھا یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے تعلیم دیں آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا برکت دے کر فرمایا کہ تو تعلیم یافتہ لڑکا ہے پس میں اسلام لے آیا۔

(۳۶۰) اَبُو حَنِيفَةَ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ اَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَمَا تَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ۔

حضرت مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے خلق کی بابت سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟۔

شرح:

یعنی کیا تم قرآن نہیں پڑھتے جس میں نبی اکرم ﷺ کے خلق کی تفصیل اور بیان ہے، آپ کے خلق کا اجمال " وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ " (اور بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے) ہے۔

حضرت ابو سحاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا۔

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَاَحْسَنَهُمْ خُلُقًا

حضور ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔

میٹھی باتیں تری دین عجم ایمان عرب

نمکیں حسن ترا جان عجم شان عرب

(۳۶۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجِيْبُ دَعْوَةَ الْمَمْلُوْكِ وَيَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ماتحت لوگوں کی بھی دعوت قبول فرماتے، بیماروں کی عیادت، اور دراز گوش پر بھی سواری فرمالیتے۔

(۳۶۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِ قَدَمَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ اَتَى الصَّلٰوةَ فِيْ مَرَضِهٖ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ گویا میں ابھی بھی نبی کریم ﷺ کے قدموں کی سفیدی دیکھ رہی ہوں جب آپ ﷺ حالت مرض میں نماز کی طرف تشریف لائے۔

وہ قدم مبارک جو تاجِ عرش بنے:

نبی اکرم ﷺ کے دونوں پاؤں نرم اور پُر گوشت تھے اور اتنے خوب صورت تھے کہ کسی انسان کے اتنے خوب صورت نہ تھے جب آپ ﷺ چلتے تو قدم مبارک کو قوت اور وقار اور تواضع کے ساتھ اُٹھاتے جیسا کہ ہمت اور شجاعت کا قاعدہ ہے۔

(1) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

,,كَانَ فِيْ سَاقَيْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ حَمُوْشَةٌ،،

رسول اللہ ﷺ کی پنڈلیاں مبارک لطیف و نازک تھیں۔

(2) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

,,وَلَمْ يُرَ مُقَدِّمًا رُكْبَتَيْهِ بَيْنَ يَدَيْ جَلِيْسٍ لَهٗ،،

اور آپ ﷺ کو کبھی اس طرح نہیں دیکھا گیا کہ آپ ﷺ اپنے پاؤں لوگوں کے سامنے کر کے یا لوگوں کی طرف پھیلا کر بیٹھے ہوں۔

(3) ایک مرتبہ حضرت ابو طالب کو پیاس لگی تو۔

,,قَالَ لِنَّبِيِّ ﷺ عَطَشْتُ وَلَيْسَ عِنْدِيْ مَآءٌ فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَ ضَرَبَ بِقَدَمَيْهِ الْاَرْضَ فَخَرَجَ الْمَآءُ فَقَالَ اشْرَبْ،،

انہوں نے حضور ﷺ سے کہا اے بھتیجے میں پیاسا ہوں اور میرے پاس پانی نہیں ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ سواری سے

اترے اور اپنا پاؤں مبارک زمین پر مارا تو زمین سے پانی نکلنے لگا فرمایا اے چچا پانی پی لو۔ (۱)

(4) حضور ﷺ کے قدم مبارک وہ قدم ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ مع حضرت ابوبکر وحضرت عمر وحضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنھم احد پہاڑ پر کھڑے تھے کہ وہ پہاڑ حرکت کرنے لگا۔

,, فَضَرَبَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِرِجْلِهِ فَقَالَ اثْبُتْ أُحُدُ أَفَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ ،،

توحضور ﷺ نے اس پر اپنا پاؤں مارا اور فرمایا احد ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (تو وہ ٹھہر گیا۔)

ایک ٹھوکر سے احد کا زلزلہ جاتا رہا

رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

پہاڑ آپ ﷺ کے جلال سے کانپنے لگا یا جیسا کہ یہ حضور ﷺ کے جلال کے بعید نہیں۔ یا آپ ﷺ آمد کی خوشی میں جومنے لگا کیونکہ حضور ﷺ نے خود فرمایا کہ:

,, ھذا جبل یحبنا و نحبه ،،

کہ یہ (اُحد) پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (۲)

محبوب کی آمد پر پہاڑ بھی جھوم جھوم کر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں تو اے اشرف المخلوقات انسان تجھے کونسی چیز نبی اکرم ﷺ کی آمد پر خوشی منانے سے روکتی ہے؟؟؟

(۳۶۳) أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا مَرِضَ الْمَرَضَ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اِسْتَحَلَّ أَنْ يَّكُونَ فِي بَيْتِي فَأَحْلَلْنَ لَهُ قَالَتْ فَلَمَّا سَمِعْتُ ذٰلِكَ قُمْتُ مُسْرِعَةً فَكَنَسْتُ بَيْتِي وَلَيْسَ لِي خَادِمٌ وَّ فَرَشْتُ لَهُ فِرَاشًا حَشْوَ مِرْفَقَتِهِ الْإِذْخِرَ فَأُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتّٰى وُضِعَ عَلٰى فِرَاشِي۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب وصال شریف کے مرض میں مبتلاء ہوئے تو آپ ﷺ نے دیگر ازواج مطہرات سے میرے گھر میں قیام فرمانے کی اجازت طلب کی، انہوں نے اجازت دے دی، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے جیسے ہی اس بات کا علم ہوا میں جلدی سے کھڑی ہوئی، اپنے گھر کو صاف ستھرا کیا، جبکہ میرا کوئی خادم بھی نہیں تھا، اور نبی کریم ﷺ کے لیے اذخر گھاس سے تیار شدہ ایک گدا جس کے تکیے کہنی کے نیچے آتے تھے، بچھایا، رسول اللہ ﷺ دو آدمیوں کا سہارا لیتے ہوئے تشریف لائے، حتیٰ کہ آپ ﷺ کو میرے اس بستر پر لٹا دیا گیا۔

---

(۱) شفاء شریف، وممایشبہ ھذا معجزاتہ، ج ۲، ص ۲۹۰

(۲) بخاری شریف، کتاب المناقب، باب قول النبی لو کنت متخذ خلیلاً، ج ۵، ص ۹، حدیث نمبر: ۳۶۷۵، راد طوق النجاۃ،

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ رِحْلَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی رَبِّهٖ

نبی کریم ﷺ کا اپنے رب سے وصال شریف کا بیان

(۳۶۴) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ یَّزِیْدَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَبَابَکْرٍ رَاٰی عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خِفَّةً فَاسْتَاْذَنَهٗ اِلٰی امْرَاَتِهٖ بِنْتِ خَارِجَةَ وَکَانَتْ فِیْ حَوَائِطِ الْاَنْصَارِ وَکَانَ ذٰلِکَ رَاحَةَ الْمَوْتِ وَلَا یَشْعُرُ فَاَذِنَ ثُمَّ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تِلْکَ اللَّیْلَةَ فَاَصْبَحَ فَجَعَلَ النَّاسُ یَتَرَامَوْنَ فَاَمَرَ اَبُوْ بَکْرٍ غُلَامًا یَّسْتَمِعُ ثُمَّ یُخْبِرُهٗ فَقَالَ اَسْمَعُهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَاتَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ اَبُوْ بَکْرٍ وَّهُوَ یَقُوْلُ وَاَقْطَعَ ظَهْرَاهُ فَمَا بَلَغَ اَبُوْ بَکْرٍ الْمَسْجِدَ حَتّٰی ظَنُّوْا اَنَّهٗ لَمْ یَبْلُغْ وَارْجَفَ الْمُنَافِقُوْنَ فَقَالُوْا لَوْ کَانَ مُحَمَّدٌ نَبِیًّا لَّمْ یَمُتْ فَقَالَ عُمَرُ لَا اَسْمَعُ رَجُلًا یَّقُوْلُ مَاتَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا ضَرَبْتُهٗ بِالسَّیْفِ فَکَفُّوْا لِذٰلِکَ ۔ فَلَمَّا جَاءَ اَبُوْ بَکْرٍ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُسَجًّی کَشَفَ الثَّوْبَ عَنْ وَّجْهِهٖ ثُمَّ جَعَلَ یَلْثِمُهٗ فَقَالَ مَا کَانَ اللّٰهُ لِیُذِیْقَکَ الْمَوْتَ مَرَّتَیْنِ اَنْتَ اَکْرَمُ عَلَی اللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ ثُمَّ خَرَجَ اَبُوْ بَکْرٍ فَقَالَ یَاَیُّهَا النَّاسُ مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ کَانَ یَعْبُدُ رَبَّ مُحَمَّدٍ فَاِنَّ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَا یَمُوْتُ ثُمَّ قَرَاَ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْئًا وَّسَیَجْزِی اللّٰهُ الشَّاکِرِیْنَ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ لَکَاَنَّا لَمْ نَقْرَاْهَا قَبْلَهَا قَطُّ فَقَالَ النَّاسُ مِثْلَ مَقَالَةِ اَبِیْ بَکْرٍ مِنْ کَلَامِهٖ وَقِرَاءَتِهٖ وَمَاتَ لَیْلَةَ الْاِثْنَیْنِ فَمَکَثَ لَیْلَتَیْنِ وَیَوْمَیْنِ وَدُفِنَ یَوْمَ الثُّلٰثَاءِ وَکَانَ اُسَامَةُ بْنُ زَیْدٍ وَّاَوْسُ بْنُ خَوْلِیٍّ یَصُبَّانِ وَعَلِیٌّ وَّالْفَضْلُ یَغْسِلَانِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے مرض میں کچھ تخفیف محسوس کی تو آ... رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے اپنی زوجہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا کی طرف جانے کی اجازت مانگی جو انصار کے باغات میں تھیں، نبی کریم ﷺ کا مرض سے یہ افاقہ وفات کو سکون پہنچانے والا تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہ اسے سمجھ نہ سکے، آپ ﷺ نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی، اور پھر اسی رات نبی کریم ﷺ کا وصال شریف ہوگیا، صبح کو لوگ نبی اکرم ﷺ کے حضور آ... لگے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام کو خیر و آفیت معلوم کرنے کے لیے بھیجا، اس نے آ کر عرض کی: لوگ...

کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ کا وصال شریف ہو گیا ہے، آپ رضی اللہ عنہ پر یہ خبر بہت شاق گزری، آپ فرمار ہے تھے، کہ افسوس! کمر کٹ گئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ابھی مسجد میں نہیں پہنچے تھے، لوگوں نے گمان کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو خبر نہیں پہنچی، اور وہاں منافق لوگ کہنا شروع ہو گئے کہ اگر محمد (ﷺ) نبی ہوتے تو وصال نہ کرتے، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ جس نے بھی یہ کہا کہ محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں، میں اس کی گردن کاٹ دوں گا۔ تو لوگ اس سے باز آ گئے۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور رسول اللہ ﷺ ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے چہرہ اقدس سے کپڑا ہٹایا، اور بوسہ دینا شروع کر دیا، اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو دو مرتبہ وفات کا ذائقہ نہیں دے گا، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت زیادہ معزز و مکرم ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نکلے اور فرمایا: اے لوگو! جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا، تو آپ ﷺ اس دنیا سے ظاہراً پردہ فرما گئے ہیں، اور جو شخص آپ ﷺ کے رب کی عبادت کرتا تھا، آپ ﷺ کے رب کو کبھی موت نہیں آ سکتی، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی، ترجمہ: محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، ان سے پہلے بھی کئی رسول گزرے ہیں، تو اگر یہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیے جائیں، تو تم اپنی ایڑھیوں کے بل پلٹ جاؤ گے؟ جو بھی اپنی ایڑھیوں کے بل پلٹے گا، تو اللہ تعالیٰ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا، اور اللہ تعالیٰ عنقریب شکر کرنے والوں کو جزا عطا فرمائے گا۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گویا ہم نے اس آیت کریمہ کو اس سے پہلے کبھی نہ پڑھا ہو، پھر لوگ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فرمان، کلام اور قراءت کی مثل ادا کرنے لگے، سوموار شریف کو آپ ﷺ کا وصال مبارک ہوا، دو دن آپ ﷺ کے جسم اطہر کو (زیارت نبوی ﷺ کے لیے اور مسئلہ خلافت کے پیش نظر) رکھا گیا، بدھ کے دن تدفین عمل میں لائی گئی، حضرت اسامہ بن زید، اوس بن خولی رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے جسم اطہر پر پانی ڈالتے تھے، اور حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا اور حضرت فضل رضی اللہ عنہما نے آپ ﷺ کو غسل دینے کی سعادت حاصل کی۔

شرح:

بخاری کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی اکرم ﷺ کی وفات کا ذکر یوں فرماتی ہیں۔

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا. قَالَتْ: تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي، وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي، وَكَانَتْ إِحْدَانَا تُعَوِّذُهُ بِدُعَاءٍ إِذَا مَرِضَ. فَذَهَبْتُ أُعَوِّذُهُ. فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ. وَقَالَ: "فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى". وَمَرَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَفِي يَدِهِ جَرِيدَةٌ رَطْبَةٌ. فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَظَنَنْتُ أَنَّ لَهُ بِهَا حَاجَةً فَأَخَذْتُهَا. فَمَضَغْتُ رَأْسَهَا وَنَفَضْتُهَا فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهِ. فَاسْتَنَّ بِهَا كَأَحْسَنِ مَا كَانَ مُسْتَنًّا. ثُمَّ نَاوَلَنِيهَا فَسَقَطَتْ يَدُهُ أَوْ سَقَطَتْ مِنْ يَدِهِ. فَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنَ

الدُّنْيَا، وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الْآخِرَةِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے گھر میں، میری باری کے دن ہوئی۔ آپ اس وقت میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ جب آپ بیمار پڑے تو ہم آپ کی صحت کے لیے دعائیں کیا کرتے تھے۔ اس بیماری میں بھی میں آپ کے لیے دعا کرنے لگی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے اور آپ کا سر آسمان کی طرف اٹھا ہوا تھا» فی الرفیق الأعلی فی الرفیق الأعلی« اور عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک تازہ ٹہنی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو میں سمجھ گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ ٹہنی میں نے ان سے لے لی۔ پہلے میں نے اسے چبایا، پھر صاف کر کے آپ کو دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مسواک کی، جس طرح پہلے آپ مسواک کیا کرتے تھے اس سے بھی اچھی طرح سے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مسواک مجھے عنایت فرمائی اور آپ کا ہاتھ جھک گیا، یا (راوی نے یہ بیان کیا کہ) مسواک آپ کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوک کو اس دن جمع کر دیا جو آپ کی دنیا کی زندگی کا سب سے آخری اور آخرت کی زندگی کا سب سے پہلا دن تھا۔

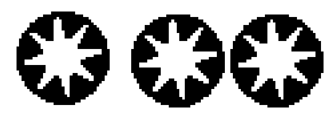
(بخاری شریف، کتاب الفضائل)

صحابہ کو نبی اکرم ﷺ کی وفات کا صدمہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُكَلِّمُ النَّاسَ، فَقَالَ: اجْلِسْ يَا عُمَرُ، فَأَبَى عُمَرُ أَنْ يَجْلِسَ، فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ وَتَرَكُوا عُمَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: "أَمَّا بَعْدُ، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ، فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، قَالَ اللّٰهُ: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ إِلَى قَوْلِهِ: الشَّاكِرِينَ (سورة آل عمران آية 144) وَقَالَ: وَاللّٰهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ هَذِهِ الْآيَةَ حَتَّى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ، فَمَا أَسْمَعُ بَشَرًا مِنَ النَّاسِ إِلَّا يَتْلُوهَا، فَأَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ أَنَّ عُمَرَ، قَالَ: وَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا فَعَقِرْتُ حَتَّى مَا تُقِلُّنِي رِجْلَايَ وَحَتَّى أَهْوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ حِينَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا، عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ".

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے تو عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے کچھ کہہ رہے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: عمر! بیٹھ جاؤ، لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کیا۔ اتنے میں لوگ عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے اور آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا: اما بعد! تم میں جو بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کی وفات ہو چکی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو (اس کا معبود) اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور اس کو کبھی

موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے »وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل« کہ محمد صرف رسول ہیں، ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔ ارشاد »الشاکرین« تک۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: اللہ کی قسم! ایسا محسوس ہوا کہ جیسے پہلے سے لوگوں کو معلوم ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے اور جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت کی تو سب نے ان سے یہ آیت سیکھی۔ اب یہ حال تھا کہ جو بھی سنتا تھا وہی اس کی تلاوت کرنے لگ جاتا تھا۔ (زہری نے بیان کیا کہ) پھر مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اس وقت ہوش آیا، جب میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا، جس وقت میں نے انہیں تلاوت کرتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے تو میں سکتے میں آ گیا اور ایسا محسوس ہوا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا پائیں گے اور میں زمین پر گر جاؤں گا۔ (المرجع السابق)



بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ

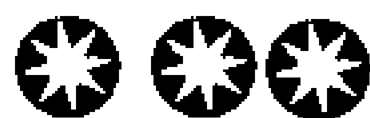
حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کا بیان

(۳۶۵) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ سَلْمَةَ عَنْ اَبِی الزَّعْرَاءِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے بعد والے لوگوں میں سے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا۔

شرح:

یعنی میرے بعد بلا واسطہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پیروی کرو یہ نبی اکرم ﷺ نے غیب کی خبر دی ہے (کہ میرے بعد یہ خلفاء ہوں گے) ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میرے بعد خلفائے مہدیین کی پیروی کرو اور ایک حدیث میں فرمایا کہ میرے اصحاب ستاروں کی مثل ہیں جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ لیکن شیخین کو خاص کیوں فرمایا اس کی وجہ ہم مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بیان کر چکے ہیں۔ (لہذا مزید تفصیل مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں دیکھیے)



بَابُ مَا جَآءَ فِي فَضْلِ عَمَّارٍ

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان

(۳۶۶) أَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْتَدَوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَاهْتَدُوْا بِهَدْيِ عَمَّارٍ وَتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے بعد والے لوگوں میں سے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی ہدایت حاصل کرو، اور حضرت ابن ام عبد کی عہد کو مضبوطی سے تھام رکھو۔

شرح:

یعنی اے پیچھے رہنے والے تمام صحابہ وامتِ محمدیہ میرے بعد حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پیروی کرو، اس میں ان دونوں کے خلیفۃ ہونے کی خبر غیب ہے۔ اور صحیح بخاری میں جو روایت آئی ہے یہ حدیث اس سے اخص اور زیادہ صریح ہے، کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم پر میری خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے اور عمار یعنی عمار بن یاسر کی سیرت اختیار کرو اس میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی کی خلافت کی طرف اشارہ کیا، عبد اللہ یعنی عبد اللہ بن مسعود کی وصیت مضبوطی سے تھامو اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی صحت کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ ونہ کی بیعت کی۔

اس حدیث کو امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ، نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (۱)

فضیلت شیخین بزبان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

"عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ، وَالْآخِرِينَ، إِلَّا النَّبِيِّينَ، وَالْمُرْسَلِينَ، لَا تُخْبِرْهُمَا يَا عَلِيُّ مَا دَامَا حَيَّيْنِ

علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابوبکر و عمر نبیوں اور رسولوں کے علاوہ جملہ اولین و آخرین میں سے ادھیڑ عمر والے جنتیوں کے سردار ہوں گے، علی! جب تک وہ دونوں زندہ رہیں انہیں یہ بات نہ بتانا"۔ (۲)

وضاحت: ادھیڑ عمر والے جنتیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ادھیڑ عمر ہو کر مرے ہیں کیونکہ جنت میں کوئی ادھیڑ عمر کا نہیں ہو گا سب

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 245

(۲) سنن الترمذی/المناقب ۱۶ (۳۶۶۶)، (تحفۃ الأشراف ۱۰۰۳۵ :)، وقد أخرجہ: مسند احمد (۱/۸۰) (صحیح)

جوان ہوں گے،» کھول «جمع ہے» کھل « کی،اور» کھل «مردوں میں وہ ہے جس کی عمر تیس سے متجاوز ہو گئی ہو، اور بعضوں نے کہا چالیس سے اور بعضوں نے تینتیس سے پچپن تک، اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو مسلمان اس عمر تک پہنچ کر انتقال کر گئے ہیں یہ دونوں یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جنت میں ان کے سردار ہوں گے، یا کھولت سے کنایہ کیا عقل و شعور اور فہم و فراست کی پختگی پر یعنی جو دانا اور فہمیدہ لوگ جنت میں ہوں گے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ان کے سردار ہوں گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر نبی، نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا اور انبیاء کے بعد شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) سب سے افضل ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر نبی معصوم نہیں ہو سکتا اور معلوم ہوا کہ نبی کے بعد خلافت کے مستحق یہی ہیں اس لئے کہ جب جنت میں یہ سردار ہوں گے تو دنیا کی سرداری میں کیا شک رہا، مگر واقع میں نبی اکرم ﷺ نے انہیں جنتیوں کا سردار فرمایا ہے، جہنمیوں کا نہیں، اس لئے گمراہ اور جاہل ان کی سرداری کا انکار کرتے ہیں۔

اور اس سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور سنتے بھی ہیں اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ان کو ان کی حیات میں نہ بتانا مطلب یہ کہ جب یہ فوت ہو جائیں گے تو بتانا، کیونکہ بتانے کی نسبت شیخین کی طرف کی گئی ہے معلوم ہوا کہ یہ حضرات اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور سنتے بھی ہیں۔

"عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ أَهْلَ الدَّرَجَاتِ الْعُلَى يَرَاهُمْ مَنْ أَسْفَلَ مِنْهُمْ، كَمَا يُرَى الْكَوْكَبُ الطَّالِعُ فِي الْأُفُقِ مِنْ آفَاقِ السَّمَاءِ، وَإِنَّ أَبَابَكْرٍ، وَعُمَرَ مِنْهُمْ، وَأَنْعَمَا".

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلند درجے والوں کو (جنت میں) نیچے درجہ والے دیکھیں گے جس طرح چمکتا ہوا ستارہ آسمان کی بلندیوں میں دیکھا جاتا ہے، اور ابوبکر و عمر بھی انہیں میں سے ہیں، اور ان میں سب سے فائق و برتر ہیں"۔

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: " أَيُّ أَصْحَابِهِ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ؟، قَالَتْ: أَبُو بَكْرٍ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّهُمْ قَالَتْ: عُمَرُ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّهُمْ، قَالَتْ: أَبُو عُبَيْدَةَ".

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب تھا؟ کہا: ابوبکر، میں نے پوچھا: پھر کون؟ کہا: عمر، میں نے پوچھا: پھر کون؟ کہا: ابوعبیدہ۔

"بعض الشيعة المنصفين كعبد الرزاق فانه قال افضل الشيخين بتفضيل على ايا هما على نفسه والا لما فضلتهما كفى بي وزرا ان احبه ثم اخالفه"

بعض منصف شیعہ جیسے عبدالرزاق کہ اس نے کہا میں اس لئے شیخین کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دیتا ہوں کہ حضرت علی نے انہیں فضیلت دی ہے ورنہ میں انہیں آپ پر فضیلت نہ دیتا میرے لئے یہ گناہ کافی ہے کہ میں آپ سے محبت کروں پھر آپ کی مخالفت کروں۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي فَضْلِ عُثْمَانَ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان

(۳۶۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ اَنَّ عُمَرَ مَرَّ بِعُثْمَانَ وَهُوَ حَزِيْنٌ قَالَ مَا يُحْزِنُكَ قَالَ اَلاَّ اَحْزَنَ وَقَدِ انْقَطَعَ الصِّهْرُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذٰلِكَ حَدَّثَانِ مَاتَتْ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ تَحْتَهٗ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اُزَوِّجُكَ حَفْصَةَ ابْنَتِيْ فَقَالَ حَتّٰى اَسْتَأْمِرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهُ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَّكَ اَنْ اَدُلَّكَ عَلٰى صِهْرٍ هُوَ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ عُثْمَانَ وَاَدُلَّ عُثْمَانَ عَلٰى صِهْرٍ هُوَ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْكَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ زَوِّجْنِيْ حَفْصَةَ وَاُزَوِّجُ عُثْمَانَ ابْنَتِيْ فَقَالَ نَعَمْ فَفَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت موسیٰ ابن ابی کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، جبکہ وہ غمگین بیٹھے ہوئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو کس چیز نے غمگین کیا ہوا ہے؟ تو کہا کہ میں کیوں نہ غمگین ہوں کہ میرے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان جو سسرالی رشتہ تھا، وہ اب ختم ہو گیا ہے، اور یہ ان دنوں کی بات ہے جب نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا) نے وصال فرمایا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنی بیٹی حفصہ کا نکاح آپ سے کراتا ہوں، اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے اس کی بابت مشورہ لینے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں آپ کو حضرت عثمان کے لیے آپ کی بیٹی سے بہتر اور آپ کی بیٹی کے لیے حضرت عثمان سے بہتر رشتہ نہ بتاؤں؟ عرض کی، کیوں نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ حفصہ کا نکاح مجھ سے کر دو اور میں عثمان کا نکاح اپنی بیٹی سے کرا دیتا ہوں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: جی ٹھیک ہے، نبی کریم ﷺ نے پھر اسی طرح کیا۔

شرح:

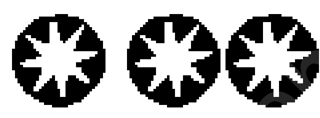
"عَنْ أَبِي مُوسَى، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "دَخَلَ حَائِطًا وَأَمَرَنِي بِحِفْظِ الْبَابِ، فَجَاءَ رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَ: ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ، فَقَالَ: ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُ، فَقَالَ: ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ".

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے دروازہ کی نگرانی کا حکم دیا،

پھر ایک صحابی آئے اور اجازت چاہی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں اجازت دے دو اور انہیں جنت کی بشارت دے دو۔ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں اجازت دے دو اور انہیں جنت کی بشارت دے دو، پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں بھی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دے دو۔ (بخاری شریف)

"عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُمْ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ أُحُدًا وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ، فَقَالَ: "اثْبُتْ أُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ".

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر احد پہاڑ پر چڑھے تو احد کانپ اٹھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احد! قرار پکڑ کہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (بخاری شریف)



بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ عَلِيٍّ

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان

(۳۶۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ حَيَّةَ الْعَرَبِيِّ وَهُوَ الْهَمْدَانِيُّ مِنْ اَصْحَابِ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ اَنَا اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں سے حضرت حیہ عربی ہمدانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے پہلے اسلام لے کر آنے والا میں ہی ہوں۔

(۳۶۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اُمِّ هَانِيءٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ اِلٰى عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَرَاٰهُ جَائِعًا فَقَالَ يَا عَلِيُّ مَا اَجَاعَكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَمْ اَشْبَعْ مُنْذُ كَذَا وَ كَذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف ایک دن دیکھا کہ آپ کو بھوک لگی ہوئی ہے، فرمایا: اے علی! کیا بات ہے کہ آپ کو بھوک محسوس ہو رہی ہے، عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میں نے

شرح:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَنَفَّلَ سَيْفَهُ ذَا الْفَقَارِ يَوْمَ بَدْرٍ".

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن اپنی ذوالفقار نامی تلوار (علی رضی اللہ عنہ کو) انعام میں دی۔ (۱)

قَالَ (علی رضی الله تعالیٰ عنه) :لَقَدْ عَهِدَ إِلَىَّ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ صلی الله علیه وآله وسلم أَنَّهُ لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يَبْغَضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجه. وَقَالَ أَبُوْ عِيْسَى :هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

حضرت زِرّ بن حبیش رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا : قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ چیرا اور جس نے جانداروں کو پیدا کیا! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے عہد فرمایا تھا کہ مجھ سے صرف مومن محبت رکھے گا اور صرف منافق ہی مجھ سے بغض رکھے گا۔

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا مولیٰ علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، نبی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسَلَّم کا فرمانِ بشارت نشان ہے : ، بروزِ قیامت سب سے پہلے عرش کا سایہ پانے والوں کے لئے خوشخبری ہے۔ ،عرض کی گئی: ، یارسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسَلَّم! وہ کون لوگ ہیں؟ ، آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ، اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! جولوگ تمہاری پیروی کرتے اور تم سے محبت کرتے ہیں۔ (۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کتنی محبت ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے مال، ہماری اولاد، ہمارے باپ، ہماری ماں اور سخت پیاس کے وقت پانی سے بھی بڑھ کر ہمارے نزدیک محبوب ہیں۔ (شفاء شریف جلد ۲ ص ۱۸)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ حَمْزَةَ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان

(۳۷۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الشُّهَدَآءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَجُلٌ قَامَ اِلٰى اِمَامٍ فَاَمَرَهُ وَنَهَاهُ۔

---

(۱) سنن الترمذی/السیر ۱۲ (۱۵۱٦)، (تحفۃ الأشراف ۵۸۲۷ :)، وقد أخرجہ :مسند احمد (۱/ ۲۷۱،۲۴٦) (صحیح)

(۲) الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث ۳۵۷٦، ج ۲، ص ۳۴۸ بدون قیل۔۔۔۔۔الخ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یوم قیامت شہیدوں کے سردار حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہوں گے۔ ایک آدمی امامت کی طرف کھڑا ہوا تو آپ نے حضرت حمزہ کو اس کا حکم دیا اور اس کو منع فرما دیا۔

فرشتوں نے غسل دیا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بھی اس کی تصدیق فرمائی کہ بے شک میرے چچا کو شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا۔

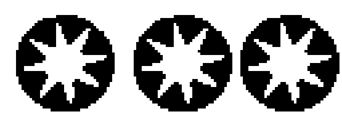
تبصرہ:

مسئلہ یہ ہے کہ شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ تو خود غسل دیا نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کا حکم فرمایا لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ چونکہ تمام شہدائے احد میں آپ سید الشہداء کے معزز خطاب سے سرفراز ہوئے اس لئے فرشتوں نے اعزازی طور پر آپ کے اعزاز و اکرام کا اظہار کرنے کے لیے آپ کو غسل دیا یا ممکن ہے کہ حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ان کو بھی غسل کی حاجت ہو اور فرشتوں نے اس بناء پر غسل دیا۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ ایک صحابی کو غسل دینے کے لیے آسمان سے فرشتوں کا نازل ہونا اور اپنے نورانی ہاتھوں سے غسل دینا یہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بہت ہی عظیم الشان کرامت ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

قبر کے اندر سے سلام:

حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت سید الشہداء جناب حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے گئی اور میں نے قبر منور کے سامنے کھڑے ہو کر اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰہ کہا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باآواز بلند قبر کے اندر سے میرے سلام کا جواب دیا جس کو میں نے اپنے کانوں سے سنا۔

اسی طرح شیخ محمود کردی شیخانی نزیل مدینہ منورہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر انور پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر منور کے اندر سے باآواز بلند ان کے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا کہ اے شیخ محمود! تم اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر "حمزہ" رکھنا۔ چنانچہ جب خداوند کریم نے ان کو فرزند عطا فرمایا تو انہوں نے اس کا نام "حمزہ" رکھا۔



بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ الزُّبَیْرِ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان

(۳۷۱) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ مَنْ يَّأْتِيْنَا بِالْخَبَرِ لَيْلَةَ الْاَحْزَابِ فَيَنْطَلِقُ الزُّبَيْرُ فَيَأْتِيْهِ بِالْخَبَرِ كَانَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ احزاب کی رات تین بار فرمایا کہ میرے پاس کون ان (دشمنوں) کی خبر لائے گا؟ تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ خبر لیکر آئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کا حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔

شرح:

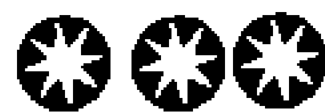
یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند ہیں۔ اس لئے یہ رشتہ میں شہنشاہ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد ہیں۔ یہ بھی عشرہ مبشرہ یعنی ان دس خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں جن کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی۔

بہت ہی بلند قامت، گورے اور چھریرے بدن کے آدمی تھے اور اپنی والدہ ماجدہ کی بہترین تربیت کی بدولت بچپن ہی سے نڈر، جفاکش، بلند حوصلہ اور نہایت ہی اولوالعزم اور بہادر تھے۔ سولہ برس کی عمر میں اس وقت اسلام قبول کیا جبکہ ابھی چھ یا سات آدمی ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ تمام اسلامی لڑائیوں میں دلاوران عرب کے مقابلے میں آپ نے جس مجاہدانہ بہادری کا مظاہرہ کیا تواریخ جنگ میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ آپ جس طرف بھی تلوار لے کر بڑھتے کفار کے پرے کے پرے کاٹ کر رکھ دیتے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جنگ خندق کے دن، حواری، (مخلص وجاں نثار دوست) کا خطاب عطا فرمایا۔ آپ جنگ جمل سے بیزار ہو کر واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ عمرو بن جرموز نے آپ کو دھوکہ دے کر شہید کر دیا۔ وقت شہادت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف چونسٹھ برس کی تھی۔ ۳۶ھ میں بمقام سفوان آپ کی شہادت ہوئی۔

پہلے یہ، وادی السباع، میں دفن کئے گئے مگر پھر لوگوں نے ان کی مقدس لاش کو قبر سے نکالا اور پورے اعزاز واحترام کے ساتھ لاکر آپ کو شہر بصرہ میں سپرد خاک کیا جہاں آپ کی قبر شریف مشہور زیارت گاہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جنگ بدر کے دن حضرت جبریل علیہ السلام پیلے رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل وصورت میں فرشتوں کی فوج لے کر اترے تھے۔



بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان

(۳۷۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ اَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ سَمَرَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ قَالَ فَخَرَجَا وَخَرَجَ مَعَهُمَا فَمَرُّوْا بِابْنِ مَسْعُوْدٍ وَهُوَ يَقْرَاُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّقْرَاَ الْقُرْاٰنَ كَمَا اُنْزِلَ فَلْيَقْرَاْهُ عَلٰى قِرَاءَةِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ. وَجَعَلَ يَقُوْلُ لَهٗ سَلْ تُعْطَهٗ فَاَتَاهُ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ يُبَشِّرَانِهٖ فَسَبَقَ اَبُوْبَكْرٍ عُمَرَ اِلَيْهِ فَبَشَّرَهٗ وَاَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَهٗ بِالدُّعَاءِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ اِيْمَانًا دَائِمًا لَا يَزُوْلُ وَنَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ نَبِيِّكَ فِيْ جَنَّةِ الْخُلْدِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ سَمَرَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَا وَخَرَجَ مَعَهُمَا فَمَرُّوْا بِابْنِ مَسْعُوْدٍ وَهُوَ يَقْرَاُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّقْرَاَ الْقُرْاٰنَ غَضًّا كَمَا اُنْزِلَ فَلْيَقْرَاْهُ عَلٰى قِرَاءَةِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ وَّجَعَلَ يَقُوْلُ سَلْ تُعْطَهٗ وَذَكَرَ تَمَامَ الْاَوَّلِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں: حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ایک رات نبی کریم ﷺ کے پاس ٹھہرے رہے، جب وہ تینوں باہر نکلے تو ان کا گذر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا جو تلاوت کر رہے تھے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کو پسند ہو کہ وہ قرآن کی تلاوت ایسے ہی کرے جیسے نازل ہوا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ حضرت ابن ام معبد (حضرت عبداللہ بن مسعود) جیسی تلاوت کیا کرے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: (اے عبداللہ بن مسعود!) مانگو جو مانگنا ہے، تمہیں عطا کیا جائے گا۔

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خوشخبری دینے کے لیے آئے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سبقت کی اور ان کو خوشخبری دی کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو دعا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ دعا کی: اے اللہ میں تجھ سے ہمیشہ قائم رہنے والے ایمان کا سوال کرتا ہوں، اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں اور نبی کریم ﷺ کی جنت میں رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ایک رات نبی کریم ﷺ کے پاس ٹھہرے رہے، جب وہ تینوں باہر نکلے تو ان کا گذر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا جو نماز میں تلاوت کر رہے تھے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس

کو پسند ہو کہ وہ قرآن کی تلاوت ایسے ہی کرے جیسے نازل ہوا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ حضرت ابن ام معبد (حضرت عبد اللہ بن مسعود) جیسی تلاوت کیا کرے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: (اے عبد اللہ بن مسعود!) مانگو جو مانگنا ہے، تمہیں عطا کیا جائے گا۔ پھر بقیہ حدیث بیان کی۔

شرح:

یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و بزرگی پر دلالت کرتی ہے کہ اول تو آپ کی قرات کو تعریف خود نبی اکرم ﷺ نے فرمائی، اور آپ کی قرات پر قرآن پڑھنے کا حکم صادر فرمایا پھر آپ کو مستجاب الدعوات بھی ظاہر فرمایا گویا یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بزرگی اور شان و شوکت میں چار چاند لگاتی ہے۔

(۲۷۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَوْنٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَهٗ اَرْسَلَ وَالِدَتَهٗ اُمَّ عَبْدٍ تَنْظُرُ اِلٰى هَدْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَلِّهٖ وَسَمْتِهٖ فَتُخْبِرُهٗ بِذٰلِكَ فَيَتَشَبَّهُ بِهٖ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں آتے تو حضرت عبد اللہ بن مسعود اپنی والدہ ام معبد کو بھیجتے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے طریقہ، سیرت اور کیفیت دیکھ کر آئیں اور ان کو ان باتوں کی خبر دیں تا کہ وہ آپ ﷺ کی نقالی کر سکیں۔

(۲۷۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَوْنٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ كَانَ صَاحِبَ حَصِيْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ صَاحِبَ عَصَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ صَاحِبَ رِدَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ صَاحِبَ الرَّاحِلَةِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ صَاحِبَ سِوَاكِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَ الْمِيْضَاةِ وَصَاحِبَ النَّعْلَيْنِ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے چٹائی کو اٹھانے والے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے عصا مبارک کو اٹھانے والے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی چادر مبارک اٹھاتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی سواری کے محافظ تھے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے مسواک بردار تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے آلۂ وضو (لوٹا) اور نعلین کو اٹھاتے تھے۔

(۲۷۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مَعْنٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَا كَذَبْتُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ اِلَّا كِذْبَةً وَّاحِدَةً

كُنْتُ أُرَحِّلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى رَحَّالٌ مِّنَ الطَّائِفِ فَسَأَلَنِي أَيُّ الرَّاحِلَةِ أَحَبُّ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ الطَّائِفِيَّةُ الْمَكِّيَّةُ وَكَانَ يَكْرَهُهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أُتِيَ بِهَا قَالَ مَنْ رَحَّلَ لَنَا هٰذِهٖ قَالُوْا رِحَالُكَ قَالَ مُرُوا ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ فَلْيُرَحِّلْ لَنَا فَأُعِيْدَتْ إِلَيَّ الرَّاحِلَةُ ۔ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ عَبْدُ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيْءَ بِرَجُلٍ مِّنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ فَجَاءَ نِي الطَّائِفِيُّ فَقَالَ أَيُّ الرَّاحِلَةِ أَحَبُّ إِلَيْهِ قُلْتُ الطَّائِفِيَّةُ الْمَكِّيَّةُ فَخَرَجَ فَقَالَ مَنْ صَاحِبُ هٰذِهِ الرَّاحِلَةِ قِيْلَ الطَّائِفِيُّ قَالَ لَا حَاجَةَ لَنَا بِهَا ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے اسلام قبول کرنے سے آج تک ایک جھوٹ کے علاوہ کبھی جھوٹ نہیں بولا، اور اس کا واقعہ یہ ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی سواری کا کجاوہ تیار کرتا تھا، ایک دفعہ طائف میں سے ایک کجاوہ تیار کرنے والا شخص آیا اور پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ کو کونسا کجاوہ زیادہ پسند ہے، میں نے کہا کہ طائف اور مکہ کا تیار شدہ کجاوہ، حالانکہ آپ ﷺ اس کو ناپسند کرتے تھے۔ جب وہ کجاوہ آپ کی بارگاہ میں لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کس کا کجاوہ ہے، لوگوں نے عرض کی کہ یہ آپ ﷺ کا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابن ام معبد کو حکم دو کہ وہ ہمارے لیے کجاوہ تیار کریں، یہ جھوٹ بولنے سے کجاوہ کی تیاری پھر میری طرف لوٹ آئی (اور یہی میری رضا تھی)۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس اہل طائف میں سے ایک آدمی حاضر ہوا، بعد ازاں وہ شخص میرے پاس آیا اور پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ کو کونسا کجاوہ زیادہ پسند ہے، میں نے کہا کہ طائف اور مکہ کا تیار شدہ کجاوہ، (کجاوہ لانے کے بعد) نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ کجاوہ کون لے کر آیا ہے؟ عرض کی گئی طائفی لیکر آیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں اس کی حاجت نہیں ہے۔

(۳۷۶) أَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ مَا كَذَبْتُ مُنْذُ أَسْلَمْتُ إِلَّا وَاحِدَةً كُنْتُ أُرَحِّلُ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى رَحَّالٌ مِّنَ الطَّائِفِ فَقَالَ أَيُّ الرَّاحِلَةِ أَحَبُّ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ الطَّائِفِيَّةُ الْمَكِّيَّةُ قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُهَا فَلَمَّا دَخَلَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى بِهَا قَالَ مَنْ رَحَّلَ لَنَا هٰذِهِ الرَّاحِلَةَ قَالَ رِحَالُكَ الَّتِيْ أُتِيْتُ بِهٖ مِنَ الطَّائِفِ فَقَالَ رُدِّ الرَّاحِلَةَ لِابْنِ مَسْعُوْدٍ ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے اسلام قبول کرنے سے آج تک ایک جھوٹ کے علاوہ کبھی جھوٹ نہیں بولا، اور اس کا واقعہ یہ ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی سواری کا کجاوہ تیار کرتا تھا، ایک دفعہ طائف میں سے ایک کجاوہ تیار

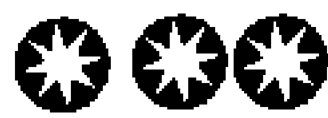
کرنے والا شخص آیا اور پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ کو کونسا کجاوہ زیادہ پسند ہے، میں نے کہا کہ طائف اور مکہ کا تیار شدہ کجاوہ، حالانکہ آپ ﷺ اس کو ناپسند کرتے تھے۔ جب وہ کجاوہ لیکر آپ کی بارگاہ میں آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کس کا کجاوہ ہے، اس نے عرض کی کہ یہ آپ ﷺ کا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابن ام معبد کو اسے تیار کرنے کا حکم دو۔

شرح:

ان احادیث سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درج ذیل فضائل ثابت ہوتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی اکرم ﷺ کی سیرت و کردار، اقوال و افعال، اخلاق و اعمال، اور آپ ﷺ کی زندگی کے اطوار وطرق اور ان کی کیفیات کو اپنانے کی شدید خواہش اور تمنا ہوتی تھی اس لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ کو نبی اکرم ﷺ کے گھر بھیجتے اور آپ ﷺ کے اطوار و اخلاق اور گھریلو رویوں کے متعلق معلومات حاصل کرتے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن یزید نے بیان کیا ہے کہ ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ ہمیں ایسے شخص کے بارے میں بتائیے جو نبی اکرم ﷺ سے سیرت و کردار میں نبی اکرم ﷺ سے قریب تر اور مشابہ ہوتا کہ ہم بھی ان سے نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور اسوۂ حسنہ کو حاصل کر کے اپنائیں، اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا جو شخص نبی اکرم ﷺ سے سیرت و کردار میں سب سے زیادہ مشابہ ہے وہ ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر وحضر میں نبی اکرم ﷺ کے رفیق اور مونس اور خادم خاص تھے مذکورہ بالا ایک حدیث میں آپ کے بہت زیادہ محاسن اور القابات کو بیان کیا گیا ہے مثلاً رسول اللہ ﷺ کے مصلیٰ کے حامل، عصائے نبوی ﷺ کے حامل، ردائے مصطفی ﷺ کے حامل، صاحب راحلہ، آفتابہ بردار، صاحب نعلین رسول ﷺ، نبی اکرم ﷺ کے عرش بوس قدموں کو نعلین پہنانے والے، وغیرہ، پھر اگلی حدیثوں میں یہ وضاحت کی گئی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا، البتہ خدمت نبوی کی سعادت سے محروم ہونے کے خوف سے ایک بار خلاف واقع بات کہہ دی تا کہ رسول اللہ ﷺ کی سواری تیار کرنے اور اس پر کجاوا کسنے کی سعادت سے محروم نہ رہ جاؤں اس لیے ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ خلاف واقع بات قابل مذمت نہیں بلکہ من وجہ قابلِ تحسین ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور نبی اکرم کی رضا حاصل کرنے کے لیے کہہ دی تھی تا کہ رسول اللہ ﷺ کی سواری کو تیار کرنے اور اس پر کجاوا باندھنے کی سعادت سے محروم نہ ہو جائیں۔ (۱)



(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 427

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ خُزَیْمَۃَ

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان

(۳۷۷) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللہِ الْجَدَلِیِّ عَنْ خُزَیْمَۃَ اَنَّہٗ مَرَّ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِیٌّ یَجْحَدُ بَیْعَہٗ فَقَالَ خُزَیْمَۃُ اَشْهَدُ لَقَدْ بِعْتَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَیْنَ عَلِمْتَہٗ قَالَ تَجِیْءُ نَا بِالْوَحْیِ مِنَ السَّمَاءِ فَنُصَدِّقُكَ قَالَ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَهَادَتَہٗ بِشَهَادَۃِ رَجُلَیْنِ۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنَّہٗ مَرَّ بِاَعْرَابِیٍّ وَّهُوَ مَعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَجْحَدُ بَیْعًا قَدْ عَقَدَہٗ مَعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خُزَیْمَۃُ اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بِعْتَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَیْنَ عَلِمْتَ ذٰلِكَ فَقَالَ تَجِیْءُ نَا بِالْوَحْیِ مِنَ السَّمَاءِ فَنُصَدِّقُكَ قَالَ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَهَادَتَہٗ بِشَهَادَۃِ رَجُلَیْنِ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَجَازَ شَهَادَتَہٗ بِشَهَادَۃِ رَجُلَیْنِ حَتّٰی مَاتَ۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرے، اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دیہاتی تھا جو آپ سے کی گئی خرید و فروخت کا انکار کر رہا تھا، حضرت خزیمہ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے یہ رسول اللہ ﷺ کو بیچا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ تو عرض کی : آپ ﷺ ہمارے پاس آسمانوں سے وحی لاتے ہیں ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں (تو یہ زمینی معاملات کی کیا حیثیت ہے؟) اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر مقرر فرما دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرے، اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دیہاتی تھا جو آپ سے کی گئی خرید و فروخت کا انکار کر رہا تھا، حضرت خزیمہ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے یہ رسول اللہ ﷺ کو بیچا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ تو عرض کی : آپ ﷺ ہمارے پاس آسمانوں سے وحی لاتے ہیں ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں (تو یہ زمینی معاملات کی کیا حیثیت ہے؟) اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر مقرر فرما دیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تا وفات حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی کی مثل مقرر کیا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي فَضْلِ خَدِيْجَةَ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان

(۳۷۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بُشِّرَتْ خَدِيْجَةُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ لَا صَخَبَ فِيْهَا وَلَا نَصَبَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایک ایسے عظیم الشان گھر کی خوشخبری دی گئی، جس میں شور اور پریشانی نہ ہوگی۔

شرح:

یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی سب سے پہلی بیوی اور رفیقہ حیات ہیں یہ خاندان قریش کی بہت ہی باوقار وممتاز خاتون ہیں ان کے والد کا نام خویلد بن اسد اور ان کی ماں کا نام فاطمہ بنت زائدہ ہے ان کی شرافت اور پاک دامنی کی بنا پر تمام مکہ والے ان کو، طاہرہ، کے لقب سے پکارا کرتے تھے انہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اخلاق وعادات اور جمال صورت و کمال سیرت کو دیکھ کر خود ہی آپ سے نکاح کی رغبت ظاہر کی چنانچہ اشراف قریش کے مجمع میں باقاعدہ نکاح ہوا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بہت ہی جاں نثار اور وفاشعار بیوی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو ان سے بہت ہی بے پناہ محبت تھی چنانچہ جب تک یہ زندہ رہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں فرمایا اور یہ مسلسل پچیس سال تک محبوب خدا کی جاں نثاری، وخدمت گزاری کے شرف سے سرفراز رہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی ان سے اس قدر محبت تھی کہ ان کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اپنی محبوب ترین بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم! خدیجہ سے بہتر مجھے کوئی بیوی نہیں ملی جب سب لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا اس وقت وہ مجھ پر ایمان لائیں اور جب سب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اس وقت انہوں نے میری تصدیق کی اور جس وقت کوئی شخص مجھے کوئی چیز دینے کے لئے تیار نہ تھا اس وقت خدیجہ نے مجھے اپنا سارا سامان دے دیا اور انہیں کے شکم سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔

اس بات پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی نبوت پر یہی ایمان لائیں اور ابتداء اسلام میں جب کہ ہر طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی مخالفت کا طوفان اٹھا ہوا تھا ایسے خوف ناک اور کٹھن وقت میں صرف ایک حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہی ذات تھی جو پروانوں کی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم پر قربان ہو رہی تھیں اور اتنے خطرناک اوقات میں جس استقلال و استقامت کے ساتھ انہوں نے خطرات ومصائب کا مقابلہ کیا اس خصوصیت میں تمام ازواج مطہرات پر ان کو ایک ممتاز فضیلت حاصل ہے۔

ان کے فضائل میں بہت سی حدیثیں بھی آئی ہیں چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ تمام دنیا کی عورتوں

میں سب سے زیادہ اچھی اور با کمال چار بیبیاں ہیں ایک حضرت مریم دوسری آسیہ فرعون کی بیوی تیسری حضرت خدیجہ چوتھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم) یہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم کے پاس ایک برتن میں کھانا لے کر آرہی ہیں جب یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم کے پاس آجائیں تو ان سے ان کے رب عزوجل کا اور میرا سلام کہہ دیجئے اور ان کو یہ خوشخبری سنا دیجئے کہ جنت میں ان کے لئے موتی کا ایک گھر بنا ہے جس میں نہ کوئی شور ہوگا نہ کوئی تکلیف ہوگی۔ (۱)

سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم نے ان کی وفات کے بعد بہت سی عورتوں سے نکاح فرمایا لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محبت آخرِ عمر تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم کے قلب مبارک میں رچی بسی رہی یہاں تک کہ ان کی وفات کے بعد جب بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم کے گھر میں کوئی بکری ذبح ہوتی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کے یہاں بھی ضرور گوشت بھیجا کرتے تھے اور ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم بار بار حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر فرماتے رہتے تھے ہجرت سے تین برس قبل پینسٹھ برس کی عمر پا کر ماہ رمضان میں مکہ مکرمہ کے اندر انہوں نے وفات پائی اور مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان حجون (جنت المعلیٰ) میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم نے ان کی قبر انور میں اتر کر اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کو سپرد خاک فرمایا اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم نے انکی نماز نہیں پڑھائی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات سے تین یا پانچ دن پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم کے چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا تھا ابھی چچا کی وفات کے صدمہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم گزرے ہی تھے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہو گیا اس سانحہ کا قلب مبارک پر اتنا زبردست صدمہ گزرا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم نے اس سال کا نام، عام الحزن، (غم کا سال) رکھ دیا۔

فضائل ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

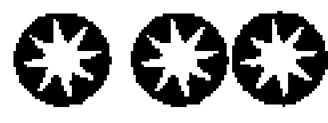
ایک روایت میں یوں بیان ہوا کہ۔

1۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم یہ خدیجہ آرہی ہیں ان کے ساتھ برتن ہے جس میں سالن اور کھانا ہے تو جب وہ آپ کے پاس آئیں تو انہیں ان کے رب کا سلام اور میرا سلام فرمائیں اور انہیں جنت کے اس گھر کی بشارت دے دیں جو ایک موتی کا ہے نہ اس میں شور ہے نہ کوئی تکلیف۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

2۔ حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک میں سے کسی پر اتنی غیرت نہ کی جتنی جناب خدیجہ پر غیرت کی حالانکہ میں نے انہیں دیکھا نہ تھا لیکن حضور ان کا بہت ذکر کرتے تھے بہت دفعہ بکری ذبح کرتے

(۱) صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ، رقم ۳۸۲۰، ج۲، ص ۵۱۵

پھر اس کے اعضاء کاٹتے پھر وہ جناب خدیجہ کی سہیلیوں میں بھیج دیتے تھے تو میں کبھی حضور سے کہہ دیتی کہ گویا خدیجہ کے سوا دنیا میں کوئی عورت ہی نہ تھی تو آپ فرماتے وہ ایسی تھیں وہ ایسی تھیں اور ان سے میری اولاد ہوئی۔ (مسلم، بخاری)



بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ عَائِشَةَ الصِّدِّیْقَةِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان

(۳۷۹) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخْعِیِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَيَهُوْنُ عَلَىَّ الْمَوْتُ اِنِّیْ رَاَيْتُكِ زَوْجَتِیْ فِی الْجَنَّةِ۔ وَفِیْ رِوَايَةٍ اِنِّیْ رَاَيْتُكِ زَوْجَتِیْ فِی الْجَنَّةِ ثُمَّ الْتَفَتَ وَقَالَ هَوَّنَ عَلَىَّ الْمَوْتُ لِاَنِّیْ رَاَيْتُ عَائِشَةَ فِی الْجَنَّةِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو جنت میں اپنی زوجہ کی حیثیت سے دیکھا تو مجھ پر موت کے لمحات آسان ہو گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ کو جنت میں اپنی زوجہ کی حیثیت سے دیکھا ہے، پھر آپ ﷺ نے التفات کیا اور فرمایا کہ موت مجھ پر آسان ہو گئی ہے کیوں کہ میں نے عائشہ کو جنت میں دیکھ لیا ہے۔

(۳۸۰) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كُنَّ لِیْ خِلَالٌ سَبْعٌ لَمْ يَكُنْ لِاَحَدٍ مِّنْ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ اَحَبَّهُنَّ اِلَيْهِ اَبًا وَّاَحَبَّهُنَّ اِلَيْهِ نَفْسًا وَّتَزَوَّجَنِیْ بِكْرًا وَّمَا تَزَوَّجَنِیْ حَتّٰی اَتَاهُ جِبْرِيْلُ بِصُوْرَتِیْ وَلَقَدْ رَاَيْتُ جِبْرِيْلَ وَمَا رَاٰهُ اَحَدٌ مِّنَ النِّسَاءِ غَيْرِیْ وَكَانَ يَاْتِيْهِ جِبْرِيْلُ وَاَنَا مَعَهٗ فِیْ شِعَارِهٖ وَلَقَدْ نَزَلَ فِیَّ عُذْرٌ كَادَ اَنْ يَّهْلِكَ فِئَامُ النَّاسِ وَلَقَدْ قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَيْتِیْ وَلَيْلَتِیْ وَيَوْمِیْ وَبَيْنَ سَحْرِیْ وَنَحْرِیْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ میں سات خصلتیں ایسی ہیں جو نبی اکرم ﷺ کی کسی دوسری زوجہ میں نہیں ہیں (1) میں نبی کریم ﷺ کو اپنے والد اور اپنی ذات کے لحاظ سے دوسری امہات المؤمنین سے زیادہ محبوبہ تھی، (2) نبی کریم ﷺ نے مجھ سے باکرہ ہونے کی حالت میں نکاح فرمایا ہے۔ (3) آپ ﷺ کی ازواج میں سے صرف میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا ہے، (4) حضرت جبریل علیہ السلام کے میری صورت پر آنے پر نبی کریم ﷺ نے مجھ سے نکاح فرمایا، (5) نبی کریم ﷺ جب میرے بستر پر محو استراحت ہوتے تو حضرت جبریل علیہ السلام وحی لیکر آجاتے تھے (6) جب لوگوں میں سے بہت سے گروہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو میرے عذر کی بناء پر آیات قرآنی نازل ہوئی، (7) میرے کمرہ میں۔

میری رات ودن کی باری میں، اور میرے سینہ اور گلے کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا۔

(۳۸۱) اَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَوْنٍ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فِيَّ سَبْعُ خِصَالٍ لَيْسَتْ فِي وَاحِدَةٍ مِّنْ أَزْوَاجِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَنِيْ وَاَنَا بِكْرٌ وَّلَمْ يَتَزَوَّجْ اَحَدًا مِّنْ نِّسَائِهِ بِكْرًا غَيْرِيْ وَنَزَلَ جِبْرِيْلُ بِصُوْرَتِيْ قَبْلَ اَنْ يَّتَزَوَّجَنِيْ وَلَمْ يَنْزِلْ بِصُوْرَةِ وَّاحِدَةٍ مِّنْ نِّسَائِهِ غَيْرِيْ وَاَرَانِيْ جِبْرِيْلَ وَلَمْ يُرِهْ اَحَدًا مِّنْ اَزْوَاجِهِ غَيْرِيْ وَ كُنْتُ مَنْ اَحَبَّهُنَّ اِلَيْهِ نَفْسًا وَّاَبًا وَّنَزَلَتْ فِيَّ اٰيَاتٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَادَ اَنْ يُّهْلِكَ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ وَمَاتَ فِيْ لَيْلَتِيْ وَيَوْمِيْ وَتُوُفِّيَ بَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهَا قَالَتْ اِنَّ فِيَّ سَبْعُ خِصَالٍ مَا هُنَّ فِيْ وَاحِدَةٍ مِّنْ اَزْوَاجِهِ تَزَوَّجَنِيْ بِكْرًا وَّلَمْ يَتَزَوَّجْ بِكْرًا غَيْرِيْ وَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ بِصُوْرَتِيْ قَبْلَ اَنْ يَّتَزَوَّجَنِيْ وَلَمْ يَأْتِهِ جِبْرِيْلُ بِصُوْرَةِ اَحَدٍ مِّنْ اَزْوَاجِهِ غَيْرِيْ وَ كُنْتُ اَحَبَّهُنَّ اِلَيْهِ نَفْسًا وَّاَبًا وَّاُنْزِلَ فِيَّ عُذْرٌ كَادَ اَنْ يُّهْلِكَ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ وَمَاتَ فِيْ يَوْمِيْ وَلَيْلَتِيْ وَبَيْنَ سَحْرِيْ وَ نَحْرِيْ وَاَرَانِيْ جِبْرِيْلَ وَلَمْ يُرِهْ اَحَدًا مِّنْ اَزْوَاجِهِ غَيْرِيْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ میں سات خصلتیں ایسی ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی دوسری زوجہ میں نہیں ہیں (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے باکرہ ہونے کی حالت میں نکاح فرمایا ہے۔ اور میرے علاوہ باقی ازواج کو یہ شرف حاصل نہیں۔ (2) نکاح سے پہلے آپ علیہ السلام کی ازواج میں سے صرف میری صورت پر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے۔ (3) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج میں سے صرف مجھے حضرت جبریل علیہ السلام دکھائے، (4) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد اور اپنی ذات کے لحاظ سے دوسری امہات المؤمنین سے زیادہ محبوبہ تھی، (5) میرے بارے میں اس وقت قرآن اترا جب بہت سے لوگ ہلاکت کے قریب تھے، (6) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دن اور رات کی باری میں وفات پائی، (7) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے سینہ اور گلہ کے درمیان وصال شریف ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ میں سات خصلتیں ایسی ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی دوسری زوجہ میں نہیں ہیں (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے باکرہ ہونے کی حالت میں نکاح فرمایا ہے۔ اور میرے علاوہ باقی ازواج کو یہ شرف حاصل نہیں۔ (2) نکاح سے پہلے آپ علیہ السلام کی ازواج میں سے صرف میری صورت پر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے۔ (3) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد اور اپنی ذات کے لحاظ سے دوسری امہات المؤمنین سے زیادہ محبوبہ تھی، (4) میرے بارے میں اس وقت قرآن اترا جب بہت سے لوگ ہلاکت کے قریب تھے، (5) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دن اور رات کی باری میں وفات پائی، (6) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے سینہ اور گلہ کے درمیان وصال شریف ہوا۔ (7)

نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج میں سے صرف مجھے حضرت جبریل علیہ السلام دکھائے۔

(۳۸۲) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ مَّسْرُوْقٍ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا حَدَّثَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ حَدَّثَتْنِی الصِّدِّیْقَةُ بِنْتُ الصِّدِّیْقِ الْمُبَرَّاَةُ حَبِیْبَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ جب بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے تو یوں کہتے: مجھے صدیق کی بیٹی صدیقہ نے بیان کیا، جن کی براءت نازل کی گئی اور جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسول ﷺ کی حبیبہ ہیں۔

(۳۸۳) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْهَیْثَمِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ اِسْتَاْذَنَ عَلٰى عَائِشَةَ لِیَعُوْدَهَا فِیْ مَرَضِهَا فَاَرْسَلَتْ اِلَیْهِ اِنِّیْ اَجِدُ غَمًّا وَّ كَرْبًا فَانْصَرِفْ فَقَالَ لِلرَّسُوْلِ مَا اَنَا بِالَّذِیْ یَنْصَرِفُ حَتّٰى اَدْخُلَ فَرَجَعَ الرَّسُوْلُ فَاَخْبَرَهَا بِذٰلِكَ فَاَذِنَتْ لَهٗ فَقَالَتْ اِنِّیْ اَجِدُ غَمًّا وَّ كَرْبًا وَّ اَنَا مُشْفِقَةٌ مِّمَّا اَخَافُ اَنْ اَهْجِمَ عَلَیْهِ فَقَالَ لَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ اَبْشِرِیْ فَوَاللّٰهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَائِشَةُ فِی الْجَنَّةِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ اَنْ یُّزَوِّجَهٗ جَمْرَةً مِّنْ جَمْرَةِ جَهَنَّمَ فَقَالَتْ فَرَّجْتَ فَرَّجَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْكَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی غرض سے اجازت طلب کی، آپ رضی اللہ عنہا نے بذریعہ قاصد فرمایا کہ میں رنج وغم میں ہوں، آپ واپس چلے جائیے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ میں ان کو ملے بغیر نہیں جاؤں گا، قاصد نے آکر جب اس بات کی خبر دی تو آپ رضی اللہ عنہا نے اجازت مرحمت فرمائی، اور فرمایا کہ میں رنج وغم میں مبتلاء ہوں، اور حملہ آور ہونے کے علم سے خوفزدہ ہوں، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خوشخبری دی کہ، قسم بخدا! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عائشہ کا ٹھکانہ جنت ہے، اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے معزز ومکرم ہیں، آتش جہنم کی تپش سے پاک ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ نے میرا غم دور کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کا غم دور فرمائے۔

شرح:

ان احادیث میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چند فضائل کا ذکر ہوا آپ کی سیرت پر مزید کچھ بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

سلسلہ نسب:

سیدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی۔

(۱) الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ذکر ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۸، ص ۴۶

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت ام عبداللہ ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کنیت مقرر کرنے کی درخواست کی چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھانجے (یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے اپنی کنیت رکھ لو۔

ایک اور روایت میں آیا ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب اپنی بہن کے نوزائیدہ فرزند حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ رسالت میں لے کر حاضر ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے منہ میں لعاب دہن ڈال کر فرمایا: یہ عبداللہ ہے اور تم ام عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم درذ کرازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۶۸)

خواب میں سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صورت:

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم تین راتیں مجھے خواب میں دکھائی گئیں ایک فرشتہ تمہیں (تمہاری تصویر) ریشم کے ایک ٹکڑے میں لے کر آیا اور اس نے کہا: یہ آپ کی زوجہ ہیں ان کا چہرہ کھولئے۔ پس میں نے دیکھا تو وہ تم تھیں میں نے کہا: اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اسے پورا کریگا۔ (۱)

دوسری روایت میں یہ لفظ بھی ہیں، یہ تمہاری زوجہ ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۲)

سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور پیغام سنایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکاح عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرما دیا ہے، اور ان کے پاس عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک تصویر تھی۔ (۳)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح مدینہ طیبہ میں چھ سال کی عمر میں ماہ شوال میں ہوا، اور ماہِ شوال ہی میں نو سال کی عمر میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نو سال تک رہیں۔ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا تو اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر اٹھارہ سال تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے شوال کے مہینے میں نکاح کیا اور رخصتی بھی شوال کے مہینے میں ہوئی تو کون سی عورت مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہے! ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس بات کو پسند کرتی تھیں کہ عورتوں کی رخصتی شوال میں ہو۔ (۴)

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فی فضل عائشۃ، الحدیث ۲۴۳۸، ص ۱۳۲۴۔

(۲) سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فضل عائشۃ، الحدیث ۳۹۰۶، ج ۵، ص ۴۷۰

(۳) الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ذکر ازواج رسول اللہ، ج ۸، ص ۴۶، ۴۸

(۴) صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب التزوج... الخ، الحدیث ۱۴۲۳، ص ۷۳۹

فضائل ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: اے فاطمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس سے میں محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو گی؟ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: ضرور یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم میں محبت رکھوں گی۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا: تو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت رکھو۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کسی کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں بدگوئی کرتے سنا تو حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: او ذلیل وخوار! خاموش رہ، کیا تو اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی حبیبہ پر بدگوئی کرتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے درآنحالیکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے ساتھ بلند آواز سے باتیں کررہی تھیں، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کہتے ہوئے سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف بڑھے کہ اے ام رومان کی بیٹی! کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم پر اپنی آواز کو بلند کرتی ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم درمیان میں حائل ہو گئے۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے چلے گئے تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مناتے ہوئے فرمایا: کیا تم نے نہ دیکھا کہ میں تمہارے اور ان (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے درمیان حائل ہو گیا۔ راوی فرماتے ہیں: پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہت خوش پایا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بہت خوش ہوئے۔ (۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے فرمایا: میں جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی رہتی ہو اور جب تم خفا رہتی ہو میں نے پوچھا: آپ کیسے پہچانتے ہیں؟ فرمایا: جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو تو کہتی ہو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے رب عزوجل کی قسم! اور جب ناراض رہتی ہو تو کہتی ہو ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم! میں نے عرض کیا: ہاں! یہی بات ہے میں صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کا نام ہی چھوڑتی ہوں۔

تفقہ فی الدین:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقہا و علما و فصحا بلغا اور اکابر مفتیانِ صحابہ میں سے تھیں اور حدیثوں میں آیا ہے کہ تم اپنے دو تہائی دین کو ان حمیرا (یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے حاصل کرو۔ (۲)

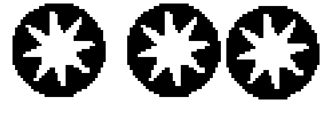
عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے کسی کو معانی قرآن احکام حلال وحرام، اشعار عرب اور علم انساب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔

---

(۱) المسند للامام احمد بن حنبل، مسند الکوفیین، حدیث النعمان بن بشیر، ج ۲، ص ۲۵۴

(۲) مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم درذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۶۹

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم کو کسی حدیث کے بارے میں مشکل پیش آتی ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کرتے تو ان کے پاس اس کے متعلق علم پاتے۔



بَابُ مَا جَاءَ فِيْ مَدْحِ الشَّعْبِيِّ

حضرت شعبی رضی اللہ عنہ کی تعریف کا بیان

(۳۸۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرِ نِ الشَّعْبِيِّ قَالَ كَانَ يُحَدِّثُ عَنِ الْمَغَازِيِّ وَابْنُ عُمَرَ يَسْمَعُهُ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ حَدِيْثَهُ اَنَّهُ يُحَدِّثُ كَاَنَّهُ شَهِدَ الْقَوْمَ۔

حضرت ہیثم فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام شعبی رضی اللہ عنہ مغازی کے حوالہ سے کوئی حدیث بیان فرماتے تو حضرت ابن عمر سن کر فرماتے کہ انہوں نے ایسے ہی سچی حدیث بیان فرمائی ہے، گویا یہ خود وہاں موجود تھے۔

(۳۸۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ دَاوٗدَ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ عَامِرٍ اَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ عَنْ مَغَازِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَلْقَةٍ فِيْهَا ابْنُ عُمَرَ فَقَالَ اَنَّهُ لَيُحَدِّثُ حَدِيْثًا كَاَنَّ يَشْهَدَ۔

حضرت امام عامر شعبی رضی اللہ عنہ مغازی کے حوالہ سے کوئی حدیث اپنے حلقہ جس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے، بیان فرماتے تو حضرت ابن عمر سن کر فرماتے کہ انہوں نے ایسے ہی سچی حدیث بیان فرمائی ہے، گویا یہ خود وہاں موجود تھے۔

(۳۸۶) زُفَرُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ حَمَّادًا يَقُوْلُ كُنْتُ اِذَا نَظَرْتُ اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ فَكُلُّ مَنْ رَّاٰى هَدْيَهٗ يَقُوْلُ كَانَ هَدْيُهٗ هَدْيَ عَلْقَمَةَ وَيَقُوْلُ مَنْ رَّاٰى عَلْقَمَةَ يَقُوْلُ كَانَ هَدْيُهٗ هَدْيَ عَبْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُ مَنْ رَّاٰى هَدْيَ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ هَدْيُهٗ هَدْيَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت حماد فرماتے ہیں کہ میں جب بھی حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو ہر دیکھنے والا شخص کہے گا کہ یہ حضرت علقمہ کے طریقہ پر ہیں، اور جس نے حضرت علقمہ کو دیکھا وہ کہے گا کہ یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر ہیں، اور جس نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا طریقہ دیکھا وہ کہے گا کہ یہ نبی اکرم ﷺ کا طریقہ مبارکہ ہے۔

(۳۸۷) اَبُوْ حَمْزَةَ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ دَاوٗدَ يَقُوْلُ لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ مَنْ اَدْرَكْتَ مِنَ الْكُبَرَاءِ قَالَ الْقَاسِمَ وَسَالِمًا وَطَاوُسًا وَّعِكْرِمَةَ وَمَكْحُوْلًا وَّعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ دِيْنَارٍ وَّالْحَسَنَ الْبَصْرِيَّ وَعَمْرَو بْنَ دِيْنَارٍ وَّاَبَا الزُّبَيْرِ وَعَطَاءً وَقَتَادَةَ وَاِبْرَاهِيْمَ وَالشَّعْبِيَّ وَنَافِعًا وَّاَمْثَالَهُمْ۔

حضرت عبد اللہ بن داؤد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے عرض کی، آپ نے کن کن شیوخ کی

صحبت کو حاصل کیا ہے، تو فرمایا : حضرت قاسم، سالم، طاؤس، عکرمہ، مکحول، عبداللہ بن دینار، حسن بصری، عمرو بن دینار، ابوالزبیر، عطا، قتادہ، ابراہیم، امام عامر شعبی، اور حضرت نافع جیسے دیگر حضرات۔

یہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے شیوخ کی فضیلت تھی اب اپنے امام کی فضیلت کا بھی معائنہ فرمائیے۔

امام مالک بن انس بن مالک کے قوال:

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

1۔ "سئل مالك بن أنس» :هل رأيت أبا حنيفة وناظرته؟«. فقال» :نعم. رأيت رجلاً لو نظر إلى هذه السارية وهي من حجارة. فقال إنها من ذهب لقام بحجته«

امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں نے ایسا آدمی دیکھا اگر وہ اس پتھر کے ستون کو کہیں کہ سونے کا ہے تو دلائل سے ثابت کر سکتے ہیں۔

2۔ علامہ دراوردی فرماتے ہیں کہ۔

"كتب مالك بن انس الى خالد بن محمد القطوانى يسئاله ان يحمل اليه شياءً من كتب ابى حنيفه فعل"

امام مالک نے خالد بن محمد القطوانی کی طرف خط لکھا کہ میرے پاس امام ابوحنیفہ کی کتب میں سے کچھ لے کر آؤ تو وہ کتب لے کر گئے۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال:

1۔ حدثنا الحكم قَالَ نَا يُوسُفُ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَمْرُويَهِ قَدِمَ عَلَيْنَا حَاجًّا عَلَى بَابِ التَّمَّارِينَ قَالَ سَمِعْتُ عَبَّاسَ بْنَ عُزَيْزٍ قَالَ سَمِعْتُ حَرْمَلَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ يَقُولُ كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ وَقَوْلُهُ فِي الْفِقْهِ مُسَلَّمًا.

امام شافعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور آپ کا قول فقہ میں مسلّم (مانا ہوا، تسلیم کیا ہوا) ہے۔

2۔ وقال الإمام الشافعي رحمه الله تعالى :مَن أراد الفقه فهو عيال على أبي حنيفة.

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو فقہ کا ارادہ تو وہ امام ابوحنیفہ کے عیال سے ہے۔(۱)

3۔ "وَقَالَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ :النَّاسُ فِي الْفِقْهِ عِيَالٌ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ.

امام شافعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اولاد ہیں۔

4۔ الْخَطِيبُ عَنِ الرَّبِيعِ قَالَ :سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ يَقُولُ :النَّاسُ عِيَالٌ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ فِي الْفِقْهِ. كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ مِمَّنْ وُفِّقَ لَهُ الْفِقْهُ.

---

(۱) (الانتقاء فی فضائل الائمة الفقهاء :مالك والشافعي وأبي حنيفة، لابن عبدالبر" ص126، طبع مطبعة المعاهد بمصر- الناشر مكتبة القدسی.)

حضرت ربیع فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اولاد ہیں اور امام ابو حنیفہ ہی وہ شخص ہیں جن کو فقہ موافق آتی ہے۔

5۔ "عن الامام الشافعي قال :من لم ينظر في كتب ابي حنيفة لم يتبحر في العلم ولا يتفقه"

امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب کی طرف نظر نہ کرے وہ نہ علم میں متبحر ہو سکتا ہے اور نہ فقیہ بن سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول:

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

وقال الإمام أحمد بن حنبل»: إن أبا حنيفة من العلم والورع والزهد وإيثار الآخرة بمحل لا يدركه أحد.

کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم، تقوی و پرہیز گاری، زھد، اور ایثارِ آخرت میں ایسا مقام پر فائز تھے کہ اس پر کسی کی رسائی نہیں۔ (۱)

سفیان ثوری علیہ الرحمۃ کے اقوال:

1۔ نَا مُحَمَّد بن الْحسن الفارض قَالَ نَا علي بن عبد العزيز قَالَ نَا اسماعيل بن اسحق الطائفي قَالَ نَا الْحُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ قَالَ وَقَعتْ مسئلة بِمَرْو فَلَمْ أَجِدْ أَحَدًا يَعْرِفُهَا فَجِئْتُ إِلَى الْعِرَاقِ فَسَأَلْتُ عَنْهَا سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ فَقَالَ لِي يَا حُسَيْنُ لَا أَعْرِفُهَا بَعْدَ أَنْ أَطْرَقَ سَاعَةً فَقُلْتُ لَهُ أَنْتَ تَقُولُ لَا أَعْرِفُهَا وَأَنْتَ إِمَامٌ فَقَالَ أَقُولَ كَمَا قَالَ ابْنُ عمر سُئِلَ عَن شئ لَمْ يَدْرِهِ فَقَالَ لَا أَدْرِي قَالَ فَأَتَيْتُ أَبَا حَنِيفَةَ فَسَأَلْتُهُ عَنْهَا فَأَفْتَانِي فِيهَا فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِسُفْيَانَ فَقَالَ كَيْفَ قَالَ لَكَ فِيهَا قُلْتُ قَالَ فِيهَا كَذَا وَكَذَا فَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا حُسَيْنُ هُوَ عَلَى مَا قَالَ لَكَ أَبُو حَنِيفَةَ.

حضرت حسین بن واقد فرماتے ہیں مجھے مقام مرو میں ایک مسئلہ درپیش ہوا میں کوئی ایسا شخص نہ پایا جو اس کا حل بتاتا تو میں عراق میں آیا ہوا امام سفیان ثوری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے کچھ خاموشی کے بعد فرمایا اے حسین میں اس مسئلہ کو نہیں جانتا، میں نے عرض کیا کہ آپ اس مسئلہ کو نہیں جانتے حالانکہ آپ امامِ زمانہ ہیں؟؟ تو انہوں نے فرمایا میں نے تو ایسا ہی کہا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی چیز کے متعلق سوال کیا گیا جو آپ نہیں جانتے تھے تو آپ نے بھی یہی فرمایا تھا نہ میں نہیں جانتا، حضرت حسین فرماتے ہیں پھر میں حضرت امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس آیا تو آپ نے مجھے اُس

(۱) منازل الأئمة الأربعة، أبو زكريا السلماسي، ص173

مسئلہ کے بارے فتویٰ دیا۔ تو میں نے اس کا ذکر حضرت سفیان ثوری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس کیا تو آپ نے فرمایا کہ (ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کیا کہا میں نے عرض کی انہوں نے ایسے ایسے مسئلہ بیان فرمایا ہے، تو آپ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا اے حسین مسئلہ ویسے ہی ہے جیسا تم کو امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بتایا ہے۔

2۔ وسأل رجل سفيان الثوري عن مسألة في الحج فقال له الرجل :إن أبا حنيفة قال فيها كذا، فقال سفيان :هو كما قال أبو حنيفة.

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حج کسی مسئلہ کے بارے سوال کیا گیا، (تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا) تو ایک آدمی نے کہا کہ امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس مسئلہ میں یوں فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ مسئلہ اُسی طرح ہے جیسا امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا۔

3۔ محمد بن مہاجر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنا کہ آپ نے فرمایا۔

"ان الذی یخالف اباحنیفة یحتاج ان یکون اعلی منه قدراً واوفر علماً وبعید ما یوجد ذلك"

کہ وہ شخص جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کرتا ہے ضروری ہے کہ وہ شخص امام ابو حنیفہ سے قدر و منزلت کے لحاظ سے اعلیٰ ہو اور اس کے پاس علم بھی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ ہو لیکن یہ بات بعید ہے کہ (ایسا آدمی جو امام ابو حنیفہ سے اعلیٰ اور اعلم ہو) پایا جائے۔

4۔ قال الثوري وابن المبارك :"كان أبو حنيفة أفقه أهل الأرض في زمانه"

امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے زمانہ کے تمام اہل زمین سے زیادہ فقیہ ہیں۔

5۔" مَاتَ أَخُو سُفْيَانَ الثَّوْرِيّ فَاجْتَمَعَ إِلَيْهِ النَّاسُ لِعَزَائِهِ، فَجَاءَ أَبُو حَنِيفَةَ فَقَامَ إِلَيْهِ سُفْيَانُ، وَأَكْرَمَهُ، وَأَقْعَدَهُ فِي مَكَانِهِ وَقَعَدَ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ قَالَ أَصْحَابُ سُفْيَانَ :رَأَيْنَاكَ فَعَلْتَ شَيْئًا عَجِيبًا! قَالَ :هَذَا رَجُلٌ مِنَ الْعِلْمِ بِمَكَانٍ، فَإِنْ لَمْ أَقُمْ لِعِلْمِهِ قُمْتُ لِسِنِّهِ، وَإِنْ لَمْ أَقُمْ لِسِنِّهِ قُمْتُ لِفِقْهِهِ، وَإِنْ لَمْ أَقُمْ لِفِقْهِهِ قُمْتُ لِوَرَعِهِ."

جب امام ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی کا انتقال ہو گیا تو لوگ تعزیت کے لیے ان کے پاس آنے لگے۔ پس امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی آپ کے پاس آئے تو حضرت امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی تعظیم و اکرام میں کھڑے ہو گئے، اور امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنی جگہ بیٹھایا، جب لوگ چلے گئے تو امام سفیان ثوری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اصحاب نے آپ سے پوچھا کہ ہم نے دیکھا ہے کہ آپ نے بڑا عجیب کام کیا (کہ امام ابو حنیفہ کی تعظیم میں کھڑے ہو گئے) تو امام سفیان ثوری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا اس آدمی کا علم میں ایک مقام ہے، اگر میں ان کے علم کی وجہ سے کھڑا نہ بھی ہوتا تو ان کے عمر

کی وجہ سے کھڑا ہوتا، اور اگر میں ان کی عمر کی وجہ سے بھی کھڑا نہ ہوتا تو ان کی فقاہت کی وجہ سے کھڑا ہوتا، اور اگر میں ان کی فقاہت کی وجہ سے کھڑا نہ ہوتا تو ان کے تقویٰ اور پرہیز گاری کی وجہ سے کھڑا ہوتا۔ (یعنی امام ابوحنیفہ میں وہ اوصاف ہیں کہ ہر وصف پر کھڑا ہو کر ان کی تعظیم کو دل چاہتا ہے)،

٤۔ حضرت سیّدُنا خطیب بغدادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی ارشاد فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت سیّدُنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیبت سے اتنے دُور رہتے ہیں کہ میں نے کبھی ان کو دشمن کی غیبت کرتے ہوئے بھی نہیں سنا۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! آپ اس معاملے میں بہت سمجھ دار ہیں کہ کسی ایسی چیز کو اپنی نیکیوں پر مُسلَّط کریں جو انہیں (دوسرے کے نامۂ اعمال میں) منتقل کر دے۔ حضرت سیّدُنا علی بن عاصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: اگر نصف اہلِ زمین کی عقلوں سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقل کا موازنہ کیا جائے تو بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقل زیادہ ہوگی۔ (۱)

امام بخاری کے استاذ، امام یحییٰ بن معین علیہ الرحمۃ کے اقوال:

1۔ وقال ابن كثير في "تاريخه": قال يحيى بن معين: كان أبو حنيفة ثقةً، وكان من أهل الصدق، ولم يتهم بالكذب، ولقد ضربه ابن هبيرة على القضاء فأبى أن يكون قاضيا. وسئل يحيى بن معين: هل حدَّث سفيان عن أبي حنيفة؟ قال: نعم، كان أبو حنيفة ثقة صدوقا في الحديث والفقه.

امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ نے اپنی تاریخ (تاریخ ابن کثیر) میں فرمایا کہ امام یحییٰ بن معین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل صدق میں سے ہیں ان پر کذب کی تہمت نہیں ابن ھبیرہ نے آپ کو قاضی بننے کے لیے کوڑے لگوائے پھر بھی آپ نے قاضی بننے سے انکار کر دیا، امام یحییٰ بن معین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سوال کیا گیا کہ کیا امام ثوری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے متعلق کچھ بیان کیا ہے۔ فرمایا ہاں وہ فرماتے تھے ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فقہ اور حدیث میں اہل ثقہ اور صدوق میں سے تھے۔

2۔ "قَالَ الْإِمَامُ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ ثِقَةً لَا يُحَدِّثُ بِمَا لَا يَحْفَظُ،

امام یحییٰ بن معین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ثقہ تھے جو حدیث آپ کو حفظ نہ ہوتی اس کو بیان نہ کرتے۔ (۲)

---

(۱) تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابو حنیفۃ التیمی، ما ذکر من وفور عقل ابی حنیفۃ وفطنتہ وتلطفہ، ج ۱۳، ص ۳۶۱)

(۲) (لکتاب: لوامع الأنوار البهية وسواطع الأسرار الأثرية لشرح الدرة المضية في عقد الفرقة المرضية، جلد دوم، ص460، المؤلف: شمس الدين، أبو العون محمد بن أحمد بن سالم السفاريني الحنبلي (المتوفى 1188 :هـ الناشر: مؤسسة الخافقين ومكتبتها - دمشق الطبعة:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كِتَابُ فَضْلِ اُمَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی فضیلت کا بیان

(۳۸۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يَّسْجُدُوْا سَجَدَتْ اُمَّتِيْ مَرَّتَيْنِ قَبْلَ الْاُمَمِ طَوِيْلًا قَالَ فَيُقَالُ اِرْفَعُوْا رُؤُوْسَكُمْ فَقَدْ جَعَلْتُ عَدُوَّكُمُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى فِدَائَكُمْ مِّنَ النَّارِ۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے والد بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا جائے گا، (تو کفار) سجدے کی طاقت نہیں رکھیں گے جب کہ میری امت دوسری امتوں سے پہلے دو طویل سجدے ادا کرے گی، پھر ان کو کہا جائے گا کہ اپنے سر اٹھالو، میں نے یہود و نصاریٰ کو جہنم کی آگ میں بھیج کر تمہارا کفارہ بنادیا ہے۔

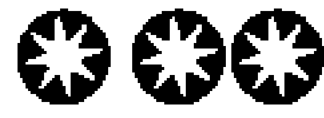
(۳۸۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُعْطٰى كُلُّ رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ رَجُلًا مِّنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى فَيُقَالُ هٰذَا فِدَاءُكَ مِنَ النَّارِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْطَى اللّٰهُ تَعَالٰى كُلَّ رَجُلٍ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ فَيُقَالُ هٰذَا فِدَاءُكَ مِنَ النَّارِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ اذا كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ دُفِعَ اِلٰى كُلِّ رَجُلٍ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ فَقِيْلَ لَهٗ هٰذَا فِدَاؤُكَ مِنَ النَّارِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ اُمَّةٌ مَّرْحُوْمَةٌ عَذَابُهَا بِاَيْدِيْهَا۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے والد بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم قیامت ہر مسلمان کو یہود و نصاریٰ میں سے ایک آدمی دیا جائے گا، اور کہا جائے گا کہ یہ جہنم سے نجات کے لیے تمہارا کفارہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ یوم قیامت اس امت میں سے ہر بندے کو اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ میں سے ایک آدمی دے گا، اور کہا جائے گا کہ یہ جہنم سے نجات کے لیے تمہارا کفارہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ یوم قیامت اس امت میں سے ہر بندے کو یہود ونصاریٰ میں سے ایک آدمی دیا جائے گا، اور کہا جائے گا کہ یہ جہنم سے نجات کے لیے تمہارا کفارہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ امت، امت مرحومہ ہے جس کا عذاب ان کے ہاتھوں میں ہے۔

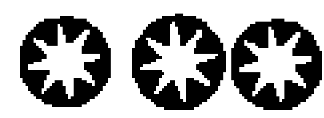


بَابُ مَا جَآءَ فِي اَنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةَ صَفٍّ

اہل جنت کا ایک سو بیس (120) صفیں ہونے کا بیان

(۳۹۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لِاَصْحَابِهِ اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ اُمَّتِيْ مِنْ ذٰلِكَ ثَمَانُوْنَ صَفًّا۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ کے والد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم اہل جنت کا چوتھا حصہ بن جاؤ؟ صحابہ کرام نے عرض کی: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم اہل جنت کا تیسرا حصہ بن جاؤ؟ عرض کی: جی ہاں، فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم اہل جنت کا آدھا حصہ بن جاؤ؟ عرض کی: جی ہاں، فرمایا کہ تمہیں خوشخبری ہو کہ اہل جنت کی ایک سو بیس 120 صفیں ہوں گی جن میں سے 80 اسی میری امت کی ہوں گی۔



بَابُ كَيْفَ يَكُوْنُ فَنَاءُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ

اس امت کے فناء ہونے کی کیفیت کا بیان

(۳۹۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّتِيْ اُمَّةٌ مَّرْحُوْمَةٌ عَذَابُهَا بِاَيْدِيْهَا فِي الدُّنْيَا۔ وَزَادَ فِيْ رِوَايَةٍ بِالْقَتْلِ۔

حضرت ابو بردہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک میری امت، امت مرحومہ ہے، ان کا عذاب دنیا میں ہی ان کے ہاتھوں میں ہے۔

ایک روایت میں لفظ "قتل" زائد ہے۔

(۳۹۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ زِيَادٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَاءُ اُمَّتِيْ بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ الطَّعْنُ عَرَفْنَاهُ فَمَا الطَّاعُوْنُ قَالَ وَخَزُ اَعْدَائِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَفِيْ كُلِّ شَهَادَةٌ وَّفِيْ رِوَايَةٍ وَّفِيْ كُلِّ شُهَدَاءُ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت طعن اور طاعون کے بسبب فنا ہوگی، عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ! طعن کو تو ہم نے پہچان لیا، لیکن طاعون کیا ہے؟ فرمایا اس سے مراد تمہارے جنات میں سے دشمنوں کے نیزے ہیں۔ اور ہر صورت میں شہادت (ہی متصور) ہوگی۔

ایک روایت میں ہے کہ ہر ایک صورت میں (تم) شہید ہی ہوگے۔

(۳۹۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِث عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَنَاءُ اُمَّتِيْ بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا الطَّعْنُ قَدْ عَلِمْنَاهُ فَمَا الطَّاعُوْنُ قَالَ وَخَزُ اَعْدَائِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَفِيْ كُلِّ شَهَادَةٌ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت طعن اور طاعون کے بسبب فنا ہوگی، عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ! طعن کو تو ہم نے پہچان لیا، لیکن طاعون کیا ہے؟ فرمایا اس سے مراد تمہارے جنات میں سے دشمنوں کے نیزے ہیں۔ اور ہر صورت میں شہادت (متصور) ہوگی۔

امت محمدیہ کے چند دیگر فضائل:

1۔ حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، جب میری امت کو قیامت کے دن پکارا جائے گا تو وضو کے باعث ان کی پیشانیاں اور قدم چمکتے ہوں گے، لہذا تم میں سے جو اپنی چمک میں اضافہ کرنیکی استطاعت رکھے اسے چاہیے کہ اس میں اضافہ کرے۔ (صحیح بخاری، کتاب الوضوء، والقرالمعجلون الخ، رقم ۱۳۶، ج۱، ص۷۱)

2۔ حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم نے فرمایا، ،میری امت کو ایک ایسی چیز عطا کی گئی جو پچھلی کسی امت کو نہیں دی گئی اور وہ چیز مصیبت کے وقت، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ، کہنا ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم ۱۲۴۱۱، ج ۱۲، ص ۴۲)

3۔ ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلّم نے فرمایا: ،میری امت میں سے جس نے قرض لیا پھر اسکی ادائیگی کے لئے کوشش کی پھر اسے ادا کرنے سے پہلے ہی مر گیا تو میں اس کا ولی ہوں۔ (مسند احمد، رقم ۲۴۵۰۹، ج ۹، ص ۳۵۰)

4۔ حضرتِ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم نے فرمایا، ،میری امت کو رمضان میں پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی

کوعطا نہیں کی گئیں، پہلی : یہ کہ جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو اللہ عزوجل ان پر نظرِ رحمت فرماتا ہے اور جس کی طرف اللہ عزوجل نظرِ رحمت فرمائے اسے کبھی عذاب نہیں دے گا، دوسری : یہ کہ شام کے وقت ان کے منہ کی بو اللہ عزوجل کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہوتی ہے، تیسری : یہ کہ ملائکہ ہر دن اور رات میں ان کے لئے استغفار کرتے ہیں، چوتھی : یہ کہ اللہ عزوجل اپنی جنت کو حکم دیتا ہے کہ تیار ہو جا اور میرے بندوں کے لئے سنور جا، قریب ہے کہ وہ دنیا کی تھکن مٹانے کے لئے میرے گھر اور میری کریمی کے سائے میں آرام کریں، پانچویں : یہ کہ جب رمضان کی آخری رات ہوتی ہے تو ان سب کی مغفرت کر دی جاتی ہے، کسی نے عرض کیا، ،کیا آخری رات سے مراد لیلۃ القدر ہے؟ ،فرمایا، ،نہیں! کیا تم نہیں جانتے کہ مزدور جب کام مکمل کر کے فارغ ہو جاتا ہے تو اسے پورا بدلہ دیا جاتا ہے۔ (۱)

5- حضرتِ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتِمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ، میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہیں اگر تم میں سے کوئی شخص ان سے ایک دینار مانگنے جائے تو وہ نہ دے سکیں گے اور اگر ایک درہم مانگنے جائے تو بھی نہ دے سکیں گے اور ان سے ایک پیسہ مانگے تو بھی نہ دے سکیں، اگر وہ لوگ اللہ عزوجل سے جنت کا سوال کریں تو اللہ عزوجل انہیں ضرور جنت عطا فرمائے گا وہ بوسیدہ لباس اور نظر انداز کئے جانے والے لوگ اگر کسی بات پر اللہ عزوجل کی قسم اٹھا لیں تو اللہ عزوجل ان کی قسم ضرور پوری فرمائے گا۔

6- حضرتِ سیِّدُ نا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کے پاس بنی اسرائیل کے ایک شخص کا تذکرہ ہوا، جس نے ایک ہزار ماہ اللہ عزَّ وَجَلَّ کی راہ میں جہاد کیا۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو اس سے بہت تعجب ہوا اور تمنا کرنے لگے : ،کاش! ان کے لئے بھی ایسا ممکن ہوتا، تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم نے عرض کی : ،اے میرے رب عَزَّ وَجَلَّ! تو نے میری امت کو کم عمر عطا فرمائی اب ان کے اعمال بھی کم ہوں گے، تو اللہ عزَّ وَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم کو شب قدر عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا : ،اے محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم)! شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو میں نے تجھے اور تیری امت کو ہر سال عطا فرمائی ہے۔ یہ رات ماہِ رمضان میں تمہارے لئے اور قیامت تک آنے والے تمہارے امتیوں کے لئے ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

(2) تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴿4﴾ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿5﴾ (سورۃ قدر) (۲)

---

(۱) شعب الایمان، باب الصیام، فصل فضائل شہر رمضان، رقم ۳۶۰۳، ج ۳، ص ۳۰۳

(۲) صحیح البخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر باب فضل لیلۃ القدر، الحدیث ۲۱۴، ص ۱۵۷

اولیاتِ وفضائل امتِ مصطفی ﷺ:

امتِ مصطفی ﷺ کی امت کی اولیات درج ذیل ہیں اور ان میں سے اکثر وہ ہیں جو صرف امت مصطفی ﷺ کے ساتھ خاص ہیں اور اس امت کے خصائص میں شمار کی جاتیں ہیں۔

☆۔ سب سے پہلے امت مصطفی ﷺ کے لیے غنائم حلال کیے گئے امم ماضیہ کے لیے حلال نہ تھے۔

☆۔ سب سے پہلے امت مصطفی ﷺ کے لیے روئے زمین مسجد اور طہور کی گئی۔

☆۔ سب سے پہلے امت مصطفی ﷺ کے لیے مٹی کو وضو کا بدل تیمم کے ذریعہ بنایا گیا۔

☆۔ امت محمدی کو ہی سب سے پہلے وضو کی تعلیم دی گئی امم ماضیہ میں سوائے انبیاء کرام (علیہم السلام) کے یہ وضو کسی کے لیے نہ تھا۔

☆۔ سب سے پہلے اسی امت پر پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی امم ماضیہ کو یہ شرف نہ ملا۔

☆۔ اسی امت کو سب سے پہلے اذان واقامت عطا ہوئی امم ماضیہ کے لیے نہ تھی۔

☆۔ اسی امت کو سب سے پہلے بسم اللہ عطا کی گئی امم ماضیہ کو یہ عطا نہیں کی گئی۔

☆۔ امت مصطفی ﷺ کو ہی سب سے پہلے عبادت میں رکوع ملا۔

☆۔ سب سے پہلے اسی امت کو ملائکہ کی مثل نماز میں صفیں بنانے کی تعلیم دی گئی۔

☆۔ سب سے پہلے اسی امت کو جمعہ عطاء کیا گیا۔

☆۔ سب سے پہلے امت احمد ﷺ کو جمعہ میں ایک ایسی گھڑی ملی جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔

☆۔ سب سے پہلے امت مصطفی کو یہ شرف ملا کہ اس کو رمضان کی پہلی شب اللہ تعالیٰ نظرِ رحمت کے ساتھ دیکھتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نظرِ رحمت کے ساتھ دیکھ لے وہ معذب نہیں کیا جاتا۔

☆۔ سب سے پہلے امت ابو القاسم کو تزئین جنت کی بشارت دی گئی۔

☆۔ سب سے پہلے اسی امت کو یہ شرف ملا کہ ملائکہ اس امت کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

☆۔ سب سے پہلے اس امت کو یہ شرف ملا کہ اس کے گناہ رمضان المبارک کی آخری رات تک بخش دیئے جاتے ہیں۔

☆۔ رمضان المبارک میں روزے کے لیے سحری سب سے پہلے اسی امت کو عطاء کی گئی۔

☆۔ سب سے پہلے اس امت کو رمضان المبارک میں لیلۃ القدر عطا ہوئی جو ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

☆۔ سب سے پہلے اسی امت کو مصیبت کے وقت ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھنے کی تعلیم دی گئی۔

☆۔ سب سے پہلے امت مصطفی ﷺ سے ہی اللہ تعالیٰ نے سختی اور اغلال (بوجھ) کو رفع کیا۔

☆۔ سب سے پہلے اس امت کو ہی ایسا دین ملا جس میں حرج اور تنگی نہیں رکھی گئی۔

☆۔ اسی امت سے سب سے پہلے خطاء اور نسیان کا مواخذہ اُٹھایا گیا۔

☆۔ امتِ مصطفی ﷺ ہی سب سے پہلے امتِ مرحومہ کہا گیا۔

☆۔ سب سے پہلے حضور ﷺ کو ہی ایسا دین ملا جس میں وہ وصف خاص رکھے گئے کہ اس میں امت مرحومہ کے علاوہ کوئی شریک نہیں سوائے انبیاء کرام علیھم السلام کے۔

☆۔ شریعت محمدی ﷺ کو ہی سب سے پہلے اکمل الشرائع ہونے کا شرف ملا۔

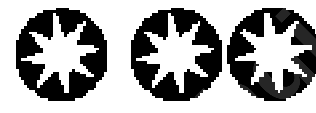
☆۔ امتِ مصطفی ﷺ کا اجماع ہی سب سے پہلے حجت قرار دیا گیا۔

☆۔ سب سے پہلے امتِ مصطفی ﷺ کو یہ شرف ملا کہ اس کا اختلاف رحمت ہے۔

☆۔ سب سے پہلے اس امت کو یہ شرف ملا کہ اس کے اندر اگر خدانخواستہ طاعون آئے تو اس میں مرنے والا شہید ہوگا اور طاعون اس امت کے لیے رحمت ہوگا جو دوسری امم کے لیے عذاب بن کے آیا تھا۔

☆۔ سب سے پہلے اس امت کو ہی یہ خاصہ ملا کہ اگر دو آدمی میت کی شہادت بخیر دیں تو اس کے لیے جنت لازم ہوگی۔

☆۔ سب سے پہلے امتِ مصطفی ﷺ کو یہ شرف ملا کہ اس میں قطب اوتاد نجباء وابدال اور غوث ہوں گے۔ (۱)



(۱) جمیع، شرح قصیدہ بردہ، علامہ سید ابو الحسنات محمد احمد قادری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۸ء، ص ۳۱۴ تا ۳۱۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْاَطْعِمَةِ وَالْاَشْرِبَةِ وَالضَّحَايَا وَالصَّيْدِ وَالذَّبَائِحِ

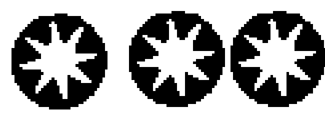
کھانے، پینے، قربانی، شکار اور ذبح کا بیان

بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْ ذِىْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ

درندوں میں سے نوکیلے دونت والے جانوروں (کو کھانے کی) ممانعت

(۳۹۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُّحَارِبٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كُلِّ ذِىْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں میں سے نوکیلے دانت رکھنے والوں (کے کھانے) سے منع فرمایا ہے۔

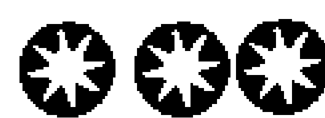


بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْ ذِىْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ

پنجوں سے شکار کرنے والے پرندوں سے ممانعت

(۳۹۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُّحَارِبٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ اَكْلِ كُلِّ ذِىْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن پنجوں سے شکار کرنے والے پرندوں (کے کھانے) سے منع فرمایا ہے۔

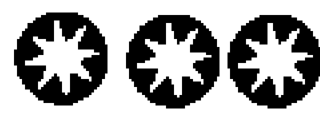


بَابُ النَّهْيِ عَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ

گھریلو گدھے کے گوشت کی ممانعت کا بیان

(۳۹۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اہلی گدھے کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔



بَابُ النَّهْيِ عَنْ خُشَاشِ الْاَرْضِ

زمین کے کوڑے مکوڑے کھانے کی ممانعت

(۳۹۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نُهِيْنَا عَنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں زمین کے کوڑے مکوڑے (کھانے) سے منع کیا گیا ہے۔

شرح:

گوشت یا جو کچھ غذا کھائی جاتی ہے وہ جزو بدن ہو جاتی ہے اور اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور چونکہ بعض جانوروں میں مذموم صفات پائے جاتے ہیں اون جانوروں کے کھانے میں اندیشہ ہے کہ انسان بھی اون بری صفتوں کے ساتھ متصف ہو جائے لہٰذا انسان کو اون کے کھانے سے منع کیا گیا حلال و حرام جانوروں کی تفصیل دشوار ہے۔ یہاں چند کلیات بیان کیے جاتے ہیں جن کے ذریعہ سے جزئیات جانے جاسکتے ہیں۔

مسئلہ: کیلے والا (نوکیلے دانتوں والا۔) جانور جو کیلے سے شکار کرتا ہو حرام ہے جیسے شیر، گیدڑ، لومڑی، بجّو، کتا وغیرہا کہ ان سب میں کیلے ہوتے ہیں اور شکار بھی کرتے ہیں۔ اونٹ کے کیلا ہوتا ہے مگر وہ شکار نہیں کرتا لہٰذا وہ اس حکم میں داخل نہیں۔ (الدرالمختار، کتاب الذبائح، ج۹، ص۵۰۷)

مسئلہ: پنجہ والا پرند جو پنجہ سے شکار کرتا ہے حرام ہے جیسے شکرا، باز، بہری، چیل۔ حشرات الارض حرام ہیں جیسے چوہا، چھپکلی، گرگٹ، گھونس، سانپ، بچھو، بر (بھڑ)، مچھر، پسو، کھٹمل، مکھی، کلی، مینڈک وغیرہا۔

مسئلہ: گھریلو گدھا اور خچر حرام ہے اور جنگلی گدھا جسے گورخر کہتے ہیں حلال ہے گھوڑے کے متعلق روایتیں مختلف ہیں یہ آلہ جہاد ہے اس کے کھانے میں تقلیل آلہ جہاد ہوتی ہے لہٰذا نہ کھایا جائے۔

مسئلہ: کچھوا خشکی کا ہو یا پانی کا حرام ہے۔ غراب ابقع یعنی کوا جو مردار کھاتا ہے حرام ہے۔ اور مہوکا کہ یہ بھی کوے سے ملتا جلتا

ایک جانور ہوتا ہے حلال ہے۔

مسئلہ: پانی کے جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے۔ جو مچھلی پانی میں مر کر تیر گئی یعنی جو بغیر مارے اپنے آپ مر کر پانی کی سطح پر اولٹ گئی وہ حرام ہے مچھلی کو مارا اور وہ مر کر اولٹی تیرنے لگی یہ حرام نہیں۔

ٹِڈّی بھی حلال ہے۔ مچھلی اور ٹڈی یہ دونوں بغیر ذبح حلال ہیں جیسا کہ حدیث میں فرمایا کہ دو ۲ مردے حلال ہیں مچھلی اور ٹڈی۔

مسئلہ: پانی کی گرمی یا سردی سے مچھلی مرگئی یا مچھلی کو ڈورے میں باندھ کر پانی میں ڈال دیا اور مرگئی یا جال میں پھنس کر مرگئی یا پانی میں کوئی ایسی چیز ڈال دی جس سے مچھلیاں مرگئیں اور یہ معلوم ہے کہ اوس چیز کے ڈالنے سے مریں یا گھڑے یا گڑھے میں مچھلی پکڑ کر ڈال دی اور اوس میں پانی تھوڑا تھا اس وجہ سے یا جگہ کی تنگی کی وجہ سے مرگئی ان سب صورتوں میں وہ مری ہوئی مچھلی حلال ہے۔ (،الدرالمختار، و، ردالمحتار،، کتاب الذبائح، ج۹، ص. ۵۱۲)

مسئلہ: جھینگے کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ مچھلی ہے یا نہیں اسی بنا پر اس کی حلت وحرمت میں بھی اختلاف ہے بظاہر اوس کی صورت مچھلی کی سی نہیں معلوم ہوتی بلکہ ایک قسم کا کیڑا معلوم ہوتا ہے لہٰذا اس سے بچنا ہی چاہیے۔

مسئلہ: چھوٹی مچھلیاں بغیر شکم چاک کئے بھون لی گئیں ان کا کھانا حلال ہے۔ (،ردالمحتار،، کتاب الذبائح، ج۹، ص. ۵۱۵)

مسئلہ: مچھلی کا پیٹ چاک کیا اوس میں موتی نکلا اگر یہ سیپ کے اندر ہے تو مچھلی والا اس کا مالک ہے۔ شکاری نے مچھلی بیچ ڈالی ہے تو وہ موتی مشتری کا ہے اور اگر موتی سیپ میں نہیں ہے تو مشتری شکاری کو دے دے اور یہ لقطہ ہے۔ اور مچھلی کے شکم میں انگوٹھی یا روپیہ یا اشرفی یا کوئی زیور ملا تو لقطہ ہے اگر یہ شخص خود محتاج وفقیر ہے تو اپنے صرف میں لاسکتا ہے ورنہ تصدق کردے۔ (الدرالمختار، و، ردالمحتار،، کتاب الذبائح، ج۹، ص. ۵۱۵)

مسئلہ: بعض گائیں، بکریاں غلیظ کھانے لگتی ہیں ان کو جَلاّلہ کہتے ہیں اس کے بدن اور گوشت وغیرہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اس کو کئی دن تک باندھ رکھیں کہ نجاست نہ کھانے پائے جب بدبو جاتی رہے ذبح کر کے کھائیں اسی طرح جو مرغی غلیظ کھانے کی عادی ہو اوسے چند روز بند رکھیں جب اثر جاتا رہے ذبح کر کے کھائیں۔ جو مرغیاں چھوٹی پھرتی ہیں ان کو بند کرنا ضروری نہیں جبکہ غلیظ کھانے کی عادی نہ ہوں اور ان میں بدبو نہ ہو ہاں بہتر یہ ہے کہ ان کو بھی بند رکھ کر ذبح کریں۔

مسئلہ: بکرا جو خصی نہیں ہوتا وہ اکثر پیشاب پینے کا عادی ہوتا ہے اور اوس میں ایسی سخت بدبو پیدا ہو جاتی ہے کہ جس راستہ سے گزرتا ہے وہ راستہ کچھ دیر کے لیے بدبودار ہو جاتا ہے اس کا بھی حکم وہی ہے جو جلالہ کا ہے کہ اگر اس کے گوشت سے بدبو دفع ہوگئی تو کھا سکتے ہیں ورنہ مکروہ وممنوع۔

مسئلہ: بکری کے بچہ کو کتیا کا دودھ پلاتا رہا اس کا بھی حکم جلالہ کا ہے کہ چند روز تک اوسے باندھ کر چارہ کھلائیں کہ وہ اثر جاتا رہے۔

مسئلہ: بکری سے کتے کی شکل کا بچہ پیدا ہوا اگر وہ بھونکتا ہے تو نہ کھایا جائے اور اگر اوس کی آواز بکری کی طرح ہے کھایا جاسکتا

ہے اور اگر دونوں طرح آواز دیتا ہے تو اوس کے سامنے پانی رکھا جائے اگر زبان سے چاٹے کتا ہے اور موضہ سے پیے تو بکری ہے اور اگر دونوں طرح پانی پیے تو اوس کے سامنے گھاس اور گوشت دونوں چیزیں رکھیں گھاس کھائے تو بکری مگر اس کا سر کاٹ کر پھینک دیا جائے کھایا نہ جائے اور گوشت کھائے تو کتا ہے اور اگر دونوں چیزیں کھائے تو اوسے ذبح کر کے دیکھیں اوس کے پیٹ میں معدہ ہے تو کھا سکتے ہیں اور نہ ہو تو نہ کھائیں۔ (۱)

مسئلہ: جانور کو ذبح کیا وہ اٹھ کر بھاگا اور پانی میں گر کر مر گیا یا اونچی جگہ سے گر کر مر گیا اوس کے کھانے میں حرج نہیں کہ اوس کی موت ذبح ہی سے ہوئی پانی میں گرنے یا لڑھکنے کا اعتبار نہیں۔ (۲)

مسئلہ: زندہ جانور سے اگر کوئی ٹکڑا کاٹ کر جدا کر لیا گیا مثلاً دنبہ کی چکی کاٹ لی یا اونٹ کا کوہان کاٹ لیا یا کسی جانور کا پیٹ پھاڑ کر اوس کی کلیجی نکال لی یہ ٹکڑا حرام ہے۔ جدا کرنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ گوشت سے جدا ہو گیا اگر چہ ابھی چمڑا لگا ہوا ہو اور اگر گوشت سے اس کا تعلق باقی ہے تو مردار نہیں یعنی اس کے بعد اگر جانور کو ذبح کر لیا تو یہ ٹکڑا بھی کھایا جا سکتا ہے۔ (۳)

مسئلہ: جانور کو ذبح کر لیا ہے مگر ابھی اوس میں حیاۃ باقی ہے اوس کا کوئی ٹکڑا کاٹ لیا یہ حرام نہیں کہ ذبح کے بعد اوس جانور کا زندوں میں شمار نہیں اگر چہ جب تک جانور ذبح کے بعد ٹھنڈا نہ ہو جائے اوس کا کوئی عضو کاٹنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: شکار پر تیر چلایا اوس کا کوئی ٹکڑا کٹ کر جدا ہو گیا اگر وہ ایسا عضو ہے کہ بغیر اوس کے جانور زندہ رہ سکتا ہے تو اوس کا کھانا حرام ہے اور اگر بغیر اس کے زندہ نہیں رہ سکتا مثلاً سر جدا ہو گیا تو سر بھی کھایا جائے گا اور وہ جانور بھی۔

مسئلہ: زندہ مچھلی میں سے ایک ٹکڑا کاٹ لیا یہ حلال ہے اور اس کاٹنے سے اگر مچھلی پانی میں مر گئی تو وہ بھی حلال ہے۔

مسئلہ: کسی نے دوسرے سے اپنے جانور کے متعلق کہا اسے ذبح کر دو اوس نے اوس وقت ذبح نہیں کیا مالک نے وہ جانور کسی کے ہاتھ بیچ ڈالا اب اوس نے ذبح کر دیا اس کو تاوان دینا ہوگا اور جس نے اس سے ذبح کرنے کو کہا تھا تاوان کی رقم اوس سے واپس نہیں لے سکتا ذبح کرنے والے کو بیع کا علم ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ: جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ذبح شرعی سے اون کا گوشت اور چربی اور چمڑا پاک ہو جاتا ہے مگر خنزیر کہ اس کا ہر جز نجس ہے اور آدمی اگر چہ طاہر ہے اس کا استعمال نا جائز ہے۔

ان جانوروں کی چربی وغیرہ کو اگر کھانے کے سوا خارجی طور پر استعمال کرنا چاہیں تو ذبح کر لیں کہ اس صورت میں اوس کے استعمال سے بدن یا کپڑا نجس نہیں ہوگا اور نجاست کے استعمال کی قباحت سے بھی بچنا ہوگا۔

مسئلہ: گوہ کا کھانا مکروہ ہے۔

---

(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الذبائح، الباب الثالث فی المتفرقات، ج۵، ص۲۹۰ و، الدرالمختار، کتاب الذبائح، ج۹، ص۵۱۸۔

(۲) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الذبائح، الباب الثالث فی المتفرقات، ج۵، ص۲۹۰

(۳) الدرالمختار، و، ردالمحتار، کتاب الذبائح، ج۹، ص۵۱۶۔۵۱۷۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بَابُ مَنۡ اَرۡسَلَ کَلۡبَهُ الۡمُعَلَّمَ اِلَى الصَّيۡدِ

سکھائے ہوئے کتے کو شکار کی طرف چھوڑنے کا بیان

(۴۰۰) اَبُوۡ حَنِيۡفَةَ عَنۡ حَمَّادٍ عَنۡ اِبۡرَاهِيۡمَ عَنۡ هَمَّامٍ عَنۡ عَدِيِّ بۡنِ حَاتِمٍ قَالَ سَاَلۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَقُلۡتُ يَارَسُوۡلَ اللّٰهِ اِنَّا نَبۡعَثُ الۡكِلَابَ الۡمُعَلَّمَةَ فَنَاۡكُلُ مِمَّا اَمۡسَكۡنَ عَلَيۡنَا فَقَالَ اِذَا ذَكَرۡتَ اسۡمَ اللّٰهِ عَلَيۡهَا مَالَمۡ يَشۡرَكۡهَا كَلۡبٌ غَيۡرُهَا قُلۡتُ وَاِنۡ قَتَلَ قَالَ وَاِنۡ قَتَلَ قُلۡتُ يَارَسُوۡلَ اللّٰهِ اَحَدُنَا يَرۡمِيۡ بِالۡمِعۡرَاضِ قَالَ اِذَا رَمَيۡتَ فَسَمَّيۡتَ فَخَرَقَ فَكُلۡ وَاِنۡ اَصَابَ بِعَرۡضِهٖ فَلَا تَاۡكُلۡ۔

حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! ہم سکھائے ہوئے کتوں کو شکار پر بھیجتے ہیں کیا ان کے روکے ہوئے جانور سے ہم کھا سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب سکھائے ہوئے کتوں کو چھوڑتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے لیں، اور ان کے ساتھ کوئی دوسرا کتا بھی شریک نہ ہو، (تو آپ کھا سکتے ہیں) میں نے عرض کی: اگرچہ وہ کتا جانور کو مار ڈالے؟ آپ نے فرمایا: اگرچہ مار دے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اگر ہم میں سے کوئی تیر چوڑائی میں جانور کو مارے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب آپ تیر پھینکیں اور تسمیہ پڑھ لیں اور وہ تیر جانور میں گھس بھی جائے، تو کھا سکتے ہو، اور اگر تیر چوڑائی میں لگے تو مت کھاؤ۔

شرح:

شکار اُس وحشی جانور کو کہتے ہیں جو آدمیوں سے بھاگتا ہو اور بغیر حیلہ نہ پکڑا جا سکتا ہو اور کبھی فعل یعنی اس جانور کے پکڑنے کو بھی شکار کہتے ہیں۔ حرام وحلال دونوں قسم کے جانور کو شکار کہتے ہیں شکار سے جانور حلال ہونے کے لیے پندرہ ۱۵ شرطیں ہیں۔ پانچ شکار کرنے والے میں اور پانچ کتے میں اور پانچ شکار میں:

(1) شکاری ان میں سے ہو جن کا ذبیحہ جائز ہوتا ہے۔

(2) اُس نے کتے وغیرہ کو شکار پر چھوڑا ہو۔

(3) چھوڑنے میں ایسے شخص کی شرکت نہ ہو جس کا شکار حرام ہو۔

(4) بسم اللہ قصداً ترک نہ کی ہو۔

(5) چھوڑنے اور پکڑنے کے درمیان کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا ہو۔

(6) کتّا معلَّم (سکھایا ہوا) ہو۔

(7) جدھر چھوڑا گیا ہو اُدھر ہی جائے۔

(8) شکار پکڑنے میں ایسا کتّا شریک نہ ہوا ہو جس کا شکار حرام ہے۔

(9) شکار کو زخمی کر کے قتل کرے۔

(10) اُس میں سے کچھ نہ کھائے۔

(11) شکار حشرات الارض میں سے نہ ہو۔

(12) پانی کا جانور ہو تو مچھلی ہی ہو۔

(13) بازوؤں یا پاؤں سے اپنے آپ کو شکار سے بچائے۔

(14) کیلے یا پنجہ والا جانور نہ ہو۔

(15) شکاری کے وہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی مر جائے۔یعنی ذبح کرنے کا موقع ہی نہ ملا ہو۔

یہ شرائط اُس جانور کے متعلق ہیں جو مر گیا ہو اور اس کا کھانا حلال ہو۔(۱)

مسئلہ: ہر درندہ جانور سے شکار کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ نجس العین نہ ہو اور اُس میں تعلیم کی قابلیت ہو اور اُسے سکھا بھی لیا ہو۔ درندہ کی دو قسمیں ہیں۔(۱) چوپایہ جیسے کتّا وغیرہ جس میں کیلا ہوتا ہے،(۲) پنجہ والا پرند جیسے باز، شکرا وغیرہ۔جس درندہ میں قابلیت تعلیم نہ ہو اس کا شکار حلال نہیں مگر اس صورت میں کہ شکار پکڑ کر ذبح کر لیا جائے لہٰذا شیر اور ریچھ سے شکار حلال نہیں کہ ان دونوں میں تعلیم کی قابلیت ہی نہیں۔شیر اپنی علو ہمت اور ریچھ اپنی دنات (۔کمینگی۔) اور خساست (۔کمینہ پن۔) کی وجہ سے تعلیم کی قابلیت نہیں رکھتے،بعض فقہا نے چیل کو بھی قابل تعلیم نہیں مانا ہے کہ یہ بھی اپنی خساست کی وجہ سے تعلیم نہیں حاصل کرتی۔(۲)

مسئلہ: کتّا چیتا وغیرہ چوپایہ کے معلَّم ہونے (یعنی سکھائے ہوئے۔) کی علامت یہ ہے کہ پے در پے تین مرتبہ ایسا ہو کہ شکار کو پکڑے اور اُس میں سے نہ کھائے تو معلوم ہو گیا کہ یہ سیکھ گیا اب اس کے بعد جو شکار کریگا اور وہ مر بھی جائے تو اُس کا کھانا حلال ہے بشرطیکہ دیگر شرائط بھی پائے جائیں کہ اس کا پکڑنا ہی ذبح کے قائم مقام ہے اور شکرا باز وغیرہ شکاری پرند کے معلم ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اُسے شکار پر چھوڑا اس کے بعد واپس بلالیا تو واپس آجائے اگر واپس نہ آیا تو معلوم ہوا کہ ابھی تمہارے قابو میں نہیں ہے معلم نہیں ہوا۔

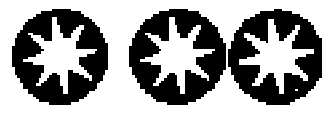
مسئلہ: کتّے نے شکار پکڑنے کے بعد اُس کا گوشت نہیں کھایا مگر خون پی لیا تو کوئی حرج نہیں،شکرے باز وغیرہ پرند شکاریوں نے اگر گوشت میں سے کچھ کھالیا تو جانور حلال ہے کہ یہ بات اُس کے معلم ہونے کے خلاف نہیں اور اگر مالک نے

---

(۱) الفتاوی الھندیۃ،کتاب الصید،الباب الاول فی تفسیرہ ورکنہ وحکمہ،ج۵،ص۴۱۷

(۲) الھدایۃ،کتاب الصّید،فصل فی الجوارح،ج۲،ص۴۰۱.و،الدر المختار،کتاب الصّید،ج۱۰،ص۵۶

شکار میں سے ٹکڑا کاٹ کر کتّے کو دیا اور اُس نے کھالیا تو ما بقی گوشت کھایا جائے گا کہ اس صورت میں اُس نے خود نہیں کھایا مالک نے کھلایا تب کھایا، اسی طرح اگر مالک نے شکار کو محفوظ کرلیا اُس کے بعد کتّے نے اُس میں سے چھین جھپٹ کر کچھ کھالیا تو ما بقی گوشت جائز ہے کہ یہ بات اُس کے معلم ہونے کے خلاف نہیں۔(۱)

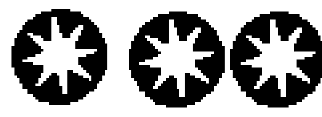


بَابُ مَا جَزَرَ عَنْهُ الْمَآءُ

ایسی مچھلی، جس کو پانی چھوڑ دے، کا بیان

(۴۰۱) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ عَطِیَّۃَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا جَزَرَ عَنْهُ الْمَآءُ فَکُلْ۔

حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس مچھلی کو پانی چھوڑ دے، اس کھا سکتے ہو۔



بَابُ مَا جَآءَ فِی الْجَرَادِ

ٹڈی دل (کی حلت وحرمت) کا بیان

(۴۰۲) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَۃَ بِنْتَ عَجْرَدٍ تَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکْثَرُ جُنْدِ اللہِ فِی الْاَرْضِ الْجَرَّادُ لَا اٰکُلُہٗ وَلَا اُحَرِّمُہٗ۔

حضرت عائشہ بن عجرد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ٹدی دل زمین پر اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے بہت بڑا لشکر ہے، میں اسے نہ تو کھاتا ہوں اور نہ حرام قرار دیتا ہوں۔

شرح:

مسئلہ: پانی کے جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے۔ جو مچھلی پانی میں مر کر تیر گئی یعنی جو بغیر مارے اپنے آپ مر کر پانی کی سطح پر اولٹ گئی وہ حرام ہے مچھلی کو مارا اور وہ مر کر اولٹی تیرنے لگی یہ حرام نہیں۔ ٹِڈی بھی حلال ہے۔ مچھلی اور ٹڈی یہ دونوں بغیر ذبح حلال ہیں جیسا کہ حدیث میں فرمایا کہ دو ۲ مردے حلال ہیں مچھلی اور ٹڈی۔(۲)

---

(۱) تبیین الحقائق، کتاب الصید، ج۷، ص۱۱۵۔۱۱۷

(۲) الدرالمختار، کتاب الذبائح، ج۹، ص۵۱۱

بَابُ اِذَا نَدَّ بَعِيْرٌ اَوْ بَهِيْمَةٌ

جب اونٹ یا کوئی جانور بدک جائے

(۴۰۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ عَبَايَةَ ابْنِ رِفَاعَةَ عَنْ رَّافِعِ بْنِ خُدَيْجٍ اَنَّ بَعِيْرًا مِّنْ اِبِلِ الصَّدَقَةِ نَدَّ فَطَلَبُوْهُ فَلَمَّا اَعْيَاهُمْ اَنْ يَّاْخُذُوْهُ رَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَاَصَابَ فَقَتَلَهُ فَسَاَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِاَكْلِهِ وَقَالَ اِنَّ لَهَا اَوْ اَبِدًا كَاَوَابِدِ الْوُحُوْشِ فَاِذَا خَشِيْتُمْ مِّنْهَا فَاصْنَعُوْا مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ بِهٰذَا الْبَعِيْرِ ثُمَّ كُلُوْهُ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ بَعِيْرًا مِّنْ اِبِلِ الصَّدَقَةِ نَدَّ فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَقَتَلَهُ فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِهِ فَقَالَ كُلُوْهُ فَاِنَّ لَهَا اَوَابِدَ كَاَوَابِدِ الْوَحْشِ۔

حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ بدک کر بھاگ گیا، لوگوں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی لیکن بالآخر لوگ تھک گئے، تو ایک آدمی نے اس اونٹ کو تیر مارا اور اونٹ مار دیا، لوگوں نے رسول اللہ ﷺ نے اس کی بابت پوچھا تو آپ ﷺ نے اس کو کھا لینے کا حکم فرمایا، اور فرمایا جیسے وحشی جانور بدک جاتے ہیں اونٹ بھی اس طرح بدک جاتا ہے، تو جب تم ان سے اس چیز کا خوف کرو تو اسی کی مثل کرو جو تم نے اس اونٹ کے ساتھ کیا، پھر تم اسے کھا بھی سکتے ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ (حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ) صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ بدک کر بھاگ گیا، تو ایک آدمی نے اس اونٹ کو تیر مارا اور اونٹ مار دیا، لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی بابت پوچھا تو آپ ﷺ نے اس کو کھا لینے کا حکم فرمایا، اور فرمایا جیسے وحشی جانور بدک جاتے ہیں اونٹ بھی اس طرح بدک جاتا ہے۔

شرح:

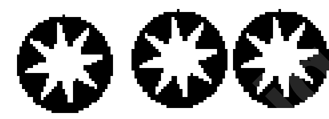
جس طریقہ سے یہ اونٹ مارا گیا اس کو ذکاۃ اضطراری کہتے ہیں یاد رکھیے کہ۔ ذکاۃ شرعی دو قسم ہے۔ ۱۔ اختیاری اور ۲۔ اضطراری۔ ذکاۃ اختیاری کی دو ۲ قسمیں ہیں۔ ۱۔ ذبح اور، ۲۔ نحر۔ ذکاۃ اضطراری یہ ہے کہ جانور کے بدن میں کسی جگہ نیزہ وغیرہ بھونک کر خون نکال دیا جائے اس سے مخصوص صورتوں میں جانور حلال ہوتا ہے جو بیان کی جائیں گی۔ حلق کے آخری حصہ میں نیزہ وغیرہ بھونک کر رگیں کاٹ دینے کو نحر کہتے ہیں۔ ذبح کی جگہ حلق اور لبہ کے مابین ہے لبہ سینہ کے بالائی حصہ کو کہتے ہیں۔ اونٹ کو نحر کرنا اور گائے بکری وغیرہ کو ذبح کرنا سنت ہے اور اگر اس کا عکس کیا یعنی اونٹ کو ذبح کیا اور گائے وغیرہ کو نحر کیا تو جانور اس صورت میں بھی حلال ہو جائے گا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے کہ سنت کے خلاف ہے۔

مسئلہ: پلاؤ جانور اگر بھاگ جائے اور پکڑنے میں نہ آئے تو اس کے لیے ذبح اضطراری ہے یعنی تیر یا نیزہ وغیرہ سے بہ نیت ذبح بسم اللہ پڑھ کر ماریں اور اس کے لیے گردن میں ہی ذبح کرنا ضرور نہیں بلکہ جس جگہ بھی زخمی کر دیا جائے کافی ہے۔

یوہیں اگر جانور کوئیں میں گر گیا اوس کو نیزہ وغیرہ سے بہ نیت ذبح بسم اللہ کہہ کر ہلاک کر دیں ذبح ہو گیا۔ اسی طرح اگر جانور اس پر حملہ آور ہوا جیسا کہ بھینسے اور سانڈ اکثر حملہ کر دیتے ہیں ان کو بھی اوسی طرح ذبح کیا جا سکتا ہے اور اگر محض اپنے سے دفع کرنے کے لیے اوسے نیزہ مارا ذبح کرنا مقصود نہ تھا تو جانور حرام ہے۔ (۱)

مسئلہ: آبادی میں اگر بکری بھاگ گئی تو اس کے لیے ذبح اضطراری نہیں ہے کہ بکری پکڑی جا سکتی ہے اور میدان میں بھاگ گئی تو ذبح اضطراری ہو سکتا ہے اور گائے، بیل، اونٹ اگر بھاگ جائیں تو آبادی اور جنگل دونوں کا ان کے لیے یکساں حکم ہے ہو سکتا ہے کہ آبادی میں بھی ان کے پکڑنے پر قدرت نہ ہو۔ (۲)

مسئلہ: مرغی اڑ کر درخت پر چلی گئی اگر وہاں تک نہیں پہنچ سکتا ہے اور بسم اللہ پڑھ کر اسے تیر مار کر ہلاک کیا اگر اوس کے جاتے رہنے کا اندیشہ نہ تھا تو نہ کھائی جائے اور اندیشہ تھا تو کھا سکتے ہیں کہ اس صورت میں ذبح اضطراری ہو سکتا ہے۔ کبوتر اڑ گیا اگر وہ مکان پر واپس آسکتا ہے اور اسے تیر سے مارا اگر تیر جائے ذبح پر لگا کھایا جا سکتا ہے ورنہ نہیں اگر وہ واپس نہیں آسکتا تو بہر صورت کھایا جا سکتا ہے۔ (۳)



بَابُ مَا يُنْهٰى عَنِ الْمُجَثَّمَةِ

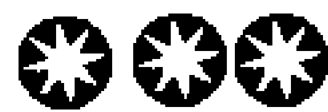
جانور کو تیر اندازی کا نشانہ بنانے کی ممانعت

(۴۰۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُجَثَّمَةِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو تیر اندازی کا نشانہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔

شرح:

یعنی نبی اکرم ﷺ نے ایسے جانور کھانے سے منع فرمایا ہے جن کو باندھ کر ان پر مشق کی جائے، واللہ اعلم۔ (۴)



---

(۱) الدر المختار، و ردالمحتار، کتاب الذبائح، ج ۹، ص ۵۰۵.

(۲) (الھدایۃ، کتاب الذبائح، ج ۲، ص ۳۵۰، وغیرھا.

(۳) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الصید والذبائح، ج ۴، ص ۲۲۸

(۴) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص 187

بَابُ اِذَا ذَبَحَتِ الْمَرْاَةُ بِالْمِرْوَةِ

عورت کا جانور کو پتھر سے ذبح کرنے کا بیان

(۴۰۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ غُنَيْمَةً كَانَتْ لَهَا رَاعِيَةٌ فَخَافَتْ عَلٰى شَاةٍ مِّنْهَا الْمَوْتَ فَذَبَحَتْهَا بِمِرْوَةٍ فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَكْلِهَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ایک عورت بکریاں چرارہی تھی کہ اسے ایک بکری کے مرجانے کا خوف ہوا، اس نے اس کو پتھر سے ذبح کر لیا، تو نبی اکرم ﷺ نے اسے کھانے کا حکم ارشاد فرمایا۔

شرح:

تمام علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ ہر اس چیز کے ساتھ ذبح کرنا جائز ہے جس کے ساتھ خون بہہ جائے اور رگیں کٹ جائیں مثلاً چھری، تلوار، شیشہ، پتھر، اور وہ لکڑی جس کی دھار ہو، اور اس کے ساتھ ایسے ہی ذبح کیا جائے گا جیسے دھاردار آلہ سے کیا جاتا ہے۔

ناخن اور دانت، سے ذبح کرنے میں علماء کا اختلاف ہے امام مالک، احمد، شافعی علیہم الرحمۃ کے نزدیک جائز نہیں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جب ناخن اور دانت جسم کے ساتھ ملے ہوئے نہ ہوں تو جائز ہے۔ (۱)

(۴۰۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ خَرَجَ غُلَامٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ قِبَلَ اُحُدٍ فَمَرَّ فِيْ طَرِيْقِهٖ فَاصْطَادَ اَرْنَبًا فَلَمْ يَجِدْ مَا يَذْبَحُهَا فَذَبَحَهَا بِحَجَرٍ فَجَاءَ بِهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَلَّقَهَا بِيَدِهٖ فَاَمَرَهٗ بِاَكْلِهَا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ اَرْنَبَيْنِ فَذَبَحَهُمَا بِمِرْوَةٍ يَعْنِي الْحَجَرَ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَكْلِهَا۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَصَابَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ اَرْنَبًا بِاُحُدٍ فَلَمْ يَجِدْ سِكِّيْنًا فَذَبَحَهَا بِحَجَرٍ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَكْلِهَا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری لڑکا احد کی طرف نکلا، رستے میں اس نے ایک خرگوش پایا، تو اس نے اس وقت وہاں کوئی ایسی چیز نہ پائی جس سے وہ اس کو ذبح کر سکے، اس نے اس کو پتھر سے ہی ذبح کر ڈالا، اور نبی کریم ﷺ

کے پاس لے آیا جس کو وہ اپنے ہاتھ میں لٹکائے ہوئے تھا، نبی اکرم ﷺ نے اس کو کھانے کا حکم دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے دو خرگوش پکڑے تو ان کو پتھر سے ذبح کیا، نبی اکرم ﷺ نے اس کو کھانے کا حکم ارشاد فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ بنی سلمہ میں سے ایک شخص نے مقام احد میں ایک خرگوش پکڑا، اس نے چھری نہ پائی تو پتھر سے ہی ذبح کر ڈالا، نبی اکرم ﷺ نے اسے کھانے کا حکم ارشاد فرمایا۔

شرح:

یہ حدیث ماقبل کے ہم معنی اور اس کی شرح ہے کیونکہ پچھلی حدیث میں یہی مسئلہ اختصار کے ساتھ بیان ہوا اس میں کچھ تفصیل ہے، واللہ اعلم۔

فقہی مسائل:

مسئلہ: ذبح ہر اس چیز سے کر سکتے ہیں جو رگیں کاٹ دے اور خون بہا دے یہ ضرور نہیں کہ چھری ہی سے ذبح کریں بلکہ بانس کا چرا ہوا ٹکڑا اور دھاردار پتھر سے بھی ذبح ہو سکتا ہے صرف ناخن اور دانت سے ذبح نہیں کر سکتے جب کہ یہ اپنی جگہ پر قائم ہوں اور اگر ناخن کاٹ کر جدا کر لیا ہو یا دانت علیحدہ ہو گیا ہو تو اس سے اگرچہ ذبح ہو جائے گا مگر پھر بھی اس کی ممانعت ہے کہ جانور کو اس سے اذیت ہوگی۔ اسی طرح کند چھری سے بھی ذبح کرنا مکروہ ہے۔

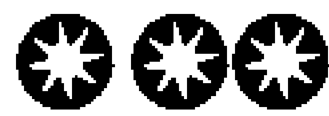
مسئلہ: دھاردار پتھر سے مارا اگر پتھر بھاری ہے تو کھایا نہ جائے کیونکہ اس میں اگر یہ احتمال ہے کہ زخمی کرنے سے مرا تو یہ احتمال بھی ہے کہ پتھر کے بوجھ سے مرا ہو اور اگر وہ ہلکا ہے تو کھایا جائے کہ یہاں مرنا جراحت کی وجہ سے ہے۔ (۱)

(۴۰۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ مِنْ ذَبِيْحَةِ امْرَاَةٍ وَّنَهٰى عَنْ قَتْلِ الْمَرْاَةِ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کے ذبیحہ میں سے تناول فرمایا ہے، اور آپ ﷺ نے عورت کے قتل سے منع فرمایا ہے۔

شرح:

مسئلہ: ذبح میں عورت کا وہی حکم ہے جو مرد کا ہے یعنی مسلمہ یا کتابیہ عورت کا ذبیحہ حلال ہے اور مشرکہ و مرتدہ کا ذبیحہ حرام ہے۔ (۲)



---

(۱) الهداية، كتاب الصيد، فصل في الرمي، ج۲، ص۴۰۸.

(۲) الفتاوى الهندية، كتاب الذبائح، الباب الاول في ركنه...إلخ، ج۵، ص۲۸۶

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَيَّامِ الْعَشْرِ

ایام عشر کا بیان

(۴۰۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُخَوَّلِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ مُّسْلِمِ الْبَطِيْنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَيَّامٍ اَفْضَلُ عِنْدَ اللهِ مِنْ اَيَّامِ عَشْرِ الْاَضْحٰى فَاَكْثِرُوْا فِيْهِنَّ مِنْ ذِكْرِ اللهِ تَعَالٰى.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماہ ذی الحجہ کے ابتدائی عشرہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فضیلت والا دن نہیں ہے، لہٰذا تم ان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔

شرح:

یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں عشرہ ذی الحجہ سے بڑھ کر کوئی دن افضل نہیں، ظاہر یہ ہے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے بعد ان ایام کی فضیلت ہے، اس میں ذکر کی زیادتی کرو یعنی اللہ کی اطاعت اور عبادات کی انواع زیادہ سے زیادہ بجالاؤ۔

اس حدیث کو ترمذی، ابن ماجہ، نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ۔

"اللہ کے نزدیک تمام ایام سے افضل ایام جن میں نفل پڑھے جائیں عشرہ ذی الحجہ ہے، اس میں ایک روزہ پورے سال کے روزوں کے برابر ہے اور ایک رات کا قیام لیلۃ القدر کی رات کو قیام کرنے کے برابر ہے۔ (۱)

فقہی مسائل:

مسئلہ: عیدین اور پندرھویں شعبان کی راتوں اور رمضان کی اخیر دس راتوں اور ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں شب بیداری مستحب ہے اکثر حصہ میں جاگنا بھی شب بیداری ہے۔ (۲)

عیدین کی راتوں میں شب بیداری یہ ہے کہ عشاو صبح دونوں جماعت اولیٰ سے ہوں۔ کہ صحیح حدیث میں فرمایا: جس نے عشا کی نماز جماعت سے پڑھی، اُس نے آدھی رات عبادت کی اور جس نے نماز فجر جماعت سے پڑھی، اس نے ساری رات عبادت کی، اور ان راتوں میں اگر جاگے گا تو نماز عید و قربانی وغیرہ میں دقت ہوگی۔ لہٰذا اسی پر اکتفا کرے اور اگر ان کاموں میں فرق نہ آئے تو جاگنا بہت بہتر۔ (۳)

حدیث: اصبہانی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں:، جو پانچ راتوں میں شب بیداری کرے اس کے لیے جنت واجب ہے، ذی الحجہ کی آٹھویں، نویں، دسویں راتیں اور عید الفطر کی رات اور شعبان کی پندرھویں رات یعنی شب

(۱) شرح السلا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص 530

(۲) الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج ۲، ص ۵۶۸.

(۳) صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ العشاء ... الخ، الحدیث: ۶۵۶، ص ۳۲۹

براءت،۔

بَابُ اُضْحِيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اُمَّتِهٖ

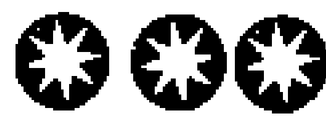
نبی کریم ﷺ کا اپنی امت کی طرف سے قربانی فرمانے کا بیان

(۴۰۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عن عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَابِطٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحّٰى بِكَبْشَيْنِ اَشْعَرَيْنَ اَمْلَحَيْنِ اَحَدُهُمَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَالْاٰخَرُ عَمَّنْ شَهِدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ اُمَّتِهٖ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عیدالاضحیٰ کے موقع پر دو چتکبرے موٹے تازے مینڈھوں کی قربانی فرمائی، جن میں سے ایک اپنی طرف سے اور دوسرا اپنے امتی میں سے ہر اس شخص کی طرف سے تھا جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

شرح:

یہ حدیث تقریباً صحاح ستہ کی تمام کتب میں موجود ہے، اور اس میں امت سے مراد وہ شخص ہے جو" لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینے والا ہے، اور قربانی کی صلاحیت نہیں رکھتا، (یعنی یہاں امت سے مراد امت اجابت ہے دعوت نہیں) (۱)



بَابُ مَنْ ضَحّٰى قَبْلَ الصَّلٰوةِ

نماز (عید) سے پہلے قربانی کرنے کا بیان

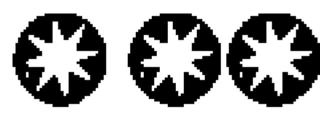
(۴۱۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ وَالشَّعْبِيِّ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ نِيَارٍ اَنَّهٗ ذَبَحَ شَاةً قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تُجْزِئُ عَنْكَ وَلَا تُجْزِئُ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ۔

حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نماز عید سے قبل ہی بکری ذبح کر لی، جب اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تجھ سے کفایت کر جائے گی اور اب تمہارے بعد کسی سے بھی کفایت نہیں کرے گی۔

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 430

شرح:

یعنی حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے بکری کو ذبح کر دیا جب نبی اکرم ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ یہ قربانی صرف تیری طرف سے کفایت کرے گی تیرے بعد کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ نماز عید سے پہلے قربانی کرے، یہ اس صحابی رسول ﷺ کی خصوصیت ہے، شیخین نے حضرت براء سے روایت کیا ہے کہ عید الاضحیٰ کے دن ہمارا سب سے پہلے کام نماز پڑھنا ہے پھر نحر (قربانی) کرنا ہے جس نے ایسا کیا تو اس نے ہماری سنت پر عمل کیا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا تو ہو صرف گوشت ہے جس کو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے پہلے تیار کر لیا ہے، وہ قربانی نہیں۔ (۱)



بَابُ تَوْجِيهِ النَّهْيِ عَنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ

تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت سے ممانعت کی توجیہ

(۴۱۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ وَحَمَّادٍ اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ لِّيُوَسِّعَ مُوْسِعُكُمْ عَلٰى فَقِيْرِكُمْ۔

حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ کے والد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے اس لیے منع کیا، تاکہ تم میں سے وسعت والے فقراء پر وسعت کریں۔

شرح:

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے حضرت قتادہ بن نعمان سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ "میں تم کو حکم دیتا تھا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ کھاؤ تاکہ لوگ خوشحال ہوں اب میں تمہارے لیے اس کو حلال کرتا ہوں جتنی دیر چاہو اس کو کھا سکتے ہو، (۲)

فقہی مسائل:

مخصوص جانور کو مخصوص دن میں بہ نیت تقرب ذبح کرنا قربانی ہے اور کبھی اوس جانور کو بھی اضحیہ اور قربانی کہتے ہیں جو ذبح کیا جاتا ہے۔ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو اس امت کے لیے باقی رکھی گئی اور نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 136

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 104

قربانی کرنے کا حکم دیا گیا، ارشاد فرمایا:

"فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" (پ۳۰، الکوثر:۲)۔

،،تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو،

حدیث: ابوداود، ترمذی و ابن ماجہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ حضور اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ، یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں ابن آدم کا کوئی عمل خدا کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پیارا نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگ اور بال اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل خدا کے نزدیک مقام قبول میں پہنچ جاتا ہے لہذا اس کو خوش دلی سے کرو۔ (۱)

قربانی کے مسائل:

قربانی کئی قسم کی ہے۔ ا غنی اور فقیر دونوں پر واجب، ۲ فقیر پر واجب ہو غنی پر واجب نہ ہو، ۳ غنی پر واجب ہو فقیر پر واجب نہ ہو۔ دونوں پر واجب ہو اوس کی صورت یہ ہے کہ قربانی کی منت مانی یہ کہا کہ اللہ (عزوجل) کے لیے مجھ پر بکری یا گائے کی قربانی کرنا ہے یا اس بکری یا اس گائے کو قربانی کرنا ہے۔ فقیر پر واجب ہو غنی پر نہ ہو اس کی صورت یہ ہے کہ فقیر نے قربانی کے لیے جانور خریدا اس پر اس جانور کی قربانی واجب ہے اور غنی اگر خریدتا تو اس خریدنے سے قربانی اوس پر واجب نہ ہوتی۔ غنی پر واجب ہو فقیر پر واجب نہ ہو اس کی صورت یہ ہے کہ قربانی کا وجوب نہ خریدنے سے ہو نہ منت ماننے سے بلکہ خدا نے جو اسے زندہ رکھا ہے اس کے شکریہ میں اور حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت کے اِحیا میں (یعنی سنت ابراہیمی کو قائم رکھنے کے لیے۔) جو قربانی واجب ہے وہ صرف غنی پر ہے۔

مسئلہ: قربانی واجب ہونے کے شرائط یہ ہیں۔ ا اسلام یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں، ۲ اقامت یعنی مقیم ہونا، مسافر پر واجب نہیں، ۳ تونگری یعنی مالک نصاب ہونا یہاں مالداری سے مراد وہی ہے جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے وہ مراد نہیں جس سے زکوۃ واجب ہوتی ہے، ۴ حریت یعنی آزاد ہونا جو آزاد نہ ہو اوس پر قربانی واجب نہیں کہ غلام کے پاس مال ہی نہیں لہذا عبادت مالیہ اوس پر واجب نہیں۔ مرد ہونا اس کے لیے شرط نہیں۔ عورتوں پر واجب ہوتی ہے جس طرح مردوں پر واجب ہوتی ہے اس کے لیے بلوغ شرط ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے اور نابالغ پر واجب ہے تو آیا خود اوس کے مال سے قربانی کی جائے گی یا اوس کا باپ اپنے مال سے قربانی کریگا۔ ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ نہ خود نابالغ پر واجب ہے اور نہ اوس کی طرف سے اوس کے باپ پر واجب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (۲)

مسئلہ: شرائط کا پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں بلکہ قربانی کے لیے جو وقت مقرر ہے اوس کے کسی حصہ میں شرائط کا پایا جانا وجوب کے لیے کافی ہے مثلاً ایک شخص ابتدائے وقت قربانی میں کافر تھا پھر مسلمان ہو گیا اور ابھی قربانی کا وقت

---

(۱) جامع الترمذی، کتاب الاضاحی، باب ماجاء فی فضل الأضحیۃ، الحدیث ۱۴۹۸: ج ۳، ص ۱۶۲

(۲) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الأضحیۃ، الباب الاول فی تفسیرھا ... إلخ، ج ۵، ص ۲۹۱، ۲۹۲

(۳) الدرالمختار، کتاب الأضحیۃ، ج ۹، ص ۵۲۴، وغیرہ

باقی ہے اوس پر قربانی واجب ہے جبکہ دوسرے شرائط بھی پائے جائیں اسی طرح اگر غلام تھا اور آزاد ہو گیا اوس کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ یوہیں اول وقت میں مسافر تھا اور اثنائے وقت میں مقیم ہو گیا اس پر بھی قربانی واجب ہو گئی یا فقیر تھا اور وقت کے اندر مالدار ہو گیا اس پر بھی قربانی واجب ہے۔ (۱)

مسئلہ: قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں۔ ۱ اونٹ، ۲ گائے، ۳ بکری ہر قسم میں اوس کی جتنی نوعیں ہیں سب داخل ہیں نر اور مادہ، خصی اور غیر خصی سب کا ایک حکم ہے یعنی سب کی قربانی ہو سکتی ہے۔ بھینس گائے میں شمار ہے اس کی بھی قربانی ہو سکتی ہے۔ بھیڑ اور دنبہ بکری میں داخل ہیں ان کی بھی قربانی ہو سکتی ہے۔ (۲)

مسئلہ: وحشی جانور جیسے نیل گائے اور ہرن ان کی قربانی نہیں ہو سکتی وحشی اور گھریلو جانور سے مل کر بچہ پیدا ہوا مثلاً ہرن اور بکری سے اس میں ماں کا اعتبار ہے یعنی اوس بچہ کی ماں بکری ہے تو جائز ہے اور بکرے اور ہرنی سے پیدا ہے تو ناجائز۔ (۳)

مسئلہ: قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہیے اونٹ پانچ سال کا گائے دو سال کی بکری ایک سال کی اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے۔ ہاں دنبہ یا بھیڑ کا چھ ماہہ بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اوس کی قربانی جائز ہے۔

مسئلہ: قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہیے اور تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اور زیادہ عیب ہو تو ہوگی ہی نہیں۔ جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اوس کی قربانی جائز ہے اور اگر سینگ تھے مگر ٹوٹ گیا اور مینگ تک (یعنی جڑ تک) ٹوٹا ہے تو ناجائز ہے اس سے کم ٹوٹا ہے تو جائز ہے۔ جس جانور میں جنوں ہے اگر اس حد کا ہے کہ وہ جانور چرتا بھی نہیں ہے تو اوس کی قربانی ناجائز ہے اور اس حد کا نہیں ہے تو جائز ہے۔ خصی یعنی جس کے خصیے نکال لیے گئے ہیں یا مجبوب یعنی جس کے خصیے اور عضو تناسل سب کاٹ لیے گئے ہوں ان کی قربانی جائز ہے۔ اتنا بوڑھا کہ بچہ کے قابل نہ رہا یا داغا ہوا جانور یا جس کے دودھ نہ اوترتا ہو ان سب کی قربانی جائز ہے۔ خارشتی جانور کی قربانی جائز ہے جبکہ فربہ ہو اور اتنا لاغر ہو کہ ہڈی میں مغز نہ رہا تو قربانی جائز نہیں۔

مسئلہ: بھینگے جانور کی قربانی جائز ہے۔ اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں اور کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو اس کی بھی قربانی ناجائز۔ اتنا لاغر جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو اور لنگڑا جو قربان گاہ تک اپنے پاؤں سے نہ جا سکے اور اتنا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو اور جس کے کان یا دم یا چکی کٹے ہوں یعنی وہ عضو تہائی سے زیادہ کٹا ہو ان سب کی قربانی ناجائز ہے اور اگر کان یا دم یا چکی تہائی یا اس سے کم کٹی ہو تو جائز ہے جس جانور کے پیدائشی کان نہ ہوں یا ایک کان نہ ہو اوس کی ناجائز ہے اور جس کے کان چھوٹے ہوں اوس کی جائز ہے۔ جس جانور کی تہائی سے زیادہ نظر جاتی رہی اوس کی بھی قربانی ناجائز ہے اگر دونوں آنکھوں کی روشنی کم ہو تو اس کا پہچاننا آسان ہے اور صرف ایک آنکھ کی کم ہو تو اس کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کو

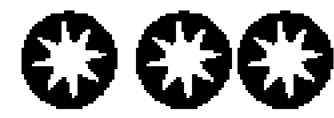
---

(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الأضحیۃ، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج۵، ص۲۹۳

(۲) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الأضحیۃ، الباب الخامس فی بیان محل اقامۃ الواجب، ج۵، ص۲۹۷، وغیرہ

(۳) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الأضحیۃ، الباب الخامس فی بیان محل إقامۃ الواجب، ج۵، ص۲۹۷

ایک دو دن بھوکا رکھا جائے پھر اوس آنکھ پر پٹی باندھ دی جائے جس کی روشنی کم ہے اور اچھی آنکھ کھلی رکھی جائے اور اتنی دور چارہ رکھیں جس کو جانور نہ دیکھے پھر چارہ کو نزدیک لاتے جائیں جس جگہ وہ چارے کو دیکھنے لگے وہاں نشان رکھ دیں پھر اچھی آنکھ پر پٹی باندھ دیں اور دوسری کھول دیں اور چارہ کو قریب کرتے جائیں جس جگہ اس آنکھ سے دیکھ لے یہاں بھی نشان کر دیں پھر دونوں جگہوں کی پیمائش کریں اگر یہ جگہ اوس پہلی جگہ کی تہائی ہے تو معلوم ہوا کہ تہائی روشنی کم ہے اور اگر نصف ہے تو معلوم ہوا کہ بہ نسبت اچھی آنکھ کی اس کی روشنی آدھی ہے۔ (۱)



بَابُ مَا قِيلَ فِي الْخَلِّ

سرکہ کا بیان

(۴۱۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَمِسْعَرٌ عَنْ مُحَارِبِ ابْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهُ دَخَلَ عَلَيْهِ وَقَرَّبَ اِلَيْهِ خُبْزًا وَّخَلًّا ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ التَّكَلُّفِ وَلَوْ لَا ذٰلِكَ لَتَكَلَّفْتُ لَكُمْ وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْاِدَامُ الْخَلُّ۔

حضرت محارب بن دثار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے روٹی اور سرکہ ان کے قریب کر کہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو تکلف سے منع فرمایا ہے، اور اگر ایسا معاملہ نہ ہوتا تو میں آپ کے لیے تکلف کرتا، اور میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سرکہ کتنا ہی اچھا سالن ہے۔

(۴۱۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سرکہ کتنا ہی اچھا سالن ہے۔

شرح:

سرکہ طبی رو سے بہت مفید ہے سادہ ارزاں غذا ہے، حضرات انبیاء کرام نے عموماً سرکہ کھایا ہے۔ اس کے بہت فضائل حدیث شریف میں آئے ہیں۔ عرب میں عموماً کھجور کا سرکہ ہوتا ہے، ہمارے ملک میں رس انگور کا سرکہ ہوتا ہے گنے کے رس کا سرکہ بہت مروج ہے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض فقہاء نے فرمایا کہ سرکہ بھی سالن ہے جو کوئی سالن نہ کھانے کی قسم کھالے وہ سرکہ کھانے سے حانث ہو جائے گا اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا مگر خیال رہے کہ قسم کا مدار عرف پر بھی ہوتا ہے۔ (۲)

---

(۱) الهدایۃ، کتاب الاضحیۃ، ج۲، ص۳۵۸

(۲) مراۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، ص33

نبی اکرم ﷺ کی پسندیدہ غذائیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اس کی نشوونما کے لئے مختلف حلال وطیب رزق کا اہتمام بھی فرمایا۔ یہ رزق ہمیں اناج اور پھل کے ذریعے بھی میسر آیا اور مختلف جانوروں اور پرندوں کے ذریعے بھی ملا۔ لیکن اُن کو کھانے کے طریقے مختلف النوع غذاؤں میں استعمال کے طریقے اور اُن غذاؤں کی تاثیر کے بارے ارشادات ہمیں دربار رسالت ﷺ سے ملے۔

جیسے نبی کریم ﷺ نے مختلف اشیاء کا استعمال کیا چند اشیاء کا یہاں پر بھی ذکر کرتے ہیں۔

روٹی: حضور ﷺ نے اکثر جو کی روٹی تناول فرمائی اور کبھی کبھی گندم کی بھی، مگر کبھی بھی میدہ کی روٹی تناول نہیں فرمائی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا گیا کہ کبھی حضور نبی اکرم ﷺ نے میدہ کی روٹی تناول فرمائی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اخیر عمر تک آپ ﷺ کے حضور کبھی میدہ نہیں پیش کیا گیا۔ پھر سائل نے پوچھا کہ اس زمانہ میں چھاننیاں تھیں؟ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں سائل نے پوچھا کہ پھر جو کی روٹی کیسے پکاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جَو کے آٹے میں پھونک مارلیا کرتے تھے جو (موٹے موٹے) تنکے ہوتے اڑ جاتے باقی گوندھ کر پکا لیتے تھے۔ (بخاری شریف)

حضرت یوسف بن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرور عالم حضور نبی کریم ﷺ دیکھا کہ آپ ﷺ نے جَو کی روٹی کا ٹکڑا لیا اور اس پر کھجور رکھی اور فرمایا: یہ اس کا سالن ہے اور تناول فرمالیا۔ (ابوداوَد)

گوشت 1:۔ حضور نبی کریم ﷺ کو گوشت بہت پسند تھا۔ آپ ﷺ نے گوشت کھانوں کا سردار فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ نے شوربے والا اور بھنا ہوا گوشت شوق سے تناول فرمایا گوشت کھانے کے بارے میں چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھ کر بھنا گوشت کھایا ہے۔ (شمائل شریف) حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک عورت نے دو چپاتیاں اور تھوڑا سا پکا ہوا گوشت ہدیۃً پیش کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پیالے میں رکھ کر کسی چیز سے ڈھانپ دیا اور تاجدار عرب وعجم حضور اکرم ﷺ کے حضور پیغام بھیجا۔ حضور ﷺ تشریف لائے تو حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے وہ پیالہ اٹھا کر دیکھا تو وہ گوشت اور روٹی سے لبالب بھرا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا حیران رہ گئیں اور سمجھ گئیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: ھو من عند اللہ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیاری بیٹی! اللہ تعالیٰ نے تجھے حضرت مریم علیہا السلام کے مشابہ بنایا ہے۔ ان کی بھی یہی کیفیت تھی کہ جب کوئی ان سے پوچھتا کہ یہ شے کہاں سے آئی؟ تو وہ یہی جواب دیتیں۔ پھر آپ ﷺ، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فاطمۃ الزہرہ، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم نے وہ گوشت اور روٹی سیر ہو کر تناول فرمائی۔ مگر پیالہ میں گوشت (اور روٹی) بدستور موجود رہا۔ پھر سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے وہ کھانا ہمسایوں میں تقسیم فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کھانے میں خیر کثیر اور برکت عطا فرمادی۔ (خصائص کبریٰ)

آیا۔اس میں سے دست کا گوشت خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔کیونکہ دست کا گوشت آپ ﷺ کو پسند بھی تھا اور آپ ﷺ نے اس کو دانتوں سے کاٹ کر تناول فرمایا۔(شمائل ترمذی)

3۔ حضرت ابوعبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے لئے ہانڈی کی چونکہ دست کا گوشت حضور نبی کریم ﷺ کو زیادہ پسند تھا۔اس لئے میں نے ایک دستی پیش کی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے تناول فرمایا۔پھر دوسری طلب فرمائی۔میں نے خدمت اقدس میں پیش کر دی۔پھر آقائے نامدار ﷺ نے اور دست طلب فرمایا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ بکری کے دو ہی بازو ہوتے ہیں۔تو تاجدار عرب وعجم سید عالم ﷺ فرمانے لگے: ''مجھے قسم ہے اس ذات مقدسہ کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔اگر تو چپ رہتا، تو ہنڈیا سے جب تک میں مانگتا رہتا۔بونگی ہی نکلتی رہتیں۔'' (ترمذی)

4۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہترین گوشت پیٹھ کا ہے۔'' (ترمذی شریف)

مرغی کا گوشت: حضور ﷺ نے مرغی کا گوشت بھی کھایا ہے۔حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ مرغی کا گوشت تناول فرما رہے تھے۔(مسلم و بخاری)

مچھلی: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ''جیس خبط'' کا جہاد کیا ہم پر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ امیر مقرر کئے گئے ۔ہم کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔سمندر نے ایک مچھلی (کنارے پر) پھینکی۔ہم نے ایسی مچھلی کبھی نہ دیکھی تھی۔اس کو ''عنبر'' کہا جاتا تھا۔ہم اسے نصف ماہ تک کھاتے رہے۔(ایک دن) حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اُس مچھلی کی ایک ہڈی پکڑی (اور اسے زمین پر رکھا، وہ ہڈی اتنی بڑی تھی کہ) اُونٹ سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔جب ہم واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ سے ہم نے اس واقعے کو عرض کیا، تو سرور دوعالم ﷺ نے فرمایا: کھاؤ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمایا ہے۔اگر تمہارے پاس اس مچھلی کا گوشت ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس مچھلی کا گوشت بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں پیش کیا اور تاجدار انبیاء ﷺ نے اسے تناول فرمایا۔(بخاری شریف)

خرگوش کا گوشت: نبی کریم ﷺ نے خرگوش کا گوشت بھی کھایا ہے۔اس کا جواز آپ ﷺ کی یہ حدیث ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک خرگوش کو (اُس کے مقام سے) نکالا۔لوگ اس کے پیچھے بھاگتے بھاگتے تھک گئے۔مگر میں نے اسے پکڑ ہی لیا اور اسے حضرت ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا انہوں نے اسے ذبح کیا اور اس کے رانیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت انور میں بھیج دیں۔حضور نبی کریم ﷺ نے اسے قبول فرمالیا۔(صحیح بخاری شریف)

حباریٰ: حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حباریٰ کا گوشت کھایا۔حباریٰ بیٹ کو کہا جاتا ہے۔(ترمذی)

نیل گائے کا گوشت: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک نیل گائے کو دیکھا اور اس کو شکار کیا۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (اے قتادہ) اس کے گوشت میں سے کچھ تمہارے پاس ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اس کا پاؤں

ہمارے پاس ہے۔حضور اکرم ﷺ نے اسے پکڑا اور تناول فرمایا۔(صحیح بخاری و مسلم شریف)

گھی، مکھن، پنیر: حضرت اُمّ اوس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے گھی گرم کر کے ایک برتن میں بھر لیا اور اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا۔آپ ﷺ نے قبول فرمالیا اور برتن میں تھوڑا سا گھی چھوڑ کر پھونک ماری اور برکت کی دعا فرمائی اور (اصحاب سے) فرمایا کہ اُم اوس کا برتن واپس کر دو۔صحابہ کرام نے برتن واپس کر دیا۔تو وہ گھی سے بھرا ہوا تھا ۔حضرت ام اوس رضی اللہ عنہا نے خیال کیا کہ شاید حضور اکرم ﷺ نے گھی قبول نہیں فرمایا۔حضرت ام اوس رونے کے انداز میں بات کرتی ہوئی حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کرنے لگیں: ''یارسول اللہ ﷺ نے گھی اس لئے گرم کیا تھا کہ آپ ﷺ تناول فرمالیں گے۔'' آپ ﷺ ام اوس کی بات سے سمجھ گئے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اُمّ اوس سے کہہ دو کہ (ہم نے گھی قبول فرمالیا اور تناول بھی فرمالیا ہے) اب خوب یہ گھی کھائیں۔اُم اوس نے وہ گھی حضور سرور کائنات ﷺ کے وصال مبارکہ کے بعد حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت تک کھایا۔اُس برتن سے مسلسل گھی نکلتا رہا۔یہاں تک کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کا جھگڑا ہوا یعنی اس وقت برکت جاتی رہی اور گھی ختم ہو گیا۔(خصائص الکبریٰ)

ایک صحابی سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے ہم نے (آپ ﷺ کے تناول فرمانے کے لئے) مکھن اور کھجوریں پیش کیں۔حضور اکرم ﷺ مکھن اور کھجوروں کو پسند فرماتے تھے۔(ابی داؤد) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کی خدمت فیض درجات میں پنیر کا ایک ٹکڑا لایا گیا۔آپ ﷺ نے بسم اللہ شریف پڑھ کر (تناول فرمانے کے لئے) اُسے کاٹا۔(سنن ابی داؤد)

کھجور وجَو کا آٹا: کھجور اہل عرب عموماً خوراک کے طور پر استعمال کرتے تھے۔حضور نبی کریم ﷺ نے کھجور کی بڑی تعریف فرمائی خصوصاً عجوہ کھجور کی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کھجور اور ستو کے ساتھ کیا۔(شمائل ترمذی)

حضرت اُمّ منذر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے۔ہمارے ہاں کھجوروں کے خوشے لٹک رہے تھے (میری درخواست کرنے پر) حضور اکرم ﷺ ان میں سے تناول فرمانے لگے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے وہ بھی تناول فرمانے لگے تو انہیں روک دیا اور فرمایا کہ تم ابھی بیماری سے اٹھے ہو۔تم مت کھاؤ وہ رک گئے۔سید الانبیاء ﷺ تناول فرماتے رہے حضرت ام منذر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر میں نے تھوڑے سے جَو لئے اور چقندر کے ساتھ پکا کر حاضر خدمت کیے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے علی! یہ کھاؤ، کیونکہ یہ تمہارے لئے مناسب ہے۔(ترمذی شریف)

روغن زیتون: حضور تاجدار انبیاء ﷺ نے روٹی کو روغن زیتون سے چوپڑ کر تناول فرمایا ہے اور بڑا پسند فرمایا ہے۔حضرت عمر وابواسید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''زیتون کا تیل کھاؤ اور مالش میں استعمال کرو۔اس لئے

کہ وہ مبارک درخت سے پیدا ہوتا ہے۔" (ترمذی)

حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن بن علی المرتضیٰ، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمائش کی کہ رسول اللہ ﷺ کو جو کھانا پسند تھا اور رغبت سے تناول فرماتے تھے۔ وہ ہمیں پکا کر کھلاؤ۔ حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پیارے بیٹو! آج وہ کھانا (تمہیں شاید) پسند نہیں آئے گا۔ انہوں نے فرمایا: "ضرور پسند آئے گا۔" چنانچہ وہ اٹھیں تھوڑے سے جو لے کر آئیں، انہوں نے باریک کیا اور ہانڈی میں ڈال دیئے، پھر اس پر تھوڑا سا روغن زیتون ڈالا، پھر کچھ مرچیں اور زیرہ وغیرہ ڈالا اور پکا کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت سلمٰی نے فرمایا کہ یہ کھانا رسول اللہ ﷺ کو بہت پسند تھا۔ (ترمذی)

سرکہ: حضور تاجدار انبیاء ﷺ نے نہ صرف کہ تناول فرمایا: بلکہ اس کی تعریف بھی فرمائی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سرکہ بھی کیسا بہترین سالن ہے۔" (ترمذی شریف)

حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا : کیا تیرے پاس (کھانے کے لئے) کوئی شے ہے؟ میں نے عرض کیا سوکھی ہوئی روٹی اور سرکہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ وہی لے آؤ وہ گھر سالن سے خالی نہیں جس گھر میں سرکہ ہو۔ (شمائل ترمذی)

کدو شریف : حضور سید عالم ﷺ کو سبزیوں میں کدو شریف بہت پسند تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور نبی کریم ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا اور دعوت دی۔ میں بھی ساتھ ہی تھا۔ اُس درزی نے جو کی روٹی اور شوربا پیش خدمت کیا، جس میں کدو شریف اور خشک گوشت کے ٹکڑے تھے۔ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ پیالے کے کناروں سے کدو شریف تلاش فرما کر تناول فرما رہے تھے۔ میں اس روز کے بعد ہمیشہ کدو شریف کو پسند کرنے لگا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

حضرت جابر بن طارق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ کدو شریف کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کیے جا رہے ہیں میں نے عرض کیا کہ "ان کا کیا بنے گا؟" فرمایا: "سالن میں اضافہ کیا جائے گا۔" (ترمذی شریف) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کدو شریف بہت پسند تھا۔ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ کسی دعوت میں تشریف لے گئے۔ کھانا حاضر خدمت کیا گیا۔ اُس کھانے میں کدو شریف تھا۔ چونکہ مجھے معلوم تھا کہ حضور اکرم ﷺ کو کدو شریف مرغوب ہے اس لئے میں اس کے قتلے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر سامنے کر دیتا تھا اور سرکار دو عالم رسول اللہ ﷺ تناول فرما لیتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

قدید: رسول اللہ ﷺ ایک روز قدید تناول فرما رہے تھے کہ ایک بدزبان عورت حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے بھی قدید عنایت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے جو قدید سامنے رکھا تھا۔ اُس میں سے اسے بھی عطا فرمایا۔ اس عورت نے عرض کیا کہ

اپنے منہ سے نکال کر دیجئے۔آپ ﷺ نے اپنے منہ سے نکال کر اُسے عطا فرمایا اور وہ کھا گئی۔اُس روز کے بعد کبھی بھی اس کے منہ سے قبیح اور فحش کلام سننے میں نہ آیا۔(خصائص کبریٰ) قدید کا مطلب خشک کیا ہوا گوشت ہے جو پانی میں بھگو کر پکایا جاتا ہے۔

ثرید: روٹی کو شوربے میں پکانا یا گوشت کے شوربے میں توڑ کر بھگونا تا کہ اچھی طرح گل جائے ثرید کہلاتا ہے ثرید آپ کو بہت پسند تھا اسے آپ ﷺ بڑی چاہت سے تناول فرماتے تھے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا محبوب ترین کھانا روٹی کا ثرید تھا۔(ابوداؤد شریف) ثرید کی پسندیدگی کا اندازہ ترمذی شریف کی اس روایت سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔''(شمائل ترمذی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ثرید سے بھرا ہوا ایک پیالہ لایا گیا۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے کناروں سے کھاؤ۔درمیان سے نہ کھاؤ۔کیونکہ درمیان میں برکت کا نزول ہوتا ہے۔''(ابن ماجہ)

متفرق کھانے: مدارج النبوۃ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جَو کی روٹی کے ساتھ چقندر تناول فرمایا۔حدیث میں ہے کہ رسول مقبول ﷺ حلوہ (شیرینی) کو بھی بہت پسند فرماتے تھے۔مواہب الدنیہ نے ثعلبی سے نقل فرمایا کہ وہ حلوہ (شیرینی) جسے حضور انور ﷺ پسند فرماتے تھے۔اس کا نام مجیع تھا کہ ایک قسم کی کھجور تھی۔جسے دودھ کے خمیر کے ساتھ تیار کیا جاتا تھا۔روایات میں ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک تجارتی قافلہ آیا۔جس کے ساتھ شہد اور آٹا تھا۔ایک اور روایت میں ہے آٹا، گھی، میدہ اور شہد تھا۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان میں سے تھوڑا تھوڑا خدمت اقدس میں پیش کیا۔سرورِ کائنات ﷺ نے ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔پھر دیگچی منگوائی اور ان اشیاء سے حلوہ تیار کروایا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اسے کھاؤ۔یہ وہ چیز ہے جسے اہل فارس خبیص کہتے ہیں۔

مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے بھنا ہوا جگر بھی تناول فرمایا: حافظ ابی نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی کہ شاہ روم کی طرف سے خدمت اقدس میں سونٹھ کے مربہ کا بھرا ہوا برتن ارسال کیا گیا۔حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام میں تقسیم بھی فرمایا اور خود بھی تناول فرمایا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے حضور کھانا پیش کیا جاتا۔تو آپ ﷺ اس میں سے تناول فرما لیتے اور جو بچتا۔اسے میری طرف بھیج دیتے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص لہسن یا پیاز کھائے۔اسے چاہیے کہ وہ ہم سے جدا رہے یا فرمایا کہ ہماری مساجد سے دور رہے یا فرمایا کہ اپنے گھر میں بیٹھ رہے بے شک نبی کریم ﷺ کے پاس ہنڈیا لائی گئی جس میں مختلف قسم قسم کی سبزیاں تھیں۔حضور اکرم ﷺ نے بو محسوس کی، تو فرمایا: اسے فلاں فلاں (صحابہ) کے پاس لے جاؤ اور (ہدیہ پیش کرنے والے سے فرمایا) تو کھا لے اس لئے کہ جن سے میں سرگوشی کرتا ہوں، تم ان سے سرگوشی نہیں کرتے۔(بخاری و مسلم)

نئے پھل کو پسند فرمایا: پھل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بہترین نعمت ہیں۔حضور انور ﷺ نے بقدر خواہش پھلوں کو بھی

تناول فرمایا۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عادت مبارکہ تھی کہ جب بازار میں کوئی نیا پھل دیکھتے تو خرید کر بارگاہ نبوی (ﷺ) میں پیش کر دیتے تا کہ پھل پہلے حضور سرور کائنات ﷺ تناول فرمائیں۔(شاید اسی لئے آج بھی نیا پھل بزرگوں سے شروع کروایا جاتا ہے۔)

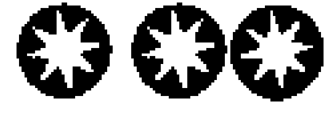
حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام جس کسی نئے پھل کو دیکھتے (تو خود کھانے سے) پہلے اسے خدمت اقدس میں پیش کرتے اور جب آپ ﷺ اس پھل کو پکڑتے تو بارگاہ رب العزت میں عرض کرتے کہ اے اللہ تعالیٰ ہمارے پھلوں میں اور ہمارے مدینہ میں برکت فرما۔ہمارے صاع اور مد میں برکت نازل فرما۔اے اللہ تعالیٰ بے شک ابراہیم علیہم السلام تیرے بندے، تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے۔بے شک میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ﷺ ہوں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تجھ سے شہر مکہ کے لئے دعا کی تھی اور میں تجھ سے شہر مدینہ کے لئے وہی دعا کرتا ہوں، جو انہوں نے مکہ معظّمہ کے لئے کی تھی۔بلکہ اس سے دوگنی دعا کرتا ہوں۔(ترمذی شریف)

حضرت ابوعسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شام رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے گئے۔آپ ﷺ جب میرے پاس سے گزرے، تو مجھے آواز دی۔میں آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑا۔پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، تو ان کو بھی ساتھ لے لیا۔پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، تو اُن کو بھی ساتھ ملا لیا۔یہاں تک کہ ہم ایک انصاری صحابی کے باغ میں پہنچے۔حضور نبی کریم ﷺ نے باغ کے مالک سے فرمایا۔ہمیں نیم پختہ کھجوریں کھلاؤ۔وہ خوشہ لے آیا اور سامنے رکھ دیا۔حضور اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے (یعنی ہم نے جو ساتھ تھے) کھایا۔پھر سرور کائنات ﷺ نے ٹھنڈا پانی منگوا کر نوش جان فرمایا۔پھر ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ان نعمتوں کا تم سے ضرور سوال ہو گا۔حضرت ابوعسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خوشہ پکڑا اور زمین پر مارا تو کچی کھجوریں بکھر گئیں۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا ان کے متعلق بھی ہم سے پوچھا جائے گا۔؟ فرمایا ہاں! البتہ تین چیزیں ہیں جن کے متعلق سوال نہ ہوگا۔(1) وہ کپڑا جس سے انسان اپنا ستر ڈھانپے۔(2) وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے اپنی بھوک مٹالے۔(3) وہ مکان جس میں گرمی یا سردی سے بچنے کے لئے داخل ہو۔(رواہ احمد و بیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ)

حضرت ام منذر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے۔ہمارے ہاں کھجوروں کے خوشے لٹک رہے تھے (میری گزارش پر) آپ ﷺ نے ان میں سے تناول فرمایا۔(ترمذی شریف)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ایک انصاری عورت کے ہاں تشریف لے گئے۔میں بھی ہمراہ تھا۔انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک بکری ذبح کی۔آپ ﷺ نے اس میں سے تھوڑا سا تناول فرمایا۔پھر ایک برتن میں کچھ کھجوریں لائیں گئیں۔آپ ﷺ نے ان میں سے بھی کچھ تناول فرمائیں۔پھر ظہر کی نماز کے لئے تشریف لے گئے اور وضو کر کے نماز ظہر ادا کی۔پھر واپس تشریف لائے تو اس عورت نے (دوبارہ) بچا ہوا گوشت پیش کیا۔آپ ﷺ نے (تھوڑا سا) تناول فرمایا اور دوبارہ وضو فرمائے بغیر (یعنی پہلے ہی وضو سے) نماز عصر ادا فرمائی۔(ترمذی شریف)

مزید تفصیل کے لیے سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، جلد نمبر 8: کا مطالعہ فرمائیں۔ (ابوالاحمد غفرلہ)



بَابُ التَّمْيِيزِ بَيْنَ الْكَافِرِ وَالْمُؤْمِنِ فِي الْأَكْلِ

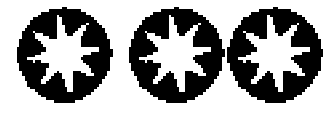
کھانے میں کافر اور مومن کے درمیان تمیز کا بیان

(۴۱۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَافِرُ يَأْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ وَالْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِيْ مِعًى وَّاحِدٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کافر سات آنتوں سے جب کہ مومن ایک ہی آنت سے کھاتا ہے۔

شرح:

یہ دنیا میں کافر کے اُس نفع کی طرف اشارہ ہے جو اس کو آخرت کے نفع سے محروم کر دے گا، اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ کافر دنیا کا بڑا حریص ہوتا ہے، اور مؤمن قناعت اور زاہد ہوتا ہے۔(۱)



بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْأَكْلِ مُتَّكِئًا

ٹیک لگا کر کھانے کی ممانعت

(۴۱۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَنَا فَلَا اٰكُلُ مُتَّكِئًا اٰكُلُ كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ وَاَشْرَبُ كَمَا يَشْرَبُ الْعَبْدُ وَاَعْبُدُ رَبِّيْ حَتّٰى يَأْتِيَنِيَ الْيَقِيْنُ۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تاوفات اللہ تعالیٰ کے بندے کی طرح ٹیک لگا کر نہیں کھاؤں گا، ٹیک لگا کر پانی نہیں پیوں گا، اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں گا۔

شرح:

بخاری شریف میں ٹیک لگا کر کھانے کے متعلق حدیث مروی ہے کہ۔

---

(۱) (شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص 198)

عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ وَهْبِ بن عبد الله رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:"لَا اٰکُلُ مُتَّکِئًا"رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.

حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔ (بخاری)

اس کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں۔

امام نووی علیہ الرحمۃ اس حدیث کی شرح خود فرماتے ہیں کہ۔

"قَالَ الْخَطَّابِیُّ :اَلْمُتَّکِئُ هاهُنَا :هُوَ الْجَالِسُ مُعْتَمِدًا عَلٰی وِطَاءٍ تحته. قَالَ :وَاَرَادَ اَنَّهٗ لَا یَقْعُدُ عَلَی الْوِطَاءِ وَالْوَسَائِدِ کَفِعْلِ مَنْ یُرِیْدُ الْاِکْثَارَ مِنَ الطَّعَامِ. بَلْ یَقْعُدُ مُسْتَوْفِزًا لَا مُسْتَوْطِئًا. وَیَاْکُلُ بُلْغَةً. هٰذَا کَلَامُ الْخَطَّابِیِّ وَاَشَارَ غَیْرُهٗ اِلٰی اَنَّ الْمُتَّکِئَ هُوَ الْمَائِلُ عَلٰی جَنْبِهٖ. وَاللهُ اَعْلَمُ.

ترجمہ: خطابی کہتے ہیں: یہاں متکئے مراد وہ شخص ہے جو بچھونا بچھا کر کسی چیز کا سہارا لے کر بیٹھے۔ اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ بچھونوں اور تکیوں وغیرہ پر نہیں بیٹھتے جس طرح کہ ایک زیادہ کھانے والا شخص بیٹھتا ہے بلکہ آپ ہوشیار ہو کر بیٹھتے اور بچھونا لگا کر نہ بیٹھتے' اور بقدر کفایت تناول فرماتے۔ یہ خطابی کا قول ہے۔

اور دیگر علماء نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ 'المتکیٰ' سے مراد وہ شخص ہے: جو ایک طرف جھک کر بیٹھے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ علم والا ہے۔

کھانا کھانے کے آداب:

کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے صرف ایک ہاتھ یا فقط انگلیاں ہی نہ دھوئے کہ اس سے سنت ادا نہ ہوگی لیکن اس کا دھیان رہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر پونچھنا نہ چاہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر تولیا یا رومال سے پونچھ لینا چاہے تاکہ کھانے کا اثر باقی نہ رہے۔(۱)

بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کریں اور بلند آواز سے بسم اللہ پڑھیں تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی یاد آجائے اور سب بسم اللہ پڑھ لیں۔(۲)

اور اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول گیا ہو تو جب یاد آجائے یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللهِ اَوَّلَه وَ آخِرَه"(۳)

(۱) الفتاوٰی الھندیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراہیۃ۔۔۔الخ، ج۵، ص۳۳۷

(۲) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراہیۃ فی الاکل وما یتصل بہ۔۔۔الخ، ج۵، ص۳۳۷

(۳) جامع الترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی التسمیۃ۔۔۔الخ، رقم ۱۸۶۵، ج۳، ص۳۳۹

روٹی کے اوپر کوئی چیز نہ رکھی جائے اور ہاتھ کو روٹی سے نہ پونچھیں۔ (۱)

کھانا ہمیشہ داہنے ہاتھ سے کھائیں بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا کام ہے۔ (۲)

مسئلہ:۔ کھانا کھاتے وقت بایاں پاؤں بچھادے یا دہنا پاؤں کھڑا رکھے یا سرین پر بیٹھے اور دونوں گھٹنے کھڑے رکھے۔

اور اگر بھاری بدن یا کمزور ہونے کی وجہ سے اس طرح نہ بیٹھ سکے تو پالتی مار کر کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

کھانا کھانے کے درمیان میں کچھ باتیں بھی کرتا رہے بالکل چپ رہنا یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے مگر کوئی بے ہودہ یا پھوہڑ بات ہرگز نہ بکے بلکہ اچھی اچھی باتیں کرتا رہے۔ (۳)

کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ لے اور برتن کو بھی انگلیوں سے پونچھ کر چاٹ لے۔

کھانے کی ابتداء نمک سے کریں اور نمک ہی پر ختم کریں کہ اس میں بہت سی بیماریوں سے شفاء ہے۔

کھانے کے بعد یہ دعا پڑھیں۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ"

کھانے کے بعد صابن لگا کر ہاتھ دھونے میں کوئی حرج نہیں کھانے سے قبل عوام اور جوانوں کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں اور کھانے کے بعد علماء ومشائخ اور بوڑھوں کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں کھانا کھالینے کے بعد دسترخوان پر صاحب خانہ اور حاضرین کے لئے خیر و برکت کی دعا مانگنی بھی سنت ہے۔ (۴)

مسئلہ:۔ پاؤں پھیلا کر اور لیٹ کر اور چلتے پھرتے، کچھ کھانا پینا خلاف ادب اور طریقہ سنت کے خلاف ہے مسلمانوں کو ہر بات اور ہر کام میں اسلامی طریقوں کی پابندی اور آداب سنت کی تابعداری کرنی چاہیے۔

مسئلہ:۔ چاندی سونے کے برتنوں میں کھانا پینا جائز نہیں بلکہ ان چیزوں کا کسی طرح سے استعمال کرنا درست نہیں جیسے سونے چاندی کا چمچہ استعمال کرنا یا اس کے بنے ہوئے خلال سے دانت صاف کرنا اسی طرح چاندی سونے کے بنے ہوئے گلاب پاش سے گلاب چھڑکنا یا خاصدان میں پان رکھنا یا چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا یا چاندی کی پیالی میں تیل رکھ کر تیل لگانا یہ سب حرام ہے۔

آداب: کسی کے یہاں دعوت میں جاؤ تو کھانے کے لئے بہت بے صبری نہ ظاہر کرو کہ ایسا کرنے میں تم لوگوں کی نظروں میں ہلکے ہو جاؤ گے کھانا سامنے آئے تو اطمینان کے ساتھ کھاؤ بہت جلدی جلدی مت کھاؤ دوسروں کی طرف مت دیکھو اور دوسرے کے برتنوں کی جانب نگاہ مت ڈالو خبردار کسی کھانے میں عیب نہ نکالو کہ اس سے گھر والوں کی دل شکنی ہوگی اور سنت کی مخالفت بھی ہوگی کیونکہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس طریقہ یہی تھا کہ کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ

(۱) ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۹، ص ۵۶۲

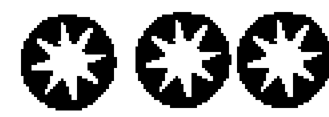
(۲) جامع الترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی النھی۔۔۔الخ، رقم ۱۸۰۶، ج۳، ص ۳۱۳

(۳) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات، ج۵، ص ۵۴۳

(۴) بہار شریعت، ج۳، ح۱۶، ص ۸۱

علیہ وآلہ وسلم نے کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا بلکہ دستر خوان پر جو کھانا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مرغوب ہوتا اس کو تناول فرماتے اور جو ناپسند ہوتا اس کو نہ کھاتے بعض مردوں اور عورتوں کی عادت ہے کہ دعوت سے لوٹ کر صاحب خانہ پر طرح طرح کے طعنے مارا کرتے ہیں کبھی کھانوں میں عیب نکالتے ہیں کبھی منتظمین کو کوسنے دیتے ہیں میرا تجربہ ہے کہ مردوں سے زیادہ عورتیں اس مرض میں مبتلا ہیں لہٰذا ان بری باتوں کو چھوڑ دو بلکہ یہ طریقہ اختیار کرو کہ اگر دعوتوں میں تمہارے مزاج کے خلاف بھی کوئی بات ہو تو اس کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرو اور صاحب خانہ کی دلجوئی کے لئے چند تعریف کے کلمات کہہ کر اس کا حوصلہ بڑھا دو ایسا کرنے سے صاحب خانہ کے دل میں تمہارا وقار بڑھ جائے گا۔

مسئلہ:۔ ہاتھ سے لقمہ چھوٹ کر گر جائے تو اس کو اٹھا کر کھالو شیخی مت بگھارو کہ اس کو ضائع کر دینا اسراف ہے جو گناہ ہے بہت زیادہ گرم کھانا مت کھاؤ نہ کھانے کو سونگھو نہ کھانے پر پھونک مار مار کر اس کو ٹھنڈا کرو کہ یہ سب باتیں خلاف ادب بھی ہیں اور مضر بھی۔



بَابُ النَّهْيِ عَنِ الشُّرْبِ فِي اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ

سونے و چاندی کے برتن میں پینے کی ممانعت

(۴۱۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَشْرَبَ فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَاَنْ نَاْكُلَ فِيْهَا وَاَنْ نَلْبَسَ الْحَرِيْرَ وَالدِّيْبَاجَ قَالَ وَهِيَ لِلْمُشْرِكِيْنَ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْاُخْرٰى۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے سونے اور چاندی کے برتن میں کھانے، پینے، ریشم اور دیباج کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے، اور فرمایا کہ یہ دنیا میں مشرکین کے لیے اور آخرت میں تمہارے لیے ہے۔

(۴۱۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ نَزَلْنَا مَعَ حُذَيْفَةَ عَلٰى دِهْقَانَ بِالْمَدَائِنِ فَاَتٰى بِطَعَامٍ فَطَعِمْنَا ثُمَّ دَعَا حُذَيْفَةُ بِشَرَابٍ فَاَتٰى بِشَرَابٍ فِيْ اِنَاءِ فِضَّةٍ فَضَرَبَ بِهٖ وَجْهَهٗ فَسَاءَنَا مَا صَنَعَ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ لِمَا صَنَعْتُ بِهٖ هٰذَا فَقُلْنَا لَا فَقَالَ اِنِّيْ نَزَلْتُ عَلَيْهِ فِي الْعَامِ الْمَاضِيْ فَدَعَوْتُ بِشَرَابٍ فَاَتَانِيْ بِشَرَابٍ فِيْهِ فَاَخْبَرْتُهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا اَنْ نَّاْكُلَ فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَاَنْ نَّشْرَبَ فِيْهَا وَاَنْ نَلْبَسَ الْحَرِيْرَ وَالدِّيْبَاجَ فَاِنَّهَا لِلْمُشْرِكِيْنَ فِي الدُّنْيَا وَهِيَ لَنَا فِي الْاٰخِرَةِ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدائن کے ایک کسان کے ہاں گئے، اس نے کھانا لگوایا ہم نے کھانا کھایا، پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا تو اس نے چاندی کے برتن میں پانی پیش کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے وہ برتن اس کے منہ پر دے مارا۔ ہمیں آپ کا ایسا کرنا اچھا نہ لگا، پس آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ہم نے اس کے ساتھ ایسا کیوں کیا ہے؟ ہم نے عرض کی: نہیں، فرمایا کہ میں پچھلے سال بھی اس کے ہاں مہمان بنا، جب میں نے اس سے پانی مانگا تھا تو اس نے اسی میں مجھے پانی دیا تھا، اس وقت میں نے اس کو بتایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے، پینے سے منع فرمایا ہے، ایسے ہی ریشم اور دیباج کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے، اور فرمایا ہے کہ یہ دنیا میں مشرکین کے لیے اور آخرت میں ہمارے لیے ہیں۔

(۴۱۸) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ فَرْوَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ اِسْتَسْقٰى حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ مِنْ دِهْقَانَ فَاَتٰى بِشَرَابٍ فِيْ اِنَاءِ فِضَّةٍ فَاَخَذَ الْاِنَاءَ فَضَرَبَ بِهٖ وَجْهَهٗ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ نَشْرَبَ فِيْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک کسان سے پانی مانگا تو اس نے چاندی کے برتن میں پانی پیش کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے وہ برتن اس کے منہ پر دے مارا، اور فرمایا کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے چاندی کے برتنوں میں پینے سے منع فرمایا ہے۔

(۴۱۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ كُنَّا مَعَ حُذَيْفَةَ بِالْمَدَائِنِ فَاسْتَسْقٰى دِهْقَانًا فَاَتَاهُ بِهٖ فِيْ جَامِ فِضَّةٍ فَرَمٰى بِهٖ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَقَالَ هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ۔

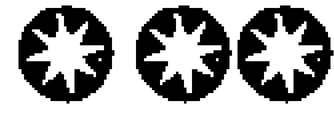
حضرت حکم بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدائن میں تھے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک کسان سے پانی مانگا تو اس نے چاندی کے پیالہ میں پانی پیش کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے وہ برتن اس کے منہ پر دے مارا، اور فرمایا کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے چاندی اور سونے کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے۔ یہ دنیا میں ان (مشرکین) کے لیے اور آخرت میں ہمارے لیے ہیں۔

شرح:

مسئلہ: سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا اور ان کی پیالیوں سے تیل لگانا یا ان کے عطر دان سے عطر لگانا یا ان کی انگیٹھی سے بخور کرنا منع ہے اور یہ ممانعت مرد و عورت دونوں کے لیے ہے۔ عورتوں کو ان کے زیور پہننے کی اجازت ہے۔ زیور کے سوا دوسری طرح سونے چاندی کا استعمال مرد و عورت دونوں کے لیے ناجائز ہے۔

مسئلہ: سونے چاندی کے چمچے سے کھانا، ان کی سلائی یا سرمہ دانی سے سرمہ لگانا، ان کے آئینہ میں موںھ دیکھنا، ان کی قلم دوات

مسئلہ : سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا مرد وعورت سب کو حرام ہے، عورتوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا حلال ہے مرد کو حرام ہے۔
مردوں کو ریشم پہننا بھی حرام ہے اور ریشمی بستر پر سونا ریشمی لحاف اوڑھنا بھی حرام ہے، عورتوں کو یہ سب درست ہے حتی کہ ریشم کی ڈوری گھڑی میں باندھنا، ریشم کا کمربند استعمال کرنا یہ سب مردوں کو ممنوع عورتوں کو حلال ہے۔(۱)



بَابُ مَا يُنْهٰى عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ

دباء اور حنتم برتنوں کی ممانعت کا بیان

(۴۲۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ۔

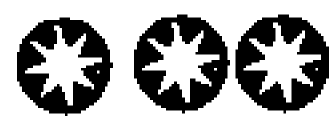
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دباء اور حنتم برتنوں سے منع فرمایا ہے۔

شرح:

دباء: پختہ کدو جو لمبا ہوتا ہے اسے کھوکھلا کر لیا جاتا تھا، اس سے جگ کی جگہ کام لیتے تھے کہ اسے دباء کہتے تھے۔

حنتم: چھوٹا گھڑا جس میں تھوڑی شراب رکھتے تھے اسے حنتم کہتے تھے، اس پر اکثر سبز رنگ کر دیتے تھے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا اب لوگوں کو اس کی اجازت ہے۔(۲)



بَابُ مَا جَآءَ فِيْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ وَلُحُوْمِ الْاَضَاحِيِّ وَالظُّرُوْفِ

قبور کی زیارت، قربانی کا گوشت اور برتنوں کا بیان

(۴۲۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَهَيْنَا كُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَقَدْ اُذِنَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ زِيَارَةِ قَبْرِ اُمِّهٖ فَزُوْرُوْهَا وَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا وَعَنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِيِّ اَنْ تُمْسِكُوْا فَوْقَ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ وَاِنَّا

---

(۱) مراۃ المناجیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، از مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج6، ص165

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 198

نَهَيْنَا كُمْ لِيُوَسِّعَ مُوْسِرُكُمْ عَلٰى فَقِيْرِكُمْ وَالْاٰنَ قَدْ وَسَّعَ اللهُ عَلَيْكُمْ فَكُلُوْا وَتَزَوَّدُوْا وَعَنِ الشُّرْبِ فِي الْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ النَّقِيْرِ وَالدُّبَّاءِ فَاشْرَبُوْا فِيْ كُلِّ ظَرْفٍ شِئْتُمْ فَاِنَّ الظَّرْفَ لَا يُحِلُّ شَيْئًا وَلَا يُحَرِّمُهٗ وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اِنَّا نَهَيْنَا كُمْ عَنْ ثَلٰثٍ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا وَنَهَيْنَا كُمْ اَنْ تُمْسِكُوْا لُحُوْمَ الْاَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فَاَمْسِكُوْهَا وَتَزَوَّدُوْهَا فَاِنَّمَا نَهَيْنَا كُمْ لِيُوَسِّعَ غَنِيُّكُمْ عَلٰى فَقِيْرِكُمْ وَنَهَيْنَا كُمْ اَنْ تَشْرَبُوْا فِي الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ فَاشْرَبُوْا فِيْمَا بَدَا لَكُمْ فَاِنَّ الظَّرْفَ لَا يُحِلُّ شَيْئًا وَّلَا يُحَرِّمُهٗ وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ نَحْوَهٗ وَفِيْهِ عَنِ النَّبِيْذِ فِي الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ فَاشْرِبُوْا فِيْ كُلِّ ظَرْفٍ وَّلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے تم کو زیارت قبور سے منع فرمایا تھا، پس اب محمد ﷺ کو اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت مل گئی ہے، لہذا تم قبور کی زیارت کیا کرو، اور بیہودہ کلام نہ کیا کرو، اور قربانی کا تین دن سے زیادہ گوشت کھانے سے میں نے اس لیے منع کیا تھا، تا کہ تم میں سے امیر لوگوں کی ثروت غریب لوگوں تک بھی پہنچے، اور اب اللہ تعالیٰ نے تم پر وسعت فرما دی ہے، لہذا تم کھا بھی سکتے ہو اور ذخیرہ بھی کر سکتے ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے حنتم اور مزفت برتن سے منع فرمایا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ نقیر اور دباء برتن سے منع فرمایا، اور اب تم جس برتن میں چاہو پیو، کیونکہ برتن کسی چیز کو حلال یا حرام نہیں کرتے، ہاں نشہ والی کوئی چیز کبھی نہ پینا۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے تم کو تین چیزوں سے روکا تھا، (1) قبور کی زیارت کرنے سے، اب تم زیارت کر سکتے ہو، (2) قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ کھانے سے، اب تم تین دن سے زیادہ تک کھا سکتے اور ذخیرہ کر سکتے ہو، میں نے اس لیے منع کیا تھا، تا کہ تم میں سے مالدار لوگوں کی ثروت غریب لوگوں تک پہنچے (3) میں نے تم کو دباء اور حنتم برتنوں میں پینے سے منع کیا تھا، اب تمہارے پاس جیسا بھی برتن ہو، اس میں پی سکتے ہو، کیونکہ برتن کسی چیز کو حلال یا حرام نہیں کرتے، ہاں نشہ والی کوئی چیز کبھی نہ پینا۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے تم کو دباء، حنتم، مزفت برتنوں میں نبیذ پینے سے منع کیا تھا، لہذا اب تم ہر برتن میں پی سکتے ہو، ہاں نشہ والی کوئی چیز کبھی نہ پینا۔

شرح:

قبروں کی زیارت کے متعلق کچھ بیان کرتے ہیں باقی مسائل پر پہلے کافی کچھ لکھا جا چکا ہے۔

زِیارتِ قبور آخرت کی یاد دلاتی ہے:

نبی کریم، رَءُوْف رَّحیم عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْم کا فرمانِ عظیم ہے: میں نے تم کو زیارتِ قُبُور سے منع کیا تھا، اب تم قبروں کی زیارت کرو کہ وہ دُنیا میں بے رغبتی کا سبب ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ (۱)

شہدائے اُحد کے مزارات پر تشریف لے جاتے:

ہمارے پیارے پیارے آقا، مکّی مَدَنی مصطفی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم شہداءے اُحد علیہم الرضوان کی مبارک قبروں کی زیارت کو تشریف لے جاتے اور اُن کے لیے دُعا فرماتے۔ (۲)

مسلمانوں کی قبروں کی زیارت سنّت ہے:

قبورِ مسلمین کی زیارت سنّت اور مزاراتِ اولیاءِ کرام و شہداء عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السلام کی حاضری سعادت بَر سعادت اور انہیں ایصالِ ثواب مَندُوب (یعنی پسندیدہ ہے)۔ (۳)

ہر ہفتہ میں ایک دن زِیارت کرے، جمعہ یا جمعرات یا ہفتہ یا پیر کے دن مناسب ہے، سب میں افضل روزِ جمعہ وقتِ صبح ہے۔

مَزاراتِ اولیا سے نفع ملتا ہے:

اولیاءے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السّلام کے مزاراتِ طَیِّبہ پر سفر کر کے جانا جائز ہے، وہ اپنے زائر کو نفع پہنچاتے ہیں اور اگر وہاں کوئی منکرِ شرعی ہو مثلاً عورتوں سے اِختلاط تو اس کی وجہ سے زِیارت تَرک نہ کی جائے کہ ایسی باتوں سے نیک کام تَرْک نہیں کیا جاتا، بلکہ اسے بُرا جانے اور ممکن ہو تو بُری بات زائل کرے۔ (بہارِ شریعت ج ا حصہ ۴ ص ۸۴۸)

شہداء کرام کے مزارات پر سلام کا طریقہ:

شہداء کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السّلام کے مزاراتِ طاہرات کی زیارت کے وقت اس طرح سلام عرض کیجیے: سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّار ترجمہ: تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کے بدلے، پس آخرت کیا ہی اچھا گھر ہے۔

قبروں پر پاؤں نہ رکھے:

قبرِستان میں اُس عام راستے سے جائے، جہاں ماضی میں کبھی بھی مسلمانوں کی قبریں نہ تھیں، جو راستہ نیا بنا ہوا ہو اُس پر نہ چلے۔ ''رَدُّ الْمُحتار'' میں ہے:

(قبرِستان میں قبریں پاٹ کر) جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اُس پر چلنا حرام ہے۔ (رَدُّ الْمُحتار ج ا ص ٦١٢) بلکہ نئے راستے کا صِرف گمانِ غالب ہو تب بھی اُس پر چلنا ناجائز و گناہ ہے۔ (دُرِّمُختار ج ۳ ص ۱۸۳ دار المعرفۃ بیروت)

کئی مزاراتِ اولیاء پر دیکھا گیا ہے کہ زائرین کی سہولت کی خاطر مسلمانوں کی قبریں مِسمار (یعنی توڑ پھوڑ) کر کے فرش

---

(۱) سُنَنِ ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۵۲ حدیث ۱۵۷۱ دار المعرفۃ

(۲) مُصَنَّف عَبدُ الرَّزّاق ج ۳ ص ۳۸۱ رقم ٦٧٤٥، تفسیر دُرِّ مَنثور ج ۴ ص ٦۴۰

(۳) فتاوٰی رضویہ مخرّجہ ج ۹ ص ۵۳۲

بنادیا جاتا ہے، ایسے فرش پر لیٹنا، چلنا، کھڑا ہونا، تِلاوت اور ذِکر واَذکار کیلئے بیٹھنا وغیرہ حرام ہے، دُور ہی سے فاتحہ پڑھ لیجئے مزار شریف یا قَبْر کی زیارت کیلئے جاتے ہوئے راستے میں فُضُول باتوں میں مشغول نہ ہو۔ (فتاوٰی عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۰)

سرہانے سے نہ آئیں:

زیارتِ قبرمیّت کے مُواجَہہ میں (یعنی چہرے کے سامنے) کھڑے ہو کر ہو اور اس (یعنی قبر والے) کی پائنتی (پا۔ اِن۔ تی یعنی قدموں) کی طرف سے جائے کہ اس کی نگاہ کے سامنے ہو، سرہانے سے نہ آئے کہ اُسے سر اُٹھا کر دیکھنا پڑے۔ (فتاوٰی رضویہ مخرجہ ج ۹ ص ۵۳۲)

قَبْر کو بوسہ نہ دیں:

قَبْر کو بوسہ نہ دیں، نہ قَبْر پر ہاتھ لگائیں بلکہ قَبْر سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو جائیں۔

مزار پر چادر چڑھانا:

بُزُرگانِ دین اور اولیاء وصالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے مزاراتِ طیّبات پر غِلاف (یعنی چادر) ڈالنا جائز ہے، جبکہ یہ مقصود ہو کہ صاحِبِ مزار کی وَقعت (یعنی عزّت وعَظَمت) عوام کی نظر میں پیدا ہو، ان کا ادب کریں، ان کے بَرَکات حاصل کریں۔

قَبْر پر پھول ڈالنا:

قَبْر پر پھول ڈالنا بہتر ہے کہ جب تک تر رہیں گے تسبیح کرینگے اور میّت کا دل بہلے گا۔ اور عذاب میں تخفیف ہو گی جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔

قَبْر پر اگربتّی جلانا:

قَبْر کے اوپر ''اگربتّی'' نہ جلائی جائے اِس میں سُوئے ادب (یعنی بے اَدَبی) اور بدفالی ہے (اور اس سے میّت کو تکلیف ہوتی ہے) ہاں اگر (حاضِرین کو) خوشبو (پہنچانے) کے لیے (لگانا چاہیں تو) قَبْر کے پاس خالی جگہ ہو وہاں لگائیں کہ خوشبو پہنچانا محبوب (یعنی پسندیدہ) ہے۔ (مُلَخَّصاً فتاوٰی رضویہ مُخَرَّجہ ج ۹ ص ۴۸۲، ۵۲۵)

قَبْر پر موم بتّی رکھنا:

قَبْر پر چَراغ یا موم بتّی وغیرہ نہ رکھے کہ یہ آگ ہے، اور قَبْر پر آگ رکھنے سے میّت کو اَذِیّت (یعنی تکلیف) ہوتی ہے، ہاں رات میں راہ چلنے والوں کے لیے روشنی مقصود ہو، تو قبر کی ایک جانب خالی زمین پر موم بتّی یا چَراغ رکھ سکتے ہیں۔

مزارات پر چَراغاں کرنا:

اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ مَوضَعِ قُبُور میں مسجد ہے یا قُبُور سرِراہ (یعنی راستے میں) ہیں یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا مزار کسی ولیُّ اللہ یا مُحقِّقین عُلَماء میں سے کسی عالِم کا ہے، وہاں شمعیں روشن کریں ان کی رُوحِ مبارک کی تعظیم کے لیے جو اپنے بدن کی، خاک پر ایسی تجلّی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر، تا کہ اس روشنی (یعنی لائٹنگ) کرنے سے لوگ جانیں کہ یہ ولی کا مزارِ پاک ہے تا کہ اس سے تبرُّک (یعنی برکت حاصل) کریں اور وہاں اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا مانگیں کہ ان کی دُعا قبول

ہو، تو یہ اَمر جائز ہے اس سے اَصلاً مُمانعت نہیں، اور اعمال کا مدار نِیّتوں پر ہے۔

(فتاوی رضویہ ''مُخرّجہ'' ج ۹ ص ۹۰ ۵، الحدیقۃ الندیۃ ج ۲ ص ۶۳۰)

قبر کا طواف:

قَبر کا طواف کرنا منع ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ مخرجہ ص ۵۲۷ ملتقطاً)

قبر کو سجدہ کرنا

قَبر کو سجدۂ تعظیمی کرنا حرام ہے اور اگر عبادت کی نِیّت ہو تو کُفر ہے۔ (ماخوذ از فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۴۲۳)

کبھی کبھی ماں باپ کی قبروں کی زیارت کے لئے بھی جایا کریں۔ ان کے مزاروں پر فاتحہ پڑھیں۔ سلام کریں اور ان کے لئے دعائے مغفرت کریں اس سے ماں باپ کی اَرواح کو خوشی ہوگی اور فاتحہ کا ثواب فرشتے نور کی تھالیوں میں رکھ کر ان کے سامنے پیش کریں گے اور ماں باپ خوش ہو کر اپنے بیٹے بیٹیوں کو دعائیں دیں گے۔ (جنتی زیور ص ۹۴)

شَعبان المُعظّم کی پندرھویں رات جس کو شبِ برأت کہتے ہیں بہت مبارک رات ہے۔ اس رات میں قبرستان جانا، وہاں فاتحہ پڑھنا سنت ہے، اسی طرح بزرگان دین کے مزارات پر حاضِر ہونا بھی ثواب ہے۔ (اسلامی زندگی، ص ۱۳۳، ملخصاً)

عورتوں کی مَزارات پر حاضِری:

عورتیں مزارات پر نہ جائیں بلکہ گھر سے ہی ایصالِ ثواب کردیا کریں۔ ہاں! روضۂ رسول صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کی حاضری کے لئے جاسکتی ہیں۔ صدرُ الشّریعہ بدرُ الطّریقہ علّامہ مولٰینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃُ اللہِ القوی فرماتے ہیں: اور اَسلم (یعنی سلامتی کا راستہ) یہ ہے کہ عورتیں مُطلَقاً منع کی جائیں کہ اپنوں کی قُبور کی زیارت میں تو وُہی جَزع وفَزع (یعنی رونا پیٹنا) ہے اور صالحین (رَحِمَہُمُ اللہُ المُبین) کی قُبور پر یا تعظیم میں حد سے گزر جائیں گی یا بے اَدَبی کریں گی تو عورتوں میں یہ دونوں باتیں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ (بہارِ شریعت جلد اوّل حصہ ۴ ص ۸۴۹)

اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ نے عورتوں کو مزارات پر جانے کی جا بجا مُمانعت فرمائی، چُنانچہ ایک مقام پر فرماتے ہیں امام قاضی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے اِستِفتاء (سُوال) ہوا کہ عورتوں کا مَقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: ایسی جگہ جواز وعدمِ جواز (یعنی جائز و ناجائز کا) نہیں پوچھتے، یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے؟ جب گھر سے قُبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) اور فرشتوں کی لعنت ہوتی ہے جب گھر سے باہَر نکلتی ہے سب طرفوں سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں، جب قبر تک پہونچتی ہے میّت کی روح اس پر لعنت کرتی ہے جب تک واپَس آتی ہی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی لعنت میں ہوتی ہے۔

(۴۲۲) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَ حَمَّادٍ حَدَّثَاهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اشْرَبُوْا فِيْ كُلِّ ظَرْفٍ فَاِنَّ الظَّرْفَ لَا يُحِلُّ شَيْئًا وَّلَا يُحَرِّمُهٗ۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ کے والد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تمام برتنوں میں پی سکتے ہو، کیونکہ برتن کسی شے کو حلال یا حرام نہیں کرتے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي النَّبِيذِ

نبیذ کا بیان

(۴۲۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَهُوَ يَأْكُلُ طَعَامًا ثُمَّ دَعَا بِنَبِيْذٍ فَشَرِبَ فَقُلْتُ رَحِمَكَ اللّٰهُ تَشْرَبُ النَّبِيْذَ وَالْاُمَّةُ تَقْتَدِيْ بِكَ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ النَّبِيْذَ وَلَوْلَا اَنِّيْ رَاَيْتُهُ يَشْرَبُ مَا شَرِبْتُهُ.

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھا، پھر آپ نے نبیذ منگوا کا نوش فرمائی، تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے آپ تو نبیذ پیتے ہیں، جبکہ امت آپ کی اقتداء کرتی ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نبیذ نوش فرماتے ہوئے دیکھا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو میں نبیذ نہ پیتا۔

شرح:

نبیذ : وہ مشروب جس میں کھجوریں ڈالی جائیں جس سے پانی میٹھا ہو جائے مگر (اعضا کو) سست کرنے والا اور نشہ آور نہ ہو، نشہ آور ہو تو اس کا پینا حرام ہے۔ (الفتاوی الخانیۃ، ج۱، ص۹)

مسئلہ : نبیذ یعنی کھجور یا منقٰی کو پانی میں بھگویا جائے وہ پانی نشہ پیدا ہونے سے پہلے پیا جائے یہ جائز ہے احادیث سے اس کا جواز ثابت ہے۔ (، الدرالمختار،، کتاب الاشربۃ، ج۱۰، ص۴۹)

مسئلہ : تونبے (اندر سے خالی اور خشک کیا ہوا کدو۔) اور ہر قسم کے برتنوں میں نبیذ بنانا جائز ہے بعض خاص برتنوں میں نبیذ بنانے کی ابتدا میں ممانعت آئی تھی مگر بعد میں یہ ممانعت منسوخ ہو گئی۔

(۴۲۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَمِسْعَرٌ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَّبِيْذِ الزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ وَالْبُسْرِ وَالثَّمْرِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انگور اور کھجور کی نبیذ سے اور کچی اور پکی کھجور کی نبیذ سے منع فرمایا ہے۔

شرح:

حدیث میں مذکورہ اشیاء سے نبیذ بنانا اس وقت ناجائز ہے جب دو اشیاء کی اکٹھی نبیذ بنائی جائے اگر الگ الگ بنائی جائے تو جائز ہے، صحیحین نے حضرت قتادہ بن ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ " گدر اور پختہ کھجور سے ساتھ ساتھ اور پختہ کھجور اور انگور سے ساتھ ساتھ نبیذ نہ بناؤ البتہ الگ الگ ان کی نبیذ تیار کرو۔"

معلوم ہوا کہ ان اشیاء کی الگ الگ نبیذ بنانا تو جائز ہے مگر اکٹھی جائز نہیں وجہ یہ ہے کہ اگر اکٹھی بنائی جائے گی تو ایک چیز

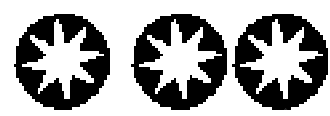
میں جلدی تغیر آ کر نشہ پیدا ہو جائے گا اور دوسری چیز میں سرایت کر جائے گا مگر یوں معلوم نہ ہو اور لاعلمی میں حرام چیز کا استعمال عمل میں آ جائے اس لیے یہ صورت ناجائز ہے مگر واضح رہے کہ یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے، امام اعظم ابوحنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک اس مخلوط نبیذ میں اگر نشہ پیدا نہ ہو تو اس کا استعمال جائز ہے، اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ہر حال میں حرام ہیں چاہے نشہ ہو یا نہ ہو۔ (مسند امام اعظم، ص330)

(۴۲۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ وَّحَمَّادِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بن بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ کے والد فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کوئی بھی نشہ آور شے نہ نوش کرو۔

شرح:

نشہ آور ہر چیز حرام ہے کتب احادیث میں ایسی احادیث کافی زیادہ ہیں جن میں نشہ آور چیزوں کی حرمت کا بیان ہے، جیسا کہ یہ حدیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے کہ "کل مسکر خمر، وکل مسکر حرام" ابن ماجہ، ونسائی وغیرہ۔ جیسا کہ اگلی حدیث میں بھی بیان ہوا۔



بَابُ كَمْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ؟

شراب کتنی حرام ہے؟

(۴۲۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ عَوْنٍ مُحَمَّدٍ الثَّقَفِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ شَدَّادٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ قَلِيْلُهَا و كَثِيْرُهَا وَالسُّكْرُ مِنْ كُلِّ شَرَابٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ قَلِيْلُهَا و كَثِيْرُهَا وَالسُّكْرُ مِنْ كُلِّ شَرَابٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ شراب قلیل وکثیر مقدار میں حرام ہے، اور ہر وہ شراب جس سے نشہ ہو، بھی حرام ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شراب قلیل وکثیر مقدار میں حرام ہے، اور ہر وہ شراب جس سے نشہ ہو، بھی حرام ہے۔



بَابُ هَلْ يَجُوْزُ اَنْ يَّاْكُلَ ثَمَنَ الْخَمْرِ

کیا شراب کی قیمت کھانا جائز ہے؟

(۴۲۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ الْهَمَدَانِيِّ عَنْ اَبِيْ عَامِرٍ الثَّقَفِيِّ اَنَّهُ كَانَ يَهْدِيْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ كُلِّ عَامٍ رِوَايَةً مِّنْ خَمْرٍ.

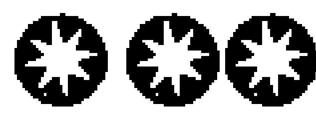
وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ رَجُلاً مِّنْ ثَقِيْفٍ يُكَنّٰى اَبَا عَامِرٍ كَانَ يَهْدِيْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّ عَامٍ رِوَايَةً مِّنْ خَمْرٍ فَاَهْدٰى فِي الْعَامِ الَّذِيْ حُرِّمَتْ فِيْهِ الْخَمْرُ رِوَايَةً كَمَا كَانَ يُهْدِيْ لَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا عَامِرٍ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ حَرَّمَ الْخَمْرَ فَلَا حَاجَةَ لَنَا فِيْ خَمْرِكَ قَالَ خُذْهَا فَبِعْهَا فَاسْتَعِنْ بِثَمَنِهَا عَلٰى حَاجَتِكَ فَقَالَ يَا اَبَا عَامِرٍ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ حَرَّمَ شُرْبَهَا وَبَيْعَهَا وَاَكْلَ ثَمَنِهَا.

حضرت ابوعامر ثقفی فرماتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کو ہر سال شراب کی ایک مشک پیش کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ قبیلہ ثقیف کا ایک آدمی جس کا نام ابوعامر تھا، ہر سال نبی کریم ﷺ کو شراب کی ایک مشک پیش کرتا تھا، جس برس شراب حرام ہوئی، تو اس برس بھی اس نے شراب پیش کی جیسے وہ پہلے کیا کرتا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوعامر! اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دیا ہے، لہٰذا ہم کو اس کی کوئی حاجت نہیں ہے، اس نے عرض کی کہ اس کو جا کر بیچ دیں، اور اس کی قیمت کے بدلے اپنی حاجت پوری فرمالیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوعامر! شراب کو پینا، بیچنا اور اس کا ثمن کھانا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

شرح:

اس کی شرح کے لیے حدیث نمبر 312: میں دیکھیے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ اللِّبَاسِ وَالزِّيْنَةِ

لباس اور زیب وزینت کا بیان

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْقَلَانِسِ

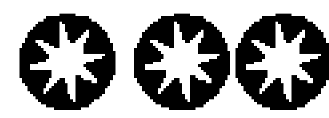
ٹوپی کے متعلق روایت

(۴۲۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَنْسُوَةٌ شَامِيَّةٌ وَّفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنْسُوَةٌ بَيْضَاءُ شَامِيَّةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک شامی ٹوپی مبارک تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک سفید شامی ٹوپی مبارکہ تھی، (جس کو آپ ﷺ کبھی پہنتے بھی تھے)۔

شرح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے ٹوپی کا استعمال کیا ہے، لہذا ٹوپی بھی نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ ثابت ہوئی۔



بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّدْلِ

کپڑا لٹکانے کا بیان

(۴۲۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عن عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ عَنِ ابْنِ جُحَيْفَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِرَجُلٍ سَادِلٍ ثَوْبَهٗ فَاَعْطَفَهٗ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

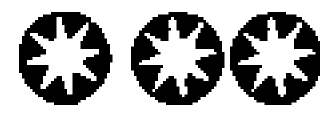
مُنْقَطِعًا۔

حضرت ابن جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے، جو اپنے جسم پر کپڑے لٹکائے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے اس کے کپڑے اس کے کندھے پر رکھ دیے۔

ایک روایت میں یہ حدیث منقطع بیان کی گئی ہے۔

شرح:

مسئلہ: سدل یعنی سر یا شانے پر کپڑا ڈال کر اس کے کنارے لٹکائے رکھنا نماز میں مکروہ ہے، جس کا بیان گزر چکا مگر نماز میں نہ ہو تو مکروہ ہے یا نہیں اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کرتہ یا پاجامہ یا تہبند پہنے ہوئے ہے اور چادر کو سر یا شانوں سے لٹکا دیا تو مکروہ نہیں اور اگر کرتہ نہیں پہنے ہوئے ہے تو سدل مکروہ ہے۔ (۱)



بَابُ مَنْ يَّلْبَسُ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا

دنیا میں ریشم کپڑا پہننے کا بیان

(۴۳۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَقَالَ اِنَّمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشم، دیباج پہننے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ ایسا وہی کرے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

فقہی مسائل:

مسئلہ: ریشم کے کپڑے مرد کے لیے حرام ہیں، بدن اور کپڑوں کے درمیان کوئی دوسرا کپڑا حائل ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں حرام ہیں اور جنگ کے موقع پر بھی نرے ریشم کے کپڑے حرام ہیں، ہاں اگر تانا سوت ہو اور بانا ریشم تو لڑائی کے موقع پر پہننا جائز ہے اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہو تو ہر شخص کے لیے ہر موقع پر جائز ہے۔ مجاہد اور غیر مجاہد دونوں پہن سکتے ہیں۔ لڑائی کے موقع پر ایسا کپڑا پہننا جس کا بانا ریشم ہو اس وقت جائز ہے جبکہ کپڑا موٹا ہو اور اگر باریک ہو تو ناجائز ہے کہ اس کا جو فائدہ تھا، اس صورت میں حاصل نہ ہوگا۔ (۲)

مسئلہ تانا ریشم ہو اور بانا سوت، مگر کپڑا اس طرح بنایا گیا ہے کہ ریشم ہی ریشم دکھائی دیتا ہے تو اس کا پہننا مکروہ ہے۔ (۳)

---

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب الکراهیة، الباب التاسع فی اللبس، ج۵، ص ۳۳۳

(۲) الهدایة، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس، ج۲، ص۳۶۵. و، الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس، ج۹، ص۵۸۰.

(۳) الفتاوی الهندیة، کتاب الکراهیة، الباب التاسع فی اللبس [illegible] ج۵، ص ۳۳۱

بعض قسم کی مخمل ایسی ہوتی ہے کہ اس کے روئیں ریشم کے ہوتے ہیں، اس کے پہننے کا بھی یہی حکم ہے، اس کی ٹوپی اور صدری (یعنی واسکٹ۔) وغیرہ نہ پہنی جائے۔

مسئلہ: ریشم کے بچھونے پر بیٹھنا، لیٹنا اور اس کا تکیہ لگانا بھی ممنوع ہے، اگر چہ پہننے میں بہ نسبت اس کے زیادہ برائی ہے۔ مگر درمختار میں اسے مشہور کے خلاف بتایا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ جائز ہے۔

مسئلہ: ٹسر، کہ ایک قسم کے ریشم کا نام ہے، بھاگلپوری کپڑے ٹسر کے کہلاتے ہیں۔ وہ موٹا ریشم ہوتا ہے، اس کا حکم بھی وہی ہے، جو باریک ریشم کا ہے۔ کاشی سلک اور چینا سلک بھی ریشم ہی ہے، اس کے پہنے کا بھی وہی حکم ہے۔ سن اور رام بانس کے کپڑے جو بظاہر بالکل ریشم معلوم ہوتے ہوں، ان کا پہننا اگر چہ ریشم کا پہننا نہیں ہے مگر اس سے بچنا چاہیے۔ خصوصاً علما کو کہ لوگوں کو بدظنی کا موقع ملے گا یا دوسروں کو ریشم پہننے کا ذریعہ بنے گا۔ اس زمانہ میں کیلے کا ریشم چلا ہے۔ یہ ریشم نہیں ہے بلکہ کسی درخت کی چھال سے اس کو بناتے ہیں اور یہ بہت ظاہر طور پر شناخت میں آتا ہے، اس کو پہننے میں حرج نہیں۔

مسئلہ: ریشم کا لحاف اوڑھنا ناجائز ہے کہ یہ بھی لبس میں داخل ہے۔ ریشم کے پردے دروازوں پر لٹکانا مکروہ ہے۔ کپڑے بیچنے والے نے ریشم کے کپڑے کندھے پر ڈال لیے جیسا کہ پھیری کرنے والے کندھوں پر ڈال لیا کرتے ہیں، یہ ناجائز نہیں کہ یہ پہننا نہیں ہے اور اگر جبہ یا کرتہ ریشم کا ہو اور اُس کی آستینوں میں ہاتھ ڈال لیے، اگر چہ بیچنے ہی کے لیے لے جارہا ہے یہ ممنوع ہے۔

مسئلہ: عورتوں کو ریشم پہننا جائز ہے اگر چہ خالص ریشم ہو اس میں سوت کی بالکل آمیزش نہ ہو۔

مسئلہ: مردوں کے کپڑوں میں ریشم کی گوٹ چار انگل تک کی جائز ہے اس سے زیادہ ناجائز، یعنی اس کی چوڑائی چار انگل تک ہو، لمبائی کا شمار نہیں۔ اسی طرح اگر کپڑے کا کنارہ ریشم سے بُنا ہو جیسا کہ بعض عمامے یا چادروں یا تہبند کے کنارے اس طرح کے ہوتے ہیں، اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر چار انگل تک کا کنارہ ہو تو جائز ہے، ورنہ ناجائز۔

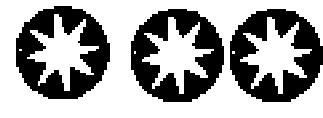
یعنی جبکہ اس کنارہ کی بناوٹ بھی ریشم کی ہو اور اگر سوت کی بناوٹ ہو تو چار انگل سے زیادہ بھی جائز ہے۔ عمامہ یا چادر کے پلّو ریشم سے بُنے ہوں تو چونکہ بانا ریشم کا ہونا ناجائز ہے، لہٰذا یہ پلّو بھی چار انگل تک کا ہی ہونا چاہیے زیادہ نہ ہو۔

مسئلہ: آستین یا گریبان یا دامن کے کنارہ پر ریشم کا کام ہو تو وہ بھی چار انگل ہی تک ہو صدری یا جبہ کا ساز ریشم کا ہو تو چار انگل تک جائز ہے اور ریشم کی گھنڈیاں بھی جائز ہیں۔ ٹوپی کا طرہ بھی چار انگل کا جائز ہے، پائجامہ کا نیفہ بھی چار انگل تک کا جائز ہے، اچکن یا جبہ میں شانوں اور پیٹھ پر ریشم کے پان یا کیری چار انگل تک کے جائز ہیں۔

یہ حکم اس وقت ہے کہ پان (پان کے پتے کی شکل) وغیرہ مغرق ہوں (یعنی ریشم سے بالکل ڈھکا ہوا ہوں۔) کہ کپڑا دکھائی نہ دے اور اگر مغرق نہ ہوں تو چار انگل سے زیادہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: ریشم کے کپڑے کا پیوند کسی کپڑے میں لگایا اگر یہ پیوند چار انگل تک کا ہو جائز ہے اور زیادہ ہو تو ناجائز۔ ریشم کو روئی کی طرح کپڑے میں بھر دیا گیا مگر ابرا (یعنی دوہرے کپڑے کی اوپری تہ) اور استر (یعنی دوہرے کپڑے کی نیچے کی

تہ۔) دونوں سوتی ہوں تو اس کا پہننا جائز ہے اور اگر ابرا یا استر دونوں میں سے کوئی بھی ریشم ہو تو ناجائز ہے۔ اسی طرح ٹوپی کا استر بھی ریشم کا ناجائز ہے اور ٹوپی میں ریشم کا کنارہ چار انگل تک جائز ہے۔ (۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّصَاوِيْرِ

تصاویر کا بیان

(۴۳۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَّهٗ كَانَ عُلِّقَ فِيْ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتْرًا فِيْهِ تَمَاثِيْلُ فَاَبْطَاَ جِبْرِيْلُ ثُمَّ اَتَاهُ فَقَالَ لَهٗ مَا اَبْطَاكَ عَنِّيْ قَالَ اَنَا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا تَمَاثِيْلُ فَاَبْسِطِ السَّتْرَ وَلَا تُعَلِّقْهُ وَاقْطَعْ رُءُوْسَ التَّمَاثِيْلِ وَاَخْرِجْ هٰذَا الْجِرْوَ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر کے پردہ میں کچھ تصاویر تھیں، تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آنے میں دیر کی، پھر آئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: آپ نے اتنی دیر کیوں کی؟ کہا کہ ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصاویر ہوں، آپ ﷺ کپڑے کو اتار کر بچھا لیں، اور اس کو لٹکا نہ رہنے دیں، اور تصاویر کے سر کاٹ دیں، اور اس چھوٹے کتے کو بھی باہر نکال دیں۔

تصویر کی حرمت پر چند احادیث:

حدیث 1: حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

حدیث ۲: حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (رحمت کے) فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا یا تصویریں ہوں۔

حدیث ۳: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو دیا جائے گا۔ (۲)

حدیث ۴: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر تصویر بنانے والا جہنم میں ہے۔ اس نے جتنی تصویریں بنائی ہیں ہر تصویر کے بدلے اللہ

---

(۱) رد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی اللبس، ج ۹، ص ۵۸۱۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ، الحدیث ۵۹۵۰، ج ۴، ص ۸۷

تعالیٰ اس کیلئے ایک جان پیدا فرمائے گا اور جو اس کو جہنم میں عذاب دے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اگر تمہارے لئے تصویر بنانا ہی ضروری ہے تو درخت یا ان چیزوں کی تصویریں بناؤ جن میں روح نہیں ہے۔

حدیث ۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جہنم کے اندر سے ایک گردن نمودار ہوگی کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی اور دو کان ہوں گے اور ایک بولتی ہوئی زبان ہوگی۔ وہ یہ کہے گی کہ تین شخصوں کو عذاب دینا میرے سپرد کیا گیا ہے (۱) سرکش ظالم (۲) جو اللہ عزوجل کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت کرے (۳) تصویریں بنانے والا۔

حدیث ۶: حضرت سعید بن ابوالحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس حاضر تھا تو اچانک ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ اے ابن عباس! رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ایک ایسا آدمی ہوں کہ میری روزی کا ذریعہ میرے ہاتھ کی کاریگری ہے اور وہ یہ ہے کہ میں تصویریں بنایا کرتا ہوں۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں تم سے وہی حدیث بیان کرتا ہوں جس کو خود میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص کوئی تصویر بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت تک عذاب دیتا رہے گا جب تک کہ وہ اس تصویر میں روح نہ پھونک دے اور وہ اس میں کبھی بھی روح نہیں پھونک سکے گا۔ یہ حدیث سن کر وہ آدمی سخت لرزہ سے کانپنے لگا اور اسکا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ تم پر افسوس ہے اگر تم تصویر بنانا نہیں چھوڑ سکتے تو ان درختوں اور ایسی چیزوں کی تصویر بناؤ جن میں روح نہیں ہے۔

حدیث ۷: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو بے دیکھے ہوئے کوئی خواب گھڑ کر بیان کریگا تو قیامت کے دن اس کو یہ تکلیف دی جائے گی کہ وہ دو جو کے درمیان گانٹھ لگائے اور وہ ہرگز اس کو نہ کر سکے گا اور جو کسی ایسی قوم کی بات کو کان لگا کرسنے گا جو قوم اس کو اپنی بات سنانا ناپسند کرتی ہے تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلایا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا اور جو کوئی تصویر بنائے گا تو اس کو عذاب دیا جائے گا۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ اس تصویر میں روح پھونکو اور وہ اس میں کبھی بھی روح نہ پھونک سکے گا۔

حدیث ۸: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب پانچ شخصوں کو دیا جائے گا۔

(۱) جس نے کسی نبی کو قتل کر دیا، یا (۲) جس کو نبی نے قتل کیا (۳) جس نے اپنے والدین میں سے کسی کو قتل کر دیا (۴) تصویر بنانے والا (۵) وہ عالم جس نے اپنے علم سے کوئی نفع نہیں اٹھایا۔

مسائل وفوائد:

جاندار کی تصویروں کو خواہ قلم سے بنائیں یا کیمرے سے فوٹو لیں، یا پتھر، یا لکڑی پر کھود کر بنائیں، بہرصورت حرام و ناجائز ہے۔ اسی طرح ان تصویروں کو بیچنا اور خریدنا، یا عزت کے ساتھ اپنے پاس رکھنا بھی حرام و گناہ ہے۔ بعض لوگ اپنے پیروں کی

تصویروں کو تعظیم کے ساتھ چوکھٹے میں لگا کر مکانوں میں رکھتے ہیں اور اس پر پھول کی مالائیں چڑھاتے ہیں اور اگر بتی سلگاتے ہیں یہ اور بھی شدید حرام اور سخت گناہ ہے بلکہ یہ بت پرستی کے مثل مشرکانہ عمل ہے جس کی سزا آخرت میں جہنم کا دردناک عذاب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں داخل ہوتے فرشتے (رحمت کے) جس گھر میں کتا یا تصویر ہو۔

اور دوسری حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ سب سے زیادہ عتاب اللہ کے نزدیک تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ تصویر بنانے والے پر خدا کی لعنت ہے۔

مسئلہ:۔ جاندار چیزوں کی تصویر بنانا، بنوانا، اس کا رکھنا، اس کا بیچنا، خریدنا، حرام ہے۔ ہاں البتہ غیر جاندار چیزوں جیسے درختوں، مکانوں وغیرہ کی تصویر بنانے اور ان کے رکھنے، ان کی خرید وفروخت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اوپر کی حدیثوں میں جن تصویروں کی ممانعت ہے ان سے مراد جاندار کی تصویریں ہیں۔

مسئلہ:۔ کچھ لوگ مکانوں میں زینت کے لئے انسانوں اور جانوروں کی تصویریں یا مورتیاں رکھتے ہیں یہ حرام ہے کچھ لوگ مٹی یا پلاسٹک یا دھاتوں کی مورتیاں بچوں کے کھیلنے کے لئے خریدتے ہیں یہ سب حرام وممنوع ہیں اپنے بچوں کو اس سے روکنا چاہے اور ایسے کھلونوں اور گڑیوں کو توڑ پھوڑ دینا یا جلادینا چاہے۔

مسئلہ:۔ جانوروں اور کھیتی اور مکان کی حفاظت اور شکار کے لئے کتا پالنا جائز ہے ان مقصدوں کے علاوہ کتا پالنا جائز نہیں۔ بعض بچے کتوں کے بچوں کو شوقیہ پالتے اور گھروں میں لاتے ہیں ماں باپ کو لازم ہے کہ بچوں کو اس سے روکیں اور اگر وہ نہ مانیں تو سختی کریں حدیث میں جن کتوں کے گھر میں رہنے سے رحمت کے فرشتوں کے نہ آنے کا ذکر ہے ان کتوں سے مراد وہی کتے ہیں جن کو پالنا جائز نہیں ہے۔ (بہار شریعت، ج ۱۶، ص ۱۸۶)

اعلیٰ حضرت تصویر کی کمائی کے متعلق ایک فتویٰ کے جواب میں فرماتے ہیں۔

مسئلہ ۲۴۴: از پیلی بھیت ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر مسلمان کاریگر شبیہ شکر کی حلال جانور اور حرام جانور کی بناتے ہیں نیز شبیہ مسجد جامع دہلی کی بناتے ہیں۔ کس شبیہ کا بنانا جائز ہے اور کس تصویر کا کھانا جائز و ناجائز ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔)

الجواب: جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان اشد الناس عذابا یوم القیمۃ المصورون۔ اخرجہ احمد ومسلم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سب سے زیادہ سخت عذاب روز قیامت ان پر ہوگا جو جاندار کی تصویر بناتے ہیں (امام احمد اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تخریج فرمائی ہے۔)[1]

---

(۱) (مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۲۶، صحیح مسلم کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۰۱)

اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں : جو تصویر دار کپڑے بنائے بیچے اس کی گواہی مردود ہے۔ فی الھندیۃ عن المحیط عن الاقضیۃ اذا کان الرجل یبیع الثیاب المصورۃ او ینسجھا لاتقبل شہادتہ۔ فتاوٰی ہندیہ میں محیط عن الاقضیہ کے حوالے سے منقول ہے کہ جب کوئی شخص تصویروں والے کپڑے بنائے یا بیچے تو اس کی گواہی نا مقبول ہے۔

اور حرام جانور کی تصویر میں ایک شنیع وبد نسبت ہے جو کھانے والے کی طرف ہوگی کہ اہل عرف تصویر کو اصل ہی کے نام سے یاد کرتے ہیں تو مثلاً تصویر کا کتا کسی نے کھایا تو اسے بھی کہا جائے گا کہ فلاں شخص نے کتا کھایا، آدمی کو جیسے بُرے کام سے بچنا ضرور ہے یونہیں برے نام سے بھی بچنا چاہئے۔ غیر جاندار کی تصویر بنانی اگرچہ جائز ہے مگر دینی معظم چیز مثل مسجد جامع وغیرہ کی تصویروں میں انہیں توڑنا اور کھانا خلاف ادب ہوگا اور وہی بری نسبت بھی لازم آئے گی کہ فلاں شخص نے مسجد توڑی مسجد کو کھالیا! اور ان سب باتوں سے خالی ہو تو کفار کے تہواروں ان کے بیہودہ رسم میں ایک طرح کی شرکت ہے جس سے شرعاً اجتناب کا حکم، بلکہ اگر معاذ اللہ یہ چیزیں خریدنا کھانا خاص بہ نیت دوالی منانے کے ہو تو حکم نہایت سخت ہے اور نرے کھانے پینے کی نیت سے ہو جب بھی ان ایام میں احتراز چاہئے، ہاں دوالی سے پہلے یا ختم کے بعد ایسی چیزوں کی تصویر جو جاندار نہ ہوں نہ ان کے توڑنے یا کھانے سے کوئی مکروہ نسبت لازم آئے بنائیں بیچیں خریدیں کھائیں تو کچھ حرج نہیں۔

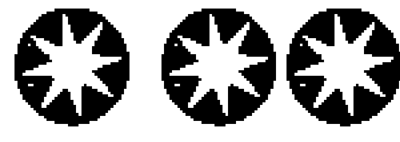
فی الدر المختار لواھدی لمسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادۃ الناس لایکفر وینبغی ان یفعلہ قبلہ اوبعدہ نفیا للشبھۃ ولو شری فیہ مالم یشترہ قبلہ ان اراد تعظیمہ کفر وان اراد الاکل والشرب التنعیم لایکفر زیلعی .. وفی ردالمحتار عن جامع الفصولین، الاولی للمسلمین ان لایوافقواھم علی مثل ھذہ الاحوال لاظھار الفرح والسرور۔ ذکرہ فی حق دعوۃ اتخذھا مجوسی لحلق راس ولدہ. قلت ولیس ذٰلک شیئا من رسوم مذھبھم الباطل فما کان کذٰلک کان اولی بالاجتناب واجدرو الامرواضح لاینکر۔

درمختار میں ہے اگر کسی مسلمان نے تحفہ وہدیہ دیا (اگر کسی مسلمان کو ہدیہ دیا گیا) لیکن ہندو تہوار کی تعظیم کا ارادہ نہ کیا بلکہ لوگوں کی عادت کے مطابق ایسا ہوا تو کافر نہ ہوگا۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ یہ کام تہوار سے پہلے یا بعد میں کرے تاکہ شبہہ نہ ہونے پائے اور اگر اس نے ہندو تہوار والے دن کچھ خریدا جو پہلے نہیں خریدا تھا تو اگر اس نے تعظیم کا ارادہ کیا تو کافر ہو گیا، اور محض کھانے پینے اور عیش وعشرت کا ارادہ کیا تو کافر نہ ہوگا، زیلعی اھ، فتاوٰی شامی میں جامع الفصولین کے حوالے سے منقول ہے کہ مسلمانوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ ان حالات میں خوشی اور سرور کا اظہار کرتے ہوئے غیر مسلموں کی موافقت ہرگز نہ کریں اھ، اس کو اس دعوت کے حق میں ذکر فرمایا جو کسی مجوسی نے اپنے بچہ کے سر منڈوانے کے موقع پر کی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ ان کے باطل مذہب کی رسومات میں سے کوئی چیز نہ ہو، پھر بھی جو اس طرح کا کام ہو اس سے بھی بچنا زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہے اور معاملہ واضح ہے

جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ (۱)

یونہیں ان ایام کے قبل یا بعد حلال جانور کی تصویر اگر خود نہ خریدی بلکہ دوسرے نے دی تو اس کے کھانے میں بھی مضائقہ نہیں، فان البأس فی اتخاذہ واشترائہ فاذا عدما لم یبق الا اعدامہ وھو مطلوب لا مھروب کما لا یخفی واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ کیونکہ حرج تصویر بنانے اور خریدنے میں ہے۔ جب یہ دونوں کام نہ ہوں تو صرف اعدام یعنی نہ ہونا باقی رہے گا اور وہی مطلوب ہے نہ کہ مہروب یعنی اس سے بھاگا جائے۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اس بڑی بزرگی والے کا علم زیادہ کامل اور پختہ ہے۔

مزید تفصیل کے لیے اعلیٰ حضرت کا تصویر کے موضوع پر رسالہ "العطایا القدیر فی حکم التصویر" (تصویر کے حکم کے بارے میں قدرت والے کی عطائیں) کا مطالعہ فرمائیں۔



بَابُ مَا جَآءَ فِي الْخِضَابِ بِالْحِنَّآءِ

مہندی کا خضاب لگانے کا بیان

(۴۳۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْضِبُوْا شَعْرَكُمْ بِالْحِنَّاءِ وَخَالِفُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے بالوں کو مہندی کے ساتھ رنگ سکتے ہو، اور اس امر میں اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

(۴۳۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ الْكِنْدِيِّ عَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحْسَنَ مَا غَيَّرْتُمْ بِهِ الشَّيْبَ الْحِنَاءُ وَالْكَتَمُ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اَحْسَنُ مَا غَيَّرْتُمْ بِهِ الشَّعْرَ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ وَفِيْ رِوَايَةٍ مِّنْ اَحْسَنِ مَا غَيَّرْتُمْ بِهِ الشَّيْبَ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شے سے احسن طریقہ سے تم اپنا بڑھاپا تبدیل کر سکتے ہو، وہ مہندی اور وسمہ ہے۔

شرح:

سیاہ خضاب حرام ہے خواہ سر میں لگائے یا ڈاڑھی میں مرد لگائے یا عورت اس سے معذوری کی حالت مستثنیٰ ہے، علاج

(۱) درمختار مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵۰ ... ردالمحتار مسائل شتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۱

کے لیے یا غزوہ کے لیے سیاہ خضاب جائز ہے۔ (مرقات) بعض لوگ مطلقاً سیاہ خضاب جائز کہتے ہیں، بعض لوگ عورتوں کے لیے جائز کہتے ہیں، بعض مردوں کے سر کے لیے جائز کہتے ہیں، ڈاڑھی کے لیے ممنوع مانتے ہیں، بعض لوگ اسے مکروہ تنزیہی کہتے ہیں یہ کل ضعیف ہیں۔ صحیح وہ ہی ہے کہ سیاہ خضاب مطلقاً مکروہ تحریمی ہے۔ مرد وعورت، سر ڈاڑھی سب اسی ممانعت میں داخل ہیں۔ (مرقات) ہاتھ پاؤں میں مہندی وغیرہ سے خضاب عورتوں کو جائز مردوں کے لیے ممنوع الا بالعذر۔

(۴۳۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ رَّجُلٍ اَنَّ اَبَا قُحَافَةَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِحْيَتُهُ قَدِ انْتَشَرَتْ قَالَ فَقَالَ لَوْ اَخَذْتُمْ وَاَشَارَ اِلٰى نَوَاحِيْ لِحْيَتِهٖ۔

حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک اس وقت تھوڑی بکھری سی تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کتنا ہی اچھا ہوتا کہ تم اسے سنوار لیتے، آپ ﷺ نے ان کی داڑھی کی دونوں اطراف کی طرف اشارہ فرمایا۔

شرح:

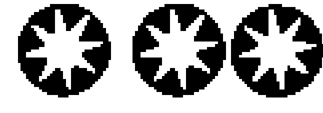
حضور کی ڈاڑھی شریف پورا خط گھنے بال تھے۔ حق یہ ہے کہ ایک مشت رہتی تھی، ایک مشت سے داڑھی کم کرنا ممنوع ہے، مشت سے زیادہ میں بہت اختلاف ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی سینہ تک رہتی تھی، حضور غوث پاک کی داڑھی لمبی تھی، حضرت ابن عمر ایک مشت رکھتے تھے۔

فقہی مسائل:

مسئلہ: داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سابقین سے ہے۔ مونڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے، ہاں ایک مشت سے زائد ہو جائے تو جتنی زیادہ ہے اس کو کٹوا سکتے ہیں۔

مسئلہ: داڑھی چڑھانا یا اس میں گرہ لگانا جس طرح سکھ وغیرہ کرتے ہیں ناجائز ہے، اس زمانہ میں داڑھی مونچھ میں طرح طرح کی تراش خراش کی جاتی ہے، بعض داڑھی مونچھ کا بالکل صفایا کرا دیتے ہیں، بعض لوگ مونچھوں کی دونوں جانب مونڈ کر بیچ میں ذرا سی باقی رکھتے ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے کہ ناک کے نیچے دو مکھیاں بیٹھی ہیں، کسی کی داڑھی فرنچ کٹ اور کسی کی کرزن فیشن ہوتی ہے، یہ جو کچھ ہو رہا ہے سب نصاریٰ کے اتباع و تقلید میں ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کے جذبات ایمانی اتنے زیادہ کمزور ہو گئے کہ وہ اپنے وقار و شعار کو کھوتے ہوئے چلے جاتے ہیں ان کو اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ ہم کیا تھے اور کیا ہو گئے جب ان کی بے حسی اس درجہ بڑھ گئی اور حمیت و غیرت ایمانی یہاں تک کم ہو گئی کہ دوسری قوموں میں جذب ہوتے جاتے ہیں، پامردی اور استقلال کے ساتھ اسلامی روایات و احکام کی پابندی نہیں کرتے تو ان سے کیا امید ہو سکتی ہے کہ اسلامی احکام کا احترام کرائیں گے اور حقوق مسلمین کی حفاظت کریں گے۔ مسلم کے ہر فرد کو تعلیمات اسلام کا مجسمہ ہونا چاہیے اخلاق سلف صالحین کا نمونہ ہونا چاہیے اسلامی شعار کی حفاظت کرنی چاہیے تا کہ دوسری قوموں پر اس کا اثر پڑے۔

مسئلہ: بعض داڑھی منڈے یہاں تک بے باک ہوتے ہیں کہ وہ داڑھی کا مذاق اڑاتے ہیں، شریعت کے مطابق داڑھی رکھنے پر پھبتیاں کستے ہیں۔ داڑھی مونڈانا حرام تھا، گناہ تھا مگر یہ تو سوچو یہ تم نے کس چیز کا مذاق اوڑایا کس کی توہین و تذلیل کی۔ اسلام کی ہر بات اٹل ہے اور اس کے تمام اصول وفروع مضبوط ہیں ان میں کسی بات کو برا بتانا اسلام کو عیب لگانا ہے تم خود سوچو تو جو کچھ اس کا نتیجہ ہے، وہ تم پر واضح ہو جائے گا کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔



بَابُ الْمَوْصُوْلَة

بال ملانے کا بیان

(۴۳۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ اُمِّ ثَوْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ اَنْ تَصِلَ الْمَرْاَةُ شَعْرَهَا بِالصُّوْفِ اِنَّمَا نَهٰى بِالشَّعْرِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا بَأْسَ بِالْوَصْلِ اِذَا لَمْ يَكُنْ شَعْرٌ بِالرَّاْسِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عورت اپنے بال کو اون کے ساتھ ملائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے بال کو بال کے ساتھ ملانے سے منع فرمایا ہے۔

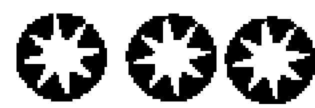
ایک روایت میں ہے کہ جب سر پر بال نہ ہو تو بال ملانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

شرح:

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ لعنت کرے بال ملانے والی اور ملوانے والی پر اور گودنے والی اور گودانے والی پر (مسلم، بخاری)

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

دونوں چیزوں کی شرح پہلے گزر گئی۔ واصلہ وہ عورت جو اپنے سر کے بالوں میں دوسری عورت کے بال ملا کر دراز کرے۔ مستوصلہ وہ عورت جو دوسری کے سر میں یہ بال جوڑے یا جو اپنے سر کے بال کاٹ کرا سے دے ملانے کے لیے یہ دونوں کام حرام ہیں جن پر لعنت فرمائی گئی۔ واشمہ وہ عورت جو سوئی وغیرہ کے ذریعہ اپنے اعضاء میں سرمہ یا نیل گودوالے جیسا کہ ہندو عورتیں بعض ہندو مرد کرتے ہیں۔ مستوشمہ وہ جو دوسری عورت کے گودے دونوں پر لعنت فرمائی۔ حرام کام فاعل ومفعول دونوں کی لعنت کا باعث ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ اگر بالوں میں دھاگہ لگا کر انہیں دراز کرلیا جاوے تو جائز ہے جسے موباف کہتے ہیں۔ (۱)



(۱) مراۃ المناجیح، ج6، ص273

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كِتَابُ الطِّبِّ وَفَضْلِ الْمَرَضِ وَالرُّقٰى وَالدَّعْوَاتِ

طب علالت، دم اور دعاؤں کی فضیلت کا بیان

بَابُ اِذَا مَرِضَ الرَّجُلُ يُكْتَبُ لَهُ اَجْرُهُ

جب آدمی بیمار ہو جائے تو اس کے لیے اجر لکھا جاتا ہے

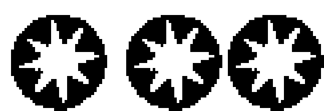
(۴۳۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَيَكْتُبُ لِلْاِنْسَانِ الدَّرَجَةَ الْعُلْيَا فِي الْجَنَّةِ وَلَا يَكُوْنُ لَهُ مِنَ الْعَمَلِ مَا يَبْلُغُهَا فَلَا يَزَالُ يَبْتَلِيْهِ اللّٰهُ حَتّٰى يَبْلُغَهَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک انسان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرماتا ہے، لیکن اس کا عمل اس مقام کے موافق نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اسے اس مقام کے موافق ہونے تک علالت میں مبتلاء فرما دیتا ہے۔

شرح:

یعنی اللہ تعالیٰ اہل ایمان میں سے کسی کا بلند درجہ جنت میں لکھ دیتا ہے تو وہ فعلاً اور قولاً کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو اس کو اس درجہ تک پہنچا سکے تو اللہ تعالیٰ اس کو بیماریوں میں مبتلا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے یہ بندہ اس درجہ کو پالیتا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی اللہ تعالیٰ اپنے کسی مؤمن بندے کو بیماری میں مبتلا کرتا ہے تو اس کی کرامت (کی زیادتی) کے لیے کرتا ہے۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اپنی دی ہوئی نعمتوں میں آزماتا ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم سے خوش راضی ہو تو اس کے لیے ان میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور اس کو اور زیادہ دیا جاتا ہے، اور اگر وہ اس آزمائش سے راضی نہ ہو تو اس کے لیے لکھے ہوئے میں نہ برکت ڈالی جاتی ہے نہ اس کو بڑھایا جاتا ہے۔ (۱)



(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 15

(۴۳۷) اَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ وَهُوَ عَلَى طَائِفَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لِمَلَائِكَتِهِ اُكْتُبُوْا لِعَبْدِيْ مِثْلَ اَجْرِ مَا كَانَ يَعْمَلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ زَادَ فِيْ رِوَايَةٍ مَعَ اَجْرِ الْبَلَاءِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ اُكْتُبُوْا لِعَبْدِيْ مَا كَانَ يَعْمَلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ. وَفِيْ رِوَايَةٍ إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ وَهُوَ عَلَى عَمَلٍ مِّنَ الطَّاعَةِ فَإِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى يَقُوْلُ لِحَفَظَتِهِ اُكْتُبُوْا لِعَبْدِيْ اَجْرَ مَا كَانَ يَعْمَلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ.

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ بیمار پڑ جاتا ہے، اور وہ حالت صحت میں اچھے کام کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ کو فرماتا ہے کہ میرے بندے کے لیے اُتنا ہی اجر لکھو جتنا وہ حالت صحت میں کرتا تھا۔

ایک روایت میں زائد ہے کہ اس کے ساتھ علالت کا بھی اجر لکھو۔

ایک روایت میں ہے کہ میرے بندے کے لیے اُتنا ہی اجر لکھو جتنا وہ حالت صحت میں کرتا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب بندہ بیمار پڑ جاتا ہے، اور وہ حالت صحت میں اچھے کام کرتا ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے ملائکہ کو فرماتا ہے کہ میرے بندے کے لیے اُتنا ہی اجر لکھو جتنا وہ حالت صحت میں کرتا تھا۔

شرح:

یعنی جب اللہ تعالیٰ کا کوئی ایسا بندہ جو نمازی، ذکر کرنے والا، قرآن کی تلاوت کرنے والا، روزے رکھنے والا، قیام وطواف کرنے والا، اور مسجد میں اعتکاف کرنے والا، بیمار ہو جاتا ہے، اور مذکورہ عبادات نہیں کرسکتا تو اللہ تعالیٰ کرام الکاتبین کو فرماتا ہے میرے بندے کا وہی عمل لکھو جو وہ حالت صحت میں کرتا تھا اسے وجہ سے کہ اس کی نیت اچھی ہے۔ (۱)

اہل ایمان کی بیماری کے فضائل:

محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جب ایک مؤمن بیمار ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اسے گناہوں سے اس طرح پاک فرما دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کا زنگ دور کر دیتی ہے۔ (۲)

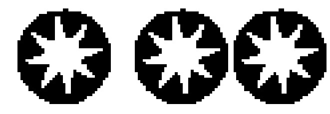
حضرتِ سیدنا عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی طرف دو فرشتے بھیجتا ہے اور ان سے فرماتا ہے،، دیکھو یہ اپنی عیادت کرنے والوں سے کیا کہتا ہے؟، پھر اگر وہ مریض اپنی عیادت کے لئے آنے والوں کی موجودگی میں اللہ عزوجل کی حمد وثنا بیان کرے تو وہ فرشتے اس کی یہ بات اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کر دیتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل زیادہ جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،، میرے بندے کا مجھ پر حق ہے کہ میں اسے جنت میں داخل کروں اور اگر

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص 362،

(۲) المعجم الاوسط، الحدیث ۴۱۲۳: ج ۳، ص ۱۴۲

اسے شفادوں تو اس کے گوشت کو بہتر گوشت سے بدل دوں اور اس کے گناہ مٹادوں۔(۱)



بَابُ الدَّوَاءِ لِكُلِّ دَاءٍ

ہر بیماری کی دوا کا بیان

(۴۳۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَمُقَاتِلُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ دَاءٍ جَعَلَ اللّٰهُ دَوَاءً فَاِذَا اَصَابَ الدَّاءَ دَوَاؤُهٗ بَرِئَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر بیماری کی دوا اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے، جب اس بیماری کے موافق دواء پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے وہ اس بیماری سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے۔

شرح:

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری درد، دکھ، بلاء کے لیے کوئی دوا یعنی علاج اور شفاء پیدا فرمائی ہے، لہٰذا بیماری کو جب کوئی مناسب دواء مل جائے تو انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت سے شفاء پا جاتا ہے اس لیے کہ ہر معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اُس کے علاوہ کوئی کسی کو نفع نقصان نہیں دے سکتا۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ ہر بیماری کی دواء ہے جب بندہ (بیماری ہو جاتا ہے) تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو شر دے کر بھیجتا ہے تو یہ فرشتہ اس شر کو بیماری اور دواء کے درمیان رکھ دیتا ہے جب بندہ دواء پیتا ہے تو وہ دواء بیماری پر واقع نہیں ہوتی، (تو بندے کو شفاء نہیں ملتی) جب اللہ تعالیٰ اس بیماری کو دور فرمانے کا ارادہ فرماتا ہے تو فرشتے کو حکم دیتا ہے تو وہ اس شر کو اٹھا لیتا ہے پھر جب بندہ دواء پیتا ہے تو اس سے اس کو نفع ہوتا ہے، (اور وہ صحت یاب ہو جاتا ہے)(۲)

(۴۳۹) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً اِلَّا وَضَعَ لَهٗ دَوَاءً اِلَّا السَّامَ وَالْهَرَمَ فَعَلَيْكُمْ بِاَلْبَانِ الْبَقَرِ فَاِنَّهَا تَخْلِطُ مِنْ كُلِّ شَجَرٍ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بیماری نہیں رکھی جس کی دواء نہ رکھی ہو، سوائے موت اور بڑھاپے کے، لہٰذا تم پر گائیں کا دودھ پینا لازم ہے کیونکہ اس کے اجزاء ہر درخت (میں موجود اجزاء) پر مشتمل ہوتے ہیں۔

(۱) موطا امام مالک، کتاب العین، باب فی اجر المریض، رقم ۱۷۹۸، ج ۲، ص ۴۳۰-۴۲۹

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص 169

شرح:

گائے کا دودھ بہت مفید اور زود ہضم ہوتا ہے اور یہ ہر عمر کے لیے بہتر ہے اس میں توانائی اور طاقت بھی کافی ہوتی ہے اسی لیے فقہا اور طبیب حضرات فرماتے ہیں۔" حاملہ کو جب نواں مہینہ شروع ہو جائے تو بہت زیادہ احتیاط کرنے کرانے کی ضرورت ہے اس وقت میں حاملہ کو طاقت پہنچانے کی ضرورت ہے لہٰذا مندرجہ ذیل تدبیروں کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے روزانہ گیارہ عدد بادام مصری میں پیس کر چٹائیں اور دو عدد ناریل اور شکر دونوں کو ہاون دستہ میں کوٹ کر سفوف بنالیں اور دو تولہ روزانہ کھائیں گائے کا دودھ جس قدر ہضم ہو سکے پلائیں مکھن وغیرہ بھی کھلائیں ان سب دواؤں کی وجہ سے بچہ آسانی سے پیدا ہوتا ہے۔

(۴۴۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ طَارِقٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُنْزِلِ اللهُ دَاءً اِلَّا وَاَنْزَلَ مَعَهُ الدَّوَاءَ اِلَّا الْهَرَمَ فَعَلَيْكُمْ بِاَلْبَانِ الْبَقَرِ فَاِنَّهَا تَرُمُّ مِنَ الشَّجَرِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ اِنَّ اللهَ تَعَالٰى لَمْ يَجْعَلْ فِي الْاَرْضِ دَاءً اِلَّا جَعَلَ لَهٗ دَوَاءً اِلَّا الْهَرَمَ وَالسَّامَ فَعَلَيْكُمْ بِاَلْبَانِ الْبَقَرِ فَاِنَّهَا تَخْلِطُ مِنْ كُلِّ الشَّجَرِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ مَا اَنْزَلَ اللهُ مِنْ دَاءٍ اِلَّا اَنْزَلَ مَعَهٗ دَوَاءً اِلَّا السَّامَ وَالْهَرَمَ فَعَلَيْكُمْ بِاَلْبَانِ الْبَقَرِ فَاِنَّهَا تَخْلِطُ مِنْ كُلِّ الشَّجَرِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ اِنَّ اللهَ تَعَالٰى لَمْ يَضَعْ فِي الْاَرْضِ دَاءً اِلَّا وَضَعَ لَهٗ شِفَاءً اَوْ دَوَاءً فَعَلَيْكُمْ بِاَلْبَانِ الْبَقَرِ فَاِنَّهَا تَخْلِطُ مِنْ كُلِّ الشَّجَرِ عَلَيْكُمْ بِاَلْبَانِ الْبَقَرِ فَاِنَّهَا تَرُمُّ مِنْ كُلِّ شَجَرَةٍ وَّفِيْهَا شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بیماری نازل نہیں کی جس کی دواء نہ نازل کی ہو، سوائے بڑھاپے کے، لہٰذا تم پر گائیں کا دودھ پینا لازم ہے کیونکہ وہ (ہر) درخت سے چرتی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بیماری نہیں بنائی جس کی دواء نہ رکھی ہو، سوائے موت اور بڑھاپے کے، لہٰذا تم پر گائیں کا دودھ پینا لازم ہے کیونکہ اس کے اجزاء ہر درخت (میں موجود اجزاء) پر مشتمل ہوتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بیماری نازل نہیں کی جس کی دواء نہ نازل کی ہو، سوائے موت اور بڑھاپے کے، لہٰذا تم پر گائیں کا دودھ پینا لازم ہے کیونکہ اس کے اجزاء ہر درخت (میں موجود اجزاء) پر مشتمل ہوتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بیماری نہیں رکھی جس کی دواء و شفاء نہ رکھی ہو، لہٰذا تم پر گائیں کا دودھ پینا لازم ہے کیونکہ اس کے اجزاء ہر درخت (میں موجود اجزاء) پر مشتمل ہوتے ہیں۔ تم پر گائیں کا دودھ پینا لازم ہے کیونکہ وہ ہر درخت سے چارہ حاصل کرتی ہے، اور اس میں ہر بیماری سے شفاء موجود ہے۔

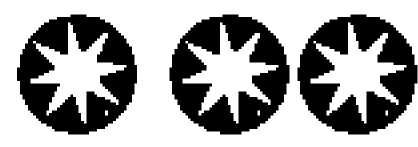
شرح:

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے گائے کے دودھ میں بیماری کو ختم کرنے کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ وہ ہر درخت کو چرتی ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جڑی بوٹیوں میں بھی شفاء رکھی ہے۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ گائے کے دودھ میں شفاء ہے اور گائے کے گوشت سے بچو کہ یہ بیماری ہے، اور ایک روایت میں آتا ہے کہ گائے کا دودھ شفاء ہے اس کے دودھ کا گھی داوء ہے اور اس کا گوشت بیماری ہے۔(۱)

کالی کھانسی کا علاج:

گائے کا دودھ 125 ملی لیٹر، گھی 10 گرام پانی 125 ملی لیٹر تینوں کو ملا کر اس وقت تک جوش دیں کہ پانی بھاپ بن کر اڑ جائے اور صرف دودھ اور گھی باقی رہ جائے اب اس میں 25 گرام شہد ملا کر تھوڑا تھوڑا پلائیں کالی کھانسی سے آرام آ جائے گا۔ اِنْ شَاءَاللہُ الْعَزِیْزُ۔



بَابُ الشِّفَاءِ فِیْ اَرْبَعَةٍ

چار اشیاء میں شفاء کا بیان

(۴۴۱) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَ الشِّفَاءُ فِی الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ وَالْحِجَامَةِ وَالْعَسَلِ وَمَاءِ السَّمَاءِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شفاء کلونجی، پچھنہ لگانے، شہد اور آسمان کے پانی میں رکھ دی گئی ہے۔

شرح:

پچھنا بھی ایک شفاء ہے اور شہد کے بارے میں تو خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "فیہ شفاء للناس" اور کلونجی کے بارے میں مزید کچھ بیان کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کلونجی میں موت کے سوا ہر بیماری کی شفا ہے۔(۲)

"عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: خَرَجْنَا وَمَعَنَا غَالِبُ بْنُ أَبْجَرَ فَمَرِضَ فِي الطَّرِيقِ، فَقَدِمْنَا

---

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 432\

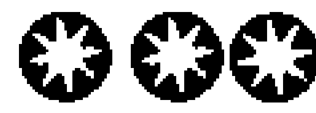
(۲) صحیح مسلم ...

الْمَدِينَةَ وَهُوَ مَرِيضٌ، فَعَادَهُ ابْنُ أَبِي عَتِيقٍ، فَقَالَ لَنَا: عَلَيْكُمْ بِهَذِهِ الْحُبَيْبَةِ السَّوْدَاءِ فَخُذُوا مِنْهَا خَمْسًا أَوْ سَبْعًا، فَاسْحَقُوهَا، ثُمَّ اقْطُرُوهَا فِي أَنْفِهِ بِقَطَرَاتِ زَيْتٍ، فِي هَذَا الْجَانِبِ، وَفِي هَذَا الْجَانِبِ، فَإِنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْنِي أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِنَّ هَذِهِ الْحَبَّةَ السَّوْدَاءَ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ، إِلَّا مِنَ السَّامِ، قُلْتُ: وَمَا السَّامُ، قَالَ: الْمَوْتُ".

ہم سے عبداللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبیداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسرائیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ان سے منصور نے بیان کیا، ان سے خالد بن سعد نے بیان کیا کہ ہم باہر گئے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ راستہ میں بیمار پڑ گئے پھر جب ہم مدینہ واپس آئے اس وقت بھی وہ بیمار ہی تھے۔ ابن ابی عتیق ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور ہم سے کہا کہ انہیں یہ کالے دانے (کلونجی) استعمال کراؤ، اس کے پانچ یا سات دانے لے کر پیس لو اور پھر زیتون کے تیل میں ملا کر (ناک کے) اس طرف اور اس طرف اسے قطرہ قطرہ کر کے ٹپکاؤ۔ کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کلونجی ہر بیماری کی دوا ہے سوا ”سام“ کے۔ میں نے عرض کیا ”سام“ کیا ہے؟ فرمایا کہ موت ہے۔ (بخاری شریف)

بالوں کے گرنے کا علاج:۔

روزانہ صبح سر پر اچھی طرح لیموں کا رس لگائیں۔ 15 منٹ بعد اچھے صابن یا شیمپو سے دھولیں۔ اچھی طرح بال خشک ہونے کے بعد کلونجی کا تیل لگائیں۔ اِنْ شَاءَ اللہُ تعالیٰ بال گرنے بند ہو جائینگے۔



بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَن

کھنبی (سانپ کی چھتری) میں شفاء کا بیان

(۴۴۲) أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَمْرٍو الْجُرَشِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ رَّسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الْمَنِّ الْكَمْأَةُ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِّلْعَيْنِ۔

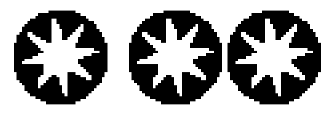
حضرت سعید بن زید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کھنبی من کی ہی ایک قسم ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفاء ہے۔

شرح:

من (سلویٰ) سے اس لیے اس کو تشبیہ دی کہ جس طرح بنی اسرائیل کو من و سلویٰ بغیر کسی محنت و مشقت کے دستیاب ہوتا

تھا اسی طرح یہ بھی مفت میں مل جاتی ہے لکڑی اور کوڑے کرکٹ پر اکثر مل جاتی ہے آنکھ کے لیے یہ مفید ہے تنہا بھی اور سرمے یا توتیا سے ملا کر بھی روایت ہے کہ امام نووی نے اس کا تجربہ کیا ہے اور اسے مفید پایا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ کھمبی (سانپ کی چھتری) من سے ہے اور من جنت سے ہے۔



بَابُ التَّعَوُّذِ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ

جملہ "کلمات اللہ التامہ" ذریعے پناہ مانگنا

(۴۴۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَّمْ يَضُرَّهٗ عَقْرَبٌ حَتّٰى يُمْسِيَ وَمَنْ قَالَ حِيْنَ يُمْسِيْ لَمْ يَضُرَّهٗ عَقْرَبٌ حَتّٰى يُصْبِحَ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَّنْ قَالَ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ حِيْنَ يُصْبِحُ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَّمْ يَضُرَّهٗ عَقْرَبٌ يَوْمَئِذٍ وَاِذَا قَالَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ لَمْ يَضُرَّهٗ عَقْرَبٌ لَيْلَتَهٗ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بوقت صبح یہ الفاظ "اعوذ بکلمات اللہ التامۃ" تین مرتبہ پڑھتا ہے تو رات ہونے تک اسے بچھو نقصان نہیں دے گا، اور جس نے یہ الفاظ رات کو ادا کیے صبح ہونے تک بچھو اسے نقصان نہیں دے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جو شخص بوقت صبح سورج کے طلوع ہونے سے پہلے یہ الفاظ "اعوذ بکلمات اللہ التامات" تین مرتبہ پڑھتا ہے تو اس پورے دن میں اسے بچھو نقصان نہیں دے گا، اور جس نے یہ الفاظ رات کو ادا کیے، تو پوری رات بچھو اسے نقصان نہیں دے گا۔

شرح:

ایک روایت میں یوں آتا ہے۔

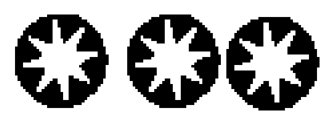
"حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لُدِغْتُ اللَّيْلَةَ فَلَمْ أَنَمْ حَتَّى أَصْبَحْتُ، قَالَ: "مَاذَا؟" قَالَ: عَقْرَبٌ، قَالَ: "أَمَا إِنَّكَ لَوْ قُلْتَ حِينَ أَمْسَيْتَ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، لَمْ تَضُرَّكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ".

ہوا تھا اتنے میں آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آج رات مجھے کسی چیز نے کاٹ لیا تو رات بھر نہیں سویا یہاں تک کہ صبح ہو گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کس چیز نے؟" اس نے عرض کیا: بچھو نے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سنو اگر تم شام کو یہ دعا پڑھ لیتے»: أعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق« "میں اللہ کے کامل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں اس کی تمام مخلوقات کی برائی سے" تو ان شاء اللہ وہ تم کو نقصان نہ پہنچاتا"۔ (۱)

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے خولہ بنت حکیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی منزل پر اترے اور یہ کلمات کہے:

"اعوذ بکلمات اللہ التامات کلھا من شر ما خلق"

(یعنی میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے ان پورے کلمات کے ساتھ ہر اس شر سے جو پیدا فرمایا) اس کو کوئی چیز ضرر نہیں دے گی یہاں تک کہ وہ اس جگہ سے چلا جائے۔ (تفسیر درمنثور)



بَاب كَيْفَ يَدْعُوْ لِلْمَرِيْض

مریض کے لیے دعا کے طریقہ کا بیان

(۴۴۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِيَ بِمَرِيْضٍ يَدْعُوْ لَهٗ يَقُوْلُ اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی مریض (یا رسول اللہ ﷺ کسی مریض کے پاس) جاتے تو یوں دعا فرماتے، اے انسانیت کے رب! تو اس سے اس بیماری کو دور فرما دے، تو اس کو شفاء عطا فرما، تو ہی شفاء عطا فرمانے والا ہے، تیری شفاء کے علاوہ کوئی شفاء ہی نہیں ہے، ایسی شفاء عطاء فرما جس کے بعد اس کی بیماری نہ رہے۔

شرح:

ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کسی کی عیادت کے لیے تشریف لاجاتے تو اس مریض کو دائیں ہاتھ سے چھوتے پھر یہ (مذکورہ بالا دعا) پڑھتے (اور دم فرمانے تو اللہ تعالیٰ اس کو شفا دے دیتا)،

علامہ غلام رسول سعیدی دم اور تعویذ کے متعلق تحقیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

---

(۱) (تفرد بہ أبوداود، :۱۵۵۱۴، وقد أخرجہ :مسند احمد(۳/۴۴۸، ۵/۴۳۰)(صحیح)

کلمات طیبہ سے دم کرنے کے جواز کے متعلق احادیث:

الشفاء بنت عبداللہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، اس وقت نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم اس کو پھوڑے کا دم کیوں نہیں سکھاتیں جس طرح تم نے اس کو لکھنا سکھایا ہے۔ (۱)

سہیل بن حنیف سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: دم صرف بیمار شخص یا سانپ یا بچھو کے ڈسے ہوئے میں ہے۔

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ ھ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: اس قسم کی جھاڑ پھونک اور دم کرنے کی ممانعت ہے جس میں کلمات شرک ہوں یا اس میں سرکش شیاطین کا ذکر ہو یا اس میں عربی کے علاوہ کسی اور زبان کے کلمات ہوں یا ان کلمات کا کچھ پتا نہ ہو، ہوسکتا ہے کہ اس میں جادو کے کلمات ہوں یا کفریہ کلمات ہوں، لیکن جس میں قرآن مجید کے کلمات ہوں یا اس میں اللہ عزوجل کا ذکر ہو تو ان کلمات کے ساتھ دم کرنا جائز ہے اور مستحب ہے، کیونکہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے تھے۔ (۲)

اور جن صحابہ نے بکریوں کے عوض سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا، ان سے آپ نے فرمایا: تم کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ (زمانہ جاہلیت کا) دم ہے، اس کو تقسیم کرو، اور اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو اور فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں اجرت کی سب سے زیادہ مستحق اللہ کی کتاب ہے۔ (۳)

اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت حسن اور حضرت حسین پر یہ کلمات پڑھ کر دم کرتے تھے:

اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان و ھامۃ و من کل عین لامۃ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۳۷۱:)

میں ہر شیطان اور ہر زہریلے کیڑے اور ہر نظر بد کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔"

اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیمار ہوئے تو حضرت جبرئیل نے یہ پڑھ کر آپ پر دم کیا:

بسم اللہ ارقیك من کل شئی یؤذیك من شر کل نفس او عین حاسد اللہ یشفیك بسم اللہ ارقیك۔

اللہ کے نام سے آپ پر دم کرتا ہوں، اللہ آپ کو شفا دے ہر اس چیز سے جو آپ کو ایذا دے اور ہر نفس کے شر سے اور ہر حاسد

---

(۱) سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۳۸۸۷ :، سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۰۵۷ :

(۲) صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۴۳۹ :، صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۹۱۲ :

(۳) صحیح البخاری رقم الحدیث ۵۷۳[illegible] :، ۲۲۷۶، صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۲۰۱ :

نظر سے، اللہ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں۔

اور عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ہم زمانہ جاہلیت میں دم کرتے تھے، یا رسول اللہ! آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا: اپنے دم کے کلمات مجھے پڑھ کر سناؤ، اس وقت تک دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک کہ ان میں شرکیہ کلمات نہ ہوں۔

دم اور تعویذ کی ممانعت کے متعلق حضرت ابن مسعود کا ارشاد اور امام بغوی سے اس کی توجیہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دم کرنا تمائم (تعویذ لٹکانا) اور تولہ (بیوی سے خاوند کی محبت کا جادو) شرک ہیں، حضرت عبداللہ کی بیوی نے کہا آپ اس طرح کیوں کہتے ہیں، خدا کی قسم! میری آنکھ میں کچھ پڑ گیا تھا میں فلاں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی وہ میری آنکھ پر دم کرتا تھا اور جب وہ مجھ پر دم کرتا تھا تو مجھے آرام آجاتا تھا۔ حضرت عبداللہ نے کہا یہ شیطان کا عمل تھا، وہ اپنے ہاتھ سے آنکھ میں چھوتا تھا اور جب وہ یہودی دم کرتا تھا تو وہ اپنے ہاتھ کو ہٹالیتا تھا، تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم اس طرح پڑھو جس طرح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پڑھتے تھے:

اذهب الباس رب الناس اشف انت الشافی لا شفاء الا شفاءك لا يغادر سقما۔

اے لوگوں کے رب! تکلیف کو دور کردے، شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے سوا کسی کی شفا نہیں ہے جو بیماری کو باقی رہنے نہیں دیتی۔

تعویذ اور دم کی ممانعت کے متعلق ابن حکیم اور حضرت عقبہ بن عامر کا ارشاد اور امام بیہقی، امام ابن الاثیر اور دیگر علماء سلف کی توجیہ:

عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن حکیم ابومعبد الجہنی کی عیادت کرنے کے لیے گیا ان پر ورم تھا۔ ہم نے کہا آپ کوئی چیز کیوں نہیں لٹکاتے؟ (ایک روایت میں ہے آپ تعویذ کیوں نہیں لٹکاتے، مشکوۃ رقم الحدیث: ٤٥٥٦) انہوں نے کہا موت اس سے زیادہ قریب ہے، نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے کسی چیز کو لٹکایا وہ اسی کے سپرد کردیا جائے گا۔

امام ترمذی نے کہا عبداللہ بن عکیم کا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سماع ثابت نہیں اور یہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ میں تھا، اور اس باب میں حضرت عقبہ بن عامر سے بھی روایت ہے۔

امام ترمذی نے حضرت عقبہ بن عامر کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے: حضرت عقبہ بن عامر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے سنا ہے، جس شخص نے تمیمہ (تعویذ) لٹکایا، اللہ اس کے مقصد کو پورا نہ کرے اور جس شخص نے کوڑی (سیپی) کو لٹکایا اللہ اس کی حفاظت نہ کرے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ اس قسم کی احادیث کے متعلق لکھتے ہیں: اس قسم کی احادیث میں ان تمائم

(تعویذات) کو شرک فرمایا، جن تعویذات کو لٹکانے والوں کا یہ اعتقاد ہو کہ مکمل عافیت اور بیماری کا مکمل زوال ان تعویذات کی وجہ سے ہوگا جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین کا عقیدہ تھا، لیکن جس نے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے برکت حاصل کرنے کے لیے تعویذ کو لٹکایا اور اس کا اعتقاد ہو کہ مصیبت کو ٹالنے والا اور مرض کو دور کرنے والا صرف اللہ عزوجل ہے تو پھر تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

نیز امام بیہقی فرماتے ہیں حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً روایت ہے کہ دم، تولہ، اور تمائم شرک ہیں، اس سے ان کی یہ مراد ہے کہ وہ دم اور تعویذ وغیرہ شرک ہیں جو عربی زبان میں نہ ہوں اور ان کے معنی غیر معلوم ہوں۔ (۲)

علامہ مجدالدین ابوالسعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجذری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: تمائم (تعویذات) کو شرک اس لیے فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں وہ تمائم کے متعلق مکمل دوا اور شفاء کا اعتقاد رکھتے تھے، اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ تمائم اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی تقدیر کو ٹال دیتے ہیں اور وہ اللہ کے غیر سے مصائب کو دور کرنا چاہتے تھے۔ (۳)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں: تعویذ اور کوڑی لٹکانے پر آپ نے شرک کا اطلاق اس لیے فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان کے لٹکانے کا جو طریقہ معروف اور مروج تھا وہ شرک کو متضمن تھا کیونکہ ان کے متعلق ان کا اعتقاد شرک کی طرف لے جاتا تھا، میں کہتا ہوں کہ شرک سے مراد یہ اعتقاد ہے کہ یہ تعویذات قوی سبب ہیں اور ان کی اصل تاثیر ہے اور یہ توکل کے منافی ہے۔

علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

تعویذ لٹکانے کے متعلق عبداللہ بن عمرو کی روایت اور اس کے حوالہ جات:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں: علی بن حجر، اسماعیل بن عیاش، از محمد بن اسحاق از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت ہے: بے شک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند میں ڈر جائے تو وہ یہ دعا کرے: اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من غضبہ وعقابہ وشر عبادہ ومن ھمزات الشیطان وان یحضرون، تو پھر شیاطین اس کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، حضرت عبداللہ بن عمرو اپنے بالغ بچوں کو اس دعا کی تلقین کرتے تھے اور جو نابالغ بچے تھے ان کے گلے میں ایک کاغذ پر یہ دعا لکھ کر لٹکا دیتے تھے۔

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۵۲۸: سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۳۸۹۳: مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۱، طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث ۶۶۹۶: طبع دارالحدیث قاہرہ، اس کے حاشیہ میں شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث

---

(۱) سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۳۵۰، مطبوعہ ملتان

(۲) سنن صغیر ج ۲ ص ۴۲۳، مطبوعہ دارالجید بیروت، ۱۴۱۰ھ

(۳) النہایہ ج ۱ ص ۱۹۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ

کی سند صحیح ہے، المستدرک ج ۱ ص ۵۴۸، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور ذہبی نے اس پر جرح نہیں کی، بلکہ حافظ ذہبی نے خود اس حدیث سے استدلال کیا ہے الطب النبوی ص ۲۸۱، کتاب الآداب للبیہقی رقم الحدیث ۹۹۳ : ، شیخ البانی نے اس حدیث کو اپنی صحیح ترمذی میں درج کیا ہے، رقم الحدیث ۲۷۹۳ : ، مصابیح السنہ ج ۲ ص ۲۱۶، مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث : ۲۴۷۷، المصنف لابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۲۳۵۳۷ : ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، الترغیب والترہیب رقم الحدیث : ۲۳۸۴، دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۴ھ، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۴۰۶، ۴۰۰، مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ، ۱۴۰۷ھ، حافظ منذری نے حدیث کو امام نسائی کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے، عمل الیوم واللیلہ رقم الحدیث ۷۶۰ : ، مختصر سنن ابوداؤد للمنذری رقم الحدیث ۳۷۴۴ :)

حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت کے صحیح اور حسن نہ ہونے اور مدرج ہونے کے جوابات :

کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے "تعویذ گنڈا شرک ہے" کے عنوان سے ایک رسالہ لکھا ہے، اور انہوں نے گلے میں تعویذ لٹکانے کو شرک کہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کی مذکور الصدر حدیث کے اوپر انہوں نے یہ عنوان قائم کیا ہے : "تعویذ کے بیوپاریوں کا اکلوتا سہارا" پھر انہوں نے اس حدیث کو رد کرنے کے لیے پانچ علتیں ذکر کی ہیں، ہم نمبر وار ان پانچوں علتوں کا ذکر کر کے ان پر مفصل بحث کریں گے، فنقول و باللہ التوفیق کیپٹن عثمانی لکھتے ہیں : اس ایک روایت کے اندر متعدد علتیں ہیں : (۱) یہ پورے سرمایہ روایت میں اپنے طرز کی ایک منفرد روایت ہے اور صحیح ہونا تو دور رہا یہ حسن روایت بھی نہیں ہے۔ امام ترمذی جو تصحیح روایات کے بارے میں بہت فراخ دل واقع ہوئے ہیں اس روایت کو حسن بھی شمار نہیں کرتے بلکہ حسن غریب کہتے ہیں۔ (تعویذ گنڈا شرک ہے۔ ص ۵، مطبوعہ کراچی) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے اس کے باوجود کیپٹن مسعود کا یہ کہنا کہ امام ترمذی اس روایت کو حسن بھی شمار نہیں کرتے... عجیب ہے شاید انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ غریب ہونا اس حدیث کے حسن ہونے کے منافی ہے تو اس کی وجہ اصطلاح محدثین سے ناواقفیت ہے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں : اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ترمذی نے یہ تصریح کی ہے کہ حدیث حسن کی شرط یہ ہے کہ وہ متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہو، پھر وہ اپنی بعض احادیث کے متعلق یہ کیسے کہتے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند کے ذریعہ پہچانتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی نے مطلقاً حدیث حسن کے لیے یہ شرط نہیں بیان کی، بلکہ یہ حدیث حسن کی ایک خاص قسم کی شرط ہے اور یہ وہ قسم ہے جس حدیث کے متعلق وہ اپنی کتاب میں صرف حسن لکھتے ہیں اور اس کے ساتھ صحیح یا غریب کی صفت نہیں لاتے، کیونکہ وہ بعض حدیث کے متعلق صرف حسن لکھتے ہیں اور بعض کے متعلق صرف صحیح لکھتے ہیں اور بعض کے متعلق صرف غریب لکھتے ہیں، اور بعض کے متعلق حسن صحیح لکھتے ہیں اور بعض کے متعلق حسن غریب لکھتے ہیں اور بعض کے متعلق صحیح غریب لکھتے ہیں اور بعض کے متعلق حسن صحیح غریب لکھتے ہیں اور انہوں نے جو متعدد اسانید کی شرط عائد کی ہے وہ اس حدیث کے متعلق ہے جس کو وہ صرف حسن لکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب کے آخر میں خود اس کی تصریح کی ہے اور جس حدیث کے متعلق وہ حسن غریب کہتے ہیں اس میں انہوں نے جمہور کی تعریف سے عدول نہیں کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے اگرچہ ایک سند سے مروی ہے۔ نیز یہ حدیث امام ابوداؤد کے نزدیک بھی حسن ہے کیونکہ جس حدیث پر وہ کوئی حکم نہ لگائیں وہ ان کے نزدیک حسن اور عمل کی صلاحیت رکھتی ہے۔ امام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمن الشرزوری متوفی ۶۴۳ھ لکھتے ہیں : امام ابوداؤد نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے میں نے اپنی اس کتاب میں جس حدیث کو درج کیا اس حدیث میں جو شدید ضعف ہے اس کو میں نے بیان کردیا ہے اور جس حدیث کے متعلق میں نے کوئی چیز ذکر نہیں کی، وہ صالح ہے اور بعض ایسی احادیث بعض دوسری احادیث سے زیادہ صحیح ہے۔

علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ امام ابوداؤد کی اس عبارت کے متعلق لکھتے ہیں : امام ابوداؤد کی اس تحریر کی بناء پر ہم نے امام ابوداؤد کی سنن میں جس حدیث کو مطلقاً پایا اور معتمدین میں کسی ایک نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا نہ ضعیف کہا تو وہ امام ابوداؤد کے نزدیک حسن ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں : امام ابوداؤد کی ایسی حدیث استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے اور معتمدین میں سے کسی کی تصریح کے بغیر اس حدیث کو صحیح نہیں کہا جائے گا اس لیے اس حدیث کو حسن کہنے میں زیادہ احتیاط ہے اور اس سے بھی زیادہ احتیاط اس کو صالح کہنے میں ہے۔

واضح رہے کہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد اس پر کسی قسم کے ضعف کا حکم نہیں لگایا، پس مذکور الصدر تصریحات کے مطابق یہ حدیث امام ابوداؤد کے نزدیک بھی حسن ہے۔ کیپٹن مسعود نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے : "اس حدیث کا صحیح ہونا تو درکنار رہا" گزارش یہ ہے کہ اس سند کے ساتھ امام احمد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور شیخ احمد شاکر جو متاخرین میں کافی شہرت رکھتے ہیں انہوں نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے، حاکم نے بھی اس کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی مخالفت نہیں کی بلکہ خود اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور شیخ البانی جو مخالفین کے نزدیک مسلم ہے انہوں نے بھی امام ترمذی کی سند کو صحیح کہا ہے۔ ان سب کے حوالے ہم نے شروع میں ذکر کردیئے ہیں۔ کیپٹن مسعود نے اس حدیث کی دوسری علت یہ بیان کی ہے : (۲) دوسری علت اس روایت میں یہ ہے کہ : عبداللہ بن عمرو بن العاص کے متعلق یہ جملہ کہ وہ اس دعا کو نابالغ بچوں کے گلے میں لکھ کر لٹکادیا کرتے تھے۔ حدیث کے الفاظ نہیں بلکہ راوی کی طرف سے ایک "مدرج" جملہ ہے۔ (تعویذ گنڈا شرک ہے ص ۵، مطبوعہ کراچی) کیپٹن مسعود صاحب نے جو یہ دعوی کیا ہے کہ یہ جملہ حدیث کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ راوی کے الفاظ ہیں اور یہ حدیث مدرج ہے اس پر انہوں نے کوئی دلیل پیش نہی کی اور بلا دلیل حدیث کے کسی جملہ کو راوی کا کلام قرار دینا غیر مسموع اور غیر مقبول ہے۔ اگر وہ اس سلسلہ میں ناقدین اور ناقلین حدیث میں سے کسی کی شہادت پیش کرتے تو اس کی طرف التفات کیا جاتا محض ان کی ذہنی اختراع تو لائق جواب نہیں ہے۔

تعویذ کے جواز کی روایت کا ایک حدیث سے معارضہ اور اس کا جواب:

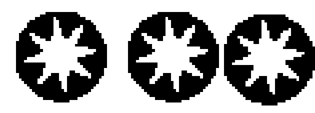
کیپٹن مسعود صاحب نے اس حدیث کی تیسری علت یہ بیان کی ہے : (۳) تیسری علت : عبداللہ بن عمرو بن العاص جن کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ وہ اپنے کمسن بچوں کے گلے میں دعا کا تعویذ لٹکاتے تھے خود نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے تعویذ

لٹکانے کی برائی میں صحیح حدیث کی روایت کرتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک صحابی کسی چیز کی برائی کی حدیث بھی روایت کرے اور دوسری طرف اس چیز میں بھی مبتلا ہو۔ روایت یوں ہے: (رواہ ابوداؤد ص ۵۴۰ و مشکوٰۃ ص ۱۳۸۹ ترجمہ: عبداللہ بن عمرو بن العاص (علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ یہ روایت عبداللہ بن عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نہیں بلکہ عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ہے اور اسی طرح ابوداؤد کے نسخوں میں ہے مشکوٰۃ میں غلطی سے عبداللہ بن عمر چھپ گیا ہے) روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر میں کہیں یہ تین باتیں کروں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اب مجھے حق و ناحق کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ وہ تین باتیں یہ ہیں: (۱) تریاق استعمال کروں (اس میں شراب اور سانپوں کا گوشت ہوتا ہے)، (۲) تعویذ لٹکاؤں (۳) شاعری کروں

اس اعتراض کے جواب میں اولاً گزارش یہ ہے کہ جس حدیث پر امام ابوداؤد سکوت فرمائیں وہ اس وقت حسن ہوتی ہے جب معتمدین میں سے کسی نے اس کو ضعیف نہ قرار دیا ہو اور اس حدیث کو حافظ منذری اور امام بخاری نے ضعیف قرار دیا اور دو معتمدین میں سے ہے، چنانچہ حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند میں عبدالرحمن بن رافع التنوخی ہے جو افریقیا کا قاضی تھا، امام بخاری نے کہا اس کی حدیث میں بعض مناکیر ہیں۔

ثانیاً اس حدیث کی شرح میں ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں تمیمہ (کوڑیاں یا تعویذ) لٹکانے کی ممانعت ہے، قرآن مجید سے تبرک حاصل کرنے یا شفا طلب کرنے کے لیے جو تعویذ لٹکائے جائیں وہ اس میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ وہ اللہ سبحانہ کا کلام ہے اور اس سے استعاذہ کرنا (پناہ طلب کرنا) اللہ سے استعاذہ کرنے کے قائم مقام ہے اور یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ وہ تعویذ مکروہ ہیں جو غیر عربی میں ہوں اور ان کا معنی معلوم نہ ہو، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ جادو ہو یا اس میں اور کوئی چیز ممنوع ہو۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں جو تمیمہ سے ممانعت کی گئی ہے اس سے مراد زمانہ جاہلیت کا تمیمہ ہے، کیونکہ تمیمہ (تعویذ کی جو قسم اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کے کلمات کے ساتھ مختص ہے وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے، بلکہ وہ تعویذ مستحب ہے اور اس میں برکت کی امید ہے اور اس کی اصل سنت سے معروف ہے۔ (۱)



بَابُ مَا يَتَعَرَّضُ بِالْبَلَاءِ مَا لَا يُطِيقُ

اپنے آپ کو اس ایسی مشقت میں مبتلاء کرنے کا بیان جس کی طاقت نہ ہو

(۴۴۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ

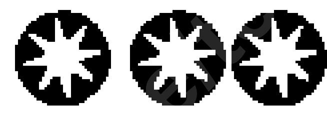
(۱) مرقات ج ۸ ص ۳۶۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

لِلْمُؤْمِنِ اَنْ یُّذِلَّ نَفْسَهٗ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَ كَیْفَ یُذِلُّ نَفْسَهٗ قَالَ یَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاۗءِ مَالَا یُطِیْقُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کے لیے جائز نہیں کہ وہ خود کو ذلیل کرے، عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! بھلا انسان اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرسکتا ہے؟ فرمایا کہ خود کو ایسی مشقت میں ڈال لینا جس کی طاقت نہ ہو۔

شرح:

یعنی کامل بندہ مؤمن کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ کمزوری کی وجہ سے اپنے نفس کو ذلیل کرے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ بندہ اپنے نفس کو کیسے ذلیل کرے گا؟ یعنی ہر کوئی تو اپنی عزت چاہتا ہے تو کون اپنی ذلت چاہے گا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ بندہ جو ایسا کام کرے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا، بلکہ اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ دین دنیا اور آخرت میں بھلائی طلب کرے جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سوالوں سے زیادہ پسندیدہ سوال جو اس سے کیا جائے عافیت کا سوال ہے۔(۱)



بَابُ مَالَمْ یُوْلَدْ لَهٗ وَلَدٌ

باب: جس کی اولاد نہ ہو

(۴۴۶) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رُزِقْتُ وَلَدًا قَطُّ وَلَا وُلِدَ لِیْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَیْنَ اَنْتَ مِنْ كَثْرَةِ الْاِسْتِغْفَارِ وَ كَثْرَةِ الصَّدَقَةِ تُرْزَقُ بِهِمَا فَكَانَ الرَّجُلُ یُكْثِرُ الصَّدَقَةَ وَیُكْثِرُ الْاِسْتِغْفَارَ قَالَ جَابِرٌ فَوُلِدَ لَهٗ تِسْعَةُ ذُكُوْرٍ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا، تو عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میری کبھی اولاد نہیں ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آپ کثرت استغفار، صدقہ کی کثرت کیوں نہیں کرتے کہ آپ کے ہاں اولاد پیدا ہو؟ پس وہ آدمی کثرت سے صدقہ وخیرات اور کثرت سے استغفار کرنے لگا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے ہاں نو(9) لڑکے پیدا ہوئے۔

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم ص، 232

شرح:

یعنی ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی بارہ گاہ میں آیا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے کبھی اولاد نصیب نہیں ہوئی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تجھے کیا ہے کہ تو کثرت استغفار اور صدقہ نہیں کرتا یعنی کونسی چیز تجھے استغفار و صدقہ کرنے سے منع کرتی ہے، حضرت جابر فرماتے ہیں جب اس نے یہ سنا تو وہ کثرت سے استغفار اور صدقہ کرنے لگ پڑا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو 9 صاحبزادے عطا فرمائے اللہ تعالیٰ کے فرمان میں اسی طرف اشارہ ہے کہ،

"فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّ یُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾ (النوح :10 تا 12)

ترجمہ: تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے تم پر شرّاٹے کا مینھ بھیجے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لئے باغ بنا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بنائے گا۔ (اس آیت میں واضح فرمایا کہ اللہ دست استغفار کرو گے تو تمہاری مدد مال اور بیٹوں سے کی جائے گی)

(۴۴۷) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اُمِّ هَانِیءٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَلِمَ اَنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ لَهٗ فَهُوَ مَغْفُوْرٌ لَّهٗ۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے (اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا اور پھر) جان لیا کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا، تو ایسا آدمی بخشا ہی جائے گا۔

(۴۴۸) اَبُوْ حَنِیْفَةَ. عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ وَمِنْهُ السَّلَامُ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی سلام ہے اور اسی سے سلامتی ملتی ہے۔

شرح:

اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ استغفار کے متعلق ارشادات فرمائے ہیں۔

(1) وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ۪ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ۪ۚ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿135﴾ اُولٰٓىٕكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ:

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے اور اپنے کئے پر جان بوجھ کر اَڑ نہ جائیں ایسوں کو بدلہ ان کے رب کی بخشش اور جنتیں ہیں جنکے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں اور کامیوں (نیک لوگوں) کا کیا اچھا نیگ (یعنی انعام) ہے۔ (پ4، آل عمران: 135، 136)

(2) وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا"

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔(پ5، النساء64 :)

(3) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ"

ترجمہ کنزالایمان: اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔(پ9، الانفال33 :)

(4) وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ.

ترجمہ: کنزالایمان: اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو تمہیں بہت اچھا برتنا (فائدہ اٹھانا) دے گا ایک ٹھہرائے وعدہ تک اور ہر فضیلت والے کو اس کا فضل پہنچائے گا۔(پ 11، ھود3 :)

(5) وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ.

ترجمہ کنزالایمان: اور اے میری قوم اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ تم پر زور کا پانی بھیجے گا اور تم میں جتنی قوت ہے اس سے اور زیادہ دے گا،(پ12، ھود52 :)

استغفار پر چند دیگر احادیث:

ایک حدیث میں فرمایا: گناہ پر قائم رہ کر استغفار کرنے والا اس کے مثل ہے جو اپنے رب (عزوجل) سے ٹھٹھا (یعنی مذاق۔) کرتا ہے۔(۱)

نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ یہ سید الاستغفار ہے، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ"

ترجمہ: اے اللہ تو میرا پروردگار ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا فرمایا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں جس قدر استطاعت رکھوں تیرے عہد اور وعدے پر ہوں، میں اپنے عمل کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، میں تیری اس نعمت پر اقرار کرتا ہوں جو تو نے مجھ پر کی ہے اور اپنے گناہ کا بھی اعتراف کرتا ہوں تو میری بخشش فرما کیونکہ تو ہی گناہ مٹاتا ہے، جس نے

اسے شام کے وقت ایمان ویقین کے ساتھ پڑھا پھر اس کا اس رات میں انتقال ہو گیا تو وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے صبح کے وقت اسے ایمان ویقین کے ساتھ پڑھا پھر اسی دن اس کا انتقال ہو گیا تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔(۱)

حضرتِ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ رب عزوجل فرماتا ہے،، اے میرے بندو! میں نے ظلم کرنے کو اپنے آپ پر حرام کر دیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر جسے میں نے ہدایت دی تو مجھ سے ہدایت چاہو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جسے میں نے کھلایا تو مجھ سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بے لباس ہو مگر جسے میں نے کپڑے پہنائے تو مجھ سے لباس طلب کرو میں تمہیں لباس عطا فرماؤں گا۔ اے میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخش دیتا ہوں تو مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہیں بخش دوں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے،، اے میرے بندو! تم سب گناہ گار ہو مگر جسے میں نے بچایا، لہٰذا مجھ سے مغفرت کا سوال کرو، میں تمہاری مغفرت فرمادوں گا اور تم میں سے جس نے یقین کرلیا کہ میں بخش دینے پر قادر ہوں پھر مجھ سے میری قدرت کے وسیلہ سے استغفار کیا تو میں اس کی مغفرت فرمادوں گا،

محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم نے فرمایا،، بیشک تانبے کی طرح دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے اور اس کی جلاء (یعنی صفائی) استغفار کرنا ہے،(۲)

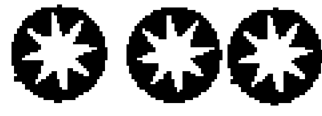
محسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،، اے ابن آدم! جب تُو مجھے پکارتا ہے اور مجھ سے امید رکھتا ہے تو میں تیرے گناہوں کی بخشش فرمادیتا ہوں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں کے برابر بھی پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے بخشش مانگے تو میں تیری خطائیں بخش دوں گا۔ اے ابن آدم! اگر تو میرے پاس گناہوں سے زمین بھر کر بھی لے آئے پھر مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں تیرے زمین بھر گناہوں کو بھی بخش دوں گا،(۳)

(۱) صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا اصبح، رقم ۶۳۲۳، ج ۴، ص ۱۸۹

(۲) مجمع الزوائد، کتاب التوبہ، باب ماجاء فی الاستغفار، رقم ۱۷۵۷۵، ج ۱۰، ص ۳۴۶

(۳) ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل التوبہ والاستغفار، رقم ۳۵۵۱، ج ۵، ص ۳۱۸

نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے فرمایا،، جسے اللہ عزوجل نے کوئی نعمت عطا فرمائی اور اس نے یقین کرلیا کہ یہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے تو اللہ عزوجل اسکے شکر ادا کرنے سے پہلے اسکے لئے شکر لکھ دیتا ہے اور بندہ جب کوئی گناہ کرے پھر اس پر نادم ہو تو اللہ عزوجل اسکے استغفار کرنے سے پہلے ہی اسکے لئے مغفرت لکھ دیتا ہے اور بندہ جب ایک یا نصف دینار سے کوئی کپڑا خریدے پھر اسے پہن کر اللہ عزوجل کا شکر ادا کرے تو اس سے پہلے کہ وہ کپڑا اس کے گھٹنے تک پہنچے اللہ عزوجل اسکی مغفرت فرمادیتا ہے۔(۱)



(۱) المستدرک، کتاب الدعاء، باب فضیلۃ التحمید والتسبیح التھلیل، رقم ۱۹۴۳، ج ۲، ص ۱۹۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ الْاَدَبِ
ادب کا بیان

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ حُقُوْقِ الْوَالِدَیْنِ
والدین کے حقوق کا بیان

(۴۴۹) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْتَ وَمَالُکَ لِاَبِیْکَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال دراصل تیرے باپ کا ہی ہے۔

شرح:

اعلیٰ حضرت اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: انت و مالک لابیک (تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا) یہ اس وقت ارشاد ہوا کہ ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! مال و عیال رکھتا ہوں اور میرے ماں باپ میرا سب مال لینا چاہتے ہیں یعنی پھر میں اور میرے بال بچے کیا کھائیں گے، فرمایا:

تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے تجھے اس سے انکار نہیں پہنچتا، رواہ ابن ماجۃ بسند صحیح عن جابر والطبرانی فی الکبیر عن سمرۃ بن جندب و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اس کو ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر اور طبرانی نے کبیر میں حضرت سمرہ بن جندب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔ (۱)

حدیث میں ہے ایک شخص حاضر خدمت ہو کر عرض رساں ہوئے:

ان ابیہ یریدان یاخذ مالہ۔ یارسول اللہ! میرے ماں باپ میرا مال لے لینا چاہتے ہیں۔

---

(۱) سنن ابن ماجہ ابواب التجارات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۷۔ المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۹۶۱ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۷/۲۳۰

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : ادعہ لی انہیں ہمارے حضور میں حاضر لاؤ۔ جب حاضر ہوئے ان سے ارشاد ہوا تمہارا بیٹا کیا کہتا ہے تم اس کا مال لینا چاہتے ہو، عرض کی حضور اس سے پوچھ دیکھیں کہ میں وہ مال لے کر کیا کرتا ہوں، یہی اس کی مہمانی اور اس کی قرابتیں ہیں، یا میرا اور میرے بال بچوں کا خرچ، اتنے میں جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس مرد پیر نے اپنے دل میں کچھ اشعار تصنیف کئے ہیں جو ابھی خود اس کے کان نے نہیں سنے یعنی ہنوز زبان تک نہ لایا، حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنے دل میں کچھ اشعار تصنیف کئے ہیں جو ابھی تمہارے کان نے بھی نہ سنے وہ سناؤ۔ ان صاحب نے عرض کی : اللہ ہمیشہ حضور کے معجزات سے ہمارے دل کی نگاہ ہمارا یقین بڑھاتا ہے،

پھر یہ اشعار عرض کرنے لگے :

غذوتك مولودا و منتك يافعا — تعل بما اجنی علیك و تنهل

اذا ليلة ضاقتك بالسقم لم ابت — لسقمك الاساهر اَتَمَلْمَلُ

تخاف الردى نفسي عليك وانها — لتعلم ان الموت حتم موكل

كانى انا المطروق دونك بالذى — طرقت به دونی فعینی تهمل

فلما بلغت السن والغاية التى — اليك مدى ما كنت فيك اومل

جعلت جزائى غلظة وفظاظة — كانك انت المنعم المتفضل

فليتك اذلم ترع حق ابوتى — فعلت كما الجار المجاور يفعل

واوليتنى حق الجوار ولم تكن — على بمالى دون مالك تبخل

میں نے تجھے غذا پہنچائی جب سے تو پیدا ہوا اور تیرا بار اٹھایا جب سے تو ننھا ہوا میری کمائی سے تو بار بار مکرر سیراب کیا جاتا، جب کوئی رات بیماری کا غم لے کر تجھ پر اترتی میں تیری ناسازی کے باعث جاگ کر لوٹ کر صبح کرتا میرا جی تیرے مرنے سے ڈرتا حالانکہ اسے خوب معلوم تھا کہ موت یقینی ہے اور سب پر مسلط کی گئی ہے میری آنکھیں یوں بہتیں کہ گویا وہ مرض جو شب کو تجھے ہوا تھا نہ مجھے، مجھے ہوا تھا نہ تجھے، میں نے تجھے یوں پالا اور جب تو پروان چڑھا اور اس حد کو پہنچا جس میں مجھے امید لگی ہوئی تھی کہ اس عمر کا ہو کر تو میرے کام آئے گا تو تو نے میرا بدلہ سختی و درشت خوئی کیا گویا تیرا ہی مجھ پر فضل و احسان ہے، اے کاش جب تو نے حق پدری کا لحاظ نہ کیا تھا تو ایسا ہی کرتا جیسا پاس کا ہمسایہ کرتا ہے ہمسایہ میں کا حق تو مجھے دیا ہوتا اور مجھ پر اس مال سے کہ اصل میں تیرا نہیں میرا ہی تھا بخل نہ کرتا۔

ان اشعار کو استماع فرما کر حضور پرنور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گریہ کیا اور بیٹے کا گریبان پکڑ کر ارشاد فرمایا :

اذھب انت و مالک لابیک۔ رواہ الطبرانی فی المعجم الصغیر والبیھقی فی دلائل النبوۃ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔ جا تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے (اس کو طبرانی نے معجم صغیر اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

حکم سعادت تو یہ ہے مگر باینہمہ قضاء باپ بیٹے کی ملک جدا ہے۔ باپ اگر محتاج ہو تو بقدر حاجت بیٹے کے فاضل مال سے بے اس کی رضا و اجازت کے لے سکتا ہے زیادہ نہیں اور یہ لینا بھی کھانے پینے، پہننے، رہنے کے لئے، اور حاجت ہو تو خادم کے واسطے بھی، بیٹے کے روپے پیسے سونے چاندی ناج کپڑے یا قابل سکونت پدر مکان سے ہو، ہاں یہ اشیاء نہ ملیں تو انہیں اغراض ضروریہ کے لئے اس کے اور اموال سے جو خلاف جنس حاجت ہوں بحکم حاکم یا حاکم نہ ہو تو علی المفتی بہ بطور خود بھی لے سکتا ہے مثلاً کھانے کی ضرورت ہے اناج یا روپیہ نہ پایا تو کپڑے برتن لے سکتا ہے یا کپڑوں کی ضرورت ہے اور دام یا کپڑے نہ ملے تو ناج وغیرہ بیچ کر بنا سکتا ہے نہ یہ کہ اس کی جائداد ہی سرے سے اپنی ٹھہرا لے۔

درمختار میں ہے: فی المجتبی للفقیر ان یسرق من ابنہ الموسر ما یکفیہ ان ابی ولا قاضی ثمۃ والا اثم۔ مجتبٰی للفقیر میں ہے کہ باپ اپنے بیٹے کے انکار پر اس کا اتنا مال چوری کر لے جتنا اس کو نفقہ کے لئے ضرورت ہے جبکہ وہاں قاضی نہ ہو ورنہ گنہگار ہوگا۔ (۱)

ردالمحتار میں ہے: سیاتی قریبا لو انفق الابوان ما عندھما للغائب من مالہ علی انفسھما وھو من جنس النفقۃ لا یضمنان لوجوب نفقۃ الابوین والزوجۃ قبل القضاء حتی لو ظفر بجنس حقہ فلہ اخذہ ولذا فرضت فی مال الغائب بخلاف بقیۃ الاقارب ونحوہ فی المنح والزیلعی وفی زکاۃ الجوھرۃ الدائن اذا ظفر بجنس حقہ لہ اخذہ بلا قضاء ولا رضاء وفی الفتح عند قولہ ویحلفھا باللہ ما اعطاھا النفقۃ وفی کل موضع جاز القضاء بالدفع کان لھا ان تأخذ بغیر قضاء من مالہ شرعا اھ فیقول المبتغی ولا قاضی ثمۃ محمول علی ما اذا کان یاخذہ من خلاف جنس النفقۃ. فلا حاجۃ فیھا الی القاضی وتمامہ فی حاشیۃ الرحمتی وقد اطال واطا۔

ترجمہ: عنقریب آئے گا کہ اگر غائب بیٹے کا مال پاس ہو تو والدین ضرورت نفقہ کے لئے اسے صرف کر لیں درانحالیکہ وہ مال جنس نفقہ ہو تو والدین ضامن نہ ہوں گے کیونکہ والدین اور بیوی کا نفقہ قضاء کے بغیر بھی واجب ہے لہذا وہ اپنے حق والی جنس پر قابو پالیں تو قبضہ کر سکتے ہیں، اسی وجہ سے غائب کے مال میں ان کا نفقہ بقدر ضرورت نافذ ہوتا ہے بخلاف باقی اقارب کے۔ اسی طرح کا بیان منح، زیلعی اور جوہرہ کے باب زکوۃ میں ہے، قرض خواہ اپنے حق والی جنس پر قابو پانے پر لے سکتا ہے خواہ رضا اور قضا نہ ہو۔ اور فتح میں اس کے قول کہ بیوی سے قاضی قسم لے گا کہ خاوند نے مجھے نفقہ نہیں دیا، کے تحت ہے جہاں قاضی کو بیوی کے لئے نفقہ نافذ کرنے کا اختیار ہے وہاں بیوی کو یہ جائز ہے کہ شرعا وہ بغیر قضاء خاوند کے مال سے حاصل کر لے اھ، تو

(۱) الدرمختار، کتاب الطلاق، باب النفقہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷۴

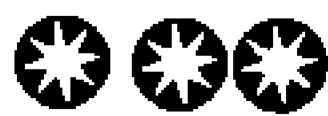
مجتبیٰ کا یہ قول کہ، وہاں قاضی نہ ہو، یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ غیر جنس نفقہ سے لے، تو جنس نفقہ کی صورت میں قاضی کی ضرورت نہیں، یہ تمام بیان رحمتی کے حاشیہ میں ہے انہوں نے اچھی طوالت سے بیان کیا ہے۔

(۳۵۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُّرِيْدُ الْجِهَادَ فَقَالَ اَحَيٌّ وَّالِدَاكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی حاضر ہوا، جو جہاد کا ارادہ لیکر آیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ عرض کی: جی ہاں، فرمایا کہ ان دونوں کی خدمت کر کہ جہاد کرو۔

شرح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی جہاد کے لیے بغیر والدین کی اجازت کے نہیں جانا چاہیے، اگر جہاد فرض ہو تو بہتر ہے کہ ان سے اجازت لے لے لیکن اگر وہ اجازت نہ دیں تو بھی چلا جاوے، اگر وہ منع کریں گے تو وہ گنہگار ہوں گے یہ حکم مؤمن والدین کے لیے ہے، کافر ماں باپ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں خواہ جہاد فرض ہو یا نفل۔ خیال رہے کہ مسلمان ماں باپ کی اجازت کے بغیر کسی نفلی عبادت کے لیے نہ جاوے جیسے نفلی حج، نفلی عمرہ، زیارت وغیرہ حتیٰ کہ اگر مسلمان ماں باپ اجازت نہ دیں نفلی روزہ بھی نہ رکھے۔ چنانچہ ابوداؤد نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے روایت کی کہ ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا بولا میں ہجرت پر بیعت کرنے آیا ہوں والدین روتے رہ گئے ہیں فرمایا واپس جاؤ جیسے انہیں رلا کر آئے ویسے ہی انہیں ہنساؤ، اسی ابوداؤد نے بروایت حضرت ابوسعید خدری روایت کی ہے کہ یمن سے ایک شخص ہجرت کرنے مدینہ منورہ حاضر ہوا اس سے حضور نے پوچھا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں عرض کیا ہاں، فرمایا تو ان سے پوچھ کر آیا ہے بولا نہیں، فرمایا واپس جاؤ، اجازت لے کر آؤ، اگر اجازت نہ دیں تو ان کی خدمت کرو۔ (مرقات)



بَابُ الْاَمْرِ بِالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

ہر مسلمان کے ساتھ بھلائی کرنے کا بیان

(۳۵۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ زِيَادٍ يَّرْفَعُهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اَمَرَ بِالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

حضرت زیاد نبی اکرم ﷺ کی طرف اس روایت کو مرفوع قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلمان کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے۔

شرح:

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِخْبَارًا عَنْ نُّوْحٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: {وَاَنْصَحُ لَكُمْ} (الأعراف 62 :)

وَعَنْ هُوْدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: {وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ} (الاعراف 68:)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ یہاں بیان کرتے ہوئے "میں تمہارا خیر خواہ ہوں" اور حضرت ہود علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے: اور میں تمہارا معتمد خیر خواہ ہوں o

عَنْ اَبِيْ رُقَيَّةَ تَمِيْمِ بْنِ اَوْسٍ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ" قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: "لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

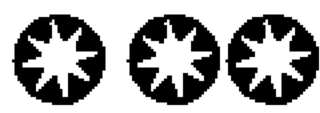
حضرت ابورقیہ تمیم بن اوس الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دین خیر خواہی کا

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی میں نے اس بات پر بیعت کی کہ نماز قائم کروں گا۔ زکوٰۃ ادا کروں گا' اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی کروں گا۔ (متفق علیہ)

عن اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (متفق علیہ)



بَابُ مَا جَآءَ فِي الْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ

بزرگی اور عظمت کا بیان

(۴۵۲) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِيْ مُسْلِمٍ الْاَغَرِّ صَاحِبِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللهُ تَعَالٰى اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا اَلْقَيْتُهٗ فِيْ جَهَنَّمَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کبریائی میری چادر اور عظمت میرا ازار ہے، جو کوئی بھی مجھ سے ان دونوں میں سے کسی ایک کو چھیننے کا کوشش کرے گا، میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔

شرح:

کبر سے مراد ذاتی بڑائی ہے اور عظمت سے مراد صفاتی بڑائی۔ چادر اور تہبند فرمانا ہم کو سمجھانے کے لیے ہے کہ جیسے ایک چادر ایک تہبند دو آدمی نہیں پہن سکتے یوں ہی عظمت و کبریائی سوائے میرے دوسرے کے لیے نہیں ہو سکتی۔

جو مجھ سے اس بارے میں جھگڑا کرے گا، اس طرح کہ اپنی ذات یا اپنی صفات کو بڑا سمجھے گا میرا مقابلہ کرے گا گویا میرا شریک بننا چاہے گا۔ خدا کی پناہ! (مراۃ المناجیح، ج6، ص931)

(۴۵۳) حَمَّادٌ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ الْمُتَكَبِّرَ رَاْسُهٗ بَیْنَ رِجْلَیْهِ حَیْثُ كَانَ یَرْتَفِعُ بِرَاْسِهٖ فِیْ تَابُوْتٍ مِّنْ نَّارٍ مُقَفَّلٍ عَلَیْهِ وَلَا یَخْرُجُ اَبَدًا مِّنَ النَّارِ۔

حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ متکبر شخص کو اس صورت میں پیش کیا جائے گا کہ اس کا سر اس کی ٹانگوں کے درمیان ہوگا، کیوں کہ وہ تکبر کی حالت میں اپنے سر کو بلند کرتا تھا، اور اس کو ایک تالا لگائے ہوئے تابوت میں رکھ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

شرح:

اللہ عزوجل کا تکبر کے بارے میں فرمانِ عالیشان ہے:

(1) سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ:

ترجمۂ کنز الایمان: اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔ (پ9، الاعراف: 146)

(2) وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿15﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اور انہوں نے فیصلہ مانگا اور ہر سرکش ہٹ دھرم نامراد ہوا۔ (پ13، ابراھیم: 15)

(3) كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿35﴾

ترجمہ کنز الایمان: اللہ یوں ہی مہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔ (پ24، المؤمن: 35)

(4) اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ ﴿23﴾

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔ (پ14، النحل: 23)

(5) اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ﴿60﴾

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے (تکبر کرتے) ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔ (پ24، المؤمن: 60)

تکبر کی مذمت کے بارے میں اور بھی کئی آیات ہیں بہر حال ان پر اکتفاء کرتے ہوئے اب احادیثِ مبارکہ سے اس کی مذمت بیان کی جائے گی۔

(1) ۔۔۔۔۔اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

،ایک شخص اپنا پسندیدہ حلہ یعنی لباس پہنے، کنگھا کر کے اِتراتا ہوا چل رہا تھا کہ اللہ عزوجل نے اسے زمین میں دھنسا دیا، اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا،

(2) ------خاتمُ الْمُرسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم سے پچھلی اُمتوں میں سے ایک شخص تکبر سے اپنا تہبند گھسیٹتا ہوا چل رہا تھا کہ اسے زمین میں دھنسا دیا گیا اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی رہے گا،

(3) ------تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم سے پہلے کا ایک شخص دو سبز چادریں اوڑھے اِتراتا ہوا نکلا، تو اللہ عزوجل نے زمین کو حکم دیا تو زمین نے اسے پکڑ لیا، اب وہ قیامت تک اسی طرح زمین میں دھنستا رہے گا، (۱)

(4) ------سیِّدُ الْمبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ،ایک شخص سرخ جوڑا پہنے اس پر اِترا رہا تھا کہ اللہ عزوجل نے اسے زمین میں دھنسا دیا، اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی رہے گا،

(5) ------شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ،اللہ عزوجل تکبر سے اپنا تہبند لٹکانے والے پر نظرِ رحمت نہیں فرماتا، (۲)

(6) ------محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس کے دل میں رائی کے دانے جتنا بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا، عرض کی گئی: ،آدمی تو یہ بات پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں، تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ،بے شک اللہ عزوجل جمیل ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے، جبکہ تکبر تو حق کی مخالفت اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے، (۳)

(7) ------مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ،مگر تکبر حق کی مخالفت اور لوگوں کی تحقیر کا نام ہے۔ (۴)

(8) ------مَحبوبِ رَبُّ العزت مُحسنِ انسانیت عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ،جو شخص تکبر سے اپنے کپڑے گھسیٹے گا اللہ عزوجل قیامت کے دن اس پر نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔ (۵)

صاحبِ جُود ونوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ،کوئی غیرت اللہ عزوجل کو پسند ہوتی ہے اور کوئی ناپسند، بعض تکبر کرنے والوں کو اللہ عزوجل پسند فرماتا ہے اور بعض کو ناپسند۔ وہ غیرت جو اللہ عزوجل کو پسند ہے وہ شک کے معاملہ میں

---

(۱) المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید خدری، الحدیث: ۱۱۳۵۶، ج۴، ص۸۰

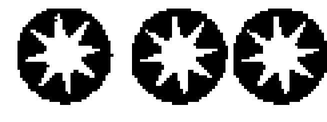
(۲) صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب خیلاء، الحدیث: ۵۴۶۳، ص۱۰۵۱

(۳) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ، الحدیث: ۲۶۵، ص۶۹۴

(۴) المستدرک، کتاب الایمان، باب اللہ جمیل ویحب الجمال، الحدیث: ۷۷، ج۱، ص۱۸۱

(۵) صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب خیلاء، الحدیث: ۵۴۵۵، ص۱۰۵۱

غیرت کرنا ہے اور جو غیرت اللہ عزوجل کو ناپسند ہے وہ غیر شک میں غیرت کھانا ہے اور جن تکبر کرنے والوں کو اللہ عزوجل پسند فرماتا ہے وہ جہاد کے دوران اکڑ کر چلنا یا صدقہ دیتے وقت چلنا ہے، اور جن کو اللہ عزوجل ناپسند فرماتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی ظلم اور فخر کی حالت میں اترا کر چلے۔ (۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِي الرِّفْقِ

نرمی کا بیان

(۴۵۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ زِيَادٍ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ قَالَ شَهِدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَعْرَابُ يَسْاَلُوْنَهُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَيْرُ مَا اُعْطِيَ الْعَبْدُ قَالَ خُلُقٌ حَسَنٌ۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا جب دیہاتی لوگ آپ سے پوچھ رہے تھے کہ یا رسول اللہ ﷺ! آدمی کو بہترین چیز کیا دی گئی ہے، تو فرمایا: اچھا اخلاق۔

شرح:

یعنی ان کا سوال یہ تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ سب سے بہتر چیز جو بندے کو علوم، اعمال، احوال اور معارف سے دی گئی ہے وہ کیا ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا حسن خلق، یعنی وہ خلق جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کی رعایت کی جائے، نبی اکرم ﷺ حسن خلق سے وافر حصہ عطا کیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

" وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ " (القلم :4)

ترجمہ: اور بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

اس حدیث کو امام احمد، ابن ماجہ، حاکم، نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ (۲)

(۴۵۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ الرِّفْقَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ يُرٰى لَمَا رُئِيَ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى خَلْقٌ اَحْسَنَ مِنْهُ وَلَوْ اَنَّ الْخُرْقَ خَلْقٌ يُرٰى لَمَا رُئِيَ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَقْبَحُ مِنْهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر نرمی اور اچھا اخلاق بظاہر (ایک جسم کی شکل و

---

(۱) سنن ابی داود، کتاب الجهاد، باب فی الخیلاء فی الحرب، الحدیث ۲۶۵۹: ص ۱۴۱۹

(۲) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص 279

صورت میں) دکھائی دیا جاتا تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اس سے بہتر وخوبصورت کوئی نہ ہوتا، اور اگر بد اخلاقی دکھائی دی جاتی تو مخلوق میں سے اس سے بدصورت اور بری شے اور کوئی نہ ہوتی۔

شرح:

جب حضرت سیدنا ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا یا رسول اللہ! حسن خلق کیا ہے؟

تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ وَتَعْفُوْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ وَتُعْطِيْ مَنْ حَرَمَكَ۔

جو تم سے قطع رحمی کرے تم اس سے صلہ رحمی کرو، جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کردو اور جو تمہیں نہ دے تم اسے دو،

(شعب الایمان جلد ۶ ص ۲۶۱ حدیث ۸۰۸۱)

اور روایت میں یوں فرمایا۔

رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں کہ "اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ" یعنی نیکی، حُسنِ اَخلاق کا نام ہے۔

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،، کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں خبر نہ دوں جس پر اللہ عزوجل نے دوزخ کی آگ کو حرام فرما دیا؟ (وہ شخص جو) نرم مزاج، نرم خُو، آسانی پیدا کرنے والا، لوگوں میں گھل مل جانے والا (ہو)۔ (۱)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ کونین صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا،، تم لوگوں کو اپنے اموال سے خوش نہیں کر سکتے لیکن تمہاری خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی انہیں خوش کر سکتی ہیں۔

حضرت سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا،، تمہارا اپنے ڈول (برتن) سے دوسرے بھائی کا ڈول (برتن) بھرنا صدقہ ہے تمہارا نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا صدقہ ہے، تمہارا اپنے مسلمان بھائی کے لیے مسکرانا صدقہ ہے اور تمہارا کسی بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھانا بھی صدقہ ہے۔

حضرت سیدتنا ام درداء رضی اللہ عنہا، حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتی ہیں کہ وہ ہر بات مسکرا کر کیا کرتے، جب میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا،، میں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا کہ آپ دورانِ گفتگو مسکراتے رہتے تھے۔

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر وحی نازل ہوتی تو میں (دل میں) کہتا کہ حضور سرورِ کونین صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قوم کو ڈر سنانے والے ہیں اور جب وحی کا اثر ختم ہوتا تو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں میں سب سے زیادہ مسکرانے والے اور اچھے اخلاق والے ہوتے تھے۔

---

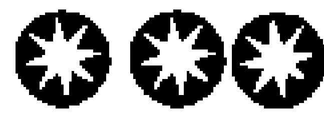
(۱) (شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، رقم ۸۱۲۶، ج ۶، ص ۲۷۲)

شانِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزَّ وجلَّ کے تین سو اخلاق ہیں، جو شخص توحید پر ہوتے ہوئے، ان میں سے ایک خلق کے ساتھ اللہ عزَّ وجلَّ سے ملاقات کریگا وہ داخلِ جنت ہوگا، امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: کیا اُن میں سے کوئی خلق مجھ میں بھی ہے؟ تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

كُلُّهَا فِيكَ يَا أَبَابَكْرٍ وَأَحَبُّهَا إِلَى اللهِ تَعَالَى السَّخَاءُ۔

ترجمہ: اے ابوبکر! وہ تمام اخلاق تم میں پائے جاتے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ خلق سخاوت ہے۔ (۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِيْ شَمَائِلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل شریفہ کا بیان

(۴۵۶) **اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا اَخْرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُكْبَتَيْهِ بَيْنَ يَدَيْ جَلِيْسٍ لَّهٗ قَطُّ بَلْ يَقْعُدُ مُسَاوِيًا لَّهُمْ وَلَا تَنَاوَلَ اَحَدٌ يَّدَهٗ فَيَتْرُكُهَا قَطُّ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ يَدَعُهَا وَمَا جَلَسَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ قَطُّ فَقَامَ حَتّٰى يَقُوْمَ قَبْلَهٗ وَمَا وَجَدْتُّ شَيْئًا قَطُّ اَطْيَبَ مِنْ رِّيْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔**

وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ مَا قَامَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فِيْ حَاجَةٍ فَانْصَرَفَ عَنْهُ قَبْلَهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الْمُنْصَرِفُ وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَافَحَ اَحَدًا لَا يَتْرُكُ يَدَهٗ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ هُوَ الَّذِيْ يَتْرُكُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنے ہم نشینوں میں اپنے گھٹنے ظاہر نہیں فرمائے، بلکہ آپ ہمیشہ برابر سیدھا بیٹھتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس نے بھی مصافحہ کیا تو اس نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ چھوڑا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنا ہاتھ (جلدی جلدی) واپس نہ کھینچا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو شخص بھی بیٹھا تو وہ خود (جانے کے لیے پہلے) کھڑا ہوا، اور میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو مبارک سے زیادہ پاکیزہ وعمدہ خوشبو کبھی نہیں پائی۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی آدمی کی حاجت میں جب بیٹھتے تو، پہلے خود نہ وہاں سے جاتے بلکہ وہ آدمی ہی پہلے جاتا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کوئی آدمی مصافحہ کرتا تو وہ پہلے خود اپنے ہاتھ واپس کھینچتا، نہ کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

شرح:

ان احادیث میں نبی اکرم ﷺ کے مختلف اخلاق کا ذکر ہوا کہ آپ کسی کا دل نہیں دکھاتے تھے، جب کسی سے مصافحہ فرماتے تو اس سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے بلکہ وہ خود آپ کا ہاتھ چھوڑتا، آپ ﷺ کے جسم اقدس سے انتہائی عمدہ خوشبو آتی تھی وغیرہ وغیرہ۔

مصافحہ کرنا:

نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ، جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہیں پھر ان میں سے ایک اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑتا ہے (یعنی مصافحہ کرتا ہے) تو اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے کہ انکی دعا قبول فرمائے اور انکے ہاتھوں کے جدا ہونے سے پہلے ہی ان کی مغفرت فرمادے۔ (۱)

نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ، جب دو مسلمان مرد ملاقات کرتے ہیں اور ان میں سے ایک اپنے رفیق کو سلام کرتا ہے تو ان میں سے اللہ عزوجل کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہوتا ہے جو اپنے رفیق سے زیادہ گرم جوشی سے ملاقات کرتا ہے۔ پھر جب وہ مصافحہ کرتے ہیں تو ان پر سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں ان میں سے نوے رحمتیں سلام میں پہل کرنے والے کے لئے اور دس مصافحہ میں پہل کرنے والے کے لئے ہیں۔ (۲)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ، جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہوئے مصافحہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے خیریت دریافت کرتے ہیں تو اللہ عزوجل ان کے درمیان سو رحمتیں نازل فرماتا ہے جن میں سے ننانوے رحمتیں زیادہ پرتپاک طریقے سے ملنے والے اور اچھے طریقے سے اپنے بھائی سے خیریت دریافت کرنے والے کے لئے ہوتی ہیں۔ (۳)

حضرتِ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، محبوبِ ربِّ اکبر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ، ہاتھ پکڑنا (یعنی مصافحہ کرنا) سلام کی تکمیل ہے۔ (۴)

حضرتِ سیدنا عطاء خراسانی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرّم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ، مصافحہ کیا کرو کینہ دور ہوگا اور تحفہ دیا کرو محبت بڑھے گی اور بغض دور ہوگا۔ (۵)

(۴۵۷) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا نَادٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ

---

(۱) مسند احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، رقم ۱۲۴۵۴، ج ۴، ص ۲۸۶

(۲) مسند البزاز، رقم ۳۰۸، ج ۱، ص ۴۲۷

(۳) المعجم الاوسط، باب الف، رقم ۷۶۷۲، ج ۵، ص ۳۸۰

(۴) ترمذی، کتاب الاستئذان والادب، باب ماجاء فی المصافحۃ، رقم ۲۷۳۹، ج ۴، ص ۳۳۴

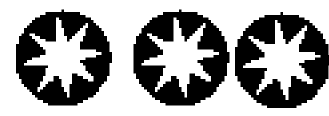
(۵) موطا امام مالک، کتاب حسن الخلق، باب ماجاء فی المھاجرۃ، رقم ۱۷۳۱، ج ۲، ص ۴۰۷

مَنْزِلِهٖ فَقَالَ لَبَّيْكَ قَدْ اَجَبْتُكَ فَخَرَجَ اِلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کو بلند آواز سے پکارا، جبکہ آپ ﷺ گھر میں تشریف فرما تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں حاضر ہوں، آنے لگا ہوں، پس آپ ﷺ اس کی طرف باہر نکلے۔

شرح:

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنے گھر میں تھے ایک آدمی نے آپ ﷺ کو آواز دی گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی رعایت کرتے ہوئے انتہائی ادب کے ساتھ آواز دی ہوگی، تو آپ نے کہا لبیک میں آیا، یہ نبی اکرم ﷺ کی انتہائی عاجزی تھی اور لوگوں کو تعلیم تھی کہ کلام کیسے کیا جاتا ہے، پھر نبی اکرم ﷺ جلدی سے باہر آئے۔ اور اپنے کہے ہوئے کو پورا کیا (یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں آیا اس میں جلدی کا معنی پایا جاتا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو انتظار نہیں کروایا بلکہ جلدی باہر تشریف لے آئے) (۱)



بَابُ مَنْ لَّمْ يُصَافِحِ النِّسَاءَ

عورتوں سے مصافحہ نہ کرنے کا بیان

(۴۵۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ اُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ قَالَتْ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَايِعَهٗ فَقَالَ اِنِّيْ لَسْتُ اُصَافِحُ النِّسَاءَ۔

حضرت امیمہ بنت رقیقہ فرماتی ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بیعت کی غرض سے حاضر ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔

شرح:

حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ، نبی اکرم ﷺ کے پاس جب عورتوں بیعت کے لیے آتیں تو ان سے مصافحہ نہیں فرماتے تھے اور وہ بیعت کیا ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،۔

"يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا

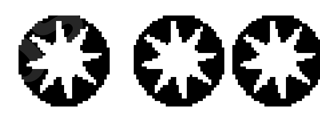
(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 230

يَعۡصِيۡنَكَ فِيۡ مَعۡرُوۡفٍ فَبَايِعۡهُنَّ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ " (الممتحنۃ: 12)

اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضعِ ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور صحیح بخاری میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ عورتوں سے اس کلام: لَّا یُشۡرِكۡنَ بِاللّٰهِ شَيۡـًٔا: کے ساتھ بیعت لیتے تھے اور نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا مگر ان عورتوں کے ہاتھ کو جو آپ کی ملک میں تھیں (یعنی آپ کی ازواج اور باندیاں)(۱)

نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر کون ہے جو اپنی نفس کو قابو میں رکھ سکے؟، یا آپ سے بڑا اللہ کا ولی کون ہے؟، یا آپ سے بڑھ کر صاحب طریقت کون ہے؟ جب آپ عورتوں سے مصافحہ نہیں فرماتے تھے تو آج کل کے پیر کس نبی کی سنت پر عمل پیرا ہیں؟، کس طریقت وشریعت کے احکام پر قائم ہیں؟، کس ولایت کے حامل ہیں؟ اللہ ان کو تباہ و برباد کرے جو لوگ اپنے آپ کو پیر ومرشد کہلوا کر بھی عورتوں سے مصافحے، کرتے ہیں اور ان کے ساتھ خلوت نشینی کرتے ہیں، قارئین سے اپیل ہے کہ ایسے لوگوں کو بے نقاب کریں اور اپنی اپنے گھر والوں کی اور بالخصوص اہل سنت کی عزت کو بچائیں۔



بَابُ مَنۡ لَّمۡ يَقۡبَلِ الۡعُذۡرَ

عذر کو قبول نہ کرنے والے کا بیان

(۴۵۹) اَبُوۡ حَنِيۡفَةَ عَنۡ عَلۡقَمَةَ عَنِ ابۡنِ بُرَيۡدَةَ عَنۡ اَبِيۡهِ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مَنۡ لَّمۡ يَقۡبَلۡ عُذۡرَ مُسۡلِمٍ يَّعۡتَذِرُ اِلَيۡهِ فَوِزۡرُهٗ كَوِزۡرِ صَاحِبِ مُكۡسٍ فَقِيۡلَ يَارَسُوۡلَ اللّٰهِ وَمَا صَاحِبُ مُكۡسٍ قَالَ عَشَّارٌ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کے عذر کو قبول نہیں کرتا تو اس کا گناہ صاحب مکس کے گناہ کی مثل ہے، عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! صاحب مکس کون ہے؟ فرمایا: جو عشر کی وصولی میں سختی سے کام لیتا ہے۔

(۴۶۰) اَبُوۡ حَنِيۡفَةَ عَنۡ نَّافِعٍ عَنِ ابۡنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مَنِ اعۡتَذَرَ

---

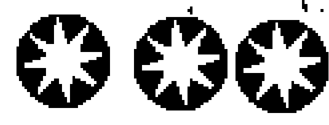
(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 216

اِلَيْهِ اَخُوْهُ الْمُسْلِمُ فَلَمْ يَقْبَلْ عُذْرَهٗ فَوِزْرُهٗ كَوِزْرِ صَاحِبِ مُكْسٍ يَعْنِيْ عَشَّارًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان بھائی سے اپنا عذر پیش کرتا ہے اور وہ اسے قبول نہیں کرتا تو اس کا گناہ صاحب مکس کے گناہ کی مثل ہے، عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! صاحب مکس کون ہے؟ فرمایا: جو عشر کی وصولی میں سختی سے کام لیتا ہے۔

شرح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کسی معاملہ میں کوئی عذر پیش کرے تو اس کا عذر مان لینا چاہیے، اس کو رد کرنا اور عذر خواہ کو جھٹلانا اللہ کے نزدیک سخت گناہ ہے، یہاں تک کہ اس کو گناہ میں ظالم سخت گیر عشر وصول کرنے والے کے برابر ٹھہرایا گیا ہے جو اپنی جگہ بہت بڑا قصوروار اور مجرم ہے کہ حکومت کی آڑ میں غریب رعایا پر ظلم کرتا ہے ان سے رشوتیں لیتا ہے اور طرح طرح سے ان کو تنگ کرتا ہے یہ بہت بڑا ظالم ہے اور ایسے ہی ظالم کے بارے میں یہ وعید ہے۔



بَابُ مَنْ لَّمْ يَرُدَّ الطِّيْبَ

خوشبو مسترد نہ کرنے کا بیان

(۴۶۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اُتِيَ اَحَدُكُمْ بِطِيْبٍ فَلْيُصِبْ مِنْهُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو خوشبو پیش کی جائے تو اس کو لگالو۔

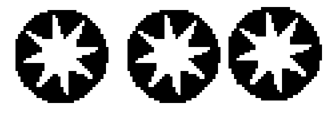
شرح:

ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس کو خوشبو کا تحفہ دیا جائے تو اس کو مت لوٹائے کہ خوشبو جنت کا ایک تحفہ ہے۔

مسئلہ: عورت اپنے گھر کی چار دیواری میں جہاں فقط شوہر یا محارم ہوں وہاں ہر طرح کی خوشبو استعمال کرسکتی ہے ہاں یہ احتیاط لازمی ہے کہ دیور وجیٹھ اور دیگر غیر محارم تک خوشبو نہ پہنچے۔ باہر نکلنے پر جو عورت ایسی خوشبو لگاتی ہے کہ غیر مردوں کی توجہ کا باعث بنے اس کو تو ڈر جانا چاہئے کہ حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: جب کوئی عورت خوشبو لگا کر لوگوں میں نکلتی ہے تا کہ اس کی خوشبو پائی جائے تو یہ عورت زانیہ ہے۔ (سُنَنُ النَّسائی ج ۸ ص ۱۵۳)

حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے مسلمانوں کے لیے مشک کا وزن کیا جارہا تھا، تو انہوں نے فوراً اپنی ناک بند کرلی تا کہ انہیں خوشبو نہ پہنچے جب لوگوں نے یہ بات محسوس کی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خوشبو

سونگھنا ہی تو اس کا نفع ہے۔ (چونکہ میرے سامنے اس وقت وافر مقدار میں مشک موجود ہے لہٰذا اس کی خوشبو بھی زیادہ آرہی ہے اور میں اتنی زیادہ خوشبو سونگھ کر دیگر مسلمانوں کے مقابلے میں زائد نفع حاصل کرنا نہیں چاہتا) (۱)



بَابُ النَّظَرِ فِي النُّجُومِ

ستاروں میں غور وفکر کرنے کا بیان

(۴۶۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّظَرِ فِي النُّجُوْمِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ستاروں میں غور وفکر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

شرح:

ایک میں روایت حضرت ابن عباس فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے علم نجوم کا حصہ حاصل کیا اس نے جادو کا حصہ حاصل کیا جس نے اسے بڑھایا اتنا ہی اسے بڑھایا۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

اس کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں۔

علم نجوم سے مراد کہانت کا علم ہے کہ ستاروں سے علم غیب حاصل کیا جائے۔ اسی علم کو جادو سے تشبیہ دینا اس کی انتہائی ذلت کے اظہار کے لیے ہے یعنی علم نجوم جادو کی طرح برا ہے جادو کفر ہے یا قریب کفر۔

(جس نے اسے بڑھایا اتنا ہی اسے بڑھایا) یعنی جس قدر علوم نجوم میں زیادتی کرے گا۔ اس قدر گویا جادو میں زیادتی کرے گا اپنے گناہ بڑھائے گا۔ لہٰذا دونوں جگہ زاد بمعنی ماضی ہے اور ما زاد میں ما بمعنی مادام ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ زاد ما زاد حضرت عبد اللہ ابن عباس کا قول ہے اور زاد کا فاعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضور نے علم نجوم کی برائی میں بہت زیادتی فرمائی لہٰذا ما زاد مفعول ہے زاد کا۔ (اشعۃ اللمعات) پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ خیال رہے کہ تاروں سے بارش کا وقت، آندھیاں چلنا سردی گرمی، ارزانی گرانی آیندہ کے حالات معلوم کرنا حرام ہے کہ یہ علوم غیبیہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر ان سے اوقات اور راستے، سمت قبلہ معلوم کرنا بالکل حق ہے۔ چاند کے طلوع کی خبر جو بذریعہ تاروں کے دی جائے شرعاً معتبر نہیں حضرت فرماتے ہیں کہ علم نجوم اس قدر حاصل کرو جس سے تم سمت قبلہ اور راستے معلوم کرلو پھر باز رہو (مرقات) لہٰذا علم توقیت برحق ہے۔ یوں ہی علم ریاضی، علم ہیئت وغیرہ درست ہے اپنی حد میں رہ کر۔ (۲)

(۱) اِحیاءُ العلوم ج ۲ ص ۱۲۱، قُوتُ القلوب ج ۲ ص ۵۴۳

(۲) مراۃ المناجیح، ج 6، ص 434

بَابُ مَنْ لَّمْ يَدْخُلِ الْحَمَّامَ اِلاَّ بِمِئْزَرٍ

تہبند کے ساتھ حمام میں داخل ہونے کا بیان

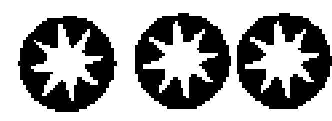
(۴۶۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ يُّؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَّدْخُلَ الْحَمَّامَ اِلاَّ بِمِيْزَرٍ وَلَمْ يَسْتُرْ عَوْرَتَهٗ مِنَ النَّاسِ كَانَ فِيْ لَعْنَةِ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْخَلْقِ اَجْمَعِيْنَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی ایسے شخص کے لیے حلال نہیں جو اللہ تعالیٰ اور دن آخرت پر ایمان رکھتا ہو، کہ وہ حمام میں بغیر تہبند کے داخل ہو، اور اس نے اپنی شرمگاہ کو لوگوں سے نہ چھپایا ہو، اگر ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ، اسکے فرشتے، اور تمام مخلوق کی لعنت میں رہے گا۔

شرح:

کیونکہ حمام میں بہت بے پردگی ہوتی ہے وہاں کے کام کاج والے لوگ بے پردہ نہانے والوں کے سامنے آتے انہیں مالش کرتے ننگے نہلاتے ہیں جیسا کہ دیکھا گیا ہے۔

عورتوں کو تہبند کے ساتھ بھی حمام میں جانے کی اجازت نہیں کیونکہ ان کا تمام جسم عورت ہے از سر تا قدم، ان میں سے کسی عضو کا غیروں کے سامنے کھولنا جائز نہیں الا عند الضرورۃ لہٰذا اگر یہ حمام میں تہبند باندھ کر بھی غسل کریں تب بھی باقی جسم کھلا رہے گا اور وہاں کے نوکر چاکران کو بے پردہ دیکھیں گے، مرد تہبند باندھ کر نہائیں تو کوئی مضائقہ نہیں کہ ان کا سارا جسم ستر نہیں۔ خیال رہے کہ عورتوں کی عورت غلیظ یعنی ناف سے گھٹنے تک غیر محرم عورتوں کو بھی دیکھنا حرام ہے الا بالضرورۃ۔ حمام میں عورتوں کو اگرچہ عورتیں غسل کرائیں مگر یہ بے پردگی ان سے بھی حرام ہے اور عورتیں اس کی احتیاط ہرگز نہیں کرتیں جیسا کہ عموماً دیکھا جاتا ہے۔ (۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَحَبِّ الْاَسْمَآءِ

پسندیدہ نام کا بیان

(۴۶۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ اَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللهِ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ۔

(۱) مراۃ المناجیح، ج6، ص315

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو عبداللہ اور عبدالرحمن نام زیادہ پسند تھے۔

شرح:

یہ دونوں نام اللہ تعالی کے پسندیدہ نام ہیں ان کے علاوہ احایث میں "محمد" نام کے بڑے فضائل آئے ہیں، چند درج ذیل ہیں۔

اسم محمد کے فضائل:

مولانا محمد نقی علی خاں بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

،، یہ وہ نام ہے جسے خالق ارض وسماء جل جلالہ نے زمین وآسمان مہر ماہ کی پیدائش سے بیس لاکھ برس پہلے اپنے نام کے ساتھ عرش بریں پر لکھا حق عز مجدہ کو یہی نام ایسا بھایا جس تمام عالم بالا آباد فرمایا سدرہ المنتہی کے پتے اور جنت کے قصر وغرفے اور ہفت آسمان کے تمام مواضع واماکن کو اس سے زینت دی اور حور عین کے سینوں اور ملائکہ مکرمین کی آنکھوں پہ اسے تحریر فرما کر صفاء روشنی بخشی۔

اسی طرح امام احمد بن محمد ابی بکر قسطلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَتَبَ اسْمَهُ الشَّرِيْفَ عَلَى الْعَرْشِ وَعَلٰى كُلِّ سَمَاءٍ وَعَلَى الْجِنَانِ وَمَا فِيْهَا

اللہ تعالی نے آپ ﷺ کا نام عرش ہر آسمان اور جنت اور جو کچھ اس میں ہے پر لکھا.

اسی طرح اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کے کندھوں کے درمیان اس نام پاک کو لکھا۔

بَيْنَ كَتِفَيْ آدَمَ مَكْتُوْبٌ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ

حضرت آدم علیہ السلام کے کندھوں کے درمیان محمد رسول اللہ خاتم النبیین لکھا ہوا تھا۔

بچے کا نام محمد رکھنے کی برکات:

1: حدیث شریف میں ہے۔

من ولد له مولود فسما محمدا حبا لی و تبر کا باسمی هو و مولوده فی الجنة،

جس کا لڑکا پیدا ہوا تو اس نے میری محبت اور میرے نام سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کا نام محمد رکھا تو وہ (والد) اور اسکا لڑکا دونوں جنتی ہیں۔

2: عن ابی رافع عن ابیه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول اذا سميتموه محمدا فلا تضربوه و لا تحرموه

حضرت ابو رافع (رضی اللہ تعالی عنہ) اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسوال اللہ ﷺ فرماتے سنا کہ جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو نہ اس کو مارو اور نہ ہی محروم رکھو۔ (یعنی اس کو کسی چیز سے جو تم اپنے دوسرے بچوں کو دیتے ہوں محروم نہ کرو چاہے وہ کوئی دنیاوی چیز ہو یا تعلیم وتربیت اور ویسے بھی جس کا نام محمد ہو اس کی اچھی تربیت ہونی چاہیے تا کہ لوگ اس کو برا نہ

کہیں، ابوالاحمد غفرلہ)

3: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔

یوقف عبدان ای اسم احدھما احمد و الاخر محمد بین یدی اللہ تعالیٰ فیومر بھما الی الجنۃ فیقولان ربنا بما استھلنا الجنۃ ولم نعمل عملا تجازینا بہ الجنۃ فیقول اللہ تعالیٰ ادخلا الجنۃ فانی آلیت علی نفسی ان لا یدخل النار من اسمہ احمد او محمد

قیامت کے دن دو شخص رب کے حضور کھڑے کیے جائیں گئے ایک کا نام احمد اور دوسرے کا نام احمد ہوگا حکم ہوگا انہیں جنت میں لے جاؤ وہ دونوں عرض کریں گئے یا اللہ ہم کس عمل کی وجہ سے جنت کے قابل ہوئے ؟ ہم نے جنتیوں والا کوئی کام نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جنت میں چلے جاؤ میں نے خلف فرمایا ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ہوگا اس کو دوزخ میں نہ ڈالوں گا۔ (معلوم ہوا کہ جو برکات اسم محمد کی ہیں وہی برکات اسم احمد کی بھی ہیں۔ ابوالاحمد غفرلہ)

4: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ما ضر احدکم لو کان فی بیتہ محمد او محمدان او ثلثۃ

تم میں سے کسی کا کیا نقصان ہے اگر اس کے گھر میں ایک محمد ہو یا دو محمد ہوں یا تین محمد ہوں (یعنی اگر تم اپنے ایک لڑکا کا نام محمد رکھو یا دو کا یا تین لڑکوں کا نام محمد رکھو تو تمہارا کیا جاتا)

5: شکت الیہ ﷺ امرأۃ بانھا لا یعیش لھا ولد فقال لھا اجعلی اللہ علیك ان تسمیہ محمدا ففعلت فعاش ولدھا

حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک عورت آئی اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اس کی اولاد زندہ نہیں رہتی حضور ﷺ سے فرمایا کہ تو اپنے بیٹے پر لازم کر لے کہ جو بیٹا اللّٰی تعالیٰ نے تجھے عطاء کیا اس کا نام محمد رکھے گئی اس نے ایسا ہی کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو لڑکا عطا کیا جو زندہ رہا۔ (حضور ﷺ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس عورت کو اولاد ملے گئی اور یہ بھی کہ لڑکا ہی ملے گا، نیز معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کسی کو زندگی عطا کر سکتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشکل میں حضور ﷺ کو پکارنا سنتِ صحابہ ہے۔ ابوالاحمد غفرلہ)

6: وفی حدیث معضل اذا کان یوم القیامۃ نادیٰ منادیا محمد قم فادخل الجنۃ بغیر حساب فیقوم کل من اسمہ محمد بتوھم ان نداء لہ فلکرامۃ محمد لا یمنعون

اور حدیث معضل میں ہے جب قیامت کا دن آئے گا تو ایک منادی ندا کرے گا اے محمد کھڑے ہو کر جنت میں بغیر حساب داخل ہو جاؤ تو ہر وہ شخص کھڑا ہو جائے گا جس کا نام محمد ہوگا یہ خیال کر کے کہ مجھے کہا گیا ہے پس محمد ﷺ کی بزرگی اور عظمت کی وجہ سے کسی کو بھی روکا نہ جائے گا۔

7: امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ما اجتمع قوم قط فی مشورۃ و فیھم رجل اسمہ محمد لم یدخلوہ فی مشورتھم الا لم یبارك لھم فیہ

جب کوئی قوم کسی مشورے کے لیے جمع ہو اور ان میں کوئی شخص محمد نام کا ہو اور اس کو اپنے مشورے میں شریک نہ کریں ان کے لیے اس مشورے میں برکت نہ رکھی جائے گی۔

8: من اراد ان یکون حمل زوجتہ ذکرا فلیضع یدہ علی بطنھا و یقل ان کان ذکرا فقد سمیتہ محمدا فانہ یکون ذکرا

جو چاہے کہ اس کی زوجہ لڑکے کے ساتھ حاملہ ہو اس چاہیے کہ اپنے (دائیں) ہاتھ کو اپنی زوجہ کے پیٹ پر رکھے اور یہ کلمات کہے،، ان کان ذکرا فقد سمیتہ محمدا،، اگر لڑکا ہے تو اس کا نام محمد رکھا (تو انشاء اللہ تعالیٰ) وہ لڑکا ہی ہوگا۔

9: ما اطعم طعام علی مائدۃ ولا جلس علیھا و فیھا اسمی قدس اللہ ذلك المنزل کل یوم مرتین

جس دسترخوان پر بیٹھ کر لوگ کھانا کھائیں اور ان میں کوئی محمد نام کا ہو تو ایک دن میں دو بار اس مکان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

10: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

من ولد لہ ثلثۃ اولاد فلم یسم احدا منھم محمداً فقد جھل

جس کے تین بیٹے ہوں اور ان میں کسی ایک کا نام بھی محمد نہ رکھے تو وہ جاہل ہے (یعنی میری تعلیمات سے جاہل ہے اور میری محبت میں کمی ہے کیونکہ اگر حضور ﷺ کی محبت ہوتی تو حضور ﷺ کے نام مبارک سے برکت کے لیے ایک بیٹے کا نام ہی محمد رکھ لیتا)

11: ما کان اسم محمد فی بیت الا جعل اللہ فی ذلك البیت برکۃ

جس گھر میں کوئی محمد نام کا ہوتا ہے اس گھر میں اللہ تعالیٰ برکت پیدا فرما دیتا ہے

12: و فی الشفاء ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض عبادتھم کل دار فیھا اسم محمد ای حراستہ اھل کل دار فیھا اسم محمد

شفاء شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض ایسے فرشتے بھی ہیں جو زمین میں پھرتے ہیں ان کی عبادت یہ ہے کہ جس گھر میں محمد نام کا فرد ہے اس کی اور تمام گھر والوں کی حفاظت کرنا۔

13: عن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما قالا من کان لہ حمل فنوی ان

یسمہ محمداً حوّلہ اللہ تعالیٰ ذکرا وان کان انثی

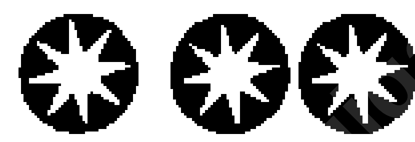
(سیرت حلبیہ، احکام شریعت، بحوالہ العوارف العنبریہ فی المیلاد النبویہ، مولانا محمد یعقوب ہزاروی، ضیاء القرآن لاھور، ۱۲۸)

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے مروی ہے جس کی بیوی حاملہ ہو اور اس نے نیت کی کہ جو حمل ہے اس کا نام محمد رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو لڑکا کردے گا اگرچہ وہ لڑکی ہی کیوں نہ ہو۔

14: حضور ﷺ کا اسم مبارک یعنی محمد (ﷺ) کسی کا نام رکھنا مبارک اور دنیا اور آخرت میں نافع ہے۔

15 حضرت فقیہ محمد بابا نے اپنی آپ بیتی بیان کی کہ آندھی چلی تو میری آنکھ میں کنکری پڑ گئی جس سے سخت تکلیف ہوئی اور وہ کسی طرح بھی نکلتی نہ تھی جب اذان ہوئی اور مؤذن نے کہا،، اشھد ان محمدا رسول اللہ،، تو یہ سن کر میں نے بھی یہی کہا تو فوراً کنکری نکل گئی۔

پریشانی میں نام ان کا دل صد چاک سے نکلا
اجابت شانہ کرنے آئی گیسوئے توسل کو



بَابُ مَا جَآءَ فِی الْبِرِّ وَ الْاِثْمِ

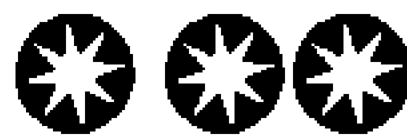
نیکی اور گناہ کا بیان

(۴۶۵) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبِرُّ لَا يُبْلٰى وَالْاِثْمُ لَا يُنْسٰى۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نیکی پرانی نہیں ہوتی اور گناہ بھلایا نہیں جاتا۔

شرح:

نبی اکرم ﷺ کی فرمان کا مطلب یہ کہ نیکی اور برائی دنیا میں اثر دکھائے بغیر نہیں رہ سکتیں، نیکی کبھی ضائع نہیں ہوتی یعنی اچھے نتائج پیدا کرتی ہے اور مستقبل کو اچھا کرتی ہے اسی طرح بدی برے نتائج پیدا کرتی ہے اور آخرت کو تباہ و برباد کردیتی ہے۔



بَابُ الرَّجُلِ اَیْنَ یَقْعُدُ اِذَا اَتَی الْمَجْلِسَ

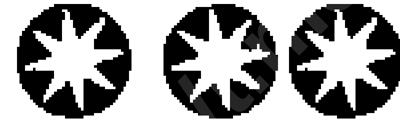
آدمی جب مجلس میں آئے تو کہاں بیٹھے

(۶۶۶) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنَّا اِذَا اَتَیْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَعَدْنَا حَیْثُ اِنْتَهَی الْمَجْلِسُ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جب نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تو جہاں بیٹھنے کی جگہ ختم ہو رہی ہوتی، وہاں بیٹھ جاتے۔

شرح:

شمائل ترمذی میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی وہیں تشریف فرما ہو جاتے تھے اور اسی کا حکم بھی دیتے تھے، ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں شرکت کرے تو جہاں جگہ خالی ملے وہاں بیٹھ جائے۔



بَابُ مَنْ لَّمْ یَشْكُرِ النَّاسَ

لوگوں کا شکریہ نہ کرنے والے کا بیان

(۶۶۷) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَطِیَّةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَشْكُرُ اللّٰهَ مَنْ لَّا یَشْكُرُ النَّاسَ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا، جو انسانیت کا شکر ادا نہیں کرتا۔

شرح:

ملا علی قاری اس کا سبب لکھتے ہیں ظاہر ہے جس نے بندے کا تھوڑا سے احسان نہ مانا اور شکریہ ادا نہ کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات کا شکر کیسے ادا کرے گا؟ یا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بندوں کے احسانات بھی تو اصل میں اللہ تعالیٰ کے احسانات ہیں اس لیے جس نے بندوں کے احسانات کے شکر ادا نہیں کیا گویا اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں۔

(شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 296)

بَابُ التَّوَقِّيْ عَنِ الظُّلْمِ

ظلم سے بچنے کا بیان

(۴۶۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكَ وَالظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرے کا سبب ہے۔

شرح:

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا،، جب تم دیکھو کہ اللہ عزوجل کسی بندے کے گناہ گار ہونے کے باوجود اس پر عطاؤں کی بارش برسا رہا ہے تو یہ اللہ عزوجل کی اس کیلئے ڈھیل (یعنی مہلت) ہے۔ (مسند احمد، ج ۶، رقم ۱۷۳۱۳، ص ۱۲۲)

پھر حضور رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے یہ آیات مبارکہ تلاوت فرمائی،

" فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ .

ترجمۂ کنزالایمان : پھر جب انہوں نے بھلا دیا جو نصیحتیں ان کو کی گئی تھیں ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے۔ یہاں تک کہ جب خوش ہوئے اس پر جو انہیں ملا تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا اب وہ آس ٹوٹے رہ گئے تو جڑ کاٹ دی گئی ظالموں اور اس خوبیوں سراہا اللہ رب العزت سارے جہاں کا۔ (پ ۷، الانعام ۴۴ :۔ ۴۵)

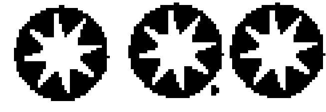
حضرت سیدنا خزیمہ بن ثابت اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ سرورِ کونین صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا،، مظلوم کی بد دعا سے بچو کہ یہ آسمانوں پر اٹھائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے مجھے میرے عزت وجلال کی قسم میں تیری مدد ضرور کروں گا اگرچہ کچھ تاخیر سے ہو۔ (الترغیب والترہیب، کتاب القضاء، باب من الظلم، ج ۳، رقم ۲۰، ص ۱۳۰)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا،، مظلوم کی بد دعا سے بچو اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کا کفر تو اسکی اپنی جان پر ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب القضاء، باب من الظلم، ج ۳، رقم ۱۸، ص ۱۳۰ بتغیر قلیل)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، ظلم قیامت کے دن اندھیرا ہوگا۔ (ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی الظلم، ج ۳، رقم ۲۰۳۷، ص ۴۱۵)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کونین صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، تمہارا رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے، مجھے میرے عزت وجلال کی قسم میں ظالم سے ضرور بدلہ لوں گا جلدی یا تاخیر سے، اور اس سے بھی ضرور انتقام لوں گا جس نے مظلوم کو دیکھا لیکن باوجود قدرت ہونے کے اس کی مدد نہ کی۔ (الطبرانی کبیر، ج ۱۰، رقم ۱۰۶۵۲، ص ۲۷۸)



بَابُ مَنْ اَخَذَ الشَّیْءَ لِاَخِیْهِ بِغَیْرِ اِذْنِهٖ

اپنے بھائی کی چیز بغیر اجازت کے لینے کا بیان

(۴۶۹) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زَارَ قَوْمًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فِیْ دِیَارِهِمْ فَذَبَحُوْا لَهٗ شَاةً وَّصَنَعُوْا لَهٗ مِنْهَا طَعَامًا فَاَخَذَ مِنَ اللَّحْمِ شَیْئًا فَلَاکَهٗ فَمَضَغَهٗ سَاعَةً لَّا یُسِیْغُهٗ فَقَالَ مَا شَانُ هٰذَا اللَّحْمِ فَقَالُوْا شَاةٌ لِفُلَانٍ ذَبَحْنَاهَا حَتّٰی یَجِیْءَ فَنُرْضِیَهٗ مِنْ ثَمَنِهَا قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَطْعِمُوْهَا الْاُسَرَآءَ۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ طَعَامًا فَدَعَاهُ فَقَامَ اِلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا مَعَهٗ فَلَمَّا وُضِعَ الطَّعَامُ تَنَاوَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِضْعَةً مِّنْ ذٰلِكَ اللَّحْمِ فَلَاکَهَا فِیْ فِیْهِ طَوِیْلًا فَجَعَلَ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَّاْکُلَهَا فَاَلْقَاهُ مِنْ فِیْهِ وَاَمْسَكَ عَنِ الطَّعَامِ فَقَالَ اَخْبِرْنِیْ عَنْ لَحْمِكَ هٰذَا مِنْ اَیْنَ هُوَ قَالَ یَارَسُوْلَ اللهِ شَاةٌ کَانَتْ لِصَاحِبٍ لَّنَا فَلَمْ یَکُنْ عِنْدَنَا فَنَشْتَرِیَهَا مِنْهُ وَعَجَّلْنَا بِهَا وَذَبَحْنَاهَا وَوَضَعْنَاهَا لَكَ حَتّٰی یَجِیْءَ فَنُعْطِیَ ثَمَنَهَا فَاَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِرَفْعِ هٰذَا الطَّعَامِ وَاَمَرَ اَنْ یُّطْعِمَهُ الْاُسَرَاءَ۔

قَالَ عَبْدُ الْوَاحِدِ قُلْتُ لِاَبِیْ حَنِیْفَةَ مِنْ اَیْنَ اَخَذْتَ هٰذَا الرَّجُلَ یَعْمَلُ فِیْ مَالِ الرَّجُلِ بِغَیْرِ اِذْنِهٖ یَتَصَدَّقُ بِالرِّبْحِ فَقَالَ اَخَذْتُهٗ مِنْ حَدِیْثِ عَاصِمٍ۔

حضرت بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری لوگوں کی ان کے گھروں میں ملاقات کی تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک بکری ذبح کی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کی ایک بوٹی لی اس کو

تھوڑی دیر چبایا لیکن اس کو نگل نہ سکے تو فرمایا کہ اس گوشت کا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ فلاں شخص کی بکری ہے جس کو ہم نے ذبح کیا، اور اس کے آنے پر ہم اس کو اس کی قیمت ادا کر دیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ قیدیوں کو کھلا دو۔

ایک روایت میں حضرت عاصم بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کسی نے آپ کے لیے کھانا بنایا، اور آپ ﷺ کو مدعو کیا، آپ ﷺ کے ساتھ ہم بھی وہاں گئے۔ جب کھانا رکھا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ایک گوشت کا ٹکڑا لیا اور اسے کافی دیر چباتے رہے، گویا کہ آپ اسے کھانے کی طاقت نہیں رکھتے، آپ ﷺ نے اسے اپنے منہ مبارک سے باہر نکالا اور کھانا کھانے سے رک گئے، اور فرمایا کہ مجھے اس گوشت کے بارے میں بتاؤ، یہ کہاں سے آیا؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ میرے ایک دوست کی بکری کا گوشت ہے، جو اس وقت ہمارے پاس نہیں ہے، کہ ہم اس سے بکری خریدیں، لہٰذا ہم نے جلدی سے اس کو ذبح کیا اور آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیا، اور اس دوست کے آنے پر ہم اس کو اس کی قیمت دیں گے۔ آپ ﷺ نے کھانے کو اٹھانے کا حکم دیا اور قیدیوں کو کھلانے کا حکم ارشاد فرمایا۔

حضرت عبدالواحد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا کہ کوئی شخص دوسرے شخص کی اجازت کے بغیر اس کے مال کو استعمال میں لائے تو اس کا نفع صدقہ کر دیا جائے؟ تو فرمایا میں نے یہ مسئلہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اخذ کیا ہے۔

شرح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کسی کی بکری بغیر اجازت کے ذبح کرے تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اس پر اس کا صدقہ واجب ہوگا، اور جب تک وہ اس بکری کی قیمت ادا نہیں کر دیتا اس وقت تک اس بکری سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں، اور یہ کہ ایسی صورت میں بکرا اپنے مالک کی ملک سے ملک جاتی ہے، اگر اس کی ملک سے نہ نکلتی تو حضور ﷺ اس کے صدقے کا حکم نہ دیتے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْمَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ

بھلائی پر رہنمائی کرنے والے کا بیان

(۴۷۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِه.

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نیکی پر رہنمائی کرنے والا، گویا خود نیکی کرنے والا ہے۔

(۴۷۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِله

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نیکی پر رہنمائی کرنے والا، گویا خود نیکی کرنے والا ہے۔

شرح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی کی طرف بلانا یا اس کی طرف راہنمائی کرنا نیکی کرنے کی مثل ہے، یہ حدیث مبلغین کے لیے بشارت ہے جو ہر وقت اللہ کی رضا کے لیے نیکی کی طرف بلاتے رہتے ہیں۔

سخاوت نبی اکرم ﷺ:

(۴۷۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَاسْتَحْمَلَهُ فَقَالَ مَا عِنْدِيْ مَا اَحْمِلُكَ عَلَيْهِ وَلٰكِنْ سَاَدُلُّكَ عَلٰى مَنْ يَّحْمِلُكَ اِنْطَلِقْ اِلٰى مَقْبَرَةِ بَنِيْ فُلَانٍ فَاِنَّ فِيْهَا شَابًّا مِّنَ الْاَنْصَارِ يَتَرَامٰى مَعَ اَصْحَابٍ لَّهُ وَمَعَهُ بَعِيْرٌ لَّهُ فَاسْتَحْمِلْهُ فَاِنَّهُ سَيَحْمِلُكَ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ فَاِذَا بِهِ يَتَرَامٰى مَعَ اَصْحَابٍ لَّهُ فَقَصَّ عَلَيْهِ الرَّجُلُ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَحْلَفَهُ بِاللهِ لَقَدْ قَالَ هٰذَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَلَفَ لَهُ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا ثُمَّ حَمَلَهُ فَمَرَّ بِهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَاَخْبَرَهُ الْخَبَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْطَلِقْ فَاِنَّ الدَّالَّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ رَجُلًا جَاءَهُ يَسْتَحْمِلُهُ فَقَالَ وَاللهِ مَا عِنْدِيْ مِنْ شَيْءٍ اَحْمِلُكَ عَلَيْهِ وَلٰكِنِ انْطَلِقْ فِيْ مَقْبَرَةِ بَنِيْ فُلَانٍ فَاِنَّكَ سَتَجِدُ ثَمَّهُ شَابًّا مِنَ الْاَنْصَارِ يَتَرَامٰى مَعَ اَصْحَابٍ لَّهُ فَاسْتَحْمِلْهُ فَاِنَّهُ سَيَحْمِلُكَ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ حَتّٰى اَتَى الْمَقْبَرَةَ قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ فَاسْتَحْلَفَهُ فَقَالَ وَاللهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَنِيْ اِلَيْكَ فَاَعْطَاهُ بَعِيْرًا لَّهُ فَانْطَلَقَ بِهِ الرَّجُلُ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْطَلِقْ فَاِنَّ الدَّالَّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی نے آ کر سواری کا سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس سواری نہیں ہے، جس پر میں تمہیں سوار کروں، لیکن میں تجھے ایسے شخص کی طرف رہنمائی کرتا ہوں جو تجھے سواری دے گا، بنی فلاں کے قبرستان کی طرف جاؤ، وہاں ایک انصاری نوجوان اپنے اصحاب کے ساتھ تیراندازی کر رہا ہوگا، اور اس کے پاس ایک اونٹ بھی ہے، اس سے سواری طلب کرو وہ تمہیں سواری دے گا۔ وہ آدمی اس مقام پر چلا گیا، وہاں واقعۃً ایک

سے دو یا تین اللہ تعالیٰ کی قسمیں لیں کہ رسول اللہ ﷺ نے واقع ہی یہ فرمایا ہے، سو اس آدمی نے دو یا تین قسمیں اٹھائیں، تو اس انصاری آدمی نے اس کو سواری دے دی، پھر (وہ سواری لیکر) نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ ﷺ کو سارا قصہ سنایا، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اب جاسکتے ہو، بیشک نیکی پر رہنمائی کرنے والا بھی نیکی کرنے والے کی طرح ہی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی نے آ کر سواری کا سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم بخدا! میرے پاس سواری نہیں ہے، جس پر میں تمہیں سوار کروں، لیکن میں تجھے ایسے شخص کی طرف رہنمائی کرتا ہوں جو تجھے سواری دے گا، بنی فلاں کے قبرستان کی طرف جاؤ، وہاں ایک انصاری نوجوان اپنے اصحاب کے ساتھ تیر اندازی کر رہا ہوگا، (اور اس کے پاس ایک اونٹ بھی ہے،) اس سے سواری طلب کرو وہ تمہیں سواری دے گا۔ وہ آدمی اس قبرستان گیا، وہاں واقعۃً ایک آدمی اپنے ساتھیوں کے ساتھ تیر اندازی کر رہا تھا، اس آدمی نے نبی کریم ﷺ کا فرمان اس کو سنایا، اس انصاری آدمی نے اس سے قسم لی اس نے قسم اٹھائی کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہاری طرف سواری طلب کرنے کی غرض سے بھیجا ہے۔ تو اس انصاری آدمی نے اس کو ایک اونٹ دیا، پھر (وہ سواری لیکر) نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اب جاسکتے ہو، بیشک نیکی پر رہنمائی کرنے والا بھی نیکی کرنے والے کی طرح ہی ہے۔

شرح:

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کی سخاوت ظاہر ہوتی ہے ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب بھی نبی اکرم ﷺ سے کسی نے سوال کیا تو کبھی بھی آپ ﷺ نے "نہ" نہیں فرمایا۔

علما فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک اُس دن کی عطا سخی بادشاہوں کی عمر بھر کی داد و دِہش (یعنی سخاوت و بخشش) سے زائد تھی، جنگل غنائم سے بھرے ہوئے ہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) عطا فرما رہے ہیں اور مانگنے والے ہجوم کرتے چلے آتے ہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پیچھے ہٹتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب سب اَموال تقسیم ہو لئے ایک اَعرابی (یعنی عرب کے دیہات میں رہنے والے) نے رِدائے مبارک (یعنی چادر مبارک) بدنِ اقدس پر سے کھینچ لی کہ شانہ و پشتِ مبارک پر اس کا نشان بن گیا، اس پر اِتنا فرمایا: اے لوگو! جلدی نہ کرو، واللہ کہ تم مجھ کو کسی وقت بخیل نہ پاؤ گے۔ (۱)

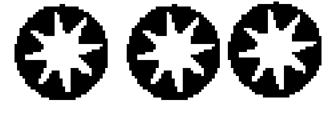
حق ہے، اے مالکِ عرش (عَزَّ وَجَلَّ) کے نائبِ اکبر! قسم ہے اس کی جس نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجا کہ دونوں جہان کی نعمتیں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہی کی عطا ہیں۔ دونوں جہان حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی عطا سے ایک حصہ ہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَ ضَرَّتَھَا
وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَ الْقَلَمِ

---

(۱) [illegible] ۲۸۲۱، ۲۲/ ۲۷۰

بے شک دنیا وآخرت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح وقلم کے تمام علوم، مَا کَانَ وَمَا یَکُون، (یعنی گذشتہ وآیندہ) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے علوم سے ایک ٹکڑا۔

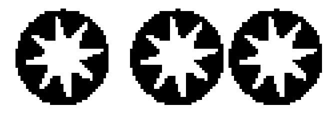


بَابُ اَفْضَلُ الْجِهَادِ مَا هُوَ؟

افضل جہاد کا بیان

(۴۷۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔



بَابُ الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ

مشورہ دینے والا امین ہے

(۴۷۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَشَارَكَ فَاَشِرْهُ بِالرَّشَدِ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَقَدْ خُنْتَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص تجھ سے مشورہ طلب کرے تو اس کو بھلائی کا مشورہ دے، اگر تو نے ایسا نہ کیا تو، تو نے خیانت کی۔

شرح:

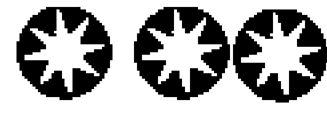
اللہ جل جلالہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام امور میں مشورہ کرنے کا حکم فرمایا حالانکہ کوئی شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ذہین وفطین نہیں ہوسکتا لیکن اسکے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام کاموں میں حتیٰ کہ گھریلو ضروریات تک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کرتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: کوئی آدمی مشورہ کرنے سے ہلاک نہیں ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ انسان تین اقسام کے ہیں مرد کامل، نصف مرد اور نا مرد۔ پس مرد کامل اور مکمل انسان وہ ہے جو صاحب الرائے ہے اور مشورہ بھی کرتا ہے، نصف مرد وہ ہے جو صاحب الرائے تو ہے لیکن مشورہ نہیں کرتا یا مشورہ کرتا ہے مگر رائے والا

نہیں اور نامردوہ ہے جو نہ تو صاحب الرائے ہے اور نہ ہی مشورہ کرتا ہے۔

ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ طلب کرو جو اللہ کا خوف رکھتے ہیں۔



بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَمْثِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ

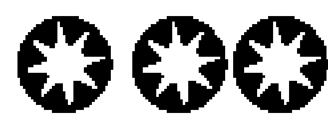
مومن کی مثال دینے کا بیان

(۴۷۵) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَثَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَوَادِّھِمْ وَتَرَاحُمِھِمْ کَمَثَلِ جَسَدٍ وَّاحِدٍ اِذَا اشْتَکَی الرَّاْسُ تَدَاعٰی لَہٗ سَائِرُہٗ بِالسَّھَرِ وَالْحُمّٰی۔

حضرت شعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ فرمارہے تھے، آپس میں محبت سے پیش آنے اور مہربانی کرنے میں مومنین کی مثال ایک جسم کی طرح ہے۔ کہ جب دردِ سر ہوتا ہے تو سارا جسم جاگتا ہے اور بخار میں مبتلاء ہوتا ہے۔

مؤمن آپس میں جسم واحد:

یعنی مؤمنین کو آپس میں یوں ہونا چاہیے جیسا ایک جسم کے اعضاء ہوتے ہیں جب بھی جسم کے کسی عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا بدن اس کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے ایسے ہی مسلمانوں کو آپس میں ہونا چاہیے کہ کسی کو بھی کوئی تکلیف ہو تو دوسرے بھی اس تکلیف کو محسوس کریں لیکن افسوس کہ آج ہماری یہ حالت ہے کہ ہمارے پڑوس میں میت پڑی ہوتی ہے اور ہم ٹی وی لگا کر زور زور سے ہنستے ہوتے ہیں شاید یہی ہماری زوالی کا سبب ہے کہ ہم ایک دوسرے سے محبت نہیں کرتے، اگر ہمیں مسلمانوں سے محبت ہوتی تو آج برمہ، فلسطین وغیرہ میں مسلمانوں پر ظلم نہ ہوتا کاش ہم اب بھی سمجھ جائیں۔



بَابُ وَصِیَّةِ جِبْرِیْلَ بِالْجَارِ

حضرت جبریل علیہ السلام کا پڑوسی کے بارے میں وصیت کرنا

(۴۷۶) حَمَّادٌ عَنْ اَبِیْہِ عن عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا زَالَ جِبْرِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ یُوَرِّثُہٗ وَمَا زَالَ جِبْرِیْلُ یُوْصِیْنِیْ

بِقِيَامِ اللَّيْلِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّ خِيَارَ اُمَّتِيْ لَا يَنَامُوْنَ اِلَّا قَلِيْلاً۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبریل ہمیشہ مجھے پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے لگا کہ وہ پڑوسی کو وراثت میں بھی حق دلائیں گے، اور جبریل علیہ السلام ہمیشہ مجھے رات کو عبادت کرنے کی وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے لگا کہ میری امت کے جو بہترین لوگ ہیں وہ بالکل کم سوتے ہیں۔

شرح:

پڑوسی کے گھر سے اونچا گھر بنانا یا ایسی عمارت بنانا یا ایسی طرز پر عمارت بنانا جس سے اسے تکلیف پہنچتی ہو اگر چہ پڑوسی ذمی اور کافر ہی کیوں نہ ہو۔ گناہ ہے۔

پڑوسی کے حقوق کے متعلق احادیث:

(1) حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ،جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو ہرگز تکلیف نہ دے، جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے،

(2) نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ،جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہے کہ اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرے، (المرجع السابق، الحدیث ۱۷۶: ص ۶۸۸)

(3) جبکہ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ،اسے چاہے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے،

(4) نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ارشاد فرمایا: تم زنا کے بارے میں کیا کہتے ہو؟، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ،حرام ہے، اسے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے قیامت تک کے لئے حرام فرما دیا ہے، تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ،آدمی کا 10 عورتوں سے زنا کرنا اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے سے کم گناہ ہے، پھر دریافت فرمایا: تم چوری کے بارے میں کیا کہتے ہو؟، انہوں نے عرض کی: ،اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اسے حرام قرار دیا ہے لہذا یہ قیامت تک کے لئے حرام ہے، تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ،آدمی کا 10 گھروں سے چوری کرنا اپنے پڑوسی کے گھر سے چوری کرنے سے کم گناہ ہے۔

(5) نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ،اللہ عزوجل کی قسم! وہ مؤمن نہیں، اللہ عزوجل کی قسم! وہ ایمان والا نہیں، اللہ عزوجل کی قسم! وہ مؤمن نہیں ہو سکتا، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ،یا رسول اللہ عزوجل و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! وہ (بدنصیب) کون ہے؟، تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ،جس کی برائیوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ رہے۔

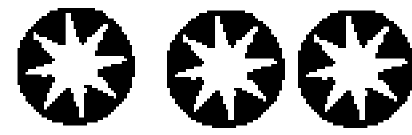
(6) نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ،جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ رہے وہ مؤمن نہیں، -

(7) نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: آدمی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوجائے، جب وہ (پڑوسی) شب باشی کرے تو اس کے شر سے محفوظ ہو، بے شک مؤمن تو وہ ہے جو خود پریشانی میں ہو اور دوسرے لوگ اس کی طرف سے راحت میں ہوں۔

(8) نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! بندہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے پڑوسی یا بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے،

(9) نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! میں نے فلاں قبیلے کے محلے میں رہائش اختیار کی ہے لیکن ان میں سے جو مجھے سب سے زیادہ تکلیف دیتا ہے وہ میرا سب سے زیادہ قریبی پڑوسی ہے، تو سرکارِ والا تبار، بے کسوں کے مددگار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اور حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیجا وہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر زور زور سے یہ اعلان کرنے لگے کہ بے شک چالیس گھر پڑوس میں داخل ہیں اور جس کے شر سے اس کا پڑوسی خوفزدہ ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(10) نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جب تک بندے کا دل سیدھا نہ ہوجائے اس کا ایمان درست نہیں ہوسکتا اور جب تک اس کی زبان سیدھی نہ ہوجائے اس کا دل سیدھا نہیں ہوسکتا اور وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک اس کا پڑوسی اس کے شر سے بے خوف نہ ہوجائے۔



بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِغَاثَةِ اللَّفْهَانِ

مظلوم کے ساتھ تعاون کرنے کا بیان

(۴۷۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ اِغَاثَةَ اللَّفْهَانِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے میں نے سنا کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کے ساتھ تعاون کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

مسلمان کی مدد کرنے کے فضائل:

حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ کونین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، جو بھی [illegible] اس کی جہنم سے حفاظت فرمائے گا۔ اسی موقع پر آیت

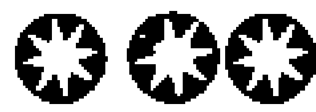
مبارکہ نازل ہوئی، وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ" ترجمۂ کنزالایمان : اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا (پ ۲۱، الروم ۴۷ :)(۱)

حضرت سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار مدینہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا،، جو اپنے بھائی کی مدد کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور وہ اسکی پوشیدہ مدد کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا وآخرت میں اسکی مدد فرمائے گا، (۲)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم رؤف ورحیم صَلَّی اللہ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا،، جو اپنے بھائی کی پوشیدہ طور پر مدد کرے اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اسکی مدد فرمائے گا۔ (۳)

حضرت سیدنا جابر بن مالک اور حضرت سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سید عالم صَلَّی اللہ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا،، جو کوئی مسلمانوں کی مدد کرنا ایسی جگہ چھوڑ دیتا ہے جہاں اس کی بے عزتی ہو رہی ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص کی مدد بھی ایسی جگہ نہیں فرماتا جہاں وہ مدد کا طلب گار ہوتا ہے، اور جو کسی مسلمان کی ایسی جگہ مدد کرتا ہے جہاں اسکی بے عزتی ہو رہی ہو اور اسکا تقدس پامال کیا جا رہا ہو تو اللہ عزوجل اس (مددگار) کی ایسی جگہ مدد فرماتا ہے جہاں وہ مدد ونصرت کا طلب گار ہوتا ہے۔ (۴)

حضرت سیدنا معاذ بن انس الجہنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سرورِ کونین صَلَّی اللہ تَعَالٰی علیہ وَالہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا،، جس نے کسی مسلمان (کی عزت) کو اس منافق سے بچایا جو پیٹھ پیچھے اس کی برائی کر رہا تھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ (بروز قیامت) اسکی طرف ایک فرشتہ بھیجے گا جو اسے جہنم سے بچائے گا اور جس نے کسی مسلمان کو ذلیل کرنے کا سامان کیا اللہ تعالیٰ اسکی سزا پوری ہونے تک اُسے جہنم کے پل پر روکے رکھے گا۔ (۵)



بَابُ النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الدَّهْرِ

زمانہ کو گالی دینے کی ممانعت کا بیان

(۴۷۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَاِنَّ اللهَ هُوَ الدَّهْرُ۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم زمانہ کو گالی مت دو، کیونکہ زمانہ تو اللہ تعالیٰ ہے۔

---

(۱) شرح السنة، کتاب البر والصلة، باب الذب عن المسلمین، ج۶، رقم ۳۴۲۲، ص ۴۹۴

(۲) مجمع الزوائد، کتاب الفتن، باب فیمن قدر علی نصر مظلوم وانکار منکر، ج۷، رقم ۱۲۱۳۹، ص ۵۲۷

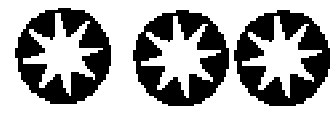
(۳) الترغیب والترہیب، کتاب الادب، باب الترغیب من الغیبة والبھت وبیانھما، ج۳، رقم ۴۱، ص ۳۲۵، بتغیر قلیل

(۴) ابوداؤد، کتاب الادب، باب من رد عن مسلم غیبة، ج۴، رقم ۴۸۸۴، ص ۳۵۵

(۵) ابوداؤد، کتاب الادب، باب من رد عن مسلم غیبة، ج۴، رقم ۴۸۸۳، ص ۳۵۴

شرح:

ایک روایت میں رسول اللہ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی زمانہ کو گالی نہ دے کیونکہ اللہ ہی زمانہ ہے (مسلم)
یعنی اسلام میں زمانہ کو مؤثر نہیں مانا گیا مؤثر اور متصرف اللہ تعالیٰ ہے، بعض لوگ سردی گرمی کو رات و دن کو گالیاں دے دیتے ہیں وہ بھی گنہگار ہیں۔



بَابُ مَا قِيلَ فِي حُبِّ الرَّجُلِ الشَّيْئَ

آدمی کا کسی چیز سے محبت کرنے کا بیان

(۴۷۹) قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وُلِدْتُّ سَنَةَ ثَمَانِينَ وَقَدِمَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُنَيْسٍ صَاحِبُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكُوفَةَ سَنَةَ أَرْبَعَ وَتِسْعِينَ وَرَأَيْتُهُ وَسَمِعْتُ مِنْهُ وَأَنَا ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسی (80) ہجری میں پیدا ہوا، جبکہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں، چورانوے (94) ہجری میں کوفہ آئے اور میں نے چودہ برس کی عمر میں ان سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا کسی شے سے محبت کرنا، اندھا ہونا اور گونگا ہونا ہے۔

شرح:

یعنی جب کسی کے ساتھ محبت ہو تو پھر محب نہ اس کے عیب سننا پسند کرتا ہے اور نہ دیکھنا، تو جس محبوب میں عیب ہو ہی نہ اس میں کوئی عیب نکالے تو پھر محبین کیونکر سنیں،؟ یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر نبی اکرم ﷺ سے سچی محبت ہے تو اس بے عیب محبوب کے من گھڑت عیب نہ سنے جائیں نہ سنانے والوں سے تعلق رکھا جائے۔

محبت رسول ﷺ:

ہر امتی پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ہے کہ وہ سارے جہان سے بڑھ کر آپ سے محبت رکھے اور ساری دنیا کی محبوب چیزوں کو آپ کی محبت کے قدموں پر قربان کردے۔ خداوند قدوس جل جلالہ کا فرمان ہے کہ

"قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللهُ بِأَمْرِهِ وَاللهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِينَ (پ۱۰، التوبۃ:۲۴)

(اے رسول) آپ فرما دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور

تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان یہ چیزیں اللہ اور اسکے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔(توبہ)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر مسلمان پر اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت فرض عین ہے کیونکہ اس آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! جب تم ایمان لائے ہو اور اللہ ورسول کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو اب اس کے بعد اگر تم لوگ کسی غیر کی محبت کو اللہ ورسول کی محبت پر ترجیح دو گے تو خوب سمجھ لو کہ تمہارا ایمان اور اللہ ورسول کی محبت کا دعویٰ بالکل غلط ہو جائے گا اور تم عذاب الٰہی اور قہر خداوندی سے نہ بچ سکو گے۔

نیز آیت کے آخری ٹکڑے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس کے دل میں اللہ ورسول کی محبت نہیں یقینا بلا شبہ اس کے ایمان میں خلل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کتنی والہانہ محبت تھی اگر آپ کو اس کی تجلیوں کا نظارہ کرنا ہے تو مندرجہ ذیل واقعات کو عبرت کی نگاہوں سے دیکھئے اور عبرت حاصل کیجئے۔

ایک بڑھیا کا جذبہ محبت:

آپ جنگِ اُحد کے بیان میں پڑھ چکے ہیں کہ شیطان نے بے پرکی یہ خبر اڑا دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ یہ ہولناک خبر جب مدینہ منورہ میں پہنچی تو وہاں کی زمین دہل گئی یہاں تک کہ وہاں کی پردہ نشین عورتوں کے دل ودماغ میں صدمات غم کا بھونچال آ گیا اور قبیلہ بنی دینار کی ایک عورت اپنے جذبات سے مغلوب ہو کر اپنے گھر سے نکل پڑی اور میدان جنگ کی طرف چل پڑی راستے میں اس کو اپنے باپ اور بھائی اور شوہر کی شہادت کی خبر ملی مگر اس نے اس کی کوئی پروا نہیں کی اور لوگوں سے یہی پوچھتی رہی کہ مجھے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ جب اسے بتایا گیا کہ الحمدللہ! آپ ہر طرح بخیریت ہیں تو اس سے اس بڑھیا کی تسلی نہیں ہوئی اور کہنے لگی کہ تم لوگ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار کرا دو۔ جب لوگوں نے اس کو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب لے جا کر کھڑا کر دیا اور اس نے جمال نبوت کو دیکھا تو بے اختیار اس کی زبان سے یہ جملہ نکل پڑا کہ کُلُّ مُصِیبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت ہیچ ہے۔(۱)

بڑھ کر اُس نے رُخِ انور کو جو دیکھا تو کہا!
تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہیں سب رنج و الم
میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہہ دیں! ترے ہوتے کیا چیز ہیں ہم

(۱) السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، غزوۃ احد، شان عاصم بن ثابت، ص ۳۴۰ ملخصاً

حضرت ثمامہ کا اعلانِ محبت:

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لا کر کہنے لگے کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خدا کی قسم! پہلے میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرہ سے زیادہ مبغوض نہیں تھا لیکن آج آپ کا وہی چہرہ مجھے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ خدا کی قسم! میرے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ مگر اب آپ کا وہی دین میرے نزدیک سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے۔ خدا کی قسم! میرے نزدیک کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ لیکن اب آپ کا وہی شہر میرے نزدیک تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔

بستر موت پر عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو ان کی بیوی نے غم سے نڈھال ہو کر کہا کہ، واحزناہ، (ہائے رے غم) یہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بستر موت پر تڑپ کر کہا کہ وَاطَرَ بَاہُ غَدًا اَلْقَی الْاَحِبَّۃَ مُحَمَّدًا وَّحِزْبَہٗ واہ رے خوشی میں کل تمام دوستوں سے یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ملوں گا۔ (۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کتنی محبت ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے مال، ہماری اولاد، ہمارے باپ، ہماری ماں اور سخت پیاس کے وقت پانی سے بھی بڑھ کر ہمارے نزدیک محبوب ہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عشق

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں سن ہو گیا۔ لوگوں نے ان کو اس مرض کے علاج کے طور پر یہ عمل بتایا کہ تمام دنیا میں آپ کو سب سے زائد جس سے محبت ہو اس کو یاد کر کے پکاریئے یہ مرض جاتا رہے گا۔ یہ سن کر آپ نے، یا محمداہ، کا نعرہ مارا اور آپ کا پاؤں اچھا ہو گیا۔ (۲)

کدو سے محبت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک درزی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی میں بھی ساتھ میں تھا۔ جو کی روٹی اور شوربا آپ کے سامنے لایا گیا جس میں خشک گوشت کی بوٹیاں اور کدو کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیالے کے اطراف سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے تناول فرماتے تھے۔ اسی لئے میں اس دن سے کدو کو ہمیشہ محبوب رکھتا ہوں۔ (۳)

---

(۱) الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الاول، فصل فیما روی عن السلف والائمۃ، الجزء الثانی، ص ۲۲

(۲) الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، القسم الثانی، الباب الاول، فصل فیما روی عن السلف والائمۃ، الجزء الثانی، ص ۲۳

(۳) صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب المرق، الحدیث ۵۴۳۶: ج ۳، ص ۵۳۷

منقول ہے کہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (شاگرد امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ) کے سامنے اس روایت کا ذکر آیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کدو بہت زیادہ پسند تھا۔ اس مجلس میں ایک شخص نے کہہ دیا کہ، "اَنَامَا اُحِبُّہٗ"، (میں تو اس کو پسند نہیں کرتا) یہ سن کر حضرت امام ابو یوسف نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا کہ جَدِّدِ الْاِسْلَامَ وَاِلَّا قَتَلْتُکَ اپنے ایمان کی تجدید کرو ورنہ میں تجھ کو قتل کر ڈالوں گا۔ (۱)

سوتے وقت رسول کی یاد:

عبدہ بنت خالد بن معدان کا بیان ہے کہ ہر رات حضرت خالد بن معدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے بستر پر لیٹتے تو انتہائی شوق و اشتیاق کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کبار، مہاجرین و انصار کو نام لے لے کر یاد کرتے اور یہ دعا مانگتے کہ یا اللہ! میرا دل ان حضرات کی محبت میں بے قرار ہے اور میرا اشتیاق اب حد سے بڑھ چکا ہے لہٰذا تو مجھے جلد وفات دے کر ان لوگوں کے پاس پہنچادے۔ یہی کہتے کہتے ان کو نیند آجاتی تھی۔ اللہ اکبر۔ (۲)

میں سو جاؤں یا مصطفی کہتے کہتے کھلے آنکھ صلِ علیٰ کہتے کہتے

محبتِ رسول کی نشانیاں

واضح رہے کہ محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دعویٰ کرنے والے تو بہت لوگ ہیں۔ مگر یاد رکھئے کہ اس کی چند نشانیاں ہیں جن کو دیکھ کر اس بات کی پہچان ہوتی ہے کہ واقعی اس کے دل میں محبت رسول کا چراغ روشن ہے۔ ان علامتوں میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) آپ کے اقوال و افعال کی پیروی، آپ کی سنتوں پر عمل، آپ کے اوامر و نواہی کی فرمانبرداری، غرض شریعت مطہرہ پر پورے طور سے عامل ہو جانا۔

(۲) آپ کا ذکر شریف بکثرت کرنا، بہت زیادہ درود شریف پڑھنا، آپ کے ذکر کی مجالس مقدسہ مثلاً میلاد شریف اور دینی جلسوں کا شوق اور ان مجالس مبارکہ میں حاضری۔

(۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام ان لوگوں اور ان چیزوں سے محبت اور ان کا ادب و احترام جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت و تعلق حاصل ہے۔ مثلاً صحابہ کرام، ازواجِ مطہرات، اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، شہر مدینہ، قبر انور، مسجد نبوی، آپ کے آثار شریفہ و مشاہد مقدسہ، قرآن مجید و احادیث مبارکہ، سب کی تعظیم و توقیر اور ان کا ادب و احترام کرنا۔

(۴) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوستوں سے دوستی اور ان کے دشمنوں یعنی بد دینوں، بد مذہبوں سے دشمنی رکھنا۔

(۵) دنیا سے بے رغبتی اور فقیری کو مالداری سے بہتر سمجھنا۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھ سے

---

(۱) شرح الشفاء للقاضی عیاض، القسم الثانی، الباب الثانی فصل فی علامۃ محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲، ص ۵۱

(۲) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فیما روی عن السلف والائمۃ ... الخ، ج ۲، ص ۲۱

محبت کرنے والے کی طرف فقر و فاقہ اس سے بھی زیادہ جلدی پہنچتا ہے جیسے کہ پانی کا سیلاب اپنے منتہی کی طرف۔

(۵) تعظیمِ رسول اُمت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقوق میں ایک نہایت ہی اہم اور بہت ہی بڑا حق یہ بھی ہے کہ ہر امتی پر فرض عین ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ سے نسبت و تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کی تعظیم و توقیر اور ان کا ادب واحترام کرے اور ہرگز ہرگز کبھی ان کی شان میں کوئی بے ادبی نہ کرے۔ احکم الحاکمین جل جلالہ کا فرمان والا شان ہے کہ

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيۡرًا ﴿۸﴾ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ تُعَزِّرُوۡهُ وَ تُوَقِّرُوۡهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّ اَصِيۡلًا :(پ۲۶، الفتح ۸: ۹،)

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہیں (اے رسول) بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

حضور کی توہین کرنے والا کافر ہے:

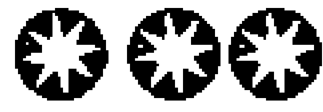
حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس بات پر تمام علماء امت کا اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والا یا ان کی ذات، ان کے خاندان، اُن کے دین، ان کی کسی خصلت میں نقص بتانے والا یا اس کی طرف اشارہ کنایہ کرنے والا یا حضور کو بدگوئی کے طریقے پر کسی چیز سے تشبیہ دینے والا یا آپ کو عیب لگانے والا یا آپ کی شان کو چھوٹی بتانے والا یا آپ کی تحقیر کرنے والا بادشاہ اسلام کے حکم سے قتل کر دیا جائے گا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لعنت کرنے والا یا آپ کے لئے بددعا کرنے والا یا آپ کی طرف کسی ایسی بات کی نسبت کرنے والا جو آپ کے منصب کے لائق نہ ہو یا آپ کے لئے کسی مضرت کی تمنا کرنے والا یا آپ کی مقدس جناب میں کوئی ایسا کلام بولنے والا جس سے آپ کی شان میں استخفاف ہوتا ہو یا کسی آزمائش یا امتحان کی باتوں سے آپ کو عار دلانے والا بھی سلطان اسلام کے حکم سے قتل کر دیا جائے گا۔ اور وہ مرتد قرار دیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اس مسئلہ میں علماء امصار اور سلف صالحین کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایسا شخص کافر قرار دے کر قتل کر دیا جائے گا۔ محمد بن سحنون علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بدزبانی کرنے والا اور آپ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے اور جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور توہین رسالت کرنے والے کی دنیا میں یہ سزا ہے کہ وہ قتل کر دیا جائے گا۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، الباب الاول فی بیان ما ہو فی حقہ... الخ، ج ۲، ص ۲۱۴، ۲۱۶)

اسی طرح حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلقین یعنی آپ کے اصحاب، آپ کے اہل بیت، آپ کی ازواج مطہرات وغیرہ کو گالی دینے والے کے بارے میں فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت و آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کے اصحاب کو گالی دینا یا انکی شان میں تنقیص کرنا حرام ہے اور ایسا کرنے والا ملعون ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس قدر ادب واحترام کرتے تھے اور آپ کی مقدس بارگاہ میں اتنی تعظیم و تکریم کا مظاہرہ کرتے تھے کہ حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کہ مسلمان نہیں

ہوئے تھے اور کفار مکہ کے نمائندہ بن کر میدان حدیبیہ میں گئے تھے تو وہاں سے واپس آ کر انہوں نے کفار کے مجمع میں علی الاعلان یہ کہا تھا کہ:

اے میری قوم! میں نے بادشاہ رُوم قیصر اور بادشاہ فارس کسریٰ اور بادشاہ حبشہ نجاشی سب کا دربار دیکھا ہے مگر خدا کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو اپنے بادشاہ کی اتنی تعظیم کرتے نہیں دیکھا جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اصحاب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی کرتے ہیں۔ (۱)



بَابُ النَّهْيِ عَنِ الشَّمَاتَةِ

کسی کی مصیبت پر خوشی کی ممانعت

(۴۸۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُظْهِرَنَّ شَمَاتَةً لِاَخِيْكَ فَيُعَافِيْهِ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ اللّٰهُ۔

حضرت واثلہ بن اسقع فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ہرگز اپنے بھائی کی مصیبت پر خوش نہ ہونا، کیونکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس سے نجات دے دے، اور تم کو اس میں مبتلاء کر دے۔

کسی کی مصیبت پر خوش ہونا:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: {اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ} (الحجرات 10:)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''مسلمان مسلمان بھائی ہیں''۔

تشریح:

مؤمنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو رسوا کرے، جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مشغول رہتا ہے، اللہ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت کو دور کرتا ہے تو اللہ قیامت کے دن اس کے مصائب میں سے کوئی مصیبت دور فرمادے گا اور جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھتا ہے، قیامت کے دن اللہ اس کا پردہ رکھے گا۔ (۲)

حضرت ابوموسیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ایک مؤمن دوسرے

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد...الخ، الحدیث: ۲۷۳۲، ۲۷۳۱،

(۲) صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۴۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۰

مؤمن کے لئے دیوار کی طرح ہے اس کے اجزاء ایک دوسرے سے مضبوط ہوتے ہیں۔ (۱)
حضرت ابن عباس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص مومن نہیں ہے جو خود سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا ہو۔
حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تم مؤمنوں کو دیکھو گے کہ وہ ایک دوسرے پر رحم کرنے میں اور ایک دوسرے کے ساتھ دوستی نبھانے اور شفقت کرنے میں ایک جسم کی طرح ہیں جب جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارا جسم درد اور بخار سے کراہتا ہے۔ (۲)
نیز حضرت نعمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تمام مؤمنین ایک شخص کی طرح ہیں جب اس کی آنکھ میں تکلیف ہوگی تو سارے جسم میں تکلیف ہوگی اور اگر اس کے سر میں درد ہو تو سارے جسم میں درد ہوگا۔ (۳)

وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ فَيَرْحَمَهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ".
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيْثٌ حَسَنٌ".

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کر (کہیں ایسا نہ ہو کہ) اللہ تعالیٰ اس پر تو رحم فرمائے اور تجھے مصیبت میں مبتلا کر دے۔
اس حدیث کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں۔
(اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کر) یعنی کسی مسلمان کو دینی یا دنیاوی آفت میں مبتلا دیکھ کر اس پر خوشی میں طعن نہ کرو بعض دفعہ خوشی میں بھی کسی پر لاحول پڑھی جاتی ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر

مگو اندوہ خویش پیش کساں — کہ لاحول گویند شادی کناں

اگر ملامت کرنا اس کی فہمائش کے لیے ہو تب جائز ہے جب کہ اس طریقہ سے اس کی اصلاح ہو سکے غرضکہ ملامت کی مختلف صورتیں ہیں۔
(کہیں ایسا نہ ہو کہ) اللہ تعالیٰ اس پر تو رحم فرمائے اور تجھے مصیبت میں مبتلا کر دے۔) یہ ہے مسلمان کی آفت پر خوشی منانے کا انجام کہ خوشی منانے والا خود گرفتار ہو جاتا ہے بارہا کا آزمودہ ہے ہمیشہ خدا سے خوف کرنا چاہیے۔ (۴)

---

(۱) صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۲۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۵
(۲) صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰۱۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۶، مسند احمد ج۴ ص۲۹۸
(۳) صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۸۶، مسند احمد ج۴ ص۲۷۶
(۴) مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، از حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، ج 6، حدیث نمبر: 689

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کِتَابُ الرِّقَاقِ

دل کونرم کرنے کا بیان

رقاق جمع ہے رقیق کی بمعنی نرمی و پتلی چیز جیسے صغیر کی جمع صغار، کبیر کی جمع کبار اور کریم کی جمع کرام اور رقیقه کی جمع رقائق آتی ہے جیسے دقیقة اور حقیقة کی جمع دقائق اور حقائق ہے، اسی کا مقابل ہے غلیظ۔ یہاں رقاق سے مراد حضور کے وہ کلمات طیبہ جوتا قیامت مسلمانوں کے دل نرم کردیں جیسے لوہا نرم ہوکر اوزار اور سونا نرم ہوکر زیور اور مٹی نرم ہوکر کھیت یا باغ، آٹا نرم ہوکر روٹی وغیرہ بنتے ہیں ایسے ہی انسان دل کا نرم ہوکر ولی، صوفی، عارف وغیرہ بنتا ہے۔ دل کی نرمی اللہ کی بڑی نعمت ہے، یہ نرمی دل بزرگوں کی صحبت اور ان کے پاک کلمات سے نصیب ہوتی ہے۔

(۴۸۱) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِی الْاِنْسَانِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ بِهَا سَائِرُ الْجَسَدِ وَاِذَا سَقُمَتْ سَقُمَ بِهَا سَائِرُ الْجَسَدِ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ.

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست ہوتو سارا جسم ٹھیک ہوتا ہے اور جب وہ بیمار ہوتو سارا جسم بیمار ہوتا ہے، خبردار! وہ لوتھڑا دل ہی تو ہے۔

شرح:

یعنی دل بادشاہ ہے جسم اس کی رعایا جیسے بادشاہ کے درست ہوجانے سے تمام ملک ٹھیک ہوجاتا ہے ایسے ہی دل سنبھل جانے سے تمام جسم ٹھیک ہوجاتا ہے، دل ارادہ کرتا ہے جسم اس پر عمل کی کوشش کہ دل میں برے ارادے نہ پیدا ہوں اس لیے صوفیاء کرام دل کی اصلاح پر بہت زور دیتے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دل کو اپنی منزلوں میں رکھو، اس کی منزل فرض، واجب، سنت، مستحب، آداب مباح ہیں ان حدود میں رہا تو خیر ہے اگلی منزلیں خطرناک ہیں ادھر نہ جانے دو، اگلی منزلیں مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی، حرام و کفر ہیں، مکروہ تنزیہی سے بچاؤ تاکہ آگے بڑھنے کی ہمت نہ کرے۔

(۱) مراۃ المناجیح ج4، ص371

بَابُ مَا جَآءَ فِي مَعِيشَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی اکرم ﷺ کی معیشت کا بیان

(۴۸۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعْنَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَلَيَالِيْهَا مِنْ خُبْزٍ مُتَتَابِعًا حَتّٰى فَارَقَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا زَالَتِ الدُّنْيَا عَلَيْنَا كُدْرَةً عُسْرَةً حَتّٰى فَارَقَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا فَلَمَّا فَارَقَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا صُبَّتْ عَلَيْنَا صَبًّا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ صُبَّ الدُّنْيَا عَلَيْنَا صَبًّا وَفِيْ رِوَايَةٍ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ مُتَوَالِيَةٍ مِّنْ خُبْزِ الْبُرِّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے تین دن اور رات لگا تار کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا تھا، حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ اس دنیا سے ظاہراً پردہ فرما گئے۔ نبی کریم ﷺ کے وصال تک دنیا ہم پر سخت اور تنگدست رہی، جب آپ محمد ﷺ اس دنیا سے ظاہراً پردہ فرما گئے تو ہم پر دنیا انڈیل دی گئی۔

شرح:

یعنی ہم اہل بیت نبوت لگا تار تین دن جو اور گیہوں کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ ہم سے جدا ہو گئے اس میں تنبیہ ہے کہ صابر فقیر، شاکر غنی سے افضل ہے اور نبی اکرم ﷺ کا فقر اختیاری تھا نہ اضطراری، اس لیے کہ آپ پر دنیا کو پیش کیا گیا تو آپ نے اس کو قبول نہ فرمایا، اور ایک مقام پر فرمایا کہ (مجھے پسند ہے) میں ایک دن بھوکا رہوں تو صبر کروں اور دوسرے دن کھاؤں تو شکر کروں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب نبی اکرم ﷺ ہم سے جدا ہو گئے تو دنیا ہمارے پاس کثرت سے آئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کئی راتیں نبی اکرم ﷺ کے کاشانہ اقدس میں گزاریں آپ اور آپ کے گھر والے رات کا کھانا اکثر نہ پاتے تھے (اور جب ملتا تو ان میں) اکثر جو کی روٹی ہوتی تھی۔ (۱)

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

قرآن کریم نے فرمایا کہ اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ نعمتیں دیں گے اور صبر کے متعلق فرمایا اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔ کسی نے حضور غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی سے پوچھا کہ فقیر صابر افضل ہے یا امیر شاکر، فرمایا ان دونوں سے فقیر شاکر افضل ہے یعنی فقیری بلا نہیں تا کہ اس پر صبر کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس پر شکر کرو۔ احناف کے نزدیک فقیر وہ ہے جس

(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علیٰ مسند الامام الاعظم ص 16

کے پاس نصاب سے کم مال ہو اور مسکین وہ جس کے پاس بالکل مال نہ ہو، شوافع کے ہاں اس کے برعکس ہے۔ (اشعہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا اگر آپ چاہتے تو آپ کے ساتھ سونے کے پہاڑ رہتے۔

❁❁❁

بَابُ مَنْ يَكُوْنُ اَشَدَّ بَلَاءً

سخت آزمائش میں مبتلاء ہونے کا بیان

(۴۸۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شَكَاةٍ شَكَاهَا فَاِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى عِبَاءَةٍ قُطْوَانِيَّةٍ وَّ مِرْفَقَةٍ مِّنْ صُوْفٍ حَشْوُهَا اِذْخِرٌ فَقَالَ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللهِ كِسْرٰى وَقَيْصَرُ عَلَى الدِّيْبَاجِ فَقَالَ يَاعُمَرُ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَكُمُ الْاٰخِرَةُ ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ مَسَّهٗ فَاِذَا وَهُوَ فِيْ شِدَّةِ الْحُمّٰى فَقَالَ تُحَمُّ هٰكَذَا وَاَنْتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اَشَدَّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَلَاءً نَبِيُّهَا ثُمَّ الْخَيْرُ ثُمَّ الْخَيْرُ وَ كَذٰلِكَ كَانَتِ الْاَنْبِيَاءُ قَبْلَكُمْ وَالْاُمَمُ۔

حضرت اسود فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عیادت کی غرض سے حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے اس وقت قطوانی کپڑے پر تشریف فرما تھے، اور ایسے تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے جو اون کا معلوم ہو رہا تھا اور اس میں اذخر گھاس تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، قیصر و کسرٰی تو دیباج و ریشم پر محو استراحت ہوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ یہ ان کے لیے دنیا میں ہوں اور تمہارے لیے آخرت میں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو ہاتھ لگایا تو آپ ﷺ شدید بخار میں تھے، عرض کی: آپ ﷺ کو اتنا بخار، حالانکہ آپ ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، فرمایا: اس امت میں زیادہ آزمائش اس کے نبی پھر اسے صالحین، پھر ان سے کم درجہ کے صالحین پر ہوگی، اور اسی طرح پہلے انبیاء اور امتوں کا حال ہے۔

شرح:

علماء کرام آیت کریمہ۔"لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ" (آل عمران: 196) کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

انسان کسی چیز کو بظاہر اچھا گمان کرے اور تحقیق و تفتیش کے بعد وہ چیز اس کے بالکل برعکس ہو تو اس کو غرور کہتے ہیں اس آیت میں بظاہر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خطاب ہے کہ آپ کفار کی خوشحالی اور ان کے عیش وطرب سے دھوکا نہ کھائیں لیکن اس سے مراد عام مسلمان مخاطب ہیں، امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ

خدا کی قسم اللہ کے نبی نے کفار سے کبھی دھوکا نہیں کھایا حتی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ (۱)

کفار کے لیے دنیا میں عیش اور مسلمانوں کے لیے تنگی کے متعلق احادیث :

امام بخاری ایک طویل حدیث کے ضمن میں حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے' آپ کے اور چٹائی کے درمیان اور کوئی چیز نہیں تھی' اور آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور آپ کے پیروں کے پاس ایک درخت کے پتوں کا ڈھیر تھا' اور آپ کے پاس کچی (بغیر رنگی ہوئی) کھالیں لٹکی ہوئی تھیں اور میں نے دیکھا کہ چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو میں گڑ گئے تھے' میں رونے لگا آپ نے فرمایا تم کس وجہ سے رو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا : یارسول اللہ! بے شک قیصر وکسریٰ کس قدر عیش وآرام میں ہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں! آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو!

ایک اور حدیث میں روایت کرتے ہیں :

میں نے نظر اٹھا کر گھر میں دیکھا تو خدا کی قسم مجھے تین کچی کھالوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آیا' میں نے عرض کیا آپ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر وسعت کرے' کیونکہ فارس اور روم پر وسعت کی گئی اور ان کو دنیا دی گئی حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے' آپ نے فرمایا اے ابن الخطاب کیا تم کو شک ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کی اچھی چیزیں دنیا ہی میں دے دی گئی ہیں میں نے کہا یارسول اللہ! میرے لیے استغفار کیجئے۔ (۲)

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی المتوفی ۳۰٤ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی چارپائی پر سیاہ چادر پڑھی ہوئی تھی' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر آئے تو نبی کریم اس پر لیٹے ہوئے تھے' جب آپ نے دیکھا تو آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے' انہوں نے دیکھا کہ چارپائی کے نشانات آپ کے پہلو میں نقش ہو گئے تھے' حضرت ابوبکر اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کی چارپائی اور بستر کی سختی سے آپ کو کس قدر تکلیف پہنچتی ہے اور یہ قیصر اور کسریٰ ریشم اور دیباج کے بستروں پر سوتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : ایسا نہ کہو کسریٰ اور قیصر کے بستر دوزخ میں ہیں اور میرا یہ بستر اور میری چارپائی کا انجام جنت ہے۔ (۳)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت سہل بن سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : اگر دنیا اللہ کے

---

(۱) جامع البیان ج ٤ ص ١٤٥' مطبوعہ بیروت

(۲) صحیح البخاری ج ٣' رقم الحدیث ٢٤٦٨ :

(۳) صحیح ابن حبان ٧٠٤ :

نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ بھی نہ عطا فرماتا۔ (۱)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتی ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے رسول اللہ کے بستر پر ایک مڑی ہوئی چادر دیکھی اس نے حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس ایک گدا بھیجا جس میں اون بھرا ہوا تھا' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا : اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فلاں انصاری عورت میرے پاس آئی تھی اس نے آپ کا بستر دیکھا تو وہ گئی اور اس نے یہ بستر بھیج دیا' آپ نے فرمایا : اے عائشہ اس کو واپس کردو' خدا کی قسم! اگر میں چاہوں تو اللہ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑوں کو روانہ کردے۔ (۲)

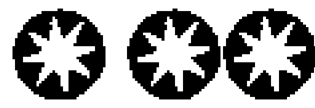
اس حدیث کی سند ضعیف ہے' لیکن اس سے بہر حال یہ معلوم ہو گیا کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فقر اختیاری تھا۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کسی مومن پر ظلم نہیں کرتا' اس کی نیکی کا صلہ دنیا میں دے دیا جاتا ہے اور اس کی پوری جزاء اس کو آخرت میں دی جائے گی اور کافر نے دنیا میں اللہ کے لیے جو نیکیاں کی ہیں اس کی پوری جزا دنیا میں دے دی جاتی ہے حتیٰ کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کی کوئی ایسی نیکی نہیں ہو گی جس کی جزا دی جائے۔ (۳)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے' امام ابوعیسیٰ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بھی روایت ہے۔ (۴)



(۱) الجامع الصحیح رقم الحدیث ۲۳۲۰ : 'سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۴۱۱۲ :

(۲) شعب الایمان رقم الحدیث ۱۴۶۸ : 'دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۴۵

(۳) صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۸۰۸ :

(۴) الجامع الصحیح رقم الحدیث ۲۳۲۴ : 'مسند البزار رقم الحدیث ۳۶۴۵ : 'المعجم الکبیر رقم الحدیث ۶۱۸۳ : '۶۰۸۷ 'المستدرک ج ۳ ص ۶۰۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْجِنَايَاتِ

جنایات کا بیان

(۴۸۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ عَفَا عَنْ دَمٍ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ ثَوَابٌ اِلَّا الْجَنَّةُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی کا خون معاف کیا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

شرح:

بدلہ نہ لینے اور معاف کر دینے کے متعلق احادیث:

حضرت ابوالیسر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سائے میں رکھے گا۔ (۱)

حضرت علی بن الحسین زین العابدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا کہ اہل فضل کھڑے ہو جائیں، پھر کچھ لوگ کھڑے ہوں گے، ان سے کہا جائے گا کہ جنت کی طرف چلے جاؤ، راستہ میں ان کو فرشتے ملیں گے اور کہیں گے: تم کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہیں گے، جنت کی طرف، فرشتے کہیں گے: حساب سے پہلے؟ وہ کہیں گے: ہاں، فرشتے پوچھیں گے: تم کون ہو؟ کہیں گے: ہم اہل فضل ہیں، فرشتے پوچھے گے: تمہاری کیا فضیلت ہے؟ وہ کہیں گے: جب کوئی ہم سے جاہلانہ بات کرتا تو ہم بردباری سے کام لیتے اور جب کوئی ہم پر ظلم کرتا تو ہم معاف کر دیتے اور جب کوئی ہمارے ساتھ زیادتی کرتا تو ہم معاف کر دیتے ہیں۔ فرشتے کہیں گے: تم جنت میں داخل ہو جاؤ، نیک کام کرنے والوں کے لیے کیا خوب اجر ہے، پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ صبر کرنے والے کھڑے ہو جائیں، پھر کچھ لوگ کھڑے ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا کہ جنت کی طرف چلے جاؤ، ان کو راستہ میں فرشتے ملیں گے، ان سے بھی اسی طرح مکالمہ ہوگا، وہ کہیں گے: ہم اہل صبر ہیں، فرشتے پوچھیں گے: تم نے کس چیز پر صبر کیا؟ وہ کہیں گے: ہم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی مشقت پر صبر کیا اور ہم صبر کر کے

---

(۱) صحیح مسلم: کتاب الزہد، رقم الحدیث: ۷٤، رقم الحدیث بلاتکرار: ۳۰۰٦، الرقم المسلسل: ۷۳۷۷

اللہ کی معصیت سے بچے، فرشتے کہیں گے : تم جنت میں داخل ہو جاؤ، نیک عمل کرنے والوں کا کیا خوب اجر ہے، پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ اللہ کے گھر کے پڑوسی کھڑے ہو جائیں، پھر کچھ لوگ کھڑے ہوں گے اور وہ بہت کم ہوں گے، ان سے کہا جائے گا : جنت کی طرف چلو، راستہ میں ان کو فرشتے ملیں گے، ان سے اسی طرح کا مکالمہ ہوگا، فرشتے پوچھیں گے : تم کس سبب سے اللہ کے پڑوسی بنے؟ وہ کہیں گے : ہم اللہ عزوجل کی رضا کے لیے لوگوں سے ملتے تھے، ہم اللہ کی رضا کے لیے مجلس میں شرکت ہوتے تھے اور ہم اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے تھے، فرشتے کہیں گے : تم جنت میں داخل ہو جاؤ، پس نیک عمل کرنے والوں کا کیا خوب اجر ہے۔

حضرت معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : جو شخص اپنے غضب کے تقاضوں کو پورا کرنے پر قادر تھا اور اس نے اپنے غصہ کو پی لیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کے سامنے اس کو بلا کر فرمائے گا کہ وہ جس حور کو چاہیے اختیار کر لے۔

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : جو شخص غصہ ضبط کر کے اس کا گھونٹ پیتا ہے اللہ تعالیٰ کو اس گھونٹ سے بڑھ کر کوئی گھونٹ پسند نہیں ہے، یا جو شخص مصیبت کے وقت صبر کا گھونٹ پیتا ہے اور اللہ کے خوف سے جس شخص کی آنکھ سے آنسو کا قطر گرتا ہے اس سے بڑھ کر کوئی قطرہ پسند نہیں ہے یا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کی راہ میں گرتا ہے۔ (۱)

حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : باوقار لوگوں کی لغزشوں کو معاف کر دو۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : جس نے کسی مسلمان کی لغزش کو معاف کیا قیامت کے دن اللہ اس کی لغزش کو معاف کر دے گا۔ (۲)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : جس نے اپنی زبان پر قابو رکھا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کی پردہ پوشی کرے گا اور جس نے اپنے غصہ کو روکا، قیامت کے دن اللہ اس سے اپنے عذاب کو روک لے گا اور جس نے اللہ کے سامنے اپنے عذر کو پیش کیا اللہ اس کے عذر کو قبول کر لے گا۔ (۳)

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : (قیامت کے دن) ایک منادی دوبارہ ندا کرے گا : جس شخص کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے وہ جنت میں داخل ہو جائے، تو جس شخص نے اپنے بھائی کو معاف کر دیا ہوگا وہ اٹھ کھڑا ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : "فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ" جس نے معاف کر دیا اور

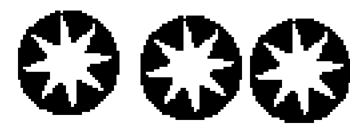
---

(۱) مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث ۲۰۲۸۹ : الزہد لابن المبارک الحدیث ۶۷۲ : الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث ۷۹۰۵ :

(۲) سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۳۴۶۰ : مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۲۱۹۹ : المستدرک ج ۲ ص ۴۵، الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث ۷۹۵۷ :

(۳) تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۰۸، الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث ۷۹۵۸ : اس حدیث کی سند حسن ہے

اصلاح کی اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے۔(الشوریٰ ۴۰:)
امام عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن الحسین زین العابدین کی باندی ان کو وضو کرا رہی تھی تا کہ وہ نماز کی تیاری کریں، ناگاہ پانی کا لوٹ اس کے ہاتھ سے گر کر ان کے چہرے پر گر گیا اور ان کا چہرہ زخمی ہو گیا، انہو نے نظر اٹھا کر اس باندی کی طرف دیکھا، اس نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "والکاظمین الغیظ" (غصہ کو پینے والے) آپ نے اس سے فرمایا: میں نے غصہ کو پی لیا۔ اس نے کہا: "والعافین عن الناس" (لوگوں کو معاف کر دینے والے) آپ نے فرمایا: اللہ تم کو معاف کرے، اس نے کہا "واللہ یحب المحسنین" (اللہ نیکی والوں سے محبت رکھتا ہے) (آل عمران 124:)، آپ نے فرمایا: جاؤ تم آزاد ہو۔(۱)
عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ پڑوسی کے حقوق میں سے یہ ہے کہ تم اپنی نیکی میں اس کو یاد رکھو، اس سے تکلیف دہ چیز کو دور کرو اور قرابت کے حقوق میں سے یہ ہے کہ جب رشتہ دار تم سے تعلق توڑے تو تم سے تعلق جوڑو، وہ تم کو محروم رکھے تو تم اس کو عطا کرو اور وہ شخص معاف کرنے کا زیادہ مستحق ہے جو سزا دینے پر زیادہ قادر ہو اور جو شخص اپنے سے کمزور پر ظلم کرے اس کی عقل بہت کم ہے۔(۲)
حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب! تیرے بندوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ فرمایا: جو شخص باوجود قدرت کے معاف کر دے۔(۳)



بَابُ مَا جَآءَ فِي دِيَةِ اَهْلِ الْكِتَابِ

اہل کتاب کی دیت کا بیان

(۴۸۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دِيَةُ الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت بھی مسلمان کی دیت کی مثل ہے۔

---

(۱) الجامع لشعب الایمان ج۱۰ ص۵۴۵، رقم الحدیث ۷۹۶۴:، مکتبۃ الرشید، ریاض، ۱۴۲۳ھ
(۲) الجامع لشعب الایمان ج۱۰ ص۵۴۸، رقم الحدیث ۷۹۷۰:، اس حدیث کی سند جید ہے
(۳) الجامع لشعب الایمان ج۱۰ ص۵۵۰، رقم الحدیث ۷۹۷۴:

شرح:

علامہ سعیدی علیہ الرحمۃ آیت کریمہ۔

"وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا"

(النساء :92) کی تفسیر میں فراتے ہیں۔

ذمی کافر کی دیت میں مذاہب ائمہ:

جس کافر قوم سے مسلمانوں نے معاہدہ کیا ہو اس کے کسی فرد کو اگر کسی مسلمان نے خطاءً قتل کر دیا یا مسلمان ملک میں کسی ذمی کافر کو مسلمان نے خطاءً قتل کر دیا تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ اس کے ورثاء کو بھی دیت ادا کی جائے گی' اور کفارہ میں ایک مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے گا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذمی کافر اور مسلمان کی دیت میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دیت کو کسی خاص مقدار میں سے معین نہیں فرمایا اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس کے ورثاء کو پوری دیت ادا کی جائے گی' نیز اہل عرب میں دیت کا لفظ سو اونٹوں میں معروف تھا اور اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد مقتول کی دیت سو اونٹ ادا کرنے کا تعامل تھا' اس لیے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ معاہد اور ذمی کو اگر خطاءً قتل کر دیا جائے تو اس کی دیت ادا کی جائے گی تو اس کو متعارف معنی پر محمول کیا جائے گا اور اس کا معنی ہوگا کہ ذمی مقتول کے ورثاء کو پوری دیت ادا کی جائے گی' نیز اس آیت کے نزول سے پہلے مسلم اور کافر کی دیت میں فرق نہیں تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذمی کی دیت کو مسلم کی دیت کے ذکر کے بعد بغیر کسی فرق کے ذکر کیا لہذا اس آیت میں بھی دیت کو متعارف معنی پر محمول کیا جائے گا اور ذمی کافر کی بھی پوری دیت ادا کی جائے گی۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت کا تہائی ہے۔ (۱)

ذمی کافر کی نصف دیت پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا غیر مستحکم ہونا:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں :

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کافر کی

(۱) الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۳۲۷ 'ملخصا مطبوعہ ایران

دیت مومن کی دیت کا نصف ہے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن لکھا ہے کیونکہ عمرو بن شعیب از والد از جد مختلف فیہ ہے۔

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

یہودی اور نصرانی کی دیت میں اہل علم کا اختلاف ہے' بعض اہل علم کا مذہب اس مسئلہ میں اس حدیث کے مطابق ہے' اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے' امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے' اور حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم ہے' اور مجوسی کی دیت اٹھ سو درہم ہے' امام مالک بن انس' امام شافعی اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے' اور بعض اہل علم نے کہا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے' یہ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

امام نسائی نے اس حدیث کو جس سند سے روایت کیا ہے اس میں ایک راوی محمد بن راشد ہے اس کے متعلق امام عبداللہ بن مبارک نے کہا یہ صادق تھا لیکن یہ شیعی یا قدری تھا۔ (۱)

اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو جس سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں ایک روای عبدالرحمان بن الحارث بن عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ ہے اس کے متعلق امام احمد نے کہا یہ متروک ہے اور علی بن المدینی نے اس کو ضعیف کہا ہے تاہم اس کی تعدیل بھی کی گئی ہے۔ (۲)

ان حوالوں سے واضح ہو گیا کہ جس حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے استدلال کیا ہے وہ اس قدر مستحکم نہیں کہ وہ قرآن مجید کے ذکر کردہ لفظ کے متعارف معنی کے مزاحم ہو سکے۔

ذمی کافر اور مسلم کی دیت کے مساوی ہونے پر امام اعظم کے دلائل:

امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک قتل نفس میں مسلمان اور کافر ذمی یا معاھد کی دیت برابر ہے' قرآن مجید میں لفظ دیت کے متعارف معنی کے علاوہ ان کے موقف پر حسب ذیل احادیث دلیل ہیں' امام ابوحنیفہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : یہودی اور نصرانی کی دیت مسلم کی دیت کی مثل ہے۔ (۳)

امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ روایت کرتے ہیں :

ابراہیم نخعی نے کہا ذمی مرد کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔

---

(۱) سنن ترمذی ج ۳ ص ۱۰۸۔۱۰۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ

(۲) تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۴۳

(۳) مسند ابی حنیفہ مع شرح القاری ص ۲۰۸' مطبوعہ بیروت

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں :

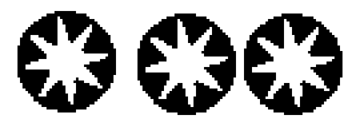
ابوالہیثم روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا ہے کہ ذمی کی دیت آزاد مسلمان کے برابر ہے۔ (۱)

زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نصرانی کی دیت اور یہودی کی دیت کو آزاد مسلمان کے برابر قرار دیا امام محمد نے کہا ہمارا اسی حدیث پر عمل ہے اور یہی امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ذمی کی دیت مسلم کی دیت کی مثل ہے۔ (۲)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابوکرز ضعیف ہے لیکن باقی احادیث اور آثار صحیحہ امام اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) کے موقف پر قوی دلیل ہیں اور ظاہر قرآن بھی آپ کے موقف پر دلیل ہے کیونکہ قرآن مجید نے مسلم اور کافر کی دیت عمد اور دیت خطا میں کوئی فرق نہیں کیا۔



بَابُ مَتٰى يُسْتَقَادُ

قصاص کب لیا جائے

(۴۸۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُسْتَقَادُ مِنَ الْجِرَاحِ حَتّٰى تَبْرَأَ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زخموں کا قصاص درست ہونے سے پہلے نہیں لیا جائے گا۔

شرح:

یعنی جب تک مجروح کا زخم اچھا نہیں ہوجاتا جارح سے قصاص نہ لیا جائے یہی امام اعظم کا موقف ہے اس لیے کہ وہ فرماتے ہیں جو زخم دیا گیا ہوسکتا ہے کہ وہ آگے جا کر بگڑ جائے اور اس سے مجروح کی موت واقع ہوجائے تو اس وقت تو جارح اس کے قتل کا سبب بن جائے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ زخم ٹھیک ہوجائے، لہذا جب تب نتیجہ سامنے نہیں آجاتا تب تک زخم کا قصاص نہ لیا جائے، یہی عقل کے زیادہ قریب ہے۔۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

---

(۱) کتاب الآثار' رقم الحدیث ۵۸۷ : (۲) المعجم الاوسط' رقم الحدیث ۷۹۵ :

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

كِتَابُ الْاَحْكَامِ

احکام کا بیان

(۴۸۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ الْاِمَارَةُ اَمَانَةٌ وَّهِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَّنَدَامَةٌ اِلَّا مَنْ اَخَذَهَا مِنْ حَقِّهَا وَاَدَّى الَّذِيْ عَلَيْهِ وَاَنّٰى ذٰلِكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِيْ عَسَّالٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِمَارَةُ اَمَانَةٌ وَّهِيَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خِزْيٌ وَّنَدَامَةٌ اِلَّا مَنْ اَخَذَهَا مِنْ حَقِّهَا وَاَدَّى الَّذِيْ عَلَيْهِ وَاَنّٰى ذٰلِكَ يَا اَبَا ذَرٍّ۔

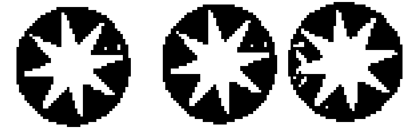
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! امیر بننا، امانت ہے، اور یہ قیامت کے دن رسوائی اور ندامت ہے، ہاں جو شخص اس کو اس کے حق کے ساتھ لے، اور جو حقوق اس پر ہوں اس کو ادا کرے، لیکن اس طرح کہاں سے کرے؟

شرح:

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں عرض کی: یارسول اللہ عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم! آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم مجھے کسی شہر کا حاکم بنا دیں تو حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: ، بے شک امارت (یعنی حکومت) حسرت وندامت ہے، اگر تجھ سے ہو سکے تو کبھی بھی (کسی پر) امیر نہ بننا۔

دنیاوی امارت وحکومت طلب کرنا ممنوع ہے مگر دینی امارت طلب کرنا عبادت ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم سے دعا کیا کرو کہ "وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا" خداوندا ہم کو پرہیز گاروں کا امام بنا۔ خیال رہے کہ سلطنت حکومت نفسانی خواہش، دنیا وی مال، عزت کی لالچ سے طلب کرنا حرام ہے کہ ایسے طالب جاہ لوگ حاکم بن کر ظلم کرتے ہیں مگر جب نااہل سلطان یا حاکم بن کر ملک کو برباد کر رہے ہوں یا برباد کرنا چاہتے ہوں تو دین وملک کی خدمت کے لیے حکومت چاہنا حاصل کرنا ضروری ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا تھا: "اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ" لہذا یہ حدیث ان مذکورہ دونوں آیتوں کے خلاف نہیں، کہ اس حدیث سے طمع دنیاوی کے لیے دنیاوی امارت چاہنے کی ممانعت ہے۔ حضرت صدیق

اکبر نے حضور کے پردہ فرمانے کے بعد ملک کی باگ دوڑ سنبھال لی تھی اور پھر امیر بن کر دین و ملک کی خدمت کی جس سے دنیا خبر دار ہے، آج تک اسلام و قرآن کی بقا حضرت صدیق کی مرہون منت ہے۔



بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اَرْفَعِ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

قیامت کے دن لوگوں کے بلند درجہ ہونے کا بیان

(۴۸۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَرْفَعَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِمَامٌ عَادِلٌ.

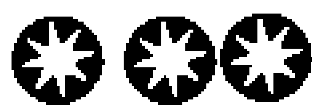
حضرت ابو سعید فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یوم قیامت امام اور عادل شخص لوگوں میں سے بلند درجہ پر ہوگا۔

شرح:

امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ تین لوگوں کی دعا کبھی رد نہیں کی جاتی 1۔ عادل امام، روزہ دار جب افطار کرے، اور مظلوم کی (بد) دعا۔

حضرت ابو سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب اور اس کے نزدیک سب سے مقرب شخص امام عادل ہوگا اور سب سے زیادہ مبغوض اور سب سے دور امام ظالم ہوگا۔ (۱)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں رکھے گا جس دن اللہ کے سایہ کے سوا اور کسی کا سایہ نہیں ہوگا: (۱) امام عادل (۲) جو شخص اللہ کی عبادت میں جوان ہوا (۳) جس شخص کا دل مسجد سے نکلنے کے بعد بھی مسجد میں معلق رہا حتیٰ کہ وہ دوبارہ مسجد میں آیا (٤) وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں جمع ہوئے اور اللہ کی محبت میں الگ الگ ہوئے (٥) جس شخص نے تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں نے آنسو بہائے (٦) جس شخص کو خوبصورت اور مقتدر عورت نے گناہ کی دعوت دی اور اس نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۷) جس شخص نے چھپا کر صدقہ دیا حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلا کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے۔



---

(۱) سنن ترمذی رقم الحدیث ١٣٣٤:

بَابُ الْقُضَاةُ ثَلٰثَةٌ

تین قسم کے قاضی ہونے کا بیان

(۴۸۹) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَیْدِاللّٰهِ بْنِ خُبَیْبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْقُضَاةُ ثَلٰثَةٌ قَاضِیَانِ فِی النَّارِ وَقَاضٍ یَقْضِیْ فِی النَّاسِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیُوْکِلُ بَعْضَهُمْ مَالَ بَعْضٍ وَّقَاضٍ یَتْرُكُ عِلْمَهٗ وَیَقْضِیْ بِغَیْرِ الْحَقِّ فَهٰذَانِ فِی النَّارِ وَقَاضٍ یَقْضِیْ بِکِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ فِی الْجَنَّةِ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قاضی تین قسم کے ہیں، دو قاضی آگ میں ہیں (1) ایک قاضی وہ جو لوگوں کے درمیان بغیر علم کے فیصلہ کرتا ہے، اور کسی اور کا مال کسی اور کو سپرد کر دیتا ہے (2) ایک قاضی وہ ہے جو اپنے علم کو چھوڑ کر، ناحق فیصلہ کرتا ہے، یہ دونوں قاضی آگ میں جائیں گے، ہاں وہ قاضی جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے موافق فیصلہ کرتا ہے، وہ جنت میں جائے گا۔

شرح:

ناحق فیصلہ کرنا اور فیصلہ کرنے میں رشوت لینا گناہ کبیرہ ہے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ آیت کریمہ۔

"سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ"

کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

(۱) امام ابن جریر نے ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا کہ لفظ آیت سمعون للکذب اکلون للسحت سے مراد ہے کہ انہوں نے فیصلہ کرنے میں رشوت لی اور ناحق فیصلہ کیا۔

(۲) امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حسن (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ فرمایا کہ لفظ آیت سمعون للکذب اکلون للسحت سے مراد ہے کہ یہ یہود کے احکام ہیں کہ وہ جھوٹ کو قبول کرتے اور رشوت لیتے تھے۔

(۳) امام عبدالرزاق الفریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن منذر اور ابوالشیخ نے ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت فرمایا سحت سے مراد ہے دین میں رشوت لینا۔ سفیان نے فرمایا کہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینا۔

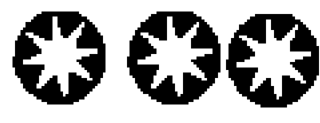
(٤) امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا جو شخص کسی آدمی کی سفارش کرے تاکہ اس سے اس کا ظلم دور ہو جائے یا اس پر حق لوٹ آئے (یعنی اس کو حق مل جائے) پھر اس نے اس کو ہدیہ دیا اور اس نے اس کو قبول کر لیا تو یہ حرام کمائی ہے۔ کہا گیا اے عبدالرحمن کہ ہم فیصلہ کرنے میں رشوت لینے کو حرام کمائی شمار کرتے تھے۔ (تفسیر درمنثور تحت آیت مذکورہ)

(۴۹۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ اَنَّ اَبَاهُ كَتَبَ اِلَيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَقْضِي الْحَاكِمُ وَهُوَ غَضْبَانُ۔

حضرت ابوبکرہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد نے ان کی طرف خط لکھا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حاکم غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔

شرح:

یعنی قاضی اور اس کی مثل دوسرے حالت غضب میں فیصلہ نہ کریں کیونکہ اس وقت ان کے باطل (غلط) فیصلہ کرنے کی قوی امید ہے۔ (۱)



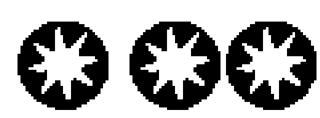
بَابُ مَا جَآءَ فِيْمَنْ رُفِعَ عَنْهُ الْقَلَمُ

مرفوع القلم ہونے کا بیان

(۴۹۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلٰثَةٍ عَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَكْبُرَ وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يُفِيْقَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ حَمَّادٍ عن سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلٰثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يُفِيْقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَحْتَلِمَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بچے کے بڑے ہونے تک پاگل کے صحیح ہونے تک اور سونے والے کے بیدار ہونے تک، ان سے قلم اٹھالی گئی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سونے والے کے بیدار ہونے تک، پاگل کے صحیح ہونے تک اور بچے کے احتلام والے ہونے تک، ان سے قلم اٹھالی گئی ہے۔



(۱) شرح الملاعلی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 246

بَابُ مَا جَآءَ فِيْمَا اِذَا لَّمْ تَكُنْ بَيِّنَةٌ

باب : جب گواہ موجود نہ ہو

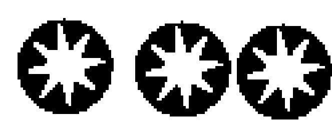
(۴۹۲) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُدَّعٰى عَلَيْهِ اَوْلٰى بِالْيَمِيْنِ اِذَا لَّمْ يَكُنْ بَيِّنَةٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم کا زیادہ حقدار مدعیٰ علیہ ہے جب گواہ موجود نہ ہوں۔

شرح:

یہ فرمان عالی مجمل ہے۔مقصد یہ ہے کہ اگر مدعی کے پاس گواہی موجود نہ ہو اور مدعیٰ علیہ اس کے دعویٰ کا اقراری نہ ہو انکاری ہو اور مدعی اس سے قسم کا مطالبہ کرے تو قسم مدعیٰ علیہ پر ہے، یہ تینوں قیدیں خیال میں رہنی چاہئیں۔ چونکہ مدعی پر گواہی پیش کرنے کا وجوب بالکل ظاہر تھا اس لیے اس کا ذکر نہ فرمایا۔(اشعہ) اگر قاضی نے مدعی کے مطالبہ کے بغیر مدعیٰ علیہ سے قسم لے لی تو مدعی پھر قسم کا مطالبہ کرسکتا ہے۔اس قانون سے حدود یعنی شرعی مقررہ سزائیں اور لعان وغیرہ علیحدہ ہیں کہ ان میں گواہی و قسم اس طرح نہیں،اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

خیال رہے کہ مدعی کے ذمہ گواہی اور مدعیٰ علیہ پر قسم ہونا عظیم الشان قاعدہ ہے اور یہ حدیث معنًی متواتر ہے جیسے حدیث انما الاعمال بالنیات متواتر ہے،مدعی پر قسم نہیں مدعیٰ علیہ پر گواہی نہیں۔(مراۃ المناجیح،ج5،ص654)



بَابُ اِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ

خرید و فروخت کرنے والوں کے اختلاف کا بیان

(۴۹۳) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ اَنَّ رَجُلًا حَدَّثَهٗ اَنَّ الْاَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ اِشْتَرٰى مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَقِيْقًا فَتَقَاضَاهُ عَبْدُ اللهِ فَقَالَ الْاَشْعَثُ ابْتَعْتُ مِنْكَ بِعَشَرَةِ الْاٰفٍ وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ بِعْتُ مِنْكَ بِعِشْرِيْنَ اَلْفًا فَقَالَ اِجْعَلْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ مَنْ شِئْتَ فَقَالَ الْاَشْعَثُ اَنْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ اُخْبِرُكَ بِقَضَاءٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ فِي الثَّمَنِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمَا بَيِّنَةٌ وَّالسِّلْعَةُ

قَائِمَةٌ فَالْقَوْلُ مَا قَالَ الْبَائِعُ اَوْ يَتَرَادَّانِ۔

حضرت حماد کو کسی آدمی نے بیان کیا کہ اشعث بن قیس نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک غلام خریدا، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے قیمت کا تقاضا کیا تو اشعث نے کہا: میں نے آپ سے دس (10) ہزار کے بدلے خریدا تھا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تجھ کو بیس (20) ہزار کے بدلے بیچا تھا، اور فرمایا کہ تم جسے چاہو اپنے اور میرے درمیان منصف لاسکتے ہو، اشعث نے کہا کہ آپ ہی میرے اور اپنے درمیان منصف ہیں، تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کو اس فیصلہ کے لحاظ سے خبر دیتا ہوں جس کو میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب ثمن میں بیچنے والے اور خریدنے والے کا اختلاف ہو جائے، اور ان کے پاس گواہ نہ ہوں، اور بیچا ہوا سامان بھی ابھی محفوظ ہو، تو بات بیچنے والے کی ہی معتبر ہوگی، یا پھر وہ دونوں بیع ختم کر دیں۔

(٤٩٣) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ الْاَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ اِشْتَرٰى مِنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَقِيْقًا مِّنْ رَّقِيْقِ الْاِمَارَةِ فَتَقَاضَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ فَاخْتَلَفَا فِيْهِ فَقَالَ الْاَشْعَثُ اِشْتَرَيْتُ مِنْكَ بِعَشَرَةِ الْاٰفِ دِرْهَمٍ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بِعْتُ مِنْكَ بِعِشْرِيْنَ اَلْفًا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اِجْعَلْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ رَجُلًا فَقَالَ الْاَشْعَثُ فَاِنِّيْ اَجْعَلُكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ نَفْسِكَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَاِنِّيْ سَاَقْضِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بِقَضَاءٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اخْتَلَفَ الْبَائِعَانِ فَالْقَوْلُ مَا قَالَ الْبَائِعُ فَاِمَّا اَنْ يَّرْضَى الْمُشْتَرِيْ بِهٖ اَوْ يَتَرَادَّانِ الْبَيْعَ۔
وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اخْتَلَفَ الْبَائِعَانِ وَالسِّلْعَةُ قَائِمَةٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ اَوْ يَتَرَادَّانِ۔
زَادَ فِيْ رِوَايَةِ الْبَيْعِ۔ فِيْ رِوَايَةٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّ الْاَشْعَثَ اِشْتَرٰى مِنْهُ رَقِيْقًا فَتَقَاضَاهُ وَاخْتَلَفَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بِعِشْرِيْنَ اَلْفًا وَقَالَ الْاَشْعَثُ بِعَشَرَةِ الْاٰفٍ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اخْتَلَفَ الْبَائِعَانِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ اَوْ يَتَرَادَّانِ۔

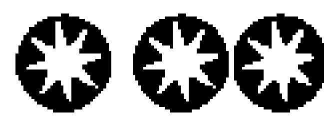
حضرت قاسم اپنے والد اور وہ دادا جان سے بیان کرتے ہیں کہ اشعث بن قیس نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک غلام خریدا، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے قیمت کا تقاضا کیا تو ان کا اختلاف ہو گیا، اشعث نے کہا: میں نے آپ سے دس (10) ہزار کے بدلے خریدا تھا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تجھ کو بیس (20) ہزار کے بدلے بیچا تھا، اور فرمایا کہ تم جسے چاہو اپنے اور میرے درمیان منصف لاسکتے ہو، اشعث نے کہا کہ آپ ہی میرے اور اپنے درمیان منصف ہیں، تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کو اس فیصلہ کے لحاظ سے فیصلہ سناتا ہوں جس کو

میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب ثمن میں بیچنے والے اور خریدنے والے کا اختلاف ہو جائے، تو بات بیچنے والے کی ہی معتبر ہوگی، یا تو خریدنے والا اس کو مان لے یا پھر وہ دونوں بیع ختم کر دیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب بیچنے والے اور خریدنے والے کا اختلاف ہو جائے، اور بیچا ہوا سامان بھی ابھی محفوظ ہو، تو بات بیچنے والے کی ہی معتبر ہوگی، یا پھر وہ دونوں بیع ختم کر دیں۔

ایک روات میں لفظ "بیع" زائد ہے۔

ایک روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اشعث نے ان سے ایک غلام خریدا، انہوں نے اس سے قیمت کا مطالبہ کیا، تو دونوں کا اختلاف ہو گیا، حضرت عبداللہ نے کہا کہ میں نے 20 ہزار کا بیچا ہے اور اشعث نے کہا کہ 10 ہزار کا میں نے خریدا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب بیچنے والے اور خریدنے والے کا اختلاف ہو جائے، اور بیچا ہوا سامان بھی ابھی محفوظ ہو، تو بات بیچنے والے کی ہی معتبر ہو گی، یا پھر وہ دونوں بیع ختم کر دیں۔



بَابُ اِذَا اَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الْمُتَبَايِعَيْنِ الْبَيِّنَةَ

بائع اور مشتری کی طرف سے گواہ پیش کرنے کا بیان

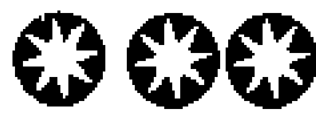
(۴۹۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا اِلَيْهِ فِيْ نَاقَةٍ وَّقَدْ اَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَنَّهَا نُتِجَتْ عِنْدَهٗ فَقَضٰى بِهَا لِلَّذِيْ فِيْ يَدِهٖ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو آدمیوں نے ایک اونٹنی کا تنازعہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، اور ان میں سے ہر ایک نے گواہ بھی مقرر کر لیے کہ اونٹنی اس کے ہاں پیدا ہوئی تھی، پس آپ ﷺ نے جس کے قبضہ میں اونٹنی تھی، اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

(۴۹۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ اخْتَصَمَ رَجُلَانِ فِيْ نَاقَةٍ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا يُقِيْمُ الْبَيِّنَةَ اَنَّهَا نَاقَةٌ نَتَجَهَا فَقَضٰى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلَّذِيْ هِيَ فِيْ يَدِهٖ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ رَجُلَيْنِ اَتَيَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَاقَةٍ فَاَقَامَ هٰذَا الْبَيِّنَةَ اَنَّهٗ نَتَجَهَا وَاَقَامَ هٰذَا الْبَيِّنَةَ اَنَّهٗ نَتَجَهَا فَجَعَلَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو آدمیوں نے ایک اونٹنی کا تنازعہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، اوران میں سے ہر ایک نے گواہ بھی مقرر کر لیے کہ اونٹنی اس کے ہاں پیدا ہوئی تھی، پس آپ ﷺ نے جس کے قبضہ میں اونٹنی تھی، اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ دو آدمیوں نے ایک اونٹنی کا تنازعہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، اوران میں سے ہر ایک نے گواہ بھی مقرر کر لیے کہ اونٹنی اس کے ہاں پیدا ہوئی تھی، پس رسول اللہ ﷺ نے جس کے قبضہ میں اونٹنی تھی، اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْفِتَنِ

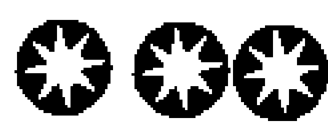
فتنوں کا بیان

(۴۹۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ يَّحْيٰى عَنْ حُمَيْدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَلَّ السَّيْفَ عَلٰى اُمَّتِيْ فَاِنَّ لِجَهَنَّمَ سَبْعَةَ اَبْوَابٍ بَابٌ مِّنْهَا لِمَنْ سَلَّ السَّيْفَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میرے امتی پر تلوار سونتی (وہ جان لے کہ) جہنم کے سات دروازے ہیں ان میں سے ایک تلوار سونتنے والے کا بھی ہے۔

شرح:

یعنی جو شخص کسی مسلمان پر تلوار سونت لے اگرچہ اس کے قتل کا ارادہ نہ بھی کرے تب بھی مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہے کیونکہ اس نے مسلمانوں کا سا کام نہ کیا، مسلمان پر ظلماً ہتھیار اٹھانا بھی حرام ہے۔ خیال رہے کہ اس جیسی تمام احادیث میں ظلماً ہتھیار اٹھانا مراد ہے ورنہ بعض صورتوں میں مسلمان کا قتل واجب ہو جاتا ہے جیسے باغی، خارجی، ڈاکو، قاتل، زانی۔ (۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِيْ ثَلٰثِيْنَ كَذَّابًا

تیس جھوٹوں کا بیان

(۴۹۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِي الْجَلَّاسِ قَالَ كُنْتُ مِمَّنْ سَمِعَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ السَّبَائِيِّ كَلَامًا عَظِيْمًا فَاَتَيْنَا بِهٖ عَلِيًّا وَّنَحْنُ نَهُزُّ عُنُقَهٗ فِيْ طَرِيْقِهٖ فَوَجَدْنَاهُ فِي الرَّحْبَةِ مُسْتَلْقِيًا عَلٰى ظَهْرِهٖ وَاضِعًا اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى فَسَاَلَهٗ عَنِ الْكَلَامِ فَتَكَلَّمَ بِهٖ فَقَالَ اَتَرْوِيْهِ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَوْ عَنْ كِتَابِهٖ اَوْ عَنْ رَّسُوْلِهٖ فَقَالَ لَا قَالَ فَعَمَّا تَرْوِيْ قَالَ عَنْ نَّفْسِيْ قَالَ اَمَا اَنَّكَ

(۱) مراۃ المناجیح، ص430، ج5

لَوْ رَوَيْتَ عَنِ اللهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى اَوْ عَنْ كِتَابِهٖ اَوْ عَنْ رَّسُوْلِهٖ ضَرَبْتُ عُنُقَكَ وَلَوْ رَوَيْتَهٗ عَنِّيْ اَوْ جَعَلْتُكَ عُقُوْبَةً فَكُنْتَ كَاذِبًا وَّلٰكِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ ثَلٰثُوْنَ كَذَّابًا وَّاَنْتَ مِنْهُمْ ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ اَبِي الْجُلَاسِ قَالَ كُنْتُ فِيْمَنْ سَمِعَ مِنْ عَبْدِ اللهِ السَّبَائِيِّ كَلَامًا عَظِيْمًا فَاَتَيْنَا بِهٖ عَلِيًّا فَوَجَدْنَاهُ فِي الرَّحْبَةِ مُسْتَلْقِيًا ظَهْرَهٗ وَاضِعًا اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى فَسَاَلَهٗ عَنِ الْكَلَامِ فَتَكَلَّمَ فَقَالَ اَتَرْوِيْهِ عَنِ اللهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى اَوْ عَنْ كِتَابِهٖ اَوْ عَنْ رَّسُوْلِهٖ قَالَ لَا قَالَ فَعَمَّنْ تَرْوِيْهِ قَالَ عَنْ نَّفْسِيْ قَالَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ رُوِيْتَ عَنِ اللهِ اَوْ عَنْ كِتَابِهٖ اَوْ رَسُوْلِهٖ ضَرَبْتُ عُنُقَكَ وَلَوْ رَوَيْتَ عَنِّيْ اَوْ جَعَلْتُكَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ ثَلٰثُوْنَ كَذَّابًا فَاَنْتَ مِنْهُمْ ۔

حضرت ابوالجلاس فرماتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں سے ایک تھا جنہوں نے عبداللہ سبائی سے ایک خطرناک بات سنی تھی، سوہم اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رستے میں سرکوبی کرتے ہوئے لے آئے، آپ کرم اللہ وجہہ نے اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا تھا اور صحن میں چت لیٹے ہوئے تھے، آپ نے اس سے اس خطرناک بات کی بابت پوچھا تو اس نے وہی بات کہی، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تو یہ اللہ تعالی، اسکے رسول یا اس کی کتاب کی طرف سے کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا نہیں، تو فرمایا کہ کس کی طرف سے تو روایت کر رہا ہے؟ اس نے کہا میں نے یہ بات اپنی طرف سے کی ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو نے یہ بات اللہ تعالی، اسکے رسول یا قرآن کریم کی طرف سے کی تو میں تجھے مار دوں گا، اور اگر میری طرف سے کی ہے تو میں تجھے سخت سزا دوں گا، اور تو جھوٹا ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ قیامت سے قبل 30 جھوٹے ہوں گے اور توں ان میں سے ایک ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوالجلاس فرماتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں سے ایک تھا جنہوں نے عبداللہ سبائی سے ایک خطرناک بات سنی تھی، سوہم اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رستے میں سرکوبی کرتے ہوئے لے آئے، آپ کرم اللہ وجہہ نے اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا تھا اور صحن میں چت لیٹے ہوئے تھے، آپ نے اس سے اس خطرناک بات کی بابت پوچھا تو اس نے وہی بات کہی، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تو یہ اللہ تعالی، اسکے رسول یا اس کی کتاب کی طرف سے کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا نہیں، تو فرمایا کہ کس کی طرف سے تو روایت کر رہا ہے؟ اس نے کہا میں نے یہ بات اپنی طرف سے کی ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو نے یہ بات اللہ تعالی، اسکے رسول یا قرآن کریم کی طرف سے کی تو میں تجھے مار دوں گا، اور اگر میری طرف سے کی ہے تو میں تجھے سخت سزا دوں گا، اور تو جھوٹا ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ قیامت سے قبل 30 جھوٹے ہوں گے اور توں ان میں سے ایک ہے۔

مسئلہ ختم نبوت:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا"

ترجمہ : محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں' لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں' اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے

تفسیر : اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں' لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (الاحزاب ۴۰ :)

اس کی تحقیق کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت زید بن حارثہ کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ وہ آپ کے بیٹے نہیں ہیں اور آپ کے چار نسبی بیٹے تھے آپ حضرت قاسم' حضرت ابراہیم' حضرت طیب اور حضرت مطہر کے والد تھے۔ (۱)

جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نکاح کر لیا تو کفار اور منافقین نے اعتراض کیا کہ آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ حضرت زید بن حارثہ آپ کے حقیقی بیٹے نہیں ہیں حتیٰ کہ ان کی بیوی آپ پر حرام ہو جائیں لیکن آپ تعظیم اور تکریم کے اعتبار سے امت کے باپ ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرما کر کفار اور منافقین کے اعتراضات کو ساقط کر دیا' اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں جو مرد تھے آپ ان میں سے کسی کے حقیقی والد نہیں ہیں' یہ نہیں ہے کہ آپ کسی کے والد نہیں ہیں کیونکہ آپ کی چار بیٹیاں تھیں اور آپ ان کے والد تھے اور آپ کے چار بیٹے تھے اور آپ ان کے والد تھے لیکن وہ سب صغر سن میں وفات پا گئے اور ان میں سے کوئی بھی مرد ہونے کی عمر تک نہیں پہنچا' سو آپ مردوں میں سے کسی تحقیقی والد نہیں ہیں نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں اور یہ چاروں آپ کے نسبی بیٹے تھے مخاطبین کے مردوں میں سے نہ تھے' بعض احادیث میں ہے کہ آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے متعلق فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں (سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۷۶۹ :) لیکن آپ نے ان کو مجازاً اپنے بیٹے فرمایا وہ آپ کے نسبی بیٹے نہ تھے' وہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے نسبی بیٹے اور آپ کے نواسے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں اور نہ کسی مرد کے حقیقی والد ہیں' نہ رضاعی والد ہیں۔

ہم نے امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چار بیٹے تھے لیکن مشہور یہ ہے کہ آپ کے دو بیٹے تھے حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم' حضرت قاسم حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بطن پیدا ہوئے انہی کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور حضرت ابراہیم آپ کی کنیز ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور حضرت

(۱) جامع البیان رقم الحدیث ۲۱۴۶۵ : 'تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث ۱۷۶۹۸ :

ابراہیم کے علاوہ آپ کی تمام اولاد قبل از اسلام پیدا ہوئی' صرف حضرت ابراہیم واحد ہیں جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اسی وجہ سے ان کا لقب طب اور مطہر ہے۔ (۱)

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ آپ کسی مرد کے شرعی والد ہیں نہ رضاعی اور نہ کسی کو آپ نے شرعاً بیٹا بنایا کیونکہ شرعاً بیٹا اس کو بنایا جاتا ہے جو مجہول النسب ہو اور حضرت زید بن حارثہ مجہول النسب نہیں تھے ان کا نسب معروف تھا وہ حارثہ کے بیٹے تھے غرض آپ کسی اعتبار سے کسی مرد کے باپ نہ تھے' نسبی نہ رضاعی نہ متبنی کے کے اعتبار سے۔

سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خاتم النبیین اور آخری نبی ہونے کے متعلق قرآن مجید کی آیات:

سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خاتم النبیین اور آخری نبی ہونے پر صاف اور صریح آیت تو یہی الاحزاب ۴۰: ہے' اس کے علاوہ قرآن مجید کی اور آیات بھی ہیں جن سے آپ کا خاتم النبیین اور آخری نبی ہونا ثابت ہے:

(۲) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ (المائدہ ۳:)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طور دین پسند فرما لیا۔

نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اوپر دین کا کامل اور تمام ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ آپ آخری نبی ہیں' کیونکہ آپ کے بعد کسی اور نبی کا آنا اسی وقت ممکن ہوتا' جب آپ کے دین اور آپ کی شریعت میں کوئی کمی ہوتی جس کمی کو بعد میں آنے والا نبی پورا کرتا' اور جب آپ کا دین کامل اور تمام ہے اور اس کا نامکمل ہونا ممکن نہیں ہے تو آپ کے بعد کسی نبی کا آنا بھی ممکن نہیں ہے۔

(۳) وما ارسلنك الا كافة للناس بشيرا و نذيرا۔ (سبا ۲۸:)

اور (اے رسول مکرم!) ہم نے آپ کو دنیا کے تمام لوگوں کے لیے (جنت کی) بشارت دینے والا اور (دوزخ سے) ڈرانے والا بنا بھیجا ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ دنیا کے تمام لوگوں کے لیے آپ رسول ہیں اگر آپ کے بعد کسی نبی کی بعثت کو جائز قرار دیا جائے تو لازم آئے گا کہ آپ تمام لوگوں کے لیے رسول نہیں ہیں بلکہ بعض لوگوں کے لیے کوئی اور رسول آئے گا' اور اس سے یہ آیت کاذب ہو جائے گی اور قرآن مجید کا کاذب ہونا محال ہے' اس سے لازم آیا کہ آپ کے بعد کسی اور نبی کا آنا محال ہے۔

(۴) قل یایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا۔ (الاعراف ۱۵۸:)

آپ کہیے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

اس آیت کی بھی حسب سابق تقریر ہے کہ اگر آپ کے بعد کسی کا آنا ممکن ہو تو پھر آپ سب کے لیے رسول نہیں رہیں گے۔

(۱) سبل الھدی والرشاد ج ۱۱ ص ۱٦' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱٤۱٤ھ

(۵) وما ارسلنك الا رحمة للعلمين (الانبیاء ۱۰۷:)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اس آیت کی بھی اسی طرح تقریر ہے کہ اگر آپ کے بعد کسی رسول کا آنا ممکن ہو تو پھر بعض لوگوں کے لیے وہ رسول رحمت ہوگا اور آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت نہیں رہیں گے اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

(۶) تبرك الذی نزل الفرقان علی عبده ليكون للعلمين نذيرا (الفرقان ۱:)

وہ ذات برکت والی ہے جس نے اپنے عبد کامل پر وہ کتاب نازل کی جو حق اور باطل میں فرق کرنے والی ہے تا کہ وہ عبد کامل تمام جہانوں کے لیے (عذاب سے) ڈرانے والا ہو جائے۔

(۷) واذ اخذ الله ميثاق النبين لمآ اتيتكم من كتب وحكمة ثم جآء كم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه ط قال ءاقررتم واخذتم على ذلكم اصرى ط قالوا اقررنا ط قال فاشهدوا وانا معكم من الشهدين (آل عمران ۸۱:)

اور یاد کیجئے جب اللہ نے تمام نبیوں سے یہ پختہ عہد لیا کہ میں تمہیں جو کتاب اور حکمت عطا کروں' پھر تمہارے پاس وہ عظیم رسول آجائے جو ان (چیزوں) کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہیں' تو تم سب اس پر ضرور ضرور ایمان لانا اور تم سب ضرور اس کی مدد کرنا' فرمایا کیا تم نے اقرار کرلیا اور میرے اس بھاری عہد کو قبول کرلیا' انہوں نے کہا ہم نے اقرار کرلیا' فرمایا پس تم سب (ایک دوسرے پر) گواہ ہو جاؤ' اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جس نبی کے آنے پر تمام رسولوں سے اس پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنے کا پختہ عہد لیا گیا ہے وہ تمام رسولوں کے بعد آئے گا' پس اگر آپ کے بعد کسی اور رسول کے آنے کو ممکن مانا جائے تو لازم آئے گا کہ وہی آخری رسول ہو اور اسی کے متعلق تمام نبیوں سے پختہ عہد لیا گیا ہو بلکہ آپ سے بھی اس پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا ہو اور یہ بداھۃ باطل ہے۔

(۸) هو الذی بعث فی الامين رسولا منهم يتلوا عليهم ايته ويزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة ق وان كانوا من قبل لفی ضلل مبين واخرين منهم لما يلحقوا بهم ط وهو العزيز الحكيم (الجمعہ ۳-۲:)

وہی ہے جس نے امی لوگوں میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور ان کے باطن کو صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ اس کے آنے سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے اور اس رسول کو دوسروں کے لیے بھی بھیجا ہے جو (ابھی تک) پہلوں سے نہیں ملے اور وہ بے حد غالب بہت حکمت والا ہے۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے زمانہ کے لوگوں کے بھی رسول ہیں اور اپنے بعد آنے والے

لوگوں کے لیے بھی رسول ہیں' اب اگر یہ کہا جائے کہ آپ کے بعد کسی اور رسول کا آنا بھی ممکن ہے تو پھر اس رسول پر ایمان لانے والوں کے لیے آپ رسول نہیں ہوں گے اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

(۹) ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم ط وسآئت مصیرا۔ (النساء ۱۱۵ :)

اور جو شخص اس پر ہدایت واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور تمام مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلے ہم اس کو اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا ہے اور اس کو دوزخ میں داخل کر دیں گے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے۔

عہد رسالت سے تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاتم النبیین ہیں اور آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا محال ہے سو جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے گا وہ اس آیت کی وعید کا مصداق ہے۔

(۱۰) لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقتل ط اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا ط وکلا وعد الله الحسنی ط۔ (الحدید ۱۰ :)

تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا' وہ دوسروں کے برابر نہیں ہیں' ان کا ان لوگوں سے بہت بڑا درجہ ہے جنہوں نے اس کے بعد (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور قتال کیا اور اللہ نے ہر ایک سے نیک عاقبت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے صحابہ' بعد کے صحابہ سے بہت افضل ہیں' اگر سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا ممکن ہوتا تو وہ ان صحابہ سے افضل ہوتا کیونکہ نبی غیر نبی سے افضل ہوتا ہے اور ان صحابہ سے اس کا افضل ہونا اس آیت کے خلاف ہے' پس آپ کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا ممکن نہیں ہے۔

سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق احادیث صحیحہ' مقبولہ:

(۱) حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جس نے بہت حسین و جمیل ایک گھر بنایا' مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی' لوگ اس گھر کے گرد گھومانے لگے اور تعجب سے یہ کہنے لگے' اس نے یہ اینٹ کیوں نہ رکھی آپ نے فرمایا میں (قصر نبوت کی) وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

(۲) حضرت ثوبان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : بے شک اللہ نے میرے لیے تمام روئے زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔ (الی قولہ) عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے' ان میں سے ہر ایک کا زعم ہوگا کہ وہ نبی ہے' اور میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(۳) حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میری اور

مجھ سے پہلے نبیوں کی مثل اس شخص کی طرح ہے جس نے گھر بنا کر مکمل کیا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی' پس میں آیا اور میں نے اس اینٹ کو رکھ کر اس گھر کو مکمل کر دیا۔

(٤) حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مجھے چھ وجوہ سے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے (١) مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں (٢) اور رعب سے میری مدد کی گئی ہے (٣) اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے (٤ ض اور تمام روئے زمین کو میرے لیے آلہ طہارت اور نماز کی جگہ بنا دیا گیا ہے (٥) اور مجھے تمام مخلوق کی طرف (نبی بنا کر) بھیجا گیا ہے (٦) اور مجھ پر نبیوں کو ختم کیا گیا ہے۔

(٥) حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون تھے' مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(٦) حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بنی اسرائیل کا ملکی انتظام ان کے انبیاء کرتے تھے' جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کا قائم مقام دوسرا نبی ہو جاتا' اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا' اور میرے بعد بہ کثرت خلفاء ہوں گے۔

(٧) حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے' پس میرے بعد کوئی نبی ہوگا نہ رسول ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہوں گے۔

(٩) حضرت ابوہریرہ رضی عنہ بیان کرتے ہیں میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے (یعنی آخر مساجد الانبیاء ہے)

(١٠) قتادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں پیدائش میں سب سے پہلا ہوں اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔ (١)

(١١) حضرت عرباض بن ساریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: بے شک میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین تھا اور بے شک (اس وقت) آدم اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔ (٢)

(١٢) حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں لوگ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آ کر کہیں گے یا محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں' اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے

---

(١) کنز العمال رقم الحدیث: ٣١٩١٦-٣٢١٣٦

(٢) مسند احمد ج٤ص١٢٧' المعجم الکبیر ١٨' رقم الحدیث: ٢٥٢' مسند البزار رقم الحدیث: ٢٣٦٥

بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کاموں کی مغفرت کر دی ہے' آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔الحدیث

(۱۳) حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور فخر نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں اور فخر نہیں۔ (۱)

(۱٤) حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں ایک دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے پاس آئے گویا ہمیں رخصت فرمارہے ہوں پھر تین بار فرمایا میں محمد نبی ای ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (۲)

(۱۵) حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حدیث معراج میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انبیاء علیہم السلام کے سامنے فرمایا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعلمین بنایا اور تمام لوگوں کے لیے بشیر ونذیر بنایا' مجھ پر قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور میری امت کو خیر امت بنایا جو لوگوں کے نفع کے لیے بنائی گئی ہے' اور میری امت کو معتدل امت بنایا اور میری امت کو اول اور آخر بنایا' اور اس نے میرا سینہ کھول دیا میرا بوجھ اتار دیا اور میرے لیے مراذ کر بلند کیا اور مجھ کو افتتاح کرنے والا اور (نبیوں کو) ختم کرنے والا بنایا۔ (۳)

(۱٦) حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حدیث معراج میں بیان کرتے ہیں کہ جب آپ بیت المقدس پہنچے آپ نے اپنی سواری کو ایک بڑے پتھر کے ساتھ باندھ دیا پھر آپ نے مسجد میں داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی' نماز کے بعد نبیوں نے حضرت جبریل سے پوچھا یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ (٤)

(۱۷) حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے شمائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں آپ کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین تھے۔

(۱۸) حضرت ابوامامہ باھلی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے (فتنہ دجال کے متعلق ایک طویل حدیث میں) فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ (۵)

(۱۹) حضرت ابوقتیلہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہے سو تم اپنے رب کی عبادت کرو اور پانچ نمازیں پڑھو' اپنے مہینہ کے روزے رکھو' اپنے حکام کی اطاعت کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (٦)

---

(۱) سنن الدارمی رقم الحدیث ۵۰ : کنز العمال رقم الحدیث ۳۱۸۳ :

(۲) مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۲' احمد شاکر نے کہا اس کی سند حسن ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث ٦٦٠٢ : 'دار الحدیث قاہرہ

(۳) مسند البزار رقم الحدیث ۵۵ : 'مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۱

(٤) المواہب الدنیہ ج ۲ ص ۳٦۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱٤۱٦ھ

(۵) سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ٤۰۷۷ :

(٦) المعجم الکبیر ج ۲۲ رقم الحدیث ۷۹۷ : 'ج ۸ رقم الحدیث ۷۵۳۵ :-۷٦۱۷

(۲۰) حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے ابوذر! پہلے رسول آدم ہیں اور آخری رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔(۱)

(۲۱) حضرت عقبہ بن عامر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب نبی ہوتے۔(۲)

(۲۲) حضرت جبیر بن مطعم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے کئی اسماء ہیں' میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی (مٹانے والا) ہوں اللہ میرے سبب سے کفر کو مٹائے گا' اور میں حاشر (جمع کرنے والا) ہوں جس کے عہد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(۲۳) حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میں احمد ہوں' اور محمد ہوں' اور حاشر ہوں اور مقفی (سب نبیوں کے بعد مبعوث ہونے والا) ہوں اور خاتم ہوں۔(۳)

(۲٤) حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صبح کی نماز سے فارغ ہو کر فرماتے تھے کیا تم میں سے کسی ایک نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہے؟ پھر فرماتے میرے بعد نبوت میں سے صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔(۴)

(۲٦) وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) دراز قد تھے اور ان کے بال گھونگریالے تھے' گویا کہ وہ قبیلہ شنوۃ سے تھے اور ان کے داہنے ہاتھ میں مہر نبوت تھی' مگر ہمارے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی' اور ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میرے شانوں کے درمیان وہ مہر نوبت ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں پر ہوتی تھی' کیونکہ میرے بعد کوئی نبی ہوگا نہ رسول۔

(۲۷) اسماعیل بن ابی خالد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا وہ کم سنی میں فوت ہو گئے اور اگر ان کے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد زندہ رہنا مقدر ہوتا تو وہ نبی ہوتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔(۵)

---

(۱) کنز العمال رقم الحدیث ۳۲۲٦۹ :

(۲) سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۲۸٦ : مسند احمد ج ٤ ص ١٥٤' المستدرک ج ۳ ص ۵۸' المعجم الکبیر ج ۱۷ رقم الحدیث ۸۵۷ :

(۳) المعجم الصغیر رقم الحدیث ۱۵٦ : مجمع الزوائد رقم الحدیث ١٤٠٦٢ :۔

(۴) سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۵۰۱۷ :

(۵) (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۵۱۰ : صحیح البخاری رقم الحدیث ٦١٩٤ :)

(۲۸) حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ اگر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بیٹے حضرت ابراہیم زندہ ہوتے تو سچے نبی ہوتے۔

(۲۹) حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا نبوت میں سے صرف مبشرات باقی بچے ہیں' مسلمانوں نے پوچھا یارسول اللہ! مبشرات کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھے خواب۔

(۳۰) حضرت حذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میری امت میں ستائیس دجال اور کذاب ہوں گے' ان میں سے چار عورتیں ہوں گی اور میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(۳۱) حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں کہ ان کے باپ اور چچا ان کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی غلامی سے آزاد کرانے کے لیے آئے اور آپ سے کہا آپ جو چاہے اس کی قیمت لے لیں اور اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیں! آپ نے ان سے فرمایا میں تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تم لا الہ الا اللہ کی شہادت دو اور اس کی کہ میں خاتم الانبیاء والرسل ہوں میں اس کو تمہارے ساتھ بھیج دوں گا' انہوں نے اس پر عذر پیش کیا اور دیناروں کی پیش کش کی' آپ نے فرمایا اچھا زید سے پوچھو اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہیے تو میں اس کو تمہارے ساتھ بلا معاوضہ بھیج دیتا ہوں' حضرت نے کہا میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اپنے باپ کو ترجیح دوں گا اور نہ اپنی اولاد کو' یہ سن کر حضرت زید کے والد حارثہ مسلمان ہو گئے اور کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ' اور ان کے باقی رشتہ داروں نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔

(۳۲) حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں ایک ہزار یا اس سے زائد انبیاء کا خاتم ہوں۔

ایک ہزار سے زائد انبیاء سے مراد ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ہیں جیسا کہ المستدرک رقم الحدیث ٤١٦٨ : میں اس کی تصریح ہے۔

(۳۳) حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ مجھے درد ہو گیا تو میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے مجھے اپنی جگہ کھڑا کیا اور خود نماز پڑھنے لگے اور مجھ پر اپنی چادر کا پلو ڈال دیا' پھر فرمایا اے ابوطالب کے بیٹے! تم ٹھیک ہو گئے اور اب تم کو کوئی تکلیف نہیں ہے' میں نے اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا سوال کیا ہے' تمہارے لیے بھی اس چیز کا سوال کیا ہے' اور میں نے اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا بھی سوال کیا' اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ عطا فرما دی سوا اس کے کہ مجھ سے کہا گیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ (۱)

(۳٤) بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : ہم قیامت کے دن ستر امتوں کو مکمل کریں گے ہم ان میں سب سے آخری اور سب سے بہتر امت ہیں۔

---

(۱) المعجم الاوسط رقم الحدیث ۷۹۱۳ : حافظ الھیثمی نے کہا اس حدیث کے رجال صحیح ہیں' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۱۰

(۳۵) حضرت سہل بن سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں حضرت عباس بن عبد المطلب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ سے ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی' آپ نے ان سے فرمایا: آپ اسی جگہ ٹھہریں جہاں آپ ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ پر اس طرح ہجرت کو ختم کرے گا جس طرح مجھ پر نبوت کو ختم کیا ہے۔

(۳۶) قتادہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ آیت پڑھتے: واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح (الاحزاب ۷:) تو آپ فرماتے مجھ سے خیر کی ابتداء کی گئی ہے اور میں بعث میں سب نبیوں میں آخر ہوں۔

(۳۷) حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب مجھے آسمانوں کی معراج کرائی گئی تو میرے رب عزوجل نے مجھے اپنے قریب کیا حتیٰ کہ میرے اور اس کے درمیان دو کمانوں کے سروں کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک' بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک' اللہ عزوجل نے فرمایا اے میرے حبیب! اے محمد! کیا آپ کو اس کا غم ہے کہ آپ کو سب نبیوں کا آخر بنایا ہے' میں نے کہا اے میرے رب! نہیں! فرمایا: آپ اپنی امت کو میرا اسلام پہنچادیں اور ان کو خبر دیں کہ میں نے ان کو آخری بنایا ہے تاکہ میں دوسری امتوں کو ان کے سامنے شرمندہ کروں اور ان کو کسی امت کے سامنے شرمندہ نہ کروں۔ (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث ۵۳۲۱:' کنز العمال رقم الحدیث ۳۲۱۱۱' تاریخ بغداد ج ۵ ص ۱۳۰' تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۲۹۶' ۲۹۵' رقم الحدیث ۸۱۱:' داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

(۳۸) حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب حضرت آدم (علیہ السلام) کو ھند میں اتارا گیا تو وہ گھبرائے پس جبریل نے نازل ہو کر اذان دی' اللہ اکبر' اللہ اکبر' اشھد ان لا الہ الا اللہ دو دفعہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ دو دفعہ' حضرت آدم (علیہ السلام) نے پوچھا محمد کون ہیں' حضرت جبریل نے کہا وہ آپ کی اولاد میں سے آخر الانبیاء ہیں۔[۱]

(۳۹) حافظ سیوطی نے مسند ابو یعلی اور امام ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے حضرت تمیم داری کی ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس کے آخر میں ہے: فرشتے قبر میں مردہ سے سوال کریں گے تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہے گا میرا رب اللہ وحدہ لاشریک ہے اور اسلام میرا دین ہے اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے نبی ہیں اور وہ خاتم النبیین ہیں' فرشتے کہیں گے تم نے سچ کہا۔[۲]

(۴۰) حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا جب تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود پڑھو تو اچھی طرح پڑھو' تم کو علم نہیں ہے شاید یہ درود آپ پر پیش کیا جائے گا' لوگوں نے کہا اے ابو عبد الرحمان آپ ہمیں تعلیم دیجئے انہوں نے کہا تم اس طرح درود پڑھو: اللھم اجعل صلواتک ورحمتک وبرکاتک علی سید المرسلین وامام المتقین وخاتم النبیین محمد عبدک ورسولک امام الخیر وقائد الخیر ورسول الرحمۃ۔

---

(۱) تاریخ دمشق الکبیر ج ۷ ص ۳۱۹' رقم الحدیث: ۱۹۷۹' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ

(۲) الدر المنثور ج ۸ ص ۳۳' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ

(٤١) حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے شفاعت کبریٰ کے متعلق ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس کے آخر میں ہے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) فرمائیں گے میں شفاعت کا اہل نہیں ہوں' میری اللہ کے سوا پرستش کی گئی ہے' آج مجھے صرف اپنی فکر ہے' یہ بتاؤ کہ اگر کسی سیل بند برتن میں کوئی چیز ہو تو کیا کوئی شخص سیل توڑے بغیر اس کو کھول سکتا ہے ؟ لوگوں نے کہا نہیں' حضرت عیسیٰ نے فرمایا پس (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاتم النبیین ہیں اور وہ یہاں موجود ہیں اللہ نے ان کے اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام معاف فرما دیئے ہیں۔ (١)

(٤٢) حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے گوہ سے پوچھا میں کون ہوں؟ تو اس نے کہا آپ رسول رب العلمین اور خاتم النبیین ہیں (حافظ عسقلانی' علامہ آلوسی اور مفتی شفیع دیوبندی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے) (٢)

(٤٣) ایاس بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ابوبکر تمام لوگوں سے افضل ہیں مگر وہ نبی نہیں ہیں۔ (٣)

(٤٤) حضرت ابو الطفیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میرے رب کے پاس دس نام ہیں' حضرت ابو الطفیل نے کہا مجھے ان میں سے آٹھ یاد ہیں' محمد' احمد' ابو القاسم' الفاتح (نبوت کا افتتاح کرنے والا) الخاتم (نبوت کو ختم کرنے والا) العاقب (جس کے بعد کوئی نبی نہ آئے) الحاشر الماحی (شرک کو مٹانے والا)۔ (٤)

(٤٥) حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر تورات نازل کی گئی تو انہوں نے اس میں اس امت کا ذکر پڑھا پس انہوں نے کہا: اے میرے رب! میں نے تورات کی الواح میں پڑھا ہے کہ ایک امت تمام امتوں کے آخر میں ہوگی اور قیامت کے دن سب پر مقدم ہوگی اس کو میری امت بنا دے فرمایا وہ امت احمد ہے۔

(٤٦) حضرت حسان بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے پر دیکھا ایک یہودی کے پاس آگ کا شعلہ تھا' لوگ اس کے گرد جمع تھے اور وہ یہ کہہ رہا تھا یہ احمد کا ستارہ ہے جو طلوع ہو چکا ہے یہ صرف نبوت کے موقع پر طلوع ہوتا ہے اور انبیاء میں سے اب صرف احمد کا آنا باقی رہ گیا ہے۔ (٥)

---

(١) مسند ابو یعلی رقم الحدیث ٢٣٢٨ : 'مسند احمد ج١ ص ٢٨١ 'مسند الطیالسی رقم الحدیث ٢٧٩٨ :

(٢) المعجم الصغیر رقم الحدیث ٩٤٨ : 'مجمع الزوائد رقم الحدیث ١٤٠٨٦ :

(٣) الکامل لابن عدی ج ٦ ص ٤٨٤ ' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٨ھ

(٤) دلائل النبوت لابی نعیم ج١ ص ٦١ 'رقم الحدیث ٢٠ :

(٥) دلائل النبوت لابی نعیم ج١ ص ٧٦ - ٧٥ 'رقم الحدیث ٣٥ :

(۴۷) حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن خارجہ انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب فوت ہو گئے تو ان پر جو کپڑا تھا اس کے نیچے سے آواز رہی تھی' لوگوں نے ان کے سینہ اور چہرہ سے کپڑا ہٹایا تو ان کے منہ سے آواز آ رہی تھی: محمد رسول اللہ النبی الامی خاتم النبیین ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(۴۸) حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) معراج کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں مذکور ہے کہ مسجد اقصیٰ میں نبیوں نے حضرت جبریل سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا:

ھذا محمد رسول اللہ خاتم النبیین ۔ یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ (۱)

اسی روایت میں مذکور ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تمام نبیوں کے خطاب کے بعد حسب ذیل خطبہ پڑھا:

الحمد للہ الذی ارسلنی رحمة للعلمین و کافة للناس بشیرا ونذیرا وانزل علی الفرقان فیہ تبیان کل شیء وجعل امتی خیر امتی امة اخرجت للناس وجعل امتی وسطا وجعل امتی ھم الاولون والاخرون وشرح لی صدری وجعلنی فاتحا وخاتما ۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور تمام لوگوں کے لیے ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور مجھ پر قرآن نازل کیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور میری امت کو تمام امتوں میں بہتر اور کامل بنایا جس کو لوگوں کے سامنے بھیجا گیا اور میری امت کو (قیامت میں) اول اور (دنیا میں) آخر بنایا اور میرے سینہ کو کھول دیا اور مجھے نبوت کی ابتداء کرنے والا اور نبوت کو ختم کرنے والا بنایا۔

اور اس حدیث کے آخر میں ہے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فرمایا:

قد اتخذتك خلیلا وھو مکتوب فی التوراة محمد حبیب الرحمان وارسلتك الی الناس کافة وجعلت امتك ھم الاولون وھم الاخرون وجعلت امتك لا تجوز لھم خطبة حتی یشھدوا انك عبدی و رسولی وجعلتك اول النبیین خلقا واخرھم بعثا (الی قولہ) وجعلتك فاتحا وخاتما ۔

میں نے آپ کو خلیل بنایا' اور تورات میں لکھا ہوا ہے محمد رحمان کے حبیب ہیں اور میں نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے رسول بنایا اور آپ کی امت کو اول اور آخر بنایا اور جب تک آپ کی امت یہ گواہی نہ دے کہ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں ان کا خطبہ جائز نہیں ہوگا' اور میں نے آپ کو پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلے بنایا اور دنیا میں سب سے آخر میں بھیجا اور آپ کو نبوت کی کی ابتداء کرنے والا اور نبوت کو ختم کرنے والا بنایا۔ (۲)

---

(۱) مسند البزار ج ۱ ص ۴۰' رقم الحدیث ۵۵ : مجمع الزوائد ج ۱ ص ۶۹

(۲) (مسند البزار ج ۱ ص ۴۴' رقم الحدیث ۵۵ : مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۱)

(٤٩) حضرت ابن زمل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک خواب دیکھا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس خوب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: رہی وہ اونٹنی جس کو تم نے خواب میں دیکھا اور یہ دیکھا کہ میں اس اونٹنی کو چلا رہا ہوں تو اس سے مراد قیامت ہے' نہ میرے بعد کوئی نبی ہوگا اور نہ میری امت کے بعد کوئی امت ہوگی۔ (دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۳۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' المعجم الکبیر رقم الحدیث ۸۱٤٦ :' کنز العمال رقم الحدیث ٤٢٠١٨ :)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر المتوفی ٧٧٤ھ نے الواقعہ ١٣ : کی تفسیر میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔(١)

(٥٠) حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ارشاد فرمایا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اس طرح درود شریف پڑھو:

لبيك اللهم ربي وسعديك صلوات الله البر الرحيم' والملائكة المقربين والنبيين والصديقين والشهداء والصالحين وما سبح لك من شيء يارب العلمين على محمد بن عبد الله خاتم النبيين وسيد المرسلين و امام المتقين و رسول رب العلمين الشاهد البشير الداعي اليك بأذنك السراج المنير و (عليه السلام).

احادیث ختم نبوت کی صحیح تعداد:

ہم نے پچاس احادیث صحیحہ اور مقبولہ مکمل حوالہ جات کے ساتھ ذکر کی ہیں جن میں ہمارے نبی سید محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خاتم النبیین ہونے کی صاف تصریح ہے' ہم نے اس سلسلہ میں مکرر احادیث کا ذکر نہیں کیا اور نہ ایسی احادیث کا ذکر کیا ہے جن کی ختم نبوت پر التزامی' تضمنی یا دور از کار یا بعید دلالت ہو اور محض تعداد بڑھانے اور بھرتی کے لیے احادیث کو جمع نہیں کیا اس کے برخلاف بعض علماء نے ختم نبوت پر دو سو سے زائد احادیث جمع کی ہیں' لیکن ان میں اکثر احادیث مکررہ ہیں اور ایک حدیث کی عبارت جتنی کتابوں میں مذکور ہے اس حدیث کا اتنی بار شمار کر لیا گیا ہے' مفتی محمد شفیع دیوبندی نے اپنی کتاب ختم نبوت (ادارۃ المعارف کراچی ١٤١٩ھ) میں دو سو دس احادیث ذکر کی ہیں لیکن اس کتاب میں مکررات کو الگ الگ حدیث شمار کیا گیا ہے' مثلاً ایک حدیث کی عبارت ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے حضرت ہارون تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا مفتی صاحب نے اس حدیث کو بارہ مرتبہ ان نمبروں سے ذکر کیا ہے: حدیث نمبر ٧ :' حدیث نمبر ٢٤ :' حدیث نمبر ٣٨ :' حدیث نمبر ٥١ :' حدیث نمبر ٥٢' حدیث نمبر ٧٢ :' حدیث نمبر ٧٣ :' حدیث نمبر ٧٤ :' حدیث نمبر ٧٥ :' حدیث نمبر ٧٦ :' حدیث نمبر ٨٢ :' حدیث نمبر ١٣٠۔ اس کے برخلاف ہم نے اس حدیث کو صرف ایک بار متعدد کتب حدیث کے حوالے سے حدیث نمبر ٥ : میں ذکر کیا ہے۔

اسی طرح اور کئی احادیث ہے مکررہ ہیں جن کے الگ الگ نمبر ڈالے گئے جن میں حضرت ابن زمل کے خواب والی حدیث' تیس دجالوں والی حدیث ہے' عاقب والی حدیث ہے اور کئی احادیث ہیں۔

---

(١) تفسیر ابن کثیر ج ٤ ص ٣١٥' دار الفکر بیروت' ١٤١٩ھ

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد مدعی نبوت کی تصدیق کرنے والوں کو فقہاء اسلام کا کافر اور مرتد قرار دینا:

ہم نے یہ لکھا ہے کہ اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آخری نبی ہیں اور یہ قرآن مجید کی طرح آیات اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔

امام محمد بن محمد زانی متوفی ۵۰۰ھ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمیں اجماع اور مختلف قرائن سے یہ معلوم ہوا ہے کہ لانبی بعدی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا ہے اور خاتم النبیین سے مراد بھی مطلق انبیاء ہیں' غرض ہمیں یقینی طور پر معلوم ہوا کہ ان لفظوں میں کسی قسم کی تاویل اور تخصیص کی گنجائش نہیں ہے اور جو شخص اس حدیث میں تاویل یا تخصیص کرے وہ اجماع کا منکر ہے۔ (۱)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اسی طرح ہم اس شخص کو کافر قرار دیتے ہیں جو ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ یا آپ کے عبد کسی نبوت کا دعویٰ کرے (الی قولہ) اسی طرح ہم اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو یہ دعویٰ کرے کہ اس کی طرف وحی کی جاتی ہے خواہ وہ نبوت کا دعویٰ نہ کرے' پس یہ سب لوگ کافر ہیں اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تکذیب کرنے والے ہیں' کیونکہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ خبر دی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا اور آپ نے اللہ کی طرف سے یہ خبر دی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنایا گیا ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اس کا ظاہر مفہوم مراد ہے اور اس کلام میں کوئی تاویل یا تخصیص نہیں ہے' اور ان لوگوں کا کفر قطعی اجماعی اور سماعی ہے۔ (۲)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ اور ملا علی سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ نے بھی الشفاء کی اس عبارت کو مقرر رکھا ہے۔

نیز قاضی عیاض بن موسیٰ مالی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

عبدالملک بن مروان الحارث نے نبوت کے دعویٰ دار ایک شخص کو قتل کر دیا اور اس کو سولی پر لٹکا دیا اور متعدد خلفاء اور بادشاہوں نے اسی طرح مدعیان نبوت کو قتل کیا اور اس زمانہ کے علماء نے ان کے اس اقدام کو صحیح قرار دیا۔

(الشفاء ج۲ ص ۲۴۵' دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ خفاجی حنفی نے اس کی شرح میں کہا کیونکہ مدعیان نبوت نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس ارشاد کی تکذیب کی کہ آپ خاتم الرسل ہیں اور آپ کے عبد کوئی رسول مبعوث نہیں ہوگا۔

---

(۱) الاقتصاد فی الاعتقاد (مترجم) ص ۱۶۳' محصلاً'

(۲) الشفاء ج۲ ص ۲۳۸-۲۳۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ

ملا علی قاری حنفی نے لکھا کہ ان مدعیان نبوت کو انکے کفر کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ (شرح الشفاء ج ۲ ص ۵۳٤)

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵٤ھ لکھتے ہیں:

جس کا یہ مذہب ہے کہ نبوت کسبی ہے اور ہمیشہ جاری رہے گی یا جس کا یہ مذہب ہے کہ ولی نبی سے افضل ہے وہ زندیق ہے اور اس کا قتل کرھنا واجب ہے' اور کئی لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ان کو لوگوں نے قتل کر دیا۔ اور ہمارے زمانہ میں مالقہ (اندلس کا شہر) کے فقراء میں سے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کو سلطان ابن الاحمر بادشاہ اندلس نے قتل کر دیا اور اس کو سولی پر لٹکا دیا۔ (۱)

علامہ محمد الشربینی الشافعی من القران السابع لکھتے ہیں:

جو شخص ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد کسی مدعی نبوت کی تصدیق کرے وہ کافر ہے۔ (۲)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا یا جس شخص نے کسی مدعی نبوت کی تصدیق کی وہ مرتد ہو گیا' کیونکہ جب مسیلمہ نے دعویٰ نبوت کیا اور اس کی قوم نے اس کی تصدیق کی تو وہ سب اس کی تصدیق کرنے کی وجہ سے مرتد ہو گئے' اسی طرح طلیحہ الاسدی اور اس کے مصدقین بھی مرتد ہو گئے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تیس کذاب نکلیں گے اور ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ (۳)

امام محمد بن محمد الغزالی الشافعی المتوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

نظام معتزلی اور اس کے موافقین صرف خبر متواتر کو دین میں حجت قطعیہ مانتے ہیں اور اجماع کے حجت قطعیہ ہونے کا انکار کرتے ہیں' نظام نے کہا اس پر کوئی عقلی یا شرعی قطعی دلیل نہیں ہے کہ اہل اجماع پر خطاء محال ہے' اور نظام کا یہ قول تابعین کے اجماع کے مخالف ہے' کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ ان کا اس پر اجماع ہے کہ جس بات پر صحابہ کرام نے اجاع کیا ہے وہ قطعی حق ہے اور اس کا خلاف ممکن نہیں ہے' پس نظام معتزلی نیا جماع کی حجیت کا انکار کر کے اجماع کے خلاف کیا۔

اور یہ ایک اجتہادی امر ہے اور میرے اس میں کئی اعتراض ہیں' کیونکہ اجماع کے حجت ہونے میں کئی اشکالات ہیں اور یہ نظام کے عذر ہونے کی گنجائش رکھتا ہے' لیکن اگر اجماع کے حجت ہونی پر عدم اعتادہ کا دروازہ کھول دیا جائے تو اس سے کئی خرابیاں لازم آئیں گی۔

ان خرابیوں میں سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد بھی کسی نبی کا مبعوث ہونا ممکن ہے تو اس کی تکفیر میں توقف کرنا بعید ہوگا۔

---

(۱) البحر المحیط ج ۸ ص ٤٨٥' دار الفکر بیروت' ۱٤۱۲ھ

(۲) مغنی المحتاج ج ٤ ص ۱۳۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۰۲ھ

اوراس کو کافر کہنے کی بناء لامحالہ اجماع کی مخالفت پر رکھی جائے گی کیونکہ آپ کے بعد کسی نبی کی بعثت کو عقل محال نہیں قرار دیتی اور وہ جو حدیث میں ہے لانبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور قرآن مجید میں خاتم النبیین ہے تو منکر اجماع اس کی تاویل سے عاجز نہیں ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آپ اولوا العزم رسولوں کے خاتم ہیں مطلقاً الانبیاء کے خاتم نہیں ہیں اور اگر اس پر اصرار کیا جائے کہ النبیین عام ہے تو عام کی تخصیص کرنا بھی کوئی مستبعد چیز نہیں ہے اور یہ جو آپکا ارشاد ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو اس حدیث میں آپ نے رسول کے آنے کی نفی نہیں کی ہے اور نبی اور رسول میں فرق کیا گیا ہے اور نبی کا مرتبہ رسول سے بلند ہے منکر اجماع کے پاس اس طرح کے اور بھی ہذیان ہیں۔ اس قسم کے فضول ہذیانوں کی وجہ سے ہمارے لیے یہ دعویٰ کرنا ممکن نہیں ہے کہ محض خاتم النبیین کا لفظ اس پر دلیل ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور بعض نصوص صریحہ میں اس سے بھی زیادہ بعید تاویلات کی جاتی ہیں لیکن ان بعید تاویلات کی وجہ سے وہ نصوص باطل نہیں ہوتیں۔

تاہم اس منکر اجماع پر اس طرح روکا جائے گا کہ تمام امت نے بالاجماع اس لفظ (خاتم النبیین) سے یہی معنی سمجھا ہے (کہ آپ کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا ممکن نہیں ہے) اور آپ کے احوال کے قرائن سے بھی یہی بات مفہوم ہوتی ہے کہ آپ کے بعد کبھی بھی کوئی رسول نہیں آسکتا اور اس میں کوئی تاویل اور تخصیص نہیں ہوسکتی اور اس بات کا انکار وہی کرے گا جو اجماع کا منکر ہوگا۔ (۱)

ہر چند کہ امام غزالی کے نزدیک سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد کسی اور نبی کا آنا کبھی بھی ممکن نہیں ہے اور اس آیت میں تاویل کرنا اور اسی طرح اس حدیث میں تخصیص کرنا ان کے نزدیک باطل اور ہذیان ہے۔ لیکن اس کو کافر قرار دینے میں ان کو تامل ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کی تکفیر اجماع کی بناء پر ہوگی اور اجماع ان کے نزدیک حجت قطعی نہیں ہے اور جب تک اجماع کو ساتھ نہ ملایا جائے صرف خاتم النبیین کے لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کے بعد اور کوئی نبی نہیں آسکتا ہاں اس پر تمام امت کا اجماع ہے لیکن ان کے نزدیک اجماع حجت قطعی نہیں ہے کہ اس کے منکر کو کافر قرار دیا جائے۔

علامہ ابوعبداللہ قرطبی متوفی ٦٦٨ھ نے امام غزالی کی اس عبارت سے اتفاق نہیں کیا اور اس پر حسب ذیل تبصرہ کیا ہے:

الغزالی نے اپنی کتاب "الاقتصاد" میں اس آیت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ میرے نزدیک الحاد ہے اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ختم نبوت کے متعلق مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت کو تشویش میں ڈالنا ہے اور یہ بہت خبیث راستہ ہے سو اس نظریہ سے بچو اس نظریہ سے بچو اور اللہ ہی اپنی رحمت سے ہدایت دینے والا ہے۔ (۲)

اور علامہ محمد بن خلیفۃ الوشتانی الابی المالکی المتوفی ٨٢٨ھ نے علامہ قرطبی کی عبارت پر یہ تبصرہ کیا ہے:

الغزالی نے ختم نبوت کے متعلق جو اس آیت میں ذکر کیا ہے وہ الحاد ہے اور مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت کو تشویش میں ڈالنے کے لیے خبیث طریقہ ہے سو اس نظریہ سے بچو! اس نظریہ سے بچو یہ ابن بزیزہ کی عبارت ہے۔

---

(۱) الاقتصاد فی الاعتقاد ص ٢٧٣-٢٧٢ دار و مکتبۃ الہلال بیروت ١٩٩٣ھ

(۲) الجامع لاحکام القرآن جز ١٤ ص ١٧٨ دار الفکر بیروت ١٤١٥ھ

امام غزالی کی عبارت میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جو ختم نبوت کے عقیدہ کے خلاف وہم پیدا کرے' امام غزالی کے حاسدین نے ان کی طرف یہ تہمت لگائی ہے' اور ابن عطیہ نے ان پر یہ حملہ کیا ہے اور امام غزالی اس تہمت سے بری ہیں' اور انہوں نے اپنی تحریروں میں اس بدعقیدگی سے برأت کا اظہار کیا ہے' کیونکہ یہ بات تو مبتدعین کہتے ہیں کہ نبوت کسبی چیز ہے اور انہوں نے اس مشہور حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ایک جملہ کو زائد ڈال دیا گیا ہے ۔ "عنقریب میرے بعد تیس ایسے آدمیوں کا ظہور ہوگا جن ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا مگر جس کو اللہ چاہے ۔" اس آخری جملہ (مگر جس کو اللہ چاہے) کو محمد بن سعید شامی نے زائد کیا تھا اور اس کو اس کی زندیقی کی بناء پر سولی دے گئی' بعض لوگوں نے حضرت عیسیٰ کے نزول کی وجہ سے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے مگر اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) زمین والوں کی طرف رسول بن کر اور مبعوث ہو کر نازل نہیں ہوں گے ۔ (۱)

علامہ ابی کے شاگرد علامہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسنی نیبھی حسب معمول اس تمام عبارت کو بعینہ نقل کیا ہے ۔ (۲)

امام غزالی کی ظاہر عبارت پر بہر حال یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ان کو انکار ختم نبوت کو کفر قرار دینے میں تامل ہے وہ کہتے ہیں کہ اسکا کفر ہونا اجماع سے ثابت ہوگا اور اجماع ان کے نزدیک حجت قطعیہ نہیں ہے' تاہم وہ آیت ختم نبوب اور حدیث ختم نبوت میں تاویل اور تخصیص کو باطل اور ہذیان قرار دیتے ہیں' امام غزالی کو اعتراض سے بچانے کے لیے بعض علماء نے امام غزالی کی عبارت کا صرف اتنا حصہ ہی نقل کیا ہے ۔

مفتی محمد شفیع دیو بندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

بے شک امت نے اس لفظ (یعنی خاتم النبیین اور لانبی بعدی) اور قرائن احوال ۔ سے بالاجماع یہی سمجھا ہے کہ آپ کے بعد ابد تک نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ کوئی رسول اور یہ کہ نہ اس میں کوئی تاویل چل سکتی ہے نہ تخصیص ۔ (۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے امام غزالی سے اعتراض اٹھانے کے لیے ان کی عبارت میں تصرف کر کے اس عبارت کو یوں نقل کیا ہے ۔

یعنی تمام امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا کہ وہ بتاتا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا حضور کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا کہ اس لفظ میں نہ کوئی تاویل ہے کہ آخر النبیین کے سوا خاتم النبیین کے کچھ اور معنی گھڑے' نہ اس عموم میں کچھ تخصیص ہے کہ حضور کے ختم نبوت کو کسی زمانہ یا زمین کے کسی طبقہ سے خاص کیجئے اور جو اس میں تاویل اور تخصیص کو راہ دے اس کی بات جنون یا نشے یا سرسام میں بہکنے برانے یا بکنے کے قبیل سے ہے اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ وہ آیت قرآن کی تکذیب کر رہا ہے جس میں اصلاً تاویل و تخصیص نہ ہونے پر امت مرحومہ کا

---

(۱) اکمال اکمال المعلم ج اص ۶۰۷۔۶۰۶' ج ۸ ص ۲۳۔۲۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ

(۲) مکمل اکمال الاکمال مع شرح الابی ج اص ۶۰۷۔۶۰۶' ج ۸ ص ۲۳۔۲۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ

(۳) ختم نبوت (کامل) ص ۳۲۹' ادارۃ المعارف کراچی' ۱۴۱۹ھ

اجماع ہو چکا ہے۔

اعلیٰ حضرت پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ انہوں نے امام غزالی کی عبارت میں تحریف کی ہے اور تکفیر کے لفظ کا اضافہ کیا ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت نے تمام امت کے اجماع کی بناء پر ختم نبوت میں تاویل اور تخصیص کو امام غزالی کے نزدیک، کفر کہا ہے اور اجماع امت کی بناء پر امام غزالی بھی اس کو کافر کہتے ہیں البتہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اجماع امت سے صرف نظر کر کے صرف خاتم النبیین کے لفظ سے اس کے منکر کا کفر ثابت نہیں ہوگا اور اجماع ان کے نزدیک قطعی حجت نہیں ہے' بہر حال یہ ایک علمی اصلاح ہے اور امام غزالی کے نزدیک بھی آیت ختم نبوت اور حدیث ختم نبوت میں کوئی تاویل اور تخصیص جائز نہیں ہے۔ (۱)

بَابُ مَا يَكُوْنُ لِشِدَّةِ الزَّمَنِ

شدت زمانہ کا بیان

(۴۹۹) أَبُوْ حَنِيْفَةَ عن عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَخْتَلِفُوْنَ إِلَى الْقُبُوْرِ فَيَضَعُوْنَ بُطُوْنَهُمْ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ وَدِدْنَا لَوْ كُنَّا صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَيْفَ يَكُوْنُ قَالَ لِشِدَّةِ الزَّمَانِ وَكَثْرَةِ الْبَلَايَا وَالْفِتَنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ وہ قبروں پر اپنے پیٹ رکھیں گے اور خواہش کریں گے کہ کاش ہم اس قبر والے ہوتے، عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شدتِ زمانہ، کثرت مصائب اور فتنوں کی کثرت کی وجہ سے۔

شرح:

ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ دنیا نہ جائے گی حتی کہ ایک آدمی قبر پر گزرے گا تو وہ وہاں لوٹے گا اور کہے گا ہائے کاش اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا اور نہ ہوگا اس میں دین سواء بلا کے (مسلم)

اس کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

یعنی دنیا میں فتنے اور آفتیں بلائیں اس قدر ہوں گی کہ لوگ زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے اور قبر کو دیکھ کر تمنا کریں گے کہ اس قبر میں ہم دفن ہو چکے ہوتے۔ اس لوٹنے والے تمنا کرنے والے میں دین کا شائبہ بھی نہ ہوگا اور وہ دین کی وجہ سے یہ آرزو نہ کرے گا بلکہ فتنوں میں مبتلا ہوگا، انہیں دنیاوی مصیبتوں کی وجہ سے یہ آرزو کرے گا، یا یہ مطلب ہے کہ زمین پر اس وقت دین نہ رہے گا فتنے ہی فتنے بلائیں ہی بلائیں ہوں گی، وہ زمانہ وہ ہوگا جب زمین دین سے خالی ہو جاوے گی۔

---

(۱) تفسیر تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

كِتَابُ التَّفْسِيْرِ

تفسیر کا بیان

(۵۰۰) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ فَرْوَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ الٓمٓ قَالَ اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ وَاَرٰى۔

حضرت ابوالضحیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "الم" کی بابت فرمایا (کہ اس سے مراد) میں اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا اور دیکھنے والا ہوں، ہے۔

شرح:

حروف مقطعات کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں کہ ان کے معانی کیا ہیں اور یہ کہ یہ کن اسرار کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جمہور علماء کا اور خصوصاً خلفائے اربعہ کا یہی مذہب ہے کہ ہم محض ان کے ظاہر پر ایمان رکھتے ہیں ان کے معانی اور مراد سے اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ واقف ہیں۔

اس بارے میں مفسرین کی چند عبارت نقل کی جاتی ہیں۔

حروف مقطعات کے بارے میں تحقیق:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا "الم" اور اس کی مثل دیگر حروف مقطعات کا معنی کسی کو معلوم ہے یہ نہیں! ایک قول یہ ہے کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے' خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے اس قسم کی روایات منقول ہیں

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:

خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مراد یہ ہے کہ یہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان اسرار اور رموز ہیں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے علاوہ کسی اور کو ان حروف مقطعات پر مطلع کرنے کا قصد نہیں کیا گیا' اور یہ نہیں ہوسکتا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھی ان حروف کے معانی کا علم نہ ہو ورنہ لازم آئے گا کہ غیر مفید کلام کے ساتھ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خطاب کیا گیا اور یہ بہت بعید ہے

علامہ آلوسی لکھتے ہیں :

ظن غالب یہ ہے کہ حروف مقطعات کا علم مخفی ہے' علماء اس کی تاویل سے عاجز ہیں' حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا یہی قول ہے اور حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا : ہر کتاب کے اسرار ہوتے ہیں اور قرآن مجید کے اسرار اوائل سورۃ ہیں' امام شعبی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا : اللہ تعالیٰ کے اسرار کا کھوج نہ لگاؤ اس لیے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد ان کی معرفت صرف اولیاء کرام کو ہے جو وارث علم رسول ہیں' ان کو اسی دربار سے معرفت حاصل ہوتی ہے اور بعض اوقات یہ حروف خود ان کو اپنا معنی بتا دیتے ہیں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مبارک ہاتھوں میں سنگریزوں نے تسبیح کا نطق کیا' اور گوہ اور ہرن نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہم کلام ہوئے۔ بعض علماء نے کہا : اگر ان حروف کا کوئی معنی نہ ہو تو یہ مہمل ہوں گے' یہ قول صحیح نہیں ہے' کیونکہ اگر یہ مراد ہو کہ تمام لوگوں کو ان حروف کا معنی معلوم ہو تو یہ ضروری نہیں اور اگر یہ مراد ہو کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان کا معنی معلوم ہو تو کوئی مومن اس میں شک نہیں کر سکتا اور ہر صاحب ایمان کا یہ ایمان ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان حروف کے معنی معلوم ہیں :

حروف مقطعات متشابہات میں سے ہیں اور فقہاء شافعیہ اور حنفیہ کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دنیا میں متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا۔

ملاجیون لکھتے ہیں :

متشابہ کا حکم یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اس کی مراد حق ہے' اگرچہ قیامت سے پہلے ہم کو وہ مراد معلوم نہیں ہے اور قیامت کے بعد متشابہ ہر ایک پر منکشف ہو جائے گا اور یہ امت کے حق میں ہے اور بہر حال نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو متشابہات کا قطعی طور پر علم ہے' ورنہ آپ کو ان سے خطاب کرنے کا فائدہ باطل ہو جائے گا اور یہ مہمل کلام سے خطاب کرنے کی طرح ہوگا جیسے حبشی کے ساتھ عربی میں گفتگو کی جائے اور یہ تفصیل ہمارے نزدیک ہے اور امام شافعی کے نزدیک تمام "راسخین فی العلم" کو متشابہات کا علم ہے۔ (نور الانوار ص ۹۳' مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی' کراچی)

قاضی ثناء اللہ مظہری نقشبندی لکھتے ہیں:

میرے نزدیک حق یہ ہے حروف مقطعات متشابہات میں سے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان اسرار ہیں' ان حروف سے عام لوگوں کو سمجھانے کا قصد نہیں کیا گیا بلکہ صرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان حروف سے افہام مقصود تھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے کامل متبعین میں سے جن کو چاہیں ان کا معنی سمجھا دیں (الی قولہ) علامہ سجاوندی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا ہے کہ یہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان اسرار ہیں اور کبھی محبین کے درمیان کچھ کلمات بہ طور معمہ ہوتے ہیں، ان میں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ ان کلمات کو محرمان راز کے سوا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

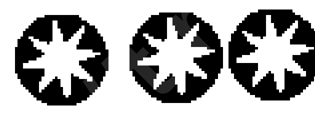
ایک قول یہ ہے کہ حروف مقطعات اور متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے ساتھ مخصوص کر لیا ہے' ان کا علم نبی کریم

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو عطا کیا ہے، اور نہ آپ کے متبعین کو' یہ قول بہت بعید ہے' کیونکہ خطاب افہام کے لیے ہوتا ہے اگران حروف سے افہام نہ ہوتو ان سے خطاب کرنا مہمل کلمات سے خطاب کرنے کی طرح ہوگا' یا جیسے عربی کے ساتھ ہندی میں خطاب کیا جائے' نیز پورا قرآن بیان اور ہدایت نہیں رہے گا (کیونکہ جب ان الفاظ کا کوئی مفہوم حاصل نہ ہوتو ان سے ہدایت کیسے حاصل ہوگی) اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ وعدہ فرمایا ہے:

(آیت) "ثم ان علینا بیانه (القیامہ ۱۹:) (ترجمہ) پھر اس قرآن کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے

اس وعدہ کا خلاف لازم آئے گا' (اسی طرح "الرحمان علم القران" کا بھی خلاف لازم آئے گا' کیونکہ حروف مقطعات بھی قرآن ہیں اور رحمان نے ان کو نہیں سکھایا) اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن خواہ محکم ہو یا متشابہ' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا بیان واجب اور ضروری ہے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ میں "راسخین فی العلم" سے ہوں اور میں ان علماء سے ہوں جن کو ان کی تاویل کا علم ہے' اسی طرح مجاہد سے مروی ہے' حضرت مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر حروف مقطعات کی تاویل کو ظاہر فرما دیا ہے اور ان کے اسرار کو بیان کر دیا ہے لیکن عام لوگوں کے لیے ان کا بیان ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا بیان کرنا ان کے اسرار الٰہیہ ہونے کے منافی ہے۔ (۱)



باب قَوْلُهٗ تَعَالٰی اِنَّا نَرٰكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ہم آپ کو احسان کرنے والوں میں سے دیکھتے ہیں، کا بیان

(۵۰۱) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ نُبَيْطٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ الضَّحَّاكِ ابْنِ مُزَاحِمٍ فَيَسْاَلُهٗ رَجُلٌ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ مَا كَانَ اِحْسَانُهٗ قَالَ كَانَ اِذَا رَاٰى رَجُلًا مُضَيَّقًا عَلَيْهِ وَسَّعَ عَلَيْهِ وَاِذَا رَاٰى مَرِيْضًا قَامَ عَلَيْهِ وَاِذَا رَاٰى مُحْتَاجًا سَاَلَ لِقَضَاءِ حَاجَتِهٖ۔

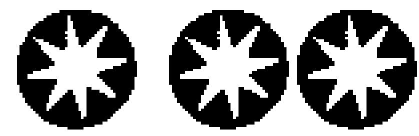
حضرت سلمہ بن نبیط رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ضحاک بن مزاحم کے پاس تھا کہ ایک آدمی نے آپ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ہم آپ کو احسان کرنے والوں میں سے دیکھتے ہیں، سے کیا مراد ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (حضرت یوسف علیہ السلام کے) احسان سے مراد یہ ہے کہ جب وہ کسی قیدی کی تنگی کو دیکھتے تو وسعت فرما کر دور کر دیتے، جب کوئی مریض دیکھتے تو عیادت کرتے اور جب کوئی محتاج دیکھتے تو اس کی حاجت پوری کرنے کی غرض سے خود اس سے پوچھتے۔

اسی آیت کے متعلق چند دیگر اقوال یہ ہیں کہ،

(۱) تفسیر مظہری ج۱ ص۱۵۔۱۴' مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ

"انا نرٰئك من المحسنین آپ کا احسان یہ تھا کہ آپ مریض کی عیادت کرتے اور اسے دوا دیتے تھے، پریشان وغمزدہ کو دلاسہ دیتے، جب اس کی ضرورت ہوتی تو اس کی خدمت کرتے اور اس کے لیے (لوگوں کو) کہتے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ من المحسنین سے مراد العالمین الذی احسنوا العلم یہ فراء کا قول ہے۔ ابن اسحاق نے کہا : من المحسنین لنا ان فسرتہ کہ اگر آپ اس کی وضاحت کردیں تو آپ ہمارے محسنین میں سے ہوں گے۔ جس طرح کوئی آدمی کہتا ہے : ایسا کرو تو تم احسان کرنے والے ہو گے۔

شاہ مصر اپنے دو ملازموں سے ناراض ہو گیا اور انہیں جیل بھجوا دیا۔ ان میں سے ایک اس۔ کے مطبخ کا ناظم تھا۔ اور دوسرا اس کی محفل عیش وطرب کا نگران اعلیٰ تھا۔ ان دونوں پر یہ الزام عاید کیا گیا کہ انہوں نے بادشاہ کو زہر دینے کی سازش کی ہے۔ وہ اپنی قید کاٹ رہے تھے کہ ایک رات دونوں نے خواب دیکھا۔ وہ بڑے پریشان تھے کہ اس خواب کی تعبیر کس سے پوچھیں۔ حضرت یوسف بھی عرصہ سے اسی زنداں میں اسیر تھے۔ اور اپنے اخلاق عالیہ، نیک نفسی اور عالی ظرفی۔ کے باعث تمام قیدیوں میں بڑے محبوب اور محترم تھے۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ ہر غمزدہ کی دلداری کرتے۔ ہر مریض کی عیادت کے۔ لیے تشریف لیجاتے۔ اگر کوئی زخمی ہوتا تو اس کی مرہم پٹی کرتے۔ ساری رات اپنے رب کے حضور میں دست بستہ کھڑے رہتے، اور اتنا روتے کہ جیل خانہ کے درودیوار بھی آہ وفغاں کرتے ہوئے معلوم ہوتے (قرطبی اور کبیر) چنانچہ اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے کے لیے وہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ بھی بتادیا کہ ہم اس لیے آپ کے پاس آئے ہیں کہ ہم آپ کو محسن سمجھتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت یوسف جیل میں بھی ایسی پاکیزہ زندگی بسر کررہے تھے کہ آپ کے پاس رہنے والے قیدی آپ کو محسن کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔



بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ

مومن کی فراست کا بیان

(۵۰۲) حَمَّادٌ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَطِیَّةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی ثُمَّ قَرَاَ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ الْمُتَفَرِّسِیْنَ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم مومن کی فراست سے بچو، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت کا حصہ تلاوت فرمایا: بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

شرح:

متوسمین کا معنی

اس آیت میں فرمایا ہے بے شک اس قصے میں متوسمین کے لے نشانیاں ہیں متوسمین وسم سے بنا ہے اس کے متعلق علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں : وسم کا معنی علامت اثر اور نشان ہے قرآن مجید میں ہے : سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ (الفتح ۲۹ :) ان کی نشانی ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان ہیں۔ اور متوسمین کا معنی ہے عبرت پکڑنے والے نصیحت حاصل کرنے والے اور معرفت والے توسم کا معنی ذاہانت ذکاوت اور فراست بھی ہے۔ (۱)

فراست کا معنی اور اس کے مصادق:

علامہ ابو اسعادات المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی 606ھ لکھتے ہیں : فراست کے دو معنی ہیں (1) اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے دل میں جو چیز ڈالتا ہے جس سے انہیں بعض لوگوں کے احوال کا علم ہو جاتا ہے یہ کبھی کرامت سے ہوتا ہے اور کبھی صحیح گمان سے اور کبھی حدس سے (اچانک کسی چیز کے یاد آنے کو حدس کہتے ہیں) (2) دلائل تجربہ ظاہر صورت کی کیفیت اور باطنی اور اوصاف کی مدد سے لوگوں کے احوال کو جان لینا۔ (۲)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں : ثعلب نے کہا جو شخص تم کو سر سے لے کر قدم تک دیکھے وہ اسم ہے فراست اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جس کا دل پاک اور صاف ہو اور دنیاوی تفکرات سے خالی ہو اور وہ شخص گناہوں کے میل برے اخلاق کی کدورت اور لایعنی کاموں سے استدلال کرتا ہے بعض علامتیں وہ ہوتی ہیں پہلی نظر میں ہی ہر شخص کو نظر آ جاتی ہیں اور بعض علامات مخفی اور دقیق ہوتی ہیں وہ ہر شخص پر منکشف ہوتی ہیں اور نہ بادی النظر میں ان کا پتا چلتا ہے حسن بصری نے کہا متوسمین وہ لوگ ہیں جنہوں ان آیتوں میں غور و فکر کر کے یہ جان لیا ہے کہ جو ذات قوم لوط کو ہلاک کرنے پر قادر ہے وہ اس زمانہ کے کافروں کو بھی ہلاک کرنے پر قادر ہے اور یہ ظاہری دلائل سے کسی چیز کو جان لینا ہے۔ امام شافعی اور امام محمد بن حسن سے مروی ہے کہ وہ دونوں کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص مسجد کی کے دروازے پت تھا ان میں سے ایک نے کہا میرا گمان یہ ہے کہ یہ شخص بڑھئی ہے دوسرے نے کہا میرا گمان یہ ہے کہ یہ شخص لوہار ہے اس شخص سے پوچھا گیا تو اس نے کہا پہلے میں بڑھئی تھا اور اب میں لوہار ہوں روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس مذحج کی ایک قوم آئی ان میں اشتر بھی تھا حضرت عمر نے کہ اس کو سر سے پاؤں کی طرف دیکھا پھر پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ مالک بن الحارث ہے آپ نے کہا اللہ اس کو ہلاک کرے میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی وجہ سے مسلمان پر ایک سخت مصیبت کا دن آئے گا پھر اس کے فتنہ سے جو ہونا تھا وہ ہوا (یہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ کے قاتلوں میں سے تھا)

اور روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بازار میں گئے اور ایک عورت کی طرف دیکھا پھر وہ

---

(۱) المفردات ج 2 ص 679 مکتبہ نزار مصطفی مکہ مکرمہ۔ 1418ھ

(۲) النہایہ ج 3 ص 383، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1418ھ

حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس گئے تو حضرت عثمان نے کہا تم میں سے کوئی شخص ہمارے پاس آتا ہے اور اس کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے حضرت انس نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی نازل ہونے لگی؟ حضرت عثمان نے کہا نہیں! یہ برہان اور فراست ہے اور صحابہ اور تابعین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ایسی بہت مثالیں منقول ہیں۔ (۱)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی 1014ھ لکھتے ہیں: فراست ایک نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ قلب میں القا فرماتا ہے حتی کہ اس سے بعض مغیبات منکشف ہو کر بالکل مشاہد ہو جاتے ہیں اور یہ اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جو علم اور عمل میں مرتبہ کمال کو پہنچ جائے جیسا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے میری امت میں ملھمین ہوں گے (جن پر الہام کیا جائے گا) اور آپ کا ارشاد ہے جس نے چالیس روز تک اخلاص عمل کیا اس کے قلب سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے ظاہر ہوتے ہیں۔ (۲)

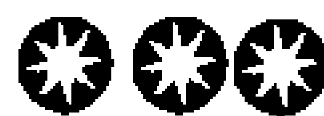
نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں: یافعی نے حکایت کی ہے کہ امام الحرمین میں ابوالمعالی ابن الامام ابومحمد الجوینی ایک دن صبح کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے ہوئے درس دے رہے تھے اسی اثناء میں شیوخ الصوفیہ اپنے اصحاب کے ساتھ کہیں دعوت میں جاتے ہوئے گزرے۔ امام جوینی نے دل میں سوچا ان صوفیہ کو سوائے کھانے اور رقص کرنے کے اور کیا کام ہے وہ شیخ الصوفیہ دعوت سے واپسی میں پھر اسی حال میں پھر اس مقام سے گزرے اور امام جوینی سے کہا اے فقیہ! اس شخص کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے جو حالت جنابت میں صبح کی نماز پڑھا دے اور پھر اسی حال میں مسجد میں بیٹھ کر علوم کا درس دے اور لوگوں کی غیبت کرے تب امام الحرمین کو یاد آیا کہ ان پر تو غسل واجب تھا پھر اس کے بعد صوفیہ کے متعلق ان کا اعتقاد اچھا ہو گیا۔

فراست کے متعلق احادیث:

حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈور کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے پھر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ آیت پڑھی۔

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بے شک اللہ کے سوا کچھ ایسے بندے ہیں جو لوگوں کو توسم (فراست) سے پہچان لیتے ہیں۔

حضرت ثوبان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اس کی توفیق سے بولتا ہے۔



---

(۱) الجامع الاحکام القرآن جز 10 ص 40، مطبوعہ دار الفکر بیروت 1415ھ

(۲) مرقات ج 3 ص 4 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان 1390ھ

بَابُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ

فرمان الٰہی : یقیناً ہم ان سے سوال کریں گے، کا بیان

(۵۰۳) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمان الٰہی : "یقیناً ہم ان سے سوال کریں گے، جیسا وہ عمل کرتے تھے"۔ کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد "لا الہ الا اللہ" ہے۔

شرح:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کے رب کی قسم ہم ان سے ضرور سوال کریں گے یعنی ہم ان سے ضرور ان کاموں کے متعلق سوال کریں گے جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے امام بخاری نے کہا اکثر اہل علم نے کہا ہے ان سے لا الہ الا اللہ کے متعلق سوال کریں گے۔

حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس نے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوجائے گا آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! اخلاص کا کیا معیار ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے اجتناب کرے۔ (۱)

نیز حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ عہد کیا ہے کہ جو شخص بھی میری امت سے میرے پاس لا الہ الا اللہ لے کر آئے درآنحالیکہ اس نے اس (توحید) کے ساتھ کسی چیز کو نہ ملایا ہو تو اس کے لیے جنت واجب ہوجائے گی صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ کیا چیز ملائے گا؟ آپ نے فرمایا دنیا کی حرص کرنا اور دنیا کو جمع کرنا اور دنیا کی وجہ سے منع کرنا وہ نبیوں کی طرح باتیں کریں گے اور ظالموں کے عمل کریں گے حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا لا الہ الا اللہ بندوں کو اللہ کی ناراضگی سے بچاتا ہے جب تک کہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دیں اور جب وہ دنیا کو دین پر ترجیح دیں اور لا الہ الا اللہ کہیں تو یہ کلمہ ان پر رد کردیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا۔ (۲)

یہ آیت اپنے عموم سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن اور کافر سب سے حساب لے گا ماسوا ان مومنوں کے جن کو اللہ تعالیٰ بغیر حساب کے جنت فرمائے گا۔

---

(۱) الجامع الصغیر رقم الحدیث 8896:

(۲) نوادر الاصول ج 3 ص 72-73، الجامع الاحکام القرآن جز 10 ص 55-56، مطبوعہ بیروت

کفار سے قیامت کے دن سوال کی کیفیت:

اس میں اختلاف ہے کہ آیا کافروں سے بھی سوال کیا جائے گا اور ان سے بھی حساب لیا جائے گا یا نہیں صحیح یہ ہے کہ کافروں سے بھی سوال کیا جائے گا اور ان سے بھی حساب لیا جائے گا اور اس پر دلیل درج ذیل آیات ہیں : وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ (الصفت ۲۴ :) اور انہیں ٹھہراؤ، بے شک ان سے سوال کیا جائے گا۔ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ (۲۵) ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (الغاشیہ ۲۶ :) بے شک ان کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے، پھر بے شک ہم ہی پر ان کا حساب لینا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے وَلايُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ (القصص ۷۸ :) اور ان کے گناہوں کے مجرمین سے سوال نہیں کیا جائے گا۔ فَيَوْمَئِذٍ لا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلا جَانٌّ (الرحمن ۳۹ :) انسان ہو خواہ جن ہو سو اس دن کسی کے گناہوں کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔ وَلا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (البقرہ ۱۷۴ :) اور اللہ سے قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا۔ كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ (المطففين ۱۵ :) حق ہی ہے کہ اس دن وہ اپنے رب کے دیدار سے ضرار محروم ہوں گے۔ ان آیات سے پتا چلتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کفار سے کلام نہیں فرمائے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا نہ وہ اس کو دیکھیں گے اور نہ ان سے کو گناہوں کے متعلق سوال کرے گا سو ان سے ان کا حساب بھی نہیں لیا جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حشر کے دن کئی مواقف اور مختلف احوال ہوں بعض مواقف اور بعض احوال میں اللہ تعالیٰ کوئی کلام کرے گا نہ کوئی سوال کرے گا نہ کوئی حساب لے گا یہ اس وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ جلال سے فرمائے گا : لمن الملک الیوم آج کس کی بادشاہی ہے؟ پھر خود ہی فرمائے گا للہ الواحد القھار صرف اللہ کی جو ایک ہے اور سب پر غالب ہے (المومن 16 :) پھر جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ سلم سجدہ میں گر کر اللہ تعالیٰ کو راضی کریں گے تب اللہ تعالیٰ مخلوق سے سوال کرے گا اور ان سے حساب بھی لے گا اور ان سے کلام بھی فرمائے گا لیکن مومنوں سے محبت سے کلام فرمائے گا اور کافروں سے غضب سے کلام فرمائے سو کفار سوال اور حساب کی نفی کی آیات کا تعلق پہلے موقف اور پہلے حال سے ہے اور ان سے سوال کرنے اور حساب لینے کے ثبوت کی آیات کا تعلق بعد کے موقف اور بعد کے حال سے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے اعمال کو معلوم کرنے کے لیے سوال نہیں کرے گا کہ تم نے فلاں فلاں عمل کیوں کیے تم نے ہمارے رسولوں کی اور ہماری کتابوں کی نافرمانی کیوں کی اور اس کے لیے تمہارے پاس کیا عذر ہے پس تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن مومن اور کافر ہر شخص سے سوال کرے گا وہ ارشاد فرماتا ہے : ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (التکاثر ۸ :) پھر تم سے اس دن نعمتوں کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا۔

بَابُ قَوْلُهُ تَعَالٰى وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ

فرمان الٰہی : اور ہم آپ کے رب کے حکم سے ہی اترتے ہیں، کا بیان

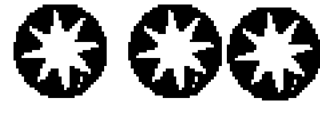
(۵۰۴) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

بِاَمْرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ ہم سے ملاقات زیادہ نہیں کرتے، کیا وجہ ہے، تو اس کے چند راتوں بعد یہ آیت اتری : اور ہم آپ کے رب کے حکم سے ہی اترتے ہیں، جو ہمارے سامنے اور پس پشت ہے۔

شرح:

بخاری میں بھی حضرت ابن عباس رضی الہ تعالیٰ عنہ سے ایسی ہی روایت ہے امام ابن ابی خاتم فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب وحی کا سلسلہ چالیس دن تک بند رہ چکا تھا اور نبی اکرم ﷺ کو ملاقات کا اشتیاق شدید ہوا۔

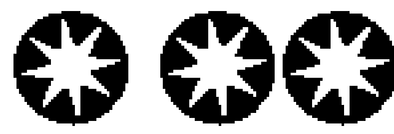


بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُنْكَرِ الَّذِيْ يَاْتِيْهِ قَوْمُ لُوْطٍ

قوم لوط کے ناپسندیدہ افعال کا بیان

(۵۰۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ الْمُنْكَرُ الَّذِيْ كَانُوْا يَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْهِمْ قَالَ كَانُوْا يُخْذِفُوْنَ النَّاسَ بِالنَّوَاةِ وَالْحَصَاةِ وَيَسْخَرُوْنَ مِنْ اَهْلِ الطَّرِيْقِ۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ وہ کونسا ناپسندیدہ فعل ہے، جس کو وہ اپنی محافل میں کرتے تھے، تو فرمایا کہ وہ لوگوں کو کنکری اور گھٹلی کے ساتھ مارتے تھے، اور مسافر لوگوں کا تمسخر اڑاتے تھے۔



بَابُ الْقِرَاءَةِ فِيْ ضُعْفٍ

لفظ "ضعف" کی تلاوت کا بیان

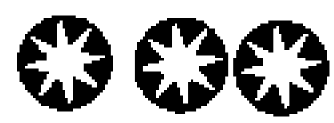
(۵۰۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَرَاَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً فَرَدَّ عَلَيْهِ وَقَالَ قُلْ مِنْ ضُعْفٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے نبی کریم ﷺ کے پاس یہ آیت تلاوت کی : وہی اللہ ہے جس نے

تمہیں کمزور پیدا کیا پھر قوت بخشی، پھر قوت کے بعد کمزوری دی اور بڑھاپا دیا، (تینوں مقام پر ضعف ضاد کے فتح کے ساتھ پڑھا،) تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ لفظ "ضُعف" (ضمہ کے ساتھ) ہے۔

شرح:

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے پاس یہ مذکورہ آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی، تو ضعف کے ضاد کو فتح کے ساتھ پڑھا تو آپ نے ان کو ٹوکا اور فرمایا کہ ضعف کے ضاد پر ضمہ پڑھو کیونکہ قریش کی لغت میں یہ لفظ یوں ہی ہے اور پڑھنے والے بھی چونکہ قریش تھے اس لیے یہ فرمایا، یا اس لیے فرمایا کہ یہ لفظ اس طرح پڑھنا زیادہ فصیح تھا۔ (۱)

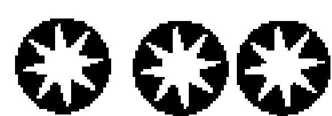


بَابُ مَا جَآءَ فِيمَا مَضٰى مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ

قیامت کی گزر جانے والی علامات کا بیان

(۵۰۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَدْ مَضَى الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ دھواں کا اٹھنا اور سخت قسم کا عذاب یہ دونوں علامت نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں گزر چکی ہیں۔



بَابُ الْوَلَدِ مِنْ كَسْبِ الرَّجُلِ

اولاد کا، والد کی کمائی سے ہونے کا بیان

(۵۰۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِّنْ كَسْبِكُمْ وَهِبَةُ اللهِ لَكُمْ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۤءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۤءُ الذُّكُوْرَ.

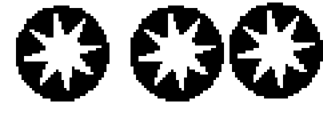
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری اولاد تمہاری کمائی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا تم کو تحفہ ہیں، اور وہ جسے چاہتا ہے لڑکے عطا فرماتا ہے۔

---

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مسند الامام الاعظم، ص، 302

شرح:

یعنی تمہاری مذکر مونث اولاد تمہاری کمائی میں سے ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بیٹے عطاء فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے، اس حدیث کو امام بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، وغیرہ نے روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں، بہترین کھانا جو تم کھاتے ہو وہ تمہارے ہاتھ کی کمائی ہے اور تمہاری اولاد تمہاری کمائی میں سے ہے۔ (۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِي الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ

فرمانِ الٰہی: جن لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کرلیا، کا بیان

(۵۰۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مَكِّيِّ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ لُهَيْعَةَ عَنْ اَبِيْ قَبِيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُزَنِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيَ الدُّنْيَا بِمَا فِيْهَا بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ اِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا فَقَالَ رَجُلٌ وَّمَنْ اَشْرَكَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ وَمَنْ اَشْرَكَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ وَمَنْ اَشْرَكَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَمَنْ اَشْرَكَ۔

حضرت ثوبان جو نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس آیت کے بدلے دنیا و مافیہا کو بھی پسند نہیں کرتا: ترجمہ "فرما دیجیے کہ اے میرے لوگو! جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کرلیا، تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں، بیشک اللہ تعالیٰ تمام کے تمام گناہ بخشنے والا ہے"۔ ایک آدمی نے عرض کی: جس نے شرک کرلیا؟ (وہ بھی بخشا جائے گا؟) نبی اکرم ﷺ نے خاموشی فرمائی، اس نے پھر عرض کی: جس نے شرک کرلیا؟ آپ ﷺ نے خاموشی فرمائی، اس نے پھر عرض کی: جس نے شرک کرلیا؟ آپ ﷺ نے خاموشی فرمائی، پھر فرمایا: خبردار! جس نے شرک کرلیا (اگر اس نے بعد میں تائب ہوکر اسلام قبول کیا، اس کے گناہ بھی بخشے جائیں گے)

شرح:

اس آیت کریمہ میں تمام گناہ گاروں کو خواہ وہ مومن ہوں یا کافر توبہ کرنے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف فرما دے گا، خواہ اس کے گناہ سمندر کی

(۱) شرح الملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علی مسند الامام الاعظم، ص، 49

جھاگ سے زیادہ ہوں اور اس آیت کو بغیر توبہ کے مغفرت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ بغیر توبہ کے شرک کی مغفرت نہیں ہوتی اور اس مطلوب پر حسب ذیل احادیث میں دلیل ہے:

(۱) حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ بعض مشرکین نے بہت زیادہ قتل کیے تھے اور بہت زنا کیا تھا، وہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: آپ ہمیں جس دین کی دعوت دے رہے ہیں وہ بہت خوب ہے کاش! آپ ہمیں یہ بتاتے کہ ہماری بداعمالیوں کا کوئی کفارہ ہے؟ تب یہ آیات نازل ہوئی:

والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلک یلق اثاما یضعف لہ العذاب یوم القیمۃ ویخلدو فیہ مھاناً الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا فاو لئک یبدل اللہ سیاتھم حسنت وکان اللہ غفور الرحیما (الفرقان 68:-70)

اور جو لوگ الیہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور وہ کسی ایسے شخص کو ناحق قتل نہیں کرتے جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہو اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو شخص ان کاموں کو کرے گا اس کو سخت عذاب ہوگا قیامت کے دن اس کے عذاب کو دگنا کیا جائے گا اور وہ ذلت کے ساتھ اس میں ہمیشہ رہے گا سوان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، اللہ ان کے گناہوں کو بھی نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے

اور یہ آیت نازل ہوئی:

قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ (الزمر 53:) آپ کہیے: اے میرے وہ بندوں جنہوں نے (گناہ کرکے) اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ (۱)

(۲) حضرت ثوبان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر مجھے اس آیت: (الزمر ۵۳:) کے بدلہ میں دنیا اور مافیہا بھی مل جائے تو مجھے پسند نہیں ہے، ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! اور جو شخص مشرک ہو؟ تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاموش رہے، پھر آپ نے تین بار فرمایا: ماسوا مشرکین کے (یعنی اس آیت کے عموم میں مشرکین کی مغفرت داخل نہیں ہے)۔ (۲)

افرقان ۷۰:۔ ۶۸ میں توبہ کرنے کی دعوت دی ہے اور یہ دعوت مؤمنین اور مشرکین دونوں کو عام ہے اور الزمر ۵۳: میں صرف مغفرت کا ذکر ہے خواہ وہ مغفرت توبہ کے ساتھ ہو یا بغیر توبہ کے اور یہ مغفرت مؤمنوں کے ساتھ مخصوص ہے، مشرکین کو شامل نہیں ہے جیسا کہ مسند احمد کی مذکور الصدر حدیث سے واضح ہو گیا۔ اس سلسلہ میں تیسری حدیث یہ ہے:

---

(۱) صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۸۱۰: ،صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۴۲: ،سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۴۲۷۴: ،سنن النسائی رقم الحدیث ۴۹۹۲:

(۲) حضرت عمر بن عبسہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس کی بہت بوڑھا شخص آیا جو ایک لاٹھی کے سہارے آیا تھا، اس نے کہا: یارسول اللہ! میں نے بہت عہد شکنیاں کی ہیں اور بہت گناہ کیے ہیں، کیا میری مغفرت ہو جائے گی؟ آپ نے پوچھا: کیا تم اس کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں اور میں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا: تمہاری عہد شکنیوں اور گناہوں کی مغفرت کردی گئی۔

حسب ذیل آیات میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے کی تلقین فرمائی ہے:

الم یعلموا ان اللہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہ۔ (التوبہ:104)

کیا ان لوگوں کو یہ علم نہیں کہ بے شک اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

ومن یعمل سوء اویظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما (النساء:110)

جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا، بے حد مہربانی کرنے والا پائے گا لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ وما من الہ الا الہ واحد وان لم ینتھوا عما یقولون لیمسن الذین کفروا منھم عذاب الیم افلا یتوبون الی اللہ ویستغفرونہ واللہ غفور رحیم (المائدہ: 73-74) بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا: اللہ تین میں کا تیسرا ہے اور ایک معبود کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور اگر یہ لوگ اپنے اس قول سے باز نہیں آئے تو ان میں سے کفر کرنے والوں پر ضرور عذاب عظیم آئے گا یہ لوگ اللہ کی طرف توبہ کیوں نہیں کرتے اور اس سے استغفار کیوں نہیں کرتے اور اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت میں عیسائیوں کو توبہ کی تلقین فرمائی ہے۔ یہ اس کا انتہائی کرم ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو قتل کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی توبہ اور استغفار کی دعوت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کا اندازہ اس حدیث سے کیا جا سکتا ہے:

حضرت ابوسعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے انسان کو قتل کردیا، پھر وہ لوگوں سے سوال کرنے نکلا، اس نے ایک راہب (پیر) سے سوال کیا: آیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، اس شخص نے اس کو بھی قتل کردیا، پھر وہ شخص سوال کرنے کے لیے نکلا تو ایک شخص (مسلم کی روایت میں ہے، عالم) نے اس سے کہا: فلاں فلاں بستی میں جاؤ، تو اس کو موت نے آلیا، اس نے اپنا سینہ اس بستی کے قریب کرلیا، پھر رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں اس کے متعلق بحث ہوئی تو اللہ نے اس زمین کو حکم دیا کہ وہ قریب ہو جائے اور اس زمین کو حکم دیا کہ وہ دور ہو جائے اور فرمایا: ان دونوں زمینوں کی پیمائش کرلو، تو وہ زمین ایک بالشت زیادہ قریب تھی سو اس کی مغفرت کردی گئی۔

اللہ کی رحمت اور مغفرت اس قدر وسیع ہے کہ سو آدمیوں کا قاتل بھی اس سے توبہ کرے تو وہ معاف فرما دیتا ہے، اس لیے انسان سے خواہ کتنا بڑا گناہ کیوں نہ ہو جائے اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ قرآن مجید میں مؤمنین کی مغفرت کے

متعلق متعدد آیات ہیں اور یہ ان میں سب سے اہم آیت ہے۔ بعض علماء نے کہا: موحدین کے لیے سب سے زیادہ امید افزاء یہ آیت ہے:

ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء۔ (النساء:48)

بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔ اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شفاعت سے بخشش کے متعلق سب سے امید افزاء یہ آیت ہے:

ولسوف یعطیک ربک فترضی (الضحیٰ 5:)

عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: آپ کی رضا یہ ہے کہ آپ کی تمام امت جنت میں داخل کردی جائے۔ (شعب الایمان ج ۳ ص ۱٦٤، رقم الحدیث ۱٤٤٥:)

الخطیب نے ایک اور سند کے ساتھ "تلخیص المتشابہ" میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ اگر آپ کی امت کا ایک شخص بھی دوزخ میں ہو تو سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) راضی نہیں ہوں گے۔

امام مسلم نے اپنی "صحیح" میں حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جبرائیل سے فرمائے گا اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کر دیں گے اور رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے۔

حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی ٤۳۰ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حرب بن شریح روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین سے کہا: میں آپ پر فدا کیا جاؤں، یہ بتائیے کہ یہ شفاعت جس کا اہل عراق ذکر کرتے ہیں آیا یہ حق ہے یا نہیں؟ امام نے پوچھا: کس کی شفاعت؟ میں نے کہا: سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی، امام نے کہا: ہاں اللہ کی قسم! مجھے میرے چچا محمد بن حنفیہ نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہوئے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میں اپنی امت کے لیے شفاعت کروں گا، حتیٰ کہ میرا رب عزوجل ندا فرمائے گا: اے محمد! کیا آپ راضی ہو گئے، میں کہوں گا: ہاں! اے میرے رب! میں راضی ہو گیا، پھر امام نے مجھ سے کہا: اے اہل عراق کی جماعت! تم یہ کہتے ہو کہ قرآن مجید میں سب سے امید افزاء آیت یہ ہے: "یعبادی الذین اسرفو علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ط ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا"۔ (الزمر ۵۳:) میں کہتا ہوں کہ یہ آیت بھی ہے لیکن ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ امید افزاء یہ آیت ہے: "ولسوف یعطیک ربک فترضی" (الضحیٰ: ۵) اور یہ شفاعت کی آیت ہے۔(۱)

(۱) (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۷۹ قدیم، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۰۹، رقم الحدیث ۳۷۲۵:، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱٤۱۸ھ، مسند البزار رقم الحدیث ۲٤٦٦، ٤۹۸،

بَابُ كَيْفَ اَسْلَمَ وَحْشِيُّ بْنُ حَرْبٍ

حضرت وحشی بن حرب کے اسلام لانے کا واقعہ

۵۱۰) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ السَّائِبِ الْكَلْبِيِّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ وَحْشِيًّا لَمَّا قَتَلَ حَمْزَةَ مَكَثَ زَمَانًا ثُمَّ وَقَعَ فِيْ قَلْبِهِ الْاِسْلَامُ فَاَرْسَلَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَدْ وَقَعَ فِيْ قَلْبِهِ الْاِسْلَامُ وَقَدْ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا فَاِنِّيْ قَدْ فَعَلْتُهُنَّ جَمِيْعًا فَهَلْ لِّيْ رُخْصَةٌ۔

قَالَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْ لَهُ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا قَالَ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ فَلَمَّا قُرِاَتْ عَلَيْهِ قَالَ وَحْشِيٌّ اِنَّ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ شُرُوْطًا وَاَخْشٰى اَنْ لَّا اٰتِيَ بِهَا وَلَا اُحَقِّقُ اَنْ اَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا اَمْ لَا فَهَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ اَلْيَنُ مِنْ هٰذَا يَا مُحَمَّدُ قَالَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ قَالَ فَكَتَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ وَبَعَثَ اِلٰى وَحْشِيٍّ۔

قَالَ فَلَمَّا قُرِاَتْ لَهُ قَالَ اِنَّهُ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَاَنَا لَا اَدْرِيْ لَعَلِّيْ اَنْ لَّا اَكُوْنَ فِيْ مَشِيَّتِهٖ اِنْ شَاءَ فِي الْمَغْفِرَةِ وَلَوْ كَانَتِ الْاٰيَةُ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلَمْ يَقُلْ لِمَنْ شَاءَ كَانَ ذٰلِكَ فَهَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ اَوْسَعُ مِنْ ذٰلِكَ يَا مُحَمَّدُ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ قَالَ فَكَتَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَعَثَ بِهَا اِلٰى وَحْشِيٍّ فَلَمَّا قُرِاَتْ عَلَيْهِ قَالَ اَمَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَنِعْمَ ثُمَّ اَسْلَمَ فَاَرْسَلَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ فَاْذَنْ لِّيْ فِيْ لِقَائِكَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ وَارِعَنِّيْ وَجْهَكَ فَاِنِّيْ لَا

اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَمْلاَءَ عَيْنِيْ مِنْ قَاتِلِ حَمْزَةَ عَمِّيْ قَالَ فَسَكَتَ وَحْشِيٌّ حَتّٰى كَتَبَ مُسَيْلَمَةُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْ مُّسَيْلَمَةَ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اُشْرِكْتُ فِي الْاَرْضِ فَلِيْ نِصْفُ الْاَرْضِ وَلِقُرَيْشٍ نِصْفُهَا غَيْرَ اَنَّ قُرَيْشًا قَوْمٌ يَّعْتَدُّوْنَ قَالَ فَقَدِمَ بِكِتَابِهِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلاَنِ فَلَمَّا قُرِئَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابُ قَالَ لِلرَّسُوْلَيْنِ لَوْلاَ اَنَّكُمَا رَسُوْلاَنِ لَقَتَلْتُكُمَا ثُمَّ دَعَا بِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ اُكْتُبْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُّحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ السَّلاَمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ. قَالَ فَلَمَّا بَلَغَ وَحْشِيًّا مَّا كَتَبَ مُسَيْلَمَةُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْرَجَ الْمِدْرَاعَ فَصَقَلَهٗ وَهُمْ بِقَتْلِ مُسَيْلَمَةَ فَلَمْ يَزَلْ عَلٰى عَزْمِ ذٰلِكَ حَتّٰى قَتَلَهٗ يَوْمَ الْيَمَامَةِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وحشی بن حرب نے جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، تو کچھ عرصہ بعد ان کے دل میں اسلام لانے کا شوق پیدا ہوا، انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ پیغام بھیجا کہ ان کے دل میں اسلام لانے کا شوق ہے، اور میں نے آپ ﷺ سے سن رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی عبادت نہیں کرتے، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کسی نفس کو ناحق قتل کرتے ہیں، اور نہ زنا کرتے ہیں، اور جو ایسا کرے تو وہ گناہ پائے گا، قیامت کے دن دوگنا عذاب دیا جائے گا اور ہمیشہ آگ میں رسوا ہو کر رہے گا"۔ تو میں نے یہ سارے کام کیے ہوئے ہیں، کیا میرے لیے کوئی رخصت کی امید باقی ہے؟

پس حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمد (ﷺ)! آپ ان کو یہ آیت تلاوت فرمائیں: "مگر ایسا شخص جس نے توبہ کرلی اور ایمان کے بعد عمل صالح بجالایا، تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں نیکیوں میں تبدیل فرما دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا مہربان ہے"۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت ان کی طرف بھیجی اور جب ان پر تلاوت کی گئی، تو وحشی بن حرب کہنے لگے کہ اس آیت میں شرائط بھی ہیں، اور ممکن ہے کہ میں ان کو نہ بجالاؤں، اور مجھے یقین سے معلوم بھی نہیں، کہ عمل صالح بجالاؤں گا یا نہیں، تو اے محمد (ﷺ)! کیا آپ کے پاس اس سے بھی کوئی نرم بات ہے؟ پھر حضرت جبریل علیہ السلام اس آیت کو لیکر نازل ہوئے: "بیشک اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا، اور اس کے ماسواء جو بھی گناہ ہوں، وہ جس کو چاہے بخش دیتا ہے"۔

رسول اللہ ﷺ نے جب یہ آیت ان کی طرف لکھی اور وحشی بن حرب کو بھیجی، اور ان پر یہ آیت پڑھی گئی تو کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کے علاوہ جس کے چاہے گناہ بخش دے، اور میں نہیں جانتا کہ میں اس کی مشیت میں ہوں بھی یا نہیں۔

کاش کہ آیت "اور شرک کے ماسواوہ سب بخش دے گا" تک ہوتی اور" وہ جسے چاہے" الفاظ نہ ہوتے، تو اے محمد (ﷺ)! کیا آپ کے پاس اس سے بھی کوئی وسیع چیز ہے؟ پھر حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لیکر نازل ہوئے: "فرما دیجیے کہ اے میرے لوگو! جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کرلیا، تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں، بیشک اللہ تعالیٰ تمام کے تمام گناہ بخشنے والا ہے"۔

رسول اللہ ﷺ نے جب یہ آیت ان کی طرف لکھی اور وحشی بن حرب کو بھیجی، اور ان پر یہ آیت پڑھی گئی تو کہا کہ یہ آیت کتنی اچھی ہے، اور اسلام لے آئے، اور رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں مسلمان ہو گیا ہوں مجھے ملاقات کا اذن بخشیں، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو پیغام بھیجا کہ تم اپنے آپ کو مجھ سے چھپائے رکھو، مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ میں اپنے چچا حمزہ کے قاتل کو دیکھوں، تو حضرت وحشی بن حرب خاموش ہو گئے، حتیٰ کہ مسیلمہ (کذاب) نے رسول اللہ ﷺ کو یہ خط لکھا (جس کا مضمون تھا) "اللہ کے رسول مسیلمہ کی طرف سے اللہ کے رسول محمد کی طرف، اس تمام کے بعد! میں نے زمین کو آدھی اپنے لیے اور آدھی قریش کے ساتھ تقسیم کر دی ہے، لیکن قریش حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس دو آدمی وہ خط لیکر آئے، آپ ﷺ نے ان قاصدوں کو کہا کہ اگر تم قاصد نہ ہوتے تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔ پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلا کر لکھوایا: "اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا، اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف۔ جس نے بھی ہدایت کہ پیروی کی اس پر سلام ہو، اس سب کے بعد! بیشک تمام زمین اللہ تعالیٰ کی ہی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بناتا ہے، اور اچھا انجام متقین کا ہی ہے، اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد (ﷺ) پر درود بھیجے۔

جو مسیلمہ نے نبی اکرم ﷺ کو خط میں لکھا تھا، جب اس کی خبر حضرت وحشی بن حرب کو پہنچی تو، انہوں نے اپنا ہتھیار نکال کر تیز کیا، اور مسیلمہ کذاب کے قتل کا پختہ ارادہ کرلیا، اور ہمیشہ اسی عزم پر رہے حتیٰ کہ آپ نے اس کو جنگ یمامہ کے دن قتل کر دیا۔

شرح:

حضرت وحشی کا قبول اسلام:

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کے شان نزول میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ مشرکین نے بہت زیادہ قتل کئے پھر وہ سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے اور کہا آپ ہمیں جس دین کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ بہت عمدہ ہے، کاش آپ ہمیں یہ بتا دیں کہ ہم نے اس سے پہلے جو برے اعمال کئے ہیں ان کا کوئی کفارہ ہو سکتا ہے تب یہ آیات نازل ہوئیں۔

حافظ سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ اور حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۰ھ اپنی سند سے کیا ہے اور امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اور امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے بھی اپنی سندوں کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کی پوری تفصیل امام طبرانی، امام ابن جوزی کی روایات میں ہے

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت سیدنا حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قاتل وحشی کو بلایا اور اس کو اسلام کی دعوت دی، اس نے کہا یا محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ مجھے اپنے دین کی کس طرح دعوت دے رہے ہیں حالانکہ آپ نے یہ کہا ہے کہ جس نے شرک کیا یا ناحق قتل کیا یا زنا کیا وہ اپنے گناہوں کی سزا پائے گا۔ قیامت کے دن اس کے عذاب کو دگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ذلت کے ساتھ ہمیشہ رہے گا (الفرقان : ٦٩ــ٦٨) اور میں یہ تمام کام کر چکا ہوں کیا آپ میرے لئے کوئی رخصت پاتے ہیں؟ تو آپ نے یہ آیت پڑھی : سو اس کے جس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا اور اس نے نیک اعمال کئے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے (الفرقان ۷۰ :) وحشی نے کا یا محمد! یہ بہت سخت شرط ہے شاید میں اس توبہ پر قائم نہ رہ سکوں اور مجھ سے پھر کوئی گناہ ہو جائے تب آپ نے یہ آیت پڑھی:

(النساء ٤٨ :) بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لئے وہ چاہے گا بخش دے گا۔

پھر وحشی نے کہا یا محمد! اس میں فرمایا ہے جس کے لئے اللہ چاہے گا سو میں نہیں جانتا کہ میری مغفرت ہو سکے گی یا نہیں کیا اس کے سوا اور کوئی صورت ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

(الزمر ٥٣ :) آپ کہیے اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید ہو، بے شک اللہ تمہارے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ لاریب وہ بہت بخشنے والا ہے بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

تب وحشی نے کہا یہ وہی ہے جو میں چاہتا تھا پھر وہ مسلمان ہو گئے اور لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! اگر ہم سے وہ گناہ سرزد ہو جائیں جو وحشی سے سرزد ہوئے ہیں تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہ آیت تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے۔

اس حدیث سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلق عظیم کا اندازہ کیجیے جو آپ کے محبوب چچا کا قاتل تھا اس کو کس کوشش سے مسلمان کیا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ سب سے بڑا گناہ شرک کرنا ہے اس کے بعد کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا ہے اور اس کے بعد بڑا گناہ زنا کرنا ہے۔

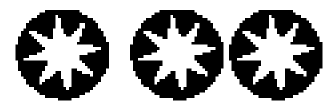
حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی شریک قرار دے کر اس کی عبادت کرو حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے، اس نے پوچھا پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا تم اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا! اس نے پوچھا پھر کون سا گناہ زیادہ بڑا ہے؟ فرمایا تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ پھر اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے الفرقان ٦٨ : کو نازل فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں عطا فرمانا:

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کرم فرمائے تو نہ صرف یہ کہ وہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے بلکہ گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں عطا فرما دیتا ہے۔

حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں اس شخص کو جانتا ہوں جس کو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا۔ اسکو قیامت کے دن لایا جائے گا اور کہا جائے گا اس کے سامنے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس کے بڑے بڑے گناہوں کو مخفی رکھا جائے گا، اس سے کہا جائے گا تو نے فلاں فلاں دن یہ یہ کام کئے تھے، وہ ان گناہوں کا اقرار کرے گا اور انکار نہیں کرے گا اور وہ دل میں اپنے بڑے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا، پھر کہا جائے گا اس کو اس کے ہر گناہ کے بدلے میں نیکی دے دو، تب وہ کہے گا اے میرے رب! میرے تو اور بڑے بڑے گناہ ہیں جن کو میں یہاں اس کے ہر گناہ کے بدلے میں نیکی دے دو، تب وہ کہے گا اے میرے رب! میرے تو اور بڑے بڑے گناہ ہیں جن کو میں یہاں پر نہیں دیکھ رہا، حضرت ابوذر نے کہا میں نے دیکھا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہنس رہے تھے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں۔

حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو! اگر کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے بعد کوئی نیکی کرلو وہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔



بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی: مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرٍ

فرمانِ الٰہی: کس چیز نے تمہیں جہنم میں بھیجا، کا بیان

(۵۱۱) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ سَلْمَةَ عَنْ اَبِي الزَّعْرَاءِ مِنْ اَصْحَابِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخْرِجَنَّ بِشَفَاعَتِيْ مِنْ اَهْلِ الْاِيْمَانِ مِنَ النَّارِ حَتّٰى لَا يَبْقٰى فِيْهَا اَحَدٌ اِلَّا اَهْلُ هٰذِهِ الْاٰيَةِ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ حَتّٰى اَتَانَا الْيَقِيْنُ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ يُعَذِّبُ اللهُ تَعَالٰى اَقْوَامًا مِّنْ اَهْلِ الْاِيْمَانِ ثُمَّ يُخْرِجُهُمْ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى لَا يَبْقٰى اِلَّا مَنْ ذَكَرَ اللهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى مَا

سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرِ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ وَ كُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَائِضِيْنَ اِلٰى فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ۔

حضرت ابوالزعراء جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری شفاعت کی وجہ سے اہل ایمان کا ایک گروہ جنت سے نکالا جائے گا، حتیٰ کہ اس میں کوئی اہل ایمان باقی نہ رہے گا، سوائے، اس آیت والوں کے "کس چیز نے تمہیں جہنم میں بھیجا، وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے، مساکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، فضول کاموں میں مصروف رہتے تھے، آخرت کے دن کو جھٹلاتے تھے، حتیٰ کہ اب ہمیں موت نے آن لیا ہے، پس ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کام نہ دے گی"۔

ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان میں سے ایک گروہ کو عذاب میں مبتلاء کرے گا، پھر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت سے ان کو نکالے گا، حتیٰ کہ اس میں کوئی اہل ایمان باقی نہ رہے گا، سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ فرمائے گا "کس چیز نے تمہیں جہنم میں بھیجا، وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے، مساکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، فضول کاموں میں مصروف رہتے تھے، آخرت کے دن کو جھٹلاتے تھے، حتیٰ کہ اب ہمیں موت نے آن لیا ہے، پس ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کام نہ دے گی"۔

(۵۱۲) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَا يَبْقٰى فِي النَّارِ اِلَّا مَنْ ذَكَرَهُ اللّٰهُ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ اِلٰى فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آگ میں کوئی اہل ایمان باقی نہ رہے گا، سوائے ان کے جن کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا "کس چیز نے تمہیں جہنم میں بھیجا، وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے، مساکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، فضول کاموں میں مصروف رہتے تھے، آخرت کے دن کو جھٹلاتے تھے، حتیٰ کہ اب ہمیں موت نے آن لیا ہے، پس ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کام نہ دے گی"۔

شرح:

ما سلکم فی سقر. یہ سوال اور اس کا آئندہ جواب اس واقعہ کا بیان ہے جو سائل، مسؤل اور مجرموں کے درمیان ہوگا۔ مسؤل مجرموں سے کیا پوچھیں گے، مجرم کیا جواب دیں گے اور سوال کرنے والے دوسروں سے کیا دریافت کریں گے، کس کی حالت دریافت کریں گے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کلام میں اختصار ہو۔ اصل کلام اس طرح تھا کہ اہل جنت کچھ لوگوں سے مجرموں کی حالت پوچھیں گے اور وہ مجرموں سے سوال کریں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عن المجرمین میں عن زائد ہے۔ اس وقت یہ مطلب ہوگا کہ اہل جنت مجرموں سے دریافت کریں گے۔

قالوا. مجرم جواب دیں گے۔ لم نک من المصلین. ہم فرض پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے۔

ولم نک نطعم المسکین. اور جو چیز مسکین کو دینی واجب تھی، ہم اس کو کھانے کو نہیں دیتے تھے، آیت بتا رہی ہے کہ

آخرت میں فروع اعمال پر گرفت کرنے کے لیے کافروں سے خطاب کیا جائے گا البتہ دنیا میں کفار فروع اعمال کے مخاطب اس لیے نہیں ہیں کہ خطاب بالاعمال کی شرط یعنی ایمان مفقود ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کفار اعمال پر مکلف نہیں ہیں۔ کیونکہ کفر کا تقاضا تو شدت تکلیف ہے۔ تخفیف' تکلیف مقتضاء کفر کے خلاف ہے۔ ہاں! اسلام لانے سے گزشتہ حقوق اللہ' نماز' روزہ' اور مختلف سزائیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ حالت کفر میں کافر اللہ کی جو حق تلفیاں کرتا ہے' مسلمان ہونے کے بعد ان کا مواخذہ نہ ہوگا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ اسلام پہلے کے گناہوں کو نابود کر دیتا ہے' الخ۔ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

فما تنفعھم شفاعة الشافعین. بالفرض اگر سب سفارشی بھی مل کر ان کی سفارش کریں تو سفارش قبول نہیں کی جائے گی۔ اس جملہ کی وابستگی یا تو کل نفس بما کسبت رھینۃ سے ہے یا لم نک من المصلّین سے۔ یہ آیت بطور مفہوم مخالف بتا رہی ہے کہ اہل ایما کے لیے خواہ وہ فاسق (مرتکب کبیرہ) ہوں' شفاعت سودمند ہوگی۔

اسحٰق بن راہو یہ نے اپنی مسند میں حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یا حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قول نقل کیا ہے کہ ہم عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر تھے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے اور فرمایا: جس مسلمان کے تین خوردسال بچے جوانی کو پہنچنے سے پہلے مر جائیں گے' ان کو قیامت کے دن لا کر جنت کے دروازہ پر کھڑا کیا جائے گا اور جنت کے اندر داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا' وہ کہیں گے کہ اگر ہمارے ماں' باپ داخل ہوں گے (تو ہم بھی داخل ہوں گے' بغیر ان کے ہم اندر نہیں جائیں گے) آخر دوسری یا تیسری بار حکم دیا جائے گا اور کہا جائے گا جنت میں تم بھی جاؤ اور تمہارے باپ بھی' آیت: فما تنفعھم شفاعۃ الشافعین سے یہی مراد ہے (یعنی شافعین سے مراد خوردسال اطفال ہیں اور شفاعت سے مراد ان کی شفاعت ہے)۔

حضرت ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: ملائکہ اور انبیاء اور شہید اور نیک بندے اور تمام اہل ایمان شفاعت کریں گے' پھر دوزخ کے اندر سوائے چار (قسم کے آدمیوں) کے اور کوئی نہیں رہے گا۔ اس کے بعد آپ نے آیات: قالوا لم نک من المصلّین سے بیوم الدین تک تلاوت کیں (یعنی ان آیات میں جن چار اقسام کا بیان ہے' وہی دوزخ میں رہیں گے۔)

حضرت عمران بن حصین نے فرمایا: شفاعت مفید ہوگی مگر ان لوگوں کے لیے سودمند نہ ہوگی جن کا تذکرہ تم (آیت مذکورہ میں) سنتے ہو۔ حضرت ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عمران کا قول بتا رہا ہے کہ نماز کو ترک کرنے والے' زکوٰۃ نہ دینے والے' لہو اور باطل میں گھسنے والے خواہ مؤمن ہی ہوں مگر شفاعت سے بھی ان کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ان دونوں بزرگوں کے قول کی بناء اسی آیت پر ہے کیونکہ اس آیت میں فاء سببی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوصاف اربعہ جن کا ذکر ان آیات میں آیا ہے' شفاعت کے غیر مفید ہونے کے موجب ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ عدم افادۂ شفاعت کا ترتب اوصاف اربعہ کے مجموعہ پر ہے جن میں ایک وصف تکذیب قیامت بھی ہے تو افادۂ شفاعت سے مانع یہ اوصاف بحیثیت مجموعہ ہیں (ایک ایک انفرادی وصف افادۂ شفاعت سے مانع نہیں)۔

ہر مؤمن کے لیے شفاعت کے جواز پر اجماع ہے' دوزخ میں داخل ہونے کے قابل بعض مؤمن شفاعت کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہی نہیں ہوں گے اور داخل ہو چکے ہوں گے تو نکال لیے جائیں گے۔ معتزلہ' خوارج اور ان جیسے دوسرے بدعتی شفاعت کے منکر ہیں' حالانکہ احادیث شفاعت متواتر المعنی ہیں' تمام احادیث کو ذکر کرنا تو موجب طوالت ہے۔ ہم بعض احادیث بیان کرتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ آخر میرا رب ندا دے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا تو اب خوش ہو گیا؟ میں عرض کروں گا: جی ہاں! میرے رب میں راضی ہوں۔ (بزار' طبرانی' ابونعیم) حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: کبیرہ گناہوں والے امتیوں کے لیے میری شفاعت ہے۔ (ترمذی' ابن حبان' حاکم' احمد' ابوداؤد) ایسی ہی روایت حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بھی ترمذی' ابن حبان' حاکم اور ابن ماجہ نے بیان کی ہے۔ اسی قسم کی روایت حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بھی طبرانی نے لکھی ہے اور خطیب نے حضرت ابن عمر اور حضرت کعب بن عجرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی روایات بھی اسی طرح کی درج کی ہیں۔

حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مرفوعاً بیان کیا کہ (قیامت کے دن) عالم اور عابد کو لایا جائے گا۔ عابد سے کہا جائے گا جنت میں چلا جا اور عالم سے کہا جائے گا تو شفاعت کے لیے ٹھہر ا رہ۔ (اصبہانی) یہ بھی حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مرفوع روایت ہے کہ میری امت کے بدکردار (بھی) اچھے لوگ ہیں۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یہ کیسے؟ فرمایا: میری امت کے بدکردار لوگوں کو میری شفاعت سے اللہ جنت میں داخل فرمائے گا اور نیکوں کو ان کے اعمال کی وجہ سے اللہ کی طرف سے جنت میں داخلہ ملے گا۔ (طبرانی و ابونعیم) حضرت ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی موقوف روایت ہے کہ عالم سے کہا جائے گا اپنے شاگردوں کی شفاعت کر' خواہ انکی تعداد آسمان کے ستاروں کے برابر ہو جائے۔ (دیلمی)

حضرت ابودرداء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مرفوع روایت ہے کہ شہید اپنے ستّر گھر والوں کی شفاعت کرے گا۔ (ابوداؤد)

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مرفوع روایت ہے کہ قیامت کے دن لوگ قطار در قطار کھڑے ہوں گے' پھر ایک جنتی آدمی ایک دوزخی کی طرف سے گزرے گا' دوزخی اس سے کہے گا: کیا تجھے یاد نہیں کہ ایک روز تو نے مجھ سے پینے کے لیے کچھ مانگا تھا اور میں نے تجھے شربت پلایا تھا۔ یہ سن کر جنتی اس دوزخی کی سفارش کرے گا۔ پھر وہ (شفاعت یافتہ دوزخی یا وہی جنتی) ایک اور دوزخی شخص کی طرف سے گزرے گا اور مؤخر الذکر' اول الذکر شخص سے کہے گا' کیا تجھے یاد نہیں کہ میں نے تجھے پاک پانی دیا تھا۔ یہ سن کر وہ اس دوزخی کی شفاعت کرے گا پھر وہ (نجات یافتہ نمبر دوئم یا اوّل الذکر جنتی) ایک اور دوزخی کی طرف سے گزرے گا اور دوزخی اس سے کہے گا: کیا تجھے یاد نہیں کہ تو فلاں کام کو جا رہا تھا اور میں نے تیرا وہ کام کر دیا تھا۔ یہ سن کر وہ شخص اس دوزخی کی شفاعت کرے گا۔

مسئلہ* شفاعت کس کو نصیب نہ ہو گی۔ حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی حدیث ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نے فرمایا: جس نے (عقیدۃ) شفاعت کی تکذیب کی اس کو شفاعت نصیب نہیں ہوگی اور جس نے حوض (کوثر) کی تکذیب کی اس کو حوض سے کچھ حصہ نہیں ملے گا۔ اس روایت کے راوی سعید بن منصور ہیں۔

حضرت زید بن ارقم اور کچھ اوپر دس صحابیوں سے حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ فرمان مروی ہے کہ قیامت کے دن میری شفاعت حق ہے' جس کا شفاعت پر ایمان نہ ہوگا وہ شفاعت کا مستحق بھی نہیں ہوگا'۔

حضرت عبدالرحمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میری شفاعت (ہر مؤمن کے لیے) مباح ہے' سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے میرے صحابہ کو گالیاں دیں۔ (ابونعیم فی الحلیۃ)۔

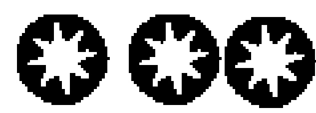
حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مرفوع روایت ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میری امت کے دو قسم کے لوگوں کو میری شفاعت نہیں حاصل ہوگی ۱: (مرجیہ' ۲، قدریہ۔۱) (ابونعیم)

مسئلہ* احادیث میں آیا ہے کہ بعض گناہ شفاعت سے محروم رکھنے والے ہیں۔ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی روایت ہے

کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس نے عرب سے کھوٹ کی (دغا دی' فریب کیا) اس کو میری شفاعت حاصل نہ ہوگی۔ بیہقی نے اس کو جید سند سے روایت کیا ہے۔

حضرت معقل بن یسار کی روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: دو آدمیوں کو قیامت کے دن میری شفاعت نصیب نہ ہوگی: (۱) بڑا ظالم' لوگوں کی بڑی حق تلفیاں کرنے والا (۲) دنیا میں بہت زیادہ گھسنے والا' دین سے نکل جانے والا۔ بیہقی اور طبرانی نے اس کو عمدہ سند سے بیان کیا ہے۔

حضرت ابودرداء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وغیرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: آپس کے جھگڑے چھوڑ دو' قیامت کے دن میں جھگڑالو کی شفاعت نہیں کروں گا۔ (۱)



بَابُ مَا جَآءَ فِي الْحُقُبِ

حقب کا بیان

(۵۱۳) حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ قَالَ الْحُقُبُ ثَمَانُوْنَ سَنَةً مِّنْهَا سِتَّةُ اَيَّامٍ عَدَدَ اَيَّامِ الدُّنْيَا۔

حضرت ابوصالح فرماتے ہیں کہ حقب 80 برس کی مقدار میں ہوگا، جن میں سے صرف 6 دنیاوی ایام ہوں گے۔

(۱) تفسیر مظہری تحت آیات مذکورہ

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی :وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی

فرمانِ الٰہی "اور اس نے اچھی بات کی تصدیق کی"، کا بیان

(۵۱۴) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ قُرِاَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ۔

حضرت ابوالزبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت تلاوت کی گئی" اور اس نے سچی بات کی تصدیق کی" تو فرمایا: اس سے مراد" لاالہ الااللہ" ہے۔

شرح:

حسنیٰ کے متعدد مصداق

اس آیت میں حسنیٰ کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: حسن اور خوبی، اچھائی، عمدگی، نیکی اور سچائی۔

اس آیت میں نیک باتوں کے حسب ذیل محامل ہیں:

(۱) حسنیٰ سے مراد لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ" کی تصدیق ہے یعنی جس شخص نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور توحید اور رسالت کی تصدیق کی کیونکہ کفر کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور گناہوں سے بچنے کا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(۲) حسنیٰ سے مراد بدنی عبادات اور مالی عبادات کے فرائض ہیں یعنی جس شخص نے بدنی اور مالی عبادات کے فرائض کو ادا کیا اور احکام شرعیہ کی تصدیق کی۔

(۳) حسنیٰ سے مراد یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو مال کا عوض اور بدل عطاء فرماتا ہے، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ج (سبا :۳۹)

اور تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو، اللہ اس کا پورا بدل عطاء فرمائے گا۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ہر روز جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک دعا کرتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس مال کا بدل عطا فرما اور دوسرا دعا کرتا ہے: اے اللہ! بخیل کے مال کو ضائع کردے۔

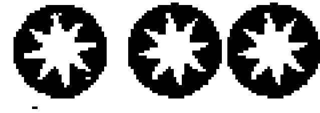
اس کی تائید اس آیت میں ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ط وَاللهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ (البقرہ ۲۶۱ :)

جولوگ اپنے اموال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے اور ہر خوشے میں سو دانے ہوں اور اللہ جسے چاہتا ہے بڑھا چڑھا کر دیتا ہے۔

اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے والے کو اس کے خرچ کیے ہوئے مال سے زیادہ بدل عطاء فرمایا تو پھر وہ ــــ "حسنیٰ" ــــ ہے۔

(٤) حسنیٰ سے مراد ثواب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد جنت ہے، ایک قول یہ ہے کہ ــــ "حسنیٰ" ــــ ایسا لفظ ہے جو ہر اچھی خصلت کی گنجائش رکھتا ہے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كِتَابُ الْوَصَايَا وَالْفَرَائِضِ

وصیت اور وراثت کا بیان

(۵۱۵) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْهِ عن سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُ فِيْ مَرَضٍ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُوْصِيْ بِمَالِيْ كُلِّهٖ قَالَ لَا قُلْتُ فَنِصْفِهٖ قَالَ لَا قُلْتُ فَثُلُثِهٖ قَالَ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ لَاَّ تَدَعُ اَهْلَكَ يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى سَعْدٍ يَعُوْدُ قَالَ اُوْصَيْتَ قَالَ نَعَمْ اَوْصَيْتُ بِمَالِيْ كُلِّهٖ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاقِصُهٗ حَتّٰى قَالَ الثُّلُثَ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ سَعْدٍ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ اُوْصِيْ بِمَا لِيْ كُلِّهٖ قَالَ لَا قُلْتُ فَبِالنِّصْفِ قَالَ لَا قُلْتُ فَبِالثُّلُثِ قَالَ فَبِالثُّلُثِ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اَنْ تَدَعَ اَهْلَكَ بِخَيْرٍ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ میری عیادت کرنے تشریف لائے، تو میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میں اپنے تمام مال کی وصیت کرسکتا ہوں؟ فرمایا نہیں، عرض کی: نصف مال کی؟ فرمایا نہیں، عرض کی تہائی مال کی؟ فرمایا: تہائی بہت زیادہ ہے، اپنے اہل وعیال کو اس حالت میں مت چھوڑو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد کی عیادت کرنے تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے ان کو فرمایا" تم نے وصیت کرلی ہے؟ عرض کی میں نے اپنے پورے مال کی وصیت کردی ہے، تو رسول اللہ ﷺ اسے کم کرتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تہائی حصہ کرسکتے ہو اور یہ بھی زیادہ ہی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس میری عیادت کی غرض سے رسول اللہ ﷺ

تشریف لائے، تو میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میں اپنے تمام مال کی وصیت کرسکتا ہوں؟ فرمایا نہیں، عرض کی: نصف مال کی؟ فرمایا نہیں، عرض کی تہائی مال کی؟ فرمایا: ہاں، لیکن تہائی بہت زیادہ ہے، تو اپنے اہل وعیال کو بھلائی کے ساتھ چھوڑے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہیں۔

وصیت کی اہمیت وافادیت:

شریعت میں اس کی اہمیت یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس شخص کو جو وصیت کرکے وفات کرگیا متقی، شہید اور عامل بالسنۃ فرمایا اور اسکی مغفرت کی بشارت دی۔ (۱)

اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرکے فرمایا: تیرا اپنے ورثا کو غنی چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں محتاج چھوڑے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں، (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے مفلس ونادار غیر وارث کے لیے وصیت کرنی چاہیئے تا کہ انہیں بھی مال کا ایک حصہ مل جائے اور ان کی غربت وناداری اور افلاس دور ہو اور وہ ایک باعزت زندگی گزار سکیں اور خود وصیت کرنے والوں کو تقویٰ وشہادت اور مغفرت کا مقام مل جائے، ایک مسلمان کے لیے اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس کی مغفرت ہوجائے، اور شہادت کا درجہ مل جائے اور یہ بات بھی اس کے لیے کس درجہ عزت، اجر اور نیک نامی کی ہے کہ اس کے غیر وارث اعزّہ غیروں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر ذلیل ورسوانہ ہوں اور معاشرہ میں آبرومندانہ زندگی بسر کریں۔

وصیت کی افادیت:

(1) یہ ہے کہ متوفی کے ایسے اعزہ جو وارثوں میں شامل نہیں ہیں مگر نادار اور حاجتمند ہیں، ان کو اس کے مال سے نفع پہنچے اور کسب معاش کے لئے سہارا مل جائے، جیسے وہ بچہ جس کے باپ کا انتقال اس کے دادا کی حیات میں ہوگیا اور دادا کا انتقال بعد میں ہوا اور دادا نے وارثوں میں بیٹا بھی چھوڑا تو بچہ محروم ہوجائے گا۔ اس کے لیے دادا کو انتقال سے پہلے وصیت کرنا چاہیے۔

(2) ایسے پڑوسی یا احباب یا دیگر حضرات جو نہ رشتہ دار ہیں اور نہ وارث مگر سخت احتیاج وتنگدستی اور پریشانی میں ہیں ان کو متوفی وصیت کے ذریعے اپنے مال کے ایک حصہ کا مالک بنادے اور اس طرح ان کی مدد ہوجائے۔

(3) متوفی اگر مدرسہ، مسجد، سرائے، قبرستان یا دیگر امور خیر اپنی موت کے بعد بھی کرنا چاہتا ہے اور وہ رفاہ عامہ اور خدمتِ خلق کے کام انجام دینا چاہے تو بذریعہ وصیت اپنے مال کا ایک حصہ ان کی انجام وہی کے لیے مقرر کردے، لیکن شریعت نے متوفی کو ورثاء کی موجودگی میں اپنے تمام مال کی وصیت کرنے کی اجازت نہیں دی کہ اس سے وارثوں کو ضرر پہنچتا ہے، اور ان کا حق ضائع ہوتا ہے، قرآن پاک میں، مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍۙ غَیْرَ مُضَآرٍّ

---

(۱) سنن ابن ماجۃ، کتاب الوصایا، باب الحث علی الوصیۃ، الحدیث ۲۷۰۱: ج ۳، ص ۳۰۴

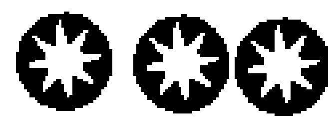
(۲) صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب ان یترک ورثتہ...الخ، الحدیث ۲۷۴۲، ج ۲، ص ۲۳۲

(پ ۴، النساء، ۱۲:) فرما کر یہی ہدایت فرمائی کہ وصیت تو کرو مگر وارثوں کو نقصان پہنچا کر نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: جو شخص اپنے وارث کی میرات کاٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت سے اس کی میراث کو کاٹے گا۔ (۱)

شریعت اسلامیہ نہ یہ اجازت دیتی ہے کہ وارث کو اس کی میراث سے محروم کر دیا جائے، نہ یہ گوارا کرتی ہے کہ اہلِ ثروت اپنے غیر وارث اعزہ کو محتاجی و ناداری کی حالت میں چھوڑ کر وفات پائیں، بلکہ ایسے محتاج غیر وارث اعزہ کے لیے وصیت کے ذریعے اپنے مال کا ایک حصہ اُن کو پہنچا دیں۔ مسلمان اگر شریعتِ مطہرہ کے احکام کے مطابق وصیت کے طریقے کو اپنائیں تو اس سے عظیم فائدے اور فیوض و برکات حاصل ہوں، اور دشمنانِ اسلام نے بیٹے کی موجودگی میں یتیم پوتے کے محروم الارث ہونے پر شریعت اسلامیہ کے خلاف جو طوفان بدتمیزی اُٹھایا اور آج بھی اُٹھایا جاتا ہے وہ نہ اٹھا سکتے، اگرچہ اس کا مدلل و معقول جواب بار ہا دیا جا چکا ہے، لیکن مخالفینِ اسلام، اسلام دشمنی میں شر پھیلانے سے نہیں تھکتے، ان کا مقصد حق و صداقت کو سمجھنا نہیں بلکہ اسلام کو بدنام کرنا ہے، اگر مسلمان بذریعہ وصیت یتیم اور محروم الارث پوتے کو اپنی حیثیت کی مناسبت سے مال کا ایک حصہ دیا کرتے تو معترضین اسلام کو یہ ایک عملی جواب بھی ہوتا، وہ عند اللہ ماجور بھی ہوتے اور ایک بہتر معاشرہ بھی وجود میں آتا۔

وصیت کا طریقہ:

مغربی اقوام میں بھی رائج ہے، اگرچہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق نہیں، اُن کی اپنی خواہشات کے مطابق ہے اسی لیے اس کا نام بھی Will جس کے معنی ہیں، خواہش، عام طور سے وہاں لوگ مرنے سے بہت پہلے Will لکھ چھوڑتے ہیں لیکن اس ول Will اور وصیت میں زبردست فرق ہے، وصیت اسلامی احکام کے مطابق ہوتی ہے اور وِل Will اپنی خواہشات نفس کے مطابق، ول لکھنے والا قطعاً یہ نہیں سوچتا کہ وہ جو کچھ لکھ رہا ہے وہ اخلاقی اقدار کے مطابق ہے یا نہیں، اس سے معاشرہ میں فلاح و بہبود آئے گی یا تباہی و بربادی، اس کا واحد مقصد یہ ہوتا ہے کہ میرا مال میرے مرنے کے بعد بھی صرف میری خواہش کے مطابق خرچ کیا جائے اس میں وہ اچھے بُرے، جائز و ناجائز اور حرام و حلال میں کوئی فرق نہیں کرتا، جب کہ اسلام نے وصیت کرنے والے کو کچھ ہدایات دی ہیں اور وصیت کا مقصد معاشرہ کی فلاح اور اعمالِ خیر کا اجراء مقرر کیا ہے۔ اسی لیے اس نے معصیت کے کاموں کے لیے اور معاشرے کو بگاڑنے والی چیزوں کے لیے وصیت کرنے کی اجازت نہیں دی۔



(۱) سنن ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب الحیف فی الوصیۃ، الحدیث ۲۷۰۳، ج ۳، ص ۳۰۴

بَابُ هَلْ يَرِثُ الْمُسْلِمُ النَّصْرَانِيَّ

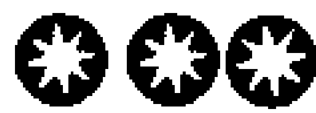
کیا مسلمان نصرانی کا وارث ہوسکتا ہے

(۵۱۶) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ النَّصْرَانِيَّ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدُهٗ اَوْ اَمَتُهٗ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان نصرانی کا وارث نہیں ہوسکتا، مگر یہ کہ وہ نصرانی اس مسلمان کا غلام ہو، یا کنیز ہو۔

شرح:

مسلمان اور کافر کے درمیان مسئلہ میراث کی وضاحت یہ ہے کہ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا البتہ اس میں اختلاف ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے یا نہیں جمہور صحابہ، تابعین، وائمہ اربعہ کا یہ مسلک ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا ان کی دلیل یہی حدیث اور اسی جیسی دیگر احادیث ہیں کہ ان میں صاف انکار ہے سوائے اس صورت کے کہ نصرانی مرد غلام ہو یا نصرانی عورت لونڈی۔ کہ یہاں ملک وراثت سے نہیں مل رہی بلکہ آقا ہونے کی وجہ سے مل رہی ہے۔



بَابُ اِلْحَاقِ الْفَرَائِضِ بِاَهْلِهَا

ذوی الفروض کو وراثت کا حصہ دینے کا بیان

(۵۱۷) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ طَاؤسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِاَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَلِاَوْلٰى رَجُلٍ ذَكَرٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم وراثت کو ان کے اہل تک پہنچاؤ، ہاں جو باقی رہ جائے وہ رشتہ داروں میں سے مردوں کو دو۔

شرح:

جو اصحاب فرائض ہیں ان میں سے چار مرد اور آٹھ عورتیں ہیں۔

مرد یہ ہیں: (1) باپ (2) جد صحیح یعنی دادا، پردادا۔ (اوپر تک) (3) ماں جایا بھائی۔ (4) شوہر۔

عورتیں یہ ہیں (1) بیوی۔ (2) بیٹی۔ (3) پوتی۔ (نیچے تک) (4) حقیقی بہن۔ (5) باپ شریک بہن۔ (6) ماں شریک بہن۔ (7) ماں۔ (8) اور جدّہ صحیحہ۔

مسئلہ: جد صحیح اس دادا کو کہتے ہیں کہ جس کی میت کی طرف نسبت میں مونث کا واسطہ بیچ میں نہ آئے۔ جیسے باپ کا باپ اور دادا کا باپ۔ (عالمگیری ج ۶ ص ۴۴۸)

مسئلہ: جد فاسد اس کو کہتے ہیں جس کی میت کی طرف نسبت میں مونث کا واسطہ آئے جیسے ماں کا باپ جس کو ہم نانا کہتے ہیں یا ماں کے باپ کا باپ یا دادی کا باپ۔

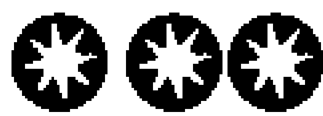
مسئلہ: جدہ صحیحہ وہ دادی ہے جس کی نسبت میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں جد فاسد کا واسطہ نہ آئے لہٰذا باپ کی ماں اور ماں کی ماں دونوں جدہ صحیحہ ہیں۔

مسئلہ: جدہ فاسدہ وہ دادی یا نانی ہے جس کی میت کی طرف نسبت میں جد فاسد آجائے۔ جیسے نانا کی ماں اور دادی کے باپ کی ماں۔ (شریفیہ ص ۲۳)

مسئلہ: جد صحیح اور جدہ صحیحہ اصحاب فرائض میں سے ہیں جب کہ جد فاسد اور جدہ فاسدہ اصحاب فرائض میں سے نہیں ہیں بلکہ ذوی الارحام میں سے ہیں۔

میراث: وصیت کے بعد جو مال بچا ہو اس کی تقسیم درج ذیل ترتیب کے ساتھ عمل میں آئے گی۔

(1) ان وارثوں میں تقسیم ہوگا جو قرآن، حدیث یا اجماع امت کی رو سے اصحاب فرائض (مقررہ حصوں والے) ہیں اگر اصحاب فرائض بالکل نہ ہوں یا ان کے بعد بھی کچھ مال بچا ہو تو درج ذیل وارثوں میں علی الترتیب تقسیم ہوگا۔ (2) عصبات نسبیہ۔ (3) عصبات سببیہ۔ (یعنی آزاد کردہ غلام کا آقا) (4) عصبہ سببی کا نسبی عصبہ پھر سببی عصبہ۔ (5) ذوی الفروض النسبیہ کو ان کے حقوق کی مقدار میں دوبارہ دیا جائے گا۔ (6) ذوی الارحام۔ (7) مولی الموالاۃ۔ (8) پھر وہ شخص جس کے نسب کا مرنے والے نے کسی دوسرے پر اس طرح اقرار کیا ہو کہ اس کا نسب اس کے اقرار کی وجہ سے ثابت نہ ہو سکا یعنی جس پر نسب کا اقرار کیا ہو اس نے تصدیق نہ کی ہو بشرطیکہ اقرار کنندہ (2) اپنے اقرار پر مرا ہو مثلاً مرنے والے نے ایک شخص کے بارے میں یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بھائی ہے اب اس اقرار کا مفہوم یہ ہوا کہ اس شخص کا نسب میرے باپ سے ثابت ہے اور باپ اس کو اپنا بیٹا تسلیم نہیں کرتا ہے۔ (9) پھر جو بچا ہو وہ اس شخص کو دیا جائے جس کے لئے میّت نے کل مال کی وصیت کی تھی۔ (10) اور پھر بھی بچے تو بیت المال میں جمع ہوگا۔ اس زمانے میں بیت المال کا نظام نہیں ہے، اس لئے صدقہ کر دیا جائے۔ (۱)



(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفھا... الخ، ج ۶، ص ۴۴۷.

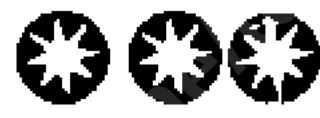
بَابُ اِذَا عَتِقَ الْعَبْدُ فَمَاتَ

جب غلام آزاد کیا تو وہ مر گیا

(۵۱۸) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ اَنَّ ابْنَةً لِحَمْزَةَ اَعْتَقَتْ مَمْلُوْكًا فَمَاتَ فَتَرَكَ اِبْنَةً فَاَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِبْنَةَ النِّصْفَ وَاَعْطَى اِبْنَةَ حَمْزَةَ النِّصْفَ.

حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نے ایک غلام آزاد کیا، بعد ازاں وہ مر گیا اور اس کی ایک بیٹی بھی تھی، نبی اکرم ﷺ نے نصف مال آزاد شدہ غلام کی لڑکی اور نصف حصہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو عنایت فرمایا۔

یعنی بیٹی کو بطور وراثت نصف دیا اور باقی نصف حضرت حمزہ کی بیٹی کو بطور ولاء دیا۔ کیونکہ حدیث ہے کہ ولاء اس کے لیے جس نے آزاد کیا۔ (اس کو ہم حدیث نمبر 303 کی شرح میں تفصیل سے بیان کر آئے ہیں۔ (ابو الاحمد غفرلہ)[1]



بَابُ مَنْ اَكَلَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا

یتیم کا ظلماً مال کھانے کا بیان

(۵۱۹) اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَّسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا عَدَلَ مَنْ كَانَ يَعُوْلُ اَمْوَالَ الْيَتَامٰى فَلَمْ يَقْرَبُوْهَا وَشَقَّ عَلَيْهِمْ حِفْظُهَا وَخَافُوا الْاِثْمَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ فَنَزَلَتِ الْاٰيَةُ فَخُفِّفَتْ عَلَيْهِمْ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَّاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ الْاٰيَةَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "وہ لوگ جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھا رہے ہیں، اور عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے"۔ تو جو یتیموں کی سرپرستی کرتے تھے، وہ الگ ہو گئے، حتی کہ وہ یتیموں کے پاس بھی نہ جاتے، اور اس طرح یتیموں کے مال کی حفاظت کا سلسلہ مشکل ہو گیا، کیونکہ ان لوگوں نے اپنے اوپر گناہ کا خوف کیا اور اس سے الگ ہو گئے، تو پھر یہ آیت اتری اور ان پر تخفیف کر دی گئی" وہ آپ سے یتیموں کے بارے سوال

(1) شرح [illegible] ص 364

کرتے ہیں، فرما دیجیے ان کو کہ ان کی اصلاح ان کے لیے بہتر ہے، جبکہ تم ان کے ساتھ مل کر رہو"۔

ظلماً یتیموں کا مال کھانے والوں کے متعلق احادیث :

امام محمد ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں :

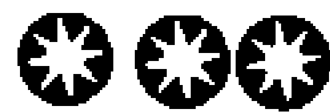
حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے شعب معراج کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا : میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح ہیں اور ان کو ایسے لوگوں کے سپرد کر دیا گیا ہے جو ان کے ہونٹوں کو پکڑ رہے ہیں پھر ان کے مونہوں میں ایسے آگ کے پتھر ڈال رہے ہیں جو ان کے دھڑ کے نچلے حصہ سے نکل رہے ہیں۔ میں نے کہا : اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو ظلماً یتیموں کا مال کھاتے تھے اور وہ درحقیقت اپنے پیٹوں میں آگ کھا رہے تھے۔ (۱)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں :

امام ابن ابی شیبہ، امام ابویعلیٰ، امام طبرانی اور امام ابن حبان حضرت ابو برزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا : قیامت کے دن ایسے لوگ اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے جن کے مونہوں سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔ آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا : کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : جو لوگ یتیم کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں۔

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے جو شخص یتیم کا مال ظلماً کھاتا ہے جب وہ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا تو اس کے منہ، اس کے کانوں، اس کی ناک اور اس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے اور اسے دیکھ کر ہر شخص پہچان لے گا کہ یہ یتیم کا مال کھانے والا ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا : اللہ پر حق ہے کہ وہ چار آدمیوں کو جنت میں داخل کرے نہ ان کو جنت کی نعمتیں چکھائے۔ عادی شرابی، سود کھانے والا، یتیم کا مال ناحق کھانے والا اور ماں باپ کا نافرمان۔ (۲)



---

(۱) جامع البیان ج ٤ ص ۱۸٤ ملخصاً، مطبوعہ دارالمعرفتہ بیروت، ۱٤۰۹ھ

(۲) الدرالمنثور ج ۲ ص ۱۲٤، مطبوعہ ایران

بَابُ اِلٰی مَتٰی یَکُوْنُ الْیُتْمُ

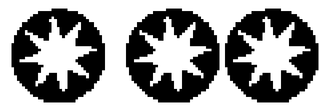
یتیم ہونا کب تک متصور ہوگا

(۵۲۰) اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُتْمَ بَعْدَ الْحُلُمِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حلم و بردباری (بلوغت) کے بعد یتیمی نہیں رہتی۔

شرح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصطلاح شرع میں یتیم وہی ہے جس کا باپ مرگیا ہو اور وہ بچہ نابالغ ہو۔ جب بالغ ہوجائے تو شرع میں اس کو یتیم نہیں کہیں گے۔



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کِتَابُ الۡقِیٰمَۃِ وَصِفَۃِ الۡجَنَّۃِ

قیامت اور جنت کی صفات کا بیان

(۵۲۱) اَبُوۡ حَنِیۡفَۃَ عَنۡ اِسۡمَاعِیۡلَ عَنۡ اَبِیۡ صَالِحٍ عَنۡ اُمِّ ھَانِیٍٔ عَنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ذُوۡ حَسۡرَۃٍ وَّنَدَامَۃٍ۔

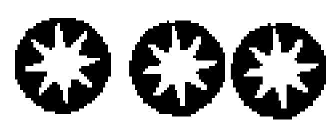
حضرت ام ہانی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کا دن حسرت اور ندامت والا دن ہے۔

(۵۲۲) اَبُوۡ حَنِیۡفَۃَ عَنۡ اِسۡمَاعِیۡلَ عَنۡ اَبِیۡ صَالِحٍ عَنۡ اُمِّ ھَانِیٍٔ عَنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الۡقِیٰمَۃَ ذُوۡ حَسۡرَۃٍ وَّنَدَامَۃٍ۔

حضرت ام ہانی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کا دن حسرت اور ندامت والا دن ہے۔

شرح:

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب سب اہل دوزخ جنت میں اپنا گھر دیکھیں گے تو کہیں گے کاش اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ان کو حسرت ہوگی اور جب سب اہل جنت دوزخ میں اپنا ٹھکانا دیکھیں گے تو کہیں گے اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو دیکھنا ان کے لئے باعث شکر ہوگا اور ایک روایت میں ہے کوئی شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا مگر جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے گا اگر وہ نیک کام کرتا تا کہ اس کو حسرت ہو، اور کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا مگر وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے گا اگر وہ برے کام کرتا تا کہ اس کا شکر زیادہ ہو۔ (۱)



(۱) مسند احمد ج۲ ص 512،541، مجمع الزوائد رقم الحدیث 18661، 18660 حافظ الہیثمی نے کہا پہلی روایت کے تمام رجال

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ الْحُوْرِ الْعِیْنِ

حورعین کی صفت کا بیان

(۵۲۳) اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ اِسْمَاعِیْلَ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اُمِّ هَانِیءٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ خَلَقَ مِنَ الْجَنَّةِ مَدِیْنَةً مِّنْ مِّسْكٍ اَذْفَرَ مَاؤُهَا السَّلْسَبِیْلُ وَ شَجَرُهَا خُلِقَتْ مِنْ نُّوْرٍ فِیْهَا حُوْرٌ حِسَانٌ عَلٰی كُلِّ وَاحِدَةٍ سَبْعُوْنَ ذُؤَابَةً لَوْ اَنَّ وَاحِدَةً مِّنْهَا اَشْرَقَتْ فِی الْاَرْضِ لَاَ ضَائَتْ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَمَلَاَتْ مِنْ طِیْبِ رِیْحِهَا مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللهِ لِمَنْ هٰذَا قَالَ لِمَنْ كَانَ سَمْحًا فِی التَّقَاضِیْ. وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ لَوْ اَنَّ وَاحِدَةً مِّنَ الْحُوْرِ الْعَیْنِ اَشْرَقَتْ لَاَضَائَتْ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَالْمَلَاَتْ مَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ مِنْ طِیْبِهَا.

وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَدِیْنَةً خُلِقَتْ مِنْ مِسْكٍ اَذْفَرَ مُعَلَّقَةٌ تَحْتَ الْعَرْشِ وَشَجَرٌ مِّنَ النُّوْرِ وَمَاؤُهَا السَّلْسَبِیْلُ وَحُوْرٌ عِیْنُهَا خُلِقَتْ مِنْ نَّبَاتِ الْجِنَانِ عَلٰی كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سَبْعُوْنَ ذُوَابَةً لَوْ اَنَّ وَاحِدَةً مِّنْهُنَّ عَلَّقَتْ فِی الْمَشْرِقِ لَاَضَائَتْ اَهْلَ الْمَغْرِبِ.

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے جنت کا ایک شہر بہت ہی عمدہ و پاکیزہ خوشبو مشک سے بنایا ہے، اس کا پانی نہر سلسبیل کا اور درخت نور سے پیدا کیے گئے ہیں، اس میں خوبصورت ترین حوریں ہیں ، جن میں سے ہر ایک کی 70 سترلٹیں (مینڈیاں) ہیں، اگر ان میں سے کوئی ایک لٹ بھی زمین پر ظاہر ہو تو مشرق و مغرب کو روشن کر کے رکھ دے، اور اس کی عمدہ خوشبو سے آسمان وزمین بھر اٹھیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی : یارسول اللہ ﷺ ! یہ کس شخص کے لیے ہے، تو فرمایا : جو قرض کا تقاضا کرتے وقت نرم رویہ اختیار کرتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اگر حور عین میں سے کوئی ایک بھی (زمین پر) ظاہر ہو تو مشرق و مغرب کو روشن کر کے رکھ دے، اور اس کی عمدہ خوشبو سے آسمان و زمین بھر اٹھیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ایک شہر بہت ہی عمدہ و پاکیزہ خوشبو مشک سے بنایا ہے، جو عرش کے نیچے معلق ہے، درخت نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور اس کا پانی نہر سلسبیل کا، اور اس کی حور عین جنت کے پودوں سے بنائی گئیں ہیں، جن میں سے ہر ایک کی 70 ستر لٹیں ہیں، اگر ان میں سے کوئی یک بھی مشرق میں معلق کر دی جائے تو اس کی روشنی سے مغرب روشن ہو جائے۔

شرح:

اس روایت میں جنت کی نعمتوں اور احوال کا ذکر ہوا۔ جنت اور اس کی نعمتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَالَ اللهُ تَعَالٰی: {اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ۝ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ ۝} (الحجر 45 :-48)

اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے: ''یقیناً پرہیز گار اس دن باغوں اور چشموں میں آباد ہوں گے ۝ انہیں حکم ملے گا داخل ہو جاؤ ان جنتوں میں خیر و عافیت کے ساتھ بے خوف ہو کر ۝ اور ہم نکال دیں گے جو کچھ ان کے سینوں میں کینہ وغیرہ تھا وہ بھائی بھائی بن جائیں گے اور تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ۝ نہیں پہنچے گی انہیں اس میں کوئی تکلیف اور نہ انہیں اس سے نکالا جائے گا'' ۝

وَقَالَ تَعَالٰی: {یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ۝ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَکْوَابٍ وَّفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ وَاَنْتُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَتِلْکَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ لَکُمْ فِیْهَا فَاکِهَةٌ کَثِیْرَةٌ مِّنْهَا تَاْکُلُوْنَ ۝}

(الزخرف 68 :- 73)۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے : ''اے میرے پیارے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم آج غمزدہ ہو گے۔ وہ بندے جو ایمان لائے تھے' ہماری آیتوں پر اور فرمانبردار تھے ٥ حکم ہوگا' داخل ہو جاؤ۔

جنت میں تم اور تمہاری بیویاں' خوشی خوشی گردش میں ہوں گے ان پر سونے کے تھال اور جام اور وہاں ہر وہ چیز ہوگی جسے دل پسند کریں اور آنکھوں کو لذت ملے مزید براں تم وہاں ہمیشہ رہو گے ٥ اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنا دیئے گئے ہو ان اعمال کے باعث جو تم کیا کرتے تھے ٥ تمہارے لیے یہاں بکثرت پھل ہیں ان میں سے کھاؤ گے جو جی چاہے'' ٥

مسلمانوں کے لیے جنت کی نعمتیں:

مقاتل نے بیان کیا ہے کہ میدان حشر میں ایک منادی یہ ندا کرے گا : اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوں گے جب اہل محشر یہ ندا سنیں گے تو سب سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے، پھر جب منادی یہ کہے گا : وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ ہمارے اطاعت گزار رہے یہ سن کر مسلمان کے سوا تمام مذاہب والے اپنے سروں کو جھکا لیں گے اور محاسبی نے ذکر کیا ہے کہ حدیث میں ہے کہ جب منادی قیامت کے دن یہ ندا کرے گا : اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے تو تمام لوگ اپنے سر اٹھا کر کہیں گے : ہم اللہ کے بندے ہیں، وہ پھر دوسری بار ندا کرے گا : وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ ہمارے اطاعت گزار ہے تو کفار اپنے سروں کو جھکا لیں گے اور موحدین اسی طرح سر اٹھائے ہوئے ہوں گے، پھر وہ منادی تیسری بار ندا کرے گا : جو لوگ ایمان لائے اور متقی رہے تو تمام کبیرہ گناہ کرنیوالے اپنے سروں کو جھکا لیں گے اور اہل تقویٰ اسی طرح اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے، اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق ان سے خوف اور حزن کو دور کر دے گا کیونکہ وہ اکرم الاکرمین ہے، وہ اپنے اولیاء کو شرمندہ ہونے نہیں دے گا۔

(الجامع لاحکام القرآن جز ١٦ ص ١٠٢-١٠١)

وَقَالَ تَعَالٰی: اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ڗ یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ

وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِیْنَ ۙ کَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ۙ یَدْعُوْنَ فِیْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِیْنَ ۙ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰی وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۙ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۚ} (الدخان 51 : تا 57)

اور اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''یقینا پرہیزگار امن کی جگہ میں ہوں گے باغات میں اور بہتے ہوئے چشموں میں۔ پہنے ہوئے ہوں گے لباس باریک اور دبیز ریشم کا دیں گے ۞ اسی طرح ہم ان کا نکاح کریں گے گوری گوری آ ہو چشم عورتوں سے ۞ وہ منگوالیا کریں گے وہیں ہر قسم کا پھل اطمینان سے ۞ نہ چکھیں گے وہاں موت کا ذائقہ بجز اس پہلی موت کے اور اللہ عزوجل نے بچالیا ہے انہیں عذاب جہنم سے ۞ محض آپ کے رب کی مہربانی سے یہی وہ بڑی کامیابی ہے'' ۞

تشریح:

آخرت میں متقین کے اجر وثواب کی بشارت:

متقین سے مراد ہے: جو لوگ کفر سے اور کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں اور وہ مؤرخین صالحین ہیں اور مقام کا معنی ہے: موضع قیام یعنی جگہ، اس مقام کی صفت ''امین'' فرمائی ہے یعنی یہ وہ جگہ ہے جہاں پر رہنے والا آفات اور بلیات سے، عذاب اور تکلیف دو چیزوں سے مامون اور محفوظ رہے گا، اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا میں اللہ کی نافرمانی اور معصیت سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کو ایسی جگہ رکھے گا جہاں وہ ہر قسم کے ڈر اور خوف سے مامون اور محفوظ ہوگا۔

مقام امین وہ جگہ ہے جہاں انبیاء، اولیاء، صدیقین اور شہداء کی مجلس ہوتی ہے، خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں، دنیا میں اس لیے کہ ان کی مجلس میں معصیت اور نافرمانی سے امن ہوتا ہے اور جو شخص ان کی مجلس میں آکر بیٹھ جائے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے محروم نہیں ہوتا اور آخرت میں اس لیے کہ ان کی مجلس میں عذاب سے امن ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی متعلق فرمایا ہے:

لا یحزنهم الفزع الاکبر وتتلقهم الملئكة هذا یومکم الذی کنتم توعدون (الانبیاء: 103)

حشر کے دن کی بڑی گھبراہٹ بھی انہیں غمگین نہ کر سکے گی، فرشتے ان سے مل کر کہیں گے : یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

وَقَالَ تَعَالٰی :{اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۙ عَلَی الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ۙ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ۚ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۙ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ؕ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ۙ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ} (المطففین 22 : تا 28)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے : ''بے شک نیکوکار راحت میں ہوں گے ٥ پلنگوں پر بیٹھے مناظر جنت کا نظارہ کر رہے ہوں گے ٥ آپ پہچان لیں گے ان کے چہروں پر راحتوں کی شگفتگی ٥ انہیں پلائی جائے گی سر بمہر خالص شراب ٥ اس کی مہر کستوری کی ہوگی اس واسطے سبقت لے جانے کی کوشش کریں سبقت لے جانے والے ٥ اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔ یہ وہ چشمہ ہے جس سے صرف مقربین پئیں گے'' ٥

تشریح:

جنت میں ابرار کی نعمتیں، رحیق مختوم اور تسنیم کے معانی:

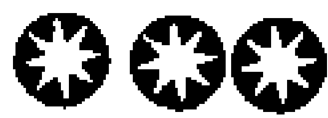
ابرار یعنی نیکوکار جنت کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو رہے ہوں گے، اور وہ اپنی مسندوں پر بیٹھے ہوئے ان کرامات کو دیکھ رہے ہوں گے، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کی ہیں، مقاتل نے کہا : وہ اپنی مسندوں پر بیٹھے ہوئے اہل دوزخ کی طرف دیکھ رہے ہوں گے، ایک قول یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے جلال ذات کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

ان نعمتوں کے ملنے سے ان کی جو خوشی ہوگی اور ان کے چہروں پر جو رونق اور تر و تازگی ہوگی، اس کو دیکھ کر آپ انہیں پہچان لیں گے، ان کو شراب طہور پلائی جائے گی جس میں کوئی تلخی ہوگی نہ کوئی نشہ ہوگا، اس آیت میں ''رحیق'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے : صاف اور شفاف شراب، اس شراب پر مشک کی مہر لگی ہوئی ہوگی، حضرت ابن مسعود نے فرمایا : شراب پینے کے بعد ان کو مشک کا ذائقہ آئے گا۔

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس مسلمان نے کسی بے لباس مسلمان کو لباس پہنایا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا، اور جس مسلمان نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھلوں سے کھلائے گا، اور جس مسلمان نے کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلایا، اللہ اس کو رحیق مختوم (مشک کے ذائقہ والی شراب) پلائے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۶۷۲ :)

المطففین ۲۶ : میں فلیتنافس کا لفظ ہے، اس کا مصدر تنافس ہے، اس کا معنی ہے : رغبت کرنا، یعنی ان نعمتوں میں رغبت کرنا چاہیے اور ان نعمتوں کے حصول کے لیے اعمال صالحہ کرنے چاہئیں۔

اور اس (شراب) میں چشمہ تسنیم کی آمیزش ہے۔ تسنیم وہ مشروب ہے جس کو اوپر سے انڈیلا جائے گا، اور یہ جنت کی سب سے افضل شراب ہے۔ لغت میں تسنیم کا معنی ہے : بلندی، اونٹ کے کوہان کو سنام کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ بھی اونٹ کی پیٹھ پر بلند ہوتا ہے، اسی طرح تسنیم القبور اس قبر کو کہتے ہیں جو اونٹ کے کوہان کی شکل پر بنائی جائے، حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا : تسنیم جنت میں ایک چشمہ ہے جس سے صرف مقربین کو پلایا جائے گا، ایک قول یہ ہے کہ تسنیم ہوا میں ایک چشمہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بہہ رہا ہے اور اس سے اہل جنت کے برتنوں میں صاف شراب انڈیلی جائے گی۔ (تبیان القرآن تحت آیت مذکورہ)



ماخذ و مراجع

(وہ کتب جن سے دوران شرح مدد لی گئی)

☆ قرآن مجید،

☆ **کتب تفاسیر**

☆ تفسیر طبری، امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمۃ، متوفی 310ھ۔

☆ تفسیر ابن ابی حاتم، حافظ ابومحمد عبدالرحمن بن ابی خاتم رازی شافعی، متوفی 327ھ۔

☆ تفسیر بغوی، امام حسین بن مسعود البغوی علیہ الرحمۃ، متوفی 516ھ۔

☆ تفسیر زاد المسیر، علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد بن الجوزی علیہ الرحمۃ، متوفی 598ھ۔

☆ تفسیر کبیر، امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر الرازی علیہ الرحمۃ، متوفی 606ھ۔

☆ تفسیر ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی علیہ الرحمۃ، متوفی 774ھ۔

☆ تفسیر در منصور، امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی علیہ الرحمۃ، متوفی 911ھ۔

☆ تفسیر روح البیان، علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ، متوفی 1137ھ۔

☆ تفسیر روح المعانی، علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ، متوفی 1270ھ۔

☆ تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی المظہری علیہ الرحمۃ۔

☆ تفسیر خزائن العرفان، علامہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ، متوفی 1367ھ۔

☆ تفسیر نور العرفان، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، متوفی 1391ھ۔

☆ تفسیر تبیان القرآن، علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی علیہ الرحمۃ۔

☆ کتب حدیث

☆ مؤطا امام مالک، امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، متوفی 179ھ۔

☆ کتاب الزھد، امام عبداللہ بن مبارک حنفی علیہ الرحمۃ، متوفی 181ھ۔

☆ مسند ابوداؤد طیالسی، امام سلیمان بن داؤد الجارود علیہ الرحمۃ، متوفی 204ھ۔

☆ مصنف عبدالرزاق، امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی علیہ الرحمۃ، متوفی 211ھ۔

☆ مسند حمیدی، امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی الشافعی علیہ الرحمۃ، متوفی 227ھ۔

☆ مصنف ابن ابی شیبہ، امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ علیہ الرحمۃ، 235ھ۔

☆ مسند ابی اسحاق، ابویعقوب اسحاق بن ابراھیم بن مخلد المعروف بابن راھویہ، متوفی 238ھ۔

☆ مسند امام احمد بن حنبل، امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ، متوفی 241ھ۔

☆ سنن داری، امام ابوعبداللہ عبدالرحمن الداری علیہ الرحمۃ، متوفی 255ھ۔

☆ صحیح بخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری علیہ الرحمۃ، متوفی 256ھ۔

☆ ادب المفرد، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری علیہ الرحمۃ، متوفی 256ھ۔

☆ صحیح مسلم، امام مسلم بن حجاج القشیری شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی 261ھ۔

☆ سنن ابن ماجہ، اماابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ شافعی علیہ الرحمۃ، متوفی 273ھ۔

☆ سنن ابوداؤد، امام ابوداؤد سلیمان بن اسعث سجستانی علیہ الرحمۃ، متوفی 275ھ۔

☆ جامع ترندی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترندی علیہ الرحمۃ، متوفی 279ھ۔

☆ مسند بزار، ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار علیہ الرحمۃ، متوفی 292ھ۔

☆ سنن نسائی، امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی علیہ الرحمۃ، متوفی 303ھ۔

☆ سنن الکبریٰ، امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی علیہ الرحمۃ، متوفی 303ھ۔

☆ مسند ابویعلیٰ موصلی، امام احمد بن عالی المثنی التمیمی علیہ الرحمۃ، متوفی 307ھ۔

☆ صحیح ابن خزیمہ، امام محمد بن اسحاق خزیمہ علیہ الرحمۃ، متوفی 311ھ۔

☆ شرح معانی الآثار (طحاوی شریف)، امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی علیہ الرحمۃ متوفی 321ھ۔

☆ صحیح ابن حبان، امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی شافعی علیہ الرحمۃ متوفی 354ھ۔

☆ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی شافعی علیہ الرحمۃ متوفی 354ھ۔

☆ المعجم الکبیر، امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی علیہ الرحمۃ، متوفی 360ھ۔

☆ المعجم الاوسط، امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی علیہ الرحمۃ، متوفی 360ھ۔

☆ المعجم الصغیر، امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی علیہ الرحمۃ، متوفی 360ھ۔

☆ مسند شامیین، امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی علیہ الرحمۃ، متوفی 360ھ۔

☆ تنبیہ الغافلین، ابواللیث نصر بن محمد احمد بن ابرھیم السمرقندی، متوفی 373ھ۔

☆ المستدرک، امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری علیہ الرحمۃ، متوفی 405ھ۔

☆ حلیۃ الاولیاء، امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی علیہ الرحمۃ، متوفی 430ھ۔

☆ دلائل النبوۃ، امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی علیہ الرحمۃ، متوفی 430ھ۔

☆ مسند الشہاب، ابوعبداللہ محمد بن سلامہ بن جعفر المصری علیہ الرحمۃ، متوفی 454ھ۔

☆ سنن الکبریٰ، امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی علیہ الرحمۃ، متوفی 458ھ۔

☆ شعب الایمان، امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی علیہ الرحمۃ، متوفی 458ھ۔

☆ جامع البیان العلم وفضلہ، ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد النمری، متوفی 463ھ۔

☆ شرح السنۃ، امام حسین بن مسعود بغوی علیہ الرحمۃ، متوفی 516ھ۔

☆ الترغیب والترھیب، امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری علیہ الرحمۃ، متوفی 656ھ۔

☆ ریاض الصالحین، امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی علیہ الرحمۃ، متوفی 676ھ۔

☆ مجمع الزوائد، حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی علیہ الرحمۃ، متوفی 807ھ۔

☆ اتحاف الخیرۃ المھرۃ بزوائد المسانید العشرہ، امام ابو العباس احمد بن ابی بکر بوصیری علیہ الرحمۃ، متوفی 840ھ۔

☆ الجامع الصغیر، امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر السیوطی علیہ الرحمۃ، متوفی 911ھ۔

☆ الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی جامع الصغیر، امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر السیوطی علیہ الرحمۃ، متوفی 911ھ۔

☆ الخصائص الکبریٰ، امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر السیوطی علیہ الرحمۃ، متوفی 911ھ۔

☆ الصحیح والضعیف، امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر السیوطی علیہ الرحمۃ، متوفی 911ھ۔

☆ الصواعق المحرقہ، شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی علیہ الرحمۃ، متوفی 974ھ۔

☆ کنز العمال، علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری حنفی علیہ الرحمۃ، متوفی 975ھ۔

☆ الکامل فی الضعفاء الرجال،

☆ کتب شروحات حدیث

☆ شرح صحیح بخاری لابن بطال، ابو الحسن علی بن خلف بن عبد اللہ علیہ الرحمۃ، متوفی 449ھ۔

☆ کشف المشکل من حدیث الصحیحین، جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی علیہ الرحمۃ، متوفی 597ھ۔

☆ شرح مسلم للنووی، امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی علیہ الرحمۃ، متوفی 676ھ۔

☆ فتح الباری، حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ، متوفی 852ھ۔

☆ عمدہ القاری، حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی علیہ الرحمۃ، متوفی 855ھ۔

☆ مرقاۃ المفاتیح، فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی علیہ الرحمۃ، متوفی 1014ھ۔

☆ شرح مسند امام اعظم، علامہ علی بن سلطان محمد القاری الحنفی علیہ الرحمۃ، متوفی 1014ھ۔

☆ اشعۃ اللمعات، شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، متوفی 1052ھ۔

☆ شرح زرقانی علی مؤطا امام مالک، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی علیہ الرحمۃ، متوفی 1122ھ۔

☆ مراۃ المناجیح، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، متوفی 1391ھ۔

☆ نزہۃ القاری، علامہ شریف الحق رحمۃ اللہ علیہ۔

☆ نعمۃ الباری، علامہ غلام رسول سعیدی حنفی البریلوی علیہ الرحمۃ۔

☆ شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی حنفی البریلوی علیہ الرحمۃ۔

☆ کتب اسماء الرجال

☆ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ابوعمر یوسف بن عبداللہ النمری علیہ الرحمۃ، متوفی 463ھ۔

☆ الاصابہ فی تمیز الصحابہ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ، متوفی 852ھ۔

☆ کتب سیرت وشمائل

☆ سیرت ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک بن ہشام علیہ الرحمۃ، متوفی 213ھ۔

☆ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، قاضی ابوالفضل عیاض مالکی علیہ الرحمۃ، متوفی 544ھ۔

☆ سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمۃ، متوفی 942ھ۔

☆ مدارج النبوۃ، شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، متوفی 1052ھ۔

☆ زرقانی علی المواھب، ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی علیہ الرحمۃ، متوفی 1122ھ۔

☆ حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین (جامع المعجزات)، امام یوسف بن اسماعیل النبہانی علیہ الرحمۃ، متوفی 1350ھ۔

☆ شواہد النبوۃ،

☆ سیرۃ مصطفیٰ ﷺ علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمۃ۔

☆ ذکر جمیل، علامہ محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمۃ،

☆ کتب تصوف

☆ الزھد لابی داؤد، امام ابوداؤد سلیمان بن اسعث سجستانی علیہ الرحمۃ، متوفی 275ھ۔

☆ الفوائد والزھد والرقاق، ابومحمد جعفر بن محمد بن نصر الخلدی، متوفی 348ھ۔

☆ عمل [illegible] السنّی، متوفی 364ھ

☆ رسالۃ القشیریہ، عبدالکریم بن ھوازن القشیری علیہ الرحمۃ، متوفی 465ھ۔

☆ احیاء العلوم، امام محمد بن محمد الغزالی علیہ الرحمۃ، متوفی 505ھ۔

☆ لباب الاحیاء (تلخیص احیاء العلوم)، امام محمد بن محمد الغزالی علیہ الرحمۃ، متوفی 505ھ۔

☆ اتحاف سعادۃ المتقین فی شرح احیاء العلوم الدین، علامہ محمد بن محمد مرتضیٰ زبیدی علیہ الرحمۃ، متوفی 1205ھ۔

☆ کتب فقہ وفتاوٰی

☆ ردالمحتار ☆ الدرالمختار

☆ الفتاویٰ الھندیہ (فتاویٰ عالمگیری) ☆ بحرالرائق

☆ لباب المناسک لسندی ☆ غنیّۃ المصلّی

☆ الاشباہ والنظائر ☆ فتاویٰ قاضی خان

☆ فتاویٰ خانیہ ☆ فتاویٰ رضویہ

☆ فتح القدیر

☆ کتب عامہ

☆ مکارم الاخلاق، ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن شاکر الخرئطی، متوفی 327ھ۔

☆ الدعا، للطبرانی، امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی علیہ الرحمۃ، متوفی 360ھ۔

☆ الابانۃ الکبریٰ، ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن حمدان المعروف بابن بطہ العبکری، متوفی 387ھ۔

☆ تاریخ بغداد، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی علیہ الرحمۃ، متوفی 463ھ۔

☆ السنن والمبتدعات المتعلقہ بالاذکار والصلوٰت، محمد بن احمد عبدالسلام الشقیری، متوفی 521ھ۔

☆ البدایہ والنہایہ، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی علیہ الرحمۃ، متوفی 774ھ۔

☆ تلخیص الخبیر، ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ، متوفی 852ھ۔

☆ تاریخ الخلفاء، امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی علیہ الرحمۃ، متوفی 911ھ۔

☆ فیض القدیر، محمد بن مدعوبعبد الرؤف بن تاج الدین، متوفی 1031ھ۔

☆ حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

☆ فتاویٰ رضویہ، امام احمد رضا خان البریلوی علیہ الرحمۃ، متوفی 1340ھ۔

☆ ملفوظات اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان البریلوی علیہ الرحمۃ، متوفی 1340ھ۔

☆ بہارِ شریعت، علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ، متوفی 1367ھ۔

☆ عیون الحکایات، امام عبد الرحمن بن جوزی۔

☆ مناقب امام اعظم، للامام البزادی الکردری علیہ الرحمۃ۔

☆ فتاویٰ عالمگیری، علامہ نظام الدین البلخی علیہ الرحمۃ۔

☆ جاء الحق، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ، متوفی 1391ھ۔

☆ تذکرۃ النبیہ فی تصحیح التنبیہ، عبد الرحیم ال إسنوی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی، ۱۴۱۷ھ، ۱۹۹۶م،

☆ البدایۃ والنہایۃ، إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی، دار عالم الکتب، ۱۴۲۴ھ، ۲۰۰۳م،

☆ تذکرۃ الحفاظ، امام الذہبی علیہ الرحمۃ۔

